

# نورِ عرفان



اسلامی تصوف (مابعد الطبیعات) کا تحقیقی، مشاہداتی اور تجرباتی جائزہ  
(جلد اول و جلد دوم)

پروفیسر محمود علی انجم (پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد)

پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)



هُوَ



مُحَمَّدٌ





حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیرؒ





سلطان العارفين حضرت سلطان باهو رحمۃ اللہ علیہ





سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ





صاحبزادہ فقیر عبدالحمید کاتل سروری قادری کلاچوی مدظلہ العالی



پروفیسر محمود علی انجم سروری قادری



---

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

# نورِ عرفان

(جلد اول و جلد دوم)

تصنيف و تالیف

پروفیسر محمود علی انجم (پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد)

پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکاالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

نورِ ذات پبلشرز

---

---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق صاحبزادہ فقیر عبد الحمید سروری قادری اور مصنف کتاب ہذا محفوظ ہیں۔

نام کتاب: نور عرفان (جلد اول و جلد دوم)

تصنیف و تالیف: محمود علی انجم (پی ایچ ڈی، ریسرچ سکالرا قیالیت، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

طابع: مکتبہ جدید، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: 2017ء

تعداد: 1000

ہدیہ: 600 روپے

ملنے کا پتہ:

✽ فقیر عبد الحمید کامل سروری قادری

نوری دربار، کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ خیبر پختون خواہ

✽ ملک اختر سروری قادری

دربار فیض، ریورویو ہاؤسنگ سوسائٹی، رائے ونڈ روڈ، لاہور

✽ مکتبہ جدید، شاپ نمبر 3، مکہ سنٹر، اردو بازار، لاہور

✽ عبداللہ اکیڈمی، اردو بازار، لاہور

✽ صادق پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور

---

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

## بسم الله الرحمن الرحيم

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ط  
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ط  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوةً تُنَجِّنُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ الْآهْوَالِ وَالْأَفَاتِ  
وَتَقْضِي لَنَا بِهَا جَمِيعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ أَعْلَى  
الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا أَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيعِ الْخِزَيَاتِ فِي الْحَيَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ إِنَّكَ مُجِيبُ  
الدَّعَوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَيَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا كَافِيَ الْمُهَنِّاتِ وَيَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ وَيَا حَلَّ  
الْمُشْكَلَاتِ أَغْنِنِي أَغْنِنِي يَا إِلَهِي إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَإِلِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةِ أَلْفِ  
أَلْفِ مَرَّةٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ ط سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ط الْحَمْدُ  
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
قَدِيرٌ ○ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
قَدِيرٌ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الْهَاءُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا  
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ  
وَرَسُولُهُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ ○ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ  
دِينًا ○ يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِلْجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ ○ الْحَمْدُ لِلَّهِ  
حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى ○ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ط الْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ  
خَلْقِهِ ط لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ خَلْقِهِ ط اللَّهُ أَكْبَرُ عَدَدَ خَلْقِهِ ○ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ  
كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى ○ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَلَنَا عَلَى عَهْدِكَ  
وَعْدُكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُو لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُو بَدَأْنِي فَاعْفُرْ لِي إِنَّهُ  
لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ○ رَبِّ اعْفُرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ ○ اللَّهُمَّ إِنِّي  
أَسْأَلُكَ الْبَعَاثَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ○ اللَّهُمَّ اجْزِنِي مِنَ النَّارِ ○ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ  
مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةِ أَلْفِ أَلْفِ مَرَّةٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ○ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ط اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ ○



۷۸۶

## ابتدائیہ

میں نے محمود علی انجم صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ”نور عرفان“ کا شروع سے لے کر آخر تک بغور مطالعہ کر لیا ہے۔ محمود علی انجم صاحب کا انداز بیان اور اسلوب تحریر انتہائی دلچسپ اور اعلیٰ درجے کا عالمانہ، ادیبانہ اور فاضلانہ نوعیت کا ہے۔ اسے پڑھ کر قارئین کرام کو ان شاء اللہ قلبی سکون اور دلی اطمینان حاصل ہوگا۔ فاضل مصنف نے کتاب کی تکمیل اور تدوین پر اپنی تمام تر علمی توانائیاں صرف کر دی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک علمی، روحانی اور دینی مسائل اور معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ اور نادر روزگار شاہکار بن گئی ہے۔

کتاب کو آیات مبارکہ، احادیث شریفہ اور بزرگان دین متین کے اقوال زرین سے اس خوبی کے ساتھ مزین کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل و دماغ میں اس کے خوبصورت مضامین نقش ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ میں محمود علی انجم صاحب کو اتنی خوبصورت اور دل آویز کتاب لکھنے پر دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے دینی، روحانی اور اسلامی مسائل کو احسن طریقے سے پیش اور حل کرنے اور ان کی وضاحت کرنے کا کماحقہ حق ادا کر دیا ہے اور کوئی مسئلہ تشنہ تکمیل رہے نہیں دیا۔

دعا گو

فقیر عبد الحمید سوری قادری

سجادہ نشین نوری دربار، کلاچی شریف،

ڈیرہ اسماعیل خان

## معروضات

اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق صدق و خلوص سے ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہ اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا رشتہ قائم کرنا، اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا، مخلوق خدا سے محبت، ہمدردی کا رشتہ قائم کرنا اور اس کی خدمت سرانجام دینا ہے۔ مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے اولیاء اللہ نے صدق و خلوص سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا۔ تائیدِ ایزدی سے انہیں حقیقتِ مطلق تک رسائی حاصل ہوئی۔ انہوں نے کشف و الہام سے اور اعمالِ صالحہ کی بدولت، بفضلِ تعالیٰ حاصل ہونے والے اس عرفان یا معرفت کو خاص اصطلاحات میں بیان کیا اور اسے ”علمِ تصوف“ کے نام سے موسوم کیا۔ تصوف معرفت کی کنجی ہے۔ عصرِ حاضر کی مشہور جرمن مکتبہ شناس، اقبال شناس، مستشرق، ڈاکٹر این میری شیل کہتی ہیں:

”تصوف ایک عظیم باطنی لہر کی طرح تمام مذاہب میں جاری ہے۔ وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے ہم اسے حقیقتِ مطلق کے شعور سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر چاہیں تو ہم اسے دانش، نوری عشق قرار دیں یا اسے کوئی بھی نام دیں۔“ (1)

اللہ تعالیٰ نے کائنات اسی لیے پیدا فرمائی تھی کہ انسان، انبیاء کرام پر نازل ہونے والی وحی کی روشنی میں اور ان کی متابعت میں باہمی محبت و اخوت، ایثار و قربانی پر مبنی سلامتی اور امن کا علمبردار معاشرہ قائم کرے اور علمِ الاسماء کی مدد سے مشاہدہ باطن اور مشاہدہ کائنات کے ذریعے عرفانِ نفس اور عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے۔ اصل میں تخلیق کائنات سے ہی خالق اور مخلوق میں محبت کا اور ہجر و فراق کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ عارفِ رومی (606ھ تا 672ھ) نے اس صورتِ حال کو نالہ فراق قرار دیا ہے۔

بشنو از نئی چگون حکایت می کند و ز جدائی ہا شکایت می کند  
ذره سنو تو سہی، یہ بانسری (روح) کیا حکایت بیان کر رہی ہے اور جدائیوں کی شکایت کر رہی ہے۔  
روح کا یہ نالہ و فریاد وصالِ حق پانے کے لیے ہے۔ وصالِ حق پانے کے لیے اولیاء و صوفیہ نے دین کی روشنی میں جو راستہ اختیار کیا ہے اسے تصوف یا فقر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز (1039ھ تا 1102ھ) نے فقر کی یوں تعریف کی ہے:

”ابتدائی فقر علم است و انتہائی فقر برسیدن“

فقر کی ابتداء علم سے ہے اور اس کی انتہاء حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے میں ہے۔ (2)

حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے دینِ اسلام۔ مختلف مذاہب و اقوام میں اگرچہ حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کے لیے ہر دور میں فکری و عملی کوشش ہوتی رہی ہے مگر تائیدِ ایزدی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان

مذہب و اقوام کے تلاش حق کرنے والے افراد کو حقیقتِ مطلقہ تک رسائل حاصل نہ ہو سکی اور نہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسلامی (قرآنی) تصوف کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ اس کا مقصد قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق فرد کا صدق و خلوص سے ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہ اور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا رشتہ قائم کرنا، اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا، مخلوق سے محبت، ہمدردی کا رشتہ قائم کرنا اور اس کی خدمت سرانجام دینا ہے۔ مقصدِ حیات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ہر کوئی، خصوصاً مسلمان تزکیہٴ نفس اور تصفیہٴ باطن کے لیے کوشش کرے اور خود کو اخلاقِ حسنہ سے مُتَّصِف کر کے قربِ حق پائے۔ ہر معلّم، متعلّم، سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر، تاجر، آجر و اجیر، غرضیکہ ہر شعبہٴ زندگی کے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ اور منصبی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہوئے مقصدِ حیات کے پیشِ نظر حقیقتِ مطلقہ سے قرب کے لیے اس کی رضا کے حصول کے لیے صوفیہ کے طریقے کے مطابق مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے۔ اسلامی تصوف میں نبی کریم ﷺ کے اسوہٴ حسنہ کی پیروی کی جاتی ہے۔ حقیقی اسلامی تصوف ہر شعبہٴ زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس میں رہبانیت کی گنجائش نہیں۔ یہ عجمی تصوف، ویدائی تصوف اور مسیحی رہبانیت سے بالکل مختلف ہے۔

چنانچہ ایک مشہور امریکی مصنف میکائیل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برعکس دین اور دنیا کے رہبر تھے۔ (3)

دین اسلام، دینِ فطرت ہے۔ یہ انسان کو ذہنی، جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، معاشی، مادی، غرضیکہ ہر لحاظ سے بہتری، اصلاح اور ترقی کا درس دیتا ہے تاکہ انسان، انسانِ کامل بن سکے۔

دین اسلام کے حقیقی تقاضوں کے پیشِ نظر اہل ایمان نے شخصیت کے تمام پہلوؤں کی بہتری اور اصلاح پر توجہ مرکوز کی۔ اس طرح انہوں نے ہر شعبہٴ زندگی میں بھرپور فعال کردار ادا کیا جس کے نتیجہ میں مسلم سائنسدانوں، حکماء، مدبرین اور مفکرین نے انسانیت کی بھلائی کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے حقیقتِ کاملہ کے عرفان کے لیے تمام ذرائعِ علم (حواس، عقل و فہم و ادراک اور وجدان) سے بھرپور کام لیا۔ انہوں نے حواس اور عقل سے کائنات اور مظاہرِ کائنات کا خارجی مشاہدہ کیا اور اس طرح بالواسطہ طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے تجرباتی ادراک حاصل کیا۔ اسی طرح انہوں نے وجدان سے باطنی مشاہدہ کیا اور مذہبی اور روحانی تجربات کے ذریعے، بلا واسطہ طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے 'روحانی ادراک' حاصل کیا۔ تجرباتی و روحانی ادراک کی بدولت انہیں حقیقتِ کاملہ کا عرفان حاصل ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، اہل اسلام میں تین گروہ سامنے آئے۔

1۔ ایسے افراد جو کائنات اور مظاہرِ کائنات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ مشاہدہٴ باطن میں ان کی دلچسپی بالکل ختم ہو گئی یا برائے نام رہ گئی۔

2۔ ایسے افراد جنہوں نے کائنات اور مظاہرِ کائنات میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور مشاہدہٴ باطن میں بھرپور دلچسپی لینے لگے۔

3۔ ایسے افراد جنہوں نے خارجی اور باطنی مشاہدات میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور صرف مادی فلاح و ترقی میں دلچسپی لینے لگے۔ اس طرح مذہب، فلسفہ، سائنس، کامرس اور سیاسیات وغیرہ کے شعبہ جات کی نمائندگی کرنے والے طبقات



(گروہ) سامنے آئے اور حیاتِ انسانی کی رہنمائی کرنے والے تین اہم شعبہ جات مذہب، فلسفہ اور سائنس میں فاصلے بھی بڑھتے چلے گئے۔ اس طرح ان مختلف شعبوں میں دلچسپی رکھنے والے افراد بھی فکری اور عملی لحاظ سے ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے اور کئی طرح کے سماجی، اخلاقی، نفسیاتی و روحانی مسائل کا شکار ہو گئے۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے عصرِ حاضر کے مسائل اور ان کی وجوہات کی نشاندہی کی اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی و اخلاقی ترقی کی ضرورت و اہمیت پر بھی زور دیا۔ انہوں نے اپنے مشہور خطباتِ تشکیلِ جدیدِ الہیاتِ اسلامیہ (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) کے دیباچہ میں کہا:

"The Qur'an is a book which emphasizes 'deed' rather than 'idea'. There are, however, men to whom it is not possible organically to assimilate an alien universe by re-living, as a vital process, that special type of inner experience on which religious faith ultimately rests. Moreover, the modern man, by developing habits of concrete thought- habits which Islam itself fostered at least in the earlier stages of its cultural career- has rendered himself less capable of that experience which he further suspects because of its liability to illusion. The more genuine schools of Sufism have, no doubt, done good work in shaping and directing the evolution of religious experience in Islam; but their latter-day representatives, owing to their ignorance of the modern mind, have become absolutely incapable of receiving any fresh inspiration from modern thought and experience. They are perpetuating methods which were created for generations possessing a cultural outlook differing, in important respects, from our own. 'Your creation and resurrection,' says the Qur'an, 'are like the creation and resurrection of a single soul.' (31:28) A living experience of the kind of biological unity, embodied in this verse, requires today a method physiologically less violent and psychologically more suitable to a concrete type of mind. In the absence of such a method the demand for a scientific form of religious knowledge is only natural." (4)

”قرآن پاک کا زیادہ تر رجحان اس طرف ہے کہ ”فکر“ کی بجائے ”عمل“ پر زور دیا جائے۔ یوں بھی بعض طبائع میں قدرتِ تائیدِ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وارداتِ باطن کی اس مخصوص نوع کو، جو مذہب کے لیے ایمان و ایقان کا آخری سہارا ہے، ویسے ہی اپنے تجربے میں لائیں جیسے زندگی کے دوسرے احوال اور اس کائنات کو جسے ہم اپنے آپ سے بیگانہ پاتے ہیں، اپنے اندر جذب کر لیں۔ رہا عہدِ حاضر کا انسان، سو اسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق اشیاء اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشوونما کے ابتدائی ادوار میں حمایت کی، لہذا وہ ان واردات کا اور بھی اہل نہیں رہا، بلکہ انہیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان میں وہم و

التباس کی پوری پوری گنجائش ہے۔ صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے تو بے شک ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال و واردات کی تشکیل اور رہنمائی میں بڑی قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں، لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن حضرات کے حصے میں آئی وہ عصر حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اس لیے موجودہ دنیا کے افکار اور تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ وہ آج بھی انہیں طریقوں سے کام لے رہے ہیں جو ان لوگوں کے لیے وضع کیے گئے تھے جن کا تہذیبی سطح نظر بعض اہم پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارے سطح نظر سے بڑا مختلف تھا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: مَا خَلَقْنَاهُ وَلَا بَحَثْنَاهُ إِلَّا لِنُفَصِّلَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ اس آیت کا اشارہ جس حیاتی وحدت کی طرف ہے اگر آج اسے تجربے میں لایا جائے تو کسی ایسے منہاج کی ضرورت ہوگی جو عضویاتی اعتبار سے تو زیادہ سخت یعنی شدید بدنی ریاضت کا طالب نہ ہو، مگر نفسیاتی اعتبار سے اس ذہن کے قریب تر ہے، جو گویا محسوس کا خوگر ہو چکا ہے تاکہ وہ اسے آسانی قبول کر لے۔ لیکن پھر جب تک ایسا کوئی منہاج متشکل نہیں ہو جاتا، یہ مطالبہ کیا غلط ہے کہ مذہب کی بدولت ہمیں جس قسم کا علم حاصل ہوتا ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھا جائے۔“ (5)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ فکر اقبال کی رو سے:

- 1۔ قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جو فکر کے بجائے عمل پر زور دیتی ہے۔
- 2۔ عہد حاضر کا انسان مادی فکر و عمل کی وجہ سے وارداتِ باطن جو مذہب کے لیے ایمان و یقین کا آخری سہارا ہے، کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے بے خبر ہے۔
- 3۔ وہ ان وارداتِ روحانی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کا اہل نہیں رہا۔
- 4۔ عصر حاضر کے صوفیہ عصری تقاضوں کے مطابق روحانی واردات کی تشکیل اور روحانی تعلیم و تربیت کا فریضہ بالکل سرانجام نہیں دے رہے اور نہ ہی وہ اس بات کے اہل ہیں۔
- 5۔ عصر حاضر کی ضرورت ہے کہ مادیت اور روحانیت میں حائل خلا کو پر کیا جائے اور مذہبی واردات کی سائنسی طریقہ سے وضاحت کی جائے۔

بندہ عاجز کی زیر نظر تالیف، حکیم الامت کے مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق عصر حاضر کے فکری اور عملی و ادبی تقاضے پورے کرنے کی ایک کوشش ہے۔ مذکورہ بالا گزارشات سے واضح ہے کہ علامہ اقبال عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق، اسلامی فقہ کی طرح، اسلامی تصوف کی بھی تدوین نو چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تصور خودی پیش کیا۔ اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ مذہبی واردات کی بھی سائنسی طریقہ سے وضاحت کی جائے تاکہ فلسفہ و سائنس سے متاثر افراد مذہبی واردات کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ ہو کر روحانی ارتقاء کے حصول کے لیے اپنے من میں ڈوب کر اسرارِ ذات سے آگاہ ہوں اور زندگی کے لامتناہی ممکنات کا شعور و ادراک حاصل کر کے تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے لیے کوشاں ہو جائیں کیونکہ کائنات کی ہر شے، افراد اور اقوام کی حیات اور بقا کی ضمانت، مسلسل تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے عمل میں ہے۔ اس تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے عمل کی کوئی انتہا نہیں۔ اس لحاظ سے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ علم، عمل اور عشق کی کوئی انتہا نہیں۔ حیاتِ انسانی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے معراجِ پاکستی ہے۔ دور جدید کا انسان، اپنے خود ساختہ تصورات و نظریات کی پیروی کی بدولت مایوسی اور اضطراب کا شکار ہے۔ اس مایوسی اور اضطراب سے چھٹکارا پانے کے لیے مذہب کا سہارا لینا ہوگا۔ من

میں غوطہ زن ہونا پڑے گا۔ خودی کی تعمیر و تشکیل اور اجتماعی بہتری (سیاسی، اقتصادی، اخلاقی و ذہنی امراض کا مداوا، اصلاح اور ارتقا) اسی طرح ممکن ہے۔

عصر حاضر کے انسان کی فطری، اخلاقی و روحانی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے، بندہ عاجز نے اس کتاب میں:

1۔ مروجہ اسلامی، سائنسی اور ادبی طریقہ تحقیق و تنقید مد نظر رکھتے ہوئے علم تصوف (روحانی سائنس) کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔

2۔ روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، ریکی، یوگا، وغیرہ) اور روحانی علم (علم تصوف، روحانی سائنس) میں فرق بیان کیا ہے اور روحانی علم کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت بیان کرنے اور دیگر علوم پر اس کی فضیلت و برتری واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں آپ کو تصوف (روحانی سائنس)، روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، ریکی، یوگا، وغیرہ) کے ساتھ علم نفسیات، مابعدالنفسیات، کمپیوٹر سائنس، علم جفر، علم حروف اور علم اعداد کے بارے میں بھی دلچسپ حقائق پڑھنے کے لیے ملیں گے۔

3۔ ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ روحانی رابطہ، تعلق اور نسبت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت بیان کی ہے اور اس تعلق کے حصول کا طریقہ کار (سلوک، راہ طریقت) بیان کیا ہے۔

4۔ عصر حاضر میں علم تصوف (روحانی سائنس) اور صوفیانہ ادب کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے بیان کیے ہیں۔ ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تصوف کی تدوین نو کے لیے عصر حاضر کے علمی و ادبی اور سائنسی شعبہ جات میں رائج اصول تحقیق و تنقید اور اصول درایت و روایت بیان کیے ہیں۔

5۔ قرآن و حدیث اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں کامیاب زندگی کا تصور پیش کیا ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اولیاء اللہ کا ضابطہ حیات پیش کیا ہے۔

6۔ فضائل ذکر و فکر، فضائل درود شریف، فضائل اعمال و صدقات اور فضائل اخلاق بیان کیے ہیں کیونکہ ان کے بغیر کامیاب زندگی گزارنا ناممکن ہے۔ یہ اعمال حسنہ روح رواں حیات ہیں۔

7۔ نہایت مختصر وقت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے، قربِ ربانی اور قربِ نبوی ﷺ کے حصول کے لیے ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں قرآنی آیات، مسنون دعاؤں اور اذکار پر مشتمل دعائے حزب الاعظم اور دعائے حب و تسخیر بھی اس کتاب کے حصہ دوم میں شامل ہیں۔ بندہ عاجز نے تائید الہی سے یہ دعائیں ترتیب دی ہیں۔ منزل روحانی پر مشتمل یہ دعائیں (دعائے حزب الاعظم اور دعائے حب و تسخیر) آپ کو کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گی۔ یہ خاص عطیہ خداوندی اور عطائے نبوی ﷺ ہیں۔ ان دعاؤں کے شروع میں ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جسے پڑھ کر آپ ان شاء اللہ ان دعاؤں کو حرزِ جان بنائیں گے اور بے پناہ اجر و ثواب پائیں گے۔

8۔ اہل صدق و صفا، اہل علم اور اہل تحقیق کی دینی اور علمی وادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

9۔ روحانی تعلیم و تربیت اور تحقیق و جستجو کی قدر و قیمت، اہمیت اور ضرورت بیان کی گئی ہے۔



10۔ روحانی تعلیم و تربیت کے لیے تجرباتی و مشاہداتی طریقہ کار بیان کیا ہے اور اس کی اہمیت و ضرورت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

11۔ روحانی مشاہدات و تجربات اور مذہبی واردات کے ضمن میں بندہ عاجز نے اسلاف کی نگارشات کے ساتھ ساتھ اپنے اور اپنے احباب کے روحانی مشاہدات و تجربات روحانی کیفیات والہامات کا بھی سند و حوالہ جات کے ساتھ ذکر کیا ہے اور واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ خصوصی روحانی تعلق ہے۔ ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت اور قرب کے دروازے کھلے ہیں۔ جو کوئی بھی ذات باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ قائم کرنے اور عقیدت و محبت سے قرب پانے کی کوشش کرتا ہے، اسے روحانی گائیڈ لائن ملنا شروع ہو جاتی ہے اور بفضل تعالیٰ یہ رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر ایک کو دعوت ہے کہ وہ اس کتاب میں بیان کردہ طریقے کے مطابق حقیقتِ مطلقہ سے جو کہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، رابطہ کی کوشش کرے۔ ان شاء اللہ رابطہ ہو جائے گا۔

بندہ عاجز نے اس کتاب میں جو اپنے ذاتی، روحانی مشاہدات و تجربات بیان کیے ہیں، اولیاء عظام کو حاصل ہونے والے حقائق و معارف کے سامنے انہیں شہدہ بھر حیثیت بھی حاصل نہیں۔ ان مذہبی واردات کے حوالے سے بندہ عاجز و گنہگار کو کوئی تخصیص حاصل نہیں اور نہ ہی اس ضمن میں کوئی دعویٰ ہے۔ آپ بھی اس راہ پر چل کر دیکھئے، آپ کو بھی بہت کچھ حاصل ہوگا۔ ذات باری تعالیٰ کا در رحمت سب کے لیے کھلا ہے۔ سب عزتیں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے اُسے اپنا قرب و رضا اور معرفت و عرفان عطا فرما دیتا ہے۔

عزیزانِ من! اس کتاب میں بیان کردہ بندہ عاجز کے روحانی سفر کی روداد دراصل ایک گناہگار انسان سے ذات باری تعالیٰ، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور اولیائے عظام کی محبت، نوازشات اور عنایات کی روداد ہے۔ یہ عظیم ترین نعمت ربانی ہے۔ مذہبی مشاہدات و واردات روحانی کی صداقت کا اولین، حتمی اور یقینی معیار وحی (قرآن و حدیث) ہے۔ اس کے بعد انہیں علمی و عقلی اور عملی معیار پر پرکھا جاتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ بندہ عاجز نے مذہبی مشاہدات اور واردات روحانی کی تفہیم و تعبیر کے سلسلہ میں ان اصولوں کو مدنظر رکھا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں درج جو باتیں عقل و تجربہ کی کسوٹی پر پورا اتریں اور قرآن و سنت کے مطابق ہوں، ان پر عمل کریں۔ اگر ان اصولوں سے ہٹ کر کوئی بات نظر آئے تو ہرگز عمل نہ کریں کیونکہ حکم صرف اللہ کا ہے اور اللہ ہی کی رضا کے حصول کے لیے اس پر عمل ضروری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ فرماتا رہے۔ آمین۔ بجاہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ۔

اس کتاب کا آغاز ایک مضمون سے ہوا۔ مضمون وسعت اختیار کر کے ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔ اس طرح کئی ابواب لکھے گئے اور ذاتی مشاہدات، تجربات، تاثرات، محسوسات، کیفیات کے بیان پر مشتمل یہ کتاب منصہ شہود پر ظاہر ہو گئی۔ یہ کتاب باہمی گفتگو کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس لیے اس میں بعض مقامات پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اصل موضوع سے ہٹ کر باتیں شروع ہو گئی ہیں۔ بعض مقامات پر کچھ باتوں کی تکرار بھی نظر آئے گی۔ دراصل زیر گفتگو یا زیر بحث موضوع سے ربط یا تعلق ہونے کی وجہ سے بعض باتیں دہرانا پڑی ہیں۔ اسی طرح بعض مشائخ، علماء اور محققین کی کتب سے،

انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اور ان کے متاثر کن طرزِ تحریر اور طرزِ استدلال سے قارئین کو آگاہ کرنے کے لیے قدرے طویل اقتباسات دیے گئے۔ میں اگر چاہتا تو یہ باتیں اپنے الفاظ میں بھی بیان کر سکتا تھا مگر مجھے یہ نگارشات اصل اقتباسات کی شکل میں ہی پیش کرنا مناسب نظر آیا۔ اگرچہ، اصولِ تحقیق کی رو سے طویل اقتباسات دیے جانے کو مستحسن تصور نہیں کیا جاتا، مگر زیرِ نظر کتاب کے مقاصد تصنیف و تالیف کے پیش نظر بعض مقامات پر ایسا کرنا ضروری تھا۔ اس کتاب کی ابواب بندی کسی طے شدہ پروگرام کے تحت نہیں ہوئی۔ بلکہ زیرِ گفتگو موضوع کے مختلف پہلوؤں کے تحت میں لکھتا چلا گیا اور کتاب حتمی شکل اختیار کر گئی۔ اس طرح اس کی ابواب بندی اور فہرست کی تیاری کے کام سب سے آخر پر سرانجام دیے گئے۔ اس کتاب پر نظر ثانی ان گراں قدر شخصیات نے کی ہے جن کی بلند علمی، بے باکی، صاف گوئی اور باریک بینی کا میں دل سے معترف ہوں۔ ان حضرات نے زیرِ مطالعہ کتاب کے بے لاگ تحقیقی و تنقیدی جائزہ کا حق خوب ادا کیا۔ الحمد للہ، بندہ عاجز کے بیان کردہ مندرجات اور اس میں پیش کردہ فلسفہ و فکر سے سبھی نے اتفاق کیا۔ استاد محترم ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے مضامین کے تکرار اور طویل تراقتباسات کی طرف توجہ دلائی۔ پیر بھائی، خلیفہ شیخ حسین احمد نے بھی نکتہ مضامین کی طرف توجہ دلائی۔ استاد محترم جناب ڈاکٹر قمر اقبال نے پراسرار علوم کے بارے میں اپنا نقطہ نظر زیادہ وضاحت سے بیان کرنے اور تمام حوالہ جات پی ایچ ڈی کی سطح پر رائج طریقے کے مطابق ہر ایک باب یا کتاب کے آخر پر تحریر کرنے کو کہا۔ چنانچہ، میں نے ایسے ہی کیا۔

میرے مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری اور استاد محترم ڈاکٹر قمر اقبال کی رائے تھی کہ اس کتاب کو ایک سے زیادہ جلدوں کی شکل میں پیش کیا جائے۔ کتاب میں دیے گئے ابواب میں سے ہر ایک باب میں زیرِ بحث اور زیرِ گفتگو موضوع کے بارے میں تمام ضروری مواد موجود ہے اور اس کتاب کو دو تا چار تک الگ جلدوں یا کتابوں کی شکل میں پیش کیا جاسکتا تھا مگر کتاب کے مختلف ابواب کے باہمی ربط و تعلق اور اس کے مجموعی تاثر کو برقرار رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر اسے اسی شکل میں شائع کرنا پڑا۔

اس کتاب کی تدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ کے تمام مراحل پر نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور قرآنی آیات، احادیث، واقعات، تاثرات اور مشاہدات و تجربات کو درستگی سے ضبطِ تحریر کرنے کے لیے تدوین، تحقیق اور تنقید کے مسلمہ اصول و ضوابط کی پاسداری کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ تاہم، غلطی کا امکان پھر بھی موجود ہے۔ اس ضمن میں آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا۔

خاکپائے درویشاں، احقر العباد

طالب دعا و منتظر آرا

محمود علی انجم سروری قادری

پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد

خلیفہ مجاز حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی

Email: Anjum560@gmail.com

Mobile: 0321-6672557/0323-6672557

Whats App No: 0345-1206557

## زندہ رہنے کا گر

اگر آپ کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ اپنے تمام مسائل و مشکلات کا حل جاننا چاہتے ہیں۔ مصیبتوں بھری زندگی کو پرسکون، قابل رشک زندگی میں بدلنا چاہتے ہیں۔ اپنے ذہنی، نفسیاتی، روحانی و جسمانی امراض کا علاج کرنا چاہتے ہیں۔ ناقابل علاج امراض سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں۔ بحیثیت وکیل، سائنسدان، انجینئر، ڈاکٹر، سیاستدان، کاروباری انسان اور کارکن کے اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دینا چاہتے ہیں تو یہ کتاب ضرور پڑھیں۔ یہ کتاب کامیاب، خوشحال زندگی بسر کرنے کے زریں اصولوں اور ضابطہ حیات کی ترجمان ہے۔

اس کتاب میں روحانی سائنس اور دیگر روحانی، روحی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم کا سائنسی طرز فکر کے مطابق مشاہداتی و تجرباتی اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب راہ حق کے متلاشی ہر معلم (Teacher)، متعلم (Student)، معالج (Hakeem/Doctor)، ماہر نفسیات (Psychologist)، ماہر مابعد النفسیات (Parapsychologist)، ماہر علم تنویم (Hypnotist) اور ماہر علوم روحانی (Spiritualist) کی بنیادی ضرورت ہے۔

دنیا میں سب سے مشکل یہ سیکھنا ہے کہ کیسے زندہ رہا جائے اور کس مقصد کے لیے اپنی جان دی جائے۔ اصل مقصد زندہ رہنا نہیں بلکہ کامیاب زندگی گزارنا اور صحیح راہ پر چلتے ہوئے جان قربان کرنا ہے۔ یہ کتاب تنظیم و تعمیر شخصیت کے جامع نصاب پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب آپ کو زندہ رہنے، کامیاب زندگی گزارنے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کا گر سکھائے گی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے ہاتھ میں وہ گر آجائے گا جو اسمِ اعظم کا کام دے گا۔ اس کتاب کی تعلیمات کی پیروی کر کے آپ جو چاہیں گے، کر سکیں گے۔ یہ کتاب اسمِ اعظم کے بارے میں منفرد تحریر، سحر و آسیب و نظر بد اور لا علاج جسمانی امراض (کینسر، شوگر، ہپاٹائٹس وغیرہ) کے آسان مجرب علاج پر مشتمل ہے۔ مقدر کے مارے، اکتائے ہوئے، بیمار، لاچار، نامراد، نادار، جینے سے مایوس افراد کے لیے روحانی سائنس پر مشتمل یہ مستند، تحقیقی، جامع کتاب صحت، عزت، دولت، خوشیوں، مرادوں دلچسپیوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کے ان دیکھے دروازے کھول دیتی ہے۔ یہ کتاب کلید اسمِ اعظم، اور کلید کن فیکون ہے۔

یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے  
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے  
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے  
تری نسبت براہیمی ہے، معماری جہاں تو ہے  
جہاں کے جوہر مضمحل کا گویا امتحان تو ہے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زبان تو ہے  
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلمان کی  
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا  
حنا بند عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا  
تری فطرت میں ہے ممکناتِ زندگانی کی

## غرض و غایتِ تالیف

- 01- رضائے الہی اور رضائے نبوی ﷺ کا حصول۔
- 02- فضلِ خداوندی اور رافت و رحمتِ نبوی ﷺ پر شکر بجالانا۔
- 03- ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ روحانی رابطہ، تعلق اور نسبت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت بیان کرنا اور اس تعلق کے حصول کا طریقہ کار (سلوک راہِ طریقت) بیان کرنا۔
- 04- اپنے مرشد، مربی، سرپرست، اساتذہ کرام اور دیگر مشائخ و اولیائے عظام کو خراجِ تحسین پیش کرنا اور ان سے حاصل ہونے والی علم و معرفت کی نعمت کو اچھے طریقے سے، سند اور تحقیق کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا تاکہ اس نعمت پر شکر کا اظہار ہو سکے، سب کے لیے صدقہ جاریہ کا اہتمام ہو اور دعائے خیر حاصل ہو۔
- 05- اپنے والدین، بیوی، بچوں اور دیگر غاہری و باطنی اور بالواسطہ و بلاواسطہ محسنین کے احسانات اور مدد و تعاون پر ان کا شکریہ ادا کرنا اور انتسابِ متن سے ان کے لیے اور اپنے لیے صدقہ جاریہ کا سبب بننا۔
- 06- اہل صدق و صفا، اہل علم اور اہل تحقیق کی دینی، علمی و ادبی خدمات کی قدر و قیمت سے احباب کو آگاہ کرنا۔ ان علم دوست حضرات کی خدمات کا اعتراف کرنا اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا۔
- 07- آنے والی نسل کو تقویٰ، علم کا فریضہ سرانجام دے کر، علم کا تقاضا پورا کرنا۔
- 08- روحانی تعلیم و تربیت اور تحقیق و جستجو کی قدر و قیمت، اہمیت اور ضرورت بیان کرنا۔
- 09- روحانی تعلیم و تربیت میں تجرباتی و مشاہداتی طریقہ کار کی اہمیت اور ضرورت بیان کرنا۔
- 10- مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ضروری علم کی نشاندہی کرنا اور اس کی تحصیل کی قدر و قیمت بیان کرنا۔
- 11- علمِ تصوف (روحانی سائنس) کی قدر و قیمت، اہمیت اور ضرورت بیان کرنا۔
- 12- روحانی و روحی علوم میں فرق بیان کرنا اور روحانی علم (علمِ تصوف) کی دیگر علوم پر فضیلت و برتری بیان کرنا۔
- 13- عصرِ حاضر میں مروجہ سائنسی طریقہ تحقیق کے مطابق علمِ تصوف (روحانی سائنس) کا تنقیدی جائزہ پیش کرنا۔
- 14- سحر و آسیب، نظر بد و دیگر شرور کائنات سے محفوظ رہنے اور ان کے بد اثرات سے نجات پانے کے لیے قرآن و سنت کے مطابق روحانی علاج کا طریقہ کار بیان کرنا۔
- 15- اسلامی سپرچو ایزم اور سلفی سپرچو ایزم کے تقابلی و موازنہ کے بعد ان میں فرق بیان کرنا۔
- 16- مغرب زدہ، عقلیت زدہ اور جدت پسند افراد کو جدید قسم کی علمی تحقیق اور نئے ڈھب کے عقلی استدلال کی مدد سے علمِ تصوف (روحانی سائنس) کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے آگاہ کرنا۔
- 17- تصوف (روحانی سائنس) اور دیگر روحانی و روحی علوم اور نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم کا سائنسی طرزِ فکر کے مطابق مشاہداتی و تجرباتی اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کرنا اور ان علوم پر علمِ تصوف کی برتری ثابت کرنا۔
- 18- بطور معلم و متعلم، قرآنی آیات و احادیث مبارکہ اور اقوالِ اولیاء و علما کے حوالے سے تبلیغِ دین اور تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینا۔



## اظہارِ تشکر

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُونٍ اُمّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَا لَعْنَكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے (اس حالت میں) باہر نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر بجالاؤ ۝

زیر نظر کتاب ”نور عرفان“ کی تصنیف و تالیف کی عظیم سعادت حاصل ہونے پر میں ربِ قدیر اور اپنے آقا و مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد و انتہا شکر گزار ہوں۔ میں اپنے روحانی، علمی و ادبی محسنین اور کرم فرماؤں خصوصاً سلطان الفقرا قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی، اپنے نہایت واجب الاحترام والد محترم حاجی محمد یسین رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ محترمہ کا شکر گزار ہوں جن کی تعلیمات، دعاؤں، توجہ اور شفقت کی بدولت اس کارِ سعادت کی توفیق عطا ہوئی۔ پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی نے نہایت مہربانی و شفقت سے اس کتاب کا لفظ بلفظ مطالعہ فرما کر ”ابتدائیہ“ تحریر فرمایا۔ میرے کرم فرما اساتذہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف (پی ایچ ڈی اقبالیات) صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن فیصل آباد کیمپس، پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) صدر شعبہ اردو، فوجی فاؤنڈیشن کالج لالہ زار، راولپنڈی، پروفیسر گوہر عبد الغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، محترم جناب مفتی زمان ایازی اور محترم پیر بھائی خلیفہ شیخ حسین احمد سروری قادری نے اس کتاب کا بغور مطالعہ فرما کر اسے بہتر بنانے میں مدد فرمائی۔ میری بیوی (نوزیہ نسین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، بہو (فائزہ حامد) اور بیٹوں (حامد علی انجم اور احمد علی انجم) نے میرے حصہ کی ذمہ داریاں سرانجام دے کر، ہر طرح سے میری ضروریات کا خیال رکھ کر مجھے ذہنی و قلبی فراغت کے لمحات حاصل کرنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ میں ان سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں اپنی اس علمی، ادبی و روحانی کاوش کو ان سے منسوب کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعا گو ہوں۔

خاکپائے درویشان، احقر العباد

طالب دعا و منتظر آرا

محمود علی انجم سروری قادری

پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد

خلیفہ مجاز حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی

Email: Anjum560@gmail.com

Mobile: 0321-6672557/0323-6672557

Whats App No: 0345-1206557

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِائَةِ أَلْفِ أَلْفِ مَرَّةٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

## انتساب

سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیاء و رسل، امہات المؤمنین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک، پختن پاک، آئمہ مطہرین، معصومین، تمام صحابہ کرام و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام مشائخ عظام، علمائے کرام، تمام مؤمنین و مؤمنات، مسلمین و مسلمات، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی و دیگر تمام سلاسل حق کے پیران عظام و اہل سلسلہ، ساتوں سلطان الفقراء خصوصاً حضرت پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان بابو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب النواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ صابر پیار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، فرید العصر میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سرکار میراں بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر عبدالغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں فریاد احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال انور، پروفیسر ڈاکٹر محمد غلام معین الدین نظامی، ڈاکٹر محمد شفیق، ڈاکٹر محمد اصغر، پروفیسر سلیم صدیقی، استاد محترم پروفیسر عبداللہ بھٹی، بندہ عاجز اور اس کی اہلیہ کے والدین (حاجی محمد یسین و بیگم یسین، میاں لطیف احمد و بیگم میاں لطیف احمد)، بندہ عاجز کی اہلیہ (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، بہو (فائزہ حامد)، بیٹیوں (حامد علی انجم، احمد علی انجم)، پوتے (محمد علی انجم)، بہنوں (مسز یاسمین اختر، مسماۃ ناہید اختر)، برادران (میاں مقصود علی چشتی نصیری، میاں سجاد احمد قادری، میاں فیاض احمد، میاں شہباز احمد، میاں اعجاز احمد، میاں خرم یسین، میاں فرخ یسین، میاں عاصم یسین، میاں عمران احمد، میاں افتخار احمد، میاں ابرار احمد، میاں نسیم اختر) اور ان کے اہل و عیال، مسٹر نصیر، مسز نصیر و اہل خانہ، تمام مسلمان آباد و اجداد، بہن بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں، دامادوں، بہوؤں، منتظر آمد بیٹوں اور بیٹیوں، احباب، رفقاء، اساتذہ، تلامذہ، ظاہری و باطنی بلا واسطہ و بالواسطہ محسنین، علمی، نسبی، روحانی تعلق رکھنے والے تمام احباب، بندہ عاجز کے چاہنے والوں اور ان سب کو جن سے بندہ عاجز کو محبت ہے، ایسے تمام افراد کو جن کی بندہ عاجز سے جانے انجانے، ارادی و غیر ارادی طور پر کسی بھی صورت میں حق تلفی ہوئی ہے، تا ابد الآباد اس کا ثواب ایصال ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ①

اور وہ لوگ (بھی) جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۵۹:۱۰ [الحشر]

## حرفِ چند

انسانی زندگی میں مذہب کو اس لحاظ سے بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ ایک مذہبی انسان کے تمام افکار و اعمال مذہبی تعلیمات ہی سے ایک خاص سانچے میں ڈھلتے ہیں۔ تاہم مذہب کیا ہے، یہ ایک بہت اہم سوال ہے۔ ہر مخلص صاحب ایمان مذہب کی تفہیم اپنے انداز میں، اپنی فہم و فراست کے مطابق کرتا ہے۔ تصوف ایک الگ مذہب تو نہیں تاہم اسلام کی تفہیم کا ایک نظری و عملی طریقہ ہے۔ جناب محمود علی انجم تصوف کے رموز و اسرار کے ماہر اور شناسا ہیں۔ ان کی کتاب ”نور عرفان“ تصوف کے معاملات و مسائل کی وضاحت ہی نہیں کرتی بلکہ تصوف کی عملی صورتوں اور طریقوں کو بھی بیان کرتی ہے۔ یہ کتاب انجم صاحب کی صوفیانہ علوم پر مبنی بے پناہ معلومات اور ذاتی تجربات و مشاہدات کا خزانہ ہے۔ آپ نے براہ راست انداز میں بعض بہت پیچیدہ اور گنگناک مسائل کو نہایت سادگی اور مہارت کے ساتھ سہولت سے قلم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتا ہے کہ تصوف بھی باقاعدہ ایک سائنسی علم ہے جس کی عقلی بنیادیں ہیں مگر ان عقلی بنیادوں پر روحانیت کا غلبہ ہے۔ محمود علی انجم نے دینی حقائق و معارف کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ صوفیانہ رنگ میں پیش کیا ہے یہی اس کتاب کا خاصہ ہے۔

امید ہے یہ کتاب سنجیدہ فکر، صاحبانِ ذوق کے لیے گراں قدر تحفہ ثابت ہوگی۔ میں جناب محمود علی انجم کو اس گراں قدر کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان

پی ایچ ڈی اقبالیات

صدر شعبہ اردو

یونیورسٹی آف ایجوکیشن (فیصل آباد کیمپس)

## مقدمہ

شریعت کو اپنے تمام تر مضمرات اور تمام تر تقاضوں سمیت مکمل طور پر اپنانے، اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے ذرہ برابر روگردانی نہ کرنے اور سنتِ رسول پاک ﷺ سے سرِمواخلاف نہ کرنے کا نام تصوف ہے۔ شریعت پر سو فیصد چلنے اور گناہوں کو سو فیصد چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔ شریعت سے ایک فیصد بھی انحراف کرنے والا اور ننانوے فیصد گناہ چھوڑ کر، صرف ایک فیصد گناہ پر اصرار کرنے والا بھی صوفی کہلانے کا حقدار نہیں۔ مکروہات و مشتبہات تو ایک طرف، صوفی توفیقی رخصتوں کو بھی استعمال کرنے سے بچتا ہے۔ شریعت کے راستے پر چلنے کا نام ہی تصوف ہے اور باقی تمام راستوں کو چھوڑ کر صرف اس راستے پر چلنے والا صوفی کہلاتا ہے۔ تصوف، شریعت سے الگ کوئی شے نہیں۔ غیر شرعی اعمال و اشغال کو تصوف قرار دینا بذاتِ خود گمراہی و ذلالت ہے۔ شریعت جو کہ سنتِ رسول ﷺ ہی کا دوسرا نام ہے، کے دائرے سے ایک قدم بھی باہر نکالنے والا، صوفی ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی حرکات کرنے والوں کو صوفی قرار دے کر حقیقی صوفیائے کبار جیسے پاکیزہ محسنین اسلام اور اعلیٰ اسلامی تصوف کی مذمت کرنا اور اسے شریعت سے الگ شے قرار دینے کا راگ اپنا التباسِ فکر و نظر، کم عقلی اور کج فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے کٹ کر اپنی عبادت کرنے کا جو حکم اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو دیا تھا، صوفیا اسی حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو با صمیمِ قلب ترجیح اولیٰ سمجھنا اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی تصوف کا مقصد و مدعا ہے۔ تصوف قرآن و سنت سے مستنیر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور شیریں اخلاق کو اپنا کر تزکیہ نفس کے ذریعے روح کو نفسِ امارہ کے اثر سے پاک کرنے اور آئینہ دل کو نورِ الہی سے محلی کرنے کا نام تصوف ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”ازالۃ الخفاء“ میں لکھا ہے کہ ”تصوف بعرف شرح نام اوا حسان است“، یعنی ”تصوف کو عرفِ شرح میں احسان کہتے ہیں“۔ احسان کی وضاحت رسول پاک ﷺ نے حدیث جبریل میں فرمائی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔“ حضرت شاہ صاحب نے اپنی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں فرمایا ہے کہ یقینی طور پر تصوف کا مفہوم اسی حدیثِ مبارکہ سے آیا ہے، یعنی تصوف نام ہے حدیث جبریل والے احسان کا۔ اسی لیے صوفیاء و علماء تصوف کو سلوک و احسان کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ تصوف کا اصل مقصد یہی ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت اس طور کرے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا پائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اس سے مخاطب ہے۔ جب صوفی مجاہدے اور ریاضت کے ذریعے تزکیہ نفس اور روح کی پاکیزگی کا سامان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور، خلوص نیت اور کامل یقین و ایتقان اور ایمان کے ساتھ حاضر و مخاطب رہتا ہے تو ۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر (۱)



تصوف رب کائنات سے پر خلوص، بے لوث اور بے غرض دوستی اور عشق کا نام ہے۔ تصوف، اپنے مالک کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔ تصوف اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جانے کا نام ہے۔ تصوف اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینے کا نام ہے۔ تصوف، مجاہدہ نفس کرنے اور زہد و تقویٰ کا پورا پورا حق ادا کرنے کا نام ہے۔ تصوف اطاعتِ الہی، عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور ضبطِ نفس کا نام ہے۔

تصوف، دنیا و آخرت کی جزا اور انعام کی آرزو کے بغیر، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا نام ہے، ایسی عبادت کہ جس کے دوران غیر کے خیال کا شائبہ تک بندے کے دل میں راہ نہ پاسکے۔ تصوف، مسلسل عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا نام ہے۔ جب بندہ اس راہ کا مسافر بن جاتا ہے تو اس کا دل گناہوں کی آلودگی اور سیاہی سے پاک ہو جاتا ہے اور دل کا آئینہ فسق و فجور کے زنگ سے پاک ہو کر تجلیاتِ الہی کا مرکز بن جاتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے اس محب بندے کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ ے

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز (۲)

اب صوفی کا ارادہ اس کا ارادہ نہیں رہتا بلکہ ارادہ الہی بن جاتا ہے۔ اب اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، اس کی زبان اللہ تعالیٰ کی زبان، اس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی آنکھ، اس کے پاؤں اللہ تعالیٰ کے پاؤں بن جاتے ہیں اور اس کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت بن جاتی ہے۔ اب وہ آگے نہیں بڑھتا بلکہ رب آگے بڑھتا ہے۔ اب زمانے کی طنابیں اس اللہ تعالیٰ کے ولی کے ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔ کائنات اس کے اشاروں پر رقص کرنے لگتی ہے۔ پہاڑ اس کے لیے سمٹ کر رائی بن جاتے ہیں۔ اس کی ایک ٹھوک سے صحرا اور دریا دونیم ہو جاتے ہیں۔ وقت اس کے لیے سمٹ بھی جاتا ہے اور پھیل بھی سکتا ہے۔ کبھی تو صدیاں اس کے لیے سمٹ کر لمحوں کا روپ دھار لیتی ہیں اور کبھی لمحے پھیل کر صدیوں پر محیط ہو جاتے ہیں۔ اب فاصلے اس کے لیے فاصلے نہیں رہتے بلکہ برسوں کی مسافت ایک قدم میں سمٹ آتی ہے ے

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں (۳)

جب صوفی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگنے کی جہد مسلسل میں لگا رہتا ہے اور اک آن وہ در چھوڑ کر غیر کی جانب متوجہ نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسے مایوس نہیں کرتا۔ وہ اپنے اس بندے کو اپنے مقربین میں داخل کر کے، اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور اس سے پوچھنے لگتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے۔ اب بندے کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا بن جاتی ہے۔ اب اسے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا نہ کوئی خوف رہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اب وہ صادقین کی صف میں شامل ہو کر عباد الرحمن کی صف کا حصہ بن جاتا ہے۔ اب اس کے لیے کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔ اس کا ہاتھ غالب، کار کشا اور کار آفریں بن جاتا ہے۔ زمان و مکان، اس کی دسترس میں آ جاتے ہیں۔ دریا اور سمندر اس کے لیے پایاب بن جاتے ہیں۔ ہوائیں اور فضا میں اس کے لیے مسخر کر دی جاتی ہیں اور وہ ہمارے اس معروضی زمان و مکان کے بندھنوں سے آزاد ہو کر زمان و مکانِ الہی میں داخل ہو جاتا ہے ے

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام (۴)

اب اللہ تعالیٰ کے سالک پر جو احوال و مقامات وارد ہوتے ہیں وہ اسے اس مادی دنیا کی جکڑ بندیوں سے آزاد

کر کے عالم بالا کے روحانی زمان و مکان کا راہی بنا دیتے ہیں۔

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور (۵) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ”میں اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور ہم اللہ تعالیٰ عزوجل کے نیک بندوں کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضرت سیدنا سرقسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بتایا کہ ”ایک دفعہ میں بیت المقدس میں ایک چٹان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس سال حج کی سعادت نہ ملنے پر افسوس کر رہا تھا کیونکہ حج میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگوں کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہے اور دن بھی بہت تھوڑے ہیں جبکہ میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ پس میں پیچھے رہ جانے پر رونے لگا۔ اچانک میں نے ایک غیبی آواز سنی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: ”اے سرقسطی! مت رو! بے شک اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کو تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے جو تمہیں مقام حج تک پہنچا دیں گے۔“ میں نے سوچا: یہ کیسے ہوگا حالانکہ میں بیت المقدس میں ہوں اور دن بھی تھوڑے رہ گئے ہیں۔“ تو اس غیبی آواز نے کہا: ”غمگین نہ ہو، اللہ عزوجل تم پر مشکل کام کو آسان فرما دے گا۔“ میں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور اس غیبی آواز کی سچائی جاننے کے لیے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے سے چار نو جوان داخل ہوئے۔ (ان کے چہرے اتنے نورانی تھے) گویا سورج ان کے چہروں سے طلوع ہو رہا تھا اور نور ان کی پیشانیوں سے چمک رہا تھا۔ ان میں ایک بارع اور باجلال نو جوان آگے بڑا اور باقی اس کے پیچھے ہو گئے۔ ان سب نے بالوں کا لباس اور پاؤں میں کھجور کے پتوں کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ چٹان کے قریب ہوئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو ان کے انوار سے مسجد بھر گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی: ”اے رب عزوجل! شاید یہ وہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے تو مجھ پر رحم فرمائے گا اور جن کی صحبت مجھے عنایت کرے گا۔“

وہ گنبد میں داخل ہوئے۔ نو جوان ان کے آگے آگے تھا اور وہ اس کے پیچھے تھے۔ ہر ایک نے دودھ دو کعتیں ادا کیں۔ پھر وہ نو جوان اپنے رب عزوجل سے مناجات کرنے لگا۔ میں اس کی مناجات سننے کی خاطر اس کے قریب ہو گیا۔ پھر اس نے گریہ و زاری کی اور تکبیر کہی اور ایسی نماز پڑھی جس نے میرا دل اور دماغ سلب کر لیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو بیٹھ گیا۔ باقی تین اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے ان کے قریب جا کر سلام پیش کیا۔ نو جوان نے کہا: ”وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے سرقسطی! اے وہ شخص جسے آج غیبی آواز کے ذریعے خوشخبری دی گئی کہ اس کا حج اس سال فوت نہیں ہوگا۔“ اس کی یہ بات سن کر میں بے ہوش ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ میں نے عرض کی: ”اے میرے آقا! جی ہاں! آپ کی آمد سے کچھ دیر پہلے مجھے غیب سے بتایا گیا ہے۔“ تو اس نے کہا: ”اے سرقسطی! آپ کو ہاتھ غیبی کے آواز دینے سے ایک لمحہ پہلے ہم خراسان شہر سے بغداد کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں ہم نے اپنی ضروریات پوری کیں اور بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ ہوا۔ پھر خواہش ہوئی کہ شام میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کر لیں۔ پھر مکہ مکرمہ حاضری دیں گے۔ ہم مزارات کی زیارت کرنے کے بعد اب یہاں بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔“ میں نے عرض کی: ”اے میرے سردار! آپ خراسان میں کیا کر رہے تھے؟“ اس نو جوان نے بتایا: ”ہم اپنے دینی بھائیوں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام اور حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الجلی کے ساتھ

اکٹھے بیت الحرام کے ارادے سے بغداد آئے۔ میں بیت المقدس کی زیارت کرنے آگیا اور وہ دونوں دیہات کے راستے سے چلے گئے۔“ میں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، خراسان سے بیت المقدس تک ایک سال کی مسافت ہے۔“ اس نے کہا ”اگرچہ ایک ہزار سال کی مسافت ہو، بندہ اس کا ہو، زمین بھی اس کی ہو، آسمان بھی اس کا ہو، زیارت بھی اس کے گھر کی ہو اور ارادہ بھی اس کی بارگاہ میں حاضری کا ہو تو پھر پہنچانا اور قوت و قدرت مہیا کرنا بھی اس کے ذمہ کرم پر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورج کیسے مشرق سے مغرب تک کا سفر ایک دن میں طے کر لیتا ہے؟ کیا وہ اپنی قوت سے اتنی مسافت طے کرتا ہے یا قادر عزوجل کی قوت و ارادے سے؟ جب ایک بے جان جلد سورج جس پر نہ حساب ہے، نہ عذاب، ایک دن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے تو یہ کوئی حیرانگی کی بات نہیں کہ اس کا ایک بندہ ایک دن میں خراسان سے بیت المقدس پہنچ جائے۔ اللہ عزوجل ہی قدرت و قوت کا مالک ہے، اور خلافِ عادت کام اسی سے صادر ہوتا ہے جو اس کا محبوب اور مختار ہو۔ اے سری سقطی! دنیا و آخرت کی عزت اختیار کر اور دنیا و آخرت کی ذلت تک پہنچنے سے بچ۔“

میں نے عرض کی: ”اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے! دنیا و آخرت کی عزت کی طرف میری رہنمائی فرما دیجئے؟“ تو اس نے کہا: ”جو بغیر مال کے امیری، بغیر سیکھے علم، بغیر خاندان کے عزت چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دے، اس کی طرف مائل نہ ہو، اور نہ اس سے مطمئن ہو، اس لیے کہ دنیا کی صفائی میں میل کی ملاوٹ، اور اس کے میٹھے پن میں کڑواہٹ ہے۔“ میں نے پھر عرض کی: ”اے میرے سردار! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو اپنے انوار کے ساتھ خاص کیا اور اپنے اسرار سے آگاہ فرمایا! اب کہاں کا ارادہ ہے؟“ اس نے بتایا: ”اب حج بیت اللہ اور سید الانام ﷺ کے مزار پر انوار کی زیارت مقصود ہے۔“ میں نے عرض کی: ”اللہ عزوجل کی قسم! میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا کیونکہ آپ سے جدا ہونا، روح کے جسم سے جدا ہونے سے بھی زیادہ سخت ہے۔“ اس نے بسم اللہ شریف پڑھی اور میں بھی ان کے ہمراہ بیت المقدس سے بستی کی طرف چل پڑا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ اس نے کہا: ”اے سری سقطی! ظہر کا وقت ہو گیا ہے تو کیا نماز نہ پڑھ لیں؟“ میں نے کہا: ”کیوں نہیں؟“ میں نے مٹی سے تیمم کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: ”یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے۔“ پھر وہ راستے سے کچھ ہٹا اور ایسے چشمے پر لے گیا جس کا پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا۔ میں نے وضو کیا اور پانی پی کر کہا: ”اللہ عزوجل کی قسم! میں اس راستے سے کئی مرتبہ گزرا لیکن پانی کا چشمہ یہاں کبھی نہیں پایا۔“

اس نے کہا: ”سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا۔“ ہم نے نماز ظہر ادا کی، پھر عصر تک چلتے رہے۔ پھر اچانک حجاز کے پہاڑ اور دیواریں ہمارے سامنے ظاہر ہو گئے۔ میں نے کہا: ”یہ تو حجاز مقدس کی زمین ہے۔“ اس نے مجھ سے کہا: ”آپ مکہ مکرمہ میں پہنچ چکے ہیں۔“ میں گریہ و زاری کرنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: ”اے سری سقطی! کیا تم ہمارے ساتھ داخل ہو گے؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں۔“ جب ہم باب الندوہ سے داخل ہوئے تو میں نے دو شخص دیکھے، ان میں سے ایک بوڑھا اور دوسرا جوان تھا۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو مسکرائے اور کھڑے ہو کر معاف کیا، اور کہا: ”الحمد للہ علی السلامة۔“ میں نے اپنے رفیق نو جوان سے پوچھا: ”اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے! یہ کون ہیں؟“ اس نے جواب دیا: ”عمر رسیدہ بزرگ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام اور جوان حضرت سیدنا معروف کرنی علیہ رحمۃ اللہ الخلی ہیں۔“ پھر ہم نے مغرب و عشاء کی نماز پڑھی۔ ہم سب اپنی طاقت کے

مطابق نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا رہا یہاں تک کہ حالتِ سجدہ میں مجھے نیند آگئی۔ جب میں بیدار ہوا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں غمزہ شخص کی طرح تنہا رہ گیا۔ ان کو مسجد حرام، مکہ مکرمہ اور منی شریف میں بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملے۔ میں ان سے بچھڑنے کی وجہ سے روتا ہوا واپس آ گیا۔“ (۶)

یہ ہے اسلامی تصوف اور حقیقی صوفی کا مقام جو اسے، دنیا کی محبت دل سے نکال کر اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بسا کر حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ مہتمم بالشان اسلامی تصوف ہے کہ جس کی صورت میں اسلامی شریعت، اور پیروی سنت رسول ﷺ کا کامل ترین اور صحیح ترین اظہار ہوا اور دنیا نے اسلامی تقویٰ و پرہیزگاری، مخالفتِ نفس، زہد و ورع، علم و حکمت، مجاہدات، ذکر و فکر، خوف ورجا، خشوع، تواضع، قناعت، توکل، شکر، صبر، یقین، رضا، عبودیت، ارادت، استقامت، اخلاص، صدق، حیا، حریت، فتوت، فراست، حسنِ خلق، جود و سخا، غیرت و حمیتِ دینی، امانت، دیانت، صداقت، اور فقر کے حیران کن مظاہرے دیکھے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر موجودہ دور تک ایک عالم صوفیاء سے متاثر ہوا۔ گمراہوں کو راہِ ملی، بے دینوں کو دین ملا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اسلام پر جب بھی برا وقت آیا تو ان عظیم صوفیاء میں سے کوئی نہ کوئی مجدد الف ثانی اٹھ کھڑا ہوا اور شریعتِ اسلامی کا مذاق اڑانے والے شہنشاہِ وقت کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ شریعت کی پاسداری اور حفاظت کا فریضہ جیسا ان صوفیائے کبار نے انجام دیا اس کا انکار کرنے کو اپنی کم علمی اور کج فہمی کا سب سے بڑا ثبوت فراہم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

تبلیغِ اسلام، تجدیدِ دین، ہمدردیِ نوعِ انساں، مظلوموں کی دادرسی، حکمرانوں کی اصلاح اور انہیں ظلم اور بے راہ روی سے باز رکھنے، اشاعتِ قرآن، احیائے سنت اور دفاعِ شریعت کے لیے، صوفیاء کی مساعی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ شریعت کی پاسداری پر صوفیاء کے بے شمار اقوال، اعمال اور واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں، جن کا لب لباب یہی ہے کہ شریعت کی پاسداری کے بغیر صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والا شیطان اور بہر و پیا تو ہو سکتا ہے، صوفی ہرگز نہیں۔ شریعت کے بغیر تصوف مردود ہے۔

صوفیاء کبار کی معروف کتب تصوف، مثلاً شیخ ابوطالب کی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب، شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الملع، شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ قشیریہ، شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف، شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب، شیخ ابوبکر بن ابراہیم نجاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التعرف، ابونعیم بن عبداللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، شیخ ابواسمعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی طبقات الصوفیہ اور منازل السائرین، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، کشف القلوب اور منہاج العابدین شریعت ہی کی توضیح و ترغیب پر مبنی ہیں اور ان سب کتابوں میں شریعت ہی کی پاسداری، اولین مقصد قرار پاتا ہے۔ بس فقہی کتب اور صوفیاء کی ان کتب میں فرق یہ ہے کہ فقہی ظاہر نماز کی بات کرتا ہے تو صوفی ظاہری نماز کے ساتھ ساتھ نماز کے ایسے احوال و مقامات کا ذکر بھی کرتا ہے کہ جنہیں اپنا کر نماز حقیقی معنی میں مومن کی معراج قرار پاتی ہے کہ جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ فقیہ اپنی کتاب میں رمضان کے روزوں کے احکام اور مسائل بیان کرتا ہے تو صوفی رمضان کے روزوں

کے ساتھ ساتھ زبان، کان، آنکھ، پاؤں اور دل کے روزے کے اسرار و رموز بیان کرتا ہے۔ فقیر زکوٰۃ کی فریضیت اور اس کے نصاب کی بات کرتا ہے تو صوفی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے کے پاس کسی وقت اور کسی صورت میں اتنا مال جمع ہونا ہی نہیں چاہیے کہ جس پر زکوٰۃ لاگو ہو جائے یعنی صوفی کے پاس جو کچھ بھی آئے وہ اسے حاجتمندوں میں تقسیم کر دے کہ یہی نبوی طریقہ ہے۔ فقیر حج کے احکام و فرائض بیان کرتا ہے تو صوفی حج کے ارکان کی اصل روح اور تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے۔ شیخ المشائخ، قطبِ دوراں، شبلی قدس سرہ کے ایک مرید حج کر کے آئے تو شیخ نے ان سے سوالات فرمائے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے حج کا ارادہ اور عزم کیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی پختہ قصد حج کا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ان تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد کر لیا تھا جو پیدا ہونے کے بعد سے آج تک حج کی شان کے خلاف کیے؟ میں نے کہا یہ عہد تو نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر حج کا عہد ہی نہیں کیا۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ احرام کے وقت بدن کے کپڑے نکال دیئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی بالکل نکال دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو اپنے سے جدا کر دیا تھا؟ میں نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تو پھر کپڑے ہی کیا نکالے۔

آپ نے فرمایا وضو اور غسل سے طہارت حاصل کی تھی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں بالکل پاک صاف ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس وقت ہر قسم کی گندگی اور لغزش سے پاکی حاصل ہو گئی تھی؟ میں نے عرض کیا یہ تو نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا پھر پاکی ہی کیا حاصل ہوئی۔

پھر آپ نے فرمایا لبیک پڑھا تھا؟ میں نے کیا جی ہاں لبیک پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے لبیک کا جواب ملا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا، تو فرمایا کہ پھر لبیک کیا کہا۔

پھر فرمایا کہ حرم محترم میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا، فرمایا اس وقت ہر حرام چیز کے ہمیشہ کے لیے ترک کا جزم کر لیا تھا؟ میں نے کہا یہ تو نہیں کیا، فرمایا کہ پھر حرم میں داخل نہیں ہوئے۔

پھر فرمایا کہ مکہ کی زیارت کی تھی؟ میں نے عرض کیا جی زیارت کی تھی؟ فرمایا اس وقت دوسرے عالم کی زیارت نصیب ہوئی؟ میں نے عرض کیا اس عالم کی تو کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ فرمایا پھر مکہ کی بھی زیارت نہیں ہوئی۔

پھر فرمایا کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے قرب میں داخلہ محسوس ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو محسوس نہیں ہوا، فرمایا کہ تب تو مسجد میں بھی داخلہ نہیں ہوا۔

پھر فرمایا کہ کعبہ شریف کی زیارت کی؟ میں نے عرض کیا کہ زیارت کی۔ فرمایا کہ وہ چیز نظر آئی جس کی وجہ سے کعبہ کا سفر اختیار کیا جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو نظر نہیں آئی۔ فرمایا، پھر تو کعبہ شریف کو نہیں دیکھا۔

پھر فرمایا کہ طواف میں رمل کیا تھا؟ (خاص طور سے دوڑنے کا نام ہے)۔ میں نے عرض کیا کہ کیا تھا۔ فرمایا کہ اس بھاگنے میں دنیا سے ایسے بھاگے تھے جس سے تم نے محسوس کیا کہ تم دنیا سے بالکل یکسو ہو چکے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں محسوس ہوا۔ فرمایا کہ پھر تم نے رمل بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ حجرِ اسود پہ ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ایسا کیا تھا۔ تو انہوں نے خوف زدہ ہو کر



ایک آہ کھینچی اور فرمایا تیرا ناس ہونے کا بھی ہے کہ جو حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے وہ گویا اللہ جل شانہ سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے حق سبحانہ و تقدس مصافحہ کریں وہ ہر طرح سے امن میں ہو جاتا ہے تو کیا تجھ پر امن کے آثار ظاہر ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو امن کے آثار کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ تو فرمایا کہ تو نے حجرِ اسود پر ہاتھ ہی نہیں رکھا۔

پھر فرمایا کہ مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نفل پڑھی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ پڑھی تھی۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہ کے حضور میں ایک بڑے مرتبہ پر پہنچا تھا، اس مرتبہ کا حق ادا کیا اور جس مقصد سے وہاں کھڑا ہوا تھا وہ پورا کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ فرمایا تو نے پھر تو مقامِ ابراہیمؑ پر نماز ہی نہیں پڑھی۔

پھر فرمایا کہ صفامروہ کے درمیان سعی کے لیے صفا پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا چڑھا تھا فرمایا وہاں کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ سات مرتبہ تکبیر کہی اور حج کے مقبول ہونے کی دعا کی۔ فرمایا کیا تمہاری تکبیر کے ساتھ فرشتوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور اپنی تکبیر کی حقیقت کا تمہیں احساس ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم نے تکبیر ہی نہیں کہی۔

پھر فرمایا کہ صفا سے نیچے اترے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ اترنا تھا۔ فرمایا اس وقت ہر قسم کی علت دور ہو کر تم میں صفائی آگئی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نہ تم صفا پر چڑھے نہ اترے۔ پھر فرمایا کہ صفامروہ کے درمیان دوڑے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ دوڑا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے بھاگ کر اس کی طرف پہنچ گئے تھے (غالباً ”فَقَرَنَتْ مِنْكُمْ لَنَا خُفَّتُكُمْ“) کی طرف اشارہ ہے جو سورہ شعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فَقُفُّوا اِلَى اللّٰهِ) (الذاریات: ۳) میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم دوڑے ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ مروہ پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ چڑھا تھا۔ فرمایا کہ تم پر وہاں سکینہ نازل ہوا اس سے وافر حصہ حاصل کیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ مروہ پر چڑھے ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ منیٰ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا۔ فرمایا، وہاں اللہ جل شانہ سے ایسی امیدیں بندھ لی تھیں جو معاصی کے حال کے ساتھ نہ ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ نہ ہو سکیں۔ فرمایا کہ منیٰ ہی نہیں گئے۔

پھر فرمایا کہ مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہ کے خوف کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ مسجد خیف میں داخل ہی نہیں ہوئے۔

پھر فرمایا کہ عرفات کے میدان میں پہنچے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا۔ فرمایا کہ وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کیوں آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور کہاں اب جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والے کو پہچان لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو عرفات پر بھی نہیں گئے۔

پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا۔ فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کیا تھا جو اس کے ماسوا کو دل سے بھلا دے (جس کی طرف قرآن پاک کی آیت {فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ} (البقرہ: ۱۹۸) میں اشارہ ہے) میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہوا۔ فرمایا کہ پھر تو مزدلفہ پہنچے ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ منیٰ میں جا کر قربانی کی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ کی تھی۔ فرمایا کہ اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا تھا؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو قربانی ہی نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ رمی کی تھی (یعنی شیطانوں کو کنکریاں ماری تھیں) میں نے عرض کیا کہ کی تھی۔ فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ اپنے سابقہ جہل کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ رمی بھی نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ طواف زیارت کیا تھا؟ میں نے عرض کیا کیا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے تم پر اعزاز و اکرام کی بارش ہوئی تھی؟ اس لیے کہ حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائرین کا اکرام کرے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو کچھ منکشف نہیں ہوا۔ فرمایا تم نے طواف زیارت بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ حلال ہوئے تھے (احرام کھولنے کو حلال ہونا کہتے ہیں) میں نے عرض کیا، ہوا تھا۔ فرمایا کہ ہمیشہ حلال کمانی کا اس وقت عہد کر لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم حلال بھی نہیں ہوئے۔ پھر فرمایا کہ الوداعی طواف کیا تھا؟ میں نے عرض کیا، کیا تھا۔ فرمایا اس وقت اپنے تن من کو کلیتاً الوداع کہہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم نے طواف ووداع بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح میں نے تم سے تفصیل بیان کی۔ (۷)  
یہ ہے اعلیٰ اسلامی تصوف کہ جو اپنی راہ کے مسافر کا ظاہر یعنی مالی و بدنی عبادات درست کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا باطن بھی سنوارتا ہے، اُس کے قلب کو زندہ اور روح کو مصفا کرتا ہے۔ وہ بندہ مومن کی خودی زندہ کر کے اسے اس کی پہچان کروانا چاہتا ہے۔ وہ اس کے دل کی آنکھ کھولنا چاہتا ہے۔ وہ سالک کو بتاتا ہے کہ ۷

دل پینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں (۸)

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (۹)

تصوف، صوفی کے دل کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن کرنا چاہتا ہے جس سے اسے وہ فراست مل جاتی ہے کہ جس کے ذریعے وہ سیکڑوں، ہزاروں میل دور، بغیر کسی واسطے کے دیکھ لیتا ہے، سن لیتا ہے اور اپنی آواز پہنچا دیتا ہے۔ اب پہاڑ اور دریا اس کی بات سمجھنے اور حکم ماننے لگتے ہیں اور اب اس کے ایک اشارے سے تقدیریں بدلنے لگتی ہیں کیونکہ اپنے نبی ﷺ کی سنت اور شریعت سے سر مواعرف کو گناہِ کبیرہ سمجھنے کے باعث اس کا جسم، جان، دماغ، قلب اور روح، اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہو جاتے ہیں۔

اسلامی تصوف کا یہی سادہ سا فلسفہ ہے کہ مسلسل ریاضت، مجاہدہ، ذکر و فکر اور شریعت و سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندی اور جسم و قلب و روح و نظر کی ہمہ وقت طہارت اور حفاظت کرتے کرتے، صوفی کو اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہو جاتا ہے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت قوتیں عطا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں، احسن تقویم کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

اب بتائیے، اس پر کسی کو کیا اعتراض ہے؟ نجانے یار لوگوں نے سادہ سے اسلامی تصوف کو پاؤں نہ کیوں بنا ڈالا۔ آج اپنے آپ کو بڑا عالم کہنے والے لوگ، تصوف اور صوفیاء کبار کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ان کے نام نہاد علم پر

ہنسی آنے لگتی ہے۔ میں نے ایک تصوف مخالف کتاب میں ایک مضمون پڑھا۔ آپ کی ضیافت طبع کے لیے اس کا صرف عنوان پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیے:

”برصغیر میں اسلام صوفیاء کی کوششوں سے نہیں پھیلا!“ (۱۰)

اپنے عقیدوں اور گمانوں سے باہر نکل کر نہ سوچنے اور ایسی علمی بددیانتی، کج فہمی اور ڈھٹائی کو ہم کب تک مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا اثر اور پیروی قرار دے کر ان نام نہاد علماء سے صرف نظر کرتے رہیں گے اور تصوف کی روحانی و باطنی طاقتوں اور کرامتوں کے حوالے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے رہیں گے اور ہمارے نوجوان کب تک اسلام کے روحانی نظام کی عظیم الشان قوتوں سے محروم رہیں گے؟

آج وطن عزیز میں تصوف کے پاکیزہ نام پر غیر شرعی حرکات، مکر و فریب، میلیں ٹھیلوں، حیوانی جذباتوں کی تسکین، سفلی علوم اور جادو ٹونے کا بازار گرم ہے اور روحانیت کے نام پر دوکانداریاں چمکائی جا رہی ہیں۔ ہر ایرا غیرہ، بدکردار، شریعت، سنت اور طریقت سے نابلد شخص، اللہ تعالیٰ کا ولی بنا بیٹھا ہے۔ باطن کی پاکیزگی تو دور کی بات، ظاہری طور پر بے شرع و بے دین لوگ بڑے ٹھٹ سے پیر بنے بیٹھے ہیں۔ سادہ لوح اور جاہل عوام بھی انہیں پیر مان کر ان کے آستانوں پر خوب چڑھاوے چڑھاتے ہیں، نذرانے پیش کرتے ہیں، ان کی قدم بوسی کی جاتی ہے اور یہ حیوان صفت اور شریعت کے علم سے کلی طور پر نابلد نام نہاد پیر صاحبان جاہل مریدوں سے اپنے سامنے سجدے کرواتے ہیں! انعوذ باللہ۔

تصوف کے نام پر ایسی ایسی عجیب و غریب اور مضحکہ خیز حرکات کی جاتی ہیں کہ بے اختیار ہنسی آنے لگتی ہے۔ یہ نام نہاد پیر صاحبان، رسول پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے برعکس، بلند و بالا تخت نما، مسندوں پر بڑے تزک و احتشام سے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ بادشاہوں والا شاندار، قیمتی، کامدار فرغل (چغہ) زیب تن فرماتے ہیں، جس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ یہ سر پر باقاعدہ بادشاہوں والا تاج نما کلاہ رکھتے ہیں جس پر ایک بڑا سا نگینہ اور موتیوں کی لڑیاں آویزاں ہوتی ہیں۔ یہ اپنے آپ کو باقاعدہ سرکار اور بادشاہ کہلاتے ہیں اور نام کے ساتھ سرکار یا بادشاہ کا سابقہ نہ لگانے والوں سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ راندہ درگاہ قرار پاتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ مسجد کے ہمسائے میں رہنے والی کی گھر پر نماز نہیں ہوتی نیز آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو مرد گھر پر نماز ادا کرتے ہیں اگر مجھے ان کے بیوی بچوں کا خیال نہ ہو تو ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ جعلی پیر صاحبان کے آستانوں کے ساتھ مسجدیں ہوتی ہیں، مگر دوسروں کے لیے، یہ تو مسجد کے ہمسائے میں رہتے ہوئے بھی اپنی جماعت آستانہ عالیہ ہی میں قائم کر لیتے ہیں۔ یہ کون سادین، کہاں کی شریعت اور کیسی پیروی سنت ہے۔ فقر و زہد ان کے قریب سے نہیں گزرا۔ یہ شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مریدوں کے ساتھ تھوڑے پر پیٹھ کر کھانا پسند نہیں کرتے۔ مریدوں کے لیے لنگر میں پتی دال یا لمبے شوربے والا سالن پکاتا ہے جبکہ پیر صاحب اور خاص مہمانوں کے لیے مرغ مسلم، دم پخت بکرے اور انواع و اقسام کے کھانے بنتے ہیں۔ یہ کہاں کی عاجزی، انکساری اور کیسی مساوات ہے۔ یہ مریدوں کے نذرانوں کی کمائی سے خریدی ہوئی پجاریوں اور لینڈ کروڑوں پر گھومتے پھرتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے کاروبار چلتے ہیں اور مرید پچارے اپنا پیٹ کاٹ کر ان کے نذرانوں کا بندوبست کرتے ہیں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن (۱۱)

یہ ضعیف العقیدہ مریدوں کی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں کے ”جن“ نکالنے کا کام کرتے اور اس کام کا لاکھوں روپیہ وصول کرتے ہیں اور خوب تن تازہ ہوتے ہیں۔ یہ بھولے بھالے لوگوں کی بیماریوں کا علاج، سگریٹ اور چرس کی بدبوزدہ پھونکوں سے کرتے ہیں (پابند شریعت بزرگوں کے مسنون دم کا انکار نہیں) اور خوب روپیہ کماتے ہیں۔ بھلا بے شرع، بے عمل اور جاہل انسان کی پھونکوں میں اثر کہاں ہو سکتا ہے۔ یہ جعلی پیر، ہر سال بلکہ اب تو سال میں کئی بار عرس کے نام پر بے حیائی اور خرافات کا بازار گرم کرتے ہیں، جس میں دین اور شریعت کا کوئی پاس نہیں کیا جاتا۔ یہ تصوف کے نام پر قبروں کی تجارت کرتے ہیں اور مزاروں کی کمائی کھاتے ہیں۔ یہ مزاروں پر چڑھائے جانے والے چڑھاوے کھاتے ہیں اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔ قبروں پر ریشمی کپڑے کی سلمے ستارے اور گولے کنارے سے مزین چادریں اور پھولوں کی بھاری بھر کم چادریں چڑھواتے ہیں اور بعد ازاں انہیں بیچ کر اپنے جیبیں گرم کرتے ہیں۔ یہ دراصل قبروں کے مجاور ہیں جو پیر بن بیٹھے ہیں۔

رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں اور آتا بھی نہیں مجکو سخن سازی کا فن  
”تم باذن اللہ“ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (۱۲)

اس قسم کے پیروں کا علم دین، شریعت اور سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ایسے گمراہ لوگ ہر قسم کی غیر شرعی حرکات کو فروغ دینے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کے لیے کیے جانے والے سجدے کے سوا ہر سجدہ یہاں تک کہ سجدہ تعظیمی بھی ممنوع قرار دیا تھا، جیسا کہ ضیاء الامت پیر حضرت کرم شاہ نے اپنی معرکہ الآراء تفسیر ضیاء القرآن کی جلد اول میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے، مگر یہ پیر صاحبان اپنے سامنے، اپنے بزرگوں کی قبروں پر سجدے ہوتے دیکھتے ہیں مگر منع نہیں کرتے بلکہ خود بھی اس حرام کام اور شرک میں شامل ہوتے ہیں! العیاذ باللہ۔

شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ، اسی نام نہاد تصوف اور جعلی پیروں کی سخت مذمت کی ہے اور اس تصوف کو امت مسلمہ کے لیے تباہ کن قرار دیا ہے۔

تہن، تصوف، شریعت، کلام	بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی	یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب	مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اُس کا منطق سے سلجھا ہوا	لغت کے بکھیڑوں میں اُلجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد	محبت میں کیلتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا	یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے (۱۳)
یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی	حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکرِ نیم شبی، یہ مراقبہ، یہ سرور	تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ عقل، جو مہ و پروں کا کھیلتی ہے شکار  
خرد نے کہہ بھی دیا کہ الہ تو کیا حاصل  
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں (۱۴)  
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں  
ان جاہل نام نہاد، جعلی پیروں کے علاوہ، وطن عزیز میں ماڈرن صوفی ازم کا پرچار کرنے والے خود ساختہ دانشور  
صوفیوں کا ایک طبقہ بھی موجود ہے۔ یہ صوفی عام طور پر بے شرع، داڑھی منڈے، سابق یا ناکام پروفیسروں اور ادیبوں  
کے روپ میں پائے جاتے ہیں۔ ایک ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں اور دوسرے میں سگریٹ۔ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگاتے  
ہیں۔ بعض تو چین سموکر (Chain Smoker) ہوتے ہیں۔ ان کا حلقہ احباب بھی سگریٹ کا رسیا ہوتا ہے۔ ان کی محفلیں  
سگریٹ کے کثیف دھوئیں سے بوجھل ہوتی ہیں۔ تصوف پر بڑے گھمبیر لیکچر دیتے ہیں۔ شریعت اور سنت کی پابندی کی  
بات کر دے تو ماڈرن صوفی ازم کے اسرار و رموز اور نئے تصوف کے تقاضوں کو آڑ بنانے لگتے ہیں۔

شریعت اور سنت سے بیگانہ یہ سب لوگ اور سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر صوفی نہیں۔ ان کا عمل کو کچھ اور تو کہا جاسکتا ہے  
مگر تصوف ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ دراصل، صوفیاء اور تصوف کی مقبولیت دیکھ کر اس قسم کے نقلی صوفیاء بہت پہلے پیدا ہو چکے  
تھے اور ان کا ذکر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقبول زمانہ کتاب کشف المحجوب میں صدیاں پیشتر فرمادیا  
تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل تصوف کی تین اقسام ہیں:

- 1- صوفی جو شریعت مطہرہ پر عمل کر کے واصل حق ہو جاتا ہے۔
- 2- متصوف جو صوفیا کی حقیقی طور پر پیروی کی کوشش کرتا ہے اور ذات حق میں فنا کی تمنا رکھتا ہے۔
- 3- مستصوف جو صوفی کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، مال و دولت، جاہ و حشمت اور حفظ دنیا کے لیے صوفی بننے کا ڈھونگ  
رچاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو اور دیگر افراد کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ صوفی کے نزدیک ایسا شخص ایک مکھی جیسا ہے اور  
عوام کے نزدیک وہ بھیڑیے کی طرح ہے۔ (۱۵)

آج ایک طرف تو جو لوگ تصوف کا نام لینے والے ہیں ان میں زیادہ تو مستصوف ہیں اور دوسری طرف امت مسلمہ  
کے ایک بڑے علمی حلقے میں تصوف کے خلاف ایک طوفان بپا ہے۔ مغربی اقوام نے مسلمانوں کی روحانیت (تصوف)  
سے خائف ہو کر، اس کے خلاف جو مہم چلائی تھی وہ اس میں کافی حد تک کامیاب رہی ہیں اور اس کے نتیجے کے طور پر خود  
امت مسلمہ میں تصوف مخالفت پر مبنی بے شمار مضامین اور کتب وجود میں آچکی ہیں۔ (۱۶) اور تصوف کے خلاف باقاعدہ  
منظم تحریکیں چل رہی ہیں۔ تصوف نام پر دوکانداریاں چکانے اور خرافات کو فروغ دینے والے نام نہاد صوفیاء کے تصوف کو تو  
عقل و خرد سے معمولی تعلق رکھنے والا انسان بھی حق قرار نہیں دے سکتا اور اقبال نے بھی ایسے ہی تصوف کی مخالفت کی ہے۔  
لیکن ان غلط کار اور غلط نظریات رکھنے والے لوگوں کی بنا پر سارے تصوف ہی کو قابل مذمت گردانا اور اسے بدعت، شرک  
اور کفر قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ حیرت ناک امر تو یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں تصوف کے خلاف باقاعدہ مہم  
جاری ہے اور مسلمانوں بالخصوص مسلم نوجوانوں کو اس سے متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ دراصل اسلام  
کے روحانی نظام کے خلاف مغرب کی سازش تھی جو کامیاب ہوتی نظر آ رہی ہے۔ (۱۷) پڑھ لکھے نوجوانوں کو تصوف سے  
برگشتہ کر دیا گیا ہے۔ وہ تصوف کو غیر ضروری بلکہ ناجائز سمجھتے ہوئے، روحانیت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور یوں وہ بھی



اہل مغرب کی طرح خوگر محسوس بن کر رہ گئے ہیں۔ مابعد الطبیعات اور وجود باری تعالیٰ کے ادراک کلی کی منزل تک ان کا پہنچنا ہی مشکل دکھائی دیتا ہے، حقیقتِ مطلق سے قرب و اتصال تو اس سے بعد کی منزل ہے۔ ایسے میں اقبال کا یہ تصور کہ صوفیانہ مشاہدہ ہی حقیقتِ مطلق کے کلی ادراک اور اس سے قرب و اتصال کا ذریعہ ہے، امتِ مسلمہ اور کل انسانیت کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ذریعے تصوف پر امتِ مسلمہ کا اعتماد بحال کر کے، بے شمار روحانی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تصوف کی تعلیم اور پھر عملی صوفیانہ مشاہدہ کے ذریعے مسلم قوم عملی طور پر قرب و اتصال الہی کی منزل پر پہنچ کر ہی خلافتِ الہی اور امامتِ اقوامِ عالم کا فریضہ انجام دے سکتی ہے۔

اقبال نہ صرف اسلامی افکار و تصورات میں قدیم علماء کے وارث تھے بلکہ ان کی نظر مغربی افکار و علوم پر بھی نہایت گہری تھی۔ وہ اس کے پس منظر، اساس اور اس کی خامیوں اور کمزوریوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ چنانچہ ایک طرف انہوں نے اصل اسلامی معتقدات و تصورات کی جمہور علماء کے انداز میں بھرپور ترجمانی کی ہے اور دوسری طرف افکارِ مغربی پر نہایت دور رس اور کڑی تنقید کر کے ذہنوں کو اس کے رعب اور دبدبے سے نجات دلائی (۱۸) اور یوں مسلمانوں کے جدید علم کلام کی بنیاد رکھنے کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔ بقول ڈاکٹر سید ظفر الحسن:

”اسلام کے اصولوں اور جدید سائنس اور فلسفہ پر اقبال بہت گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان مسائل پر انہیں بھرپور اور تازہ تر معلومات حاصل ہیں۔ ایک نئے فکری نظام کی تشکیل کے لیے وہ حد درجہ صاحبِ فراست ہیں۔ اسلام اور فلسفہ کو قریب تر لانے پر جو قدرت انہیں حاصل ہے اس میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی چیز نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اس روایت کا ایک دفعہ پھر احیاء کریں جس کا آغاز صدیوں پہلے نظام اور اشعری جیسے علماء نے اس وقت کیا تھا جب ان کا سامنا یونانی علوم اور فلسفہ سے ہوا۔ اپنے خطبات میں جن سے انہوں نے ہمیں نوازا ہے گویا ایک نئے علم کلام کی بنیاد رکھی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کام صرف وہی کر سکتے تھے۔“ (۱۹)

اقبال نے، بالخصوص خطبات میں اپنے افکار و تصورات کے ذریعے اسلامی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے جدید فکری انداز میں الہیاتِ اسلامی کی تشکیل نو کا فریضہ انجام دیا اور بطریقِ احسن وجود باری تعالیٰ کے ادراک اور اثبات کے مراحل طے کیے اور جدید دور کی عقلیت پسندی، مادیت پرستی اور حسی و تجربی طرزِ فکر کے مقابلے میں کشف و وجدان کے راستے سے حقیقتِ مطلق کا اثبات کر کے حسی و تجربی اندازِ فکر کے حامل سائنسدانوں اور فلاسفہ کے انکارِ خدا کا بھرپور جواب دیا۔ اس اہمیت کے پیش نظر آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اقبال کے ان افکار کو سمجھنا اور انہیں آگے بڑھانا از بس ضروری ہے۔ بقول سمیع اللہ قریشی:

”خطباتِ اقبال کے وسیلے سے اسلام کی فکری روایت کو آگے بڑھانے کی ضروری ہے۔ اگر سرسید اور اقبال کی اسلامی فکر کے سوتے خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیے گئے اور مسلمانوں نے اپنے آس پاس بننے والی ندیوں کے تازہ تر پانیوں کو اپنے علوم و فنون اور فکر و دانش کی خاموش اور ساکن جھیل میں آنے سے روک رکھا تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ امیدِ مبہم ہوگی۔“ (۲۰)

حقیقتِ مطلق کے ادراک و اثبات کے ضمن میں اقبال کے علم کلام کا محاصل یہ ہے کہ صوفیانہ مشاہدہ وجود رکھتا ہے اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم بھی اتنا ہی ٹھوس، حقیقی اور موقع ہے جتنا کہ انسانی زندگی کا کوئی اور تجربہ بلکہ صوفیانہ

مشاہدہ ہی حقیقتِ مطلق کا علم حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ حواسِ عقلی کے ذریعے ذاتِ باری تعالیٰ کا کامل ادراک ممکن نہیں۔ صرف مذہبی و صوفیانہ مشاہدہ و تجربہ ہی ذاتِ حقیقی کے ادراکِ کلی اور اس سے قرب و اتصال کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اقبال تو سائنسدان کو بھی ایک صوفی قرار دیتے ہیں:

”فطرت کا سائنسی مشاہدہ کرنے والا بھی ایک طرح کا صوفی ہے جو دعائیں مشغول ہے۔“ (۲۱)

ان کے نزدیک مذہب اور سائنس کی منزل مقصود ایک ہے؛ یعنی حقیقتِ مطلق تک رسائی:

”سچی بات تو یہ ہے کہ مذہب اور سائنس اگرچہ مختلف طریق ہائے کار استعمال میں لاتے ہیں مگر وہ اپنے مقصد و مدد عا میں

ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔ دونوں کا مقصد حقیقتِ مطلق تک رسائی ہے۔“ (۲۲)

آج سائنس، فلسفہ اور نفسیات کے میدانوں میں حقیقتِ مطلق کے تصور پر پہلے سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے، اور اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اہلِ مغرب بڑی سرعت سے اسلامی تصورِ حقیقت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سائنسی حقائق کے ذریعے روحانیت ان پر آشکار ہو رہی ہے اور وہ مابعد الطبیعات کے وجود کو تسلیم کرنے لگے ہیں؛ بقول ڈاکٹر طاہر حمید:

”جدید سائنسی تحقیقات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ تصوفِ انفس و آفاق میں وحدت کی تلاش کا ایسا ذریعہ ہے جو انسان کو

انجام کارِ خالقِ حقیقی کے عرفان اور اس سے ایسے ابدی تعلق سے بہرہ ور کرتا ہے جو قرآن حکیم کے الفاظ میں فوزِ عظیم ہے۔

قرآن حکیم فطرت کے انہی بنیادی حقائق جن کا انکشاف آج کی ایٹمی فزکس کر رہی ہے کو بیان کر کے قربتِ الہی کے تصور

کی اہمیت قلب و روح میں جاگزیں کروا رہا ہے اور اس فکر کو فوزِ عظیم کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے

مشاہدہ کی اپنی ہی بیان کردہ ترتیب (۵۳:۴۱) کے مطابق قرآن حکیم درج ذیل آیات (۲۳) میں پہلے آفاق میں

موجود ان نشانوں کا ذکر کرتا ہے جو آج بنیادی ذراتی طبیعیات (Elementary Particle Physics) کا موضوع

ہیں۔ ذرے کی ہر ممکن ذیلی سطح تک موجود اللہ تعالیٰ کے شہود کو بیان کر کے ہمیں اس کے ادراک و استحضار کی تعلیم دی

جا رہی ہے۔ اس کے بعد نفسی سفر یعنی طریقِ تصوف کا بیان ہے اور اس ترتیب سے فوزِ عظیم کے حصول کو الابدیل لکھتے

اللہ کہہ کر ابدی ضمانت فراہم کر دی گئی ہے۔“ (۲۴)

ایسے میں اقبال کا تصورِ حقیقتِ مطلق، کہ جس کا ادراک صوفیانہ تجربہ کی راہ سے ہوتا ہے اور جس سے قرب و اتصال کے لیے بھی اقبال اعلیٰ تصوف کے راستے ہی کو معتبر و مستند مانتے ہیں، اہلِ مغرب کے لیے بہتر ابلاغ کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان الہیات اسلامیہ کی تشکیل نو کے کام کو آگے بڑھائیں اور کشف و وجدان اور تصوف کی اہمیت کو سمجھیں؛ کیونکہ:

”تاریخِ شاہد ہے کہ علوم و فنون کے ارتقاء میں وجدان و حدس کا جو عظیم حصہ ہے۔ وہ صغریٰ و کبریٰ پر مشتمل مقدمات کا

نہیں۔ اس حقیقت کو بتغیر اسلوب یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ فکر و نظر کے گوہر ہائے یک دانہ اکثر بغیر کسی قصد و ارادہ،

اور ترتیب موضوع و محمول کے سطح وجدان پر خود بخود چمکے اور عالم و ادراک کا عنوان بنے ہیں۔ سائنس سے پیدا شدہ

مزعمومات کا طلسم اب ٹوٹ رہا ہے۔ اور علم و ادراک کو جوان لوگوں نے حسیاست و تجربہ کے محدود و تنگ زندان میں محصور

سمجھ رکھا تھا، اس کے خلاف اب اچھا خاصہ عملِ علمی حلقوں میں رونما ہونے لگا ہے۔ اور پڑھے لکھے اور ذوق سے آشنا

حضراتِ بغیر کسی جھجک اور تامل کے اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ جہاں استغناء و فخر کے قاعدے ہتھیار

ڈال دیتے ہیں اور فکر و استدلال کا اشیہب رواں تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے وہاں اکثر وجدان و حدس (Intuition) کی تیز

رفاریاں ایک ہی جست میں حقائق و معارف کو پالینے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔“ (۲۵)

لہذا آج جب کہ انسان عقل و خرد کے میدان میں پہلے سے کہیں آگے بڑھ چکا ہے اور ہر شے کا عرفان حاصل کرنے کا دعویٰ دار ہے، ایسے میں اگر اس کے سامنے تصوف کی حقیقت بھی رکھ دی جائے تو وہ تنقید و تجزیہ کے بعد یقیناً اس کا عرفان بھی آسانی سے حاصل کر لے گا کیونکہ آج سائنسی حقائق بھی صوفیانہ مشاہدات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ (۲۶) لہذا بقول مولانا محمد حنیف ندوی:

”عرفان حقیقت ایسی چیز نہیں جس کا خارجی ارتقا اور علوم و فنون کی تکمیل سے کوئی لگاؤ نہ ہو، بلکہ اس کے برعکس انسان کا علم جس قدر آفاق کے بارے میں زیادہ صحیح، استوار اور قابل اعتماد ہوگا اسی نسبت سے اس کا عرفان النفس و قلوب زیادہ واضح، زیادہ الفاظ و پیرایہ، بیان کی گرفت میں آنے والا اور زیادہ صاف ہوگا۔ یوں سمجھیے کہ اب وقت آیا ہے کہ انسان موجودہ ترقیات کی روشنی میں روحانیت میں قدم رکھے اور اسی بھروسے، اس اعتماد اور بصیرت کے ساتھ باطن کی طرف تحقیقی و تخصّص کے قدم بڑھائے جس طرح اس نے خارجی دنیا میں بڑھائے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس دور میں اگر کوئی ابوطالب، کوئی حارث محاسبی اور کوئی جنید و شبلی پیدا ہو تو وہ ایسا ہوگا کہ اس کی بولی عامی بھی سمجھ سکیں گے اور اچھی طرح جان سکیں گے کہ اس عالم دروں اور دنیائے باطن کے عجائب و خوارق کا کیا عالم ہے۔ یعنی ضرورت اس کی ہے کہ تصوف باطنی علوم و فنون کی ایک شاخ قرار پائے۔ اور ہمارے وہ علماء جو مادیت میں الجھے ہوئے ہیں وہ مادہ و ذرہ کی تحقیق سے فارغ ہو کر علم و حقیقت کی طرف مائل ہوں۔“ (۲۷)

اقبال کا عظیم کلامی اور تجدیدی کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے حقیقتِ مطلق کے ادراک اور اس تک رسائی کے ضمن میں صوفیانہ تجربہ و مشاہدہ کی حقیقت، اہمیت اور قطعیت واضح کی اور جدید فلسفیانہ انداز اور مغربی طرز استدلال ہی کے ذریعے اسلامی فکر و ایمان کی روح کا اثبات کیا۔ فکرِ اقبال میں حسی علم کے وہ تمام جدید نتائج موجود ہیں جن سے جدید سائنسی علوم پیدا ہوئے ہیں۔ اقبال کا طرز استدلال سائنسی ہے، مگر وہ حقیقتِ مطلق تک وجدان کی راہ سے پہنچے ہیں۔ یوں اقبال نے علم بالحواس اور حسی تجربات کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے بھی علم بالوحی، وجدان، کشف اور صوفیانہ تجربہ و مشاہدہ کو حقیقتِ مطلق کے ادراک اور اس سے قرب و اتصال کا حقیقی، قطعی اور یقینی ماخذ قرار دیا ہے۔ اقبال نے ثابت کیا ہے کہ طبیعیات اور حسی علوم ہی کل حقیقت نہیں ہیں بلکہ ان سے ماوراء بھی بے شمار تجربات و مشاہدات ہیں۔ یوں اقبال نے عالم انسانی کی توجہ تصوف کے بلند ترین مظاہر کی جانب مبذول کرائی ہے۔

اقبال نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مذہب نہ صرف ممکن ہے بلکہ موجودہ دنیا کے لیے از حد ضروری بھی ہے، کیونکہ مذہب ہی حتمی طور پر حقیقی طرز حیات ہے جو حقیقت کو پانے کا سنجیدہ ذریعہ ہے۔ اقبال مذہبی زندگی کو تین ادوار یعنی اعتقاد، فکر اور کشف میں تقسیم کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تیسرے یعنی کشف کے دور میں مذہبی زندگی میں یہ امنگ پرورش پاتی ہے کہ وہ حقیقتِ مطلق سے براہ راست شاد کام ہو۔ (۲۸) اقبال اسی مرحلے کو مذہبی تجربہ یا صوفیانہ مشاہدہ و تجربہ کہتے ہیں۔ اس طرح وہ حقیقتِ مطلق کے ادراک کے لیے عقلی و منطقی استدلال سے زیادہ روحانی تجربہ اور وجدان پر زور دیتے ہیں۔

ہر چند کہ موجودہ دور میں سائنسی حقائق وجود باری تعالیٰ کی مزید تصدیق کر رہے ہیں۔ نظریہ اضافیت اور نظریہ کوانٹم نے مادیت کے قدیم نظریے کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ جدید طبیعیات کی تحقیقات اور دریافتوں سے ایک ایسا منظر نامہ

تشکیل پاتا دکھائی دے رہا ہے جو صوفیانہ مشاہدات و تجربات سے قریب تر ہے۔ سائنس خود بھی اپنے ماننے والوں کو مابعد الطبیعیات اور وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کی جانب لیے جا رہی ہے، مگر علمِ بالحواس، حسی تجربہ اور پیکر محسوس کے عادی اہل مغرب اور ان سے مرعوب بعض اہل مشرق کے ذہنوں میں آج بھی اگر ایک طرف عقل اور روحانیت تو دوسری طرف مذہب اور سائنس کی جنگ جاری ہے۔ آج بھی بہت سے انسان، وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں تشکیک کا شکار ہیں۔ اگرچہ بقول اقبال جدید سائنس کے نظریات اور دریافتوں نے انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ

”کیا علت و معلول کی اسیر فطرت ہی تمام تر سچائی ہے؟ کیا حقیقت مطلق ہمارے شعور پر کسی اور طرف سے بھی حملہ آور نہیں ہوتی؟ کیا تسخیر فطرت کا خالص عقلی منہاج ہی واحد منہاج ہے؟“۔ (۲۹)

اقبال نے ان سوالوں کا جواب، اسلامی عقائد کی روشنی میں، جدید انداز میں دیتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ حقیقتِ مطلق کا مکمل وقوف حاصل کرنے کے لیے ادراکِ بالحواس کے پہلو بہ پہلو دل، جسے قرآن قلب یا فؤاد کہتا ہے، کے مشاہدات سے بھی کام لینا چاہیے۔ یہ ایک باطنی وجدان اور بصیرت ہے جس کے ذریعے ہمارا حقیقت کے ان گوشوں سے رابطہ ہو جاتا ہے جو حواس کی حدود سے باہر ہیں۔

اس طرح بیسویں صدی کے اس عظیم مفکرِ اسلام نے واضح کیا کہ حقیقتِ مطلقہ تک رسائی اور اس سے قرب و اتصال کا ذریعہ محض علم اور فکر نہیں بلکہ وجدان (کشف) ہے۔ اقبال اسے وقوفِ مذہبی (Religious Experience) اور وقوفِ سری (Mystical Experience) یعنی وارداتِ روحانی کہتے ہیں۔ اس روحانی واردات کو وہ اپنی شاعری میں عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ عقل کو نارسا جبکہ عشق کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک حقیقت کا مکمل اور صحیح ادراک عقل و فکر کے ذریعے قطعی ناممکن ہے اور محض تجربی اور عقلی طریقہ مذہبی مسائل میں کارآمد نہیں۔ یہاں انسان کو وجدانی بصیرت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مذہبی حقائق کی تصدیق اور حقیقت کا بلا واسطہ ادراک صرف وجدان یا کشف کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔

علامہ اقبال کی رائے میں کشف ایک بلند تر علم ہے۔ یہ مابعد الطبعی حقیقت سے متعلق ایک بصیرت ہے جو صاحب کشف کو زندگی سے فرار کے بجائے عملِ پیہم اور اخلاقی سعی کے لیے ابھارتی ہے اور یوں انسانی خودی کے لیے ترقی و ارتقاء کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجدان آخر کار انسان کو کائنات اور رب کائنات کے ادراک اور اس سے قرب و اتصال کی منزل تک لے جاتا ہے۔

اقبال نے اپنے معرکہ الآراء خطبات میں مذہبی عقائد بالخصوص ذاتِ باری تعالیٰ کے ادراک اور اس تک رسائی کا معتبر ذریعہ اسی وجدان کو قرار دیا ہے۔ ان خطبات کے مباحث کا زیادہ تر حصہ مذہبی تجربے یعنی وجدان کے اثبات، اس کی ماہیت، خصوصیات، دائرہ کار اور اہمیت کی توضیح پر مشتمل ہے۔ اس طرح اقبال اسلامی روحانیت اور تصوف کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں (۳۰)۔

اقبال کے والد محترم صاحب کشف قادری بزرگ تھے۔ اقبال خود سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ (۳۱) وہ اولیاء اللہ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ مزارات پر حاضر ہوتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اولیاء اللہ کی تلاش میں رہتے تھے (۳۲) مگر یہ امر حیرت ناک ہے کہ اقبال نے اپنے افکار و خیالات اور خطبات میں صوفیانہ کشف کو حقیقت

مطلقہ تک رسائی کا واحد ذریعہ قرار دینے کے باوجود کشف و وجدان کے حصول کا کوئی عملی طریقہ نہیں بتایا حالانکہ متعدد مقتدر صوفیاء نے اپنی کتابوں میں حصول کشف کے طریقے بیان کیے ہیں بالخصوص سلطان العارفين حضرت سخی سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ کی لگ بھگ ایک سو چالیس کے قریب فارسی کتب میں تو وارداتِ روحانی، وقوفِ سری یعنی کشف و وجدان کے حصول کے عملی طریقوں پر لطیف اسرار و رموز بکھرے پڑے ہیں۔ علامہ اقبال کے دور میں حضرت سلطان الفقرا کی اکثر فارسی کتب دستیاب تھیں مگر حیرت ہے کہ علامہ کی نظروں سے اوجھل رہیں۔ لہذا علامہ نے اپنے خطبات میں حضوری حق کا واحد ذریعہ کشف و وجدان یعنی وقوفِ سری و روحانی کو قرار تو دے دیا مگر وہ اس وقوف کے حصول کے عملی طریقے بتانے سے قاصر رہے۔ وہ ”لا“، ”و“، ”الا“ اور ضرب لا الہ الا اللہ کا ذکر تو ضرور کرتے ہیں اور حصولِ خودی اور استیقامِ خودی کی بات بھی کرتے ہیں۔ قلب کی بینائی اور بیداری کے حصول پر بھی زور دیتے ہیں مگر ان سب چیزوں کے حصول کے عملی طریقوں پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ اس کا ظاہری سبب یہی دکھائی دیتا ہے کہ علامہ اپنی فکری ارتقاء کے وسطی دور میں جب پی ایچ ڈی کے لیے یورپ چلے گئے تو وہاں ان کا واسطہ جن اساتذہ، مستشرقین اور فلاسفہ سے پڑا وہ سب کے سب تصوف کی روح سے نابلد تھے اور تصوف کو اسلام پر یونانی اور ہندی فلسفہ کا اثر قرار دیتے ہیں نیز علامہ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ The Development of Metaphysics in Persia کی تحقیق کے دوران اسلام کے تصوف مخالف علماء یعنی علامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی وغیرہ کا مطالعہ کیا تو وہ تصوف سے متنفر ہو گئے اور یوں انہیں تصوف کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ عملی تصوف کی گہرائی بھی نصیب نہ ہو سکی۔ پھر ۱۹۱۵ء میں اسرارِ خودی میں تصوف مخالف خیالات کی بنا پر وہ معرکہ اسرارِ خودی میں الجھ گئے اور یوں کشف و وجدان کے حصول کے عملی طریقوں کی دریافت نہ کر سکے اور ظاہر ہے کہ خطبات میں بھی، اس ضمن میں اپنے سامعین اور بعد ازاں قارئین کی کوئی رہنمائی نہ کر سکے۔

سلطان العارفين حضرت سخی سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام کتب میں عملی سلوک بیان کیا ہے۔ آپ نے اسم اللہ ذات کو کشف و وجدان اور عرفان ذات کی کنجی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی کتب میں تصورِ اسم اللہ ذات کا باقاعدہ علم مدون فرمایا اور طالبانِ مولیٰ کو عطا فرمایا ہے۔ آپ نے تصورِ اسم اللہ ذات کو علم اکسیر اور تصورِ توفیق کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔ آپ تصورِ اسم اللہ ذات کو تمام باطنی علوم کا معدن و مخزن قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات یعنی دیدار حق تعالیٰ اور مجلس محمدی ﷺ کی حضوری حاصل ہوتی ہے جو کسی بھی دوسرے ذکر و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقامات نہیں ہیں۔ اس ضمن میں سلطان العارفين حضرت سخی سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

☆ جملہ قرآنی علوم، نص و حدیث اور تمام علوم جو لوح محفوظ اور عرش و کرسی پر لکھے ہوئے ہیں، ماہ سے ماہی تک ساری مملکتِ خداوندی کے غیبی علوم اور اللہ تعالیٰ کے سارے بھید اور تورات، زبور، انجیل و قرآن کے جتنے علوم ہیں اور تمام حکم احکام اور ظاہری و باطنی، نفسی، قلبی، روحی، سری امور اور جو حکمتیں تمام عالم مخلوقات کے درمیان جاری ہیں سب کے سب اسی ”تصورِ اسم اللہ ذات“ کی طے میں موجود ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

☆ کل سلک سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ



ایسے مرتبے کو پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاء و اولیاء سے ملاقات کرے اور ان کا ہم مجلس ہو جائے۔ یہ توفیق صرف تصور اسم اللذات سے حاصل ہوتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

☆ ”تصور اسم اللذات“ سے دل میں انوار دیدار پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ذکر فکر، ورد و وظائف سے رجوع غلط پیدا ہوتی ہے۔ جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ و واہمات و خیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اسے حضور وصال سمجھتا ہے۔ خبردار ”كُلُّ اَنْاءٍ يَكْتَوِّشُ بِمَا فِيْهِ“ (برتن سے وہی چیز برآمد ہوتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے) اپنے وجود میں قیاس کر لے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

☆ حشر کے روز آدمیوں کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہوگا تو جس شخص کے دل پر اسم اللذات نقش ہوگا یا جس شخص نے صرف ایک ہی مرتبہ صدق دل سے اسم اللذات کا تصور کیا ہوگا، اگر اس کے گناہ آسمان وزمین کے برابر بھی ہوں گے تو ایک طرف کے پلڑہ میں اس کے گناہ رکھ دیئے جائیں گے اور دوسری طرف کے پلڑہ میں اسم اللذات رکھ دیا جائے گا تو اسم اللذات والا پلڑہ بھاری ہوگا اور فرشتے تعجب سے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ ”یا اللہ اس نے ایسی کونسی نیکی کی ہے جس کے بدلے میں اس کا نیکیوں والا پلڑہ بھاری ہے؟“ ارشاد ہوگا کہ ”یہ شخص ہمیشہ میری طلب میں رہتا تھا اور میرے ذاتی نام یعنی اسم اللذات میں مشغول رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہل حجاب ہو اور اس کے شغل کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہو۔ یہ بندہ میرا طالب ہے یہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ تم اس راز سے بیگانہ ہو۔“ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

☆ اسم اللذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، مال، تلاوت قرآن مجید اور ہر قسم کی دیگر عبادت کرتا رہے یا عالم بن کر اہل فضیلت بن گیا ہو لیکن اسم اللذات اور اسم محمد ﷺ سے بیگانہ رہا اور ان دونوں اسماء پاک سے شغل نہیں کیا تو اس کی ساری عمر کی عبادت برباد و ضائع ہوگئی۔ (عین الفقر)

☆ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل اور تصور اسم اللذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائل فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر) (۳۳)

حضرت سلطان الفقراء رحمۃ اللہ علیہ کے حضوری حق کے ان علوم کی ترویج و توضیح اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج عالم اسلام علمی، سماجی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے جس زبوں حالی کا شکار ہے، اس سے نکلنے کا واحد راستہ حقیقت مطلقہ سے رابطہ ہے تاکہ افراد امت مسلمہ کی کھوئی ہوئی روحانی قوتیں عود کر آئیں اور مرد مومن پھر سے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جائے اور امت مسلمہ میں ہر طرف لگی ہوئی آگ اندازِ گلستان پیدا کر لے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ان عظیم الشان علوم کی ترویج و توضیح کے ضمن میں جن بزرگوں نے اہم کردار ادا کیا ہے اور جن کی خدمات اسلامی تصوف کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں ان میں اسلامی تصوف کے سلسلہ قادریہ کے نامور بزرگ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ اس ضمن میں آپ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ فقیر عبد الحمید سوری قادری رقمطراز ہیں کہ

”آپ حضرت سلطان العارفین کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل مظہر، مکمل نمونہ اور مکافئہ آئینہ دار تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کمال اور عظیم کارنامہ یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین کا جو فقر کتا بوں کی اوٹ میں جا کر ایک اجنبی زبان (فارسی) کے پردوں میں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا اور جو تصوف کی مشکل اصطلاحات کے پس منظر میں چھپ کر قصہ پارینہ اور داستان ماضی کی صورت اختیار کر گیا تھا اسے آپ نے مذکورہ دہیز پردوں اور حجابات سے نکالا اور آسان، سہل اور عام فہم بنا کر از سر نو دنیا کے سامنے پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کر دیا اور اس کی ایسی پرکشش تشریح اور دلکش توضیح کی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین کی تصانیف کے قلمزیم بیکراں میں مسلسل تیس سال تک شنواری اور غواصی کرنے کے بعد دوا ایسے نایاب اور منور گوہر ڈھونڈ نکالے جن کی چمک دمک اور ضیاء شیوں سے پوری روحانی کائنات روشن ہے۔ ان دوا نایاب گوہروں میں سے ایک گوہر تصور اسم اللہ ذات کا پاک شغل ہے اور دوسرا دعوت القیور کا پیش بہاء طریق کار ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے لازوال فقر کا مقدس قصر انہی دو بنیادوں پر ایستادہ اور استوار ہے۔ دنیا گواہ ہے کہ اس بات کی نشاندہی سب سے پہلے حضرت فقیر صاحب نے کی۔ آپ ہی اس فقر کے نشاۃ ثانیہ کرنے والے تھے اور آپ ہی اس فقر کے احیا اور اجرا کنندہ تھے۔“ (۳۴)

حضرت نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے مثل اور شاہکار کتاب ”عرفان“ میں جس طرح حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے تصور علم ذات اور علم دعوت القیور جیسے نایاب، مخفی اور سرسبز علوم کی تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”اسلام اور اسلامی تصوف تمام مذہبی اعمال اور دینی ارکان میں دل کی نیت اور اس کی یکسوئی اور یک جہتی پر زور دیتی ہے اور اسی کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی عمل کا رد، قبول اور نقص و صحت نیت پر منحصر ہے۔ یعنی عمل کے وقت اگر دل کی نیت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ عمل قابل قبول ہے اور اگر کسی عمل کی نیت دنیوی اور نفسیاتی اغراض کی طرف راجع اور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد اور مردود ہے۔ اسی لیے آیا ہے لَا صَلَوةَ اِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔ یعنی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی طرح جملہ اسلامی ارکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور راجع ہونا لازمی اور ضروری گردانا گیا ہے تاکہ ہر فعل اور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مائل اور راغب اور اس کے تصور اور تفکر میں محو اور منہمک ہو۔ اور یہی بات دل کی یکسوئی، یک جہتی اور اس کے باطنی حواس تصور، تفکر، توجہ، توہم اور تصرف کو ذکر اللہ اور اسم اللہ کے ایک ہی نکتہ اور مرکز توحید پر متحد اور مجتمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ دل اور قلب کی باطنی قوت اور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز ہے اور یہی اسلامی توحید کی غرض و غایت ہے اور یہی مذہبی اور روحانی تصور کا مرکز ہے جسے ریلیجیئس کنسنٹریشن (Religious Concentration) کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو یوگ والے اور مسمریزم، ہپناٹزم اور سپر چولزم والے اپنا تصور اور توجہ ایک نکتہ مفروضہ اور موہومہ پر جمائے اور باطنی طاقت بڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔ اسلامی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور اسم اللہ ذات ہے جو کہ مبداء و معاد تمام کائنات اور مخلوقات ہے اور جس کا تعلق کنکشن مسمیٰ کی اس ذات لم یزل ولا یزال خالق و قادر بے مثل و بے مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن یوگ اور مسمریزم کے طریقے میں ایک روشن چیز یا ایک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور سے صاحب تصور اس چیز یا اپنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس ہندو یوگی اور یورپین مسمرسٹ اور سپر چولسٹ کا معاملہ عالم ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے اور صاحب تصور اسم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع، لازوال اور لامحدود ہے۔ مذہب اسلام اور اسلامی تصوف کا سب سے

اہم اور ضروری رکن کلمہ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ اس کے ذکر کی کثرت کے بغیر راہ سلوک طے ہو سکتی ہے۔ اس کلمہ طیب کے ذکر نفی اثبات لا الہ الا اللہ میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالم کثرت کے سب بطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کر دی جائے اور ایک اصلی حقیقی حق قیوم معبود برحق کے ذکر اور خیالوں کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہ اصل کار ہے اور اسی پر تمام مذہب و روحانیت کا دار و مدار ہے۔ (۳۵)

کتاب ”عرفان“ اسلامی تصوف کی کتب میں ایک منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ایسے علوم کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کی گئی ہے کہ جنہیں سمجھنے اور اپنانے کے بعد طالب مولیٰ، مولیٰ سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور یہی حقیقی اسلامی تصوف کا مقصد اولین اور مردِ مومن اور امت مسلمہ کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت نور محمد سروری قادری کے بعد آپ کے حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری نے اپنی کتابوں میں تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کے علم پر بہترین انداز میں روشنی ڈالیں۔ آپ اپنی معرکہ الارا کتاب الہامات میں لکھتے ہیں:

عبادت کا سب سے عظیم اور بڑا مقصد یہ ہے کہ روز الست سے بچھڑی ہوئی انسانی روح اور انسانی حقیقت دوبارہ اپنے معدن، مرکز، اصل اور روح کل سے واصل ہو جائے۔ جس پر خاکی جسم، مادی وجود اور عنصری حیات کے حجابات کے علاوہ غفلت، معصیت، کبر، حرص و آز، لالچ، شہوت، غضب اور دیگر لغزشوں کے ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے صرف عبادت، ذکر فکر، توجہ، تصور، فکر، یکسوئی اور یادِ الہی کے نور اور روشنی ہی کے ذریعے ہٹتے اور دور ہوتے ہیں۔ اور جب یہ حجابات ہٹ جاتے ہیں تو انسانی حقیقت اس حقیقت کبریٰ سے مل جاتی ہے اور اسی میں فناء اور بقاء حاصل کر لیتی ہے جو اس کا منتہا مقصود ہے۔ (۳۶)

مزید فرماتے ہیں:

عبد اور معبود کے درمیان کوئی مکانی اور زمانی بعد موجود نہیں، روح، ذہن، تخیل اور فکر کا ذات اور معبود کی طرف صرف رخ اور دھارا موڑنے کی ضرورت ہوتی ہے اور انسانی شعور اور ادراک کو اس کی طرف متوجہ، راغب اور منتقل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ ورنہ ذات کا رخ اور توجہ تو ہر سمت اور ہمہ جہت ہے۔ اور وہ ہر جگہ اور عبد کی روح، ذہن اور تخیل کے اندر موجود ہے۔ عبد کا ذہن اور تخیل مادی کائنات، مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات کی طرف لگ کر ذات کی سمت اور ذات کی جہت سے ہٹ جاتا ہے اور یہی حجابات اور پردے درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ حجابات اور پردے درمیان سے ہٹ جائیں تو پھر ذات ہی ذات ہے، رویت ہی رویت ہے، دیدار ہی دیدار ہے اور مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے۔

انسان کا مادی جسم چونکہ مادی کائنات کا ایک حصہ اور جزو ہے اور انسانی روح، ذہن اور شعور ادراک کا لبیر اور مسکن اسی کے اندر ہے۔ اس لیے زندگی میں اس مادی خول سے نکلنا اور مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات اور لذات کو ترک کرنا اور چھوڑنا آسان کام نہیں ہوتا اور روح، ذہن اور شعور کا رخ مادی اشیاء سے پھیر کر ذات کی طرف موڑنا اور لگانا بہت مشکل اور دشوار کام ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام جس قدر مشکل اور کٹھن ہے، اس سے زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور جس قدر آسان اور سہل ہے، اس سے کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ یہ راستہ جتنا طویل اور دراز ہے۔ اتنا ہی مختصر بھی ہے اور جتنا مختصر ہے اتنا ہی طویل اور دراز بھی ہے۔ مسلسل جدوجہد، پیہم سعی و کوشش، لگاتار محنت اور ریاضت اور کسی رہبر کی رہنمائی سے یہ کام آسان ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات کسی ایک ضرب کلیسی، کسی ایک روحانی جنبش اور کسی

ایک ذہنی انقلاب سے یہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ اس قلمزم خاموش کے اسرار کھل جاتے ہیں اور یہ تمام پردے اور تجاہات نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

در اصل کام صرف اتنا سا ہے کہ مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات سے توجہ اور خیال ہٹ جائے اور اس کا رخ ذات کی طرف ہو جائے۔ یہی سلوک کا منتہائے مقصود ہے۔ یہی تصوف کی معراج ہے اور یہی فقر و روحانیت کا کمال ہے۔ (۳۷)

اور اب اس عظیم روحانی سلسلہ سروری قادری کے ایک اور فرزند، حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کے خلیفہ اور اپنے دادا پیر حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی کے روحانی وارث عزیزم محمود علی انجم اپنی بے مثل علمی و تحقیقی کتاب ”نور عرفان“ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ محمود علی انجم میرا عزیز اور ہونہار شاگرد ہے۔ وہ کام کا دھنی، علم و ادب کا رسیا اور تحقیق کا مرد میدان ہے۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس پر دل و جان سے عاشق ہو جاتا ہے، اپنا فرض منصبی سمجھ کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کے کسی گوشے پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اس کا ایم فل کا مطبوعہ مقالہ ”پیام مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ“ اور پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک (جو ”ان شاء اللہ“ جلد طبع ہو جائے گا) میرے اس دعوے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

محمود علی انجم، نوجوانی میں قدم رکھتے ہی تصوف کی نورانی وادی کا راہی بن گیا تھا۔ اس نے اس راہ کی کئی گھاٹیاں عبور کیں اور کئی نامور بزرگوں اور سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ اس نے تصوف کا عمیق مطالعہ کیا مگر اپنے آپ کو صرف تصوف کے مطالعہ تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ علامہ اقبال کے اس قول کے مصداق کہ ”تصوف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں، کرنے کی چیز ہے“ (۳۸) تصوف کو عملی طور پر اختیار کیا۔ اس نے کئی اولیائے عظام کی خدمت میں وقت گزارا اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے نہ صرف ان کے گوہر ہائے فیوض و برکات سے دامن بھر لیا بلکہ تصوف کے متعدد سلسلوں میں خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ محمود علی انجم عملی روحانیت کا راہی ہے اور اپنے مسلسل مجاہدے اور ریاضت اور بزرگوں کی نگاہ فیض و برکات کی بدولت وقوف سری کا بھی نبض آشنا ہے۔ اپنے انہی ذاتی روحانی تجربات و مشاہدات کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس نے اپنی اس منفرد کتاب ”نور عرفان“ میں وقوف سری و وقوف مذہبی کی نہ صرف نوعیت، کیفیت اور ہیئت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس سے شاد کام ہونے کے طریقے بھی بڑے درو بست سے بیان کیے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے علم تصور اسم اللہ ذات اور علم دعوت القبور کی جو تشریح و توضیح، حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم کتاب ”عرفان“ میں فرمائی تھی، اگر ”نور عرفان“ کو جدید انداز میں اس کی توسیع قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی طرح، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت مطلقہ کے ادراک اور اس تک رسائی کے لیے جس واردات روحانی کو واحد ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا تھا مگر اس کی عملی صورت اور حصول کے طریقے بیان نہ کر سکے تھے، ”نور عرفان“ نے اس وقوف سری کی عملی صورتیں اور طریقے بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کا مکملہ قرار پاتی ہے۔

نور عرفان میں، مصنف نے جس طرح اسلامی تصوف کی روحانی دنیا کا دیگر روحی علوم سے تقابل کر کے ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے اور روحی علوم مثلاً ہنڈم، مسمریزم اور یوگا وغیرہ اور اسلامی روحانی علوم میں حد فاصل قائم کی ہے، وہ

تصوف کی تاریخ میں بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے۔ محمود علی انجم نے بجا طور پر حقیقتِ مطلقہ تک رسائی پالینے والی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا ہے اور راہِ سلوک ہی کو اس کامیاب زندگی کا راستہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے قاری کو اس نورانی راستے کے پیچ و خم سے بھی آگاہ کرتے چلے گئے ہیں۔ چونکہ وہ خود عملی طور پر اس راہ کے اسرار و رموز سے واقف ہے اور عرصہ دراز سے اس نورانی وادی میں سرگراں ہے، لہذا اس نے بڑے اعتماد اور یقین سے روحانی دنیا کے افکار پر روشنی ڈالی ہے، اس دنیا کے رازوں سے پردے اٹھائے ہیں اور تصوف کی مابعد الطبیعیات کے اصول و ضوابط سے ہمیں بخوبی آگاہ کیا ہے۔ مابعد الطبیعیات کا تو نام سنتے ہی بڑے بڑے جگادری محققین اور علماء کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں مگر محمود علی انجم نے جس طرح اس علم کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کی ہے وہ اگر ایک طرف اردو کی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے تو دوسری طرف تصوف اور کتبِ تصوف کی تاریخ میں یہ کارنامہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

محمود علی انجم نے، تصوف پر لکھی جانے والی عمومی اور روایتی کتب سے ہٹ کر اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے۔ اس نے اپنے روحانی اور مابعد الطبیعیاتی مشاہدات و تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے بھٹوس مثالوں کے ذریعے مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات اور ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور انفرادی و ملی سطح پر ان اعمال و اشغال کی ضرورت و اہمیت پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔ یوں اس نے، دورِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلامی تصوف، نفسیات، مابعد النفسیات اور روحی علوم (ہیپناٹزم، ریکی، ٹیلی پتھی وغیرہ) سے زیادہ بہتر اور جامع بلکہ جامع ترین سائنسی علم ہے۔ میرے نزدیک یہ اس دور کا ایک بڑا واقعہ ہے۔ محمود علی کے سائنسی اندازِ فکر اور تجربے و مشاہدے پر مبنی استدلالی، ٹھوس اور دو ٹوک انداز نے تصوف کی حقیقت، اس کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ اب تصوف کے شاکی علماء کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور تصوف کو شریعت سے کوئی الگ شے سمجھنے کی ہٹ دھرمی چھوڑ کر، ٹھنڈے دل و دماغ سے تصوف کی طاقت کی بازیافت پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

غیروں کے بہکاوے میں آکر ہمارے بعض مکاتبِ فکر کے عاقبت نا اندیش علماء نے جس طرح روشن اسلامی تصوف کی بیخ کنی اور صوفیائے عظام کی کردار کشی کی ہے۔ اس کی دردناکی اور تلخی تو اپنی جگہ مگر امتِ مسلمہ کو اس طرزِ فکر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ اس کے نوجوانوں کا دامنِ روحانیت سے تہی ہو گیا۔ وہ صوفیا کے بے مثال اخلاق، پابندیِ شریعت، فقر و زہد، صدق و غنا، تقویٰ اور صفائیِ قلب و نظر سے دور ہو کر اسلام کی روحانی قوتوں سے بھی خالی ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس امت کے افراد زمانے کی امامت کرنے کے لیے پیدا ہوئے تھے وہ آج خود خواریوں ہیں۔ آج امتِ مسلمہ کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے نوجوان تو ویسے ہی مغربیت کا شکار ہو کر مادیت کے دھندلکوں میں کھو چکے ہیں اور جدیدیت، روشن خیالی اور سیکولر ازم کی رو میں بہتے ہوئے اسلامی روحانیت سے دور جا پڑے ہیں اور یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے مشہور اساتذہ مابعد الطبیعیات سے انکاری ہو کر نہ صرف خود مذہب سے دور جا پڑے ہیں بلکہ نوجوان نسل کو بھی مذہبی اعتقادات سے دور کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے روایتی دینی مدرسے ہیں تو وہ بھی پچھلے کئی سو سال سے ایک ہی ڈگر پر چلے جا رہے ہیں۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (۳۹)



اکثر مدرسوں میں تو تصوف و روحانیت کا نام لینا ہی ناقابلِ تلافی جرم تصور کیا جاتا ہے اور بے چارے طلباء کو تصوف اور صوفیاء سے ایسا ڈرایا اور بدکامیا جاتا ہے کہ وہ ان کا نام لینا ہی کفر و شرک گردانے لگتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ جو مدرسے تصوف کو ماننے والوں کے ہاتھوں میں ہیں وہاں بھی تصوف کا کوئی باقاعدہ نصاب موجود نہیں اور نہ ہی تصوف کی کوئی کتاب داخلِ نصاب ہے، وہی صدیوں پرانی درسِ نظامی کی کتابیں چلی آرہی ہیں اور بس۔ لہذا تصوف کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت جاننے والے علماء کے مدرسوں کے طلباء بھی تصوف کی اصل روح سے نابلد اور اس کی روحانی قوتوں سے نا آشنا ہیں۔ ان مدرسوں میں بھی مطالعہ تصوف کی کوئی صورت ہی نہیں تو عملی تصوف کی تربیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان ہر دو قسم کے مدرسوں سے، پچھلی کئی صدیوں سے کوئی جنید، کوئی بایزید، کوئی غزالی، کوئی حارث محاسبی، کوئی مجدد الف ثانی، کوئی معین الدین چشتی اور کوئی علی ہجویری پیدا نہیں ہوا جو کہ اپنے میٹھے بول سے کفار کے دل نور سے روشن کر دے اور امتِ مسلمہ کے بھٹکے ہوئے آہوؤں کو بھی پھر سوئے حرم لے چلے۔ محمود علی انجم کی اس کتاب کا لب لباب بھی یہی ہے اور مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب جہاں تصوف کے بارے میں، اپنوں اور غیروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرے گی۔ وہاں طالبانِ مولیٰ کو حقیقی و عملی اسلامی تصوف کا رمز آشنا اور اداس شاس بھی بنائے گی۔ آج اصل اسلامی تصوف کو پہچاننا اور عملی طور پر اختیار کرنا اشد ضروری ہے۔ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی دور کرنے کا یہی واحد راستہ ہے اور محمود علی انجم کی ”نور عرفان“ اس جانب پہلا قدم اور تجدید و احیائے تصوف کی جانب ایک اہم، منفرد اور شاندار پیش رفت ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات)

صدر شعبہ اردو

نوجی فاؤنڈیشن کالج فار بوائز، نیولالہ زار، راولپنڈی

# ابواب بندی

## نور عرفان (جلد-1)

نمبر شمار	عنوانات	صفحات نمبرز
01۔	کامیاب زندگی کا تصور	055 تا 061
02۔	روحانیت و روحیت	062 تا 087
03۔	روحی علوم (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)	088 تا 146
04۔	راہ سلوک	147 تا 223
05۔	روحانی دنیا (افکار، اصول و ضوابط)	224 تا 292
	روحانی دنیا (مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات)	293 تا 377

## نور عرفان (جلد-2)

نمبر شمار	عنوانات	صفحات نمبرز
06۔	فضائل ذکر و فکر (ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت)	378 تا 424
07۔	فضائل درود شریف	425 تا 485
08۔	فضائل اخلاق اور فضائل اعمال و صدقات	486 تا 503
09۔	روحانی شخصیات	504 تا 573
10۔	عصر حاضر میں علم تصوف اور صوفیانہ ادب (حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)	574 تا 594
11۔	مآخذ و مراجع (جلد اول و جلد دوم)	595 تا 622

## نور عرفان (جلد 1)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	حمد و نعت	003
	ابتدائیہ	004
	معروضات	005
	زندہ رہنے کا گر	012
	غرض و غایت تالیف	013
	اظہار تشکر	014
	انتساب	015
	حرف چند از پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان	016
	مقدمہ از پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال	017
	ابواب بندی	039
	فہرست مضامین	040
	کامیاب زندگی کا تصور	055
	تخلیق آدم کا مقصد	055
	تخلیق ارواح اور عہد اول	055
	عظمت انسانی	056
	تخلیق آدم	056
	علم الاسما	057
	مقصد حیات	058
	مقصد حیات حاصل کرنے کا طریقہ	059
	حاصل کلام	059
نمبر شمار	روحانیت و روحیت	062
	مراقبہ	062

063	مراقبہ کے فوائد	
066	مراقبہ اور جدید سائنسی تحقیقات	
067	”من کی دنیا“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ	
069	روحانیت و روحیت میں فرق	
070	اسلامی تصوف و سنی تصوف میں فرق	
071	رئیس امر و ہوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ	
075	کامل نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (PSCT Course)	
076	روحی علوم کی خرابیاں	
078	علم تصوف کی تعلیم کے عصری تقاضے	
078	فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	
081	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	
081	سلطان العارفین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات	
082	اہل حق کے نزدیک روحیت و روحی مظاہر کی حقیقت	
082	تزکیہ نفس کا مفہوم	
082	فلاح تقویٰ اور فلاح احسان میں فرق	
085	افکار و محسوسات اور جذبات کی لطافت و کثافت	
085	حاصل کلام	
088	روحی علوم (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)	نمبر شمار
088	قوت تحیل	
090	تلقین اور خود تلقینی	
097	شفاء بخش تلقین کا طریقہ کار	
101	خاص تلقینات	
104	تلقین کی انگریزی کا طریقہ کار	
107	خود تلقینی اور بچہ	
109	مراقبہ اور خود ترقیبی	
109	تنویم اور مراقبہ	
109	مراقبہ اور تلازمہ خیال	
110	مراقبہ اور مشابہت تصور	
111	روحانیت و روحیت	
111	تیسری آنکھ	
112	تحلیل نفسی و خودنوہی	
113	ارتکاز توجہ اور رابطہ شعور مطلق	

113	کردار سازی اور خلوت نشینی
115	کامیاب زندگی کا راز
119	روحانیت اور روحی علوم کے اغراض و مقاصد میں فرق
118	یکسوئی و توجہ کی ضرورت و اہمیت
120	مقصدِ حیات
120	علم تصوف کی ترویج کے عصری تقاضے
121	ارتکا و توجہ
122	منظم نفس
122	ارتکا و توجہ کی مشقیں
122	شمعِ بینی
122	سایہ بینی
123	بلور بینی
123	نکتہ بینی، دائرہ بینی یا التخییر
124	البصیر
125	التحلی
125	ماہ بینی (قمر بینی) و آفتاب بینی
126	سانس کی مشقیں
126	مشق نمبر 1: سانس کے چکر شمار کرنے کی مشق
127	مشق نمبر 2: متبادل طرزِ تنفس کی مشق
127	مشق نمبر 3: مشق تنفسِ نور
128	حبسِ دم
129	حبسِ دم کی مشق
129	روحی علوم کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
130	ہپناٹزم
131	ٹیلی پتھی
131	ریکی
132	عملیات
133	روحانیت کا حقیقی مقصد
133	عامل کی بے بسی اور مجبوری
134	عملیات کے بارے میں استاد بشیر کے تاثرات
136	عملیات کے بارے میں عامل استاد عبدالقیوم کے تاثرات
140	استاد عبدالقیوم کی آخری خواہش



140	عالم بشیر احمد کی توبہ کی کہانی	
143	عالم بشیر احمد کی سید سعید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات اور کالے علم کے جنات و موکلات سے نجات	
144	رزق مقسوم	
145	جعلی عاملوں کے مکرو فریب کی چند مثالیں	
146	دھوکہ باز عاملوں کا علاج	
147	راہ سلوک	نمبر شمار
147	مقصدِ حیات کے مطابق راہِ عمل کا تعین	
147	نیت اور عمل کا باہمی تعلق	
148	توفیق الہی	
149	ضروری علم کی تحصیل	
152	اخلاص فی العمل کی قدر و قیمت	
152	حدیثِ احسان	
155	دائرہ علم تصوف	
156	علم تصوف کی فضیلت، ضرورت اور اہمیت	
158	نصاب تصوف	
159	عصر حاضر کے علوم	
161	عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نصاب تعلیم	
162	عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب تعلیم اور نصاب تصوف کا موازنہ	
163	پاکستان میں مروجہ اقسامِ نصاب	
164	نظریہ حیات، نظریہ کائنات اور نظریہ تعلیم کا باہمی تعلق	
166	اسلامی نظام تعلیم اور مغربی نظام تعلیم کا بنیادی فرق	
167	علم و عمل کا باہمی تعلق	
168	علم و عمل اور اخلاص کا باہمی تعلق	
169	صوفیانہ طرزِ عمل	
171	علم باللہ کی فضیلت	
171	معیارِ فضیلت	
172	عالم اسلام کے عروج و زوال کے اسباب	
174	فضیلتِ حکمت	
176	تصورِ خودی	
177	تصورِ حسن اور تصورِ حیات کا باہمی تعلق	
179	فنون لطیفہ کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت	
179	مقصدِ حیات کا انسانی علم و عمل، ہنر و فن اور اخلاق و کردار سے تعلق	

182	راہِ سلوک کی منازل، کیفیات اور مقامات
184	تصوف میں وصال کا مفہوم
188	تزکیہٴ نفس کے مراحل
188	توحیدِ افعالی، توحیدِ صفائی، توحیدِ ذاتی
191	اقسامِ نسبت
192	قربِ نوافل اور قربِ فرائض
193	نقشہٴ مراتب وجود (اول)
193	جمع بین القرینین
194	حیات و مماتِ مردِ مومن
196	قصیدہٴ غوثیہ
198	فنا و بقا کے مراحل
199	صوفیہ کے نزدیک دنیا کا مفہوم
201	وسیلہ کی ضرورت و اہمیت
201	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین
201	اطائفِ ستہ
202	مراتبِ سلوک اور تعینات و تنزلات
203	نقشہٴ مراتب وجود
203	تنزلات کا مفہوم واضح کرنے کے لیے پانی کی مثال
204	سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق تنزلاتِ ستہ کا مفہوم
206	نقشہٴ برائے وضاحت مراتبِ سلوک اور تعینات و تنزلات و ظہورات
208	انسانی زندگی کی غرض و غایت اور مقصدِ حقیقی
209	سروری قادری سلوکِ روحانی (فقرِ باہو)
209	معرفت اور دیدار کا راستہ
209	مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری
209	مجلسِ حق کی پہچان
210	مشاہدہٴ حق
210	باطنی نعمتوں کا حصول
210	تصورِ اسمِ ذات سے ذکر کا جاری ہونا
210	مراقبہٴ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
211	تصورِ اسمِ ذات سے کسبِ فیض کا طریقہ
211	باطنی اطائف
212	اطائف کی پہچان

212	بذریعہ الہام ذات باری تعالیٰ سے رابطہ	
212	اقسام الہام	
212	الہیاتی الہام	
212	نبوی، اولیائی اور شہیدی الہام؛ ملکی الہام، جناتی اور شیطانی الہام؛ دنیوی الہام، نفسانی الہام	
213	الہام از ارواح مقدسہ، قلبی الہام، رسولی الہام	
213	کلام کی پہچان	
213	انبیاء و اولیاء سے روحانی ملاقات کا طریقہ	
213	حاضرات کی اقسام	
214	باطنی علوم کا حصول	
214	باطنی تجربات سے نجات پانے کا طریقہ	
215	راہ باطن	
215	باطنی جئے	
215	سروری قادری سلوک روحانی کے مقامات و احوال	
217	شرح موت و حقیقت مَوْتُوَا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوَا	
218	مراتب فقر بلحاظ مقام ناسوت	
218	مرتبہ قرب و حدانی	
219	مرتبہ فقر خاص الخالص	
220	فقر خاص الخالص لایحتاج کے مراتب	
220	فقیر صاحب عیان	
220	فقر مکب و فقر محب	
220	مراتب غنائت	
221	مقام و مرتبہ فقیر	
221	طالب صادق کے لیے ضابطہ عمل	
222	بلحاظ فیض رسانی مرشد کی اقسام	
222	فقر خاص الخالص کے مقامات	
223	عارفوں کے احوال	
224	روحانی دنیا (انکار، اصول و ضوابط)	نمبر شمار
224	ایک اوباش انسان کے ہدایت پانے کا ایمان افروز واقعہ	
227	علم نفسیات و علم تصوف کا موازنہ	
228	نفسیاتی و جنسی مسئلہ کا حل	
229	ڈپریشن کا علاج	
231	عصر حاضر کی پیری مریدی	

231	مرشدِ کامل کی پہچان
232	میزانِ حق و باطل
232	روحانی مشاہدات و روحانی واردات کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ
233	روحانی سائنس (تصوف) کا مشاہداتی و تجرباتی جائزہ لینے کا طریقہ کار
237	حضرت عزیز علیہ السلام کی مثال
239	غور و فکر اور تدبر و تفکر کے بارے میں حکمِ ربی
241	مادی دنیا اور عالم برزخ کے زمان کا فرق
243	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روحانی مشاہدہ و تجربہ
244	روحانی تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت
245	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ
248	متعلم کے آداب
250	دنیوی و فنی امور میں تجرباتی علم کی ضرورت و اہمیت
250	دعویٰ بغیر ثبوت کے ناقابل قبول ہے
250	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ
252	سیرِ آفاقی و سیرِ انفسی
255	خواب میں اولیاء اللہ کی زیارت (ذاتی مشاہدات)
257	دیوان الصالحین
258	روحانی تعلیم و تربیت کے ظاہری و باطنی رابطے
258	مسجد نبوی میں منعقدہ ابدالوں کی محفل میں حاضری
259	ابدالوں کی محفل میں کلامِ اقبال کا پڑھا جانا
262	اقبالیات کی تعلیم کا روحانی تعلیم سے تعلق
263	خواب میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت
263	علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا میڈیا والوں سے ناراض ہونا
264	مراقبہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ
265	اعلیٰ تعلیم کے دوران پیش آنے والے سبق آموز واقعات
266	محمد علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا حیرت انگیز واقعہ
267	روحانی دنیا میں حکومت و نیابت کے اصول
268	خلافت و جانشینی کے اصول
268	بندہ عاجز کو ظاہری و باطنی طور پر خلافت عطا ہونا
269	بندہ عاجز سے اس کی جائے عبادت کے روحانی رابطہ کا حیرت انگیز واقعہ
269	پاکستان میں حکومت کی تبدیلی سے متعلق بندہ عاجز کے روحانی مشاہدات
275	مذہبِ ابراہیم

275	مبشرات نبی کریم ﷺ
277	مرشد من، قبلہ فقیر عبدالحمد سروری قادری کے روحانی مشاہدات
278	مرشد من، قبلہ فقیر عبدالحمد سروری قادری کی باطن میں روحانی متصرفین سے ملاقات
279	حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی تصرف کے ضمن میں ایمان افروز واقعہ
279	حق اور اہل حق کی محبت کی فضیلت
282	قرآن حکیم کے معجزہ پر مبنی ایمان افروز روحانی مشاہدہ و تجربہ
287	اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے
287	بندہ عاجز کا روحانی سفر
288	روحانی سائنس کی تعلیم کی ضرورت و اہمیت
289	قلہ اقبال کی رو سے قرآن حکیم سے روحانی نسبت قائم کرنے کا طریقہ کار
291	حاصل کلام
293	روحانی دنیا (مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات)
293	خیال کی قوت اور اہمیت
293	علم نفسیات کا منفی کردار
295	علم تصوف کی رو سے شخصیت سازی
296	تصوف کا پریکٹیکل ناچ
299	علامہ اقبال کے لڑکپن کا ایک اہم واقعہ
300	انسان کے قلب روحانی کی مختلف کیفیات
302	ذکرِ خفی (ذکرِ قلبی) کا طریقہ کار
303	مراقبہ
303	اطائف
303	پاسِ انفاس
303	کیفیاتِ روحانی
303	غنود
303	ادراک
304	ورود
304	کشف
304	کشف غیر ارادی
304	کشف ارادی
305	روحانی مشاہدات و کیفیات کی چند مثالیں
305	شہود
306	سیر یا معائنہ



306	فتح
306	روحانی مشاہدات و کیفیات کی چند مثالیں
306	صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہود کا واقعہ
307	حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے شہود کے واقعات
307	مرشد من، قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری مدظلہ العالی کے شہود کا واقعہ
307	حامد علی انجم کا کشف روحانی
308	بندہ عاجز کے سٹوڈنٹ عثمان کا معراج روحانی بحالت نماز
308	بوقت مرگ روحانی خوشبو اور بدبو کا ادراک
309	شیخ ایوب کارو حانی و علی تجربہ
309	وحی کی ذیلی طریزیں
312	مراقبہ اسم ذات (مشق تصویر اسم اللہ)
317	مراقبہ احدیت، مراقبہ معیت، مراقبہ مشاہدہ حق، مراقبہ قرابت، مراقبہ محبت، مراقبہ اسم الظاہ و اسم الباطن، مراقبہ عبودیت
318	مراقبہ فنا و بقا، مراقبہ سیر کعب، مراقبہ روضہ اطہر، مراقبہ مسجد نبوی، مراقبہ نور
319	مراقبہ صوتِ سرمدی یا ہاتھ غیبی، مراقبہ مشاہدہ حق
321	سیر آفاقی، سیر انفسی، تصویر شیخ
322	مراقبہ تصویر شیخ، مراقبہ دعوتِ قبور
323	مراقبہ اور شفا
331	مراقبہ اسم ذات برائے شفا
332	مسز ظفر کے مشاہدات روحانی
332	معراج روحانی، خوشبو آنا، اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن نظر آنا، غیبی مدد ہونا
333	روحانی توجہ سے فوری شفا کا حصول، خواب میں اسمائے باری تعالیٰ کا مشاہدہ
334	مسز محمد یار کا روحانی مشاہدہ، حالت مراقبہ میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن نظر آنا، بیٹے کی نعمت کا حاصل ہونا
334	ایک طالبہ کے روحانی مشاہدات (باطنی نگاہ کی بیداری، مشاہدہ باطنی اور قلب کا جاری ہونا)
335	روحانی کشاکش کا حصول، عالم ارواح کی سیر، جنت کی سیر اور حوروں سے ملاقات
336	دوران مراقبہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات
336	عبدالرحمن قادری کے روحانی مشاہدات
337	داتا دربار حاضری اور روحانی پرواز، قید سے رہائی، مرتبہ احسان
338	ثناؤف قادری کے روحانی مشاہدات
338	بحالت مراقبہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری، دربار اقدس پیران پیر دستگیر پر حاضری
338	حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت، سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت
338	مشاہدہ اسم ذات
339	کلمہ طیبہ اور گنبد خضریٰ کی زیارت

339	مسز شکیلہ قادری کے روحانی مشاہدات
339	روحانی سداوت تبرکات کا حصول، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت
339	امہات المؤمنین کی زیارت، ایک روحانی معالج سے ملاقات
340	ایک پرندے سے گفتگو، نزول رحمت اور مرشد کی زیارت
340	خلیفہ محمد نعیم عرف پپو کے روحانی مشاہدات
342	ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی
342	مردہ بچے کی نشوونما اور زندہ پیدائش کا واقعہ (شمرین کی کہانی)
342	مرزا طارق طفیل کے جگر کے کینسر کا علاج
345	ذکر و توجہ کی بدولت بندہ عاجز کے والد محترم کا قلب جاری ہونا اور ہوش میں آنا
345	مسز فیض کا فوری روحانی علاج سے شفا پانا اور توجہ سے باطن روشن ہونا
346	دماغی و نفسیاتی امراض کا مراقبہ سے علاج
346	مسز خالد کے معدے کے کینسر کا علاج
346	ڈاکٹر شفیق احمد (ایم بی بی ایس) کا سورہ فاتحہ سے شفا پانا
346	چھاتی کی رسولی کا قوت نگاہ سے علاج
347	ایک نابینا کا روحانی توجہ کی بدولت کشف کا حصول
348	ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی
348	روحانی توجہ سے فوری آرام حاصل کرنے کا واقعہ
349	حالتِ بیداری میں کراماتِ کاتبین کی زیارت
349	نماز جمعہ ادا کرنے والے افراد کا ریکارڈ تیار کرنے والے فرشتوں کی زیارت
349	فرشتوں کے دعا دینے سے متعلقہ مشاہدہ
350	درویش شریف پڑھنے کے دوران محفل ملائکہ کا مشاہدہ
351	بذریعہ کشف و مشاہدہ اور الہام، روحانی تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے واقعات
352	زیارتِ نبوی ﷺ
352	بحالتِ بیداری ایک سٹوڈنٹ کا روحانی مشاہدہ
353	بحالتِ مراقبہ دربارِ نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل ہونا
353	لوگوں کے مسائل کے حل کے سلسلہ میں روحانی رہنمائی حاصل ہونا
353	سورہ یسین اور سورہ ملک کے وظیفہ سے تمام مسائل کا حل
354	صبر و توکل کی منزل اور روحانی مدد و رہنمائی
357	ذاتی گھر کی تعمیر کے سلسلہ میں غیبی مدد
358	آیاتِ مقدسہ کے ذریعے روحانی رہنمائی کا حصول
359	نماز برائے قضاے حاجات سے فوری مدد کا حصول
360	حاضرین مجلس کی تعداد کے عین مطابق لکڑی شریف کی فراہمی کے واقعات

362	نفس و شیطان اور انسانوں کے مکرو فریب سے تحفظ کے حصول کے سلسلہ میں واقعات
366	عالم ارواح اور اس سے متعلقہ ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی
368	عالم حسی (مادی دنیا، عالم اجسام) اور عالم مثال
374	علم قیافہ کے بارے میں علما و فقہاء کی آرا
376	علم قیافہ، پراسرار علوم اور مشاہداتی و تجرباتی علوم کے بارے میں مصنف کی رائے

## نور عرفان (جلد 2)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
378	فضائل ذکر و فکر (ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت)	
378	ذکر و فکر، ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت، کتاب و سنت سے دلائل	
380	ذکر کی فضیلت میں احادیث مبارکہ	
384	ذکر سری و ذکر جہری، ذکر سری و ذکر جہری کے بارے میں ارشادات باری تعالیٰ	
384	ذکر سری و ذکر جہری کے بارے میں مزید احادیث و آثار	
385	ذکر مقید، ذکر مقید کے بارے میں احادیث	
386	ذکر مطلق، ذکر مطلق کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ، ترک ذکر پر تنبیہ	
386	ترک ذکر پر تنبیہ	
387	ترک ذکر پر تنبیہ کے بارے میں احادیث رسول ﷺ	
387	ذکر کے آداب	
388	انفرادی ذکر کے آداب، اجتماعی ذکر بالجہر کے آداب، قبل از ذکر ظاہری آداب، قبل از ذکر باطنی آداب	
389	دوران ذکر ظاہری آداب، دوران ذکر باطنی آداب، بعد از ذکر ظاہری آداب، بعد از ذکر باطنی آداب، ذکر کے فوائد	
397	غور و فکر اور تدبر و تفکر کی اہمیت	
399	منظم غور و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت	
400	مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ	
400	روحانی دنیا میں کارفرما اصول و قوانین	
401	روحانی مشاہدہ و تجربہ	
402	اسماء الحسنی	
403	جدول اسماء الحسنی	
408	جدول اسماء الحسنی بمطابق عددی قیمت	
410	اسمائے جمالی، اسمائے جلالی، اسمائے مشترک	

411	اسم اعظم	
412	اسم اعظم کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ	
415	اسم اعظم کے بارے میں اکابرین امت کی آراء	
415	اسم اعظم اور اسم ذات	
417	حاصل کلام	
417	دعائے اسم اعظم	
417	دعائے متضمن باسم اعظم	
418	روحانی کلیہ برائے استخراج اسم اعظم	
420	پکسلز (تصویر)	
422	حروف ابجد کے جدول سے استخراج اسم اعظم	
425	فضائل درود شریف	
425	درود شریف پڑھنے کا شرعی حکم	
426	لفظ آل کا مفہوم	
426	درود شریف کے احکام و مسائل	
426	درود شریف پڑھنے کے مقاصد	
426	احسان بالائے احسان	
426	رضائے مصطفیٰ ﷺ کا حصول	
426	کون سا درود شریف پڑھا جائے	
427	کثرت درود و سلام کے فضائل اور تعداد کا تعین	
428	درود شریف پڑھنے کے ممنوعہ اوقات و مقامات	
429	مقامات و مواضع درود و سلام	
429	درود شریف پڑھنے کے آداب	
430	درود و سلام بصیغہ ندا	
431	وسعت علم مصطفویٰ ﷺ	
431	درود شریف پڑھنے کے مسائل شرعی	
433	درود شریف کے فضائل و فوائد	
438	دیگر انبیاء و رسل اور آل پاک پر درود و سلام بھیجنا	
440	نبی اور رسول میں فرق	
441	علم جفر کی رو سے ایک ایمان افروز نکتہ	
441	مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر آتے وقت درود پڑھنا	
442	اجمالی جائزہ	
443	مسجد سے نکلنے وقت کے آداب	

444	گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھنا	
444	وضو کے بعد درود شریف	
444	اجمالی جائزہ	
446	دعا کے وقت درود شریف پڑھنا	
447	اجمالی جائزہ	
448	نماز میں اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنا	
453	اجمالی جائزہ	
454	وسیلہ کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت	
455	مقام محمود کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	
456	اذان کے وقت اور بعد کے اذکار اور دعاؤں کا بیان	
458	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شفاعت	
461	روزِ حشر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتی کی شفاعت فرمانا	
462	مجلس درود شریف کے فضائل	
464	اجمالی جائزہ	
467	جان سے بھی پیارا ہے محبوب ہمارا	
467	حضرت سیدنا فاروق کا درود شریف پڑھنے کا طریقہ	
470	شانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بزبان حضرت علی رضی اللہ عنہ	
471	شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا درود شریف	
472	ذکر الہی کی فضیلت	
476	اولیاء کرام اور ذکر الہی	
478	جو درود نہ پڑھے بد بخت اور بخیل ہے	
482	اجمالی جائزہ	
483	بخیل کی وضاحت	
483	ناک کے خاک آلودہ ہونے کی وضاحت	
483	سب سے بہتر انسان	
485	درود شریف کی برکت سے بھولی ہوئی بات کا یاد آنا	
485	اجمالی جائزہ	
486	فضائل اخلاق اور فضائل اعمال و صدقات	
486	اسلام کا تصور اخلاق	
486	اخلاق کی اقسام	
486	اخلاق طبعی، اخلاق کسبی، اخلاق حسنہ و اخلاق سیئہ	
486	تقسیم فضائل :- فضائل شخصیت، فضائل اجتماعیہ، فضائل دینیہ	



487	اخلاق کی اہمیت
487	اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ارشاداتِ باری تعالیٰ
488	اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ارشاداتِ نبوی ﷺ
490	اخلاقِ حسنہ کے بارے میں اقوالِ اولیا
490	عناصرِ اخلاق (ایمان، رضائے الہی، حسن نیت)
491	اخلاق کی اصل (حکمت، شجاعت، عفت، عدل)
491	پیدائش فضائل و ردائیل
492	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ
492	فضائل کی وسعت
492	اسلام میں فضائلِ اخلاق
493	دو بیبیوں والا واقعہ
493	اخلاقِ نبوی ﷺ اور شاعتِ اسلام
494	فضائلِ صدقات
499	فضائلِ استغفار
503	ادعیہ مغفرت
504	روحانی شخصیات
504	سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ
515	سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی
526	حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
532	نمونہ کلام از مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن (منظوم اردو ترجمہ و تفسیر پارہ اول تا سوم)
536	نعتِ رسول مقبول ﷺ
537	منقبت حضرت علیؑ
538	غزلیات
540	حضرت میاں محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
548	فقیر اہل سنت، گوہر عبدالغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ
551	نمونہ کلام
551	نعت شریف (استغاثہ)
551	مناجات
552	تایاجی فریاد رحمۃ اللہ علیہ
558	ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ
563	ماں جی دامت برکاتہم العالیہ
569	اباجی حضور رحمۃ اللہ علیہ

574	عصر حاضر میں علم تصوف اور صوفیانہ ادب (حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)
574	علم العقائد، علم الاحکام، علم الاخلاص
575	کتب تصوف میں تحریف و تدسیس
575	’ہشت بہشت‘ میں تحریف، اضافہ و الحاق
577	مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غلط عقائد
578	اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش
579	تاریخ اسلام میں ملاوٹ
579	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک کتاب
580	رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں الحاق
580	شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات مکیہ میں تحریف
581	دیوان شمس تبریز میں تحریف
581	علم تصوف کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے اور ضابطہ عمل
582	تحقیق کے تقاضے
584	روایت اور درایت کے اصول
585	بعض کتب تصوف میں موجود قبیح اغلاط
587	معیاری و مستند کتب تصوف
587	حکومتی سطح پر علم تصوف کی تعلیم و ترویج کے تقاضے
590	حاصل کلام
592	حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل تصوف کی تین اقسام
593	متصوفین کے لیے ضابطہ عمل
595	ماخذ و مراجع (جلد اول و جلد دوم)
595	ماخذ و مراجع

## کامیاب زندگی کا تصور

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: كَانَ اللَّهُ وَلَكُم يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ غَيْرُهُ  
اللہ تھا اور نہ تھی کوئی شے اُس کے غیر۔ (6)

حدیثِ قدسی میں آیا ہے: كُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرِفَ فَعَلَقْتُ الْخَلْقَ ۝

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لیے مخلوق کو پیدا کیا۔ (7)

مخفی خزانہ سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں۔ ”فَأَحْبَبْتُ“ سے مراد ہے میری محبت کا تقاضا ہوا،

میں نے محبت سے چاہا کہ مجھ کو پہچاننے والا ہو۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اے

مندرجہ بالا حدیثِ قدسی سے واضح ہے کہ تخلیق کائنات اور تخلیق آدم کا مقصد اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ  
استوار کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے اپنے محبوب حضور نبی کریم رُف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ پھر  
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام انبیاء و رسل کی روح، دیگر تمام ارواح فرشتے، لوح و قلم، عرش و فرش اور گرسی پیدا فرمائے۔

سب روحوں کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔  
الاعراف (172:7)

سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا، بلی (بے شک تو ہمارا رب ہے)۔  
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر ساری مخلوق نے عرض کیا، ”بلی“۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سماعت، بصارت اور ادراک کی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ مخلوق کے کان میں پہلی آواز اللہ تعالیٰ  
کی پڑی، مخلوق نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پہچانا اور جان لیا کہ میرا اللہ تعالیٰ اور خالق میرے سامنے ہے۔ میں مخلوق ہوں۔ اس  
ادراک پر مخلوق نے اپنے خالق اور رب کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس نے جس محبت کے ساتھ کائنات اور انسان کو  
پیدا فرمایا ہے، یہ کائنات اور انسان بھی اس پیارا اور محبت سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے۔

اے یہ حدیثِ پاک مخزن الاسرار کے ص 27 پر، ذات کا عرفان کے ص 67 پر اور رابطہ شیخ کے ص 366 پر کشف الخفاء، حدیث نمبر 2533،  
جلد 2، ص 344 کے حوالہ سے بھی درج ہے۔ تعلیم غوثیہ کے ص 316 پر یہ حدیثِ پاک آخر پر چند الفاظ کے اضافہ کے ساتھ اس طرح  
درج ہے: ”كُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرِفَ فَعَلَقْتُ الْخَلْقَ وَ تَعَرَّفْتُ إِلَيْهِمْ فِي عَرُفُونِي وَعَرَفْتُ  
بِهِمْ۔ میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ اور میں نے ان کو اپنا شناسا کیا۔ پس  
شناخت کیا مجھ کو مجھ سے اور میں بہ سبب اُن کے پہچانا گیا۔ حاشیہ میں درج ہے کہ اس حدیثِ قدسی کو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث  
دہلوی نے تکریم معراج النبوت میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری، بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ⑤

بے شک ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا فرمایا۔ التین [95:4]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ

اور بے شک ہم نے نسل آدم کو تمام کائنات پر بزرگی اور برتری بخشی۔ الاسراء [17:70]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ⑥ (الْمَائِيَّةُ)۔ الذاریات [51:56]

اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا سوائے اس کے وہ عبادت کریں۔ یعنی معرفت حاصل کریں۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي

پس جب میں (آدم علیہ السلام کا جسم) بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ الحجر [15:29]، ص [38:72]

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

اور تعلیم کیے آدم (علیہ السلام) کو اسماء سب کے سب۔ البقرة [2:31]

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ (8)

مندرجہ بالا آیات اور حدیث پاک سے واضح ہے کہ:

- 1۔ انسان احسن المخلوقین (بہترین پیدا فرمانے والے) کی بہترین مخلوق ہے۔ اسے بہترین تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔
- 2۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ یعنی اُسے اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے۔ جب آدم علیہ السلام میں روح قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔ اس ضمن میں حضرت شاہ سید محمد ذوقی فرماتے ہیں:

”روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات اور صفات کا پرتو آدم علیہ السلام پر ڈالا..... چنانچہ جملہ اسماء و صفات الہی

خلقت انسانی میں ظاہر ہوئے اور وجود انسانی نے جمیع مراتب علوی و سفلی کو گھیر لیا۔“ (9)

مزید لکھتے ہیں:

”جس قدر صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اُسی قدر صفات انسان میں ہیں بہ استثنائے وجوب ذاتی اللہ تعالیٰ حی اور سمیع و بصیر ہے۔

انسان حی اور سمیع و بصیر ہے۔ فرق یہ ہے کہ انسان اپنی حیات اور اپنے سمیع و بصیر میں اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کسی کا

محتاج نہیں۔“ (10)

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، قدیم اور لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صفات عطا فرمائی ہیں وہ عطائی،

حادث اور محدود ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء و صفات کا آدم علیہ

السلام پر پرتو ڈالا اور انہوں نے اس پرتو کو قبول کر لیا۔ اس صلاحیت کی وجہ سے انہیں فرشتوں پر فضیلت حاصل

ہوئی اور وہ مسجود ملائک بنے۔

مندرجہ بالا گزارشات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔ اسے روحانی صلاحیت و استعداد عطا فرمائی۔ اس صلاحیت و استعداد روحانی و علمی کی بدولت وہ ذات باری تعالیٰ سے محبت و معرفت کا رشتہ قائم کرنے کے قابل ہو گیا۔ یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ سب ڈر گئے اور انہوں نے یہ بار امانت اٹھانے سے انکار کر دیا۔ انسان نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا اور یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٣٣﴾ الاحزاب [33:72]

بے شک ہم نے (اطاعت کی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا (ادائیگی) امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر و نادان ہے ۵

’ظلمت‘ ضد ہے نور کی۔ ’جہل‘ ضد ہے علم کی۔ ظلمت اور جہل تاریکی ہے اور علم نور ہے۔ اس ظلمت و جہل نے زنگار کا کام دیا جبکہ نور روح اور نور علم نے آئینہ کے صاف اور شفاف پہلو کا کردار ادا کیا۔

اس امانت کو فرشتے اس لیے قبول نہ کر سکے وہ سر اپا نور تھے۔ وہ شفاف آئینوں کی مانند تھے۔ عکس قبول کرنے کے لیے ان کے اندر تاریک پہلو نہ تھا۔ زمین اور پہاڑ کثیف دیوار کی طرح سر اپا ظلمت تھے۔ ان کے اندر نورانی پہلو نہ تھا۔ اس لیے وہ بھی اس امانت کو قبول نہ کر سکے۔ انسان کے اندر وَفَقْتُ فَيُؤْمِنُ رُوحِی کے حکم کے مطابق مادی جسم کی ظلمت (تاریکی) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی روح کا نور بھی موجود تھا۔ وہ مثل آئینہ زنگاری ایک طرف سے روشن اور دوسری طرف سے تاریک تھا۔ وہ علم کی روشنی اور جہل کی تاریکی رکھتا تھا۔ وہ وجود کا نور بھی رکھتا تھا اور عدم کی ظلمت بھی۔ وہ لطافتِ ملکوتی بھی رکھتا تھا اور کثافتِ حیوانی بھی۔ اس نے آئینہ بن کر فوراً اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا عکس قبول کر لیا۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا جب روح و جسم کی آمیزش سے آئینہ تیار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے اسماء و صفات اور حسن و جمال کا مشاہدہ کیا تو اسے اپنا محبوب بنا لیا، خلافتِ ارضی عطا کی اور موجودِ ملائکہ بنایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ قَالُوا سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٣٥﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٣٦﴾ البقرة [2:31-33]

اور اللہ نے آدم (ﷺ) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو ۵ فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے ۵ اللہ نے فرمایا: اے

آدم! (اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، پس جب آدم (ﷺ) نے انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو (اللہ نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ۝

علم الاسماء (اشیاء کے ناموں کا علم) کے بارے میں مفسرین کی رائے ہے کہ:

- 1۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کائنات کی وہ تمام اشیاء جو ماضی سے مستقبل تک وجود میں آنے والی تھیں اُن سب کے نام اور ان کی حقیقت کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا۔
- 2۔ اس وقت جس قدر اشیاء بھی عالم کائنات میں موجود تھیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کا مظاہرہ کیا گیا تھا ان سب کا علم عطا کیا گیا۔

مذکورہ بالا دونوں مفہیم درست ہیں۔ علم الاسماء کا اطلاق اس وقت موجود تمام اشیاء اور ماضی و مستقبل کی تمام اشیاء پر ہو سکتا ہے۔ اس میں اشیاء کے نام، ان کی بنیاد و نہاد اور اصول و اساس کا علم بھی شامل ہے۔ تاہم، حیرت کی بات ہے کہ مفسرین اس ضمن میں کھل کر بات نہیں کرتے کہ اس سے مراد علم معرفت و عرفان ہے۔ مخلوق کو جب علم و عقل اور شعور عطا ہوئے تو اُس نے سب سے پہلے اپنے خالق، مالک اور رب کو پہچانا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے عرض کیا: جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ ربوبیت کا اقرار اس بات کا ثبوت ہے کہ مخلوق نے اپنے خالق کو رب کے اسم سے جانا اور پہچانا۔ اس سوال میں محبت کا اظہار تھا۔ یہ سوال اپنی پہچان کرانے کے لیے کیا گیا تھا۔ پہچانے کرانے والا عظیم و برتر رب اور خالق تھا۔ پہچان کے لیے علم، عقل اور شعور کی ضرورت ہے۔ رب تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی پہچان کے لیے اسے ناموں کا علم (علم الاسماء) عطا فرمایا۔ اسے بتایا کہ میں رب ہوں، خالق ہوں، مالک ہوں، تمہارا اللہ ہوں۔

’اللہ اسم ذات ہے۔ رب، خالق، مالک صفاتی اسماء ہیں۔ اسم اللہ کو اسم ذات یا اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔ سر دلبرائ میں ہے کہ جس طرح اسم اللہ جملہ اسماء الہی کا جامع ہے۔ اسی طرح انسان جملہ صفات الہی کا جامع ہے۔ پس حقیقت انسانی مظہر ہے اسم اللہ کی۔ انسان کی طرح تمام کائنات میں بھی اسماء الہی ذاتی و صفاتی کا ظہور ہے۔ اس لحاظ سے عالم کو انسان کبیر اور انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں۔ انسان کی تفصیلی صورت عالم میں ہے اور عالم کی اجمالی صورت انسان ہے۔ جو کچھ عالم میں ہے سب اجمالی طور پر انسان میں ہے اور جو کچھ انسان میں ہے سب تفصیلی طور پر عالم میں ہے۔ (11)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت انسان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

’انسان کی باطنی حقیقت، اصلی فطرت اور حقیقی جبلت و شریعت ہی ذکر اسم اللہ ذات سے پڑی ہے جو کہ تمام اذکار کا اصل معنی ہے اور تمام اشیاء کے اسماء مع ان کے اذکار کے اسم اللہ ذات کے فروعات اور ظلال ہیں اور اسم اللہ ذات سب اشیاء کائنات کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت)

مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ۝ سورۃ الجاثیہ [45:13]

اسی آیت کی تفسیر کی بابت حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:



فِي كُلِّ شَيْءٍ اسْمُهُ اسْمَاءُ تَعَالَى وَاسْمُهُ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اسْمِهِ۔ یعنی ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسمیں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات سے ہے۔ (12)

ذات باری تعالیٰ کی معرفت کے لیے اپنے آپ کو پہچانا ضروری ہے۔ یعنی عرفانِ نفس، عرفانِ ذات (اپنی ذات کی پہچان) ضروری ہے۔ اسی طرح کائنات میں غور و فکر کی بھی ضرورت ہے۔ انسان اور کائنات میں اسمائے الہی ذاتی و صفاتی کا ظہور ہے۔ اس لیے معرفتِ حق کے لیے انسان کو علم الاسماء عطا ہوا۔ انسان کو ذکر و فکر کے لیے یہ علم عطا ہوا تاکہ وہ کامیاب زندگی گزار سکے اور مقصدِ حیات کی تکمیل کے بعد نیابتِ الہیہ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

- 1۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات اس لیے تخلیق کی ہے کہ کائنات میں باختیار اور مکلف مخلوق اپنے خالق کو پہچان کر، دیکھ کر، سمجھ کر اس کی ربوبیت کا اقرار کرے اور اس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرے۔
- 2۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے محبت کے ساتھ مخلوق کو تخلیق کیا اسی طرح مخلوق بھی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔
- 3۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب و رضا اور محبت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا ہے۔ علم الاسماء اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی پہچان کا علم ہے۔ ذات کی پہچان کے لیے اسم ذات (اللہ) اور صفات کی پہچان کے لیے صفاتی اسماء (رحمن، رحیم، جی، قیوم،.....) کی تعلیم دی گئی ہے۔ علم الاسماء نور (روشنی) کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے۔ اس کی صفات نور ہیں۔
- 4۔ انسان کو چاہیے کہ وہ تفکر اور تحقیق کو اپنا شعار بنائے۔ اپنے آپ پر غور و فکر کر کے عرفانِ نفس اور عرفانِ ذات باری تعالیٰ حاصل کرے۔ کائنات پر غور و فکر کر کے اسے تسخیر کرے۔ اس طرح عرفانِ ذات باری تعالیٰ حاصل کرے اور حقیقی طور پر خلافت و نیابتِ الہیہ کے منصب پر فائز ہو۔
- 5۔ حدیث پاک کی روشنی میں معرفت کے حصول کا آسان طریقہ ”مراقبہ اسم ذات“ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مومن مرتبہ احسان پر فائز ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا اس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے۔ تمام اذکار میں افضل، تمام ذکر وں کا خلاصہ اور جامع اذکار، ذکر اسم اللہ ذات ہے۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”..... اسم اللہ ذات کے نور سے تمام کائنات خصوصاً انسانی وجود کی بنیاد پڑی ہے۔ انسان کی باطنی فطرت اور سرشت میں اسم اللہ ذات کا نور بطور ودیعت اور امانت روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھ دیا ہے اور اسم اللہ ذات ہی وہ نوری رشتہ ہے جس سے انسان اپنے خالق کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی وسیلے اور ذریعے سے انسان کے اندر عالم غیب اور باطنی دنیا کی طرف نوری روزن اور باطنی راستہ کھل جاتا ہے۔ یہی اسم اللہ ذات تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف و اسرار اور جملہ ذاتی، صفاتی، افعالی و اسمائی انوار اور کُل عالم ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت اور سارے مقامات شریعت،

طریقت اور معرفت اور جمیع اذکار و لطائف نفسی، قلبی، روحی، سری، خفی، انفی و انا اور کل درجات اسلام، ایمان، ایتقان، عرفان، قرب، محبت، مشاہدہ اور وصال تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اور ان باطنی خزانوں کے کھولنے کی واحد کنجی ہے۔“ (14)

”شارع اسلام اور بزرگان دین نے ذکر اللہ اور اسم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، مشاہدے اور وصال کا واحد ذریعہ اور وسیلہ بتایا ہے۔ کیونکہ اسم عینِ مستی ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کے پاس موجود ہوتا ہوں۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے اَنَا بِقَبْلِ شَفَتَيْهِ إِذَا ذَكَرَنِي۔ یعنی جب کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں۔ سو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کے ہونٹوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان غیر محدود ذات کبھی نہیں آسکتی۔ ذکر کے ہونٹوں کے درمیان تو صرف اللہ تعالیٰ کا اسم ہی آسکتا ہے۔ سو یہاں اسم اور مستی کے اتصال اور اتحاد کی طرف اشارہ ہے کہ اسم اور مستی کے درمیان نہ صرف اتصال ہے بلکہ اسم مستی کی عین مثال اور عین العین ہے۔ اور یہی اصل باعثِ مبداء و معاد و ذریعہ پیدائش خلق و ابجا و کونین ہے۔“ (15)

اسم ذات، مالک حقیقی کے مکانِ غیب کا دروازہ ہے۔ یہ بابِ الاسم ہی مالکِ حقیقی تک پہنچنے کا آسان اور نزدیک ترین راستہ ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اسم ذات کا تصور پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات پر تفکر کرتے رہنا چاہیے۔ اگر خیالِ ادھر ادھر بھٹکے تو اسے دوبارہ اسم ذات کے تصور اور ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت اور صفات کے تفکر پر لا دینا چاہیے یعنی تصور اور تفکر کو تصرف میں لا کر استغراقِ تام حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقی طور پر مراقبہ اس طرح قائم ہوتا ہے یعنی مراقبہ = تصور + تفکر + تصرف۔ یہی اصل کام ہے۔ اس طرح مراقبہ کرنے سے باطن کھل جاتا ہے، باطنی آنکھ بیدار ہو جاتی ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ كُنَّا رَبَّكَ إِذَا أَنْسَيْتَ ”اپنے رب کو اس طرح یاد کر کہ اپنے آپ کو بھول جائے“۔ الکہف [18:24]

وَإِذْ كُنَّا اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝

اور اپنے رب کا ذکر اس طرح (محویت) سے کرو کہ سب سے کٹ کر اس کے ہو رہو۔ المزمل [73:8]

عزیزانِ من! ہمیں چاہیے کہ زندگی بھر، ہر لمحہ، ہر آن، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور کھاتے پیتے وقت، ہر حال میں اسوۂ حسنہ سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيًّا وَفَعُولًا ۚ وَعَلَىٰ جُودِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّلَٰوَاتِ وَالْأَمْوَٰصِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ [3:191]

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں) کا رفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں (میں) فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکاراٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کو تابیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۝

ہمیں اعتقادات، عبادات اور معاملات، غرضیکہ ہر لحاظ سے نہایت خلوص کے ساتھ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے عقائد درست ہونے چاہئیں۔ ہمیں عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کے انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود،

محبت و اخوت اور اتحاد و یگانگت کے حصول کے حقیقی مقاصد پیش نظر رکھنے چاہئیں اور ان کے حصول کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ باہمی معاملات میں بھی امانت، دیانت، شرافت، صداقت، صبر و تحمل اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑے، فسق و فجور، بے حیائی اور برائی سے بچنا چاہیے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پا کر، اخلاقِ حسنہ سے متصف ہو کر تزکیہ نفس حاصل ہو جائے گا اور اس طرح فلاح حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا ۝

سورۃ الاعلیٰ [87:14]

مرشدِ من، قبلہ فقیر عبدالمجید سوری قادری قدس سرہ العزیز اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”.....عبادت کا سب سے عظیم اور بڑا مقصد یہ ہے کہ روز الست سے بچھڑی ہوئی انسانی روح اور انسانی حقیقت دوبارہ اپنے معدن، مرکز، اصل اور روحِ کل سے واصل ہو جائے۔ جس پر خاکی جسم، مادی وجود اور غصری حیات کے تجابات کے علاوہ غفلت، معصیت، کبر، حرص و آرزو، لالچ، شہوت، غضب اور دیگر لغزشوں کے ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے صرف عبادت، ذکر و فکر، توجہ، تصور، تفکر، یکسوئی اور یاد الہی کے نور اور روشنی ہی کے ذریعے ہٹتے اور دور ہوتے ہیں۔ اور جب یہ تجابات ہٹ جاتے ہیں تو انسانی حقیقت اس حقیقتِ کبریٰ سے مل جاتی ہے اور اسی میں فناء اور بقاء حاصل کر لیتی ہے جو اس کا منتہا ہے مقصود ہے۔ عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں فنا ہو جانا (16)

جو انسان مقصدِ حیات سمجھ کر، راہِ ہدایت اختیار نہ کرے وہ ہرگز فلاح نہیں پاسکتا۔ ایسا انسان خسارے میں رہتا ہے۔ سورۃ العصر میں واضح طور پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ ۝ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۝ العصر [30:1-3]

زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوار ہا ہے) ۝ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے ۝ اہل ایمان اور اہل یقین کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرما دینا ہی کافی ہے۔ مگر موضوع کی ضرورت و اہمیت اور قدر و قیمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم فرمائی اور ساتھ ہی اِنَّ (بے شک) کہہ کر مزید یقین دہانی کرائی کہ انسان خسارے میں ہے۔ صرف وہ لوگ خسارے میں نہیں جو ایمان لے آئے، اپنے اعتقادات درست رکھے، خلوص کے ساتھ عبادات بجا لاتے رہے۔ تزکیہ نفس کرتے رہے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پانے اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی راہِ حق پر چلنے کی تاکید کرتے رہے اور اس راہ پر مدد کرتے رہے۔ راہِ حق پر پیش آنے والے آلام و مصائب اور مشکلات کا صبر و حوصلہ سے مقابلہ کرتے رہے اور دوسرے ساتھیوں کو بھی صبر کی تاکید کرتے رہے۔ ایسے انسان خسارے سے بچ گئے اور فوز و فلاح پا گئے۔

## روحانیت و روحیت

مراقبہ سے مراد کسی ایک تصور کو بنیادی نقطہ توجہ (نقطہ فکر) بنا کر باہم مشابہہ، یکساں اور ایک جیسے خیالات و تصورات کا تانا بانا بنانا ہے۔ مثلاً تصور اسم ذات (اللہ) اور تصور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصل توجہ اسم پر دی جاتی ہے جبکہ اس دوران صفات باری تعالیٰ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تفکر کیا جاتا ہے۔ دوران توجہ، اصل تصور کی طرف دھیان مرکوز کیا جاتا ہے اور تفکر بھی دائرہ تصور میں رہ کر کیا جاتا ہے۔

روحانیت و روحیت، دونوں کا تعلق روح سے ہے۔ روحانی و روحی صلاحیتیں روح سے جنم لیتی ہیں۔ ہر انسان میں فطرتی طور پر روحی اور روحانی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ عموماً یہ صلاحیتیں مضمر اور خوابیدہ ہوتی ہیں۔ کوئی بھی انسان ارتکاز توجہ کی مشق (مراقبہ) سے یہ صلاحیتیں بیدار کر سکتا ہے اور انہیں بہتر بنا سکتا ہے۔ ان مشقوں سے غیر مسلم میں روحی صلاحیتیں نمود پاتی ہیں جبکہ مسلمان میں روحی و روحانی دونوں طرح کی صلاحیتیں نمود پاتی ہیں۔ روحی صلاحیتیں، روحانی صلاحیتوں کے مقابلہ میں محدود ہیں۔ ان کا تعلق صرف لطیفہ نفس سے ہوتا ہے۔

مراقبہ کا موضوع کوئی اسم، شے یا تصور ہو سکتا ہے۔ تصوف میں اسم ذات، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کلمہ طیبہ، خانہ کعبہ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصور شیخ کے مراقبہ کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ روحی علوم میں گلاب کے پھول، پانی کی بوند، سورج، چاند، شمع وغیرہ پر توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تفکر و تصور اور مراقبہ کی کوئی شکل یا صورت ہو سب کا مقصد اور طریق کار یکساں ہوتے ہیں مگر فوائد کا دار و مدار مرکز تصور اور نکتہ توجہ پر ہے۔ سب سے زیادہ فوائد اسم ذات (اللہ) اور اسم نبی کریم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تصور سے ہوتے ہیں۔ حکم ربی کے مطابق افضل ترین مراقبہ تصور اسم ذات اور تصور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔

ایک مسلمان، عاشق صادق کو کیا غرض کہ وہ شمع بنی، آئینی بنی، قمر بنی، خورشید بنی، سایہ بنی اور اس طرح کی دیگر مشقوں اور مراقبات میں مشغول ہو اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوتے ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین، وہی طہ (17) اشیاء و مظاہر کی بات تو الگ رہی، ایک مسلمان تمام انبیاء و رسل کو دل و جان سے مانتا اور ان کا احترام کرتا ہے مگر اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔ مردِ مومن حقیقی مرکزیت کا قائل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے اس نکتہ کو خوب بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

نہ کلیم کا تصور، نہ خیالِ طورِ سینا میری آرزو محمدؐ، میری جستجو مدینہ (تخیلِ بدایونی)

سلسلہ سروری قادری میں اول تا آخر صرف اسم ذات اور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آنکھیں کھول کر اسم ذات اور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور آنکھیں بند کر کے بھی یہی تصور قائم کیا جاتا ہے۔

تصوف میں مراقبہ کا اصل مقصد نفسِ انسانی کا نفسِ کلی سے رابطہ و تعلق قائم کرنا ہے، تاہم اس کے اور بہت سے روحانی، جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی اثرات و نتائج مرتب ہوتے اور فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- 1۔ مراقبہ سے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رابطہ اور تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ رابطہ اور تعلق، قرب میں بدل جاتا ہے۔ رضائے الہی حاصل ہوتی ہے۔ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ قبر اور حشر کی منزلیں آسان ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ روحانی تعلیم و تربیت، روحانی مدد اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔
- 2۔ مراقبہ سے انسانی فکر کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولیاء اور انسان کی عظمت کے بارے میں احساسات بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔
- 3۔ صوفیہ عظام کے طریقہ کے مطابق مراقبہ کرنے سے عالمِ ماورائی سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مختلف روحانی دنیاؤں (عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ ارواح وغیرہ) کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ دنیا میں آنے کی منتظر اور دنیا سے جانے والی ارواح سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے جس سے حیات بعد الموت، عقیدہ آخرت اور آخری و دائمی و ابدی زندگی کے بارے میں عقائد مزید راسخ ہو جاتے ہیں۔ بفضلِ تعالیٰ انسان کو اسی دنیوی زندگی میں ہی آخری و فلاح و نجات کی بشارت بھی مل جاتی ہے۔

- 4۔ مراقبہ کی بدولت مختلف لطائف (لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ نفس، وغیرہ) کے اسرار منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان لطائف سے پیدا ہونے والے الہامات کی تفہیم حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح شیطانی و رحمانی الہام میں بھی فرق عیاں ہو جاتا ہے اور سالک کا الہاماتِ رحمانی کے ذریعے ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔
- 5۔ صوفیہ عظام کے طریقہ سے مراقبہ کرنے سے سالک نفس اور شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اسے ان کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کی صلاحیت بھی عطا ہو جاتی ہے۔

- 6۔ مراقبہ کی بدولت تصورات (تصور ذات باری تعالیٰ، تصورِ حُسن، تصورِ عظمت انسانی، وغیرہ) رفتہ رفتہ، منزل بہ منزل، زینہ بہ زینہ اور درجہ بہ درجہ لطیف سے لطیف تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔
- 7۔ تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ انسان کو غلط احساسات، خیالات اور جذبات سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ احساسات، خیالات اور جذبات کی ترفع ہوتی ہے۔ یہ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔
- 8۔ مراقبہ ذہنی و روحانی تربیت کا سب سے بڑا اور بہترین طریقہ ہے۔ یہ حقیقی سکون دل، سکون دماغ، سکون اعصاب اور سکون روح حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے دورانِ عبادت ذہنی و قلبی لذت، فرحت، آرام اور سکون حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح عبادت میں یوریت محسوس نہیں ہوتی۔
- 9۔ مراقبہ سے ذہنی یکسوئی اور توجہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذہنی یکسوئی اور توجہ سے کی گئی عبادت اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ہدایت سے مراد دماغ میں صحیح تجاویز کا اِلقا ہونا ہے۔ ان صحیح تجاویز پر عمل کا نتیجہ بھی لازماً اچھا ہوتا ہے۔
- 10۔ توجہ اور یکسوئی سے کی گئی عبادت کے جملہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ علم و عرفان کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت و قرب اور رضا و بخشش حاصل ہوتی ہے۔ رزق فراخ ہوتا ہے اور زندگی چین سے بسر ہوتی ہے۔ آلام و مصائب کے پیچھے کارفرما حکمتِ ایزدی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور انسان کو ان آلام و مصائب کا ہمت سے سامنا کرنے اور کامیابی سے ان سے سرخرو ہونے کی تعلیم ملتی ہے۔
- 11۔ بفضلِ تعالیٰ شخصیت میں کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں میں وزن پیدا ہو جاتا ہے۔ مقبولیت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ سب لوگ عزت و احترام سے پیش آتے ہیں۔
- 12۔ نیک انسان اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے۔ وہ حادثات، امراض اور دشمنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے نہ کسی چیز کا خوف رہتا ہے اور نہ ہی غم۔ وہ دنیا و آخرت میں حفظ و امان پا جاتا ہے۔
- 13۔ مراقبہ سے عقائدِ صالحہ میں مزید پختگی اور اعمالِ صالحہ میں مزید خلوص پیدا ہوتا ہے۔ رضائے الہی حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں قرب حقیقی عطا ہوتا ہے۔ دیدارِ الہی اور زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔
- 14۔ مراقبہ کی حالت میں ذہن پر جو کیفیت وارد ہوتی ہے وہ نشے، نیند، خود تنویدی (سیلف ہپنائز) اور خواب سے بالکل مختلف اور ان سے کہیں زیادہ سکون بخش، فرحت افزا اور صحت مند ہوتی ہے۔
- 15۔ ذوقِ جستجو اور ذوقِ تلاش حق کی تسکین ہوتی ہے۔
- 16۔ مراقبہ کی حالت میں نفسِ انسانی شعور برتر کی سطح پر کام شروع کر دیتا ہے اور ادراکِ ماورائے حواس کام کرنے لگتا ہے۔ اس طرح مراقبہ کے عالم میں نفسِ انسانی کی قوتیں اور عظمتیں نمودار ہوتی ہیں۔ جسم اور جسمانیت کا احساس غائب ہو جاتا ہے۔
- 17۔ نگاہ میں نورانیت اور مقناطیسیت پیدا ہو جاتی ہے۔
- 18۔ مراقبہ کی بدولت دوسروں سے ذہنی، قلبی اور روحانی رابطہ قائم کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔



19۔ کسی موجود شخص پر یا غیر حاضر شخص کے تصور پر توجہ مرکوز کر کے اسے متاثر کیا جاسکتا ہے۔ متاثر ہونے یا متاثر کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ جسمانی و ذہنی اور روحانی کیفیات کا تبادلہ ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح سلبِ امراض کی صلاحیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

20۔ انتقالِ جذبات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کسی کے دل میں اپنی محبت پیدا کر سکتے ہیں۔ صوفیہ اس صلاحیت کی بدولت لوگوں میں عشقِ الہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا کر کے انہیں راہِ ہدایت پر چلاتے ہیں۔ ان کی شخصیت اس قدر متاثر کن اور اثر انگیز ہو جاتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے بھی دوسروں میں یہ جذبات، کیفیات اور احساسات منتقل ہو جاتے ہیں۔

21۔ مراقبہ سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ احساسِ کمتری دور ہوتا ہے۔

22۔ قوتِ ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔

23۔ یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

24۔ توجہ اور یکسوئی میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

25۔ مراقبہ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں کا علاج ہے۔ اس سے خوف، مایوسی، اضطراب، اشتعال، بیزاری، کمتری کے احساس، تنہا روی، تنہا پسندی، جنسی انحرافات، خود غرضی، خود بینی، خود پسندی، تشدد، خود آزاری، مردم آزاری، جرائمِ پسندی، بغاوت، غلط تعصبات، غلط عادات اور تخریبی جذبات سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ مراقبہ سے ہر طرح کے جنسی و نفسیاتی اور اخلاقی و روحانی مسائل سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

26۔ مراقبہ سے شفا بخش روحانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے انسان اپنا علاج آپ کر سکتا ہے۔ بلکہ دوسروں کا بھی علاج کر سکتا ہے۔

27۔ مراقبہ سے جسمانی اعضا کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ اعضاءِ رئیسہ کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے۔ بصارت تیز ہو جاتی ہے۔ قوتِ سماعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یادداشت بہتر ہو جاتی ہے۔ دل کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ بلڈ کولیسٹرول کم ہو جاتا ہے۔ بلڈ پریشر نارمل ہو جاتا ہے۔ خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نظامِ انہضام بھی درست اور بہتر ہو جاتا ہے۔ بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

28۔ ڈپریشن اور جذباتی ہیجان ختم ہو جاتے ہیں۔ قوتِ فیصلہ بہتر ہو جاتی ہے۔ ڈر اور خوف دور ہو جاتے ہیں۔ عدم تحفظ کے احساس اور مستقبل کے اندیشوں سے نجات مل جاتی ہے۔ وسوسوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ بے خوابی سے نجات مل جاتی ہے اور گہری نیند آتی ہے۔ چڑچڑے پن میں کمی آ جاتی ہے۔ تخلیقی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

29۔ منفی خیالات ختم ہو جاتے ہیں۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ حسد، حرص، ہوس، تکبر وغیرہ سے نجات مل جاتی ہے۔

30۔ سحر و آسیب اور نظرِ بد کے اثرات سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

31۔ باطنی حواس بیدار ہو جاتے ہیں جس وجہ سے غیبی مخلوق اور ارواح سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

32۔ مراقبہ کی بدولت انسانی کے باطنی جُستے اور لطیف روحانی وجود فعال ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ مادی وجود کی مدد سے بھی لطیف وجود کی طرح جہاں چاہیں، جاسکتے ہیں۔

33۔ طے لسانی، طے زمانی اور طے مکانی کی صلاحیتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ انسان تھوڑے وقت میں زیادہ کلام پڑھ سکتا ہے۔ تھوڑے وقت میں وہ کام نبٹا سکتا ہے جسے کرنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح تھوڑی دیر میں طویل فاصلے طے کر سکتا ہے۔

34۔ مراقبہ سے انسان میں میڈیم شپ یعنی معمول بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

35۔ روشن ضمیری میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔

36۔ کشفِ قلوب (دل کا حال پڑھنا) کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

37۔ کشف القبور کی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے۔

38۔ ٹیلی پتھی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

39۔ مستقبل بینی کی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے۔

40۔ بے اختیار ہو کر کسی سے کوئی بات کہہ دیں تو وہ حرف بہ حرف پوری ہو جاتی ہے۔

41۔ ہمزاد، موکلات، جنات اور ارواح مسخر ہو جاتی ہیں۔

مراقبہ اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے حاصل ہونے والے مذکورہ بالا فوائد اولیائے عظام اور صوفیہ کرام کے صدیوں کے روحانی مشاہدات و تجربات سے ثابت شدہ ہیں۔ امریکہ، روس، انگلینڈ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کے مختلف تحقیقی اداروں کی سائنسی تحقیقات سے یہ بھی فوائد ثابت ہو چکے ہیں۔

1۔ کمیونسٹ ملکوں (روس وغیرہ) میں خارق العادات (سپر نارل) مظاہر کی سائنسی آلات کی مدد سے، مُسلم سائنسی اصولوں کے مطابق تحقیق سے جسم مثالی کے بارے میں حیرت انگیز معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہاں مختلف روحی علوم کی اہمیت، افادیت اور ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے اور جسمانی، روحانی، ذہنی، نفسیاتی اور جنسی امراض کے علاج کے لیے ارتکازِ توجہ کی مشقوں کی افادیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ (18)

2۔ لینن گراڈ کے ایک سرجن نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چینی طریق علاج آکوپنچر دراصل ایک روحانی طریقہ علاج ہی ہے۔ اس طریق علاج کے مطابق جسم کے مختلف حصوں پر سوسیاں چبھو کر قوتِ حیات کو بیدار کر دیا جاتا ہے۔ (19)

3۔ امریکہ کے بیشتر کالجوں میں امریکی نوجوان جس دم کی مشقیں کر کے مراقبہ میں ارتکازِ توجہ کا عمل سیکھ رہے ہیں۔ اس قسم کے مراقبہ میں کسی اعلیٰ ذات یا ہستی مطلق کا تصور باندھ لیا جاتا ہے۔ پھر مخصوص الفاظ کی تکرار کی جاتی ہے (اسے تصوف میں ذکرِ خفی یا ذکرِ جلی کہتے ہیں)۔ گہری اور محتاط چھان بین سے پتہ چلا ہے کہ مراقبہ سے منفی جذبات سے چھٹکارا پانے میں مدد ملتی ہے۔ نشہ اور اشیاء سے عارضی سکون حاصل ہوتا ہے جبکہ مراقبہ اور توجہ کی یکسوئی کے ذریعے سچا اور حقیقی سکون حاصل ہوتا ہے۔ (20)

4۔ امریکہ میں ماہرین نفسیات تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو لوگ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں میں مبتلا ہوں ان کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں بہترین مقوی (ٹانک)، مفرح اور صحت بخش نسخے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ (21)

5۔ 1882ء میں لندن میں مختلف سائنسی علوم کے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا مقصد روح اور اس کے متعلقات پر بحث کرنا اور ان کی تحقیق و تفتیش کرنا تھا۔ یہ کمیٹی تیس سال تک قائم رہی۔ اس مدت میں اس نے ہزاروں روحانی واقعات و حوادث کی تحقیق کی اور روح انسانی، اس کے قوی اور قوتِ ادراک کے متعلق بار بار تجربے کیے جو چالیس ضخیم اور موٹی جلدوں میں مدون و محفوظ ہیں۔ اس کمیٹی نے انسان کی روحی صلاحیتوں کا کھلے دل سے اقرار کیا اور ان صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے اور ان سے کام لینے کے لیے ارتکازِ توجہ اور مراقبہ کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ (22)

6۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق (پی ایچ ڈی) نے روحیت اور روحانیت کے موضوع پر کتاب ”من کی دنیا“ تحریر کی ہے۔ انہوں نے یہ کتاب خصوصاً جدت پسند، مغربیت زدہ، مادیت کے شکار، جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے روحی علوم میں اہل مغرب کی دلچسپی بیان کی ہے اور واضح کیا ہے کہ علمائے مغرب روحی علوم کی بدولت جن حقائق سے آگاہ ہوئے ہیں اور مزید جن حقائق کی تلاش میں ہیں، قرآن حکیم انہیں قریباً چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ صفحہ 12 پر وہ لکھتے ہیں:

”میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی، اور جو انگریز مصنفین سے مرعوب ہیں۔ میں نے ان لوگوں کی خاطر صرف مغربی حکماء کے انکشافات پیش کیے ہیں اور اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ البتہ قرآن حکیم کو بکثرت استعمال کیا ہے تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جن حقائق کی تلاش میں آج علمائے مغرب ٹھوکریں کھا رہے ہیں، قرآن انہیں چودہ سو برس پہلے بیان کر چکا ہے۔ (23)

اس کے بعد ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے روحی علوم میں مغربی حکماء، علماء، فلاسفرز اور سائنسدانوں کی دلچسپیوں، تصانیف اور دریافتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے افکار اور انکشافات کی قرآنی آیات سے تائید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل مغرب، مادی ترقی کی خرابیوں اور لادینیت سے تنگ آکر دائمی وابدی اور اخلاقی و روحانی سکون کی تلاش میں روحانیت کی طرف مائل ہیں۔ ابھی وہ روحی علوم میں تحقیق کر رہے ہیں۔ ان کی کوششوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ روحیت سے اسلامی روحانیت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہو کر، مسلمان ہو جائیں گے اور شاید روحانیت میں بھی دہریت، مادیت اور مغربیت کے شکار افراد کی رہنمائی کرنے لگیں، وہ لکھتے ہیں:

یورپ میں کاپرنیکس پہلا مفکر ہے، جس نے 1543ء میں انسان کو ایک روحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کپلر، گلیلیو، نیوٹن اور ڈارون نے بھی اس مسئلے پر کچھ نہ کچھ لکھا۔ انیسویں صدی میں اس موضوع کی طرف زیادہ توجہ ہونے لگی۔ چنانچہ 1874ء میں سر ولیم گزکس نے ایک کتاب (Research in the Phenomena of Spiritualism) کے نام سے شائع کی جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فرانس کے فزیاولوجسٹ Richet نے اپنی کتاب (Thirty Years of Physical Research) میں عالمِ روح و اثیر (Astral World) کے وجود کا

اعلان کیا۔ سرولیم بیرٹ نے (On the Threshold of the Unseen) لکھ کر لاتعداد لوگوں کو متاثر کیا۔  
وائس ایڈمرل Usborne Moor نے غیبی آوازوں پر "The Voices" لکھی۔

امریکہ کے ایک وکیل ای۔سی۔ رینڈل نے بائیس سال کی تلاش کے بعد اپنے مشاہدات و تجربات "The Dead have never died" میں منضبط کیے۔ اسی موضوع پر مسٹر F.W.H. Myers کی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death سات سو صفحات کی ایک محققانہ تحریر ہے۔

کہتے ہیں کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔ پچھلی دو عالمگیر جنگوں میں جو کچھ یورپ پہ بیتی اس سے آپ آگاہ ہیں۔ مرگ و تباہی کے ان زلزلوں اور اشک و خون کے ان مہیب سیلابوں نے لاتعداد دلوں کو لرزادیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روح، جسم لطیف، دعا، کاسمک ورلڈ، حیات بعد الموت، تعلق باللہ، حقیقی مسرت اور دیگر متعلقہ مسائل پر سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کتابیں نکل آئیں۔ یہ لکھنے والے وہم پرست عوام سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان کی اکثریت سائنس کے ڈاکٹروں، پروفیسروں اور فلسفیوں پر مشتمل تھی، مثلاً:

01.	Mystic Gleams, by Dr. F.R. Wheeler Ph.D
02.	A Yogi in the Himalayas, by Dr. Paul Brunton, Ph.D
03.	Invisible World, by Dr. H. Corrington, Ph.D
04.	Exploring the Ultra Perceptive Faculty, by Dr. J. Hettiger, Ph.D
05.	Heaven Lies Within Us, by Dr. Theos Bernard, Ph.D
06.	The Invisible Influence, by Dr. Alexander Canon, M.D., D.P.M., Ph.D
07.	The Mystery of Death, by Dr. J. Oldfield, D. Litt.; D.E.L
08.	Invisible Helpers, by Rt. Rev. C.W. Leadbeater
09.	Variety of Religious Experience, by Prof. William James
10.	The Mind and its Place in Nature, by Dr. Broad, M.A., D. Litt;
11.	Science and Personality, by Dr. William Brown, Ph.D., D.Sc., Professor, Oxford University

اس فن کی بیشتر تصانیف لندن کا ایک ادارہ Ride & Co. شائع کر رہا ہے۔ اس ادارہ کی فہرست مطبوعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہاں کے علماء و عوام روحانیت سے کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسی ادارہ نے آر تھر فنڈ لے کی ایک کتاب "On the Edge of the Etheric" شائع کی تھی۔ جس کے پورے ستائیس ایڈیشن صرف سات ماہ میں نکل گئے۔ ہر ایڈیشن کئی کئی ہزار نسخوں پر مشتمل تھا۔ یورپ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے دنیا کو علوم و فنون کا درس دے رہا ہے، اور اب اس امر کے آثار پیدا ہو گئے ہیں کہ شاید روحانیت میں بھی مغرب دنیا کی رہنمائی کرنے لگے۔ اس وقت یورپ میں روحانی تجربات کے سلسلے میں بیسیوں تجربہ گاہیں (لیبارٹریز) موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے صوفی، پروفیسر اور فلاسفہ مصروف کار ہیں۔ ان کی تحقیقات سے زندگی کے بہت سے پوشیدہ پہلو سامنے آ گئے ہیں۔“ (24)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی کتاب ”من کی دنیا“ کی تالیف میں مندرجہ بالا گیارہ (11) کتب کے علاوہ مزید انیس (19) کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی فہرست کتاب (من کی دنیا) کے آخر پر ”ماخذ“ کے عنوان کے تحت دی ہے۔  
اس کتاب میں محترم ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے مغربی حکما کے افکار، انکشافات اور مشاہدات بیان کرنے کے لیے ان کی کتب سے اصل متن دیئے ہیں اور ان کا سلیس اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ انہوں نے ان افکار سے متعلقہ قرآنی آیات بھی اصل متن اور ترجمہ کے ساتھ دی ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے،

وہ لکھتے ہیں:

”روح اور دل کے متعلق کچھ تفصیل وحی نے پیش کیں جن کی صحت تمام شکوک سے بالاتر ہے۔ بعض واقعات مسلم صوفیاء نے بتائے اور کچھ نتائج ایسے بھی ہیں جو یورپ کے اہل دل نے اخذ کیے ہیں چونکہ میرا مقصد اہل مغرب کی مساعی کا جائزہ لینا تھا تا کہ کل کا محقق مشرق و مغرب کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر بات کو آگے چلا سکے۔ اس لیے میں نے اپنے اولیائے کرام کے واقعات و مشاہدات کا ذکر نہیں کیا۔“ (25)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اسلامی تصوف (روحانیت) اور عجمی تصوف (روحیت) میں فرق بیان کرنے کے لیے کتاب کے صفحات نمبر 65 تا 71 پر ہندو یوگا، تبتی یوگا، عیسوی تصوف اور اسلامی تصوف کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ آخر پر انہوں نے حاصل تحقیق اس طرح سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"With the heavens within, all heavens without will incessantly cooperate."  
(Trine-In Tune with the Infinite, p. 116)

ترجمہ: ”اللہ روح کی خلوتوں میں بس جائے، تو تمام بیرونی کائنات تعاونِ ہیہم پر مجبور ہو جاتی ہے۔“  
روح میں بالیدگی و قوت پیدا کرنے کے لیے تمام مسلم و غیر مسلم صوفیوں کے ہاں ایک ہی طریقہ ہے یعنی پہلے تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور اس کے بعد عبادت یعنی تجوید عبادت سے روح کیوں تو ناخفتی ہے؟

کائنات کی تمام طاقتیں ہماری امداد پہ کیوں تیار ہو جاتی ہیں؟

اس پر ہم کوئی عقلی دلیل نہیں دے سکتے لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم سوالا کھ انبیاء، لاتعداد اولیاء اور کروڑوں لاموں، یوگیوں اور راہبوں کی شہادت پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی چند ایک نامور صوفیائے تھے مثلاً نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ امیر رحمۃ اللہ علیہ، سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں اور بعض کے اقوال و اشعار بان خلق پہ جاری ہیں۔ یہ دانا یاں رازِ فطرت ایک ہی بات بتاتے رہے کہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بعد تمام کائنات تمہارے سامنے جھک جائے گی۔ اگر آپ اس شہادت کو بھی نا کافی سمجھتے ہوں تو خود تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ آج ہی تمام گناہوں کو چھوڑیے۔ عبادت، تلاوت و تہجد کو معمول بنائیے۔ اللہ کو اس کے پیارے ناموں سے یاد کیجئے پھر دیکھیے کہ کس طرح آپ پر مسرت و کامرانی کے تمام دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ کس طرح ساری کائنات آپ کی حفاظت و اعانت کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے، کس طرح آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کیوں کہ فطرت کے مخفی کارکن آپ کے اشاروں کی تعمیل کرنے لگتے ہیں۔ (26)

مندرجہ بالا ”حاصل تحقیق“ میں، ڈاکٹر غلام جیلانی برق روحانیت و روحیت، کرامات و استدرجات اعلیٰ طبقات روحانی کے مسافروں اور مقیموں اور عالمِ ناسوت میں سیر کرنے والے افراد میں حدِ فاصل اور امتیاز قائم نہ کر پائے۔ ان کے نزدیک انبیاء اولیاء، لامے، یوگی اور راہب سب کے سب دانا یاں رازِ فطرت ہیں۔ ان کے نزدیک تمام مسلم و غیر مسلم صوفیہ ایک ہی طریقہ سے گیان پاتے ہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور نہایت یکسوئی سے عبادت سرانجام دینا۔ حالانکہ صوفیہ اور روحی علوم کے غیر مسلم ماہرین میں بنیادی فرق مذہب (عقائد اور اعمال صالحہ سرانجام دینے کے مقاصد اور طریقہ کار) کا ہے۔ اسلامی تصوف کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمال صالحہ پر ہے جبکہ غیر اسلامی تصوف خواہ کسی

بھی شکل میں ہو، اس کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمال صالحہ پر نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباسات کی رو سے ان کے افکار پر بندہ عاجز کے اعتراضات کے علاوہ کچھ دیگر اعتراضات بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ جب غیر مسلم اہل دل سے بھی کرامات سرزد ہو سکتی ہیں تو مسلم و غیر مسلم میں فرق کیا رہا؟

اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا:

”روحانی کرشمے دلیل صداقت نہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ دجال بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا اور قرآن میں ساحرین فرعون کے سانپوں کا ذکر ملتا ہے۔ بات یوں ہے کہ پناٹرم، مسمریزم، سحر اور روحانی کرشمے بعض ریاضتوں کا نتیجہ ہیں جنہیں ہر شخص بقدر ظرف حاصل کر سکتا ہے۔ تلوار ایک خوفناک ہتھیار ہے جو ڈاکو کے پاس ہو تو لعنت بن جانی ہے اور غازی کے ہاتھ میں رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمان کی روحانی طاقت کائنات کے لیے ایک نعمت ہے اور کافر کی یہی قوت ایک عذاب، کافر الہامی ہدایات کا پابند نہیں ہوتا اور اس لیے وہ اس طاقت کا صحیح استعمال نہیں کر سکتا۔“ (27)

◆ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ بقول ان کے روحانی کرشمے دلیل صداقت نہیں۔ بندہ عاجز کے نزدیک اور تمام صوفیہ علمائے حق کے نزدیک روحانی کرشمے دو قسم کے ہیں۔ معجزات و کرامات اور استدراجات۔ معجزات و کرامات دلیل صداقت ہیں۔ معجزات کا ظہور انبیاء سے اور کرامات کا ظہور اولیاء سے ہوتا ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد سلسلہ ولایت اور اس لحاظ سے سلسلہ کرامات بھی جاری ہے۔ اولیاء عظام کا تعلق اہل روحانیت سے ہے۔ روحانیت کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمال صالحہ پر ہے۔ عقائد صالحہ کے بغیر اعمال صالحہ بھی قابل قبول نہیں۔ غیر مسلم عقائد صالحہ نہیں رکھتے۔ خواہ وہ کتنی ہی ریاضتیں کر لیں، ضبط نفس کا مظاہرہ کریں انہیں حقیقتِ مطلقہ تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ریاضت اور جدوجہد کے اصول کے تحت انہیں عالم ناسوت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس رسائی کی بدولت انہیں کچھ تصرفات بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان کے ان تصرفات سے استدراجات کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ کرامات کا۔ غیر مسلم روحیت کے حامل ہوتے ہیں، روحانیت کے نہیں۔ اسلامی تصوف (روحانیت) = اطاعتِ الہی (عقائد صالحہ + اعمال صالحہ) + ضبط نفس (تزکیہ نفس و تصفیہ باطن) عجمی تصوف (روحیت) = (درست و غلط عقائد + ملے جلے اعمال) + ضبط نفس (اس سے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا حقہ حاصل نہیں ہوتا)۔

اسلامی تصوف میں رہبانیت نہیں ہے۔ دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے۔ عجمی تصوف میں دین اور دنیا خیال کی مختلف جہتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان دونوں کو گڈمڈ کر دیا جائے تو عجمی تصوف کے راہی بلبلا اٹھتے ہیں۔ اسلام اس تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ ایک مسلمان کے لیے عبادات اور معاملات زندگی، جسمانی اعضاء و جوارح کا استعمال، پاکی اور تقدیس کے حصول کی جستجو، خرید و فروخت کے معاملات، روزمرہ کے کام اور کھیل کود وغیرہ ایک ناقابل تقسیم کل کے اجزاء ہیں اور عمل تخلیق کی طرح ان میں کوئی فصل یا دراڑ نہیں۔ اسلام میں ایمان اور کفر کے امتیازات کو دیگر امتیازات کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام میں انسانی زندگی کے ہر پہلو، ہر خیال اور ہر عمل کو ایمان کے بنیادی ارکان کی روشنی میں آنکا اور پرکھا جاتا ہے۔ یہاں رد و قبول کا میزان کلمہ طیبہ کا اصول نفی اثبات



ہے۔ اس اصول کے تحت معبودانِ باطلہ، عقائدِ باطلہ، افکار و تجرباتِ باطلہ اور اعمالِ باطلہ کی نفی کی جاتی ہے اور معبودِ حقیقی، عقائد و اعمالِ صالحہ، افکار و نظریاتِ حقہ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ روحیت و روحانیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس طرح بصارت سے محروم شخص حقیقی طور پر ارضی منظر بیان نہیں کر سکتا خواہ اس نے مخصوص منطقے کے جغرافیائی حالات سائنسی انداز سے مطالعہ کیے ہوں اور چٹانوں اور نباتات کا تجزیہ بھی کیوں نہ کر رکھا ہو۔ اس طرح مؤمنانہ بصارت و بصیرت کے بغیر روحیت کا سفر تو ہو سکتا ہے، روحانیت کا نہیں۔ اس بصیرت سے محروم شخص سے استدراجات کا ظہور تو ہو سکتا ہے کرامات کا نہیں۔

◆ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مذکورہ بالا اقتباس کا باقی حصہ درست ہے۔ استدراجی اور روحی قوت حاصل کرنے کے لیے عقائد صالحہ اور اعمال صالحہ کی پابندی نہیں ہے۔ اہل حق کی روحانی قوت خود اس کے لیے، دیگر افراد و کائنات کے لیے رحمت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ اہل باطل کی استدراجی قوت عذاب ثابت ہوتی ہے۔ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں کمرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور (28) اپنی تحریر کے آخر میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے مادی قوت کے ساتھ ساتھ روحانی قوت کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کے بارے میں خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

”.....قوت کے ماخذ دو ہیں۔ کائنات اور دل۔ کائنات کی تسخیر علم سے ہوتی ہے اور دل کا جزیر عبادت و تقویٰ سے چلتا ہے اور مسلمان وہ ہے جو ان دونوں طاقتوں کا مالک ہو۔ روح کی قوت قومی بقا کی ضامن ہے اگر یہ ختم ہو جائے تو پھر صرف مادی طاقت، خواہ وہ کتنی ہی مہیب کیوں نہ ہو، نہیں بچا سکتی۔ قیصر و کسریٰ کی عظیم مادی طاقت کو کتنی بھر عربوں کی روحانی قوت نے نہیں ڈالا تھا اور ہماری تاریخ ایسے واقعات سے لبریز ہے۔ جب خود مسلمان اس سرچشمہ قوت سے محروم ہو گئے تو ان کی عظیم امپائر اور مہیب عسکری قوت انہیں زوال سے نہ بچا سکی۔“ (29)

7۔ پاکستان میں سید محمد مہدی المعروف رئیس امر وہوی (1914ء تا 1988ء) نے روحی علوم پر نہایت گراں قدر علمی و تحقیقی کام کیا ہے۔ یہ مختلف روحی علوم کے موضوعات پر جنگ اخبار میں کالم لکھتے رہے۔ رئیس امر وہوی نفسیات و مابعد النفسیات کے صفحہ نمبر 12 پر لکھتے ہیں کہ انہوں نے ان موضوعات پر کالم نویسی کا سلسلہ اگست 1963ء میں شروع کیا تھا۔ لاکھوں لوگوں نے ان سے اپنے روحانی، روحی، نفسیاتی، ذہنی، جنسی و جذباتی اور سماجی مسائل کے حل کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی۔ انہوں نے لوگوں کی نفسی و اخلاقی تربیت کے لیے اور انہیں روحی علوم سکھانے کے لیے رئیس اکیڈمی قائم کی۔ اندرون ملک اور بیرون ملک سے لوگ مکتوبات میں انہیں اپنے مسائل اور ان کے حل کے لیے تجویز کردہ مراقبات اور ارتکاز توجہ کے نتائج و اثرات اور مشاہدات تحریر کرتے رہے۔ یہ سائنسی، معروضی، تحقیقی اور تنقیدی انداز سے ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔ عالمی ڈائجسٹ کے ایک محتاط اندازے کے مطابق جولائی 1972ء تک قارئین کے مسائل اور ان کے روحی مشاہدات و تجربات پر مبنی ایک لاکھ خطوط ان کی نظر سے گزر چکے تھے۔ جن میں سے نصف خطوط طلباء و طالبات کے تھے۔ (30)

ان کی روحی علوم سے متعلق تحقیقات اور مشاہدات پر مبنی درج ذیل کتب شائع ہو چکی ہیں:

1- مراقبہ (دو جلدیں)، 2- عالم برزخ (دو جلدیں)، 3- پناہ زم (دو جلدیں)، 4- نفسیات و مابعد النفسیات

(تین جلدیں)، 5۔ لے سانس بھی آہستہ (دو جلدیں)، 6۔ حاضرات ارواح (دو جلدیں)، 7۔ عالم ارواح (دو جلدیں)، 8۔ جنات (دو جلدیں)، 9۔ جنسیات (دو جلدیں)، 10۔ توجہات (دو جلدیں)، 11۔ عجائب نفس (دو جلدیں)، 12۔ مظاہر نفس (دو جلدیں)۔

رئیس امر وہوی ماہر علوم روحانی کے علاوہ شاعر اور قطعہ نگار بھی تھے۔ کئی عشرے تک جنگ اخبار میں روزانہ ان کے قطعات شائع ہوتے رہے۔ ان کے قریباً بارہ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اردو نثر میں بھی چند ایک کتابیں لکھیں۔ رئیس امر وہوی مذہبی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ روحانی و رومی علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے زیادہ توجہ رومی علوم پر تحقیق اور ان کی تعلیم و ترویج پر مرکوز کی۔ رومی علوم پر ذاتی تحقیقات کے علاوہ ان کی بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تحقیقات پر بھی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اپنی مذکورہ کتب میں ان تحقیقات کا ذکر کیا ہے اور ان پر مدلل انداز سے بحث و تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ انہیں نے اپنی مذکورہ بالا کتب میں رومی علوم پر لکھی گئی کئی ملکی و غیر ملکی کتب پر تحقیقی و تنقیدی تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کی گراں قدر خدمات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر سعید الحسن امر وہوی نے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جس پر ایم۔ جے۔ پی۔ روہیل کھنڈیونیورسٹی انڈیا نے سعید الحسن امر وہوی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی ہے۔

رئیس امر وہوی خود ایک درویش تھے اور اعلیٰ صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے رومی علوم کی تعلیم کے لیے ارتکاز توجہ (مراقبات) کی مشقوں پر مشتمل ایک نصاب، نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (Self Cultural Training Course) مرتب کیا اور اس سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی تربیت کی۔ انہوں نے اپنی کتب میں کئی مقامات پر مختلف حوالوں سے اس کورس کی افادیت کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

”لطیفہ نفس کی بیداری کی بنیادی شرط استغراق ہے یعنی جب تک ہم ڈوب جانے کی کیفیت میں نہ آجائیں لطیفہ نفس اپنی سرگرمیاں شروع نہیں کرتا۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ S.C.T کی مشقوں (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت) یعنی مشق تنفس، نور، متبادل طر تنفس، پاس انفاس، جس انفاس، ارتکاز توجہ کی مشقوں (مراقبہ نور، مراقبہ مرگ، مادرائی مراقبہ، التخییر، التخیی، البصیر، شمع بینی، سایہ بینی، ماہ بینی، آفتاب بینی اور تخییر ہمزاد وغیرہ) سے بھی رفتہ رفتہ لطیفہ نفس میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آدمی حیرت انگیز معاملات سے دوچار ہوتا ہے۔ (31)

”وہم، خوف، بدولی، افسردگی اور کمتری کے احساس کا علاج نہ دوا سے ممکن ہے نہ غذا سے نہ دعا سے، صرف ان مشقوں کے ذریعے ممکن ہے۔ جو میں (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت کے سلسلے میں) تجویز کیا کرتا ہوں اور ان مشقوں کی مدت بھی کم سے کم چھ ماہ و نہ اصولاً تین سال ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف چند منٹ صبح و شام ان مشقوں میں صرف ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ ذہنی مریض اندر سے بدلنے لگتا ہے اور بلاشبہ ”نیا آدمی“ بن جاتا ہے! (32)

”جہاں تک مجھے معلوم ہے اب تک نفسیاتی دواؤں کی طویل فہرست میں کوئی ایسی گولی موجود نہیں، جو وہم کی شدت کو کم کر سکے۔ طبی نقطہ نظر سے وہم ایک سوداوی مرض ہے یعنی خون میں سودا کی زیادتی ہو جائے (جگر کا فعل خراب ہو) تو آدمی طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یقیناً طب میں ایسی دوائیں موجود ہیں، جو سوداوی کیفیت کو دور کر کے انسان کو وہم اور شک سے نجات دلا سکتی ہیں (شک وہم ہی کی ابتدائی شکل ہے) لیکن سوداوی امراض بہت ضدی اور جان لیوا ہوتے ہیں۔ ایک آدھ مہینے میں شفا یابی کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ سالہا سال علاج کے بعد افاقہ ممکن ہے۔ کلاسیکی نفسیات میں اس جبری وہم (آب سیٹھل نیوراسن) کا علاج تحلیل نفسی ہے۔ جس کی مدت فرائڈ کے بیان کے

مطابق تین سال سے کم نہیں۔ میں وہم کا علاج (S.C.T) (نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت) کی مشقوں کے ذریعہ کرتا ہوں۔ (ان کی مدت بھی ایک سال سے کم نہیں) صبح وشام کی دس دس منٹ سانس کی مشق اور دوسری مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور الحمد للہ بالعموم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ انسان ایب نارمل کے بجائے رفتہ رفتہ نارمل بننے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کیونکہ نفسیات کی دنیا میں معجزے نہیں ہوا کرتے۔ (33)

”..... اے بی سی کی صحت کی خرابی، چڑچڑاپن، ہر چیز سے بیزاری، ایک تصور میں گم رہنا۔ انشاء اللہ یہ سب عارضی حالتیں ہیں (دل و دماغ کی) آخر کار اے۔ بی۔ سی کا حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ابھرے گا۔ شام کا وقت ان پر سخت گزرتا ہے اگر گزرتا ہے، یقیناً گزرتا ہوگا۔ اگر وہ اس وقت خواہ مخواہ کی کوئی مصروفیت (مثلاً بچوں کی تعلیم یا اپنے حالات کے لحاظ سے کوئی اور مشغلہ اختیار کر لیں) تو بہتر ہے۔ صبح جاگنے کے بعد فوراً مغرب کے وقت اور شب میں سونے سے قبل سانس کی مشقیں کر لیں۔ یہ کرب یہ بے چینی یہ الجھن اور یہ اضطراب ایک روز میں ختم نہیں ہوگا۔ رفتہ رفتہ وہ اپنے ذہن پر غالب آسکیں گی۔ وہ جس تنویدی کیفیت میں مبتلا تھیں اور اب تک مبتلا ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہوگی میرا بزرگانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنی شخصیت کی جدید تعمیر کے لیے S.C.T کورس کر لیں۔“ (34)

”برادر! 90 فیصدی جنسی کمزوری صرف خیالی و ہی اور نفسیاتی ہوا کرتی ہے۔ تم جس عادت میں مبتلا ہو، یہ عادت بے شمار لوگوں میں مشترک ہوتی ہے۔ عادت کا تو اثر یقیناً ایک خاص قسم کی کمزوری پیدا کر دیتا ہے لیکن انسان اس طرح نا کارہ و نامراد نہیں ہو جاتا۔ جنسی مریضوں کا (میری رائے یہ ہے کہ) نفسیاتی علاج ضرور کرانا چاہیے۔ البتہ بعض دوائیں بحالی قوت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً لبوب کیمر (طبی دوا) اور دوا المسک وغیرہ، بعض انجکشن بھی مفید ہوتے ہیں۔ تاہم بنیادی طور پر یہ ذہنی مرض ہے اور اس احساس کمتری، کمزوری پر غالب آنے کے لیے نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (S.C.T) کی مشقیں بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔“ (35)

”..... تم جذباتی ہیجان میں مبتلا ہو اور جوانی میں جذباتی ہیجان اتنا ہی فطری اور قدرتی ہے جتنا موسم گرما میں لو چلنا! اگر تم تنفس نور اور خود نویسی کی مشقیں کر لو۔ تو ان جذباتی ہیجان پر (جس کے سبب سر بھاری ہونے لگتا ہے۔ حافظہ معطل ہو جاتا ہے، کتاب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا) رفتہ رفتہ غالب آ جاؤ گے۔ (36)

”..... اگر کوئی پیدائشی خرابی نہ ہو تو ہر شخص بھرپور جنسی زندگی بسر کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، میں خود لذتی کے مریضوں کو S.C.T کی مشقیں کرایا کرتا ہوں، تجربہ یہ ہے کہ انجام کار ان مشقوں کی بدولت آدمی میں (لڑکی ہو یا لڑکا) اتنی خود اعتمادی اور خود داری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس پریشان کن عادت کو ترک کر سکے۔“ (37)

”غم کا اظہار فقط آنسوؤں سے ہی نہیں ہوا کرتا، بسا اوقات تہقہوں سے بھی ہوتا ہے۔ جذبہ غم بے حد رنگارنگ اور نو بہ نور ہوا کرتا ہے، ہر روز اس کی نئی شان ہوتی ہے۔ اور ہر لمحہ نئی آن بان! ح۔ خ! تم بہترین ”روحی معمولہ“ بن سکتی ہو اگر S.C.T کی مشقیں جن کا تعلق نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (سیلف کلچر ٹریننگ کورس) سے ہے۔ صبح وشام دس دس منٹ کرنی پڑتی ہیں اور بذریعہ خط و کتابت رہنمائی اور نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ ان مشقوں سے تمہاری شخصیت کے وہ جوہر کھلیں گے کہ تم خود حیران رہ جاؤ گی۔“ (38)

”اعتماد کی بحالی، خود اعتمادی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (یعنی سیلف کلچر ٹریننگ کورس کہ اس کا مخفف S.C.T ہے) کی تکمیل کر لی جائے۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت چند مشقوں پر مشتمل ہے۔ ان میں بعض سانس کی مشقیں ہیں۔ یعنی سانس کو ایک خاص طریقے پر کھینچا، مقررہ مدت تک سینے میں روکا اور مخصوص طریقے سے خارج کیا جائے۔ (میں نے اپنی کتاب ”لے سانس بھی آہستہ“ میں ان تمام مشقوں پر

تفصیلی گفتگو کی ہے) یا کسی ایک نقطہ (مثلاً شمع کی لو) پر پلکیں جھپکائے بغیر نظریں گاڑ دی جائیں۔ ”توجہات“ نامی کتاب میں آپ ”ارتکا ز توجہ“ یعنی Concentration کے بارے میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں۔ تیسری کتاب ”مراقبہ“ ہے۔ اس کا موضوع یہ ہے کہ ذہن کو کس طرح صرف ایک تصور پر مرکوز کر دیا جائے۔ ان عملیات سے ذہن کی از سر نو تربیت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگتی ہے۔ ذہن بھی ہماری قوت ارادی کا محکوم ہے جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں! میرے مضمون کا ایک اقتباس پڑھئے۔

ہر شخص ہر وقت تین حالتوں (مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ) میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے یا دیکھ رہا ہوتا ہے یا دیکھے ہوئے منظر کے بارے میں کچھ سوچ رہا ہوتا ہے یا سوچ کے نتیجے میں کسی نئی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے۔ یہ ہونی نہیں سکتا کہ آپ مشاہدے، مراقبے اور مکاشفے کے بغیر ایک لمحہ بسر کر سکیں۔ کیونکہ ذہن کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے، سوچے اور سمجھے! کوتاہی کیا ہے؟ کوتاہی یہ ہے کہ ہم باضابطہ سوچ (یعنی مراقبہ) کی عادت نہیں ڈالتے۔ جس طرح انگلیوں کو ٹائپ کرنے اور پیروں کو سائیکل چلانے کا رفتہ رفتہ عادی بنایا جاسکتا ہے اسی طرح ذہن کو منظم سوچ بچار کی ٹریننگ دینے لگیں تو آپ رفتہ رفتہ محسوس کریں گے کہ حافظے کی قوت بہتر ہو رہی ہے۔ یادداشتیں نکھر رہی ہیں۔ تحفیل تیز اور تصور روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہماری تمام نفسیاتی اور جنسی الجھنیں (جلیقی کو لے لیجئے) پیدا ہی اس لیے ہوتی ہیں کہ ہم نے ذہن کو بے ترتیب اور بے ترتیب چھوڑ دیا ہے۔ پھوڑا ہوا باپ کے بچے آوارہ ہو جاتے ہیں۔ یہی حال ذہن کا ہے۔ اگر آپ روزانہ چند منٹ ذہنی تربیت کی باقاعدہ کوشش نہ کریں گے تو وہ لامحالہ آوارہ اور انجام کارنا کارہ ہو جائے گا۔ آموزش یعنی سیکھنے کے عمل کے ذریعے ہم اپنی ذہنی افتاد کو بدل سکتے ہیں.....“ (39)

”میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم بذریعہ خط مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ نفسیاتی علاج جھاڑ پھونک نہیں ہے کہ میں نے پھونک ماری اور تم صحت یاب ہو گئیں، میں نے دم کیا ہوا پانی پلایا اور تم ٹھیک ٹھاک ہو گئیں نہیں یہ ممکن نہیں، ہاں یہ ناممکن ہے۔“ (40)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ:

- ♦ روجی دنیا میں داخل ہونے کے لیے، روجی صلاحیتوں کی بیداری کے لیے، جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی اور اخلاقی عوارض سے چھٹکارا پانے کے لیے تعمیر و تنظیم شخصیت کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے سانس کی مشقوں اور ارتکا ز توجہ کی مشقوں سے مدد لی جانی چاہیے۔
- ♦ اس نفسیاتی و روحانی علاج سے رفتہ رفتہ تبدیلی آتی ہے۔ خاطر خواہ تبدیلی کے لیے چھ ماہ سے لے کر تین سال کا عرصہ درکار ہے۔
- ♦ روجی دنیا کا محض لطیفہ نفس سے تعلق ہے۔ روحانی دنیا کا تعلق لطائف ستہ (چھ لطائف) سے ہے۔ روحانی دنیا کے مقابلہ میں روجی دنیا کا دائرہ کار بہت محدود ہے۔
- ♦ سانس کی اور ارتکا ز توجہ کی مشقوں سے لطیفہ نفس میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس سے خوابیدہ شخصی روجی صلاحیتیں بیدار ہوتی اور نمودار ہوتی ہیں۔
- ♦ عزیزان! رئیس صاحب کی تمام تحقیقات اور معالجات درست ہیں۔ وہ تزکیہ نفس کے لیے صرف لطیفہ نفس کی بیداری اور اصلاح ہی ضروری خیال کرتے تھے جبکہ قرآن و حدیث اور صوفیہ کے عملی تجربات و مشاہدات کے

مطابق لطیفہ نفس کے ساتھ لطیفہ قلب کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہوا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جسے دل کہتے ہیں۔ یہ درست ہو تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔ یہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ گوشت کے اس لوتھڑے سے مراد دل ہے۔ قلب کی اصلاح سے تمام روحانی، اخلاقی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی، جذباتی اور جسمانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اصلاح پانے پر مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش بن جاتا ہے۔ لطیفہ قلب کے ساتھ دیگر لطائف کی اصلاح و بیداری سے انسان، انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ وہ خدا کا دستِ قدرت اور زبان بن جاتا ہے۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے (41) رئیس صاحب کی تحقیقات سے آگاہ ہونے اور ان کی کتب کے تفصیلی مطالعہ سے قبل ہی بندہ عاجز فیضِ کامل کی بدولت تمام جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، جذباتی بیماریوں اور خرابیوں کی اصلاح کے سلسلہ میں روحانی طور پر کامل نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (PSCT Course) سے آگاہ ہو چکا تھا۔ صوفیہ کرام اور اولیائے عظام کے صدیوں کے اور بندہ عاجز اپنے برسوں کے ذاتی تجربات و مشاہدات اور عوام الناس کے علاج معالجہ سے اخذ ہونے والے نتائج کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ رئیس صاحب کے طریقہ علاج کی نسبت اس طریقہ علاج سے تبدیلی اور اصلاح کا عمل بہت تیزی سے اور آسانی سے سرانجام پاتا ہے۔ اس طریقہ علاج سے تمام لطائف بیدار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور معرفت کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ تمام جسمانی، اخلاقی، روحانی، نفسیاتی، جنسی و جذباتی بیماریوں اور خرابیوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اس راہ پر ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے اور رضائے الہی کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ روحیت کے بجائے روحانیت کو اپنایا جائے۔ اس سے دین، دنیا اور آخرت سب ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ انسان ذہنی، جسمانی، اخلاقی، روحانی، معاشی و سماجی ہر لحاظ سے متوازن نشوونما پاتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ روحانی تعلیم و تربیت کا مکمل ترین ضابطہ حیات ہے۔ دین اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق نہیں۔ اس میں دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جسم، روح سے جدا نہیں۔ دین اسلام کے مطابق جسم کے تقاضے بھی پورے ہونے چاہئیں اور روح کے بھی۔ اس لیے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے، تمام نفسیاتی، ذہنی، جذباتی، اخلاقی و روحانی مسائل کے حل کے لیے، اولیائے کاملین اور صوفیہ عظام کی راہ پر چلتے ہوئے روحانیت کا علم سیکھیں، نہ کہ روحیت کا۔

عزیزانِ من! یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اپنی عملی زندگی کے آخری حصہ میں رئیس امر وہی صاحب کو قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب عرفان حصہ اول اور حصہ دوم کے مطالعہ کا موقع ملا تو متاثر ہوئے۔ انہوں نے مراقبہ (حصہ دوم) کے صفحہ نمبر 225 تا 229 پر کتاب ”عرفان“ کے حوالہ سے مراقبہ اسم ذات اور لطائف ستہ کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ نمبر 227 پر حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روحانی مشاہدہ و تجربہ کا ذکر کیا ہے۔ ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس امر وہی بھی سانس اور ارتکازِ توجہ کی دیگر مشقتوں کے بجائے تصور اسم ذات اور اسم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے اس دور کے طلباء و طالبات کو مراقبہ اسم ذات اور مراقبہ اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم بھی دی ہے جس سے شاندار نتائج مرتب ہوئے۔

8۔ بندہ عاجز نے آج تک تصوف اور روحانی علاج معالجہ کی جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں صرف ورد اور اد، وظائف، تعویذات اور دم وغیرہ سے سحر و آسیب اور نظر بد کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔ ذہنی و نفسیاتی امراض، معاشی تنگدستی اور چند سماجی مسائل کے حل کے لیے بھی یہی طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ عام طور پر ذہنی، نفسیاتی، جذباتی اور جنسی امراض کو روحانی علاج کے دائرہ کار سے باہر تصور کیا جاتا ہے۔ اور ان کے علاج کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں تجویز نہیں کی جاتیں۔

9۔ ماہرین نفسیات و مابعد النفسیات، ماہرین علوم روحی (ہپناٹزم، این ایل پی تکنیک، ریکی، سائنٹالوجی اور ڈائنائٹکس) سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے لوگوں کی روحی صلاحیتیں بیدار کر کے اور ان کے جسمانی و ذہنی، نفسیاتی، جذباتی اور جنسی مسائل حل کر کے انہیں دین اسلام اور اسلامی تصوف سے دور کر رہے ہیں۔ وہ انہیں خاموش حکمتِ عملی کے تحت بالواسطہ طور پر دہریت، لادینیت اور کفر و ضلالت کے راستوں پر چلا رہے ہیں۔ آپ ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کی ویب سائٹس پر جا کر دیکھیں۔ یوگا والے ہندو ازم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ڈائنائٹکس اور سائنٹالوجی والوں نے چرچ آف سائنٹالوجی بنا لیا ہے اور ان ذہنی علوم کی مذہب کے طور پر تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ اپنے فارغ التحصیل سٹوڈنٹس کو چرچ آف سائنٹالوجی کی طرف سے سرٹیفکیٹس دیتے ہیں۔ آج کل ریکی ماسٹر کہلاتا، ہپناٹسٹ کہلاتا، ماہر نفسیات کہلاتا عزت اور فخر کا باعث سمجھا جا رہا ہے۔ ذہنی و روحی علوم کے ماہرین اسلامی تصوف کی تعلیمات اپنے انداز سے بیان کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں۔ مثلاً ایل روٹن ہبرڈ کی ڈائنائٹکس اور سائنٹالوجی پر لکھی ہوئی کتابیں پڑھیں۔ ان میں اسلامی تعلیمات دی گئی ہیں مگر لیبل اپنا لگا یا گیا ہے۔ ان کا شائع کردہ ایک کتابچہ ”خوشی کا راستہ“ میرے پیش نظر ہے۔ یہ کتابچہ چونٹھ (64) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں خوش رہنے کے گیارہ (11) اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سب کے سب اصول، دین اسلام میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتابچے میں بیان کردہ اصول یہ ہیں:

1۔ اپنا خیال رکھئے۔ 2۔ اعتدال پسند بنئے۔ 3۔ بے راہ روی سے بچیں۔ 4۔ بچوں سے محبت کیجئے اور ان کی مدد کیجئے۔ 5۔ اپنے والدین کی مدد کریں۔ 6۔ اچھی مثال قائم کیجئے۔ 7۔ صداقت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ 8۔ قتل نہ کریں۔ 9۔ کوئی غیر قانونی کام مت کریں۔ 10۔ تمام لوگوں کے لیے بنائی ہوئی اور تمام لوگوں کے لیے کام کرنے والی حکومت کی حمایت کیجئے۔ 11۔ کسی نیک انسان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ 12۔ اپنے ماحول کی حفاظت کیجئے اور اسے بہتر بنائیے۔ 13۔ چوری نہ کریں۔ 14۔ اعتماد کے قابل بنئے۔ 15۔ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ 16۔ جفاکش بنئے۔ 17۔ قابل بنئے۔ 18۔ دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام کیجئے۔ 19۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو آپ پسند نہیں کرتے تو آپ بھی کوشش کریں کہ دوسروں کے ساتھ ویسا سلوک نہ کریں۔ 20۔ دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنے کی کوشش کیجئے جیسے سلوک کے



آپ ان سے طلبگار ہیں۔ 21۔ پھلیں پھولیں اور کامیاب ہوں۔

مندرجہ بالا تمام اصول عالمگیر اور آفاقی ہیں۔ تمام مذاہب انہی اصولوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ دین اسلام یہ اصول زیادہ واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ ایل رون ہبرڈ کسی مذہب کی نمائندگی نہیں کرتے۔ انہوں نے اور ان کے پیروکاروں نے ڈائنامکس کو ایک مذہب کا درجہ دے رکھا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کے تمام مذاہب کے لوگوں کو، مادیت پسند اور دہریت کے شکار لوگوں کو اپنے پلیٹ فارم پر اکٹھا کر رہے ہیں۔ اس کتابچے کے بیک ٹائٹل پیج پر لکھی گئی تحریر ملاحظہ کریں۔ وہاں لکھا ہے: ”ہوسکتا ہے کہ یہ پہلا غیر مذہبی ضابطہ اخلاق ہو جو سراسر فہم عامہ پر مبنی ہے۔ اسے ایل رون ہبرڈ نے ایک منفرد تحریر کے طور پر لکھا ہے اور یہ کسی مذہبی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے.....“ (خوشی کا راستہ، بیک ٹائٹل پیج)

مزید آگے لکھا ہے کہ ”..... اس کو ایک غیر مذہبی سرگرمی کے طور پر تقسیم کرنا قابل قبول ہے۔“

جائزہ لیں کہ ایل رون ہبرڈ لکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا اصول کسی مذہبی تعلیم کا حصہ نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ اپنی مذہبی نوعیت کی تعلیمات کو مذہب کے طور پر پیش کرنا نہیں چاہتے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مذاہب سے بیزار لوگ ان کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور وہ غیر محسوس انداز سے ایک نیا مذہب رائج کر دیں۔ دین اسلام میں اور دیگر مذاہب میں ان کے بیان کردہ مذکورہ بالا اصولوں کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ دین اسلام میں تو یہ اصول نہایت واضح، جامع اور اکمل طریقے سے پیش کیے گئے ہیں۔ ہر ایک اصول کے مفہوم سے متعلقہ واضح قرآنی آیات و احادیث موجود ہیں۔ مثلاً دوسرے اصول ”اعتدال پسند بننے“ کے لیے حدیث پاک ہے کہ ”بہترین کام میانہ روی ہے۔“ چوتھے اور پانچویں اصول کے لیے حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ”وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔“ آٹھویں اصول ”قتل نہ کریں“ پر غور کریں۔ دین اسلام میں ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انیسویں اور بیسویں اصول کے مطابق حدیث پاک ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کریں جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

ایل رون ہبرڈ کی تحریریں پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم و تحقیق کے مآخذات کا ذکر نہیں کرتے۔ انہوں نے ادیان عالم اور روجی علوم کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ بھی اخذ و قبول کیا ہے اسے نئے انداز اور لیبل سے پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے اخلاقی تربیت کے علاوہ نفسیاتی اور روجی تربیت کے لیے بھی کورسز بنائے ہیں۔ میڈیا کے بھرپور استعمال کی وجہ سے ایل رون ہبرڈ کے مرتبہ ان علوم میں دلچسپی رکھنے والے افراد اور ان سے متعلقہ کورسز کے ماہرین امریکہ، یورپی ممالک اور پاکستان میں موجود ہیں۔ اس کتابچے کے بیک ٹائٹل کے اندرونی حصہ پر اس کتابچے کے لیے دیئے گئے مختلف ممالک کے سربراہان، گورنرز، میئرز اور ماہرین تعلیم کے تعریفی سرٹیفکیٹس کی نقول دی گئی ہیں اور ساتھ ہی درج ہے کہ:

♦ اب تک دنیا کے 90 ممالک کی 70 زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

♦ عالمی فلاحی تنظیم Red Cross نے ”خوشی کا راستہ“ کتابچہ کو استعمال کیا اور شاندار نتائج حاصل کیے۔

♦ حال ہی میں صدر وینزیویلا نے ”خوشی کا راستہ“ کو بحالی امن کے لیے سرکاری سطح پر استعمال کیا اور اس کے نتائج پر اعتماد کا اظہار کیا۔

مندرجہ بالا مندرجات کی تصدیق یا تردید تحقیق کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ تاہم، اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ غیر مسلم اسلامی تعلیمات سے متاثر ضرور ہیں۔ وہ اسلامی تعلیم اخذ و قبول کر رہے ہیں مگر نئے لیبل کے ساتھ۔ اگر اسی کتابچہ پر واضح طور پر لکھا ہوتا کہ اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابچہ ”خوشی کا راستہ“ تو اسلام دشمنی کی وجہ سے اسے کینہ پرور اہل مغرب کی طرف سے اس قدر پذیرائی نہ ملتی۔ یہ اہل مغرب کی علمی بددیانتی اور اخلاقی کمزوری ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات، قرآنی آیات و احادیث مبارکہ کی دل ہی دل میں صداقت تسلیم تو کرتے ہیں مگر اس حقیقت کا اظہار کیے بغیر اپنے الفاظ میں، اپنے نام سے یہ باتیں متعارف کر رہے ہیں۔ صوفیہ شاند علمی ورثہ کے مالک ہیں۔ ان کے پاس کامل و اکمل روحانی علم ہے جس سے ہر طرح کا جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی، جنسی و جذباتی مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ اغیار ہمارے ہاں سے ہی حکمت کے یہ موتی چرا کر عزت، دولت اور شہرت کمار رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے دیگر جائز و ناجائز مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ ان کی ان کوششوں سے دیگر انسانوں کی طرح مسلمان بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ خصوصاً ہماری نوجوان نسل ان غیر اسلامی تحریکوں اور روجی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم کی ترویج کی وجہ سے دین اسلام اور تصوف (روحانی سائنس) سے دور ہو رہی ہے۔ ہمارے علماء، صوفیہ اور حکومت کو چاہیے کہ دین اسلام اور اس کے روحانی پہلو یعنی علم تصوف کی تعلیم کا عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق، سائنسی طریقہ تعلیم، سائنسی طرز استدلال اور طرز تحقیق کے مطابق اہتمام کریں اور عوام الناس کو دہریت و گمراہی سے بچائیں۔

10۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیقات، مشاہدات و تجربات پر مبنی اپنی کتابوں عرفان (حصہ اول) اور عرفان (حصہ دوم) میں یورپی سپر چو ازم پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ آپ نے عرفان حصہ اول میں صفحہ نمبر 115 پر مسمریزم، صفحہ نمبر 174 پر بلور بینی اور شمع بینی، صفحہ نمبر 297 پر ٹیلی پتھی، صفحہ نمبر 298 پر کشف القلوب، صفحہ نمبر 352 تا صفحہ نمبر 368 پر حضرات ارواح کے بارے میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش فرمایا ہے اور روحیت (سپر چو ازم) اور روحانیت (اسلامی سپر چو ازم، تصوف، روحانی سائنس) میں فرق واضح فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ نے عرفان حصہ دوم کے صفحہ نمبر 99 پر عمل تبدیلیی ہیئت، صفحہ نمبر 101 پر ناری مخلوق سے حاصل ہونے والے کشف جنونی اور سلب امراض، صفحہ نمبر 262 پر سائیکومیٹری، صفحہ نمبر 274 پر اپورٹس کا ذکر فرمایا اور واضح فرمایا ہے کہ تمام روجی علوم (جادو، ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، سائیکومیٹری، اپورٹس، حضرات ارواح، وغیرہ) مغربیت زدہ، مادیت پسند اور جدید سائنسی علوم سے متاثر افراد کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کو تسلیم کر لیں۔ نیز ان تحقیقات سے حیات بعد الموت اور ارواح کے تصرفات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ (42)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و روحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”باطنی ہمت، روحانی توفیق اور دل کی قوت اور طاقت بڑھانے کے لیے یک سوئی و یک جہتی یعنی اپنے تصور اور فکر کو یکجا، متحد اور مجتمع کرنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے جس کو انگریزی میں کنسنٹریشن (CONCENTRATION) کہتے ہیں۔“

کہتے ہیں۔ اسی پر تمام روحانی ترقی کا دار و مدار ہے اور اسی پر کل سلوک باطنی کا انحصار ہے۔ نیز ایک کلیہ قاعدے اور مسلمہ اصول کے مطابق خیالات اور تفکرات کا اتحاد اور اجتماع دل کی طاقت اور باطنی قوت کو بڑھانے کا موجب ہے اور خیالات کا انتشار دل کی کمزوری کا باعث ہے۔ جیسا کہ لیزن یعنی آتشی شیشہ میں سے جب کبھی آفتاب کی شعاعیں ایک نقطہ پر مجتمع ہو کر گزرنے لگتی ہیں تو اس میں اس قدر جدت اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے کپڑا وغیرہ جلنے لگتا ہے اور جب وہی شعاعیں منتشر کر کے اور پھیلا کر گزاری جائیں تو ان میں وہ جدت اور حرارت نہیں رہتی۔ پس توحید اور وحدت کی طرف دل لگانا اس کی طاقت اور قوت کو گویا بڑھانا ہے اور عالم کثرت میں ذالنا اس کی طاقت اور قوت کو ضائع کرنا اور کھونا ہے۔ قَوْلُهُ تَعَالَى: اِنَّ اَمْرًا بَابٌ مُّتَقَدِّمٌ قَبْلَ خَيْرٍ اَوْ اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ یوسف [12:39] ”آیا مختلف اور متفرق معبود قائم کرنا زیادہ بہتر ہے یا ایک اللہ تعالیٰ کی ذات واحد قہار کو پوجنا“۔ اسلام اور اسلامی تصوف تمام مذہبی اعمال اور دینی ارکان میں دل کی نیت اور اس کی یکسوئی اور یک جہتی پر زور دیتی ہے اور اسی کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّمَا الْاِغْتِمَالُ بِالِتِّبَابِ یعنی عمل کا رد، قبول اور نقص و صحت نیت پر منحصر ہے۔ یعنی عمل کے وقت اگر دل کی نیت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ عمل قابل قبول ہے اور اگر کسی عمل کی نیت دنیوی اور نفسانی اغراض کی طرف راجع اور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد اور مردود ہے۔ اسی لیے آیا ہے لَا صَلَوةَ اِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔ یعنی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی طرح جملہ اسلامی ارکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور راجع ہونا لازمی اور ضروری گردانا گیا ہے تاکہ ہر فعل اور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مائل اور راغب اور اس کے تصور اور تفکر، توجہ، توہم اور تصرف کو ذکر اللہ اور اسم اللہ کے ایک ہی کلمہ اور مرکز توحید پر متحد اور مجتمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ دل اور قلب کی باطنی قوت اور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز ہے اور یہی اسلامی توحید کی غرض و غایت ہے اور یہی مذہبی اور روحانی تصور کا مرکز ہے جسے ریٹینیس کنسنٹریشن Religious Concentration کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو یوگ والے اور مسمریزم، پناٹزم اور سپرچولزم والے اپنا تصور اور توجہ ایک نکتہ مفروضہ اور موموہمہ پر جمانے اور باطنی طاقت بڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔ اسلامی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور اسم اللہ ذات ہے جو کہ مبداء و معاد تمام کائنات اور مخلوقات ہے اور جس کا تعلق اور کنکشن مسطیٰ کی اس ذات لم یزل ولا یزال خالق و قادر بے مثل و بے مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن یوگ اور مسمریزم کے طریقے میں ایک روشن چیز یا ایک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور سے صاحب تصور اس چیز یا اپنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس ہندو یوگی اور یورپین مسمرسٹ اور سپرچولسٹ کا معاملہ عالم ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے اور صاحب تصور اسم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع، لا زال اور لا محدود ہے۔ مذہب اسلام اور اسلامی تصوف کا سب سے اہم اور ضروری رکن کلمہ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ اس کے ذکر کی کثرت کے بغیر راہ سلوک طے ہو سکتی ہے۔ اس کلمہ طیب کے ذکر نفی اثبات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالم کثرت کے سب باطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کر دی جائے اور ایک اصلی حقیقی حق قیوم معبود برحق کے ذکر اور خیال کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہی اصل کار اور اسی پر تمام مذہب و روحانیت کا دار و مدار ہے۔“ (43)

”یورپ کے علماء مادیین اور مغرب کے اہل سائنس و اہل فلسفہ محققین نے سالہا سال کی تلاش و تحقیق اور عرصہ دراز کے غور و فکر کے بعد جس ادنیٰ قریب کی ناسوتی باطنی شخصیت کا ابھی صرف پتہ لگایا ہے اور اسے معلوم اور محسوس کیا ہے ہمارے سلف صالحین اور فقرا کالمیلین نے ان لطیف معنوی شخصیتوں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا ہوا ہے اور ایک سے ایک

اعلیٰ اور ارفع سات شخصیتوں کو اپنے وجود میں زندہ اور بیدار کر کے ان کے ذریعے وہ حیرت انگیز روحانی کشف و کرامات ظاہر کیے ہیں کہ اگر اہل سائنس اور اہل فلسفہ جدید کو اس کا شمع بھی معلوم ہو جائے تو وہ مادے کی تمام خاکرائی کو خیر باد کہہ کر روحانیت کی طرف دوڑ پڑیں اور دنیا کے تمام کام کا جھوڑ کر اسی ضروری، نوری اور حضوری علم میں دن رات محو اور منہمک ہو جائیں۔ یہ ادنیٰ باطنی شخصیت جس کا ابھی حال ہی میں اہل یورپ کو پتہ لگا ہے تصوف اور اہل سلوک کی اصطلاح میں اسے لطیفہٴ نفس کہتے ہیں۔ یہ لطیفہ ہر انسان کے اندر خام نا تمام حالت میں موجود ہے۔ اسی ابتدائی باطنی جتنے کے ذریعے انسان خواب کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نفس کا یہ لطیفہ جسے عصری کولباس کی طرح اوڑھے ہوئے ہے۔ اس جتنے کا عالم ناسوت ہے۔ جن، شیاطین اور سفلی ارواح اس مقام میں رہتی ہیں۔ پرانے زمانے کے جادوگر اور کاہن اسی ادنیٰ شخصیت نفس کے طفیل جادو اور کہانت کے کرشمے دکھایا کرتے تھے اور لوگوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ یورپ میں آج کل کے مسمریزم، ہپناٹزم، اور سپرچولزم کے تمام حیرت انگیز کرشموں اور عجیب کارناموں کا سرچشمہ بھی یہی لطیفہٴ نفس ہے۔ (44)

ان علوم سے نوری و ناری دونوں طرح کی مخلوق کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ روحیت کے قائل افراد ناری مخلوق کے قائل اور اس سے متاثر ہوتے ہیں جبکہ روحانیت کے قائل نوری مخلوق سے فائدہ اور مدد حاصل کرتے ہیں۔ اہل روحانیت حق کے علمبردار ہیں اور ان کا مقصد حیات خلق خدا کو فیض اور نفع پہنچانا ہوتا ہے۔ (45)

عزیزانِ من! انبیاء و اولیاء کی اسلامی سپرچولزم (روحانیت) اور اہل باطل کی سفلی سپرچولزم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ روحانیت با خدا لوگوں کا علم ہے۔ روحانیت کے حصول کے لیے با خدا ہونا ضروری ہے۔ روحیت کے لیے با خدا ہونا ضروری نہیں۔ ہر کس و ناکس ارتکا ز توجہ کی مشقوں سے روحیت کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ صلاحیت کسی شدید جذباتی حادثے یا ذہنی و جسمانی صدمے کے سبب خود بخود ابھرتی ہیں۔ حساس، نازک مزاج اور ذہین افراد میں یہ صلاحیت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ فاسق و فاجر آدمی بھی ارتکا ز توجہ کی مشقوں پر عمل کر کے روحیت کی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے۔ روحیت کے لیے مذہبی شعائر کی پابندی ضروری ہے، نہ خوش عقیدگی کی! جادو، ہپناٹزم، مسمریزم کا تعلق بھی روحیت سے ہی ہے۔ (46)

اسی طرح عجمی تصوف، ایرانی تصوف، یونانی تصوف اور مسیحی تصوف بھی روحیت کی مختلف اشکال ہیں۔ روحانیت کی اساس عقائد و اعمالِ صالحہ پر ہے جبکہ روحیت کا عقائد و اعمالِ صالحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا محض انسانی تصور کی قوت اور سفلی اعمال سے تعلق ہے۔ روحانیت سے کرامت اور کشف کا ظہور ہوتا ہے۔ روحیت سے استدراج کا ظہور ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و روحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے برادر! غور سے سُن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں:-

نوع اول وہ علوم و معارف الہی جل شانہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوع دوم مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ نوع اول اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے۔ اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب و یابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ بلکہ محبوب نوع اول کو خوارق و کرامت سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک خوارق نوع دوم میں منحصر ہیں۔ اور کرامات ان مجبوبات کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضریا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کوئی شرافت و کرامت حاصل ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

پری نہفتہ رُو و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بواجبی است  
چھپائے رُخ کو پری اور دیو ناز کرے الٹ معاملہ سُن کر بجا نہ ہوش رہے (47)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل روحانیت صرف ذکر قلبی اور ذکر ذات میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ رُوحی مظاہر اور کشف و کرامات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ دنیا دار لوگ اکثر حق تعالیٰ سے دور اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو بزرگ مانتے ہیں جو غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ نادانی کے باعث ایسے لوگوں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اُن کے مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ہیں اور ان کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ یہ لوگ کرامات و استدراجات میں فرق نہیں سمجھ پاتے۔ یہ اس امر حقیقی سے آگاہ نہیں ہوتے کہ رُوحی علوم کے حامل افراد حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اس میں مسلمان، عیسائی، یہودی اور باقی گروہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی اور ان کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت اور وقعت نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھنے والا علم (علم روحانیت) اور اہل روحانیت ہی حق تعالیٰ کے نزدیک اعزاز و احترام کے لائق ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین اور عالم ناسوت کی منازل اور مراتب مقاماتِ صغیرہ کہلاتے ہیں اور سات آسمان اور عرش و کرسی اور لوح و قلم مقاماتِ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ فقیر کے لیے مقاماتِ صغیرہ اور مقاماتِ کبیرہ کی طیر سیر کرنی گویا گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کی مانند ہے۔ فقیر محض اللہ تعالیٰ کے جمالِ لایزال کے متوالے اور اس کی شمعِ جلال کے پروانے ہوتے ہیں۔ وہ بغیر دیدار پروردگارِ غیر کی طرف التفات کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ (48)

اہل حق کے نزدیک روحیت اور رُوحی مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَطْبُؤُ فِي الْهَوَاءِ وَيَمْشِي عَلَى الْمَاءِ وَتَرَكَ سُنَّةَ مَنْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاصْرِبْهُ بِالنَّعْلَيْنِ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ وَمَا صَدَرَ مِنْهُ فَهُوَ مَكْرٌ وَإِسْتِدْرَاجٌ۔ ترجمہ: ”جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا ہے اور پانی پر چلتا ہے درآں حالیکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا تارک ہو تو بلا تامل اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے صادر اور ظاہر ہو رہا ہے وہ مکر اور استدراج ہے۔“

مرد درویش بے شریعت اگر پرد بر ہوا گس باشد

درچوں کشتی رواں شود بر آب اعتمادش مکن کہ خس باشد (زکریا رازنی)  
اگر مرد درویش شریعت مطہرہ کی پیروی کے بغیر ہوا پر بھی اڑے تو وہ ایک مکھی ہے۔ اگر کشتی کی طرح پانی پر چلنا شروع کرے تو اس کا اعتماد نہ کر۔ یہ عمل ایک تنکے کے برابر ہے۔ (49)

روحیت کے دلدادہ افراد (ہندو یوگی، مسمرٹس، ہپناٹسٹس، سپر چوالسٹس) شمع بینی، آئینہ بینی، قمر بینی وغیرہ سے اپنی روحی صلاحیتیں بڑھاتے ہیں۔ اس ناری طریقہ سے وہ لطیفہ نفس بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لطیفہ کے بیدار ہونے سے وہ عالم ناسوت میں تصرف حاصل کرتے ہیں۔ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح ان کی ہمنشین، مددگار اور ساتھی بن جاتی ہیں۔ اہل روحیت کا معاملہ عالم ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے۔ وہ بے شمار سفلی شعبدے اور ناسوتی کرشمہ دکھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں وہ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح سے اتحاد پیدا کر کے وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو یہ سفلی مخلوقات کر سکتی ہیں۔ وہ پرندوں کی طرح ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ پانی پر چل سکتا ہے۔ آگ میں سے گزر سکتا ہے۔ نہایت کم وقت میں بہت طویل فاصلے طے کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ ایسا شخص قعرِ مذلت میں گرتے گرتے اسفل السافلین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

عقائد صالحہ اور اعمال صالحہ کا حامل فرد ہر وقت اسم ذات اور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصور میں گم رہتا ہے۔ اس توجہ اور یکسوئی کی بدولت اس کا ذات باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رشتہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی بدولت رفتہ رفتہ اس کے تمام لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ بفضل تعالیٰ اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

تزکیہ نفس سے مراد اخلاقِ ربیلہ (کبر، حسد، بغض، عناد وغیرہ) سے چھٹکارا پانا اور اخلاقِ حسنہ (عجز و انکسار، حُب باہمی، توکل، قناعت پسندی وغیرہ) سے متصف ہونا ہے۔ تزکیہ نفس سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے یعنی تصفیہ قلب ہوتا ہے۔ تصفیہ قلب سے تصفیہ باطن ہوتا ہے۔ اس طرح انسان کو پہلے فلاح تقویٰ اور بعد میں فلاح احسان حاصل ہو جاتی ہے۔ فلاح تقویٰ سے مراد پرہیزگاری اور تقویٰ کی بدولت فلاح پانا ہے۔ فلاح احسان سے مراد مرتبہ احسان پر فائز ہونا ہے۔ یعنی خود کو ذات باری تعالیٰ کے قرب و معیت میں پانا ہے۔ حدیث جبریلؑ میں دونوں اقسام کی فلاح کا ذکر ہے۔

”حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آپؐ کی مجلس میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص جس کے کپڑے بہت سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے اور جس پر سفر کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا آیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا کر اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کی رانوں پر رکھ کر (نہایت بے تکلفی سے) بیٹھ گیا اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ۔ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے۔ اس نے کہا: آپ نے درست کہا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ (یہ شخص) سوال بھی پوچھتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اُس نے پھر کہا: بتاؤ کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر قیامت کے دن پر اس بات پر کہ اچھی بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے ایمان لائے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پھر پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی اس طرح عبادت کرے گویا تو خدا کو دیکھ



رہا ہے، پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے پھر پوچھا: قیامت کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔ آپ نے فرمایا: مسئول عنہ (آپ) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے پھر سوال کیا: اس کی علامت ہی بتائیے۔ (آپ نے علامتیں بتائیں۔) آپ نے فرمایا: وہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“ (50)

جب کوئی مسلمان شرعی احکامات کے مطابق برے کاموں سے بچے اور نیک کام کرے تو اسے فلاح تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے۔ جب وہ شیخ کامل کی رہنمائی میں بھرپور مجاہدہ کرے تو بفضلِ تعالیٰ اسے فلاح احسان حاصل ہو جاتی ہے۔ فلاح تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے۔ فلاح احسان، فلاح تقویٰ سے افضل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٥١﴾ النساء [4:31]  
اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے ○

اہل تقویٰ اور اہل احسان دونوں کو قرب و معیت نصیب ہوتے ہیں۔ تاہم قرب و معیت کے لحاظ سے اہل احسان کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ النحل [16:128]

بیشک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیت (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ احسان (بھی) ہوں ○  
فلاح احسان کے لیے مرشدِ خاص اور شیخِ ایصال کے ہاتھ پر بیعتِ ارادت ضروری ہے نہ کہ بیعتِ برکت کی۔ اس راہ پر محض زہد و تقویٰ اور مجاہدوں سے کام نہیں چلتا بلکہ مرشدِ خاص کی سرپرستی، مدد اور رہنمائی ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ المائدة [5:35]  
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ ○

ارشاد ہوا ہے کہ فلاح احسان حاصل کرنے کے لیے پہلے فلاح تقویٰ حاصل کرو، مرشدِ خاص کا وسیلہ ڈھونڈو۔ اس کے بعد مرشدِ خاص کی سرپرستی میں مجاہدہ کرو تا کہ تم فلاح احسان پاؤ۔

..... أَلَا إِنَّ جُزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾ المجادلة [58:19]

جان لو کہ بے شک شیطانی گروہ کے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

..... أَلَا إِنَّ جُزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ المجادلة [58:22]

یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

جب مسلمان راہِ فلاح پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے فکر و عمل میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی طرح، اس کے افکار و خیالات، محسوسات و جذبات بھی لطافت و کثافت رکھتے ہیں۔ حرص سے مراد طمع اور لالچ ہے۔ مال و دولت اور دنیاوی جاہ و مرتبہ کا حرص منفی قدر رکھتا ہے، مذموم ہے جبکہ خدمتِ خلق، فلاحِ انسانی، حصولِ علم و عرفان اور حصولِ ہدایت و بخشش کے جذبات مثبت قدر رکھتے ہیں اور محمود جذبات ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے



بارے میں آیا ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٧﴾

التوبة [9:128]

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک با عظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں ○  
مکر سے مراد فریب اور دھوکہ دینا ہے۔ اس لحاظ سے یہ جذبہ منفی قدر کا حامل ہے۔ مکر سے مراد خفیہ تدبیر بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْبَكْرِينَ ﴿٥٤﴾ العنبران [3:54]

پھر (یہودی) کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام) کے قتل کے لیے خفیہ سازش کی اور اللہ نے (عیسیٰ علیہ السلام) کو بچانے کے لیے (منفی

تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے ۵

دنیا دار کا جنسی جذبہ، حیوانی جذبات کی طرح تسکینِ نفس و عیش پرستی کا سامان ہے۔ جب کہ انبیاء کا جنسی جذبہ نہایت پاکیزہ، مقدس اور انتہائی لطافت کا حامل ہے۔ جس قدر کوئی اعلیٰ شخصیت ہوگی اسی قدر اس کے افکار و خیالات، محسوسات و جذبات لطیف و اعلیٰ ہوں گے۔ کثیف خیالات کے حامل افراد اعلیٰ ظرف افراد کے جذبات و احساسات کی لطافت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اہل یورپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعددِ ازدواج کے معاملات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ نفس اور شیطان کے بندے ہیں۔ اخلاقِ باختمہ لوگ ہیں۔ ان کے درمیان ماں بیٹے، باپ بیٹی، بہن بھائی کے رشتوں میں تقدس قائم نہیں رہا۔ جو لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ رفعتِ انسانی سے کس طرح باخبر اور آگاہ ہو سکتے ہیں۔

جنسی جذبہ کا انسان کی روحانیت سے بھی تعلق ہے اور نفسانیت سے بھی۔ اعلیٰ روحانیت کے حامل افراد کا جنسی جذبہ بھی ان کی روحانیت کے مطابق اعلیٰ اور لطیف ہوتا ہے۔ دنیا دار نفس کے بندے کا جنسی جذبہ بھی اس کے درجہ نفسانیت اور رتبہ شیطانیت کے مطابق کثیف ہوتا ہے۔ ع

فرق است مابین البوجہل و محمدؐ

نفسانی لوگ سب کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ انہیں انبیاء و اولیاء بھی اپنے جیسے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی رازِ سلیمان کیا سمجھے۔ اک قطرہ سمندر کیا جانے۔ ہمارے علماء فقط اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنسی جذبہ کا مقصد صرف طلب و حصولِ اولاد ہے۔ حالانکہ یہ کثیر پہلوئی اور کثیر المقاصد جذبہ ہے۔ جنت میں داخل ہونے والے مختلف درجے کی روحانی لطافت کے حامل ہوں گے۔ وہاں جنسی جذبہ کی تسکین کے لطیف ترین ذرائع، پاک صاف بیویاں اور حوریں ہوں گی۔ کیا وہاں بھی اس جذبہ کا مقصد حصولِ اولاد ہوگا؟ ہرگز نہیں، وہاں اس کا مقصد صرف روحانی، قلبی و ذہنی تسکین حاصل کرنا اور لطف و اطمینان حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح اس دنیا میں بھی شادی صرف جنسی تسکین کے لیے نہیں کی جاتی۔ اس سے مقصود نفسیاتی، روحانی اور ذہنی تسکین کا حصول بھی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اعلیٰ ظرف انسان کے خیالات و محسوسات اور جذبات اس کے تزکیہ نفس کے ساتھ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا دار انسان کے خیالات و محسوسات اور جذبات کثیف سے کثیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسفل السافلین کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ (معاذ اللہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہادی و مرشد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

..... يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا..... الاعراف [7:158]

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔

دین اسلام سب کو دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔ قرآنی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً ہیں۔ اسلامی تصوف (روحانی سائنس، روحانیت) روحِ دین ہے۔ اس کی تعلیمات قرآن و سنت کی نصوصِ صریحہ پر مبنی ہیں۔ اسے چھوڑ کر منکرینِ حق اور مدعیانِ باطل کی آراء و افکار کی پیروی مسلمان کے لیے کسی طرح روا نہیں۔ جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٧:٣﴾ الاعراف [7:3]  
 (اے لوگو! تم اس (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس کے غیروں میں سے (باطل حاکموں اور) دوستوں کے پیچھے مت چلو، تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو) ○  
 اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان راہ حق پر ہی گامزن ہو۔ آئندہ صفحات پر اہل حق کا سلوک روحانی بیان کیا جائے گا۔ روحانیت و روحیت کے دلدادہ تمام انسانوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت دعوت عامہ ہے کہ وہ اس بیان کردہ سلوکِ روحانی پر عمل کر کے دیکھیں۔ اس کی بدولت بدنصیب، خوش نصیب ہو جائے گا۔ کفر و گمراہی کے اندھیرے دور ہوں گے۔ ایمان و ایتقان کی دولت نصیب ہوگی۔ ہر طرح کی مادی و روحانی، ذہنی و جسمانی، جذباتی و نفسیاتی، سماجی و معاشی نشوونما و ترقی ہوگی اور آسودگی حاصل ہوگی۔ یقیناً محکم کے ساتھ اس وادی حیرت میں قدم رکھیں۔ ان شاء اللہ حقائق منکشف ہوں گے۔ ادیانِ باطلہ کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ روجی علوم کی نارسائی آشکار ہو جائے گی۔ ایسا سب کچھ تمہارے

باطن میں تبدیلی سے ہوگا۔ تبدیلی اندر سے آئے گی۔ تمہارے قلب و اذہان جب نور الہی سے منور ہوں گے تو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ یہ پیغام حق ہے اس پر غور کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ وَالَّذِينَ ۖ وَطُورِ سِينِينَ ۖ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۖ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۖ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّكْرِ ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۖ التین [8-1:95]

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ( دائمی) اجر ہے پھر اس کے بعد کون ہے جو آپ کو دین (یا قیامت اور جزا و سزا) کے بارے میں جھٹلاتا ہے کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے و ما علینا الا بلاغ

# روحی علوم

(تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

**قوتِ تخیل:** ہم جو بھی کام کرتے ہیں ہمیشہ تخیل کے زیر اثر کرتے ہیں۔ ہم اپنی سوچ، تخیل اور فکر کے زیر اثر کھیلوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ ہم اسی وقت کھیلنے کی بجائے سیکھنے کی رہنمائی کرنا سیکھ لیں۔ اس کے لیے ہمیں اپنے ذہن میں آنے والے مختلف خیالات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ اچھے اور برے خیالات میں تمیز کرنا ہوگی۔ خیال کی قوت سے اور اس قوت سے کام لینے کے طریقوں سے آگاہ ہونا ہوگا۔ یہ سمجھنا ہوگا کہ مختلف قسم کے خیالات کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ خیالات پیدا ہونے کے اچھے برے ذرائع کون سے ہیں۔ برے خیالات کے منفی اثرات سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اچھے خیالات کو کس طرح عملی روپ دے سکتے ہیں۔ ہمیں حقیقی فکری و عملی آزادی حاصل کرنے کے لیے، نفس، شیطان اور دیگر ظاہری و باطنی محرکات سے نجات پانے کے لیے اپنے تخیل (فکر و سوچ) کی رہنمائی کرنا سیکھنا ہوگی۔

تخیل بے لگام، سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو اپنے کمزور، بے بس سوار کو جہاں چاہے لے جائے اور اس کو کسی کھائی میں گرا کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ اگر سوار سرکش گھوڑے کو سدھار لے تو وہ اس کی تباہ کن سرکشی سے نجات پاسکتا ہے اور اسے اپنی مرضی سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔

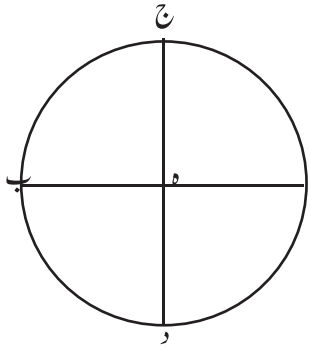
تخیل کو طوفانی دھارے سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو اپنی زد میں آنے والے کسی بھی شخص کو بہا لے جاتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے خواہ وہ کنارے تک پہنچنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔ اگر انسان اپنے علم، عقل، حکمت اور وسائل سے بھرپور کام لیتے ہوئے اس طوفان کا رخ موڑ دے اور اس پر قابو پالے تو وہ اس کی قوت کو حرکت، حرارت اور بجلی میں تبدیل کر سکتا ہے۔ جس طرح ہم طوفان اور بے سدھ گھوڑے پر قابو پاسکتے ہیں اسی طرح اپنے تخیل پر بھی قابو پاسکتے ہیں اور اس کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ بہت آسان ہے۔ اپنے تخیل پر تصرف حاصل کرنے کا طریقہ سمجھنے سے پہلے، یقینی طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک خیال خود کو عمل میں ڈھالنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس کے لیے درج ذیل تجربے سے مدد مل سکتی ہے:

- 1۔ سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا لیجئے اور اس پر پانچ انچ نصف قطر کا دائرہ بنائیے۔
- 2۔ اس پر دو خطوط اب اور ج دیکھنیے، جو زاویہ قائمہ پر ہوں اور ’’ہ‘‘ کے مقام پر ایک دوسرے کو کاٹیں۔ خطوط جتنے واضح ہوں گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ یہ خطوط روشنائی سے اور جلی قلم سے بنائے جائیں۔
- 3۔ قریباً آٹھ انچ لمبا سوتی دھاگا لیں۔ دھاگے کے سرے پر بھاری دھات کا ایک ٹن باندھ دیجئے یا یہ دھاگا کسی درمیانے سائز کی سوئی میں پرو لیں۔
- 4۔ کاغذ کو میز پر اس طرح رکھئے کہ قطر ’اب‘ افقی اور ’ج‘ عمودی نظر آئے۔ میز کے سامنے سیدھے کھڑے ہو جائیے۔

دھاگے کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑیے۔ سوئی یا بٹن نقطہ کے اوپر لٹک رہا ہو۔ یہ احتیاط رکھیے کہ کہنیاں کسی طرف دبے نہ پائیں۔

5۔ اب خط کو دیکھیے، اس کے متعلق خیال کیجئے اور ایک طرف سے دوسری طرف اپنی نگاہ ڈرائیے۔ جس خط کے متعلق آپ سوچ رہے ہوں گے فوراً بٹن اس کے ساتھ حرکت کرنے لگے گا۔ آپ کا ذہن جتنی آسانی کے ساتھ خط کے خیال پر جمارہے گا اتنی ہی تیز اس کی حرکت ہوگی۔ لیکن (پنڈولم) کو ٹھہرانے کی آپ کی کوشش ”الٹی کوشش“ کے قانون کو عمل میں لے آئے گی اور اس کی حرکات مزید نمایاں ہو جائیں گی۔

6۔ اب اپنی نگاہ ’ج‘ دھڑ پر جمائیے۔ بٹن بتدریج اپنی حرکت کی سمت بدلے گا اور ’ج‘ کی سمت اختیار کر لے گا۔ اس کو چند لمحوں تک اس طرح حرکت کرنے دیجئے اور پھر اپنی توجہ دائرے پر منعطف کیجئے۔ دائرے کے گرد نگاہیں دوڑائیے۔ ایک بار پھر جھولتی ہوئی سوئی یا جھولتا ہوا بٹن آپ کی پیروی کرے گا۔ آپ کے خیال کے مطابق یہ گھڑی کی سوئیوں کی یا اس کے برعکس سمت اختیار کرے گا۔ تھوڑی مشق کے بعد آپ کم از کم آٹھ انچ قطر کے ساتھ دائرہ نما جنبش پیدا کر لیں گے۔ لیکن آپ کی کامیابی قطعی طور پر آپ کے خیال اور بٹن یا سوئی کو ٹھہرانے کی آپ کی کوشش کے تناسب سے ہوگی۔



7۔ آخر میں نقطہ کے متعلق سوچیے۔ بتدریج جنبش کا حلقہ کم ہوتا جائے گا۔ تاوقتیکہ بٹن یا سوئی ساکن نہ ہو جائے۔

8۔ خط کے متعلق آپ کا خیال لاشعور میں منتقل ہوتا ہے اور وہاں عملی صورت اختیار کرتا ہے۔ اس لیے آپ بے خبری کی حالت میں اپنے ہاتھوں سے وہ غیر مرئی حرکات انجام دیتے ہیں جو بٹن یا سوئی کو حرکت میں لے آتی ہیں۔ اس طرح استقرائی خود تلقینی کے زیر اثر بازوؤں اور ہاتھوں کے اعصاب و عضلات حرکت میں آتے ہیں جس کے نتیجے میں بٹن یا سوئی حرکت میں آ جاتی ہے۔

9۔ پہلی بار جب آپ یہ تجربہ کریں تو مناسب ہوگا کہ آپ تنہا ہوں۔ اس طرح آپ کو معروضی طور پر تجربہ کرنے میں مدد ملے گی۔ (51)

تلقین اور خود تلقینی :- ’تلقین‘ سے مراد اپنے یا کسی کے ذہن میں کوئی خیال بٹھانے کا عمل ہے۔ اگر انسان اپنے ذہن میں کوئی خیال اچھی طرح بٹھالے اور اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول کر لے تو یہ تلقین خود تلقینی میں تبدیل ہو جاتی اور عملی



روپ اختیار کر لیتی ہے۔

ایک بار مسلم لیگ اور کانگریس کے مشترکہ اجلاس میں بعض شرپسند عناصر نے ہنگامہ آرائی برپا کر دی۔ ہر طرف شور شرابہ تھا۔ جلسہ گاہ میں مسلم لیگ اور کانگریس کے سرکردہ رہنما موجود تھے۔ نہرو اور گاندھی سمیت تمام رہنماؤں نے امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جلسہ گاہ میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جب تمام لیڈرز ناکام ہو گئے تو قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر کھڑے ہوئے۔ انہوں نے جلسہ گاہ میں موجود سامعین پر طائرانہ نظر ڈالی اور انگشت شہادت بلند کرتے ہوئے حکمانہ انداز سے آواز بلند کہا ”Silence“۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی اور وہ جلسہ کامیاب رہا۔ دورانِ جلسہ بھی تمام سامعین دم بخود رہے۔ دیگر رہنماؤں کی لمبی چوڑی باتوں کے بجائے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یقین سے بھرپور ایک لفظ نے ’موثر تلقین‘ کا کام کیا۔ اس ’تلقین‘ کو سامعین کے لاشعور نے قبول کر لیا۔ یہ ’تلقین‘ سامعین کی ’خود تلقینی‘ میں بدل گئی اور حسبِ مشائخ مرتب ہوئے۔

تلقین (Suggestion) سے مراد موثر نصیحت (Effective Advice) یعنی ایسی نصیحت ہے جس کی اثر انگیزی کا یقین ہو اور وہ نصیحت اثر انگیز بھی ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ہر ایک ارشاد مبارک ہر ایسے مسلمان کے لئے معجزہ نما تلقین اور موثر نصیحت کی حیثیت رکھتا ہے جو سنتے ہیں، مان لیتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مسلمان جو سن کر مان لیں اور عمل کریں ”مومن“ کہلاتے ہیں۔ جو سنی ان سنی کر دیں اور سن کر عمل نہ کریں وہ مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر مومن نہیں۔ مومن ہر تلقین کو دل و جان سے قبول کرتا ہے یعنی اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ تلقین، خود تلقینی میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور عمل کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ایک بار ایک خاتون اپنے بیٹے کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بیٹا گڑبہٹ کھاتا ہے۔ اسے نصیحت فرمائیں کہ یہ زیادہ گڑ نہ کھایا کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل آئیں، کل نصیحت کروں گا۔ وہ عورت اگلے دن اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ زیادہ گڑ نہ کھایا کرے۔ اس خاتون نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اسے کل نصیحت کیوں نہیں فرمائی تھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں نے خود گڑ کھایا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے گڑ نہیں کھایا۔ اس لیے میں نے آج نصیحت کی ہے۔ اس عورت کے بیٹے پر نصیحت (تلقین) کا اثر ہوا اور اس نے زیادہ گڑ کھانا چھوڑ دیا۔

صدق و خلوص اور ایمان و ایقان پر مبنی تلقین فوراً اثر انداز ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت توجہ سے سنتے اور ان پر فوراً عمل کرتے تھے۔ اس ضمن میں بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

تلقین اسی وقت موثر ہوتی ہے جب وہ خود تلقینی میں تبدیل ہو جائے۔ اگر آپ کسی شخص کو تلقین دیں، لیکن اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول نہ کرے اور اسے خود تلقینی میں تبدیل نہ کرے تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

در اصل، ہم مسلسل اپنے آپ کو لاشعوری خود تلقینی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً

1۔ اگر ہمارا کوئی دوست، ہم سے بدسلوکی کرے تو ہم اپنے آپ کو تلقین دیتے ہیں کہ اسے اینٹ کا جواب پتھر سے

دیں گے۔ اسے تکلیف پہنچانے کے لیے فلاں فلاں بات کہیں گے اور فلاں فلاں کام کریں گے۔ جب ہمارا دوست سامنے آتا ہے تو خود تلقینی کے زیر اثر ہم اپنے قول و فعل سے اسے اذیت پہنچاتے ہیں۔

2۔ بعض اوقات ہم بھولے ہوئے نام کو یاد کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہیں وہ ہم سے اتنا ہی دور بھاگتا ہے۔ جب ہم یہ سوچ کر نام یاد کرنے کی کوشش ترک کر دیتے ہیں کہ کچھ دیر بعد خود بخود یاد آجائے گا یا پتہ چل جائے گا تو کسی کوشش کے بغیر ہی وہ نام خود بخود ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے۔ ایسا خود تلقینی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آپ خود کو تلقین دیتے ہیں کہ کچھ دیر بعد خود بخود یاد آجائے گا یا پتہ چل جائے گا تو آپ کا لاشعور (ذہن، روحانی شخصیت) اس تلقین کو قبول کر لیتے ہیں اور حسبِ منشا نتیجہ برآمد ہو جاتا ہے۔

ہم مسلسل اپنے آپ کو لاشعوری خود تلقینی دیتے رہتے ہیں۔ یہ خود تلقینی اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ بری خود تلقینی کی وجہ سے انسان کئی طرح کی ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی، جسمانی، روحانی، سماجی، معاشی خرابیوں، بیماریوں اور برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اچھی خود تلقینی کی وجہ سے تندرستی، سلامتی، فلاح اور بقا پاتا ہے۔ شعوری طور پر اچھی خود تلقینی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس طرح ایک بیمار کو تندرست کیا جاسکتا ہے۔ منفی خود تلقینی کے شکار، اعصاب زدہ اور غلط افراد کو اخلاقی صحت سے ہم کنار کیا جاسکتا ہے۔ برائی کی طرف مائل افراد کو راہِ راست پر ڈالا جاسکتا ہے۔ ہر بیماری خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو، خود تلقینی سے مغلوب کی جاسکتی ہے۔ جس طرح ہم لکھنا، پڑھنا، گانا، ساز بجانا، گاڑی چلانا، کمپیوٹر چلانا سیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح خود تلقینی کا طریقہ بھی سیکھ سکتے ہیں۔ خود تلقینی ایک ایسا ہتھیار ہے جو پیدائش کے ساتھ ہی ہمیں مل جاتا ہے اور ہم لاشعوری طور پر اس سے اس طرح کھیلتے رہتے ہیں جس طرح بچہ اپنے کھلونے سے کھیلتا ہے۔ یہ ہتھیار بیک وقت بہترین اور بدترین چیز ہے۔ بے خبری کی حالت میں آپ اس ہتھیار سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آپ شعوری طور پر اس سے کام لینا جانتے ہیں تو اسی سے اپنی اور دوسروں کی جان بھی بچا سکتے ہیں۔

شعوری خود تلقینی کا طریقہ سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت سے آگاہ ہوں۔ آپ اسے سمجھنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ ایسے افراد جو ذہنی طور پر پسماندہ ہوں، جو آپ کی بات سمجھنے کے قابل نہ ہوں یا جو سمجھنا ہی نہ چاہتے ہوں۔ انہیں شعوری خود تلقینی کے عمل سے آگاہ کرنا مشکل ہے۔ شعوری خود تلقینی کے سلسلہ میں چند اہم باتیں یاد رکھیں۔

1۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اور زبردست روحانی قوت عطا فرمائی ہے۔ اعلیٰ ظرف انسان اپنے اعلیٰ اخلاق اور کردار و عمل کی بدولت اس مخفی روحانی قوت کو عملی روحانی قوت میں تبدیل کر کے خدمتِ خلق کا کام لیتے ہیں جبکہ مخفی طرز فکر کے حامل افراد تصور و توجہ کی یکسوئی کی بدولت اس قوت کو فعال بنا لیتے ہیں اور اس سے تباہی و بربادی اور ہلاکت کے کام لیتے ہیں۔

2۔ اکثر لوگ اس مخفی روحانی و روحی قوت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

3۔ شعوری خود تلقینی سے مخفی روحانی و روحی قوت کو بیدار کرنے اور اس سے کام لینے میں مدد ملتی ہے۔

4۔ شعوری خود تلقینی اگر اعتماد، یقین اور ثابت قدمی سے دی جائے تو خاطر خواہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ کسی مسئلہ،

پریشانی، ضرورت یا بیماری کی شدت و نوعیت، اعتماد و یقین اور استقامت کی کمی بیشی کے لحاظ سے شعوری خود تلقینی سے فوری یا آہستہ آہستہ، مسلسل افاقہ ہو سکتا ہے۔

5۔ ارادہ، تخیل ہی سے جنم لیتا ہے۔ تخیل انسان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ اگر انسان کے تخیل (فکر، سوچ) کی گہرائی میں اعتماد اور یقین کی قوت پائی جاتی ہے تو اس قوت پر مبنی ارادہ سے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اگر انسان کے تخیل (عمومی سوچ) میں خود اعتمادی اور یقین کا فقدان ہے تو ارادہ سے خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اس لیے ارادہ نہیں بلکہ تخیل انسان کی سب سے اہم قوت ہے۔ اس لیے ارادہ کی تربیت کے بجائے تخیل کی تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔

6۔ اگر ہم کسی کام کا ارادہ کریں مگر تخیل میں ناکامی کا ڈر ہو تو ارادہ اور تخیل میں تصادم کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس صورت میں فتح ہمیشہ تخیل کو ہوتی ہے۔ مثلاً یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے، ہم جس قدر سونے، کسی کا نام یاد کرنے، ہنسی روکنے یا کسی رکاوٹ سے بچنے کی کوشش کریں گے، اسی قدر ہم زیادہ مشتعل ہوں گے۔ سو نہیں سکیں گے۔ نام یاد نہ کر سکیں گے۔ ہنسی نہ روک سکیں گے اور جس رکاوٹ سے بچنا چاہتے ہیں اسی رکاوٹ کی طرف بڑھیں گے۔ نفسیاتی و روحانی دنیا میں اسے 'اٹلی کوشش' قرار دیا جاتا ہے۔

7۔ جب ارادے اور تخیل میں اتفاق ہو تو یہ ایک دوسرے میں جمع نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے سے ضرب کھاتے ہیں یعنی ان کی قوت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ (52)

8۔ شعوری خود تلقینی اس اصول پر مبنی ہے کہ ہر وہ خیال جو ہمارے ذہن میں ہوتا ہے ہمارے لیے سچ ثابت ہوتا ہے اور عملی صورت اختیار کرنے پر مائل ہوتا ہے۔ اس لیے خود کو اپنے خیالات کا مالک سمجھیں۔ آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہی بن جائیں گے۔ جو چاہیں گے وہ حاصل کر لیں گے۔ لیکن بات معقول ہونی چاہیے اور طرز فکر مثبت ہونا چاہیے منفی طرز فکر سے منفی نتائج ہی مرتب ہوں گے۔ مثلاً اگر آپ یہ سوچنے لگے کہ آپ کو کوئی بیماری ہو سکتی ہے تو اس بات کا امکان ہے کہ آپ کسی مصنوعی بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ اسی طرح کسی کام کو مشکل سمجھنے سے آپ کے لیے وہ کام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ہر وہ خیال جو ذہن پر پوری طرح حاوی ہو ایک حقیقی جسمانی یا ذہنی کیفیت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

9۔ شعوری خود تلقینی کے وقت ضروری ہے کہ آپ فطرتی، سادہ انداز سے اور یقین کے ساتھ ایسا کریں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بلا کوشش ایسا کریں۔ کوشش سے مراد ارادے کا استعمال ہے، جس کو بہر صورت الگ رکھنا چاہیے اور تمام تر توجہ تخیل پر دینی چاہیے۔ یہ بات واضح رہے کہ شعوری خود تلقینی کا شعور سے نہیں بلکہ لاشعور سے تعلق ہے اس سے مراد ارادی خود تلقینی یا استقرائی خود تلقینی ہے۔ یہ خود تلقینی معمول کے شعوری انتخاب پر مبنی ہوتی ہے۔

10۔ تمام طبی و روحانی معالجین، روحانی علوم (تصوف و علم النفس) اور روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، ریکی، این ایل پی، ملکنیکس وغیرہ) کے ماہرین کے اختیار کردہ تمام ذرائع (اوراد، وظائف، منتر، اشارات، حرکات، الفاظ وغیرہ) کا منبع خود تلقینی ہے۔ سبھی معالجین مریض میں صحت یابی کے لیے خود تلقینی پیدا کرتے ہیں۔

11۔ ڈاکٹر پال جوز صدر عالمی انجمن نفسیات لکھتے ہیں کہ ہر بیماری کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ خالصتاً ذہنی نہ ہو۔ درحقیقت ہر جسمانی بیماری پر ایک ذہنی بیماری طاری ہوتی ہے جو اس سے چٹ جاتی ہے اگر ہم جسمانی بیماری کو قدر (Value) ایک (1) دیتے ہیں تو ذہنی بیماری کی قدر ایک (1)، دو (2)، دس (10)، بیس (20)، پچاس (50)، سو (100) ہو سکتی ہے۔ بہت سی صورتوں میں (خود تلقینی سے) یہ (ذہنی بیماری) فوراً دور ہو جاتی ہے لیکن اگر اس کی قدر بہت اونچی ہو، مثلاً سو (100) ہو اور جسمانی بیماری کی قدر ایک (1) ہو تو یہی مؤخر الذکر قدر رہ جاتی ہے یعنی کل بیماری کا ایک سو ایک واں حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ (53)

اسلامی نفسیات کے مطابق ہر بیماری کے تین پہلو ہوتے ہیں۔

1۔ روحانی و اخلاقی پہلو 2۔ ذہنی پہلو 3۔ جسمانی پہلو

بعض بیماریاں صرف روحانی و اخلاقی سطح تک محدود رہتی ہیں۔ ان کے ذہن اور جسم پر اثرات نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ بعض روحانی و اخلاقی بیماریاں، ذہنی امراض کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی طرح بعض روحانی و اخلاقی بیماریوں کے نتیجے میں انسان جسمانی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کلی شفا کے لئے ضروری ہے کہ انسان روحانی و اخلاقی، ذہنی و نفسیاتی اور جسمانی امراض سے چھٹکارا پالے۔ خود تلقینی سے ان تمام امراض سے بندرتج چھٹکارا پانے میں مدد ملتی ہے۔ جب ایک انسان ذہنی و نفسیاتی طور پر مثبت طرز فکر کی وجہ سے، تندرست ہو جاتا ہے تو جسمانی بیماریاں عموماً زیادہ آسانی سے درست ہو جاتی ہیں۔

جسمانی امراض کے علاج کے لیے روحانی و اخلاقی اصول شفا کی قدر و قیمت کا اب اہل یورپ کو بھی احساس ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر لوئی رینان معلم پروفیسر شعبہ طب پیرس کہتے ہیں:

”شفا بخشی کے سلسلے میں اخلاقی اثر کی مدد بہت قدر و قیمت رکھتی ہے۔ یہ وہ اولین عامل ہے جس کو نظر انداز کر دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ انسانی عمل کے ہر شعبے کی طرح طب میں بھی روحانی قوتیں دنیا کی رہنمائی کرتی ہیں۔ (54)

12۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ ہمیں اس کی رحمت پر بے حد و حساب یقین ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے تمام گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ ہر مرض اور مصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔ یہ یقین خود تلقینی میں روح رواں کے طور پر کام آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَبِيبًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ سورة الزمر [39:53]

آپ فرمادیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب فضل و کرم اور رحمت و بخشش پر کامل یقین رکھتے ہوئے ہر حال میں امید کا دامن تھامے رکھیں۔ خواہ حالات و واقعات کیسے ہی ناسازگار کیوں نہ ہوں۔ یقین تبدیلی اور شفا و نجات کی امید اور یقین کے ساتھ خود تلقینی کا عمل جاری رکھیں۔ اس امید اور یقین کی بدولت ”خود تلقینی“ کا عمل نہایت مؤثر ہو جائے گا اور

- حسب منشا نتائج ضرور مرتب ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)
- 13۔ خود تعلقینی کی صورت میں یہ امر بھی پیش نظر رکھیں کہ تعلقینات نیند کی حالت میں بھی دی جاسکتی ہیں اور بیداری کی حالت میں بھی۔ آپ لوگوں کو تیار کیے بغیر اور ان کے علم کے بغیر بھی تعلقینات دے سکتے ہیں۔
- 14۔ کوئی خیال اس وقت تک عملی صورت اختیار نہیں کر سکتا جب تک اسے ذہن قبول نہ کرے۔ ہر وہ خیال، جو لاشعور میں بھی داخل ہوتا ہے۔ اگر لاشعور اس کو قبول کر لے تو حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس وقت سے ہماری زندگی کا ایک مستقل جزو بن جاتا ہے اس عمل کو ”غیر ارادی خود تعلقینی“ کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس کے مطابق انسان کا ذہن ہمیشہ کام کرتا ہے۔ اس ضمن میں سی، ہیری بروکس لکھتے ہیں:
- ”خود تعلقینی کا سارا عمل دو مرحلوں پر مشتمل ہے: خیال کی قبولیت اور اس کی حقیقت میں تبدیلی۔ یہ دونوں کام لاشعور انجام دیتا ہے۔ خواہ خیال معمول کے ذہن میں پیدا کیا جائے یا یہ باہر سے کسی اور شخص کے ذریعے پیش کیا جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں صورتوں میں یہ یکساں عمل سے گزرے گا۔ یہ لاشعور کو پیش کیا جاتا ہے۔ جو اس کو قبول کر لیتا ہے یا رد کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں یا تو یہ عملی صورت اختیار کر لیتا ہے یا نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔
- ..... بنیادی طور پر ہر تعلقین خود تعلقینی ہوتی ہے۔ ہمیں جو امتیاز پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہ ”غیر ارادی خود تعلقینی“ جو ہماری پسند اور ہمارے ارادے سے بے نیاز ہوتی ہے اور استغراقی خود تعلقینی، جس میں ہم شعوری طور پر ان خیالات کا انتخاب کرتے ہیں جن کو ہم عملی صورت دینا چاہتے ہیں اور ارادۂ ان کو لاشعور میں داخل کرتے ہیں، کے درمیان ہونا چاہیے۔ (55)
- 15۔ کسی خیال میں جتنے زیادہ جذبات شامل ہوتے ہیں اس سے پیدا ہونے والی خود تعلقینی اتنی ہی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ خوف یا محبت کا ایک لمحہ وہ اثر پیدا کر سکتا ہے جو عمر بھر قائم رہے۔ یہ جذباتی عامل بھی تعلقین کی قبولیت کے حصول میں نمایاں کردار کرتا ہے۔
- 16۔ لاشعور کے کسی خیال کو رد یا قبول کرنے کا انحصار ان تلازمات پر ہے جو اس سے متعلق ہیں۔ خیال کو تقویت دینے والے مثبت تلازمات اسے قبول کرنے میں مدد دیتے ہیں جبکہ منفی (متضاد) تلازمات اسے رد کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ اپنے کسی بلند ہمت اور پُر اعتماد دوست سے کہیں گے ”میرے پیارے دوست، آپ بیمار نظر آتے ہیں، تو وہ اپنے مزاج کے مطابق ہنس پڑے گا مگر بیمار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس تعلقین کو قبول نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس یہی بات اگر آپ بزدل اور وہمی قسم کے دوست سے کہیں گے تو وہ اپنے مزاج اور منفی تلازمات کی وجہ سے اس تعلقین کو قبول کر لے گا۔ یہ تعلقین، ”خود تعلقینی“ میں بدل جائے گی۔ خود تعلقینی عملی صورت اختیار کر لے گی اور وہ بیمار ہو جائے گا۔
- 17۔ کسی مقصد، نتیجہ یا انجام کے حصول کے لیے ہمیں مقصد براری کے طریقے کی تعلقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ اور یقین کرتے ہوئے اپنے ذہن میں مطلوبہ شے، شخصیت، کام یا نتیجہ کا تصور قائم کر لیں تو حیرت انگیز طور پر وہ مقصد پورا ہو جائے گا۔ اہل مغرب اپنے مادہ پرستانہ اور لحدانہ طرز فکر کی وجہ سے اسے خیال کی قوت یا خود تعلقینی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ تمام روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، سائنٹالوجی،

رہی، این ایل پی ٹیکنیکس وغیرہ) اسی دہریت اور ملحدیت کی تعلیم دیتے ہیں۔

درحقیقت اس کا سبب ذاتِ باری تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ خالقیت و ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ روحانی رشتہ قائم ہے۔ جب کوئی بھی انسان (مسلم و غیر مسلم) باصرا رکچھ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتے ہیں۔ مسلمان اس عطا و بخشش کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عند اللہ تصور کرتے ہیں بلکہ انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے۔ جبکہ کفار، مادہ پرست، دہریے اور ملحد اسے اپنی کوشش و عمل کا کمال اور قوتِ فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں ہی ان کے حصے کا سب کچھ عطا کر دیا جاتا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: جس کے دو دن ایک جیسے گزرے وہ ہلاک ہوا۔

انسانی زندگی کی قدر و قیمت کے پیش نظر ضروری ہے کہ انسان روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جائے۔ اگر انسان ہر روز صبح و شام کو اس بات کا عہد کر لے کہ ”وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہے“ تو صدق و خلوص اور یقین پر مبنی اس نیت، ارادہ اور عہد کے معجزانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسان کی ذاتی و شخصی، روحانی اور قدرت کی پیدا کردہ آفاقی قوتیں اس انسان کی مددگار ہو جاتی ہیں اور وہ اخلاقی، روحانی، جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، سماجی و معاشی غرضیکہ ہر لحاظ سے روز بروز بہتر سے بہتر ہوتا جاتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

اس کا عمومی مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر نیت نیک ہے تو اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ اگر نیک نیتی عمل کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو نیک نیتی کا اور اچھے عمل کا دونوں کا اجر ملے گا۔ مثلاً کوئی شخص مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کرتا یا خواہش رکھتا ہے مگر اسے ضروری وسائل میسر نہیں آتے اور وہ مسجد تعمیر نہیں کر پاتا۔ اسے اس نیک نیتی پر بھی مسجد تعمیر کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس حدیث پاک سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم جیسا سوچتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں۔ اگر ہماری سوچ اچھی ہے تو ہم اچھے کام کریں گے۔ اگر ہم اچھے خیالات قبول کریں گے اور برے خیالات سے بچیں گے تو ہماری سوچ اور عمل دونوں درست ہو جائیں گے۔ خیالات کی اثر انگیزی کے پیش نظر ہی ہمیں مثبت طرز فکر اختیار کرنے اور منفی طرز فکر سے گریز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

خوف، غم، مایوسی و دیگر منفی جذبات سے انسانی شخصیت کمزور ہوتی ہے۔ اس سے دیگر افرادِ معاشرہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے دین اسلام میں اخلاقِ رذیلہ (غیبت، چغلی، تہمت، بہتان، تکبر، ریا وغیرہ) کی خرابیاں بیان کی گئی ہیں اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لَا تَخْزَن (مت ڈر، خوف نہ کر) لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) کے احکامات اسی لیے دیے گئے ہیں تاکہ انسان منفی طرز فکر اور منفی تلقینات کے تباہ کن اور غارت گراثرات سے محفوظ رہے۔ مثبت طرز فکر کے حامل افراد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست (اولیاء) قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ دوست محفوظ و مامون اور شاداں و فرحان ہوتے ہیں۔ وہ سوچ اور عمل کے لحاظ سے متوازن شخصیات ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۰۶۲﴾ سورہ یونس [10:62]



خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے ○

ہمیں جن تباہ کن تلقینات سے بچنا چاہیے ان میں خوف سے زیادہ کوئی خطرناک نہیں۔ کسی چیز سے ڈرنے کی صورت میں ذہن منفی خیال پر مرکوز ہو جاتا ہے۔ خوف خود میں ہر وہ عنصر شامل کر لیتا ہے جو خود تلقینی کو زیادہ سے زیادہ طاقت فراہم کرنے کے لیے ضروری ہو۔

خوف کی طرح غم، مایوسی، عیب جوئی، خود غرضی، حرص اور تکبر وغیرہ پر مبنی خیالات ہماری شخصیت کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ اگر ایسے خیالات متواتر ہمارے ذہن میں آتے رہیں گے تو اس کا بڑا خطرہ یہ ہے کہ ہم تحت الشعوری طور پر انہیں قبول کر لیں اور اس طرح ان کو اپنے کردار میں ڈھال لیں۔ اس لیے بد اخلاق لوگوں سے بچیں۔ یہ ہر اس شخص کو نقصان پہنچاتے ہیں جو ان سے تعلق رکھتا ہے۔

بعض اوقات صحت مند اور نیک لوگ بھی بری تلقینات پھیلاتے ہیں اور یہ نادان دوست اپنوں کو جو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں ان کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ اپنے کسی بیمار دوست کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے اسے احساس دلاتے ہیں کہ وہ لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے اور جلد ہی اذیت ناک موت کا شکار ہو جائے گا۔ ایسے مریض کو دن میں اگر پندرہ بیس بار ایسی باتیں سننا پڑیں اور وہ ان تلقینات کو قبول کر لے تو اس کے تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم بے خیالی میں اپنے کسی دوست سے اس کے روزمرہ کے کام میں دشواری پر اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں یا ہم اس کے کام کو ناگوار اور خلافِ طبیعت بتاتے ہیں تو ہم اس کے لیے اس کام کو مزید مشکل بنا دیتے ہیں اور اس طرح اس کی کامیابی کے امکانات کسی قدر کم ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ دوسروں کے ساتھ گفتگو میں احتیاط برتیں۔ ان سے امید افزا، حوصلہ افزا، بامقصد، مسرت آمیز گفتگو کریں۔ بچوں کے معاملے میں تو ہمیں اور بھی زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔ بچے کا لاشعور بالغ کی نسبت زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ لاشعور کی انتخابی استعداد کمزور تر ہوتی ہے۔ اس لیے وہ جو اثر قبول کرتا ہے اس کو زیادہ طاقت کے ساتھ عملی صورت دیتا ہے۔ یہ تاثرات ہی وہ سامان ہیں جس سے بچے کی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے۔ اگر ہم ناقص سامان فراہم کریں گے تو اس سے بننے والی عمارت ناپائیدار ہوگی۔ انتہائی محتاط اور نیک مائیں بھی اکثر اوقات اپنے بچوں کے ذہنوں میں کمزوری کے بیج بوتی رہتی ہیں۔ انہیں لال بیگ، چوہے، چھپکلی، بھوت، چڑیل، چور، ڈاکو وغیرہ سے ڈراتی رہتی ہیں۔ بالآخر بچہ ان کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایسی مائیں اپنے بچوں کی صحت کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بیماری کو زندگی کا معمول اور صحت کو استثنائی حالت خیال کرنے لگتے ہیں۔

بعض اوقات ماتھے کی شکن، غلط نگاہ یا انداز سے بھی ناگوار خود تلقینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔“

صدقہ سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جس سے کسی کو راحت ملے یا اس کی کوئی تکلیف دور ہو۔

انسان کی خوش مزاجی کا خود اسے بھی اور دوسروں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جب ذہن درست و متوازن ہو اور خوشی و مسرت اور شیریں خیالات سے پر ہو تو یہ زیادہ مستعدی سے کام کر سکتا ہے۔ جب ہم مستقل طور پر خوش ہوتے ہیں تو



ہماری استعداد اور قابلیت اوج کمال پر پہنچ جاتی ہے اور ہم اپنے خارج کی دنیا کی تشکیل کے لیے انتہائی موثر انداز میں کام کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے دین اسلام میں دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کو بھی صدقہ، نیکی اور عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

**شفاء بخش تلقین کا طریقہ کار:-** روایتی طور پر ہم شعور پر بہت زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر سر درد ہو تو ڈاکٹر کی مدد سے اس کا سبب تلاش کرتے ہیں۔ وہ معلوم کرتا ہے کہ اس کا باعث آنکھیں ہیں یا ہاضمہ یا اعصاب۔ وہ دوائیں تجویز کرتا ہے۔ اگر خراب حافظہ کو بہتر بنانا ہو تو ہم حافظہ کی تربیت کے مختلف طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں استقرائی خود تلقینی کا طریقہ نہایت سادہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں صرف نتیجے کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں شفا کے تلقین کے ساتھ صرف یہ سوچنا ہے کہ درد سے نجات مل گئی ہے، حافظہ بہتر ہو گیا ہے۔ ہمارا تخیل، لاشعور اور قدرت کی طرف سے عطا کردہ روحانی قوت شفا اس تلقین کے مطابق مصروف بہ عمل ہو جاتی ہے اور بفضل تعالیٰ شفا مل جاتی ہے۔ روحانی قوت شفا کو طب یونانی میں طبیعت کا نام دیا جاتا ہے۔ طبیعت کمزور ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ طبیب پرہیز اور علاج سے (دواؤں اور غذاؤں کی مدد سے) طبیعت مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ طبیعت مضبوط ہونے کے بعد خود جسم کے اندر بیماری کا مقابلہ کرتی ہے۔ میڈیکل سائنس میں بیماری کے خلاف عمل کرنے والی اس قوت کو قوت مدافعت (Immunity) کہتے ہیں۔ طب اور میڈیکل سائنس کی طرح روحانی دنیا اور عملیات میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔ طبیب روحانی، کامل ہو یا عامل تصور و توجہ کی یکسوئی کی بدولت اس کی مقناطیسی، کهربائی، برقی اور ارادی قوتیں نہایت توانا اور موثر ہو جاتی ہیں اور اس سے وہ اپنے اور دوسرے انسانوں کے اعصاب اور قوائے طبعی پر اثر ڈال کر ذہنی و نفسیاتی اور جسمانی و روحانی شفا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلہ میں دوسروں کی بھی مدد کرتا ہے۔

شفاء بخشی کے مذکورہ بالا طریقے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ درج ذیل ہدایات پر ایمان داری اور یقین سے عمل کریں۔

- 1۔ سونے سے فوراً پہلے اور جاگنے کے فوراً بعد شعوری خیال کے ساتھ لاشعوری تلاطم کا چڑھاؤ اپنے نقطہ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت جو تلقینات پیش کی جاتی ہیں ان کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ اس لیے دونوں اوقات میں یہ مشق کریں۔
- 2۔ بستر میں جا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پٹھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آرام دہ انداز اختیار کر لیں۔
- 3۔ ذہنی آمادگی اور لاشعور کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے تعوذ، تسمیہ اور درود شریف پڑھنے کے بعد گیارہ (11) بار اپنے آپ سے کہیں:

”میں یہ تلقین ایسے انداز میں پڑھوں گا جس سے بہترین نتائج حاصل ہوں گے۔“

اسی طرح نماز کی ادائیگی، کسی ورد، ذکر، وظیفہ یا کام کی ادائیگی کے وقت بھی آپ مندرجہ بالا سادہ تلقین سے اپنی کارکردگی بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس صورت میں لفظ ”تلقین“ کی جگہ نماز، ورد، ذکر، وظیفہ یا کام کا ذکر کرنا ہوگا۔

- 4۔ اس کے بعد تسبیح پرائیس (21) بار یہ جملہ (تلقین) دہرائیں:

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہوں۔“

الفاظ اونچی آواز میں ادا کریں تاکہ آپ انہیں اپنے کانوں سے سن سکیں۔ ہونٹوں، زبان کی حرکت اور کانوں کے ذریعے بھیجے جانے والے سمعی تاثرات سے لاشعور کو تقویت ملتی ہے۔ یہ الفاظ کوشش کے بغیر سادگی سے ایک بچے کی طرح خالی الذہن ہو کر ادا کریں۔

جب آپ کو اس مشق کی عادت ہو جائے گی تو آپ بے خودی کے عالم میں یہ الفاظ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو ”ہر لحاظ“ کے الفاظ کی ادائیگی کے وقت اپنی آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کریں۔ لیکن شروع میں ایسا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے کے لیے شعوری توجہ کی ضرورت ہوگی جو کوشش کو درمیان میں لے آئے گی۔

5۔ صبح جاگنے پر اٹھنے سے پہلے یہ جملہ (تلقین) بالکل اسی انداز میں دہرائیں۔ جب آپ یہ مشق کر لیں تو اپنی روحانی قوت (لاشعور) کو اپنا کام کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ اپنی ترقی، تبدیلی و اصلاح کی رفتار کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے ہوئے اس کے متعلق فکر مند ہوں۔ جیسے کسان ہر روز ڈھیلے پلٹ کر یہ نہیں دیکھتا کہ آیا بیج اگ آیا ہے یا نہیں۔ ایک بار بیج ڈال کر اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پتیاں نکل آتی ہیں۔ تلقین کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا چاہیے۔ بیج بو دیں اور یقین رکھیں کہ قدرت کی عطا کردہ ذہن کی لاشعوری طاقتیں اور روحانی صلاحیتیں اسے پروان چڑھائیں گی۔ آپ کو جتنا زیادہ یقین ہوگا نتائج اتنے ہی جلد اور مکمل برآمد ہوں گے۔ حقائق اور یقین باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔

6۔ مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق آپ دیگر افراد کو بھی ان کی حالت و کیفیت کے مطابق الفاظ کے معمولی اختلاف سے درج ذیل عمومی تلقینات دے سکتے ہیں:

بیٹھ جائیے! اپنی آنکھیں بند کر لیجئے۔ میں آپ کو سنانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ قطعاً غیر ضروری ہے۔ میں آنکھیں بند کرنے کے لیے محض اس وجہ سے کہتا ہوں کہ ارد گرد کی چیزوں کے باعث آپ کی توجہ منتشر نہ ہو۔ اب اپنے آپ سے کہیے کہ میرا ہر لفظ آپ کے ذہن میں بیٹھ جائے گا، نقش ہو جائے گا، کندہ ہو جائے گا اور جم جائے گا اور وہاں بیٹھا رہے گا، نقش رہے گا اور ہمارے گا اور آپ کے ارادے و علم کے بغیر قطعاً غیر شعوری طور پر آپ خود اور آپ کا نظام اعضاء حکم کی تعمیل کرے گا۔

سب سے پہلے میں یہ کہتا ہوں کہ ہر روز دن میں تین مرتبہ۔ (صبح، دوپہر اور شام کو) کھانے کے اوقات میں آپ بھوک محسوس کریں گے۔ آپ میں ایسا خوشگوار احساس پیدا ہوگا جس کے باعث آپ خیال کریں گے کہ کوئی چیز کھانا کتنا خوب ہوگا۔ پھر آپ کھائیں گے اور کھانے سے لطف اٹھائیں گے، لیکن ضرورت سے زیادہ نہیں کھائیں گے اور آپ یہ بھی خیال رکھیں گے کہ کھانا خوب چبایا جائے تاکہ نگلنے سے پہلے غذا اچھی طرح نرم ہو جائے۔ ان حالات میں آپ کھانا ہضم کریں گے اور معدے یا آنتوں میں کسی قسم کی تکلیف، خرابی اور درد محسوس نہیں کریں گے۔ جو کچھ آپ کھائیں گے اسے جزو بدن بنائیں گے اور آپ کا نظام اعضاء اس کو خون، پٹھے، طاقت اور توانائی یعنی زندگی پیدا کرنے کے کام میں لائے گا۔

چونکہ آپ اپنی غذا پوری ہضم کر لیں گے اس لیے اجابت کا عمل معتدل ہوگا اور صبح اٹھنے پر آپ اپنا پیٹ خالی کرنے

کی ضرورت محسوس کریں گے۔ دوا یا کوئی مصنوعی طریقہ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے بغیر آپ کو اجابت ہوگی۔ اس کے علاوہ رات کو جب آپ سونا چاہیں، آپ گہری اور پرسکون نیند سوئیں گے۔ بُرے خواب نہیں دیکھیں گے۔ جاگنے پر پوری طرح ہشاش بشاش اور چاق چوبند ہوں گے۔

اسی طرح اگر آپ پر اضحلال طاری ہو جاتا ہے، آپ افسردہ ہو جاتے ہیں، آپ کی طبیعت پریشان ہو جاتی ہے اور تصویر کا تاریک رخ دیکھنے پر مائل ہوتی ہے تو آج کے بعد آپ ایسا نہیں کریں گے۔ پریشان ہونے، مضحل ہونے اور تاریک رخ دیکھنے کی بجائے بالکل خوش رہا کریں گے، مگر اس کی کوئی خاص وجہ نہ ہوگی، جس طرح آپ کے اضحلال کی کوئی خاص وجہ نہ ہوتی تھی۔ میں مزید کہتا ہوں کہ اگر پریشانی اور اضحلال کی کوئی خاص وجہ نہ ہو تو بھی پریشانی اور اضحلال آپ کے پاس نہ پھٹکے گا۔

اگر کبھی بکھار آپ پر بے صبری اور غصے کے دورے پڑتے ہیں تو آئندہ یہ دورے نہیں پڑیں گے۔ اس کے برعکس آپ ہمیشہ بردبار ہیں گے اور اپنے آپ پر قابو رکھیں گے۔ وہ باتیں، جو آپ کو پریشان، تنگ اور مشتعل کرتی ہیں، آئندہ آپ پر اثر انداز نہیں ہوں گی اور آپ پرسکون رہیں گے۔

اگر بعض اوقات آپ پر بُرے اور ناخوشگوار خیالات حملہ آور ہوتے ہیں خوف طاری ہو جاتا ہے، نفرت سر اُبھارتی ہے اور دوسرے لوگوں کے خلاف آپ کے دل میں بغض پیدا ہو جاتا ہے تو یہ تمام باتیں بتدریج آپ کے تخیل سے دور ہو جائیں گی۔ یہ اس طرح بھاپ بن کراڑ جائیں گی اور دور ہو جائیں گی جیسے دور بادلوں میں چھپ گئی ہوں۔ آخر کار یہ بالکل ختم ہو جائیں گی۔ جس طرح جاگنے پر خواب غائب ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ تمام فضول تصورات غائب ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ کا نظام اعضاء صحیح طور پر کام کرے گا، دل کی دھڑکن معتدل ہوگی، دوران خون صحیح ہوگا، پیچھے پڑے اپنا کام کریں گے، اسی طرح معدہ، آنتیں، جگر، صفراوی نالی، گردے اور مثانہ اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دیں گے۔ اگر اس وقت ان میں سے کوئی بے اعتدالی سے کام کر رہا ہے تو اسکی بے اعتدالی روز بروز کم ہوتی جائے گی، حتیٰ کہ بہت جلد بالکل ختم ہو جائے گی اور اعضاء معتدل انداز میں اپنا کام انجام دینے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر کسی عضو میں کوئی نقص ہے تو اس میں روز بروز بہتری پیدا ہو جاتی جائے گی اور جلد بالکل درست ہو جائے گا۔“

اس سلسلے میں میں یہ کہتا ہوں کہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون سا عضو متاثر ہے جس کو علاج کی ضرورت ہے۔ خود تلقینی کے زیر اثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر ہوتا جا رہا ہوں، کے طریقے سے لاشعور خود متاثرہ عضو پر عمل کرتا ہے اور خود ہی اس کا انتخاب کر سکتا ہے۔

میں مزید یہ ضرور کہوں گا اور یہ انتہائی اہم ہے اگر اب تک آپ خود اعتمادی سے محروم ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ بد اعتمادی آہستہ آہستہ اپنے آپ ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ خود اعتمادی لے گی اور اس کی بنیاد بے پناہ استعداد کی حامل اس قوت کے علم پر ہوگی جو ہم میں سے ہر ایک میں موجود ہے۔ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اسے یہ اعتماد حاصل ہو۔ اس کے بغیر کوئی شخص کچھ نہیں کر سکتا، مگر اس کے ساتھ ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے۔ (لیکن معقولیت کی حد تک) اس لیے آپ اپنے اوپر اعتماد کریں گے، کیونکہ اسی اعتماد سے آپ میں یہ یقین پیدا ہوگا کہ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں یا جو کام آپ کے

لیے فرض کی حیثیت رکھتا ہے آپ اس کو انجام دینے کے اہل ہیں، بشرطیکہ وہ معقول ہو۔

اس لیے جب آپ کوئی معقول کام کرنا چاہتے ہوں یا کوئی فرض ادا کرنا چاہتے ہوں تو ہمیشہ خیال کیجئے کہ یہ آسان ہے۔ ”مشکل، ناممکن، میں اسے نہیں کر سکتا، یہ میری طاقت سے بڑھ کر ہے، میں اس سے باز نہیں رہ سکتا“ ان الفاظ کو اپنی لغت سے خارج کر دیجئے۔ یہ آپ کی زبان نہیں ہے۔ آپ کی زبان یہ ہے۔ یہ آسان ہے اور میں اسے کر سکتا ہوں۔

”کسی چیز کو آسان سمجھا جائے تو وہ آپ کے لیے ویسی ہی ہو جائے گی۔ خواہ وہ دوسروں کو مشکل محسوس ہو۔ آپ اس کو بلا دقت جلد اور اچھی طرح انجام دے سکیں گے، کیونکہ آپ اس کو بلا کوشش انجام دیں گے۔ کسی چیز کو مشکل یا ناممکن سمجھنے کی صورت میں وہ آپ کے لیے ویسی ہی ہو جاتی ہے، کیونکہ آپ نے اسے ایسا ہی سمجھا تھا۔

ان عام تلقینات میں جو شاید آپ میں سے بعض کو طفلانہ محسوس ہوں مگر ہیں ضروری، وہ تلقینات ضرور شامل کر لیں چاہئیں جو آپ کے لیے یا آپ کے زیر علاج مریض کے خاص حالات کے لحاظ سے ضروری ہوں۔

یہ تمام تلقینات یکساں اور تسکین بخش آواز میں کرنی چاہئیں (ہمیشہ ضروری الفاظ پر زور دیتے ہوئے) اگرچہ یہ معمول کو سلائی تو نہیں لیکن کم از کم اس پر غنودگی ضرور طاری کر دیتی ہیں اور وہ کوئی خاص بات نہیں سوچتا۔

جب آپ ان تلقینات کے سلسلے کے آخر میں پہنچیں تو معمول کو ان الفاظ میں مخاطب کریں: ”مختصر میرا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی ہر لحاظ سے آپ عمدہ صحت سے لطف اٹھائیں گے، جو آپ کی موجودہ صحت سے بہتر ہوگی۔ اب میں تین تک گننے والا ہوں۔ جب میں ’تین‘ کہوں گا تو آپ آنکھیں کھول دیں گے اور اس انفعالی کیفیت سے نکل آئیں گے جو اس وقت آپ پر طاری ہے۔ آپ کی یہ واپسی بالکل فطری ہوگی۔ غنودگی اور نکان کا آپ کو قطعاً احساس نہیں ہوگا، اس کے برعکس آپ خود کو مضبوط، طاقت ور، چاق چوند اور زندگی سے بھرپور محسوس کریں گے۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے خوش و خرم اور تندرست محسوس کریں گے۔ ایک..... دو..... تین“۔ تین کے لفظ پر معمول آنکھیں کھول دیتا ہے اور ہمیشہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ، اطمینان اور سکون کا تاثر ہوتا ہے۔

بعض اوقات مریض اسی وقت تندرست ہو جاتا ہے اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ وہ خود کو پرسکون پاتا ہے۔ اس کی تکلیف اور پڑمردگی جزوی یا کلی طور پر دور ہو چکی ہوتی ہے مگر ایک خاص مدت کے لیے۔ ہر حال میں یہ ضروری ہے کہ مریض کی حالت کے مطابق تلقینات زیادہ دفعہ یا کم دفعہ دہراتے رہیے اور ہمیشہ احتیاط کے ساتھ، کامیابی کے مدارج کے لحاظ سے وقفہ بڑھاتے جاییے، تاوقتیکہ اس کی ضرورت نہ رہے یعنی علاج مکمل ہو جائے۔

مریض کو رخصت کرنے سے پہلے اسے یہ ضروری بتا دیجئے کہ وہ اپنے ساتھ ایک ہتھیار لے جا رہا ہے جس کے ذریعے سے وہ خود اپنا علاج کر سکتا ہے اور آپ کی حیثیت اس ہتھیار کا استعمال سکھانے والے ایک استاد کی تھی۔ اس کو چاہیے کہ وہ آپ کے کام میں مدد دے۔ وہ اس طرح سے کہ صبح اٹھنے سے پہلے اور ہر رات سونے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کر لے اور خود کو تصور میں آپ کے سامنے پہنچا دے۔ پھر لگا تار اکیس (21) مرتبہ یہ فقرہ دہرائے: ”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہوں۔“ شمار کے لیے بیچ استعمال کر لے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے

ذہن میں ’ہر لحاظ سے‘ کے الفاظ پر زور دے کیونکہ ان کا اطلاق ہر ذہنی اور جسمانی ضرورت پر ہوتا ہے۔ یہ عام تلقین خاص تلقین سے زیادہ موثر ہے۔

تلقینات دینے والا جو کردار ادا کرتا ہے اس طرح اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کی حیثیت آقا کی نہیں جو حکم دیتا ہے بلکہ اس کی حیثیت دوست اور رہنما کی ہے جو قدم بقدم مریض کو صحت کی شاہراہ کی طرف لے جاتا ہے۔ چونکہ تمام تلقینات مریض کے فائدے کے لیے دی جاتی ہیں اس لیے اس کا شعور ان سے بہتر کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ان کو جذب کر کے خود تلقینی میں بدل دیتا ہے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو حالات کے مطابق جلد یا بدیر شفا مل جاتی ہے۔ (56)

**خاص تلقینات :-** مذکورہ بالا ’عام تلقینات‘ کے مقابلہ میں ’خاص تلقینات‘ ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ عام تلقینات کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے جبکہ خاص تلقینات کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ تاہم ’موقع محل‘ کی مناسبت سے، کسی خاص مسئلہ کے حل کے لیے خاص تلقینات دی جاسکتی ہیں۔ اس کے لیے آپ درج ذیل طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔

- 1- خاص تلقین ترتیب دینے کے لیے آپ ایسے کمرے میں جائیں جہاں آپ مداخلت سے محفوظ ہوں۔
- 2- آرام سے کرسی پر بیٹھ جائیں۔
- 3- اپنی آنکھیں بند کر لیجئے اور اپنے پٹھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ اس طرح عمل کیجئے جیسے آپ قیلولہ کرنے والے ہوں۔ ایسا کرنے سے آپ لاشعور کے ملام کو کافی بلندی تک چڑھنے کی اجازت دیں گے تاکہ آپ کی خاص تلقین موثر ہو سکے۔

- 4- اب مطلوبہ خیالات کو گفتگو کے ذریعے طلب کیجئے۔ اپنے آپ سے کہیے کہ فلاں فلاں اصلاحات واقع ہونے والی ہیں۔ ان خیالات کو ذہن پر ٹھونسنے کی خفیف ترین کوشش کے بغیر یا تو جو کوان پر مرکوز ہونے پر مجبور کیے بغیر ایسا کیجئے۔ مشققت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہونا چاہیے بلکہ آرام اور سکون کا احساس ہونا چاہیے۔ ہمیں مطلوبہ ترقی کے متعلق اس طرح گفتگو نہیں کرنی چاہیے جس سے یہ احساس پیدا ہو کہ یہ تمام تر مستقبل کا معاملہ ہے۔ ہمیں زور دے کر کہنا چاہیے کہ تبدیلی پہلے سے شروع ہو چکی ہے اور یہ اس وقت تک تیزی کے ساتھ جاری رہے گی جب تک مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہو جائے گا۔ یہاں خاص خاص تلقینات کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو مفید ثابت ہو سکتی ہیں:

بہرے پن کے لیے :- آنکھیں بند کر کے اور جسم و ذہن کو پرسکون کرنے کے بعد اس طرح کی کوئی بات کہیے: ”آج کے دن سے بتدریج میری سماعت بہتر ہوتی رہے گی۔ ہر روز میں پہلے سے بہتر سنوں گا۔ بہتری کا یہ عمل تیز سے تیز تر ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ نسبتاً مختصر سی مدت میں، میں اچھی طرح سننے کے قابل ہو جاؤں گا اور میں اپنی زندگی کے خاتمے تک اسی طرح سنتا رہوں گا۔“

بے بنیاد خوف اور خدشات دور کرنے کے لیے :- بے بنیاد خوف اور خدشے کا شکار شخص اس طرح شروع کر سکتا ہے: ”آج کے دن سے میں ہر اس بات سے زیادہ سے زیادہ واقف ہوں گا جو خوش گوار، مثبت اور پر مسرت ہو۔ میرے ذہن میں جو خیالات آئیں گے وہ قوی اور صحت مند ہوں گے۔ ہر روز میری خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا۔ مجھے اپنی

طاقتوں پر یقین ہوگا جو بیک وقت زیادہ توانائی کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ میری زندگی ہموار تر، آسان تر اور روشن تر ہو رہی ہے۔ یہ تبدیلیاں روز بروز گہری ہوتی جائیں گی اور مختصر مدت میں ترقی کر کے میں نئی زندگی حاصل کر لوں گا اور وہ تمام مشکلات جو مجھے پریشان کیا کرتی تھیں، ختم ہو چکی ہوں گی اور کبھی واپس نہیں آئیں گی۔“

خراب حافظے کے علاج کے لیے:- خراب حافظے کا علاج ان الفاظ میں کیا جاسکتا ہے:

”آج کے دن سے میرا حافظہ ہر شعبے میں ترقی کرے گا۔ اخذ کردہ اثرات زیادہ واضح اور معین ہوں گے۔ میں ان کو خود بخود بھلانے کی کوشش محفوظ رکھوں گا اور جب میں ان کو یاد کرنا چاہوں گا تو یہ فوراً صحیح صورت میں میرے ذہن میں آجائیں گے۔ یہ ترقی تیزی کے ساتھ مکمل ہوگی اور بہت جلد میرا حافظہ پہلے کی نسبت بہتر ہوگا۔“

بد مزاجی کے علاج کے لیے:- بد مزاجی کا علاج اس طرح ہو سکتا ہے:

”میں روزانہ زیادہ خوش مزاج ہوں گا۔ سکون اور زندہ دلی میرے ذہن کی عام کیفیت بن جائے گی۔ تھوڑے سے وقت میں زندگی کے تمام چھوٹے واقعات اسی جذبے سے قبول کیے جائیں گے۔ جو لوگ میرے قریب ہوں گے میں ان کے لیے مسرت و اعانت کا مرکز بن جاؤں گا اور ان کو بھی اپنی خوش مزاجی سے متاثر کروں گا۔ یہ خوش گوار انداز دائمی صورت اختیار کر لے گا اور کوئی چیز بھی مجھے اس سے دور نہ کر سکے گی۔“

دمہ کے علاج کے لیے:- دمہ کو دور کرنے کی خاص تلقینات اس طرح کی ہو سکتی ہیں:

”آج کے دن سے میرا تنفس تیزی کے ساتھ آسان ہو جائے گا۔ میرے علم اور میری کوشش کے بغیر میرا نظام اعضاء وہ سب کچھ کرے گا جو میرے پھیپھڑوں کی مکمل صحت کے لیے اور سانس کی صفائی کے لیے ضروری ہوگا۔ میں تکلیف کے بغیر ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے قابل ہوں گا۔ میرا تنفس آزاد، گہرا اور خوش گوار ہوگا۔ خالص صحت بخش ہوا، جس کی مجھے ضرورت ہے میں سانس کے ذریعے اندر کھینچوں گا اور اس طرح میرے پورے نظام کو طاقت و توانائی حاصل ہوگی۔ اس کے علاوہ میں امن و سکون کے ساتھ سوؤں گا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ تازگی اور آرام ملے گا۔ اس لیے میں جاگنے پر زندہ دل ہوں گا۔ دن کے کام کو امید و مسرت کی نگاہ سے دیکھوں گا۔ یہ عمل آج ہی شروع ہو گیا ہے اور مختصر مدت میں پوری طرح اور مکمل طور پر میری صحت بحال ہو جائے گی۔“

مندرجہ بالا تلقینات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر ایک تلقین میں درج ذیل تین امور پر خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی ہے:

1- اصلاح کا فوری آغاز۔

2- تیز ترقی۔

3- مکمل اور مستقل صحت یابی۔

ایک نئے آدمی کی پہلی تلقینات کی حیثیت سے ان مثالوں کو ترتیب دیا گیا ہے۔ بعد کے مواقع پر ترکیب ”آج کے دن سے“ یا اس کی بدلی ہوئی صورت کو اس فقرے سے بدل دینا چاہیے کہ ”اصلاح پہلے ہی شروع ہو چکی ہے۔“ چنانچہ دمے کی صورت میں یوں کہا جاسکتا ہے: ”میرا تنفس پہلے ہی آسان ہو گیا ہے۔“

خاص تلقینات اگرچہ قدر و قیمت کے لحاظ سے عام تلقینات کے مددگار کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن بعض اوقات بہت



مفید ہوتی ہیں۔ عام تلقینات ہماری زندگی کی عمارت کی بنیادوں کی گہرائی تک نگہداشت کرتی ہیں۔ جہاں آنکھیں کچھ دیکھ نہیں سکتیں اور کان کچھ سن نہیں سکتے۔ خاص تلقینات سطح کے اوپر مفید ہیں۔ ان کے ذریعے ہم انفرادی مشکلات سے نمٹ سکتے ہیں۔ دونوں طریقے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ (57)

بعض تکالیف کا حملہ مثلاً دوروں کی صورت میں اچانک اور غیر متوقع ہوتا ہے اور بچاؤ کا موقع ملنے سے پہلے ہی مریض پر وار ہو جاتا ہے سب سے پہلے اس مقصد کے لیے تلقین کرنی چاہیے تاکہ آئندہ حملے کی خبر قبل از وقت مل جائے۔ اس کے لیے ہمیں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں: ”آئندہ جب کوئی دورہ پڑنے والا ہوگا مجھے خاصی دیر پہلے معلوم ہو جائے گا۔ مجھے اس کی آمد سے پوری طرح خبردار کر دیا جائے گا اور جب یہ خبر ملے گی تو مجھے خوف اور اندیشہ محسوس نہیں ہوگا۔ اس کو دور کرنے کے لیے مجھے اپنی طاقت پر پورا اعتماد ہوگا۔“ جیسے ہی خبر ملے گی۔۔۔ اور یہ ضرور ملے گی۔ مریض تنہائی اختیار کر لے اور اس کو روکنے کے لیے خاص تلقین کرے۔ پہلے اس کو سکون اور ضبط نفس کی تلقین کرنی چاہیے، پھر بار بار اس بات پر بلا کوشش زور دے کہ صحت کی معتدل حالت دوبارہ بحال ہو رہی ہے، ذہن پوری طرح قابو میں ہے اور کوئی چیز اس کے توازن میں خلل نہیں ڈال سکتی۔ ایسے تمام دورے جو اچانک، خلاف توقع ہمیں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، ان کا اسی طریق سے علاج کرنا چاہیے۔

ایک مثبت تلقین منفی تلقین سے زیادہ قوت رکھتی ہے اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ سبب اور نتیجہ دونوں پر بیک وقت حملہ کیا جائے، غصے کی جگہ یہ تلقین کیجئے کہ آپ ہمدردی، صبر اور خوش مزاجی محسوس کریں گے۔

اگر آپ کا ذہن پراگندہ اور منتشر ہے تو بیٹھ جائیے۔ آنکھیں بند کر لیجئے اور آہستگی و سکون کے ساتھ یہ ایک لفظ بڑھائیے: ”سکون“ اسے مہذبانہ انداز میں دہرائیے اور پوری لمبائی تک کھینچئے۔ ہر تکرار کے بعد وقفہ دیجئے۔ بتدریج آپ کا ذہن پرسکون اور مطمئن ہو جائے گا۔ آپ ہم آہنگی اور سکون کے احساس سے پر ہو جائیں گے۔ اخلاقی صفات کے حصول کے لیے یہ طریقہ بہت کارآمد ہے۔ کسی برے جذبے کو ایسے لفظ کے استعمال سے شکست دی جاسکتی ہے جو اس سے متضاد اچھے جذبہ پر مشتمل ہو۔ لفظ کی قوت کا دار و مدار بڑی حد تک اس کے اخلاقی تلازم پر ہوتا ہے۔ خوشی، مضبوطی، محبت، پاکیزگی جیسے اعلیٰ جذبات کے ترجمان الفاظ بہت توانائی رکھتے ہیں۔ ان کے استعمال سے ہم، ان کے متضاد، منفی جذبات اور ان کی وجہ سے لاحق ہونے والی ذہنی کیفیات سے نجات پاسکتے ہیں۔

اگر آپ کسی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، مثلاً دانت یا سر کے درد میں، تو بیٹھ جائیں اور اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پرسکون انداز میں اپنے آپ کو یقین دلائیں کہ آپ اس سے نجات حاصل کرنے والے ہیں۔ اب نرمی سے متاثرہ نظام پر تھپکی دیں اور اس کے ساتھ ہی ہر ممکن تیزی سے وہی الفاظ دہرائیے، اس طرح کہ آواز کا ایک مسلسل دھارا پیدا ہو جائے۔ الفاظ یہ ہیں: ”یہ دور ہو رہی ہے۔۔۔ دور ہو رہی ہے۔۔۔ دور ہو چکی ہے۔“ ایک منٹ تک یہ سلسلہ جاری رکھیے اور جب ضروری ہو صرف سانس لینے کے لیے رکیے اور الفاظ ”دور ہو چکی ہے“ تمام عمل کے آخر میں کہے جائیں۔ وقت ختم ہونے پر تکلیف یا تو بالکل ختم ہو جائے گی یا بڑی حد تک کم ہو جائے گی۔ اگر تکلیف ختم ہو جائے تو یہ تلقین کیجئے کہ یہ واپس نہیں آئے گی۔ اگر اس میں صرف کمی ہوتی ہو تو یہ تلقین کیجئے کہ جلد ہی بالکل ختم ہو جائے گی۔ اب اس کام کی طرف رجوع کیجئے



جس میں آپ تکلیف شروع ہونے سے پہلے مصروف تھے۔ دوسری دلچسپیوں میں اپنی توجہ لگائیے۔ اگر معقول مدت کے بعد مثلاً آدھ گھنٹے کے بعد بھی آپ کو تکلیف پریشان کرے تو خود کو الگ تھلگ کر کے ایک بار پھر تلقین کیجئے کہ آپ اس پر قابو پارہے ہیں اور اسی طریق کار کو دہرائیے۔

جب آپ تلقین کی اس صورت کے استعمال میں ماہر ہو جائیں گے تو آپ عبارت کو ذہنی طور پر دہرا کر تکلیف کو دفع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ لیکن بہر صورت الفاظ ہونٹوں اور زبان کی مدد سے ادا ہوں مبتدی کو ایک مدت تک با آواز علاج پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس کو جلد چھوڑنے سے ناکامی کا خدشہ ہوگا۔

**تلقین کی انگریزی کا طریقہ کار:-** اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان صلاحیتوں میں سے ایک صلاحیت قوت شفا ہے۔ اہل مغرب اسے خیال کی طاقت یا لاشعور کی طاقت قرار دیتے ہیں۔ اپنے دہریہ، ملحدانہ اور کفریہ خیالات و عقائد کی وجہ سے وہ خالق و مالک کائنات کی قدرت و حکمت کا ذکر کیے بغیر فطرتی و قدرتی قوتوں اور ان سے کام لینے کے اصولوں اور قوانین کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ مغربی تہذیب و تمدن اور مغربی فکر و عمل سے متاثرہ افراد غلامانہ سوچ کی وجہ سے اندھا دھندان کی پیروی کر رہے ہیں۔ میکاؤلی کے نظریہ وطنیت، میکڈوگل کے نظریہ جبلت، ڈارون کے نظریہ ارتقا، سگمنڈ فرائڈ کے نظریہ جنس کی بدولت مغربی اقوام میں علاقائی و جغرافیائی تعصبات، مادیت، دہریت، کفر و الحاد، حیوانیت، مادیت، عبرانیات، فحاشی، بے حیائی، لادینیت، خود غرضی، بے مروتی، بے حسی، حیوانیت اور سیاسی و تجارتی لوٹ کھسوٹ کو فروغ ملا۔ ان کی سائنسی و مادی ترقی بجا ہے مگر وہ اخلاقی و روحانی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ اہل اسلام ان کی اندھا دھند پیروی کر رہے ہیں۔ وہ اندھا دھند مغربی تہذیب و تمدن اور اہل مغرب کے ملحدانہ افکار و نظریات اور تصورات کو اپنا رہے ہیں۔ دین اسلام مادی، سائنسی و دنیوی ترقی کے علاوہ روحانی و اخلاقی ترقی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ دین اسلام میں مادہ اور روح کی تقسیم نہیں ہے۔ دنیوی ترقی کے ساتھ آخری فلاح کو اور مادی ترقی کے ساتھ روحانی و اخلاقی ترقی و اصلاح کے عمل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ عصر حاضر میں نفسیات و مابعد النفسیات اور دیگر روحی علوم (یوگا، ہینٹزم، ریکی، سائنٹالوجی وغیرہ) بھی ذہنی، نفسیاتی، جسمانی، بہتری، اصلاح اور شفا کے لیے روحانی دنیا میں کارفرما اصول و قوانین کا ذکر تو کرتے ہیں مگر حقیقت الحقائق، قادر مطلق ذات باری تعالیٰ کے علم، حکمت اور قدرت کا ذکر نہیں کرتے۔

تمام روحی علوم محض خیال کی طاقت، تخیل کی قوت، لطیفہ نفس کی بیداری سے ظاہر ہونے والے عجائبات، لاشعور کی کارفرمائی اور کارآفرینی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ روح (روح مقید) اور روح مطلق (ذات باری تعالیٰ) کا اور ان کے باہمی تعلق کا ذکر نہیں کرتے۔ دین اسلام مشاہداتی و تجرباتی (روحی، روحانی، سائنسی اور مادی) علوم کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس بات کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ ہر انسان کو اور خصوصاً ہر مسلمان کو ان علوم سے استفادہ کرتے وقت اسلام کے بنیادی عقائد و مقصد حیات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ایسے علوم جو صرف مادی فلاح کا تصور پیش کریں اور انسان کو اس کے مالک حقیقی سے دور کر دیں ان کی تحصیل کا کیا فائدہ! روحی و سائنسی علوم میں اہل مغرب کا دلچسپ اور مدلل، تجرباتی و مشاہداتی اسلوب اور طرز بیان نہایت متاثر کن ہے۔ ہمارے علماء، حکماء اور صوفیہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مذہبی اور روحانی علوم کی تعلیم و تربیت اور ترویج و تبلیغ کے لیے کوشاں نہیں ہیں جس وجہ سے اہل اسلام، دین اسلام

اور اپنے مالک و خالق حقیقی سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق علم فقہ، علم تصوف اور دیگر اسلامی علوم کی نشاۃ ثانیہ اور تجدید نو کی ضرورت ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

گزشتہ اوراق میں خیال کی طاقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ دین اسلام خیال کی طاقت تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے دین میں خیال (فکر اور سوچ) کی تطہیر کے لیے، اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے اور اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پانے کے لیے مکمل ضابطہ حیات پیش کیا گیا ہے۔ جب خیال تطہیر اور تقویت پا جاتا ہے تو اس سے انسان کا کائنات اور خالق کائنات سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی قوت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے متوازن اور کامل شخصیت بن جاتا ہے۔ وہ اپنے خیال کی روحانی طاقت سے دوسروں کو بھی شفا پانے میں اور انسانِ کامل بننے میں مدد دیتا ہے۔

مغربی حکما کے مطابق شفا کا عمل خیال کی قوت سے تکمیل پاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے زخم سے خون بہہ رہا ہو اور اسے یقین کے ساتھ تلقین دی جائے کہ دو منٹ میں خون بند ہو جائے گا تو اس تلقین کے زیر اثر لاشعور چھوٹی شریانوں اور وریڈوں کو حکم بھیج دیتا ہے کہ خون کا بہاؤ روک دیں۔ وہ فطری طور پر سکڑ جاتی ہیں جس طرح وہ خون روکنے والی دوا مثلاً اڈرینالین کے استعمال سے مصنوعی طور پر سکڑ جاتی ہیں اور خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دماغ کی رسولی ختم کرنے کے لیے ہدایت (تلقین) دی جائے تو لاشعور اس خیال کو قبول کر کے آگے بڑھتا ہے۔ دماغ رسولی کو پروان چڑھانے والی شریانوں کو سکڑنے کا حکم دیتا ہے۔ رسولی کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں جس سے رسولی کی پرورش رک جاتی ہے اور وہ خشک ہو کر بدن میں معدوم ہو جاتی ہیں۔ (58)

مغربی حکماء کا خیال کی طاقت کی اثر انگیزی کے بارے میں نظریہ درست ہے۔ وہ خیال کی اثر انگیزی تو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خیال کی طاقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکم سے ہی اثر پذیر ہوتی ہے۔ جس قدر ذاتِ باری تعالیٰ سے عقیدت، محبت اور معرفت کا تعلق مضبوط ہوگا اسی قدر خیال کی اثر انگیزی میں بھی اضافہ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝

(لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے ان تمام چیزوں کو مسخر فرما دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں۔ اور لوگوں میں کچھ ایسے (بھی) ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب (کی دلیل) کے ۝ لقمان [31:20]

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ۝ الجاثیہ [45:13]

”کن“، بھی ایک تلقین (Suggestion) ہے۔ اس دوحرفی صوت سے عالمین کو ظاہر اور باطن مہیا ہو گئے۔ انسانی فہم و فراست اور موجودہ علمی کشف کے باوجود ان جہانوں کی وسعت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ اگر کھربوں نوری سال زمان

کے بحر عظیم کی ایک بوند تصور کیے جائیں۔ ایسے پدموں اور سکھوں بوندوں کو ایک پل مانا جائے تو ایسے سکھ ہاسکھ پل بھی روشنی کو عالمین کے ایک سرے سے دوسرے تک لے جانے سے معذور ہیں۔

بے شک انسان اس سب پر قادر نہیں ہو سکتا جو خالق کائنات کے قبضہ قدرت میں ہے لیکن اپنی بساط بھر، اپنے آپ میں رہتے اور عبدیت کا حق ادا کرتے ہوئے وہ بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ جن اشیاء کے اسماء اسے معلوم ہیں وہ اس کے اذن کی منتظر رہتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض آسمانی کتابوں میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے بنی آدم! میں اللہ جل شانہ ہوں جس چیز سے کہتا ہوں کہ وہ ہو جاتی ہے۔ میری اطاعت کرو تو جس چیز کو کہے گا ہو جا، وہ ہو جائے گی۔ (فتوح الغیب)

ان تصرفات کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ ساتھ اپنے آپ پر بھی ایمان لے آئے۔ انسان جن طاقتوں کو اپنی ذات سے باہر یا اپنی رسائی سے پرے جانتا ہے دراصل وہ خود ہی ان کا مرکز و محور ہے۔ کمی صرف اتنی ہے کہ اسے اس کا احساس نہیں رہا۔ بقول خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ۔

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا آپ تیں ثابت ہوا میں آپ ہی اپنے سے دور تھا  
خالق و مالک حقیقی اور ہمارے درمیان کوئی زمانی و مکانی فاصلہ نہیں۔ یہ صرف فکری و نظری فاصلہ ہیں۔ اگر انسان خیال کی حقیقت پالے تو یہ فاصلے ختم ہو جائیں۔ حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”خیال ہی ہر کام میں پیش رو ہے۔ دل کی زنجیر خیال ہی ہے۔ یاد رکھ خدا کا وصل سوائے پاکیزگی خیال کے نہیں ہو سکتا۔ اے درویش سب مدعا خیال کی مشق میں ہے“ (شریف التواریخ)

شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ دنیا کیا ہے؟ خیال ہی کا کرشمہ ہے..... انبیاء علیہم السلام کے معجزات بھی خیال کی مضبوطی سے ظہور میں آئے۔“  
(ترتیب العشاق)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نیست و ش باشد خیال اندر روان تو جہانی بر خیالی بین، رواں  
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تنگ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے  
دعا بھی ایک طرح کی خود تلقینی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور عقیدت، محبت، عاجزی اور احترام سے درخواست پیش کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہر اچھی دعا جلد یا بدیر ضرور پوری ہوتی ہے۔ دعائیں یقین شامل ہو تو فوراً قبول ہوتی ہے۔

رانا محمد نعیم عرف پوپلسلسلہ سروری قادری میں مرید اور خلیفہ مجاز ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ کل (19 جنوری 2015ء بروز سوموار) انہوں نے بتایا کہ اپنے محلہ میں ان کا کسی کے گھر جانا ہوا۔ ان کی بہونا راض ہو کر میکے چلی گئی تھی۔ وہ گھر کی تمام چابیاں ایک دراز میں بند کر کے، دراز کی چابی بھی ساتھ لے گئی۔ رانا محمد نعیم بیان کرتے ہیں: میں نے اہل خانہ سے کہا کہ آپ کوئی ایک کام کہیں وہ ابھی پورا ہو جائے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ بند دراز بغیر چابی کے کھول دیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا، یا اللہ! میں نے اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کی ہے۔ اپنے فضل و کرم سے تالا کھول

دیں۔ اس کے بعد میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دروازہ کھینچا تو کھل گیا۔ بعد میں اگلے روز اہل خانہ کے تقاضا پر دوبارہ دعا کی تو دروازہ کھلا پھر سے لگ گیا۔

اسی طرح ایک دو روز پہلے رانا محمد نعیم کی بیوی کا پرس گم ہو گیا۔ اس میں قریباً آٹھ ہزار روپے تھے۔ اس نے ہر جگہ پرس تلاش کیا مگر نہ ملا۔ رانا محمد نعیم نے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کر کے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا تو اس میں پرس آ گیا۔ رانا محمد نعیم اہل یقین سے ہیں ان کے ساتھ اکثر اس طرح کے معاملات پیش آتے رہتے ہیں۔

چوہدری اقبال جاوید حال ہی میں محکمہ انکم ٹیکس سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ وہ محلہ نور پور میں اپنے آبائی گھر میں رہتے ہیں۔ ایک روز وہ میرے پاس آفس میں تشریف لائے۔ انہوں نے دوران گفتگو نیا گھر بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اظہار کیا کہ فی الحال میرے پاس نیا گھر بنانے کے لیے وسائل نہیں ہیں۔ میں نے کہا اقبال صاحب اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ آپ فارغ وقت کسی اچھی کالونی کو وزٹ کریں۔ کوئی گھر پسند کر لیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو ویسا ہی یا اس سے بہتر گھر عطا فرمادیں گے۔ میری تلقین کا ان پر اثر ہوا۔ انہوں نے ایک گھر پسند کر لیا۔ ایک سال کے اندر ہی غیب سے اسباب پیدا ہوئے۔ ان کا ایک پلاٹ ان کی توقع سے زیادہ قیمت پر فروخت ہو گیا۔ ریٹائرمنٹ پر پنشن کی رقم بھی توقع سے زیادہ ملی۔ انہوں نے بفضل تعالیٰ گرین ٹاؤن فیصل آباد میں قریباً چھ (6) مرلہ کا دو منزلہ گھر باون لاکھ روپے میں خرید لیا۔

اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت پر بھروسہ کرے اور یقین سے دعا و التجا کرے تو وہ جو چاہے اسے مل جاتا ہے، جیسا چاہے ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ۔

خدا نے لم یزل کا دست قدرت تو زبان تو ہے یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے (59) خود تلقینی اور بچہ:- خود تلقینی صحت اور تندرستی کے عمل کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ بچوں کو روزانہ باقاعدگی سے اسی طرح خود تلقینی کرنی چاہیے جس طرح ہم انہیں خوراک مہیا کرتے ہیں۔ خود تلقینی بچے کی پیدائش سے پہلے شروع کی جاسکتی ہے۔ دوران حمل جس طرح ماں کو مناسب متوازن غذا مہیا کرنا ضروری ہے اسی طرح اسے آرام دہ اور پرسکون ماحول مہیا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس دوران اگر ماں ڈپریشن و ذہنی دباؤ کا شکار رہے تو بچے کی نشوونما پر مضر اثرات پڑ سکتے ہیں۔ انتہائی صورتوں میں اس کا نتیجہ اسقاط حمل یا جسمانی طور پر بچے کی بدہیئت یا دماغی کمزوری کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوران حمل زچہ زیادہ حساس اور جذباتی ہوتی ہے۔ اس حالت میں زچہ بچہ پر اچھی و بری تلقینات کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

1۔ اس دوران ماں کو چاہیے کہ کثرت سے ذکر الہی کرے۔ درود شریف پڑھے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرے تاکہ بچہ ذکر الہی، درود شریف اور قرآن حکیم کی برکات کی بدولت خوبصورت و خوب سیرت، تندرست و توانا، عقلمند، ذہین اور ہونہار ہو۔

2۔ ماں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو تلقین کرے کہ اس کا نظام انہضام اس کے بچے کو تمام ضروری غذائی اجزاء فراہم کر رہا ہے۔ بچہ ذکر و فکر کی برکات کی بدولت خوبصورت، تندرست اور خوب سیرت ہوگا۔

3۔ بچہ نفسیاتی اور جسمانی طور پر ماں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ محبت اعلیٰ درجے کی تلقینی طاقت رکھتی ہے۔ پیدائش کے بعد

بھی بچے کو تلقین کرتے رہنا چاہیے۔ بچہ سو جائے تو اس کے پاس آہستہ آواز میں کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھیں۔ الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل، سورۃ یسین، سورۃ رحمن اور سورۃ الملک کی تلاوت کریں۔ بچہ بیمار ہو تو سرگوشی کے انداز میں اسے تلقین کریں۔

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم بہتر ہو رہے ہو“

4۔ جب بچہ بولنا سیکھ لے تو وہ ماں یا باپ کے ساتھ مل کر ضرورت کے مطابق موزوں تلقین پر مبنی الفاظ دہرائے۔ مثلاً درد کی صورت میں کہے: ”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دور ہو رہی ہے، دور ہو رہی ہے، دور ہو گئی ہے۔“ بخار کی صورت میں کہے: ”اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخار اتر رہا ہے، اتر گیا ہے۔“ ہمارے گھروں میں مائیں اکثر اس طرح بچوں کو فوری سکون اور آرام حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مثلاً بچہ گر جائے، زخمی ہو جائے یا اسے چوٹ لگ جائے تو اس کی ماں اسے کہتی ہے:

”کچھ نہیں ہوا۔ مجھے چومنے دو، یہ اچھا ہو جائے گا“

وہ اس کو چومتی ہے۔ بچے کو ماں کی بات پر یقین ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے اور وہ پھر سے کھیل کود میں مشغول ہو جاتا ہے۔

5۔ بچے کے سونے کا انتظار کریں۔ جب وہ سو جائے تو احتیاط سے اس کے کمرے میں داخل ہوں اور اس کے بستر سے قریباً ایک گز یا ایک میٹر دور ٹھہر جائیں۔ بڑا ہٹ کے انداز میں اکیس بار وہ باتیں دہرائیں جن کی آپ صحت، کام، نیند اور طرز عمل کے سلسلہ میں بچے سے توقع رکھتے ہیں۔ اس کے بعد دبے پاؤں واپس آجائیں۔ یہ احتیاط رہے کہ بچہ جاگنے نہ پائے۔ اس تلقین سے زبردست نتائج مرتب ہوں گے۔

ایک دن میرا بیٹا احمد علی انجم میرے پاس آیا اور اس نے کہا: ابو مجھے طوطا لے کر دیں۔ اس وقت اس کی عمر قریباً بارہ برس تھی۔ میں نے اسے کہا اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ دے دیں گے۔ اس نے کہا کیا میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو مجھے مل جائے گا۔ میں نے کہاں ”ہاں“ بالکل مل جائے گا۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ طوطا پکڑ لایا۔ میں نے پوچھا یہ طوطا کہاں سے ملا؟ اس نے کہا ”میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا۔ میں اپنے گھر کے ساتھ پلاٹ میں کھڑا تھا تو یہ طوطا میرے قدموں میں آگرا۔ یہ اڑ رہا تھا۔ ایک چیل نے اسے پنخا مارا تو یہ زخمی حالت میں نیچے گر پڑا میں نے اسے اٹھا لیا۔“

میں نے دیکھا کہ طوطا واقعی زخمی تھا۔ اسے کہا کہ جاؤ اس کی مرہم پٹی کرو اور اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ۔

مراقبہ اور خود ترغیبی :- بیماری کی حالت میں خصوصاً خطرناک اور جان لیوا امراض کی صورت میں مریض خود کو منفی ترغیبات دیتا رہتا ہے۔ یعنی میری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ میرا دل کمزور ہو رہا ہے۔ بس اب ہارٹ فیل ہونے والا ہے۔ مریض کا ذہن برابر ترغیبات دہراتا رہتا ہے۔ جس سے مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ منفی ترغیبات کے بد اثرات دور کرنے کے لیے مریض کو مثبت ترغیبات دینا ضروری ہے۔ مراقبہ سے مریض میں ہر قسم کی ترغیب قبول کرنے کی تیز استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ ترغیب پذیری کی اس استعداد کو مریض کی جسمانی، نفسیاتی، ذہنی و روحانی تندرستی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مراقبہ میں جب محویت یا استغراق کی حالت طاری ہو جائے اس وقت یہ ترغیبات زیادہ موثر

ہوجاتی ہیں۔

تنویم اور مراقبہ:- ایک پینٹاٹس ارتکاز توجہ اور تنظیم تنفس کی مشقوں کے ذریعے مضبوط قوت ارادی اور دوسروں کو متاثر کرنے والی قوت نظر حاصل کر لیتا ہے۔ وہ جسے پینٹائز کرنا چاہے اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اسے سونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر معمول یہ ترغیب قبول کر لے تو اس پر نیند طاری ہوجاتی ہے۔ اسے تنویمی حالت کہتے ہیں۔ تنویم کے دوران معمول پر جو کیفیات گزرتی ہیں، وہ بیدار ہونے کے بعد انہیں بھول جاتا ہے۔ اس کے برعکس مراقبہ کے دوران جب استغراق کی کیفیت طاری ہو تو پینٹائز کے زیر اثر طاری ہونے والی تنویمی حالت کے برعکس مراقبہ کرنے والے کو وہ مختلف ذہنی و روحانی حالتیں اور کیفیات یاد رہتی ہیں جن سے وہ دوران مراقبہ گزرتا ہے۔ کوئی بھی علم ہو اس میں مہارت کے حصول کے لیے مشق درکار ہوتی ہے۔ ایک پینٹائٹ جس قدر زیادہ مشق کرتا ہے اسی قدر اسے زیادہ مہارت حاصل ہوتی ہے۔ پینٹائز میں اپنے معمول پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ محنت، کوشش اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس صوفیہ عظام کے مروجہ طریقوں سے مراقبہ کرنے سے حاصل ہونے والی قوت نظر سے معمول کے کردار، اخلاق اور رویے میں نہایت آسانی سے تبدیلی لائی جاسکتی ہے اور اس کے ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی و روحانی مسائل بھی حل کیے جاسکتے ہیں۔ مرد مومن کی قوت نگاہ کی تاثیر کے اظہار کے لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا؟ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں! (60)

مراقبہ اور تلازمہ خیال:- مراقبہ سے مراد ہے کسی ایک تصور کو بنیادی نکتہ بنا کر باہم مشابہ یکساں اور ایک جیسے تصورات کا تانا بانا بننا۔ یہ عمل قانون تلازمہ خیال کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تلازمہ خیال کا قانون یہ ہے کہ ذہن سے ہر لمحہ شعور کی رو بہتی رہتی ہے۔ اس رو میں خیال کی جتنی لہریں ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے مربوط، مشابہ، ہم جنس اور مربوط ہوتی ہیں۔ دنیا کا کوئی بڑا آدمی، مذہبی رہنما، روحانی مصلح، سیاسی کارکن، فاتح، فلسفی، شاعر، ادیب، سائنسدان، محقق اور فنکار اپنے موضوع میں استغراق اور اپنے تصور میں مراقبہ کے بغیر، کسی قسم کی بڑائی حاصل نہ کر سکا۔ دراصل جب تک انسان اپنے دلچسپی کے موضوع میں ڈوب نہ جائے، بڑا آدمی نہیں بن سکتا۔

سالک راہ حق کے لیے ذات باری تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مقصود و مطلوب نہیں ہوتا اور اس کے لیے مراقبہ اسم ذات اور اسم نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی مراقبہ نہیں۔ اس مراقبہ میں بھی تلازمہ خیال کے قانون کے مطابق اصل تصور اور اس سے متعلق خیالات پر توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ حُضُورِ قَلْبِ كَغَيْرِ مَا زُيِّنَ

نماز اس طرح ادا کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ تصور نہ کر سکو تو یہ تصور کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ اسم ذات میں حضور قلبی، تصور ذات باری تعالیٰ کے اصولوں اور تلازمہ خیال کے قانون کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ حضور قلب کے ساتھ اسم ذات کا تصور کیا جاتا ہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں آیات قرآنی (سورہ اخلاص، آیت نور، سورہ حشر کی آیات، 21 تا 24) اور مظاہر فطرت کے حوالے سے غور و فکر اور تدبر کیا جاتا ہے۔ اس دوران بنیادی تصور (اسم ذات) کی طرف توجہ رکھی جاتی ہے اور اس سے متعلقہ خیالات و تصورات کا تلازمہ قائم



رکھا جاتا ہے۔ اس تصور، تفکر اور تدبر کے دوران اچانک مراقبہ، مکاشفہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ انسانی ذہن مختلف عبوری اور ضمنی حقیقتوں سے گزرتا ہوا حقیقت الحقائق تک رسائی پالیتا ہے۔ وصل اور فنا و بقا کے مراحل طے ہو جاتے ہیں۔

من ز تن عریاں شدم او از خیال من خرام در نہایت الوصال (رومی)

(عالم استغراق میں) میں جسم سے آزاد ہو گیا ہوں اور اس حقیقت الحقائق نے لباس خیال اتار دیا ہے۔ اب ہم دونوں وصل و قرب کی انتہائی بلندیوں پر خراماں ہیں۔

**مراقبہ اور مشابہت تصور:** مشابہت تصور سے مراد خیالات و تصورات میں بنیادی تصور سے پائی جانے والی مشابہت ہے۔ مراقبہ میں مشابہت تصور کے حامل خیالات، افکار اور تصورات کو قبول اور دیگر خیالات، افکار اور تصورات کو رد کیا جاتا ہے۔ مراقبہ ہو یا محاسبہ، دورانِ مشق ذہن بار بار ادھر ادھر بھٹکتا رہے گا۔ اس دوران آپ کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ توجہ اصل تصور کی طرف مبذول رہے۔ اگر کوئی دوسرا خیال آئے تو اسے آنے اور گزر جانے دیجئے۔ اس سے الجھیے مت۔ پھر سے ساری توجہ اصل تصور کی طرف لگا دیں۔ یہ عمل بار بار کرنا پڑے گا۔ اگرچہ یہ بہت تکلیف دہ کام ہے مگر ذہن کو منظم سوچ و بچار کی عادت ڈالنے کے لیے یہ کوشش ضروری ہے۔ اس کوشش میں تلازمہ خیال کے قانون کے تحت بنیادی تصور کی مناسبت، رعایت اور التزام سے خود بخود ذہن میں مشابہت تصور کے اصول کے تحت خیالات، استعارات، علامات، تشبیہات اور تاثرات کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ اس منظم سوچ و بچار کے دوران ایک قلب کا دریچہ کھل جائے گا اور جمالِ یار نصیب ہو جائے گا۔

خیال بہت بڑی قوت ہے۔ اس کی لامحدود وسعتوں کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ جس طرح تھپڑ کے مقابلے میں مکا، یعنی ہاتھ کی پانچوں بندھی ہوئی انگلیوں کی ضرب کاری اور کارگر ثابت ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح پراگندہ خیالی کے بجائے خیالات کو سمیٹ کر جو تصور قائم کیا جاتا ہے وہ انقلاب انگیز ہوتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نیست و ش باشد اندر روان تو جہانی بر خیالی بین، روان  
بر خیالی صلحشان و جنگشان و ز خیالی فخرشان و ننگشان  
آن خیالاتی کہ دام اولیاست عکس مہ رویان بستان خداست

ترجمہ:- اگرچہ جہاں میں خیال نظر نہیں آتا۔ تو ساری دنیا کو خیال کے بل پر رواں دواں دیکھے گا۔ لوگوں کی صلح اور جنگ کسی نہ کسی خیال پر موقوف ہے۔ خیال ہی سے ان کو فخر اور ندامت ہوتی ہے۔ وہ قوت خیال جس سے اولیاء اللہ کا لگاؤ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے باغ کے مہ جبینوں (انبیاء) کا عکس ہے۔

**روحانیت و روحیت:** مخفی علوم (آکلت سائنسز) کے ماہرین کے مطابق انسانی وجود سہ منزلہ واقع ہوا ہے۔ مادی جسم، نوری جسم (اثیری وجود، آسٹرل ہاؤس، Astral Body) اور روح۔ علم نفسیات میں انسانی ذہن کی کارکردگی اور ذہنی اعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ علم نفسیات کے مطابق انسانی ادراک کا واحد ذریعہ اس کے حسی اور حرکی اعصاب (Sensory and Motor Nerves) ہیں۔ علم مابعد النفسیات (Parapsychology) کے مطابق انسان کے اندر محض ایسی خارق العادات (سپرنارل) صلاحیتیں موجود ہیں کہ اگر ان کو استعمال کیا جائے تو ذہن، حواس خمسہ اور ان کے آلات و



وسائل (حسی و حرکی اعصاب) کو استعمال کیے بغیر بعض یا اکثر حقیقتوں کو دریافت کر سکتا ہے۔ مابعد النفسیات میں ادراک ماورائے حواس (تیسری آنکھ، کنڈالنی شکتی، چھٹی حس) سے حاصل ہونے والے مشاہدات و تجربات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ مابعد النفسیات صرف روحی نقطہ نظر سے بحث کرتی ہے۔ روحیت اس مخصوص نفسیاتی اور ذہنی کیفیت کو کہتے ہیں جو کبھی کبھی ذہن کو شعور کی عام سطح سے بلند کر کے اسے بعض ایسی پراسرار قوتوں یا چند ایسے قوانین فطرت سے دوچار کر دیتی ہے جس کی تشریح ہم فطرت کے معلوم قوانین اور عادت کے لگے بندھے ضابطوں کی روشنی میں نہیں کر سکتے۔ مستقبل بینی، معجزہ نمائش گونیاں، ساحری، القا، وجدان، کشف اور شراق کی حالتیں، یہ سب روحیت کے مظاہر اور مابعد النفسیات کے دائرہ تحقیق میں شامل ہیں۔ تاریخی اور عملی طور پر ان واقعات (یا اس قسم کے بیانات) کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر قبیلے میں راہب، کاہن، جوگی، فقیر، پجاری، شعبدہ گر، مستقبل بین، نجومی، غیب دان، رتال اور عالم ارواح سے تعلق کا دعویٰ رکھنے والے مجذوبوں کے گروہ موجود رہے ہیں۔ خرق عادات واقعات کی اتنی کثرت ہے اور اس قسم کے مظاہر اس درجہ تواتر و تسلسل کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں کہ ان کو محض جھوٹ یا اتفاق کہہ کر ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان تمام واقعات کے پیچھے فطرت ہی کے اہل قوانین کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ضرورت صرف ان قوانین کو سمجھنے کی ہے۔

سائنس، انجینئرنگ، فزکس وغیرہ انسان کی ذہنی طاقت کا ایک مادی مظہر ہی تو ہیں۔ بے جان آلے نہیں بولتے بجلی کی لہریں کلام نہیں کرتیں، ٹیلی فون اور ریڈیو کے بھیس میں انسانی ذہن اور اس کی حیرت انگیز قوت بولتی ہے۔ مابعد النفسیات کا نقطہ نظریہ ہے کہ انسانی شعور (اپنے تمام پہلوؤں یعنی تحت الشعور، لاشعور اور شعور برتر کے ساتھ) فقط ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا ہی موجد نہیں بلکہ وہ خود اپنی ماہیت میں ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم بجلی، بھاپ اور پٹرول کی مدد سے بے جان مادوں میں جو قوت پیدا کر سکتے ہیں وہ قوت ہمارے اندر بھی کارفرما ہے۔ شعور کے اس مادی پہلو کے علاوہ اس کا ایک اور بھی پہلو ہے۔ اس دوسرے پہلو کو نفس یا شعور انسانی کا روحی پہلو کہا جاسکتا ہے۔ شعور کے اس پہلو سے اگر ذات باری تعالیٰ سے رابطہ و تعلق اور معرفت و عرفان کے حصول کا کام لیا جائے یا کام لینے کی کوشش کی جائے تو اسے روحانی پہلو کہا جاسکتا ہے۔

سہ منزلہ انسانی وجود میں سے نوری جسم (Astral Body) کے مختلف پہلوؤں کا روحی علوم (مابعد النفسیات، ہپناٹزم، ریکی وغیرہ) میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ روح کا مطالعہ روحانی علم (اسلامی تصوف) کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس میں اسلامی عقائد کے مطابق انسان کائنات اور مظاہر کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ سے عقیدت، محبت اور معرفت کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے اور اس رابطہ، رشتہ اور تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (61)

یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ روحانیت (یعنی جو لوگ روحانی قوت رکھتے ہیں) کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کشف کوئی پر قادر ہوں یا کوئی کرامت دکھا سکیں۔ روحانیت کی اساس عقائد صالحہ و اعمال صالحہ پر استوار ہے۔

تیسری آنکھ :- علوم مخفی (آکٹ سائنسز) اور مابعد النفسیات کے ماہرین کے مطابق دماغ کے قریباً وسط میں، دونوں آنکھوں کے درمیان، ابروؤں سے ذرا اوپر کے مقام پر ایک غدود (Gland) موجود ہے جسے غدہ صنوبری یا پانی نیل گلیڈ

(Pineal Gland) کہتے ہیں۔ روحی علوم کے بعض ماہرین کے مطابق یہ غالباً انسان کی تیسری آنکھ تھی جو عضویاتی اور جسمانی ارتقاء کی طویل منزلوں میں اپنی حیاتیاتی افادیت پوری کر کے سکڑ گئی۔ روحی علوم میں ارتکا ز توجہ اور تنظیم تنفس کی مختلف مشقوں کے ذریعے اس تیسری آنکھ کو جگایا جاتا ہے۔ یوگا میں ریڑھ کی ہڈی کا آخری سراروحانی قوت کا مرکز ہے۔ اسے کنڈالنی شکتی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اہل عرفان کے مطابق لطیفہ نفس کا مقام ناف ہے۔ روحی علوم میں بیان کردہ تمام مافوق الفطرت مظاہر کا تعلق لطیفہ نفس کی بیداری سے ہے۔ لطیفہ نفس کے عین پیچھے ریڑھ کی ہڈی کے آخری حصہ میں 'کنڈالنی شکتی' کا مقام ہے۔ اسی طرح دونوں ابروؤں سے ذرا اوپر پیشانی کے درمیان لطیفہ خفی کا مقام ہے اور دماغ کے وسط میں لطیفہ اخفی کا مقام ہے۔ روحی علوم کے ماہرین لطیفہ نفس، لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفی کے مذکورہ بالاتینوں میں سے ایک یا دو لطائف کے ارد گرد مقامات پر توجہ سے روحی صلاحیتیں بیدار کرتے ہیں جبکہ اہل روحانیت کے نزدیک انسانی جسم میں روحانی قوت کے دو یا تین نہیں بلکہ کل چھ یا سات مقامات ہیں جنہیں لطائف کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

- |              |               |              |             |
|--------------|---------------|--------------|-------------|
| 1- لطیفہ نفس | 2- لطیفہ قلب  | 3- لطیفہ روح | 4- لطیفہ سر |
| 5- لطیفہ خفی | 6- لطیفہ اخفی | 7- لطیفہ انا |             |

ذکر و فکر اور ان لطائف پر توجہ سے وہ تمام روحانی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں جو کہ مشاہدہ حق اور حصول معرفت کے لیے ضروری ہیں۔

**تحلیل نفسی و خودنوئیسی:** تحلیل نفسی سے مراد اپنے نفس (ذہن) کی کیفیتوں کو ٹھونلنا اور ان شکایتوں کو دریافت کرنا ہے، جو انسانی سوچ میں پڑ گئی ہوں۔ (62)

خودنوئیسی از خود تحلیل نفسی کا ایک طریقہ ہے۔ خودنوئیسی کا طریقہ یہ ہے کہ پنسل کا غزلے کر بیٹھ جائیں۔ ذہن پر زور دیئے بغیر، سوچے بغیر، جو اچھا برا خیال ذہن میں آئے لکھتے جائیں۔ اندھا دھند قلم چلاتے جائیں۔ جو کچھ خود بخود لکھا جائے وہی درست ہے۔ روزانہ چند منٹ مشق سے خاطر خواہ فوائد ہوتے ہیں۔ ڈپریشن دور ہوتا ہے۔ ذہنی و قلبی سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ خودنوئیسی کے بعد پرسکون ماحول میں نہایت دیانتداری اور منصفانہ انداز سے اپنی لکھیں ہوئی باتوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیں۔ اس طرح غور و فکر سے آپ کو اپنا طرز فکر سمجھنے، اسے بہتر بنانے، سوچ کی گتھیاں سلجھانے، اپنی خوبیوں و خامیوں سے آگاہ ہونے، اپنا محاسبہ اور اصلاح کرنے اور اپنے فکر و عمل کی تنظیم و اصلاح کرنے کا موقع ملے گا۔

تحلیل نفسی کا طریقہ یہ ہے کہ مریض یا مریضہ آرام دہ ماحول میں، پرسکون ہو کر بیٹھ جائے یا آرام سے بستر پر لیٹ جائے۔ اسے ہدایت کی جائے کہ وہ استغراق کی کیفیت طاری کر کے ذہن میں جتنے خیالات یکے بعد دیگرے آرہے ہیں انہیں بغیر کسی جھجک کے بے تکان بیان کرتا جائے۔ معالج یہ سب باتیں سن کر مریض/مریضہ کی ذہنی کیفیت کے مطابق موزوں ترغیبات دے کر اس کا علاج کرے۔ ماہرین نفسیات اور روحی علوم کے ماہرین کے برعکس کامل نگاہ درویش، ذرا سی توجہ سے ذہنی، نفسیاتی و اعصابی مریضوں کی کیفیات و احوال سے باخبر ہو کر ان کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ ان کے ہمدردانہ، مشفقانہ، بے تکلفانہ رویے کی وجہ سے، لوگ اچھی بری دل کی تمام باتیں انہیں کہہ دیتے ہیں۔ وہ مکمل رازداری رکھتے ہوئے، انہیں موزوں مشورے دے دیتے ہیں، کوئی عمل یا وظیفہ بتا دیتے ہیں۔ دعا، تدبیر اور توجہ

سے ان کے مسائل حل کر دیتے ہیں۔

ارتکا ز توجہ اور رابطہ شعور مطلق:۔ کسی نقطہ (Point) کی طرف شعور کے مسلسل بہاؤ کو توجہ کہتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم اسم ذات کی طرف پلکیں جھپکے بغیر دیکھتے رہیں یا آنکھیں بند کر کے اسم ذات کے تصور کی طرف دھیان رکھیں تو اسم ذات، مرکز توجہ اور نکتہ توجہ ہے اور خیال ایک نکتہ پر مرکوز رکھنے کے اس عمل کو توجہ کہتے ہیں۔ توجہ کی دو اشکال ہیں یا اقسام ہیں: مرکزی توجہ اور ضمنی توجہ، مرکزی توجہ وہ ہے جس پر ذہن (شعور) پوری طرح مرکوز یعنی جما ہوا اور ضمنی توجہ وہ ہے جو شعور کے حاشیہ پر موجود ہو۔ اسم ذات پر توجہ کی صورت میں بھرپور توجہ اسم ذات کی طرف ہوتی ہے۔ اسے مرکزی توجہ کہتے ہیں۔ اس توجہ کے دوران اسم ذات کے تصور کے ساتھ خانہ کعبہ، روضہ رسول ﷺ، کلمہ طیبہ یا کسی آیت پر مشتمل عبارت یا ان میں سے کسی ایک کا تصور ضمنی توجہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کسی شے یا نقطہ کی طرف توجہ مبذول کرنے کے اسباب خارجی بھی ہوتے ہیں اور داخلی بھی۔ مثلاً کسی کاغذ پر لکھے ہوئے اسم ذات اور اسم نبی کریم ﷺ توجہ کے خارجی اسباب ہیں۔ انہیں اسمائے مبارکہ کے تصورات توجہ کے داخلی اسباب ہیں۔ حقیقت پسندانہ زندگی بسر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہماری توجہ ٹھوس حقائق کے ساتھ ساتھ روحانی حقائق (حقیقت الحقائق یعنی ذات باری تعالیٰ، انبیاء و رسل، حیات بعد الموت یعنی عالم برزخ کی زندگی، عالم ارواح، فرشتوں، آخرت، جنت و جہنم، یوم محشر، پل صراط) پر رہے۔ روحانی حقائق کا اگرچہ عالم غیب سے تعلق ہے مگر عقائد صالحہ، اعمال صالحہ اور منظم توجہ کی بدولت ہم ان کا ادراک حاصل کر سکتے ہیں۔ تمام ذہنی و روحانی صلاحیتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے سے عملی شعور کی روست پڑ جاتی ہے۔ استغراق یعنی ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور انسان میں ادراک ماورائے حواس (Extra Sensory Perception) کام کرنے لگتا ہے۔ ادراک ماورائے حواس کو روحانی یا ماورائی شعور یا لازمانی و لامکانی شعور کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ایک بڑے عدد سے کو دھوپ میں کسی چیز سے اتنے فاصلے پر رکھیں کہ اس عدد سے کے پورے محیط کی شاعیں سمٹ کر ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں تو آگ لگ جائے گی اور شعلہ بھڑک اٹھے گا۔ اس طرح دماغ یا روح کی تمام قوتوں کو جب ایک خیال کی طرف مرکوز کر دیا جاتا ہے تو روحانی شعور اور روحانی قوتیں فعال اور سرگرم ہو جاتی ہیں۔ اس منزل پر پہنچ کر آدمی کسی شے پر اپنی توجہ مرکوز کر دے تو اس کے سارے حقائق بے پردہ ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ اگر وہ مادی اشیاء پر توجہ مرکوز کرے تو ان کے دقائق و دقائق و اسرار بے نقاب ہو جائیں گے۔ اگر وہ اپنے نفس پر غور کرے گا تو دماغ، عقل اور ذات سے متعلق دقائق و حقائق واضح ہو جائیں گے۔ اگر ذات و صفات حقیقت مطلقہ پر توجہ کرے گا اور اپنی دماغی و روحانی قوتوں کو اس کے عرفان پر مرکوز کر دے گا تو اسے اپنے ظرف کے مطابق ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے عرفان حاصل ہو جائے گا۔ کردار سازی اور خلوت نشینی:۔ حضرت ابراہیمؑ کی خلوتیں، حضرت موسیٰؑ کی چالیس روزہ عبادتیں اور حضرت عیسیٰؑ کی خلوت نشینی کے بعد محسن انسانیت ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کی خلوتیں اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ دنیا کے عظیم ترین انسانوں نے خلوت کو اپنا شعار بنا کر اپنے افکار و خیال کی تطہیر و ترفع کا فریضہ سرانجام دیا ہے، جو سوسائٹی میں رہ کر مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ البتہ یکسوئی اور ارتکا ز خیال کی جب عادت پڑ گئی تو ہنگامے میں بھی اس یکسوئی میں حارج و مزاحم نہ ہو سکے اور دماغی اور روحانی قوتوں پر اس قدر تصرف ہو گیا کہ جب بھی چاہا ان قوتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز کر دیا۔

ارتکا توجہ کے لیے کچھ عرصہ خلوت نشینی بھی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے عزت نشینی یا گوشہ نشینی کے بارے میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تنہائی میں خیالات کی یکسوئی کے سبب باطن صاف ہو جاتا ہے۔ اگر باطن کی صفائی مذہبی رہنمائی اور رسول اللہ ﷺ کی سچی پیروی کا نتیجہ ہے تو اس سے روشن ضمیری، دنیا سے بے تعلقی، ذکر الہی کی حلاوت اور مخلصانہ عبادت کا ظہور ہوگا۔ اور اگر مذہبی ہدایت اور رسول کریم ﷺ کا اتباع مقصود نہیں تو محض نفس کی صفائی ہوگی۔ صفائی نفس کے ذریعہ علوم ریاضیہ حاصل کئے جاسکتے ہیں جس سے فلسفیوں کو دلچسپی ہے۔“

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیائے کبار کو اس کا احساس تھا کہ خلوت نشینی کو مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگوں اور فلسفیوں نے بھی اپنا شعار بنایا ہے کیونکہ یہ ہر صورت میں سودمند ہے۔ اور ہر حالت میں اس کا نتیجہ تصفیہ نفس کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس ضمن میں مغربی مفکرین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

- 1۔ میں نے کسی کو اتنا رفیق و مونس نہ پایا جتنا خلوت کو۔ (تھوریو)
- 2۔ خلوت فکر و خیال کے لیے اتنی ہی فائدہ مند ہے جتنی معاشرے سے وابستگی کردار کے لیے مفید ہے۔ (جیمز رسل)
- 3۔ خلوت نشینی سے آدمی اپنے لیے زیادہ سخت گیر اور دوسروں کے لیے ملائم طبع ہو جاتا ہے۔ غرض دونوں صورتوں میں کردار کی اصلاح ہوتی ہے۔ (ٹشے)
- 4۔ سب سے زیادہ خوشگوار زندگی وہ ہے جو خلوت میں مصروفیت کے ساتھ گزرے۔ (والٹر)
- 5۔ خلوت عزم کی دائمی ہے اور عزم فطانت کا جزو اعظم ہے۔ عمر کے جس حصے میں بھی خلوت حاصل کی جائے وہ انسان کو بلندیوں پر لے جاتی ہے۔ (ڈزرائلی)
- 6۔ دماغ جتنا توانا اور جدت پسند ہوگا اتنا ہی وہ خلوت کے مسلک کی طرف مائل ہوگا۔ (بکسلے)
- 7۔ خلوت دانش وری کی دایہ ہے۔ (لارنس)
- 8۔ انسان کی ناپختہ صلاحیتیں خلوت میں پختگی حاصل کرتی ہیں۔ (گوئے)
- 9۔ محفل آرائی سے دانش و ادراک میں اضافہ ہوتا ہے لیکن خلوت کے مکتب سے صرف نابغہ عصر (جی نیٹس) ہی نکلتے ہیں۔ (گبن)

10۔ میرا ایمان ہے کہ خلوت میں انسان کو حال و قال میں زیادہ صالح عزم حاصل ہوتا ہے۔ بمقابلہ اس تمام علم و دانش کے جو کتابوں سے حاصل ہو۔ (ایمرسن)

11۔ جاؤ اپنی روح کی پرورش کرو۔ ہم جنسوں سے دوری اختیار کرو اور اپنی عادتوں کو خلوت کے سانچے میں ڈھال لو۔

اس وقت تمہارے قوائے باطنی، کلی طور پر اپنے جلال و جمال کا مظاہرہ کریں گے۔ (ایمرسن)

12۔ خلوت میں ایک گھنٹے کا تفکر قلب کو کئی روز تک آشوب روزگار سے معرکہ آرائی کا حوصلہ بخش دیتا ہے۔ (جیمز پارسن)

13۔ خلوت سے خداوند قدوس کے دربار میں باریابی حاصل ہوتی ہے۔ (ڈبلیو، ایس، لینڈر)

اسلامی تصوف میں بھی تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے خلوت نشینی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مگر اس خلوت نشینی سے مراد رہبانیت اختیار کرنا نہیں ہے۔ صوفیہ کچھ عرصہ خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں جب انہیں توجہ اور یکسوئی میں کمال

حاصل ہو جائے تو رضائے الہی کے حصول کے لیے، مخلوق خدا کی خدمت کی خاطر مجلس اختیار کرتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ خلوت در مجلس کے اصول پر عمل پیرا رہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں فرماتے ہیں:

میں نے خلوت سے زیادہ اخلاص پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں دیکھی، لہذا جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے اخلاص کے ستون کو تھام لیا۔ اور صدق و حقیقت کے بڑے رکن کو حاصل کر لیا۔

حضرت ابوبکر سبائی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

خلوت نشینی کو لازم قرار دو۔ جماعت سے اپنا رشتہ ہٹا دو۔ ہر وقت چار دیواری میں رہو۔ یہاں تک کہ وقت آخر آجائے۔

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

خلوت نشینی صدیق لوگوں کا حقیقی مقصد ہے۔ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا دل خلوت نشینی کی طرف مائل ہوتا ہے اور وہ اس عالم (یعنی گوشہ تنہائی) میں عجب لطف و سرور پاتے ہیں۔ یہ ثبوت ہے ان کی روحانیت کا!

حضرت شیخ ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ کا تجربہ یہ ہے:

ایک عقلمند آدمی آخری باتوں کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ خود اپنے ابتدائی حالات کی اصلاح نہ کرے۔ اور ایسی منزلیں نہ طے کر لے، جن سے پتہ چلے کہ وہ ترقی کر رہا ہے یا تنزلی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ طالب روحانیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلوت کے مقامات تلاش کرے تاکہ دوسرے معاملات سید راہ ہو کر اس کے مقاصد کو خراب نہ کریں۔

حضرت شیخ ابو حامد مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے صحبت (جلوت) پر خلوت کو ترجیح دی اس کے لیے ضروری ہے کہ ذکر الہی کے علاوہ اس کے خیالات ہمیشہ کسی اور طرف مائل نہ ہوں اور حقیقت مطلق (خدا) کے علاوہ کوئی اور اس کا مطلوب و مقصود نہ ہو۔ وہ اسباب ظاہر سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر یہ مقصد نہیں (یعنی حقیقت کی تلاش) تو خلوت نشینی اس کے لیے فتنہ یا مصیبت بن جائے گی۔

کامیاب زندگی کا راز:۔ انسانی ذہن کو جسم پر واضح برتری حاصل ہے۔ آخری زندگی کے مقابلہ میں دنیوی زندگی بہت مختصر ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر انسان مقصد حیات سے غافل ہیں۔ مادہ پرستانہ، دنیوی عیش و آرام اور تن پروری کے فلسفہ پر مبنی نظریہ حیات اور طرز فکر کی وجہ سے عصر حاضر کے انسان نے اپنے حقیقی مقصد حیات کو نظر انداز کر رکھا ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

متوازن ذہنی، جسمانی، نفسیاتی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لیے اور دینی، دنیوی، مادی و آخری فلاح کے لیے ہمیں عقائد صالحہ اور ان کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔

کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے صوفیہ نے من کی دنیا پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے معرفت نفس کے لیے، معرفت ذات باری تعالیٰ کے لیے، تسخیر کائنات کے لیے، تزکیہ نفس کیا، روحانی تطہیر اور تصفیہ قلب سے روحانی شعور بیدار

کیا۔ اس شعور سے کائناتی شعور اور شعورِ کل (شعورِ مطلق، ذہنِ مطلق) سے رابطہ قائم کیا اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔ شعورِ کل سے مراد وہ خبیر و بصیرتِ قوت ہے جو پورے نظامِ کائنات (ذرات سے لے کر سورج، قطرے سے لے کر سمندر اور جمادات سے لے کر انسان تک) کو نہایت حسن و خوبی سے چلا رہی ہے۔ ہم سب کے ذہن اس ہمہ گیر شعورِ کل سے جڑے ہوئے ہیں۔ جب انفرادی ذہن کا براہ راست رشتہ شعورِ کل سے قائم ہوتا ہے تو حیرت ناک کوششیں ظہور میں آتے ہیں۔ جن لوگوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں غیر معمولی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ شعورِ کل ہی سے فیضان حاصل کر کے اس منصب پر فائز ہو سکے ہیں۔ شعورِ کل کا ہر انسان کے شعور اور لا شعور سے تعلق ہے۔ عبادت و ریاضت اور توجہ و یکسوئی کی بدولت جب انسانی شعور و لا شعور کا شعورِ کل سے وجدان، القا اور الہام کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ انسان معراج پاتا ہے اور نیابتِ الہی کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

ہمارے ذہن کے عقب میں ایک ہمہ گیر، عظیم الشان اور قادرِ مطلق ذہن کام کر رہا ہے۔ وہ ہر لمحہ ہماری مدد کے لیے تیار ہے۔ ہماری عقل محدود ہے مگر ہم ایک لامحدود عقل سے وابستہ ہیں۔ ہمارا لا شعور مقید ہے مگر ایک غیر مقید اور آزاد کائناتی شعور ہماری دستگیری کے لیے کمر بستہ ہے۔

انسانِ کامل کی سطح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے حقیقی مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھیں۔ اس مقصدِ حیات کے مطابق اپنے ذاتی مفادات اور معاشرہ و ملک اور قوم کے مفادات سامنے رکھتے ہوئے اہداف مقرر کریں۔ ان اہداف (مقاصد) کی تکمیل کے لیے مدت کا تعین بھی کر لیں۔ تمام اہداف اور ان کی تکمیل کی مدت ایک فہرست کی شکل میں تحریر کر لیں اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے ان اصولوں پر عمل کریں۔

1۔ صبح، دوپہر اور رات کو تین مرتبہ باقاعدگی کے ساتھ اپنی فہرست مقاصد کو کامل یکسوئی اور مضبوط توجہ سے پڑھیں۔  
2۔ ان تین اوقات کے علاوہ بھی جب آپ کو موقع ملے ان چیزوں پر توجہ مرکوز کریں اور اپنے ذہن میں اس فہرست کو غور اور انہماک کے ساتھ دہرائیں۔

3۔ سونے سے پہلے آنکھیں بند کر کے عالمِ تصور میں یہ دیکھیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ چیزیں حاصل ہو چکی ہیں جن کی آپ کو خواہش تھی۔ مثلاً آپ ایک خوبصورت گھر بنانا چاہتے ہیں تو عالمِ تصور میں دیکھیں کہ آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ نے وہ گھر عطا فرما دیا ہے۔ اور پھر اسی تصور کے ساتھ درج ذیل دعا پڑھتے ہوئے سو جائیں۔



حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٦٩﴾

مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہوں اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے ○  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَى اللَّهِ  
فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر لینے والا ہے، بے شک اللہ نے ہر شے کے لیے اندازہ مقرر فرما رکھا ہے ○  
4۔ جب تک آپ کو اس عمل کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں۔ ان تمام باتوں کو راز رکھیے۔ کسی سے ان کا ذکر نہ کیجئے۔

اس عمل کے دوران شعورِ کل (ذہنِ کل) پر بھروسہ رکھیں جو خالق و مالک کائنات ہے اور پوری کائنات کی سمجھ بوجھ کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ ذہنِ کل ہر مرحلہ دشوار میں رہنمائی کر کے آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ حصولِ مقاصد کے ذرائع غیب سے پیدا ہوں گے۔ آپ کی اکثر مرادیں تو اس قدر جلد برآئیں گی کہ آپ خود حیران رہ جائیں گے۔  
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ے

گر در دل تو گل گزرد و گل باشی      و ر بلبل بے قرار بلبل باشی  
تو جزوی و حق کل است گر روزے چند      اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی  
یعنی اگر تیرے ذہن میں پھول کا تصور جما ہوا ہے تو تو یقیناً پھول بن جائے گا۔ اگر بلبل بے قرار کا خیال جما ہوا ہے تو بلبل بے قرار ہو جائے گا۔ (حق (خدا) کل ہے اور تُو اس کا جزو ہے۔ اگر چند روز تو کل کا تصور کرے گا تو خود بھی کل کی شکل اختیار کرے گا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ے

تو چنین خواهی خدا خواهد چنین      می دهد یزداں مراد متقین  
جو تو چاہتا ہے خدا بھی وہی چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ متقی لوگوں کی مراد ضرور پوری کرتا ہے۔  
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زبان تو ہے      یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (63)

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے      خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے (64)  
در حقیقت اصل شے ہے یقین! آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ قدرت کے بحرِ بیکراں کا ایک قطرہ ہیں ے  
نجانے کب سے میرا دل وجودِ قطرہ میں      دھڑک رہا ہے کسی بحرِ بیکراں کے لیے  
اور اس قطرے کی جو خواہش ہے خود بحرِ بیکراں کی خواہش و آرزو بھی وہی ہے۔ آپ یقینِ کامل سے اپنے لیے جو کچھ چاہیں  
گے قدرت کی طرف سے وہی عطا ہو جائے گا۔ (65)

غیبی قوت اور اس کے معجزات انسانی فہم و دماغ کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ ہم نہ اس قوت کو دیکھ سکتے ہیں نہ اس کے سحر انگیز کرشموں کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ لاشعور کے دروازے عالم غیب کی طرف واہیں اور شعور کے درپے عالم ظاہر کی طرف! ہماری پوری توجہ اس نمسہ کے عمل کے سبب عالم ظاہری کی طرف مبذول رہتی ہے جبکہ بقول مولانا رومؒ

لب بند و چشم بند و گوش بند گر نہ بینی نور حق بر من بخند

ہونٹ، آنکھیں اور کان بند کر۔ اگر نور حق نظر نہ آئے میرا مذاق اڑانا

روحانیت اور روحی علوم کے اغراض و مقاصد میں فرق:- اہل مغرب روحی علوم، ذہنی و نفسیاتی اور جسمانی امراض سے چھٹکارا پانے کے لیے اور دنیوی آسائش و راحت اور مادی فوائد کے حصول کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ روحی علوم میں خیال کی قوت کو، لاشعوری قوت کو اور قوت شفا کو موضوع فکر بنایا جاتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کی قدرت و حکمت کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

اہل مشرق روحانیت کو دنیاوی مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں لیکن روحانیت سے ان کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رضا کا حصول اور خدمتِ خلق ہے۔ اس لحاظ سے ہمارا مقصد اعلیٰ اور روحانی ہے اور ان کا مقصد ادنیٰ اور مادی ہے۔

یورپ میں رائج و مقبول ہونے والے روحی علوم (ہپناٹزم، ریکی وغیرہ) روحانیت سے ہی اخذ کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”..... جو چیزیں روحانیت کی ان کے ہاں رائج ہوئی ہیں، وہ سب ہمارے گھر کی یادگار ہیں، انہوں نے ہماری پرانی

کتابوں کو پڑھ پڑھ کر اپنے نئے طریقوں اور نئے علم (سائنس) کے ذریعے ان کو بالکل نیا بنا کر پیش کیا ہے۔ گویا ہم

ان لوگوں کی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ شراب وہی ہماری پرانی شراب ہے۔ البتہ یورپ اور امریکہ نے ہماری پرانی

شراب کو اپنی نئی بوتلوں میں بھر لیا ہے۔“ (66)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یورپ و امریکہ کے مروجہ روحانیت کے طریقوں کو غور سے دیکھیں۔ ان کی تحقیقات کی روشنی میں علم تصوف (روحانی سائنس) کی افادیت کا جائزہ لیں اور نوجوان، مغربی تہذیب سے متاثرہ افراد کو اہل مغرب کے ملحدانہ افکار سے بچانے کے لیے عصر حاضر کے مروجہ تجرباتی و مشاہداتی، سائنسی اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصول تحقیق اور اصول تنقید کی پاسداری کرتے ہوئے مدلل انداز سے روحی علوم کی آڑ میں پھیلانے جانے والے ملحدانہ افکار کی خرابیوں کو واضح کریں اور اسلاف کے مروجہ علم تصوف کی حقانیت ثابت کریں۔

یکسوئی و توجہ کی ضرورت و اہمیت:- دنیا کے جتنے کام ہیں وہ حضوری قلب اور تصور و تخیل کی یکسوئی کے بغیر اچھی طرح سرانجام نہیں دیے جاسکتے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ ۝ دل کی حضوری کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔

نماز، ذکر و فکر، وظائف، عملیات اور دعاؤں میں اگر قلب پوری طرح حاضر نہ ہو اور تصور اچھی طرح یکسو نہ ہو تو

ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

ہر انسان کے اندر نیک و بد قوتیں پائی جاتی ہیں۔ ان قوتوں اور داخلی و خارجی محرکات کے اثر سے اچھے برے

خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اہل سعادت، عقائد و اعمال صالحہ کی بدولت قوتِ خیر کو بڑھا کر نیک بن جاتے ہیں جبکہ بد فطرت لوگ بد قوتوں سے کام لے کر بد بن جاتے ہیں۔

ہر شخص کے دل میں اچھے برے خیالات کا آنا فطری بات ہے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خطرات (شکوک و شبہات پر مبنی خیالات، برے خیالات) کی گرفت بھی ہوگی تو سب صحابہؓ گھبرا گئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ برے خیالات اور برے خطرات سے محفوظ رہنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ ان پر ہماری گرفت نہ ہوئی تو ہم کہیں کے بھی نہ رہیں گے۔ تب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

لَا يَكِلُفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ البقرة [2:286]

اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

اس آیت کے نازل ہونے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ شریعت میں برے خیالات پر گرفت نہیں ہوگی مگر اس سے پہلے جو آیت نازل ہوئی تھی، جس میں خطرات کی گرفت کا ذکر تھا اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ باطنی حالت کے لیے خطرات کا ہجوم یقیناً ضرر رساں ہے اور حضوری قلب اور تصور کی یکسوئی سے ان خطرات سے نجات پانا ضروری ہے تاکہ باطنی اصلاح اور ترقی ممکن ہو۔

تکلیف اور پریشانی میں انسان کو فوراً تصور و خیال کی یکسوئی اور باطنی ذوق و شوق حاصل ہو جاتا ہے۔ انسان کی اس حالت کو قرآن مجید میں نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا لِحَبِيْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِلًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّكَانَ لَمْ يَذْكُرْنَا إِلَيَّ صُورَتَهُ ۖ كَذَلِكَ يُذَيِّلُ لِلنَّاسِ فِتْنًا مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠﴾ یونس [10:12]

اور جب (ایسے) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر لیٹے یا بیٹھے یا کھڑے پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ (ہمیں بھلا کر اس طرح) چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے ان کے (غلط) اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں جو وہ کرتے رہے تھے ۝

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا نَادًا ثُمَّ إِذَا حَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۖ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِن أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ الزمر [39:49]

پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت بخش دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے (میرے) علم و تدبیر (کی بنا پر ملی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ۝

وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا حَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨٨﴾ الزمر [39:88]

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے، پھر جب (اللہ) اُسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور (پھر) اللہ کے لیے (بتوں کو) شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اس کی راہ سے بھٹکا دے، فرما دیجیے: (اے کافر!) تو اپنے گُفر کے ساتھ تھوڑا سا (ظاہری) فائدہ اٹھالے، تو بے شک دوزخیوں میں سے ہے ۵

**مقصدِ حیات:-** مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ سے واضح ہے کہ تکلیف اور پریشانی میں انسان کو فوراً تصور و خیال کی یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ اور تکلیف میں مبتلا انسان کو اپنے فضل و کرم سے مصیبت و تکلیف سے نجات دیتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور حاصل ہونے والی راحت و آرام اور نعمتوں کو اپنے علم و تدبیر کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور دوبارہ کفر و شرک کی تاریکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اہلِ حکمت و دانش تنگی و فراخی، مصیبت و راحت، تکلیف و آرام غرضیکہ ہر حالت میں، ہر لمحہ و ہر گھڑی یادِ الہی میں گم رہتے ہیں۔ معراج انسانی بھی یہی ہے کہ انسان تکلیف و مصیبت اور عیش و راحت، دونوں حالتوں میں نہایت ذوق و شوق اور توجہ و یکسوئی سے اپنے مالک و خالق کو یاد کرتا رہے اور اس سے بندگی اور محبت کا رشتہ نبھاتا رہے۔

زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا اور مخلوق خدا سے محبت، ہمدردی اور خدمت کا رشتہ نبھانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ دین اسلام کے مطابق بنیادی عقائد، عبادات اور ان کے تقاضے سمجھے اور پورے کیے جائیں۔ تصور و خیال کی یکسوئی سے عبادات سرانجام دی جائیں، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے روحانی رابطہ و تعلق قائم کیا جائے اور اسے روز بروز، ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر بنایا جائے۔

**علمِ تصوف کی ترویج کے عصری تقاضے:-** اہلِ یورپ نے مسلمان سائنسدانوں کے مشاہداتی و تجرباتی اسلوبِ تحقیق اختیار کرتے ہوئے مظاہرِ فطرت اور ان کے پسِ پشت اصول و قوانین کا مشاہدہ و مطالعہ کیا اور ان کی تسخیر سے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔ ہوا کی قوت سے کام لینا سیکھ لیا۔ ہوائی جہاز، خلائی جہاز اور مصنوعی سیارے بنالیے۔ پیراشوٹ کی مدد سے بحفاظت فضا سے نیچے اترنا سیکھ لیا۔ ہوا کی طاقت سے بجلی بنانا سیکھ لی۔ پانی پر تیرنے کے لیے بہت بڑے بحری جہاز بنالیے۔ باہمی رابطے کے نئے وسائل و ذرائع تلاش کیے۔ ٹیلی گرام، وائرلیس، ٹیلی فون، موبائل فون، انٹرنیٹ کی بدولت فوری رابطہ ممکن ہو گیا۔ ان لوگوں نے جو کہا ثابت کر دکھایا۔ ان کی ایجادات ادنیٰ و اعلیٰ اور جاہل و عالم سب لوگوں کے تصرف میں ہیں۔ ان کی ایجادات سے انسانوں کو فائدہ بھی ہو رہا ہے۔ اسی طرح وہ روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ریکی، این ایل پی، ٹیکنیکس وغیرہ) کو بھی مدلل سائنسی انداز سے پیش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ صوفیہ بھی علمِ تصوف کو عصرِ حاضر کے سائنسی و منطقی انداز سے پیش کریں اور اس کی حقانیت واضح کریں۔ بصورتِ دیگر مغربی علوم و فنون اور ان کی دنیوی و مادی ترقی سے متاثرہ افراد روحی علوم کی برتری تسلیم کر لیں گے اور ان علوم کی وجہ سے ملحدانہ افکار سے بھی متاثر ہو جائیں گے۔

تصوف الہامی و الہی علم ہے۔ ہپناٹزم، ریکی وغیرہ غیر الہامی اور غیر الہی علوم ہیں۔ تصوف میں توجہ و یکسوئی کا تعلق

اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء سے ہوتا ہے جبکہ دیگر روحی علوم میں توجہ و یکسوئی کا تعلق اشیائے کائنات (سورج، چاند، شمع، دائرہ، سیارہ نکتہ، سایہ وغیرہ) سے ہوتا ہے۔ تصوف میں توجہ و یکسوئی کے ساتھ ذکر الہی کیا جاتا ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے اور ذات و صفات باری تعالیٰ میں تفکر کیا جاتا ہے۔ دیگر روحی علوم میں تصور، تفکر، توجہ و یکسوئی کا تعلق غیر اللہ سے ہوتا ہے۔

تصوف میں اسم ذات، اسم نبی کریم ﷺ، خانہ کعبہ، روضہ رسول ﷺ، کلام ربانی، یا تصور شیخ کو مرکز توجہ بنایا جاتا ہے۔ اسی پر تفکر کہا جاتا ہے۔ اور سانس کے ذریعے یا زبان کے ذریعے نہایت محبت و عقیدت سے اسم ذات یا نفی اثبات کا ذکر کیا جاتا ہے یا درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ روحی علوم کے مراقبہ میں کسی مادی شے کا تصور قائم کیا جاتا ہے۔ اسے مرکز توجہ بنایا جاتا ہے۔ اس دوران سانس کی آمد و رفت پر کنٹرول رکھا جاتا ہے۔

### مراقبہ اسم ذات

تصور + تفکر + توجہ + عقیدت + محبت + ذکر + تنظیم تنفس

### مراقبہ روحی

تصور + تفکر + توجہ + تنظیم تنفس

تصوف میں مراقبہ کا مقصد نفس انسانی کا نفس کلی سے رابطہ و تعلق قائم کرنا ہے۔ سالک راہ حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا بھی متلاشی نہیں ہوتا۔ اسے اپنی روحانی قوت، روحی قوت، دنیاوی مفادات، نام و نمود اور شہرت سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ راہ محبت کا مسافر ہوتا ہے۔ اس کا مقصد مطلوب محبوب حقیقی ہوتا ہے۔ ایسے سالک راہ طریقت کو بے پناہ روحانی قوتیں بغیر طلب کے ہی حاصل ہو جاتی ہیں وہ اپنی ان صلاحیتوں کی مدد سے راہ حق کا سفر جاری رکھتا ہے اور مخلوق خدا کی بھی خدمت کرتا رہتا ہے۔

روحی علوم کا طالب اپنی روحی قوت میں اضافے کے لیے، نام و نمود اور شہرت کے حصول کے لیے اور دیگر دنیوی اغراض و مقاصد کی خاطر ریاضت کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسے کشف و مشاہدہ اور تسخیر کی صلاحیتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اس کے عقائد صالحہ نہیں ہوتے اور وہ طالب حق نہیں ہوتا اس لیے اسے حق تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ ایسا شخص روحانی قوت کے حامل، اہل حق کے جوتوں کی روحانی قوت کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

انسان کے مقصد حیات کا تقاضا ہے کہ وہ راہ حق اختیار کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ روحی علوم کا تحقیق و تنقیدی جائزہ لیتا رہے اور اپنے فکر و عمل سے، باطل پر حق کی برتری ثابت کرتا رہے۔

**ارتکاز توجہ :-** ارتکاز توجہ سے مراد کسی شے یا نکتہ پر توجہ مرکوز کرنا یا تصور کو مرکزی خیال بنانا ہے۔ ارتکاز توجہ کی مشقیں (شمع بینی، تصویر، التخییر، البصیر، التخی، سایہ بینی، ماہ بینی اور آفتاب بینی وغیرہ) نہ کوئی چلہ ہیں، نہ جادو، نہ کوئی سفلی عمل ہیں، نہ جلالی وظیفہ ہیں، نہ ان میں بالعموم کوئی پرہیز ہے، نہ پیش بندی ہے، یہ صرف دماغی مشقیں ہیں۔ جس طرح مگر ہلانے سے باز و مضبوط ہوتے ہیں۔ اسی طرح ارتکاز توجہ (پلکیں جھپکائے بغیر کسی نقطے کو دیکھنے یا آنکھیں بند کر کے کسی شے کا تصور قائم کرنے) سے نظر اور دماغ کی قوتیں بڑھتی ہیں اور انسان کا ادراک ماورائے حواس (E.S.P) کام کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان کی روحی صلاحیتوں اور قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

**تنظیم تنفس:-** ارتکا زتوجہ کی مشقوں کے ساتھ سانس کی مشقیں بھی کی جاتی ہیں۔ سانس کی مشقیں ذہنی صحت مندی، دماغی بحالی، جسمانی تندرستی، مخفی صلاحیتوں کی بیداری اور روحی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان مشقوں میں مشق تنفس نور اور متبادل طریقہ تنفس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

**ارتکا زتوجہ کی مشقیں:-** روحی علوم میں تصور و توجہ اور تفکر کی یکسوئی کے لیے عموماً درج ذیل مشقوں کی تعلیم دی جاتی ہے:

- 1- موم بتی یا سروسوں کے تیل کا دیا جلا کر اپنی نظروں سے دوفٹ کے فاصلے پر کسی قدر اونچائی پر رکھ لیا جائے۔
- 2- شمع کی لو کے کسی ایک نقطے پر نظریں جمادیں۔ اس مشق کے دوران پلکیں نہ چھپکنے پائیں۔
- 3- شمع کی لو پر نظریں جمانے کے ساتھ یہ تصور کریں کہ غیب سے حسن، نور اور رنگ کی ایک دنیا طلوع ہو رہی ہے اور میں اس کا نظارہ کر رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ آپ کے روحانی حواس بیدار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ آپ کو نادریدہ دنیا نظر آنے لگے گی۔ آپ کو غیبی مخلوق کی آوازیں سنائی دینے لگیں گی۔ (67)

**سایہ بینی:-** سایہ بینی، بھی ارتکا زتوجہ کی ایک مشق ہے۔ اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

- 1- طلوع آفتاب کے وقت کسی تنہا جگہ آفتاب کی طرف منہ کر کے اسی طرح کھڑے ہو جائیں کہ آپ کا سایہ آپ کے سامنے رہے۔

2- سائے کی گردن پر پلک جھپکائے بغیر نظریں جمادیں۔

- 3- یہ مشق ایک منٹ سے شروع شروع کر کے رفتہ رفتہ ایک گھنٹے تک لے جائیں۔ چند روز کے بعد آپ کو اپنے سر پر ایک سفید ہیولی (ابر پارہ) گردش کرتا نظر آئے گا۔ (68)

رئیس امر وہی سایہ بینی کے ضمن میں ذاتی مشاہدہ و تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے خود یہ عمل کیا ہے۔ جب بھی آنکھیں اٹھا کر ابر پارے کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا، وہ غائب ہو جاتا تھا۔ آخر اس مشق

کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ میں نے ایک روز اپنے ہمزاد کو اپنے سامنے بیٹھا پایا۔ سیکنڈ کے سوئیں حصے میں یہ منظر قائم رہا۔ پھر غائب

ہو گیا۔ چونکہ شوق پورا ہو گیا تھا اس لیے یہ مشق ترک کر دی ورنہ شاید مستقل طور پر ہمزاد کو اپنے پیچھے لگا لیتا۔“ (69)

عزیز من! میں نے کبھی بھی روحی علوم کی تحصیل کے لیے شیعہ بینی، سایہ بینی وغیرہ کی مشقیں نہیں کی ہیں۔ جب میں رئیس امر وہی کی یہ تحریر پڑھ رہا تھا تو دوران مطالعہ ہی اپنے ہمزاد کی طرف معمولی سی توجہ کی تو مجھے اپنا ہمزاد نظر آیا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ارد گرد نورانی ہیولہ نظر آ رہا تھا۔ رئیس امر وہی اس مشاہدہ کے لیے نجانے کتنا عرصہ ریاضت کرتے رہے تب کہیں انہیں سیکنڈ کے سوئیں حصے میں اپنے ہمزاد کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ تصور اسم ذات کی بدولت مجھے فوری طور پر، واضح مشاہدہ ہوا۔ شیعہ بینی، سایہ بینی وغیرہ کی مشقوں کے بجائے مراقبہ اسم ذات کرنا چاہیے اور اس مراقبہ کا بنیادی مقصد تعلق باللہ قائم کرنا اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہونا چاہیے۔ جب تعلق باللہ مضبوط ہو گیا تو سمجھیں کہ مقصد حیات حاصل ہو گیا۔ تعلق باللہ قائم اور مضبوط ہونے سے جملہ خزانے و نعمتیں اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہیں۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاتو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (70)

روحی علوم میں رائج ارتکا زتوجہ اور تنظیم تنفس کی مشقیں اور اس کے حاصلات بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ علم تصوف اور



روحی علوم میں فرق اور علم تصوف کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت واضح ہو جائے تاکہ ہم کامیاب زندگی بسر کر سکیں۔  
**بلور بینی:** بلور بینی میں بلور یا صاف و شفاف شیشے کی بنی ہوئی کسی شے کے ایک خاص نکتے پر نظریں جمائے کی مشق کی جاتی ہے۔ شروع میں یہ مشق ایک منٹ کے لیے کی جاتی ہے۔ بعد میں قوت برداشت کے مطابق مشق کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس مشق کو مابعد النفسیات کی اصطلاح میں ”التصویر“ کہتے ہیں۔ (71)  
**نکتہ بینی، دائرہ بینی یا التسخیر:** نکتہ بینی یا دائرہ بینی کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

- 1- چکنے سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے چنے کے برابر ”نقطہ“ بنائیے۔
- 2- کاغذ کو کسی ایسی جگہ چپکا دیجئے کہ آپ مشق کے لیے بیٹھیں تو چنے کے برابر یہ سیاہ نقطہ کم و بیش دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر رہے۔
- 3- تنفس نور کے پانچ یا سات چکر مکمل کر کے اسی پوزیشن (قدرتی نشست) میں بیٹھ جائیں اور اس نقطے پر نظریں جمادیں۔
- 4- ہمیشہ ایسی مشقوں کے لیے قدرتی نشست میں بیٹھنا چاہیے تاکہ کمر، گردن اور پشت ایک سیدھ میں رہیں۔ قدرتی نشست کا طریقہ یہ ہے کہ زمین یا فرش پر بیٹھ کر داہنا پاؤں بائیں ران پر رکھ لیں اور بائیں پاؤں داہنی ٹانگ کی پنڈلی پر، کمر گردن اور پشت ایک سیدھ میں ہوں۔ نہ سینہ باہر کی طرف نکلا ہوا ہو، نہ پشت میں ٹیڑھ ہو، اس نشست سے بیٹھ کر جب اطمینان کر لیں کہ جسم پوری طرح سکون اور پر آرام ہو گیا ہے تو ہدایت کے مطابق دونوں نظریں چنے کے برابر سیاہ نقطے پر گاڑ دیں اور کوشش کریں کہ ذہن و خیال کی پوری توجہ بھی اسی ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائے۔
- 5- پلک جھپک جائے تو دوبارہ مشق شروع کر دیں..... پھر نظریں اسی ایک نقطے پر لگا دیں۔
- 6- تصویر یہ ہو کہ اس نقطے کے اندر روشنی کا چشمہ ابل رہا ہے۔
- 7- یہ مشق پندرہ بیس سیکنڈ روزانہ سے شروع کر کے رفتہ رفتہ، وقفہ بڑھاتے ہوئے تین مہینے میں ایک گھنٹے یا 45 منٹ تک لے جائیں۔ مناسب یہ ہے کہ نظریں جمانے کے وقفے میں تدریجی اضافہ ہو، مثلاً پہلے دو ہفتے میں ایک منٹ، تیسرے ہفتے میں دو منٹ، پھر دو ہفتے کے بعد پانچ منٹ، اسی طرح پلک جھپکائے بغیر دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ آپ جتنی دیر چاہیں گے، سیاہ نقطے پر نظریں جمائے لگیں گے اور اتنی محویت اور بے خودی طاری ہونے لگے گی کہ گرد و پیش سے بالکل رشتہ منقطع ہونے لگے گا۔ تنویمی عامل بننے کے لیے استغراق (یعنی ڈوب جانے کی کیفیت) پیدا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح ایک نقطے پر نظر جمانے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر آنکھ میں کوئی قدرتی نقص نہ ہو تو یہ مشق قطعاً نقصان رساں نہیں۔ اگر کوئی قدرتی نقص ہو تو یہ مشق مناسب اور مفید نہ ہوگی۔ اس مشق سے آنکھوں میں چمک، بصارت میں بصیرت، نظر میں مقناطیسیت اور ایک عجیب قسم کی ساحرانہ کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ التسخیر کا عامل جس پر نظر ڈالتا ہے، اسے سحر زدہ کر دیتا ہے۔ نظر کی مشقوں مثلاً البصیر، الخبلی، التصویر، التسخیر، بلور بینی، سایہ بینی، آئینہ بینی، ماہ بینی اور آفتاب بینی، سے نظر میں بلا کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل و دماغ پراچھے اثرات پڑتے ہیں۔ حیرت انگیز تجربے ہوتے ہیں۔ نفس انسانی کئی طرح کے مشاہدوں سے دوچار ہوتا ہے۔ ٹیلی پتھنسی،

ہیٹائزم، غیب دانی اور مستقبل شناسی کی صلاحیتیں بروئے کار آ جاتی ہیں۔ ان مشقوں سے خود اعتمادی اور قوت ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذہن کی گتیاں سلجھ جاتی ہیں۔

8۔ پلک جھپکائے بغیر ایک نقطے پر نظر میں جمائے اور پوری توجہ اس کی طرف مبذول کرنے کے نتیجے میں آپ دیکھیں گے کہ اس نقطے میں روشنی پیدا ہو رہی ہے۔ یہ روشنیاں طرح طرح کی ہوں گی۔ جب مشق نظر سے یہ نقطہ جگمگانے لگے تو اس کے سائز کو گنا کر دیں یعنی چوٹی کے برابر اور اس پر دل و دماغ کو ایک کر کے نظریں جمایا کریں۔ وہ بھی رفتہ رفتہ روشنی سے جگمگانے لگے گا۔ عجب نہیں کہ آپ کو اس نقطے میں عجیب و غریب چہرے، اشیاء، مناظر اور تماشے نظر آئیں۔ ان تمام نظاروں سے متعجب یا خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

9۔ پھر اس نقطے کا سائز اٹھنی کے برابر کر دیں اور مشق نظر تمام بیان کی ہوئی شرطوں کے ساتھ جاری رکھیں۔

10۔ جب اٹھنی برابر نقطہ بھی روشنی سے منور ہو جائے تو اسے روپے کے برابر کر دیں۔

11۔ التسخیر کی مشق کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ جائیں۔ جسم ڈھیلا چھوڑ دیں اور آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ وہی نقطہ یا سیاہ دائرہ آپ کی نگاہ باطن کے سامنے ہے اور اس سے روشنی پھوٹ کر نکل رہی ہے جیسے بادلوں کی اوٹ سے سورج نکلتا ہے اس کے ساتھ یہ ترغیب دل ہی دل میں دہراتے رہیں کہ

”میرے اندر بھی نور ہے باہر بھی، میرے جسم میں بھی نور ہے اور جان میں بھی اور میں رفتہ رفتہ ہمت، طاقت، مسرت اور اعتماد کا پیکر بنتا چلا جا رہا ہوں۔“

12۔ التسخیر کی مشق سے نگاہوں میں جو مقناطیسی قوت اور کشش پیدا ہو جاتی ہے وہ معمول پر بہت جلد تنویدی کیفیت طاری کر دیتی ہے۔ التسخیر کے عامل کو چاہیے کہ جب وہ کسی شخص پر تنویدی کیفیت طاری کرنا چاہے تو اسے حکم دے کہ وہ خاموشی سے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر لیٹ جائے۔ اب عامل اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پلک جھپکائے بغیر اسے گھورنا شروع کر دے۔ معمول کو یہ بھی ہدایت کر دی جائے کہ وہ پلکیں نہ جھپکائے گا اور عامل سے نظریں لڑاتا رہے گا۔ ظاہر ہے کہ کچھ دیر بعد معمول کی نظر عامل سے ہار جائے گی اور وہ پلکیں جھپکانے لگے گا، تب اسے ہدایت کی جائے کہ آنکھیں بند کر لے۔ اس کے بعد عامل، معمول کو تنویدی ترغیبات دینی شروع کرے۔ (72)

البصیر:- یہ بھی ارتکاز توجہ کی ایک مشق ہے۔ اس مشق میں پلکیں جھپکائے بغیر ناک کی نوک کو مسلسل دیکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ استغراق یا ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہو جائے۔ (73)

خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنی کتاب ’مراقبہ میں ہی مشق البصیر‘ کا طریقہ اس طرح سے بیان کیا ہے۔

1۔ آلتی پالتی مار کر یا دوزانو ہو کر بیٹھ جائیں۔

2۔ چہرے کو پہلے بالکل سیدھا رکھیں۔ پھر ذرا سا اٹھا دیں۔

3۔ اب نگاہوں کو ناک کی نوک پر مرکوز کر دیں۔

4۔ ایسا کرتے ہوئے آنکھیں نیم دیا دھ کھلی ہوں گی۔

5۔ پہلے پہل آنکھ کے ڈیلوں کے اوپری عضلات کھنچاؤ محسوس کریں گے اور آنکھوں سے پانی بہے گا۔ کھنچاؤ کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھوں کو ذرا سبند کر دیں لیکن اپنی طرف سے آنکھ کے عضلات میں کھنچاؤ پیدا نہ کریں۔

6۔ اگر آنکھوں سے زیادہ پانی بہنے لگے اور تکلیف زیادہ محسوس ہو تو تھوڑی دیر کے لیے پپوٹے بند کر کے دوبارہ کھول لیں اور نگاہیں ناک کی نوک پر مرکوز کر دیں۔

7۔ کچھ عرصے میں آنکھ کے عضلات عادی ہو جاتے ہیں اور ناک کی نوک پر نگاہیں جمانے میں دشواری محسوس نہیں ہوتی۔  
8۔ اس مشق کا وقفہ بھی پانچ منٹ ہے۔

9۔ ابتدا ایک منٹ سے کریں اور بتدریج وقفہ بڑھا کہ پانچ منٹ تک لے جائیں۔ (74)  
انتہائی:- یہ بھی ارتکاز توجہ کی ایک مشق ہے۔ اس مشق میں اپنی ناک کی جڑ پر جہاں دونوں بھنوں کے بال ملتے ہیں، توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ مشق کے دوران پلکیں نہیں جھپکی جاتیں۔ (75)

ماہ بینی (قمر بینی) و آفتاب بینی:- ماہ بینی میں چاند کو اور آفتاب بینی میں سورج کو مرکز توجہ بنایا جاتا ہے۔ آفتاب بینی کی مشق طلوع آفتاب کے وقت کی جاتی ہے۔ ان مشقوں کا دورانیہ آہستہ آہستہ بڑھایا جاتا ہے۔

سورج ہمارے نظام سیارگان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور روشنی و توانائی کا ذریعہ ہے۔ پودے اور جاندار دونوں سورج کی توانائی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ سورج کی توانائی کو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر ذخیرہ کرنے اور استعمال کرنے کے لیے کئی طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔ ان طریقوں سے نہ صرف اعصابی نظام میں قوت پیدا ہوتی ہے بلکہ مقناطیسیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ مضبوط اور توانائی سے بھرپور اعصابی نظام دنیاوی اور روحانی دونوں معاملات میں بہت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے روحی علوم کے ماہرین نے چند مشقیں تجویز کی ہیں۔ ان میں سے ایک مشق ”شغل آفتابی“ ہے۔ شغل آفتابی کا ایک آسان اور محفوظ طریقہ یہ ہے:

1۔ صبح سورج نکلنے سے ذرا پہلے کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو جائیں۔ یہ مقام کوئی پہاڑی، پل، گھر کی چھت یا بالکونی ہو سکتا ہے۔

2۔ جگہ اور حالات کے مطابق آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیں یا سیدھے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیں۔

3۔ آپ کا منہ اس طرف ہونا چاہیے جہاں سے سورج نکلتا ہے۔ جیسے ہی سورج افق سے نمودار ہونا شروع ہو آنکھیں بند کر کے سورج کی طرف توجہ مرکوز کریں۔

4۔ آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں اور تصور کریں کہ سورج کی روشنی توانائی کی صورت میں آپ کے جسم میں جذب ہو رہی ہے۔

5۔ جب سینہ سانس سے بھر جائے تو تصور کریں کہ یہ توانائی پورے جسم میں پھیل گئی ہے۔ پھر سانس کو آہستہ آہستہ باہر نکال دیں۔

6۔ پہلے دن ایک منٹ یہ شغل کریں۔ پھر ہر دس دن کے بعد ایک منٹ بڑھادیں اور اس طرح وقت بڑھا کر تین منٹ تک کر دیں۔

7۔ مطلع ابر آلود ہو تو اسی طرح یہ عمل کریں۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ سانس اندر کھینچتے ہوئے تصور کریں کہ افق پر سورج موجود ہے اور اس کی توانائی کی لہریں آپ کے اندر جذب ہو رہی ہیں۔ (76)

تمام روحانی و روحی علوم کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ سانس یا ارتکا ز توجہ یا تنویبی مہارت حاصل کرنے کی کوئی مشق یا روحانی عملیات مخلص، تجربہ کار اور کامل استاد یا راہنما کے بغیر شروع نہیں کرنے چاہئیں۔ اس ضمن میں رئیس امر وہی لکھتے ہیں:

”اگر آپ سانس یا ارتکا ز توجہ یا تنویبی مہارت حاصل کرنے کی کوئی مشق شروع کرنا چاہتے ہیں تو ازراہ کرم کسی ماہر استاد کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ استاد یا راہنما کے بغیر اس منزل کو، جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں طے کرنا اپنے آپ کو جسمانی نہیں تو ذہنی ہلاکت میں ضرورت ڈالتا ہے۔“ (77)

**سانس کی مشقیں:** سانس لینے، سانس روکنے، سانس خارج کرنے کے دورانیے، سانس لینے کے طریقہ کار، دوران مشق تصور قائم کرنے اور تفکر کرنے کے لحاظ سے سانس کی مشقوں کے بہت سے طریقے ہیں ان طریقوں میں سے مشق تنفس نور، شمار تنفس، متبادل طرز تنفس اور مشق حبس دم کو رئیس امر وہی اور خواجہ شمس الدین عظیمی نے بہت اہمیت دی ہے اور اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

جذباتی اتار چڑھاؤ اور اعصابی نظام میں سانس بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ جذباتی کیفیات بدلنے سے عمل تنفس متاثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً غصے میں جب شیطان دوران خون کے ساتھ انسان کی رگوں میں گردش کرتا ہے تو بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سانس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ ذہنی سکون کی حالت میں سانس لینے اور خارج کرنے کا عمل معمول کے مطابق جاری رہتا ہے۔ اچانک صدمے کی صورت میں اندر کا سانس اندر اور باہر کا سانس باہر رہ جاتا ہے۔ حالت خواب یا استغراق کی حالت میں باطنی حواس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لیے سانس کی رفتار ہلکی ہو جاتی ہے۔ سانس اندر لینے کا وقفہ بڑھ جاتا ہے اور باہر نکالنے کے دورانیے میں کمی آ جاتی ہے۔ مراقبہ میں بھی یہ کیفیت پیدا کرنے کے لیے ارتکا ز توجہ کی مشق سے پہلے یا ارتکا ز توجہ کی مشق کے ساتھ ہی سانس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔ چونکہ روحی صلاحیتوں اور سانس کا آپس میں گہرا تعلق ہے اس لیے ان مشقوں سے روحی صلاحیتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل مشقیں بہت فائدہ مند ہیں۔

**مشق نمبر 1:** سانس کے چکر شمار کرنے کی مشق:- اس مشق سے پھیپھڑوں کی حرکات اور سانس لینے اور خارج کرنے کے عوامل پر کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے۔

- 1- آلتی پالتی مار کر یا دونوں زانو بیٹھ جائیں۔
- 2- کمر سیدھی رکھیں لیکن جسم کے کسی حصے میں کھنچاؤ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔
- 3- پہلے دونوں ہاتھوں سے سانس باہر نکال دیں تاکہ پھیپھڑے ہوا سے خالی ہو جائیں۔
- 4- پھر آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں۔
- 5- جب سینہ ہوا سے بھر جائے تو سانس کو روکے بغیر ہونٹوں کے راستے باہر نکال دیں۔
- 6- سانس نکالتے ہوئے ہونٹوں کو سکیر کر گول دائرہ بنائیں جیسے سیٹی بجاتے ہوئے بناتے ہیں۔
- 7- سانس اندر لینا اور باہر نکالنا ایک چکر ہوا۔ اس طرح گیارہ چکر کریں اور رفتہ رفتہ تعداد بڑھا کر اکیس چکر کر دیں۔
- 8- مراقبہ کے وقت سانس کی رفتار ہلکی ہونی چاہیے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ مراقبہ کے دوران سانس کی رفتار کو ارادے کے

ساتھ آہستہ نہ کیجئے۔ اس لیے کہ ذہن مراقبہ سے ہٹ کر سانس کی آمد و رفت کی طرف چلا جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مراقبہ کرنے سے کچھ دیر پہلے آہستہ آہستہ سانس اندر لیں اور باہر نکالیں پھر مراقبہ میں مشغول ہو جائیں۔ سانس کی رفتار خود بخود مدہم ہو جائے گی۔ (78)

مشق نمبر 2: متبادل طرز تنفس کی مشق:- اس مشق سے سانس کی آمد و رفت کا اور سانس روکنے کا دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔

1- آرام دہ انداز میں بیٹھ کر سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے سے سیدھی طرف کا نھنا بند کر کے بائیں نھنے سے چار سینکڑ میں سانس اندر لیں۔

2- سانس کھینچنے کے بعد سینے میں روک لیں اور ہاتھ کی آخری دو انگلیوں سے بایاں نھنا بند کر لیں۔ اس حالت میں سیدھا نھنا انگوٹھے سے بند ہوگا۔ آخری دو انگلیوں سے بایاں نھنا بند کیا ہوگا اور باقی دو انگلیاں دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر رکھی ہوں گی۔

3- سانس کو چار سینکڑ تک سینے میں روکیں اور صرف انگوٹھا سیدھے نھنے پر سے ہٹا کر سانس کو چار سینکڑ تک باہر نکال دیں۔

4- بغیر روکنے کے اسی نھنے سے چار سینکڑ میں سانس اندر کھینچیں اور انگوٹھے سے سیدھا نھنا دوبارہ بند کر لیں۔

5- چار سینکڑ تک سانس روکیں۔ پھر بائیں نھنے پر سے دو انگلیاں ہٹا کر چار سینکڑ میں سانس باہر نکال دیں۔ یہ ایک چکر مکمل ہوا۔

6- کچھ دیر سستانے کے بعد دوبارہ یہی عمل دہرائیں۔

7- اس طرح تین چکر مکمل کریں اور روزانہ ایک چکر کا اضافہ کرتے ہوئے سات چکر تک لے جائیں۔

8- جب چار سینکڑ سانس روکنے اور سات چکر کرنے پر مکمل قدرت حاصل ہو جائے تو چار سینکڑ میں سانس اندر کھینچیں، روکنے کا وقفہ چھ سینکڑ رکھیں اور چار سینکڑ میں باہر نکالیں۔ چکروں کی تعداد حسب سابق سات ہی رکھیں۔

9- جب چھ سینکڑ تک سانس روکنے اور سات چکر مکمل کرنے پر کنٹرول حاصل ہو جائے تو صرف روکنے کا وقفہ دو سینکڑ بڑھا دیں۔ اس طرح دو دو سینکڑ روکنے کا وقفہ بڑھاتے ہوئے سولہ سینکڑ تک لے جائیں۔

10- جب سولہ سینکڑ سانس روکنے اور سات چکر مکمل کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہو تو صرف باہر نکالنے کا وقفہ بڑھا کر آٹھ سینکڑ کر دیں۔ یعنی چار سینکڑ میں سانس اندر لینا، سولہ سینکڑ روکنا اور آٹھ سینکڑ باہر نکالنا۔ اس کے بعد انہی وقفوں پر مسلسل عمل کرتے رہیں۔ (79)

مشق نمبر 3:- مشق تنفس نور:- اس مشق سے قوت تصور بڑھ جاتی ہے۔

اس مشق تنفس نور میں سانس کو گننے کے بجائے سانس اندر لینے اور باہر نکالنے کے عمل پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس مشق میں بھی سانس کی آمد و رفت معمول کے مطابق ہونی چاہیے۔ طریقہ کار یہ ہے:

1- آنکھیں بند کر لیں، اور جس وقت سانس اندر جائے تصور کی نگاہ سے دیکھیں کہ ہوا روشنی کی صورت میں ناک کے ذریعے سینے میں جا رہی ہے۔

2- سانس باہر نکالنے ہوئے تصور کریں کہ روشنی سینے میں سے گزرتی ہوئی ناک کے راستے باہر جا رہی ہے۔

3۔ نہایت آہستگی اور سکون سے یہ عمل کریں۔

4۔ دوبارہ روشنی کے تصور کے ساتھ سانس لیں اور خارج کریں۔

5۔ اس مشق کا وقت پانچ منٹ سے دس منٹ تک ہے۔ (80)

حبس دم: حبس دم سے مراد سینے میں سانس روک کر بے حس و حرکت ہو جانا ہے۔ سانس کی مشق کے دوران سانس روک کر ذکر و فکر کی مشق کی جاتی ہے۔ روحی علوم میں حبس دم کے دوران کوئی خاص ذکر و فکر نہیں کیا جاتا۔ صرف زیادہ سے زیادہ وقت کے لیے سانس روکنے کی مشق کی جاتی ہے۔ اہل تصوف سانس روک کر دل ہی دل میں اسم ذات (اللہ) کا یانی اثبات (کلمہ طیبہ) کا ذکر کرتے ہیں اور ذات و صفات باری تعالیٰ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ حالت مراقبہ میں بعض اوقات استغراق اور مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات مشاہدہ اس قدر عظیم اور سکون بخش ہوتا ہے کہ لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کیفیت کو ایک شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے۔ شاعر شوق دیدار و وصل حبیب کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تم سامنے بیٹھے رہو پلکیں میری جم جائیں حسرت ہے کہ یہ گھڑیاں جب آئیں تو قسم جائیں

بندۂ عاجز کو ایسے اصول لمحات کئی بار نصیب ہوئے۔ بندۂ عاجز کے نزدیک یہ لمحات اور ان میں حاصل ہونے والی کیفیات اور روحانی انعامات دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہیں۔ ایک بار حالت مراقبہ میں استغراق کی کیفیت حاصل ہوئی۔ میں ہمہ تن گوش، اپنے قلب کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرا قلب بفضل تعالیٰ ذکر الہی کر رہا ہے۔ میرے قلب نے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی۔ میں سورۃ فاتحہ کی آواز واضح طور پر سن رہا تھا۔ دل نے بہت اطمینان سے با آواز بلند، لحن داؤدی کے ساتھ مکمل سورۃ فاتحہ پڑھی۔ اس وقت محویت کا یہ عالم تھا کہ مجھے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ کون پڑھ رہا ہے اور کون سن رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

مقصود بیان یہ ہے کہ حبس دم کی مشق سے توجہ و یکسوئی میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے روحانی صلاحیتیں لطیف سے لطیف تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”..... حبس دم سے روح میں لطافت آ جاتی ہے اور لطافت سے روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیز لطیف ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے۔ بجلی بہت لطیف ہے اس لیے بہت قوی ہے، بنسبت آگ، پانی یا بھاپ کے جو مقابلہ کثیف ہیں۔ روح میں جب لطافت بڑھ جاتی ہے تو اس میں عالم بالا کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس سے حضوری اور توجہ الٰہی اللہ میں بھی مدد ملتی ہے۔ عام طور پر جس دم موسم سرما میں پانی کے اندر غوطہ لگا کر کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن پانی میں بیٹھ کر کرنے سے جلد ترقی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ پانی سے ہر چیز زندہ ہے۔ انسان بھی پانی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ حبس دم اکیس دفعہ ذکر اللہ سے شروع کیا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ بڑھایا جاتا ہے۔ باقی تمام مجاہدات کی طرح حبس دم کو بھی لگ کر کرنا چاہیے۔

فرمایا کہ ہم مجاہدہ کے زمانہ میں دریا میں چلے جاتے تھے۔ بس پہلا غوطہ مشکل ہوتا تھا۔ بعد میں پانی سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ خوب گرمی محسوس ہوتی تھی۔

فرمایا ہمارے مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات عشاء کے بعد تالاب کے اندر چلے جاتے اور پوری رات پانی میں رہتے۔ مؤذن سے فرما دیتے تھے:

”جب صبح کی اذان ہو تو ہمیں اطلاع کر دینا۔“



اس اثنا میں آپ صرف دو یا تین سانس لیتے۔

فرمایا جب روح لطیف ہو جاتی ہے تو صورت مثالی میں (جو جسم اور روح کے درمیان ایک برزخ ہے) قوت آ جاتی ہے۔ اور اس سے بہت کام لیے جاسکتے ہیں۔ سونے کے وقت اس کو کام میں لگا دیا جاتا ہے۔ آدمی سوتا رہتا ہے لیکن صورت مثالی اپنے کام میں مشغول رہتی ہے اور اسی صورت مثالی میں اہل اللہ سیر کرتے ہیں۔ لیکن کسی سے مصافحہ نہیں کرتے اگر مصافحہ کریں تو چوری پکڑی جاتی ہے، ہاں جب روح بہت لطیف ہو جاتی ہے اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے تو مصافحہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔“ (81)

سلسلہ قادری سروری میں حبس دم پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔ سالک کو چاہیے کہ حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری کے طریقہ کے مطابق مراقبہ اسم ذات، مراقبہ اسم نبی کریم ﷺ، مراقبہ تصویر شیخ میں مشغول رہے۔ دوران مراقبہ کبھی کبھار برداشت کی حد تک حبس دم کرے اور اس حالت میں ذکر خفی کر لیا کرے۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے جملہ مقاصد فوائد آسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔

حبس دم کی مشق:۔ یہ مشق روحانی صلاحیتوں کی بیداری میں کافی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ تاہم، یہ مشق اپنے روحانی رہنما کی اجازت اور نگرانی میں کریں اور بغیر اجازت کے اس مشق میں بیان کردہ دورانیہ سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔

- 1۔ مشق نمبر 1 میں بتائی گئی نشست میں بیٹھ کر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں۔
- 2۔ دونوں نتھوں سے سانس آہستہ آہستہ اندر کھینچیں۔
- 3۔ جب سینہ ہوا سے بھر جائے تو سانس کو سینے میں روک لیں۔ پانچ سیکنڈ تک سانس روک رکھیں۔
- 4۔ پھر ہونٹوں کو سیٹی بجانے کے انداز میں کھول کر سانس کو منہ کھول کر باہر نکال دیں۔
- 5۔ کچھ دیر آرام کے بعد دوبارہ اسی طرح سانس اندر لیں، روکیں اور نکال دیں۔
- 6۔ یہ عمل پانچ مرتبہ کریں۔
- 7۔ اگلے روز دو چکروں کا اضافہ کر دیں۔ یعنی سات مرتبہ یہ عمل کریں۔ یہاں تک کہ چکروں کی تعداد گیارہ ہو جائے۔
- 8۔ جب چکروں کی تعداد گیارہ ہو جائے تو سانس روکنے کا وقفہ پانچ سیکنڈ سے بڑھا کر چھ سیکنڈ کر دیں اور چکروں کی تعداد گیارہ ہی رکھیں۔

9۔ جب چھ سیکنڈ تک سانس روکنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ یعنی ذہنی اور جسمانی دباؤ محسوس نہ ہو تو سانس اندر روکنے کا وقفہ سات سیکنڈ کر دیں اور اس وقت تک سات سیکنڈ وقفہ رکھیں جب تک اس پر عبور حاصل نہ ہو۔

10۔ اس طرح سانس روکنے کا وقفہ بڑھاتے ہوئے پندرہ سیکنڈ تک کر دیں اور پندرہ سیکنڈ کو معمول بنالیں۔ (82)

روحی علوم کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ:۔ افادیت کے لحاظ سے روحی علوم، علم تصوف (روحانی سائنس) کے سامنے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ عصر حاضر میں رائج روحی علوم کے فلسفہ اور افادیت پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ علم تصوف (روحانیت) کی بدولت یہ تمام فوائد اور تصرفات آسانی اور نہایت اعلیٰ سطح پر حاصل ہو جاتے ہیں۔ ان دنیوی اور سطحی فوائد کے علاوہ روحانیت کی بدولت تزکیہ نفس اور تطہیر قلبی حاصل ہوتے ہیں۔ سالک کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور رضا حاصل ہوتے ہیں اور وہ دینی و دنیوی فلاح کے ساتھ آخر دی فلاح بھی پاتا ہے۔

روحانی علم (علم تصوف/روحانی سائنس) اور روحی علوم کے تقابل و موازنہ کے لیے ضروری ہے کہ ان علوم کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ اس ضمن میں کچھ گزارشات پیش خدمت ہیں۔

**ہپناٹزم:** ہپناٹزم کو عمل تنویم یا مسمریزم بھی کہتے ہیں۔ جان مسمر ہپناٹزم کا بانی ہے۔ اس لیے اسے مسمریزم کہتے ہیں۔ اس عمل میں ہپناٹسٹ اپنی توجہ اور ترغیبات کے زیر اثر معمول پر نیند طاری کر کے اس کی تحلیل نفسی کرتا ہے اور اس کی ذہنی و اعصابی کمزوریوں اور بعض جسمانی امراض (مثلاً درِ دسر، بدہضمی، قبض، دانتوں کی تکلیف وغیرہ) کے علاج کے لئے اس کے حسبِ حال ترغیبات دے کر اسے تندرستی اور شفا حاصل کرنے میں اور مسائل سے چھٹکارا پانے میں مدد دیتا ہے۔ ڈاکٹر جان مسمر نے ارتکاز توجہ کا یہ طریقہ مسلمان صوفیہ سے سیکھا تھا۔ خود ترغیبی کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عموماً درج ذیل طریقے سے ہپناٹزم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ ہپناٹزم کرنے اور خود ترغیبی کے لیے ضروری ہے کہ آپ اور آپ کا معمول مکمل راحت و سکون کے عالم میں ہوں۔ جب تک مکمل ذہنی سکون اور جسمانی آرام حاصل نہ ہو، توجہ میں یکسوئی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اپنے معمول سے کہیں کہ وہ جسم کو ڈھیلا ڈھالا چھوڑ کر بستر پر لیٹ جائے۔ مریض کے مزاج کے مطابق اسے بارعب مگر شفقت آمیز لہجہ میں، پدرانہ انداز سے یا مانتا بھری، محبت و شفقت سے بھرپور، نرم اور دھیمی آواز میں یعنی مادرانہ انداز سے ہدایت (ترغیب) دیں۔ پہلے طریقہ کی تنویم کو پدرانہ تنویم اور دوسرے طریقہ کی تنویم کو مادرانہ تنویم کہتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جسم کے بعض حصوں پر نرمی سے ہاتھ پھیر کر، سہلا کر یا اعضاء کو تھپتھپا کر تنویمی عمل سرانجام دیا جاتا ہے۔ عموماً ریکی میں اس طرح کیا جاتا ہے۔

2۔ تنویمی ترغیبات قبول کرنے کی صلاحیت ہر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ البتہ شدت احساس کے لحاظ سے ان کی تین اقسام ہیں:

بہت زیادہ شدید الاحساس۔ ان کی تعداد کل آبادی میں بیس فیصد (20%) ہوتی ہے۔

محدود پیمانے پر ذکاوت حس رکھنے والے افراد۔

سرکش اور منہ زور افراد جو شعوری و غیر شعوری طور پر تنویمی ترغیبات کی شدید مزاحمت کرتے ہیں۔ تاہم، اعتماد، یقین، خلوص اور کوشش کے ساتھ ہر قسم کے معمول کو ہپناٹزم کیا جاسکتا ہے۔

3۔ تنویمی عمل کے دوران معمول کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالیں۔ ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ عامل تنویم نے معمول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترغیب دی اور خود اس کی آنکھوں کے اثر سے تنویم زدہ ہو گیا۔ اس لیے اس کے ناک کی جڑ پر (ابروؤں کے درمیان) توجہ مرکوز کر دیں اور متواتر ترغیب دیں جیسے تم سونے والے ہو، تمہیں نیند آرہی ہے۔

4۔ توجہ مرکوز کرنے اور ترغیب دینے سے پہلے معمول کو حکم دیں کہ وہ اپنی نگاہ ابروؤں کے درمیان پیشانی کے وسط میں جمادے اور یہ تصور کرے کہ اپنے سر کی چوٹی دیکھ رہا ہے۔

5۔ کچھ دیر کی ترغیب کے بعد معمول پر تنویمی نیند طاری ہو جاتی ہے۔ یہ نیند، عام نیند کی طرح نہیں ہوتی۔ اس نیند میں

وہ بے خبر نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، وہ پھر سکتا ہے، سوالات کے جوابات دے سکتا ہے۔ جب عامل اس سے کہے کہ جاگ جاؤ! تو معمول اس کیفیت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

6۔ تنویمی کیفیت میں مریض کو دی گئی ترغیبات (ہدایات) ترغیبات بعد از تنویم (Post Hypnotic Suggestions) کہلاتی ہیں۔ یہ وہ ہدایات ہیں جن پر معمول مستقبل میں عمل کرتا ہے۔ (83)

یاد الہی میں گم ایک صوفی یا درویش کی ہر بات مؤثر تلقین (ترغیب) کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اپنی قوت نگاہ سے تمام ذہنی، نفسیاتی، روحانی و جسمانی اور اخلاقی امراض دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی بھرپور نگاہ کے اثر کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کی معمولی سی توجہ سے بھی بہت حیرت انگیز اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسے ایک ہپناٹسٹ کی طرح کسی کو متاثر کرنے کے لیے بہت زیادہ توجہ اور کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ٹیلی پتھی:- ٹیلی پتھی مابعد النفسیات علوم کی ایک شاخ ہے۔ اس سے مراد اپنے خیال کی لہریں دوسرے کے دماغ تک پہنچانا اور دوسرے شخص کی دماغی لہروں کو وصول کرنا ہے۔ ٹیلی پتھی کی صلاحیت ہر شخص میں موجود ہے۔ بلکہ تمام جانداروں میں بھی یہ استعداد کا فرما ہے۔ دنیا بھر کے نفسیاتی تحقیقات کے اداروں میں ٹیلی پتھی پر ہونے والے تجربات سے اس کی حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ صوفیہ ٹیلی پتھی سے خدمت خلق کا کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے متعلقین اور چاہنے والوں کے خیالات و احوال سے آگاہ ہوتے رہتے ہیں اور دور رہ کر بھی ان کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

ریکی:- ریکی جاپانی زبان کا لفظ ہے۔ یہ دو جاپانی الفاظ 'Rei' اور 'Ki' سے مل کر بنا ہے۔ 'ری' (Rei) کا مطلب ہے روح (Soul, Spirit) اور 'کی' (Ki) کا مطلب ہے روح سے حاصل ہونے والی توانائی۔ اس لیے ریکی سے مراد روحانی قوت حیات (روحانی توانائی) ہے۔ اس سے مراد وہ قوت ہے جو تمام مادی اشیاء میں پائی جاتی ہے اور ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ قوت انسان میں بھی پائی جاتی ہے اور اس کے ہاتھوں (کی ہتھیلیوں) سے خارج ہوتی ہے۔ ریکی میں اس قوت کو مرتکز کر کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ صدیوں پرانے اس طریقہ علاج کو انیسویں صدی کے وسط میں جاپانی معالج ڈاکٹر میکاؤ یسوی (Dr. Mikao Usui) نے از سر نو متعارف کرایا۔ ریکی ذہنی، جسمانی، جذباتی اور روحانی بیماریوں کے علاج میں کام آتی ہے۔ ریکی ایک روحی علم ہے۔ اس کا کسی عقیدہ سے تعلق نہیں ہے۔ جب کسی شخص کو ریکی کے ذریعے علاج کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے تو یہ صلاحیت عمر بھر برقرار رہتی ہے۔ ریکی ہیلر قوت شفا کے مؤثر طور پر کام کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس قوت شفا سے مراد اس کی ذاتی محدود قوت حیات نہیں بلکہ وہ آفاقی قوت شفا ہے جو سب کو شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس قوت شفا سے خود بخود بھی مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور دوسروں کی بھی مدد کی جاسکتی ہے، خواہ دوسرا فرد کہیں دور ہو، کسی بھی جگہ پر ہو اور کوئی بھی وقت ہو۔ ریکی انسانوں، جانوروں، پودوں، پتھروں اور دھاتوں، سب کے لیے فائدہ مند ہے۔ ریکی ماسٹر اپنی توجہ سے اپنے متعلم کے وجود میں مختلف مراکز (Chakras) کی تطہیر کر کے، ان میں توازن پیدا کر کے، مراقبہ اور تصویر کی قوت سے اور آواز کے ذریعے، اس قوت شفا کو فعال بناتا ہے۔ اس میں انفرادی سطح پر ہر ایک متعلم کے بالائی اور زیریں مراکز توانائی (Chakras) کی اصلاح کر کے انہیں ریکی (قوت شفا سے کام لینے) کے قابل بنایا جاتا ہے۔ روحانی تربیت کے دوران بعض افراد کو روحانی تجربات و مشاہدات بھی

ہوتے ہیں۔ ریکی سیکھنے اور سیکھانے کے تین درجات (Levels) ہیں۔ پہلے درجہ پر ہاتھوں کے لمس سے قوتِ شفا منتقل کی جاتی ہے۔ اس مرحلہ کو ہاتھوں کے لمس سے قوتِ شفا منتقل کرنے کا مرحلہ (Laying on Hands Level) کہتے ہیں۔ دوسرے مرحلہ پر کسی فاصلے پر موجود انسان تک قوتِ شفا منتقل کرنے کا طریقہ سیکھا جاتا ہے۔ اس مرحلہ کو عدم موجودگی سے شفا پہنچانے کا مرحلہ (Absent Healing) کہا جاتا ہے۔ تیسرے مرحلہ پر بطور ریکی ٹیچر دوسروں کی تربیت کرنے اور ان میں قوتِ شفا کے حصول کی صلاحیت پیدا کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اسے تبدیلی کا مرحلہ (Transformation Stage) کہتے ہیں۔

ریکی کے عموماً درج ذیل فوائد بیان کیے جاتے ہیں:

- 1۔ اس سے از خود شفا پانے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔
  - 2۔ اس سے جسم و روح دونوں کو قوت و توانائی حاصل ہوتی ہے۔
  - 3۔ جسمانی قوتوں میں توازن قائم ہوتا ہے۔
  - 4۔ توانائی کی راہ میں مزاحم رکاوٹوں کو دور کیا جاتا ہے جس سے مکمل صحت یابی حاصل ہوتی ہے۔
  - 5۔ جسم کو زہریلے اور فاسد مادوں سے نجات ملتی ہے۔
  - 6۔ پٹھوں میں اکڑن، کھنچاؤ، جسمانی دردوں اور سردی سے نجات ملتی ہے۔
  - 7۔ منفی خیالات سے چھٹکارا پانے اور مثبت خیالات سے فکرو عمل بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔
  - 8۔ خون کی گردش بہتر ہوتی ہے۔ شفا یابی کا عمل بہتر ہو جاتا ہے۔ مدافعتی نظام کی کارکردگی بھی بہتر ہو جاتی ہے۔
  - 9۔ درِ شقیقہ، جوڑوں کے درد، سرطان اور دیگر امراض کے علاج کے دوران ریکی سے شفا یابی کی رفتار بہتر ہو جاتی ہے۔
- عملیات:** عمل سے مراد وہ کلمہ یا کلمات ہیں جو وقت و جگہ اور دیگر شرائط (اصول و قواعد) کی پابندی کے ساتھ مخصوص تعداد اور مقررہ ایام کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ عمل کی جمع عملیات یا اعمال ہے۔ یہ عمل تسخیر، ہمزاد، تسخیر جنات، تسخیر خلایق کے لیے بھی ہو سکتے ہیں اور دشمن کی بربادی و ہلاکت یا کسی محبوب و مطلوب کے حصول کے لیے بھی ہو سکتے ہیں۔ عملیات کی دو بنیادی اقسام ہیں: نوری عملیات اور ناری و سفلی عملیات۔ نوری عملیات قرآنی آیات مقدسہ، پاکیزہ کلمات اور کلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی شرائط طہارت کی پابندی اور جلالی و جمالی پرہیز کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ ناری و سفلی عملیات، شریک کلمات، مہمل کلام، کسی بے معنی عبارت پر مشتمل ہوتے ہیں اور یہ عملیات پرہیز جلالی و جمالی اور شرائط طہارت کی پابندی کے بغیر ادا کیے جاتے ہیں۔ نوری عملیات سے نوری مخلوق (جنات و مؤکلات) مسخر ہوتے ہیں اور نیک کام سرانجام پاتے ہیں۔ ناری و سفلی عملیات سے شیاطین (شریر جنات، سفلی مؤکلات) مسخر ہوتے ہیں اور جادوگر و عامل ان سے اعمال شر میں مدد لیتے ہیں۔ اہل اللہ کا عملیات سے خصوصاً ناری و سفلی عملیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ اہل اللہ نوری عملیات بھی دنیوی مقاصد کے لیے نہیں بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لیے حاصل کرتے ہیں تاکہ انہیں روحانی قوت و توانائی اور بصیرت حاصل ہو جس سے وہ مخلوق خدا کی خدمت سرانجام دے سکیں اور قرب ربانی پاسکیں۔ ناری و سفلی عملیات کا راستہ شیطان کا راستہ ہے۔ اس کا انجام دنیا و آخرت میں ہلاکت اور بربادی ہے۔

روحانیت کا حقیقی مقصد:۔ روحانیت کا مقصد روحانی تطہیر و پاکیزگی حاصل کرنا ہے نہ کہ روحانی قوت حاصل کرنا اور اس کی نمود و نمائش کرنا۔ اہل حق کو روحانی تطہیر و پاکیزگی کے حصول کے درمیان روحانی قوت اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ قوت خدمتِ خلق اور فلاحِ انسانیت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ روحی علوم کے ماہرین اور روحانی عامل، ذاتی نمود و نمائش اور اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے روحانی قوت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کے چکر میں عمرِ عزیز ضائع کر دیتے ہیں۔ جبکہ کامل لوگ حقیقی مقصدِ حیات سامنے رکھتے ہوئے دینِ اسلام کے تقاضوں کے مطابق ہمہ تن سعی و عمل میں مشغول رہتے ہیں۔

عامل کی بے بسی اور مجبوریاں:۔ روحی علوم و عملیات کے حصول میں پیش آنے والی دشواریوں اور ان کے منفی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آج سے بیس پچیس سال پہلے ایک بزرگ پہلی بھیت میں رہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت میاں محمد شیر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ اس زمانے میں چار بزرگ ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آباد میں اور حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوہ میں اور حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں اور حضرت میاں محمد شیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی بھیت میں۔ مجھے اس زمانے میں تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کا بہت شوق تھا۔ اور میں دو برس سے مسلسل ان اعمال کی کوشش کر رہا تھا اور جو شخص جو طریقہ تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کا بتاتا تھا اس پر محنت کرتا تھا۔ سردی کے موسم میں دریا کے پانی کے اندر آدھی رات کو کھڑے ہو کر عمل پڑھنے سے گردوں میں تکلیف ہو گئی تھی۔ ترکِ حیوانات کے چلوں سے جسم مر جھا گیا تھا۔ اور ایک طرح کا جنون اور خبط میرے اندر پیدا ہو گیا تھا، یکا یک میں نے سنا کہ پہلی بھیت میں حضرت میاں محمد شیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تسخیرِ جنات و تسخیرِ ہمزاد کے بہت بڑے عامل ہیں اس واسطے میں دہلی سے ریل میں سوار ہو کر پہلی بھیت گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے دل میں صرف ہمزاد اور جنات کی تسخیر کا شوق تھا، خدا پرستی یا خدا جوئی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔ جب میں پہلی بھیت کے اسٹیشن پر اترا تو میرے پاس صرف چار پیسے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے، اس لیے میں نے ایک آنے کے امرود خرید لیے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا مٹی سے لپا ہوا ایک کچا چبوترہ ہے اور اس پر کوئی فرش نہیں ہے۔ چبوترے کے اوپر ایک دروازہ ہے اور اس کا آدھا کواڑ کھلا ہوا ہے۔ اور چوکھٹ کے پاس ایک چھوٹی سی منڈھیا بچھی ہوئی ہے اور سانولے رنگ کے چھوٹے قد کے ایک بزرگ اس منڈھیا پر بیٹھے ہیں جن کی سفید لمبی داڑھی ہے اور گاڑھے کالباس ہے اور نیلے گاڑھے کی ایک چھوٹی سی پگڑی سر پر بندھی ہوئی ہے۔ میں نے جا کر سلام کیا اور امرود ان کے قدموں میں رکھ دیے اور جہاں اور بہت سے لوگ مٹی کے چبوترے پر بیٹھے تھے، میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے میری دیکھ کر فرمایا، کہو میاں دہلی میں خیریت ہے؟ میں نے گستاخانہ انداز میں عرض کی جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں دہلی کا ہوں اور دہلی سے آیا ہوں تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ دہلی میں خیریت ہے یا نہیں۔ یہ سن کر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا ہم تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے نام لینے والوں میں ہیں جہاں کے تم رہنے والے ہو اور جن کے تم کھلاتے ہو یہ امرود کیوں لائے ہو؟ میں نے کہا جن کا نام ابھی آپ نے لیا کہ آپ ان کا نام لینے والے ہیں انہی کی نصیحت ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ

نہ جانا چاہیے، شاہ صاحب پھر مسکرائے اور فرمایا کہ جب چارہی پیسے پاس ہوں تو انسان انہیں کیوں خرچ کرے۔  
تھوڑی دیر کے بعد نینی تال پہاڑ کے کچھ آدمی ایک عورت کو لائے اور اس کو چوتھے کے نیچے بٹھایا۔ اس عورت کی آنکھیں لال تھیں اور وہ بہک رہی تھی، ساتھ والوں نے کہا اس عورت پر آسیب ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا، تیل منگاؤ۔  
تھوڑی دیر میں تیل آگیا۔ شاہ صاحب نے اس تیل کو نہ اپنے ہاتھ میں لیا نہ اس کو دیکھا۔ نہ اس پر دم کیا۔ تیل کے آتے ہی فرمایا کہ ایک ایک قطرہ تیل کا عورت کے دونوں کانوں میں ڈال دو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ تیل ڈالتے ہی عورت اچھی ہو گئی۔  
آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور اس کے حواس بھی درست ہو گئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور مجھ سے فرمایا، لوگ کہیں گے کہ یہ عورت میری کرامت سے اچھی ہوئی حالانکہ اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔ تم نے دیکھا کہ میں نے تو تیل پر کچھ پڑھا بھی نہیں اور اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ دراصل عورت کے دماغ میں خشکی تھی۔ تیل ڈالنے سے وہ خشکی جاتی رہی اور عورت تندرست ہو گئی۔ میں نے کہا جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں آپ کے بہلانے اور ٹالنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔  
یہ سن کر شاہ صاحب نے پھر تبسم فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد کیا۔ میاں جب ہم تمہاری عمر میں تھے تو ہمزاد اور جنات تابع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیں ایک شخص نے تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا عمل بتایا اور ہم نے مسجد میں جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک غیبی چیز نے ہم کو مسجد کے بورے میں لپیٹ کر کونے میں کھڑا کر دیا اور ہم بہت مشکل سے بورے سے باہر نکلے اور ہم نے بورے کو پھر بچھا دیا اور پھر عمل پڑھنا شروع کیا۔ اور پھر ہم کو کسی نے بورے میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ چوتھی دفعہ ایک آدمی ہمارے سامنے آیا اور اس نے کہا میں جن ہوں تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا پڑھ رہا ہے؟ ہم نے کہا جنات اور ہمزاد کو تابع کرنے کا عمل پڑھ رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا ارے دیوانے تو خدا کا مسخر ہو جا اور خدا کا تابع دار بن جا ساری مخلوق تیری مسخر اور تابع دار بن جائے گی۔ اور ہم جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں ہم تیرے تابع دار ہو جائیں گے۔ اس دن سے ہم نے تو میاں جنات اور ہمزاد کی تسخیر کے عملیات چھوڑ دیئے اور خدا کے دروازے پر آن بیٹھے۔  
شاہ صاحب کی یہ بات سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک کاٹنا سا نکل گیا جو دو برس سے میرے خیال میں چبھا ہوا تھا۔ اور اس دن میں نے عہد کیا کہ اب خدا کی تابع داری کے سوا اور کسی چیز کی تسخیر کا عمل نہیں پڑھوں گا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے پھر میں نے اس شوق کی طرف توجہ نہیں کی۔ (84)

عملیات کے بارے میں استاد بشیر کے تاثرات :- عامل بظاہر روحانی قوت اور تصرفات کا حامل نظر آتا ہے، مگر درحقیقت وہ بہت مجبور اور بے بس انسان ہوتا ہے۔ عامل کی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے عامل استاد بشیر کہتے ہیں:

شب و روز کی محنت کے بعد عملیات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جو لوگ جنات کو قابو کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں میرے نزدیک وہ بے وقوف ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جن کسی کے قابو میں نہیں آتے بلکہ عامل خود جنات کے قابو میں ہوتا ہے۔ میرے ذاتی تجربات سے آپ دو باتوں کو آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ عامل جنات کے قابو کس طرح آتا ہے اور وہ کون سے طریقے ہیں جن کے ذریعے جنات سے کام لیا جاسکتا ہے۔ یہاں اپنا ذاتی واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ میں نے جو عمل کیے ہوئے تھے ان میں بہت سے عمل جلالی اور جمالی تھے۔ کامیابی کے ساتھ وظیفہ مکمل ہونے پر عامل موکلات کو اپنا پابند کرنے کے لئے انہیں شرائط ماننے پر مجبور کرتا ہے جس کے ذریعے اس نے ان سے کام لینے ہوتے ہیں۔ اس



معاهدے میں بہت سی شرائط و موکلات کی بھی ماننی پڑتی ہیں۔ ایک عمل میں جب مجھے کامیابی ہوئی تو موکلات نے مجھے تین باتوں کا پابند کر دیا کہ لہسن نہیں کھانا، دہی نہیں کھانا، اس نلکے کا پانی نہیں پینا جس میں چڑے کی بوکی استعمال کی گئی ہو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے رشتہ داروں نے ہماری دعوت کی۔ مجبوراً مجھے وہاں جانا پڑا۔ انہوں نے بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور وہی ہوا۔ انہوں نے جو گوشت پکا یا ہوا تھا اس میں انہوں نے لہسن ڈالا ہوا تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو سب کھانا کھا رہے تھے اور میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اور تذبذب میں مبتلا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ دعوت کرنے والے بھی ناراض ہو رہے تھے اور ان کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے۔ میں نے انہیں کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ آپ مجھے چینی لادیں میں اس کے ساتھ روٹی کھا لوں گا۔ تو وہ کہنے لگے کہ تھوڑا سا ہی کھا لو ہم نے اس میں زہر تو نہیں ڈالا ہوا مگر میں جانتا تھا کہ میرے لئے وہ زہر تھا۔ معاهدے کی خلاف ورزی کی صورت میں کھانا کھاتے ہی مجھ پر مصیبت ٹوٹ پڑتی اور میں چاہتا تھا کہ ان پر میری اصلیت ظاہر نہ ہو کیونکہ انہیں میری صلاحیتوں کے بارے میں علم نہ تھا۔ جب انہوں نے بہت مجبور کیا تو میں نے ایک لقمہ لگایا۔ وہ لقمہ ابھی میرے حلق سے نیچے نہیں گیا تھا کہ ایک جن نے آکر مجھے گردن سے دبوچ لیا اور کہنے لگا کہ عامل صاحب آپ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور شرط توڑ دی۔ اب ہم آپ پر غالب ہیں۔ اب بتائیں آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ میں نے دوسرے عملیات کے سہارے ان سے اپنی جان چھڑائی اور بعد میں ان سے معذرت کی۔ اگر مجھے اس کے علاوہ عملیات پر عبور نہ ہوتا تو وہ جن مجھے جان سے مارنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ عامل نے جنات کو قابو کیا ہوتا ہے یا خود ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

واقعات تو بہت سے ہیں لیکن اس طرح کا ایک اور واقعہ بیان کر دیتا ہوں۔ میں نے ایک عمل کیا۔ اس کی شرط یہ تھی کہ پیشاب وغیرہ کرنے سے پہلے اپنے ساتھ پانی رکھ کر گول دائرے کا حصار کھینچنا ضروری تھا۔ ایک مرتبہ میں سفر کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ کچھ تو میں نے کنٹرول کیا لیکن جب نہ رہا گیا تو میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر پانی کی تلاش شروع کی لیکن نزدیک کہیں پانی نہ مل رہا تھا۔ آخر دور ایک جگہ بہت بڑے کھال میں پانی نظر آیا۔ وہاں پہنچا۔ پیشاب کی شدت سے میرا برا حال تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے ارد گرد بہت بڑا دائرہ لگایا اور پھر پیشاب کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کی۔ آپ اندازہ لگائیں۔ مصیبت میں جن گرفتار ہے یا عامل۔ دوسرے طریقے میں شرائط وغیرہ طے نہیں کرنی پڑتیں۔ اس میں جب کوئی عامل انسانی اقدار سے گر کر شیطانی خواہشات کی تکمیل کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ تو کسی لمبی چوڑی مشقت برداشت کیے بغیر معمولی شریر قسم کے جنات خود اس سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ شرارتی اور غیر مسلم جنات کثرت کے ساتھ ایسے عامل کو اپنی خدمات پیش کر کے اس کے ہر طرح کے جائز و ناجائز کام کرتے ہیں۔

جنات سے کام لینے کا تیسرا طریقہ ایسا ہے کہ اس میں عامل کو کوئی خواہش نہیں ہوتی بلکہ جنات بغیر کسی معاہدے کے خود اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اس کی میں آنکھوں دیکھی اتنی مثالیں پیش کر سکتا ہوں کہ صفحات کم پڑ جائیں۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ نیک عبادت گزار لوگوں کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر اچھے اخلاق و کردار کے جن خود بخود ان کے پاس

حاضر ہو جاتے ہیں۔ وہ ان سے دین سیکھتے ہیں اور ہمہ وقت ان کی قربت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ دوستی اور قربت کے پیش نظر یہ دعوت دیتے رہتے ہیں کہ اگر کوئی جائز کام ہو تو ہمیں بتائیں ہم آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔ (85)

عملیات کے بارے میں استاد عبدالقیوم کے تاثرات:- عامل استاد بشیر اپنے استاد عبدالقیوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: استاد عبدالقیوم کلڑی خراد کے اعلیٰ پایہ کے کاریگر تھے۔ انہوں نے کچھ عرصہ دہلی میں بھی یہ کام کیا۔ دہلی میں لوگوں نے ان کے کام کو بہت پسند کیا۔ ان کی شہرت اور حسن اخلاق کی بدولت ایک سنیا سی نے اپنے بیٹے کو ان کی شاگردی میں دے دیا اور درخواست کی کہ میرے بیٹے کو بھی اچھا کاریگر بنادیں۔ وہ لڑکا بھی سنیا سی میں کچھ شد بدرکتا تھا۔ اس سے دلچسپ اور حیرت انگیز باتیں سن کر انہیں سنیا سی بننے کا شوق پیدا ہوا۔ استاد جی نے آہستہ آہستہ اس لڑکے کے سنیا سی باپ سے اچھے تعلقات قائم کر لیے اور ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے سنیا سی بننے کا شوق ہے۔ آپ میری راہنمائی کریں اور مجھے سنیا سی کا فن سیکھا دیں۔ تو وہ کہنے لگا کہ آپ نے خراد کا کام گھر بیٹھ کر سیکھا ہے جب کہ جس کام کو سیکھنے کی آپ خواہش کر رہے ہیں اس کے لئے گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ استاد جی نے کہا کہ آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گا۔ انہوں نے گھر کو خیر باد کہہ دیا اور جوگی کے ساتھ ہی جوگی بن گئے۔ اس دوران اس جوگی کا لڑکا خراد کا مکمل کاریگر بن گیا تھا۔

اس جوگی کا تعلق غالباً ہندو مذہب سے تھا۔ استاد جی سنایا کرتے تھے کہ میں اس جوگی کے ساتھ بہت عرصہ جنگلوں کی خاک چھانتا رہا اور اس سے سنیا سی کا علم حاصل کیا۔ اس دوران ہمیں کسی ضروری کام سے ڈھاکہ جانا پڑا۔ وہاں ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو سنیا سی بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی بہت زبردست عامل بھی۔ اس نے ہمیں چند ایسے کمالات دکھائے جو سنیا سی سے تعلق رکھتے تھے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا اور اپنے گرو سے کہا کہ یہ بزرگ تو آپ سے بھی کمالات میں چند ہاتھ آگے ہیں تو انہوں نے مجھے ٹال مٹول کر کے مطمئن کر دیا کہ چلو اصل کام کریں جس کے لئے ہم آئے ہیں ہمیں اس سے کیا۔ یہ یاد رہے کہ سنیا سی جس سے کام سیکھتے ہیں اس کو استاد نہیں بلکہ گرو کہتے ہیں۔

ہم ڈھاکہ سے اپنے کام مکمل کر کے دہلی آ گئے۔ لیکن میرا دھیان ادھر ہی رہا اور کسی پل چین نہ آیا تو میں اپنے گرو کو بتائے بغیر واپس اس بزرگ سنیا سی کے پاس ڈھاکہ آ گیا اور جاتے ہی اس کے قدموں کو چھوا کہ میں آپ کی شاگردی میں آنا چاہتا ہوں تو وہ کہنے لگے باوا جی جس کام میں تم لگے ہو وہ کام ہی اچھا ہے۔ آدھی عمر تو آپ نے سنیا سی سیکھنے میں گزار دی۔ اب آدھی عمر عملیات کو سیکھنے میں ضائع کر دو گے۔ میں بضد رہا اور کہا کہ مجھے اپنی کمائی سے کچھ عطا کریں۔ میرے بہت زیادہ مجبور کرنے کے باوجود بھی بابا جی کسی طرح تیار نہ ہوئے تو میں نے بابا جی کے دروازے پر بیٹھ کر بھوک ہڑتال کر دی اور کہا کہ مہربانی کر کے مجھے عمل سکھا دیں ورنہ مجھے یہیں آپ کے دروازے پر موت آئے گی۔ لیکن انہوں نے اس کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ آخر کئی دن بھوکا رہنے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا اور میری حالت بگڑنی شروع ہو گئی تو بابا جی کو رحم آ ہی گیا۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر کہنے لگے کہ بیٹا تیرے شوق نے مجھے حیران کر دیا۔ اٹھ کر روٹی کھا لے۔ جو تم پوچھو گے بتا دوں گا۔ کھانا کھلانے سے پہلے انہوں نے مجھے ایک دوا کھلائی۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا کھلایا تو میری صحت تیزی سے بحال ہونا شروع ہو گئی۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ بیٹا جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو اگر میں نے تمہیں دے دیا تو سن لو کہ اس دنیا میں اکیلے ہی رہ جاؤ گے۔ نہ تمہاری بیوی تمہارے پاس رہے گی اور نہ ہی اولاد کی نعمت

ملے گی۔ میں نے کہا کہ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ جب انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس کا ارادہ بہت مضبوط ہے تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا تمہارے علاقے اور میرے علاقے کا فاصلہ ہے۔ تم نے میرے پاس پہنچنے کے لئے اتنا وقت ضائع کیا۔ یہاں سیکھنے کی بجائے تم مغربی پاکستان سندھ میں پانچے ملنگ کے پاس چلے جاؤ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ میں تمہیں اس کے نام رقعہ دے دیتا ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ ہر طرح تعاون کرے گا۔ اور ویسے بھی وہ مجھ سے زیادہ عملیات میں مہارت رکھتا ہے۔ انہوں نے مجھے اس کا محل وقوع اور پہچان بتائی کہ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں پانچ پانچ انگٹھیاں پہن رکھی ہیں اور سر کے بالوں کی پانچ لٹیں بنائی ہوئی ہیں۔ گاؤں کا نام اب مجھے یاد نہیں رہا البتہ اس گاؤں کے باہر ویران اور بیابان جگہ پر ڈیرہ لگائے بیٹھا ہوگا۔ ان سے مکمل پتہ سمجھنے کے بعد میں سندھ کے لئے روانہ ہو گیا۔ سخت مشکلات اور لمبے سفر کے بعد میں پانچے ملنگ کے پاس پہنچ گیا۔ پانچا ملنگ مجھے دور سے ہی دیکھ کر کہنے لگا کہ ”قسمت دیا مار یا آ گیا ایں“ میرے پاس وہی آتا ہے جس کی بد قسمتی کا آغاز ہو چکا ہو۔ اب بھی وقت ہے واپس چلے جاؤ میں نے نہایت عاجزی سے جھک کر کہا کہ اب جو بھی ہو میں آپ کے پاس ہی رہوں گا اور وہ رقعہ ان کے حوالہ کیا اور درخواست کی کہ براہ مہربانی مجھے کچھ عنایت کریں۔ پہلے انہوں نے مجھے کھانا کھلایا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے ایک کدال اور کسٹی پکڑا کر کہا کہ ایک عدد تنور نما گڑھا کھودو۔ اس کی لمبائی تمہارے قد سے ایک فٹ زیادہ ہو۔ اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہو۔ میں نے بہت محنت سے یہ کام مکمل کیا اور تنور کے آخری سرے کو اتنا کشادہ رکھا کہ اس میں آسانی سے لیٹا جاسکے۔ پھر انہوں نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا کہ قریب گاؤں سے پانچے کلو جو لے کر مچھیوں کی بھٹی سے بھنا کر لاؤ۔ جب یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔ تو سائیں جی کہنے لگے کہ بیٹا ابھی تم جی بھر کا آرام کر لو جب چاند کی تاریخوں کا آخری اتوار آئے گا پھر تمہارے عمل کا آغاز ہوگا۔ سائیں جی نے مجھے جو عمل کرانا تھا ان کے نزدیک یہ سب سے آسان تھا۔ اس عمل کی کوئی خاص شرائط نہیں تھیں وضو کے بغیر ہی اسے کرنا تھا۔ جب مطلوبہ اتوار آگئی تو سائیں نے اپنی جھگی سے ایک بہت بڑا چراغ نکالا جس میں تقریباً پانچ کلو سوسوں کا تیل موجود تھا۔ کہنے لگے کہ تنور میں داخل ہو کر مشرق کی طرف تنور کے آخری سرے سے تین فٹ اوپر مٹی کو کھود کر دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے جگہ بناؤ۔ میں نے جلدی جلدی چراغ رکھنے کے لئے جگہ تیار کی۔ جب عصر کا وقت ہوا تو سائیں جی کہنے لگے کہ بچیا بھنے ہوئے جو اور پانی کا گھڑا لے کر تنور کے اندر داخل ہو جا۔ انہوں نے مجھے ماچس دی اور کہا کہ چراغ روشن کر لو۔ اپنا منہ مغرب کی طرف کر لو اور کمر چراغ کی طرف۔ نگاہ اپنے سایہ پر رکھنی ہے۔ ان پانچ الفاظ کو مسلسل پڑھنا ہے۔ اگر پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو تو مجھ کو بتا کر باہر نکلتا ہے۔ اگر بھوک لگے تو جو کھا لینا اور پیاس لگے تو پانی پی لینا۔ اس کے بعد انہوں نے کا لے کپڑے کو تنور کے منہ کے اوپر ڈال دیا۔

یہ عمل اکیس (21) دن پر مشتمل تھا اور اس میں مجھے 24 گھنٹوں میں صرف 6 گھنٹے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سونے کی اجازت تھی۔ میں نے ہمت کر کے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے چھ دن تو کچھ نہ ہوا۔ جب ساتویں رات آئی تو میرے سایہ میں اس طرح اس طرح چمک پیدا ہونا شروع ہو گئی جس طرح بادلوں میں بجلی چمکتی ہے۔ لیکن مجھے کوئی خاص ڈر محسوس نہ ہوا کیونکہ سائیں جی نے مجھے تمام مرحلوں سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اور اس کے علاوہ اوپر بیٹھ کر مسلسل میری نگرانی کر رہے تھے۔ اس سے مجھے بہت حوصلہ تھا۔ البتہ تنور کے اندر تیل کے دھوئیں کی وجہ سے میرا برا حال تھا۔

ساتویں رات بجلی کی چمک سے شروع ہونے والی حرکات 14 ویں رات تک جاری رہیں۔ جب 15 ویں رات آئی سائیں صاحب نے بہت گرج دار آواز میں باہر سے آواز دی کہ بچے اب کڑی منزل آنے والی ہے۔ ہمت سے کام لینا کہیں ڈرنہ جانا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو عامل کسی کو خلوص نیت کے ساتھ عملیات کی تعلیم دیتا ہے اس کو اپنے شاگرد کے عمل کرنے کے دوران اس کے پیچھے بیٹھ کر سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیے تو عامل کسی کو کچھ بتانے پر آسانی سے تیار نہیں ہوتے۔ سائیں پانچے ملنگ کی مسلسل نگرانی کی بدولت اور بروقت رہنمائی کی وجہ سے میرے خوف کی شدت میں بہت کمی آئی۔

پندرہویں رات کو وظیفہ شروع کرتے ہی مجھے اپنے سایہ میں سامنے تنور کی دیوار پر جنگل کے خطرناک درندے نظر آنا شروع ہو گئے۔ انہوں نے خوفناک آوازیں نکال کر مجھے ڈرانے کی کوشش کی۔ بیسویں (20) رات تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ اکیسویں (21) رات شروع ہوتے ہی مجھے اپنے سایہ میں ایک بزرگ عورت اور مرد نظر آئے۔ کافی بچے بھی ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ مجھے وہ منظر اس طرح معلوم ہوا کہ جیسے میں کسی بہت کشادہ جنگل میں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ بزرگ عورت اس بابے سے کہتی ہے کہ بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بچے بھی بہت تنگ کر رہے ہیں۔ کچھ کھانے کا انتظام کریں۔ بابا دیکھتے ہی دیکھتے ایک کڑا ہالے آتا ہے۔ اس میں پکانے کا تیل ڈال کر گوشت کو اس میں تلنے کے لئے ڈال دیتا ہے۔ وہ عورت اس سے کہتی ہے کہ اللہ کے بندے اس کے نیچے آگ جلاؤ ٹھنڈے تیل میں گوشت کس طرح پکے گا۔ بابا ادھر ادھر سے لکڑیاں تلاش کر کے لاتا ہے اور اس کڑا ہالے کے نیچے آگ روشن کر دیتا ہے۔ جب بہت دیر تک آگ جلنے کے باوجود تیل گرم نہ ہوا اور تمام لکڑیاں جل گئیں تو وہ کہنے لگی کہ اب کیا کریں گے تو بابے نے ایک بچے کو پکڑا اور جلتی ہوئی لکڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ بچہ بھی جل گیا۔ اسی طرح اس نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے تمام بچوں کو جلا دیا لیکن تیل پھر بھی گرم نہ ہوا۔ استاد جی کہنے لگے کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکن میرے کٹرول سے باہر تھی اور میرا برا حال تھا۔

جب جلانے کی ہر چیز ختم ہو گئی تو وہ عورت کہنے لگی کہ اب کیا کرو گے؟ عین اسی وقت اوپر سے سائیں جی کی آواز آئی کہ بچیاں گلڑا ہو جا بڑا سخت وار ہونے والا ہے۔ میری نظر مسلسل اپنے سایہ پر تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عورت مسلسل بابے کے ساتھ تکرار کر رہی تھی کہ اب کیا جلائیں گے تو وہ بابا غصے میں آ کر کہتا ہے یہ جو سامنے عامل عمل کر رہا ہے اس کو فارغ ہو لینے دو اب اس کی باری ہے۔ ایک دفعہ تو میں خوفزدہ ہو گیا اور میرا دل دہل گیا۔ لیکن اوپر سے سائیں جی کی آواز نے مجھے حوصلہ دیا اور میں سنبھل گیا اور ان کا حربہ ناکام ہو گیا۔ میرے قدم نہ ڈمگائے تو مائی اور بابا اپنے تیل کڑا ہی کے سامان سمیت میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے شکر کیا اور سمجھا کہ اب جان بچ گئی۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ ابھی اور امتحان ہونے والے ہیں۔

اسی دوران میرے سامنے سایہ میں ایک شیر نمودار ہوا اور دھاڑنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر مجھے ڈرانے کی کوشش کی۔ مجھے اس سے بہت خوف محسوس ہوا اور میں نے سوچا کہ ان سے تو بچ گیا تھا لیکن یہ ضرور مار ڈالے گا۔ اتنے میں سائیں جی کی آواز آئی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کچھ دیر بعد شیر بھی اپنے ذمہ داری سرانجام

دے کر چلا گیا اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ تم بہت ڈھیٹ واقع ہوئے ہو۔ اب میں اپنے دادا کو بھیجتا ہوں وہ تمہارا علاج کرے گا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑا انڈیا نمودار ہوا۔ میں نے آج تک نہ تو اتنا بڑا سانپ دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔ اس نے آتے ہی میرے آگے پیچھے دائیں بائیں چکر لگانے شروع کر دیئے اور اپنے منہ سے خوفناک انداز میں پھنکارنا شروع کر دیا۔ اس دوران اوپر سے سائیں جی کی زوردار آواز آئی آخری وار ہے۔ بیٹا سنبھل کے رہنا۔ اگر اس سے بچ گئے تو پھر کامیاب۔ میرا دل بہت تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا اور خوف کی وجہ سے میرا بہت برا حال تھا۔ میں نے اپنے آپ کو حوصلہ اور تسلی دے کر وہاں بٹھایا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ سانپ ریگلتا ہوا میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور پھر میری ایک ٹانگ کے گرد لپٹنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد دوسری ٹانگ بھی قابو کر لی اور پھر میری کمر اور پیٹ تک پہنچ کر اس کو بھی مضبوطی کے ساتھ بل دینا شروع کر دیا۔ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی لیکن میں سخت خوفزدہ تھا۔ اس کے باوجود میں نے اپنی پڑھائی جاری رکھیں۔ جب اس سانپ نے اپنے تمام حربے آزمائے تو اس نے اپنا منہ میرے چہرے کے سامنے لا کر لہرانا شروع کر دیا۔ مجھے خوف تھا کہ وہ کسی وقت بھی مجھے ڈس لے گا۔ لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور اپنے سایہ سے نظر نہ ہٹائی اور مکمل توجہ سے پڑھائی مکمل کر لی۔ جب میرا وظیفہ مکمل ہو گیا تو وہ سانپ بول پڑا کہ عامل صاحب بتائیں کیا چاہتے ہیں؟ میں ہار گیا آپ جیتے گئے۔ جو شرطیں مجھے سائیں پانچ نے پہلے سے بتائی تھیں میں نے اس کے سامنے رکھیں۔ اس موکل نے اپنی شرطیں مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ چیزیں چھوڑنی ہیں۔ شرطیں طے ہونے کے بعد اس نے مجھے اپنی حاضری کا طریقہ بتایا تو اوپر سے سائیں جی کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھ جاؤ تمہارا وظیفہ کامیاب ہو گیا۔ جب میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کمزوری اور مسلسل محنت کی وجہ سے میں اٹھ نہ سکا۔ سائیں جی نیچے اترے اور مجھے اٹھا کر باہر نکالا اور مجھے کہنے لگا بیٹا ابھی تو میں نے تمہیں بہت آسان عمل بتایا تھا۔ کوئی مشکل عمل بتاتا تو تمہارا کیا بنتا۔ میں نے انہیں کہا کہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں مجھے طاقت کے لئے کوئی نسخہ دیں تو وہ کہنے لگے کہ جس موکل پر اتنی محنت کی ہے اب اس سے خدمت کراؤ اور جودل چاہے اس سے کھانے کے لئے منگواؤ۔ پھر اس موکل نے ہماری بہت خدمت کی۔

میں سائیں جی کی اجازت سے اپنے گاؤں آیا اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کی۔ ان کو میری سرگرمیوں کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ میری عمر کافی ہو گئی تھی۔ انہوں نے مجھے بہت مجبور کیا کہ اب شادی کرا لو۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ رہنے دیں۔ ان کے بہت زیادہ مجبور کرنے پر میں نے حامی بھر لی۔ جب میری شادی ہوئی تو میری بیوی مجھ سے خوفزدہ رہتی اور میرے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتی۔ وہ کہتی کہ مجھے آپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ کچھ دیر اس کے ساتھ وقت گزارا تو میں نے اسے خود ہی کہہ دیا تمہارا میرے ساتھ گزارا نہیں ہوگا۔ بہتر ہے کہ میں تمہیں فارغ کر دیتا ہوں اور تم اور نکاح کر لینا۔ میری اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس معاملے کو ختم کر کے پھر میں دوبارہ واپس سندھ اپنے گرو کے پاس چلا گیا اور مزید عمل سیکھے۔ میں نے ان سے تقریباً سات مختلف عملیات میں کامیابی حاصل کی۔ پہلا عمل کرنے کے بعد میرا خوف دور ہو چکا تھا۔ اس لئے بعد میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی۔ ایک دن سائیں نے کہا کہ بیٹا میرے پاس بہت شاگرد عملیات سیکھنے کے لیے آئے۔ لیکن تم دوسرے شاگرد ہو جو کامیاب ہوئے باقی تمام ڈر اور خوف کے باعث عمل مکمل نہ کر سکے اور اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔



استاد عبدالقیوم کی آخری خواہش :- استاد عبدالقیوم مرحوم کہا کرتے تھے : مجھے ان عملیات کی بدولت بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ دوست احباب کا وسیع حلقہ قائم ہوا۔ دولت کی بھی کوئی کمی نہیں لیکن یہ سب کچھ میرے کس کام کا؟ میری بیوی میرے پاس نہ رہی اور اللہ کی خاص نعمت اولاد سے محروم رہا۔ اب میرے بعد میرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ سب دنیاوی آسائشیں میرے کسی کام نہیں آئیں گی۔ وہ کہا کرتے تھے میں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں تباہ کر لی۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش میری اولاد ہوتی۔ انہوں نے آخری عمر میں ان عملیات سے نجات حاصل کرنے کے لئے بہت جتن کیے کہ اللہ کا کوئی ایسا نیک بندہ مل جائے جو میری جان ان سے چھڑا دے۔ لیکن انہوں نے اتنے بھاری اور سخت عمل کیے ہوئے تھے مرتے دم تک تلاش بسیار کے باوجود انہیں کوئی ایسا عامل نمل سکا جو ان کی جان چھڑا دیتا اور وہ یہ حسرت دل میں لیے دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ (86)

عامل بشیر احمد کی توبہ کی کہانی :- عامل بشیر احمد اپنی توبہ کی کہانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : پر اسرار علوم پر دسترس حاصل کرنے والے عاملوں کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ کالے پیلے عملیات اور موکلات کو زیر کرنے کے دوران مجھے بھی ان تلخ نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تمام عرصہ میں مجھے بہت نقصانات اٹھانے پڑے۔ میرے چار بچے یکے بعد دیگرے فوت ہوئے۔ جو بچہ بھی پیدا ہوتا پیدائش کے چند گھنٹوں کے بعد اس کے جسم کی رنگت نیلی ہو جاتی جو اس بات کی نشانی تھی کہ یہ عملیات کا نتیجہ ہے۔ جنات کو قابو کرنے کا شوق ہی ایسا ہے کہ انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اتنا بے حس ہو جاتا ہے کہ اسے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ جس راستے پر گامزن ہے اس کا انجام کتنا دردناک ہوگا۔ میری توبہ کا قصہ بھی عجیب ہے اس میں شک نہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھلائی مقصود ہوتی ہے تو اس شخص کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے خود اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ فرمان رسول ﷺ کا مفہوم ہے کہ آدم کا ہر بیٹا خطا کار ہے مگر بہترین خطا کار وہ ہے جو اپنی غلطی تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور آئندہ ایسے کاموں سے توبہ کر لیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

یہ جمعہ کا دن تھا اور میں خرا کا ایک پرزہ خریدنے کے لئے لاہور گیا۔ کافی تلاش کے باوجود مجھے وہ پرزہ نہ ملا کیونکہ اکثر دکانیں جمعۃ المبارک کی وجہ سے بند تھیں۔ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے میں نے دالکراں چوک میں حافظ عبدالقادر روپڑی کی مسجد کا انتخاب کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت میرا یہ ارادہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا سبب بن گیا۔ میں خطبہ جمعہ شروع ہونے سے دس منٹ پہلے مسجد میں پہنچ گیا۔ حافظ صاحب نے اس جمعہ میں قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں جادوگری، عملیات اور جنات کے ذریعے ناجائز کام لینے والوں کو ابدی جہنمی قرار دیا مگر انہوں نے یہ بات بھی بیان کی کہ جو شخص یہ سمجھ کر کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اور اللہ سے توبہ کر کے اس کام کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے وہ اسے معاف کر دیں گے۔ ان کی باتوں کا میرے دل پر زبردست اثر ہوا۔

نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر کوئی شخص عملیات کے کام کو چھوڑنا چاہے تو اسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو مضبوط ارادے کے ساتھ چھوڑے اور دوسرا یہ کہ مسلسل توبہ استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ اس پر رحم کرے گا اور اسے معاف



فرمادے گا۔ میں نے اسی وقت مسجد میں بیٹھ کر اللہ سے عہد کر لیا کہ یہ سب کام چھوڑ دوں گا اور آئندہ کے لئے عملیات سے توبہ کر لی۔ جب میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک راہ گیر مجھے ملا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ پرزہ مجھے نہیں مل رہا۔ وہ شخص مجھے بازو سے پکڑ کر ایک قریبی دکان پر لے گیا اور کہا کہ اگر یہ پرزہ یہاں سے نہ ملتا تو پھر کسی اور دکان سے بھی نہیں ملے گا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت پر رحمت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں وہ پرزہ وہاں سے خرید کر گھر واپس آ گیا۔

اب میں نے یہ جدوجہد شروع کر دی کہ جلد از جلد عملیات سے جان چھڑائی جائے۔ میں بہت سارے عاملوں کو جانتا تھا ان میں بہت سے روحانی علوم پر دسترس رکھنے والے بھی تھے۔ سب سے پہلے میں سنت پورہ گوجرانوالہ میں حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور ان کو اپنے پاس موجود عملیات کے ذخیرے کی تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اب میں انہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ میری گفتگو سن کر حافظ صاحب نے میری طرف غصے کے ساتھ دیکھا اور کہا کہ بیٹا جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو لے کر یہاں سے نکلنے کی بات کرو یہ میرے بس سے باہر ہے۔ کچھ دن بعد میں نے حافظ صاحب کے ایک قریبی دوست کو جس کی بات وہ ٹال نہیں سکتے تھے، منت سماجت کر کے ساتھ لیا اور دوبارہ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا تاکہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ حافظ صاحب نے اپنے دوست کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کیا تم کس کی سفارش کرنے آئے ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس بچے نے جو عمل کیے ہیں وہ سارے قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس اتنی طاقت نہیں کہ میں انہیں سنبھال سکوں کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس کے موکلوں میں کوئی سکھ ہے کوئی عیسائی اور کوئی ہندو ہے۔ حافظ صاحب کے دوست اور میرے سفارشی نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اگر یہ آپ کے بس کا روگ نہیں تو کسی کا پتا ہی بتادیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈسکہ کے قریب ندی پوری کی جھال کے قریب اللہ کا ایک بندہ رہتا ہے آپ اس کے پاس پہنچ جائیں شاید آپ کا کام ہو جائے۔

آپ اندازہ کریں کہ جس علم کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی زندگی کا سنہری دور ضائع کر دیا اور دن رات سخت محنت و مشقت میں گزارے اب اس کو چھوڑنے کے لئے نئے سفر کا آغاز ہوا۔ چند دن بعد میں حافظ صاحب کے بتائے گئے پتے پر پہنچ گیا۔ اس وقت اس اللہ کے بندے کی عمر 85، 90 برس کے قریب ہوگی۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے سختی سے کہا کہ نکل جاؤ یہاں سے تم جو کچھ لے کر آئے ہو یہ ہمارے والا کام نہیں۔ میں نے اس وقت اللہ سے فریاد کی کہ یا اللہ میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے ان کی بہت منت سماجت کی کہ میری ان عملیات سے جان چھڑائیں لیکن انہوں نے بھی یہ کہا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہاں البتہ آزاد کشمیر میں ایک کالے علم کا ماہر عامل تمہاری مشکل حل کر دے گا۔ مجھے سو فیصد امید ہے کہ وہ تمہارے تمام عملیات کو خوش دلی سے قبول کر لے گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد میری بے قراری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چند دن کے بعد مظفر آباد آزاد کشمیر میں اس عامل کے ڈیرے پر پہنچ گیا۔ اس نے آبادی سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی کو اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔ شاید اسے پہاڑی پیر کہتے تھے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ مجھے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس نے میری بہت عزت کی۔ میں نے اسے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو وہ مجھے کہنے لگا ہماری مثال ان دو قیدیوں جیسی ہے جو ایک جیل میں بند ہیں۔ ایک قیدی دوسرے سے کہتا ہے کہ مجھے آزاد کرادو لیکن جو خود قید میں ہے وہ دوسرے کو کیسے آزاد کرائے۔ اس نے کہا کہ میں بھی تمہاری طرح ان سے جان چھڑانا

چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔ مختصر یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ میں نے اس کی بہت منت سماجت کی اور کہا کہ تمہاری جان چھوٹی ہے یا نہیں لیکن جو کچھ میرے پاس ہے اسے خدا کے لیے اپنے پاس رکھ لو اور اپنے موکلات کی تعداد میں اضافہ کر لو۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ برخوردار میں تم سے یہ سب کچھ لے لوں مگر میرے موکلات اور نسل کے ہیں اور تمہارے موکل اور نسل کے۔ میں نئی مصیبت مول نہیں لے سکتا۔ میں جس مصیبت میں پہلے ہی پھنسا ہوا ہوں میرے لیے وہی کافی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ پھر مجھے کوئی ایسا عامل بتا دیں جو میرا مسئلہ حل کر دے تو وہ کہنے لگا کہ میرے خیال میں اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ جس شخص سے تم نے یہ عمل سیکھے ہیں اگر وہ زندہ ہے تو اس کی منت سماجت کرو وہ تمہاری جان چھڑا سکتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں یہ کام کر کے بھی دیکھ چکا ہوں لیکن میرے استاد کہتے ہیں کہ جو تیرا ایک مرتبہ کمان سے نکل جائے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ آزاد کشمیر والا عامل بندہ تو ٹھیک نہیں تھا لیکن اس نے مجھے جو مشورہ دیا اس سے مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے کہا کہ جب انسان بے بس ہو جائے اور اس کا کہیں چارہ نہ چلے تو پھر ایک ذات خدائے بزرگ و برتر ایسی ہے اگر اس سے رجوع کر لے تو وہ خود ہی کوئی سبب پیدا کر دیتی ہے۔

میں اس کی یہ باتیں سن کر ناکام و نامراد آزاد کشمیر سے لوٹ آیا۔ اس کے بعد مجھے گجرات کے نزدیک کوٹلی تندر والی میں ایک بزرگ کے بارے میں علم ہوا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی مجھے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ بیٹا جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو سنبھال سکوں تم نے سب سے مختلف اور مشکل عمل کیے ہیں کسی اور سے رابطہ کرو۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ جب انسان کی دعا کسی طریقہ سے بھی قبول نہ ہو تو اسے چاہیے کہ نماز تسبیح پڑھے۔ پھر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ تمام مشکلیں حل فرما دیں گے۔ ایک دن میں نے شہر سے باہر آبادی سے دور ایک ویران مقام پر وضو کر کے نماز تسبیح مکمل توجہ اور خشوع و خضوع سے پڑھنی شروع کی۔ نماز تسبیح پڑھنے کے دوران مجھے ایسا سکون محسوس ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے خدا کے حضور طویل دعائیں اپنے دل کا غبار نکالا اور رورو کر التجا کی کہ یا اللہ مجھے معاف کر دیں اور میرے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے دوران مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جو زندگی میں اس سے پہلے نہ کبھی محسوس کی اور شاید نہ آئندہ کبھی وہ کیفیت حاصل ہو سکے۔ اس بنا پر میرے دل نے شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا سن بھی لی ہے اور قبول بھی کر لی ہے اور جلد تیرے علم کا سورج غروب ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں مطمئن گھر واپس آ گیا۔

سید سعید احمد شاہ صاحب سے ملاقات :- کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میرے بڑے بھائی صاحب کے ہم زلف چیچہ وطنی سے ملنے کے لیے ان کے ہاں تشریف لائے۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ یار تمہارے بچے فوت ہو جاتے ہیں کہیں تمہاری بیگم کو اٹھرا کی بیماری تو نہیں؟ میں نے کہا کہ سارے کہتے تو یہی ہیں لیکن آج تک کسی کے علاج سے افاقہ نہیں ہوا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے شہر چیچہ وطنی کے قریب ۱۵ چک میں سعید احمد شاہ صاحب بہت اعلیٰ پائے کے بزرگ ہیں۔ صرف ایک بار ان سے مل کر دیکھیں ان شاء اللہ ضرور آرام آ جائے گا۔ مجھے اصل حقیقت کا علم تھا کہ بچے کیوں فوت ہوتے ہیں اس لیے میں نے ان سے کہا کہ علاج معالجہ کرنے والے بہت بزرگ دیکھے ہیں ان کے پاس کچھ نہیں سب فراڈیئے ہیں۔ مگر انہوں نے بہت اصرار کیا اور مجھے قتل سے سمجھایا کہ جہاں اتنا وقت ضائع کیا ہے وہاں آپ انہیں ایک بار مل کر تو دیکھیں۔ میں نے

مجبور ہو کر ان کے ساتھ چیچہ وطنی سید صاحب کے پاس حاضر ہونے کی حامی بھر لی۔ میرے ذہن میں اپنا کام بھی تھا کہ شاید وہ اس کا کوئی حل ہی بتا دیں۔ چند دنوں کے بعد میں چیچہ وطنی پہنچا تو میرے عزیز جن کا نام مستری محمد دین تھا مجھے اپنے ساتھ لے کر ۱۵ چک سید سعید احمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے شاہ صاحب کو میرے بچوں کی وفات کے بارے آگاہ کیا تو شاہ صاحب کہنے لگے کہ مستری صاحب آپ خاموش رہیں مجھے سب کچھ نظر آ رہا ہے ان کے گھر میں جو بیماری ہے وہ میں نے جان لی ہے۔

میرے عزیز کو کوئی ضروری کام تھا وہ مجھے شاہ صاحب کے پاس چھوڑ کر چلے گئے اور سفارش کر دی کہ بہت دور سے آئے ہیں ان کا مسئلہ ضرور حل کریں۔ سید صاحب بیٹھک میں بیٹھے تھے مجھے کہنے لگا کہ بیٹا آپ نے بہت دیر کر دی اگر اتنا ہی پھنسے ہوئے تھے تو پہلے آ جانا تھا۔ یہ ذہن میں رہے کہ ابھی تک میں نے شاہ صاحب کو کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ شاہ صاحب فرمانے لگے کہ بیٹا اگر نیت صاف ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے۔ اب تم آگئے ہو تو ان شاء اللہ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ انہوں نے ایک مثال سنائی کہ اگر کوئی شخص چھت کے ساتھ پھندا لٹکا کر اسے گلے میں ڈال کر چھلانگ لگا دے اور اس کے پاس کوئی موجود بھی نہ ہو تو پھر اسے کون موت کے منہ سے بچا سکتا ہے۔ جو کچھ تم نے بویا ہے اس کا پھل یہی ہے جو تم بھگت رہے ہو۔ میں نے عاجزی سے کہا کہ سید صاحب میں نے غلطی سے یہ فصل کاشت کر لی ہے لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی یہ فصل مفت لے لے لیکن اگر کوئی اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ بہت مسکرائے اور کہنے لگے کہ بیٹا ان عملیات کے ذخیرے کو تم سے لے کر اپنے پاس وہ رکھے جس میں انہیں سنبھالنے کی طاقت ہو۔ اگر کسی نے تم سے یہ موکل لے کر اپنے گلے میں خود مصیبت ڈالنی ہے وہ اس کو کیوں کر لے۔ اس موقع پر انہوں نے ایک مثال دی کہ اگر کوئی تمہارے جیسا بیوقوف حکیم کسی مریض کو یہ کہے کہ فلاں معجون کھا لو اس سے پیٹ میں درد شروع ہو جائے گا تو اس کو کون غفلت مند شخص استعمال کرے گا۔ اس کو تو صرف وہی خریدے گا جس کا معدہ اس کے نقصانات برداشت کر سکے یا اتنا سخت ہو کہ لکڑ، ہضم، پتھر، ہضم والی مثال اس پر پوری اترتی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے میرے عملیات کے پہلے دن سے لے کر آخر تک تمام قصہ سنا کر مجھے پریشان کر دیا اور کہنے لگے تمہیں اپنے بچوں کا خیال نہ آیا۔ میں نے کہا کہ اب خیال آیا ہے تو اس مال کو لینے کے لیے کوئی تیار نہیں جبکہ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس کام کو چھوڑ دینا ہے۔ شاہ صاحب کہنے لگے کہ اچھی طرح سوچ لو تم نے بعد میں بہت پچھتانا ہے۔ مجھے کہنے لگے بیٹا تم نے یہ زہر والی پھکی بنانے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ سو دوست دشمن ہوتے ہیں۔ اب تمہارے پاس موقع ہے میں نے عرض کیا کہ میں عملیات کو چھوڑنے کا مضبوط ارادہ کر چکا ہوں آپ بسم اللہ کریں۔ جب انہیں تسلی ہو گئی کہ واقعی میرا ارادہ پکا ہے تو انہوں نے میرے تمام موکلوں کو آواز دی کہ ذرا سامنے آؤ۔ وہ تمام حاضر ہو گئے تو ایک بار پھر شاہ صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ کر کہا کہ آخری بار سوچ لو! لیکن میرا تو خوشی کے مارے برا حال تھا۔ میرے دل سے بے اختیار ہاں نکلی۔ اس دوران نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ وہ اپنی گدی سے اٹھے اور مجھے کہا کہ پہلے نماز ادا کریں۔ سامنے مسجد میں ہم نے اکٹھی نماز ادا کی۔ میں نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان کی منزل بہت اونچی ہے مگر یہ منزل کا لے علم کی نہیں بلکہ نوری علم کی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان شاء اللہ یہ میرا مسئلہ حل کر دیں گے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ پھر

وہی گفتگو کا آغاز کر دیا کہ بیٹا تم نے اپنی جان کو ان عملیات کے حصول کی خاطر بہت تکلیفیں دی ہیں۔ اب ان سے اتنا بے زار کیوں ہو گئے ہو؟ میں نے روتے ہوئے کہا کہ شاہ صاحب اولاد سب کو عزیز ہے۔ شاید میری اس خواہش نے ہی میرے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ اس بات پر وہ مسکرائے اور کہا کہ اب یاد آیا اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ اولاد تو اس کی بھی نہیں جس نے تمہیں یہ سب کچھ سکھایا ہے تم نے اس سے سبق نہ سیکھا۔ میں ان کی یہ باتیں سن کر بہت حیران ہوا کہ شاہ صاحب نے اپنے مولکوں کے ذریعے میرے استاد کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم کر لیا۔ یہ باتیں کرتے ہوئے ہم دوبارہ بیٹھک میں پہنچ گئے۔ شاہ صاحب نے بیٹھک کے ساتھ ہی عبادت کے لیے ایک چھوٹا سا حجرہ بنایا ہوا تھا۔ وہاں علیحدہ بیٹھ کر وہ ذکر الہی کیا کرتے تھے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ اس حجرہ میں لے گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ برخوردار اب بتاؤ کہ واقعی ہی چھوڑنا چاہتے ہو؟ میں نے اللہ کی قسم کھا کر انہیں یقین دلایا کہ میں واقعی ہی عملیات سے دامن چھڑانا چاہتا ہوں تو سید صاحب نے کہا کہ تیار ہو جاؤ تمہارے عملیات کا خزانہ ختم ہونے والا ہے۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے پڑھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پھر سر سے ہاتھ گردن پر لے آئے اور کہا کہ ادھر ادھر نظر دوڑاؤ اور دیکھو تمہارے موکل کہاں ہیں؟ جب میں نے ادھر ادھر چاروں طرف نظر دوڑائی تو مجھے کوئی موکل نظر نہ آیا سب کچھ غائب ہو چکا تھا۔ شاہ صاحب مجھے ہنس کر کہنے لگے جب اپنے شہر سے آئے تھے تو تمہارے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں موکلات تھے اور اب اکیلے ہی واپس جاؤ گے۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہا کہ سید صاحب اب ایک مہربانی اور فرمادیں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا میں نے کہا کہ میرے لیے دعا کر دیں کہ اگر زندگی میں دوبارہ کبھی کالا پیلا عمل کروں تو مجھے کامیابی نصیب نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ اتنے میں گزارا نہیں ہوتا میں نے کہا کہ سید صاحب دل کا کیا پتا شاید زندگی کے کسی موڑ پر دوبارہ دل میں شوق ابھر آئے اس لیے دعا فرما ہی دیں۔

شاہ صاحب کہنے لگے وہ جو سامنے صراحی پڑی ہے اس میں سے پانی کا ایک پیالہ بھر کر لاؤ۔ یہ یاد رہے کہ شاہ صاحب کی اجازت کے بغیر صراحی سے کسی کو پانی پینے کی اجازت نہیں تھی۔ میں اس صراحی سے مٹی کے پیالے میں پانی بھر کر لایا۔ شاہ صاحب نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور کہنے لگے کہ بسم اللہ پڑھ کر اس کو پی لو۔ ان شاء اللہ جب تک تمہاری زندگی ہے امید ہے کہ دوبارہ عملیات سیکھنے کا شوق ہی پیدا نہ ہوگا اور اگر کوشش کی بھی تو کالے پیلے عملیات میں ہرگز کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں نے شاہ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دل سے ان کا مرید ہو گیا۔ میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری اس گناہ کی زندگی سے جان چھڑائی۔“ (87)

**رزق مقسوم:-** حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے، نماز کا وقت آیا، گھوڑے سے اترے۔ ایک اجنبی آدمی کو گھوڑے کی لگام پکڑا کر نماز پڑھنے لگے۔ اس اجنبی نے خیال کیا گھوڑا لے جاؤں گا تو کہیں نہ کہیں پکڑا جاؤں گا۔ اس لیے اس نے گھوڑے کی لگام اتاری اور گھوڑے کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو گھوڑے کو بے لگام دیکھا اور مجبوراً گھوڑے کی ایال پکڑ کر پیدل روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا حضرت کے گھوڑے کی لگام بیچ رہا تھا۔ حضرت نے قیمت پوچھی اس نے کہا دو درہم میں ابھی خریدی ہے۔ حضرت نے فرمایا یہ چوری کی ہے اور میرے گھوڑے کی ہے۔ میری جیب میں دو درہم تھے۔ اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ نماز سے فارغ ہو کر گھوڑا پکڑنے والے کو یہ دو

درہم انعام دوں گا۔ مگر اس نے جلدی کی اور چوری کا گناہ کر کے بھاگ گیا اور چوری کی لگام دو درہم میں بیچی۔ اس کی قسمت میں دو ہی درہم لکھے تھے۔ اگر وہ جلد بازی نہ کرتا تو میرے انعام کے ذریعے اس کو دو درہم مل جاتے اور وہ اس کے لیے حلال ہوتے مگر اس نے جلدی کی اور چوری کا گناہ کیا۔ اسے ملے وہی دو درہم جو اس کی قسمت میں تھے، مگر حرام ہو کر ملے۔ ایسے ہی اس دنیا میں عامل ہوں یا کوئی اور سب کو اتنا ہی ملتا ہے جتنا ان کے لیے مقدر ہے۔ مگر وہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے حلال کے ذریعے آنے والی آمدنی کو حرام کر لیتے ہیں۔ اگر وہ کسی کو دھوکہ دیکر وصول کرنے کا ارادہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو حلال کے ذریعے سے اتنا دے دے گا جتنا انہوں نے حرام ذریعے سے حاصل کیا تھا۔

**جعلی عاملوں کے مکرو فریب کی چند مثالیں:**۔ خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ جعلی عاملوں کے مکرو فریب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے قرابت داروں میں ایک مرحوم عزیز ایک عامل کے بہت معتقد تھے۔ ان عزیز کی بیوی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ آج رات کو عامل صاحب سو رہے تھے۔ مکان میں خوب اندھیرا تھا۔ یکا یک ان کا لحاف کھل گیا اور ان کے سینے سے ایسی تیز روشنی نمودار ہوئی کہ ہم سب کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ میں یہ سن کر خاموش ہو گیا اور دوسرے دن رات کو ان کے مکان پر گیا۔ عامل صاحب موجود نہ تھے۔ میں نے اپنے عزیز اور ان کی بیوی سے کہا گھر میں تاریکی کر دیں۔ انہوں نے تاریکی کر دی۔ گھر میں خوب اندھیرا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا دیکھو میرے سینے کی طرف۔ وہ سب دیکھنے لگے کہ میرے سینے سے بھی نہایت تیز شعاعیں نکلیں۔ ان دونوں نے فوراً کہنا شروع کیا کہ جی ہاں، جی ہاں، ایسی ہی روشنی عامل صاحب کے سینے سے بھی نکلتی تھی۔ تب میں نے ان دونوں کو سینے کی جیب سے برقی لیپ نکال کر دکھایا جس کا بٹن دبا کر میں نے روشنی کی تھی۔ اور ان کو سمجھایا کہ تمہارے عامل صاحب کے پاس بھی ایسا ہی برقی لیپ ہوگا۔

لیپ دیکھنے کے بعد ان دونوں نے متفقہ الفاظ میں کہا، جی نہیں۔ ان کے پاس لیپ نہیں تھا۔ ان کے تودل سے روشنی نکلتی تھی۔ میں یہ جواب سن کر ہنسا اور اپنے گھر میں چلا آیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان رزائی ہے۔ وہ ان لوگوں سے عامل کو کچھ دلوانا چاہتا ہے۔ اور اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ عامل دھوکہ بازی کا مرتکب اور گناہگار ہوگا اور یہ لوگ اس کے دھوکے کا شکار ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان دونوں نے زیور رہن رکھ کر ڈیڑھ سو روپے عامل کو دے دیئے۔

ایسا ہی بمبئی کے ایک کروڑ پتی مہمن نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ اس کے گھر میں کسی بھوت کی آوازیں آتی ہیں۔ ایک سال پہلے بھی یہ آوازیں آتی تھیں اور ایک عامل نے سوا سیر سونا لے کر ان آوازوں کو دور کر دیا تھا۔ اب وہ پھر آنے لگیں اور عامل صاحب موجود نہیں ہیں۔ آپ ان آوازوں کو دور کر دیں، تو میں ڈھائی سیر سونا دوں گا۔ میں ان کے مکان پر گیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پڑوس میں انہی کی ملکیت کا ایک مکان خالی پڑا ہے۔ یہ دیکھنے کے بعد میں نے مہمن صاحب کے عورت مرد نوکروں کو بلایا۔ اور سب کو سامنے کھڑا کر کے غور سے دیکھا اور راز کو سمجھ لیا اور اس کے بعد مہمن صاحب کو اور سب نوکروں کو سامنے سے ہٹا دیا اور صرف ایک ماما کو روک لیا۔ جب سب چلے گئے تو میں نے اس ماما سے کہا مجھے تمہاری شرارت معلوم ہو گئی ہے۔ آئندہ اگر یہ آوازیں آئیں تو تمہاری خیر نہ ہوگی۔ وہ عورت کا نپنے لگی اور اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ پہلے عامل صاحب نے مجھے آدھا سونا دینے کا وعدہ کیا تھا مگر صرف پچاس روپے دے کر چلے گئے۔ آپ اگر مجھ کو آدھا سونا دیدیں تو میں ڈھائی سیر سونا آپ کو دلوں گی اور یہ آوازیں بند ہو جائیں گی۔ میں نے اس عورت کو کچھ جواب

نہیں دیا اور اس کو سامنے سے ہٹا کر میمن صاحب کو تنخیلے میں بلایا اور ان سے ساری بات حقیقت بیان کی کہ یہ شرارت ماما کی ہے اس کو موقوف کر دو آوازیں بند ہو جائیں گی اور میں نے میمن صاحب سے سارا قصہ بھی بیان کر دیا۔ مگر میں حیران رہ گیا جب میں نے یہ دیکھا کہ بجائے احسان مند ہونے کے اور ماما کو نکالنے کے اور میری بے طمعگی کی قدر کرنے کے انہوں نے جواب دیا کہ جی نہیں، یہ بھوت آپ کے قابو کا نہیں ہے۔ اور ماما بے چاری بے تصور ہے اور بہت پرانی نوکر ہے۔ آپ جانیے میں کسی اور سے علاج کرا لوں گا۔ میں چلا آیا۔

**دھوکہ باز عالموں کا علاج:**۔ ایسے شاطر، مکار اور دغا باز لوگ جو مصیبت زدہ، ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست لوگوں کی کم عقلی، لاعلمی، ناتجربہ کاری اور مصیبت و پریشانی کی صورت میں ان کی محبوظ الحواسی سے آگاہ ہوتے ہیں وہ اپنے مکرو فریب سے انہیں لوٹ لیتے ہیں۔ صوفیہ عظام اور اولیائے کرام نے ہر دور میں ان جعلی پیروں، فقیروں اور عالموں کی مذمت کی ہے اور سادہ لوح عوام الناس کو ان کے مکرو فریب اور چال بازیوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اس طرح کے دھوکا کھانے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں اور ان کی عقلیں اس قدر کمزور ہیں کہ ان کا علاج قطعی طور پر ناممکن ہے۔ آج کل پرنٹ میڈیا (اخبارات، رسالے، کتابیں وغیرہ) اور الیکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ) سے لوگوں کو ان جعلی پیروں و فقیروں اور عالموں کے مکرو فریب سے آگاہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے مگر مذکورہ دھوکے باز یاں روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”پس دھوکہ باز عالموں کا علاج صرف یہی ہے کہ وہ خود دھوکہ بازی کے گناہ کو سمجھیں اور اس جرم سے باز رہیں ورنہ

دھوکہ کھانے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں اور ان کی عقلیں اس قدر کمزور ہیں کہ ان کا علاج قطعی ناممکن ہے۔“ (88)

روحانی علوم اور روحانی علاج سے آگاہی ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام مواقع اور احوال کے مطابق، ہر نماز کے بعد، صبح و شام، جاگتے وقت اور سوتے وقت مختلف اور ادو وظائف اور عملیات روحانی کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔ اگر ہر مسلمان، حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائے تو ہر طرح کے دھوکے اور فریب سے بچ سکتا ہے اور ہر چیز کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ زیر مطالعہ کتاب نور عرفان جلد اول و جلد دوم اور اس کی جلد سوم اسی نقطہ نگاہ سے تحریر کی گئی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اور ان میں درج روحانی تعلیمات پر عمل کر کے آپ جملہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔



## راہ سلوک

صحیح مقصدِ حیات کا تعین انسان کی فطرت کی ایک شدید ضرورت ہے۔ اس کے بغیر انسان کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مقصدِ حیات سمجھیں۔ یہ سمجھیں کہ آپ کو کیوں پیدا کیا گیا؟ آپ کی زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ آپ کا اللہ تعالیٰ اور اس کائنات سے کیا رشتہ ہے؟

مقصدِ حیات کے تعین کے بعد اسے حاصل کرنے کے لیے راہِ متعین کریں۔ مقصد کے حصول کے لیے ضروری علم حاصل کریں۔ جو علم حاصل کریں اس پر عمل کریں لیکن عمل سے پہلے نیت اور ارادہ واضح کر لیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَاجَرَتْهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَنَكِّحُهَا فَهَاجَرَتْهُ إِلَى مَا هَا جَزَاءُ يَلِيهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، وہ فرماتے تھے، تمام عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے اور ہر شخص وہی کچھ پائے گا جو کچھ اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ اور رسول کے لیے ہجرت کی۔ اس کی ہجرت اللہ رسول کے لیے ہوگی اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے شمار ہوگی جس غرض سے اس نے ہجرت کی۔ (89)

مندرجہ بالا حدیث پاک سے واضح ہے کہ عمل سے پہلے نیت اور ارادہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے لیے کیے گئے نیک کاموں پر اجر ملے گا جبکہ دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے کیے گئے کاموں پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ اگر کوئی انسان قرب و رضائے الہی کو مقصدِ حیات بنا لے اور تمام زندگی اس مقصد کے حصول کے لیے وقف کر دے تو اس کے تمام اعمال سراپا خیر بن جاتے ہیں۔ اس کا کھانا پینا، سونا جاگنا، تمام معاملات زندگی عبادت شمار ہوتے ہیں۔ نیت اور ارادہ کی اہمیت کے پیش نظر ہی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (90)

نیک نیتی کا بظاہر کوئی اثر و تاثیر ظاہر ہو یا نہ ہو، اس کا اجر و ثواب ضرور ہوتا ہے اور دیگر فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ نیت (ارادہ) کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

”..... اگر کوئی روزہ کی نیت کے بغیر بھوکا رہے تو اسے بھوک کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اور جب وہ روزے کی نیت

کر لے تو مقررین میں شامل ہو جاتا ہے اور اس پر ظاہری اثرات بھی عیاں ہو جاتے ہیں۔ نیز جب کوئی مسافر کسی شہر میں

وارد ہوتا ہے تو وہ اس وقت تک مقیم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نیت اقامت نہ کرے۔ جب وہ اقامت کی نیت کر لیتا ہے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے.....“ (91)

نیکی کا ارادہ ہی نیکی کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی بدی کا ارادہ کرے مگر بدی نہ کرے اور برا ارادہ ترک کر دے تو اس پر بھی نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ نیکی کے ارادہ پر اجر ملنے کے علاوہ نیکی کرنے پر کم از کم دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا يَزُوِيَهُ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ إِلَى أَصْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور بدیاں لکھ دی ہیں۔ پھر (اس طرح) اس کی وضاحت کی کہ اگر کوئی شخص دل میں نیک عمل کا ارادہ کرے تو عمل سے پہلے ہی اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اگر ارادہ کے ساتھ اس کو کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہے بلکہ اس سے بھی چند در چند زیادہ اگر وہ کسی بدی کا ارادہ کرے مگر اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اگر ارادہ کر کے بھی گزرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاں صرف ایک بدی لکھ دیتا ہے۔ (92)

دین اسلام کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد قرب و معرفت الہی کا حصول ہے۔ تمام عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور معاملات زندگی، تعلیم و تعلیم، باہمی لین دین، تجارت، میل جول کا مقصد حصول قرب و معرفت الہی ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے ہاں خلوص و محبت اور نیک نیتی کو بہت زیادہ قدر و منزلت حاصل ہے۔ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ جب کوئی انسان نہایت نیک نیتی، خلوص اور محبت سے عہد کر لیتا ہے کہ میرا مقصد حیات قرب و رضا اور معرفت الہی حاصل کرنا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں اس نیک نیتی پر زندگی بھر کا اجر و ثواب لکھ دیا جائے گا اور پھر اس راہ پر نیک کام سرانجام دینے کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ رب العالمین)

فلسفہ گناہ و ثواب میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جس ارادہ و عمل سے ذات باری تعالیٰ کا قرب و رضا حاصل ہو اس پر ثواب ملتا ہے اور جس ارادہ و عمل سے انسان ذات باری تعالیٰ سے بُعد اور غضب کا حقد اٹھارے اس پر گناہ ملتا ہے۔ گناہ و ثواب کو دنیوی تجارت کے میزان پر نہیں بلکہ قرب و رضا کے میزان پر تصور کرنا چاہیے۔

عزیزان من! مقصد حیات کے تعین اور اس کے حصول کے ارادہ و نیت کے بعد توفیق الہی طلب کریں۔ طلب توفیق سے مراد کسی کام کے کرنے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور مدد حاصل کرنا ہے۔ جب انسان کو کسی عمل کے لیے توفیق عطا ہوتی ہے تو وہ اس عمل کے لیے خاص قسم کی روحانی طاقت، جذبہ اور شوق محسوس کرتا ہے۔ جسے توفیق عطا ہوا سے روحانی

مدلل جاتی ہے اور ظاہری وسائل بھی میسر آ جاتے ہیں۔ درحقیقت وہ کوئی کام کرتا نہیں بلکہ اس سے وہ کام کرایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”.....جب انسان مطیع خدا ہو جاتا ہے تو اس میں زیادہ سے زیادہ طاقت آ جاتی ہے اور پہلے کی بہ نسبت زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً بندے سے جو حرکات و سکنات سرزد ہوتی ہیں وہ دراصل خداوند تعالیٰ کا ہی فعل اور وصف ہوتا ہے۔ لہذا وہ قوت جو بندہ اس اطاعت سے حاصل کرتا ہے تو فائق کہلاتی ہے.....“ (93)

توفیق الہی طلب کرنے کے بعد مقصد حیات کے حصول کے لیے ضروری علم حاصل کریں۔ بلا مقصد اور بلا ضرورت کوئی علم حاصل نہ کریں۔ غیر نافع علم ہرگز حاصل نہ کریں۔ اس ضمن میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بندے کا علم حکم خدا کی بجا آوری اور اس کی ذات کی معرفت کے لیے ہونا چاہیے۔ بندے پر یہ بھی فرض ہے کہ اپنے زمانے کے علم کو جانے اور ایسے علم کے ظاہر و باطن کو بھی جانے جو وقت پر کام آئے.....“ (94)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری علم کے حصول کے سلسلہ میں نہایت واضح اصول ارشاد فرمایا ہے۔ مقصد حیات کے حصول کے لیے اور معاملات زندگی بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے ہر کوئی اپنے علاقے اور زمانے کے مطابق آئندہ کی ضروریات کے مطابق علم حاصل کر سکتا ہے۔ رزق حلال کمانے کے لیے ضروری علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔ ملک و قوم کی خدمت کے لیے، عصر حاضر کے مطابق مادی و سائنسی علوم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔

سب سے زیادہ ضروری علم شریعت ہے کیونکہ تمام معاملات زندگی اور معاملات روحانی دائرہ شریعت میں رہ کر ہی احسن طور پر سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ جس طرح ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ اس طرح علم شریعت کا باطن، علم حقیقت ہے۔ اس سے مراد شرعی احکامات کے حقیقی مقاصد کا علم ہے جن کے حصول کے لیے تمام تنگ و دو کی جاتی ہے۔ علم حقیقت کے تین ارکان ہیں۔ رکن اول علم ذات خداوندی اور اس کی وحدانیت پر اعتقاد اور اس کی ذات پاک کی تشبیہ (Assimilation) سے نفی ہے دوسرا رکن علم صفات باری تعالیٰ اور اس کے احکام کی پابندی، تیسرا رکن رب العزت کے افعال و حکمت کا علم ہے۔

علم حقیقت کو علم باطن اور علم تصوف بھی کہتے ہیں۔ علم شریعت اور علم حقیقت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا قیام ایک دوسرے کے بغیر محال ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

”.....ظاہر کو درست رکھنا اور دل میں اس کے خلاف ہونا نفاق ہے اور باطن کی اصلاح ظاہر کے بغیر زندقہ و الجاد ہے۔ اور شریعت کا ظاہر، باطن کی درستی کے بغیر ناقص ہے۔ اور جو چیز باطن میں نہ ہو اسے ظاہر داری میں دکھانا محض ہوس ہے.....“ (95)

ضروری علم کی تحصیل کے ضمن میں منہاج العابدین میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عدم واقفیت کی بنا پر ہلاکت سے محفوظ نہ رہنے کا خدشہ جس چیز سے بھی لاحق ہوگا اس کا جاننا فرض ہے اور اسے نظر انداز یا ترک کر دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ حقیقی طور پر عبادت سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ انسان درج ذیل تین علوم اس حد تک ضرور حاصل کرے جس سے واجبات شرعیہ کا تعین ہو جائے۔

1۔ علم التوحید 2۔ علم الہی (علم باطن) 3۔ علم شریعت

علم توحید، علم باطن میں شامل ہے۔ علم باطن کی اس حد تک معرفت ضروری ہے جس سے دل مصطفیٰ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم، خلوص، درستگی، نیت اور اعمال کی سلامتی حاصل ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تصفیۂ قلب کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں اور کن چیزوں کے احتراز سے تصفیۂ قلب کا سامان پیدا ہو سکتا ہے۔ علم توحید کا اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے عقیدہ و اعتقاد درست رہ جائیں۔ اس کے علاوہ علم توحید کی فروغ، باریکیاں اور باقی تمام مسائل کا علم فرض نہیں ہے۔ علم شریعت میں سے اس حد تک جاننا ضروری ہے جس سے امور واجبہ کو ادا کرنا ممکن ہو جیسا کہ طہارت اور نماز و روزہ کے مسائل ہیں۔ جہاں تک حج، زکوٰۃ اور جہاد کا تعلق ہے اگر تو، آپ ان امور کے مکلف ہیں اور صاحب استطاعت ہیں تو پھر ان کے مسائل کی معرفت بھی ضروری ہے تاکہ مباحثہ ان کی ادائیگی بھی ممکن ہو سکے اور اگر آپ پر یہ چیزیں فرض نہیں تو پھر ان کی جزئیات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بس اسی قدر ان علوم کی معرفت ضروری ہے۔ (96)

امور عبادت کے تمام معاملات کی بنیاد علم، خصوصاً علم معرفت (علم باطن، علم توحید، علم سر) پر ہے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ:

يٰدَاوُدُ تَعَلَّمِ الْعِلْمَ النَّافِعَ فَقَالَ الْهَيْ وَمَا الْعِلْمُ النَّافِعُ فَقَالَ اَنْ تَعْرِفَ جَلَالِي وَعَظَمَتِي وَكِبَرِيَّاتِي وَكَمَالَ قُدْرَتِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِنَّ هَذَا الَّذِي يُقَرِّبُكَ إِلَيَّ  
اے داؤد! علم نافع سیکھ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی الہ العالمین علم نافع کون سا ہے ارشاد ہوا کہ جس علم سے میری عظمت و جلال، میری کبریائی اور ہر چیز پہ میرے کمال قدرت کی معرفت حاصل ہو جائے بے شک یہی علم ہی میرے قرب کا ذریعہ ہے۔ (97)

علم شریعت کے ساتھ علم معرفت (علم تصوف، علم حقیقت) کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب ظاہری و باطنی دونوں امور کے لیے قرآن وحدیث کی شہادت موجود ہے تو پھر یہ کسی طرح بھی مناسب و ممکن نہیں کہ نماز و روزے پر تو بھرپور توجہ ہو اور فرائض باطنی کا خیال تک نہ ہو جبکہ ظاہری و باطنی دونوں امور کا حکم ایک ہی رب نے ایک ہی کتاب میں دیا.....“ (98)

مزید فرماتے ہیں:

”ظاہری اعمال کا باطنی کاوشوں سے بڑا گہرا تعلق ہے اگر باطنی امور درست ہوں تو لامحالہ وہ ظاہری امور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اگر باطنی امور مثلاً اخلاص کی جگہ ریاء اور خود پسندی لے لے تو اعمال ظاہری فاسد و باطل ہو جاتے ہیں جو شخص ان باطنی کاوشوں اور عبادت ظاہری میں ان کی وجہ تاثیر اور حفاظتی کیفیت کو نہیں پہچانتا اور اعمال کے تحفظ کا گمان رکھتا ہے اس کے لیے ظاہری اعمال کی سلامتی ناممکن ہے بلکہ ظاہری باطنی عبادات ضائع ہو جاتی ہیں اور شقاوت و کدورت کے سوا اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آتا یہ بہت بڑے خسارے کا سودا ہے۔“ (99)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف کے صفحہ نمبر 80 پر فرماتے ہیں کہ ظاہری علوم (خصوصاً علم شریعت و دیگر ذیلی علوم) خالص دودھ کی مانند ہیں جو پینے والوں کے حلق سے آسانی سے اتر جاتا ہے۔ ان علوم کے ذریعے یقین و ایمان حاصل ہوتا ہے جو اسلام کی اصل بنیاد ہے مگر صوفیائے کرام کے علوم کا تعلق مقام مشاہدہ میں

عین الیقین اور حق الیقین سے ہے جو دودھ سے نکلے ہوئے مکھن کی مانند ہے۔ دودھ نہ ہو تو مکھن بھی نہ نکلے۔ تاہم اصل مقصد مکھن کی چکنائی ہے جو دودھ سے نکلتی ہے۔ ایسی صورت میں دودھ کا پانی ایک جسم کے مانند ہے جس سے چکنائی کی روح برقرار رہتی ہے اور پانی اسے قائم رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ... الانبیاء [21:30] ہم نے پانی کے ذریعہ ہر چیز کو زندہ رکھا۔

علم تصوف کو علم باطن، علم معرفت، علم وراثت، مابعد الطبیعیاتی علم اور مابعد النفسیاتی علم کے ناموں سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ علم تصوّف روح دین ہے۔ صوفیہ عظام اور اولیائے کرام علم تصوّف اور علم شریعت (علم فقہ) دونوں کی ضرورت واہمیت تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ دونوں علوم کے باہمی تعلق اور ضرورت واہمیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”.....علم باطن کی مثال ایسے ہے جیسے کسی تحریر کی 99 سطور آب زر کے ساتھ لکھی گئی ہوں اور 100 ویں سطر روشنائی کے ساتھ لکھی گئی ہو اور اس تحریر کی کیفیت یہ ہو کہ جب تک 100 ویں سطر کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اس وقت بقیہ 99 سطور سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکتا ہو۔ اگر کسی شخص کو ظاہری علم کے بغیر فتح نصیب ہو جائے تو اس کی سلامتی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔“

”.....علم ظاہر کی مثال اس لائین کی مانند ہے جو رات کی تاریکی میں فائدہ پہنچاتی ہے جبکہ علم باطن کی مثال نصف النہار کے وقت چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عین دوپہر کے وقت کوئی شخص یہ کہے کہ سورج کی موجودگی میں لائین کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر وہ اس لائین کو پھینک دے لیکن جب رات آئے گی تو اسے اپنی حماقت کا احساس ہوگا لہذا اگلے دن کی روشنی سے لطف اندوز ہونے کے لیے لائین کا وجود شرط ہے۔“

”بہت سے لوگ اس مقام پر آ کر پھسل جاتے ہیں اور ان کو دن کی روشنی دوبارہ اس وقت تک نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ دوبارہ لائین حاصل کر کے اسے روشن نہ کریں لیکن دوبارہ روشن کرنے کی توفیق کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کی بدولت ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔“ (100)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات (جلد دوم، مکتوب نمبر 60، صفحہ نمبر 216) میں ضروریات دینی کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اول اس اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر اعتقاد کرنا چاہیے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ضرورت و توازن کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے۔ یعنی حشر و نشر و آخرت کا دائمی عذاب و ثواب اور سب سنی باتیں حق ہیں۔ ان میں خلاف کا احتمال نہیں۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہوگا، نجات بھی نہ ہوگی۔

دوسرے احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب وغیرہ کا بجالانا ضروری ہے۔ شرعی حِل و حرمت کو اچھی طرح مد نظر رکھنا چاہیے اور حد و شرعی میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات و فلاح حاصل ہو سکے۔ جب یہ اعتقاد و عمل درست ہو جائیں پھر طریق صوفیہ کی نوبت آتی ہے اور کمالات و ولایت کے اُمیدوار ہو جاتے ہیں۔“

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

”ضروریات کو چھوڑ کر فضولیات میں مشغول ہونا اپنی عمر کو بہودہ باتوں میں صرف کرنا ہے۔ اور اعراض کی علامت میں آیا ہے کہ عَلَامَةُ إِغْرَا ضِهِ تَعَالَى مِنَ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهُ بِمَا يَحْيِيهِ بِنَدَہ کا بہودہ باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کے منہ پھیرنے کی علامت ہے۔“ (101)

ایسا انسان جو غیر ضروری علوم حاصل کرتا ہے اور فضول کاموں میں مشغول رہتا ہے وہ اپنا قیمتی سرمایہ حیات ضائع کرتا ہے اور اس کا فضول کاموں میں مشغول ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ مقصد حیات کے پیش نظر صرف ضروری علم حاصل کرے اور اس کی روشنی میں اپنا عمل درست کرے۔ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ علم تصوف کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اس میں علم توحید، علم حدیث، علم فقہ، علم انفس، علم زہد، علم مراقبہ، علم محاسبہ، سب ضرورت کی حد تک شامل ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم صوفیہ کے عنوان کے تحت اس طرح کے بیس علوم کا ذکر فرمایا ہے۔ اس ضمن میں مزید فرماتے ہیں:

”یہ علوم اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر وقت کی گنجائش ہوتی تو ہم ان کی تفصیلات کئی جلدوں میں بیان کرتے، مگر عمر بہت تھوڑی ہے اور وقت بہت عزیز ہے..... ان تمام علوم کے پیچھے دیگر علوم بھی ہیں جن پر عمل کر کے علمائے آخرت نے کامیابی حاصل کی۔ مگر دنیا دار علماء اس سے محروم رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام علوم ذوق سلیم پر مبنی ہیں اور ذوق سلیم و صحیح وجدان قلبی کے بغیر انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ شکر کی شیرینی کو بیان نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو اسے چکھتا ہے وہی اس کی حلاوت کا مزہ جانتا ہے۔“ (102)

**اخلاص فی العمل کی قدر و قیمت:-** حضرت شیخ ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اللمع فی التصوف کے صفحہ نمبر 37 تا صفحہ نمبر 39 پر نہایت مدلل انداز سے ارشاد فرمایا ہے کہ محدثین، فقہاء اور صوفیاء علمائے حق ہیں۔ اخلاص فی العمل کی بدولت انہیں اپنے علم و عمل کی وجہ سے قرب و رضائے باری تعالیٰ عطا ہو جاتے ہیں۔ ایک محدث، فقیہ اور صوفی بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک فقیہ، محدث اور صوفی بھی ہو سکتا ہے۔ ایک صوفی، محدث اور فقیہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے پر علم اور تقویٰ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ تصوف میں اخلاص فی العمل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اخلاص کے بغیر کسی محدث اور فقیہ کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ کوئی بھی انسان جو اخلاص نہیں رکھتا۔ صوفی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ



السُّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِمَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ كُتُبَتِيهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فُجَذَيْهِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتُصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجَبْنَا يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ قَالَ صَدَقْتَ

قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ -  
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأَمَّةُ رَبَّهَا وَأَنْ تَرَى الْخَفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رُعَاءَ الشَّاةِ يَتَخَاوُلُونَ فِي الْبُنْيَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثَ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَمْرُ أَتَدْرِي مَنْ السَّائِلُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمَ قَالَ فَإِنَّهُ جَبْرِيْلُ أَتُكْمُ يَعْلِبُكُمْ دِيْنَكُمْ ط

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اور اسی اثنا میں ایک اجنبی شخص ہم پر نمودار ہوا۔ جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی سیاہ تھے۔ نہ اس پر سفر کا کوئی نشان دکھائی دیتا تھا۔ نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ بیٹھا اور اپنے دونوں زانو حضرت کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانوؤں پر رکھ لیں اور عرض کی:

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرو۔ اس نے کہا، ”آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔“

ہمیں اس بات پر حیرانی ہوئی کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ”مجھے ایمان کی حقیقت بتلائیے۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور خیر و شر کی تقدیر پر یقین رکھو۔“ اس نے کہا، ”آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔“

پھر اس نے کہا کہ: ”مجھے احسان کے متعلق خبر دیجئے۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اُسے نہیں دیکھ پاتا تو (کم از کم یہ تصور کر کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: ”آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔“

پھر اس نے کہا ”قیامت کے بارے میں مجھے مطلع فرمائیے۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ”اس کے متعلق جس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“

پھر اس نے عرض کی ”اچھا قیامت کی کچھ علامتیں بتا دیجئے۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ

”جب باندیاں اپنے آقا جنے لگیں۔ ننگے پاؤں پھرنے والے ننگے جسم والے فقیر اور بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتوں پر فخر کرنے لگیں۔

اس کے بعد وہ شخص چلا گیا پھر کچھ دیر ٹھہر کر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے فرمایا: اے عمر: ”کیا تم سائل کے بارے میں جانتے ہو؟“ میں نے عرض کی کہ ”اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یہ جبرائیلؑ تھے تمہیں دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔“ (103) شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

”روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ مگر میرے نزدیک، اللہ بہتر جانتا ہے، یہ ہے کہ جو اولو العلم عدل و انصاف کو قائم رکھتے ہیں اور انبیاء کے وارث ہیں وہ صرف وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری میں کوشاں رہتے ہیں اور جو صحابہ اور تابعین کی پیروی کرتے ہیں اور جو اللہ کے متقی ولیوں اور نیک بندوں کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں (۱) اصحاب حدیث (۲) فقہاء (۳) اور صوفیاء لہذا یہی تین گروہ ہیں جو ”اولو العلم القائمین بالقسط“ میں سے ہیں اور یہی لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ اسی طرح علم کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان علوم میں سے علم دین کی تین قسمیں ہیں۔ علم قرآن، علم سنت اور بیان اور تیسرا علم حقائق ایمان۔ یہی وہ علوم ہیں جو ان تینوں قسموں کے علماء کے ہاں مروج ہیں۔ تمام دینی امور ان تین صورتوں سے باہر نہیں ہو سکتے، یا تو یہ قرآنی آیت ہوگی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہوگی یا استدلال کے ذریعے سے نکالی ہوئی کوئی ایسی حکمت کی بات ہوگی جو اللہ کے کسی ولی کے دل پر وارد ہوئی ہوگی۔ اس کی اصل وہ ایمان والی حدیث ہے جس میں جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان تین اصولوں کے متعلق سوال کیا تھا۔ اسلام، ایمان اور احسان یا (بالفاظ دیگر) ظاہر، باطن اور حقیقت۔ چنانچہ اسلام ظاہر ہے، ایمان ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور احسان ظاہر اور باطن دونوں کی حقیقت ہے اور اس کی بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر ہے: تو اللہ کی اس طرح عبادت کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہو اور اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور جبرائیل نے آپ کے اس جواب کی تصدیق بھی کر دی تھی۔

علم و عمل کا چولی دامن کا تعلق ہے اور عمل اخلاص کے ساتھ وابستہ ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم اور عمل کے ذریعے اللہ کی رضامندی کا خواہاں ہو ان تینوں چیزوں میں علم و عمل کے اعتبار سے باہمی فرق پایا جاتا ہے اور مقاصد اور درجات کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تفاوت کا یوں ذکر کیا ہے:

.....وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٌ ط..... المجادلۃ [58:11] جن لوگوں کو علم دیا گیا ان کے کئی درجے ہیں۔

وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ وَمِمَّا عَمِلُوا ط..... الانعام [6:132] الاحقاف [46:19]

ہر ایک کے ان کے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں۔

أُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ط..... الاسراء [17:21]

دیکھو تو ہم نے انہیں ایک دوسرے پر کیسے فضیلت دے رکھی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ ایک جیسے ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں اگر ہے تو علم اور تقویٰ کی وجہ سے۔ لہذا اگر کسی شخص کو دین کی کسی اصل، دین کی کسی فرع، دین کے حقوق، حقائق، حدود اور احکام میں کوئی ظاہری یا باطنی اشکال پیدا ہو جائے تو اسے ان تین قسم کے لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اصحاب حدیث، فقہاء اور صوفیہ۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی علم، عمل اور حقیقت سے موصوف ہے اور درحقیقت ان میں سے ہر صنف میں علم، عمل، فہم، مقام، مقال، مکان، فقہ اور بیان پایا جاتا ہے۔ جسے اس کا علم ہو گیا اور جو جاہل راہ وہ پھر جاہل ہی رہا مگر کوئی شخص بھی کمال کو نہیں پہنچ سکتا بایں طور کہ وہ تمام علوم، اعمال اور احوال پر حاوی ہو۔ ہر شخص کا وہی مقام ہے جہاں اللہ نے اسے کھڑا کر دیا اور اس کا محل وہ ہے جہاں اللہ نے اسے مقید کر دیا۔“

علم تصوف میں تمام ضروری دینی علوم شامل ہیں۔ اس کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

مرید کے لیے یہ بات فہم ہے کہ وہ صوفیاء کے مذہب (راستے) کو چھوڑ کر کسی اور مذہب سے نسبت قائم کرے۔ اگر کوئی صوفی، صوفیاء کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ صوفیاء کے طریقہ سے جاہل و بے خبر ہے۔ بے شک مسائل میں ان کے دلائل دوسروں کے دلائل سے زیادہ واضح ہیں اور ان کے مذہب کے اصول دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہیں۔

دوسرے لوگ یا تو روایت نقل کرتے ہیں یا عقل و فکر کو استعمال کرتے ہیں جبکہ اس طریقہ کے شیوخ ان تمام باتوں سے آگے نکل گئے ہیں (یعنی مشاہدہ تک پہنچ گئے) پس جو چیز دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے ظاہر ہے اور جو امور معرفت دوسرے لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہیں، پس یہ وصال والے اور دوسرے استدلال والے ہیں۔ اور یہ اس طرح ہیں جس طرح کسی شاعر نے کہا:

لَيْلِي بِوَجْهِكَ مُشْرِقٌ وَ ظِلَامُهُ فِي النَّاسِ سَارِجِي  
فَالنَّاسُ فِي سُدْفِ الظُّلَامِ وَ نَحْنُ فِي صَوِّ النُّجُومِ  
میری رات تیرے چہرے کی بدولت روشن ہے حالانکہ اس کی تاریکی لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پس لوگ شدید تاریکی

میں ہیں اور ہم دن کی روشنی میں۔ (104)

علم تصوف (علم معرفت) کی فضیلت اور ضرورت واہمیت:- ”سید شاہ گل حسن قلندری قادری، ”تعلیم غوشیہ“ میں علم تصوف (علم معرفت) کی فضیلت اور ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص صحابہ کرام مثل حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت سلمان فارسیؓ و حضرت زیدؓ وغیرہ کو اعلیٰ قدر مراتب فہم و ادراک تعلیم فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي إِلَّا وَقَدْ صَبَّبْتُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ<sup>۱</sup> یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں ڈالا اللہ نے میرے دل میں کوئی علم مگر ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں۔ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ مَا فَضَّلَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِكَثْرَةِ صِيَامٍ وَلَا صَلَوةٍ وَلَكِنْ بِسِيٍّ وَقَرَفِي صَدْرِي<sup>۲</sup>۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ تم پر روزہ اور نماز کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک بھید اور علم کی وجہ سے جو اس کے سینے میں ڈالا گیا ہے۔ پس وہ راز علم فقر ہے جس سے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نخر ہے۔ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَائَتَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثْنَتْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ لَوْ بَثْنَتْهُ قُطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ<sup>۳</sup>۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو ظروف علم یعنی ظاہری و باطنی کے حاصل کیے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا ہے اور اگر دوسرے کو بیان کروں تو میرے گلے کی ٹری کٹ جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے علم ظاہر یعنی شریعت کو تو برملا و علی الاعلان بیان کر دیا اور علم باطن یعنی فقر کو بیان نہ کر سکے ورنہ نادان لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے قتل کر ڈالتے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول مشہور ہے۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَوْ حَدَّثْتُكُمْ مَا أَعْلَمُ لَأَفْتَرَقْتُمْ عَلَى ثَلَاثِ فِرَقٍ فِرْقَةٌ تَقَاتِلُنِي وَفِرْقَةٌ لَا تَنْصُرُنِي وَفِرْقَةٌ تُكَذِّبُنِي۔ یعنی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے وہ حدیثیں بیان کروں جو میں جانتا ہوں تو البتہ تم تین گروہ متفرق بن جاؤ گے۔ ایک گروہ میرے قتل کرنے پر آمادہ ہو جائے گا اور ایک میری امداد سے دست بردار ہو جائے گا۔ اور ایک مجھ کو جھٹلائے گا۔ دیکھو شرح کنز العمال صفحہ 55 جلد 6۔ آپ اصحاب حُفَّہ کے ایک بڑے آزاد رائے، قلندر مزاج رکن تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات فرصت اور تنہائی کے وقت میں حضرت حذیفہؓ کو اسرار الہی و رموزات باطن کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے آپ کو صاحب السر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب ملا۔“ (105)

شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ عظام اور ان کے علم و عمل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزر راجس میں اس گروہ کے مشائخ میں سے کوئی بزرگ نہ ہوئے ہوں جن کو تو حید کا علم اور قوم کی امامت حاصل نہ ہوئی ہو اور علماء میں سے ”ائمہ وقت“ نے اس شیخ کے سامنے سر تسلیم خم کر کے ان کے سامنے عاجزی کا اظہار نہ کیا ہو اور ان سے برکت حاصل نہ کی ہو۔ اگر ان کو کوئی فضیلت اور خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو بیہقی اور ابن عدی نے بہ روایت ابن عمر بیان کیا ہے۔

۳۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری جلد سوم حدیث 62

اس کے برعکس ہوتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے کہ اس دوران حضرت شیبان راہی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ (امام شافعی)! میں چاہتا ہوں کہ اس شخص (شیبان راہی) کو جہالت سے آگاہ کروں تاکہ یہ کچھ حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا نہ کرنا۔ مگر وہ باز نہ آئے اور کہا اے شیبان! اگر کوئی شخص دن رات کی پانچ (5) نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھنا بھول جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ کون سی نماز بھول گیا ہے تو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، اس پر کیا واجب ہے؟

حضرت شیبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے احمد! یہ ایسا دل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غافل کر دیا اس پر واجب ہے کہ اسے سزا دی جائے تاکہ اس کے بعد وہ اپنے مولا سے غافل نہ ہو۔

(یہ سن کر) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ ان کو نہ چھیڑیں۔

اور ان حضرات میں حضرت شیبان اُمی تھے (پڑھے ہوئے نہ تھے)، جب ان میں سے ایک اُمی کا یہ حال ہے تو ان کے ائمہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (106)

شیخ ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ عظام اور علم تصوف کی فضیلت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”مجھے ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ ان کی ملاقات شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ابراہیم لوگوں کو ان کے پاس جانے، ان کے پاس کھڑا ہونے اور ان کا کلام سننے سے منع کیا کرتے تھے۔ ابراہیم نے امتحان کے طور پر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: پانچ اونٹوں پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب ملا: درحقیقت صرف ایک بکری واجب ہے مگر جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ تمام اونٹ صدقہ میں دے دیئے جائیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ جس مذہب کا ہم دعویٰ کرتے ہیں وہ تو یہ ہے۔

یہ جواب سن کر ابراہیم نے کہا: اس حکم کے بارے میں تم اکابر میں سے کسی کی مثال پیش کرو۔

شبلی نے جواب دیا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے لیے اس حکم میں پیشوا ہیں۔ انہوں نے اپنا تمام مال دے دیا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: آپ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہیں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا تھا: اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ جواب سن کر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد کسی کو ان کے پاس جانے سے نہیں روکا۔ (107)

**نصاب:** نصاب سے مراد کسی منزل تک پہنچنے کا راستہ، ذریعہ اور طریقہ ہے۔ عربی میں نصاب کا مترادف لفظ ’منہاج‘ ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے کریکولم (Curriculum) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو کہ لاطینی لفظ ہے۔ اس کے معنی Run way یا راستے کے ہیں جس پر چل کر ایک فرد اپنی منزل پالیتا ہے۔ تعلیمی اصطلاح میں نصاب سے مراد وہ راستہ ہے جس پر چل کر کوئی فرد، افراد، معاشرہ یا قوم مطلوبہ تعلیمی اہداف حاصل کرتے ہیں۔ نصاب مختلف ذہنی، جسمانی، معاشرتی اور مذہبی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے فرد یا افراد کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے کر تعلیمی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں کریکولم کا مفہوم یوں دیا گیا ہے۔

"The subjects included in a course of study or taught at a particular school,

(108) college, etc."

”کسی سکول، کالج، وغیرہ میں پڑھائے جانے والے مطالعہ کے نصاب میں شامل مضامین۔“

**نصاب تصوف:-** تصوف کا نصاب اور اس میں شامل مضامین عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی تشکیل پا گئے تھے۔ اس نصاب کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور انسان کا رشتہ جوڑنا ہے اور اس کی تربیت کرنا ہے کہ وہ خلافت و نیابت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے گزار سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتب اور صحائف میں اسی نصاب کی تعلیم دی۔ اس الہامی نصاب کی تعلیمات کے مطابق کردار سازی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بطور معلمین بھیجا۔ اس نصاب کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے لیے رحمۃ اللعالمین نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہ نصاب دنیا و آخرت کی دوئی اور نچی معاملہ کے برعکس وحدت کا تصور دیتا ہے۔ یہ بیک وقت دینی بھی ہے اور دنیوی بھی، تاکہ انسان دنیا کو دین کے حوالے سے ہی سمجھے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں دنیا کے سارے امور سرانجام دے۔ (109)

رسالہ قشیریہ کے صفحہ نمبر 669، عوارف المعارف کے صفحہ نمبر 71، قوت القلوب (جلد اول) کے صفحہ نمبر 492، تصوف کے روشن حقائق کے صفحہ نمبر 99 تا 101، تعلیم کی اہمیت کے صفحہ نمبر 109 اور دین اسلام و تصوف کے دیگر مستند مآخذ کے مطابق نصاب تصوف درج ذیل ہے۔ اس نصاب کے مطابق مامور بہ علم میں سے وہ علم حاصل کرنا عین ضروری ہے جو کہ فرض عین ہے۔ اس کے علاوہ ہر کوئی اپنے مزاج، معاملات زندگی، ذمہ داریوں، پیشہ اور ملکی و قومی اور عصری تقاضوں کے مطابق وہ علم حاصل کر سکتا ہے جو فرض کفایہ یا مستحب ہے۔ جن غیر نافع علوم سے منع کیا گیا ہے وہ حاصل نہیں کرنے چاہئیں۔ نصاب تصوف یا منہاج تصوف کے مطابق علم کی تین اقسام ہیں:

1۔ مامور بہ (وہ علم جس کے حصول کا حکم دیا گیا ہو)

2۔ منہی عنہ (وہ علم جس سے روکا گیا ہو)

3۔ مستحب

1۔ مامور بہ: اس کی دو اقسام ہیں (i) فرض عین (ii) فرض کفایہ

**فرض عین:-** فرض عین وہ ہوتا ہے جو مکلف کے بذات خود ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا۔ فرائض کی ادائیگی کا علم فرض، واجبات کی ادائیگی کا علم واجب اور سنت کی ادائیگی کا علم سنت ہے۔ صوفیہ کرام کے مطابق درج ذیل علوم ہر مکلف پر فرض ہیں۔

1۔ بنیادی عقائد کے بارے میں یقینی علم حاصل کرنا تاکہ انسان شرک، کفر اور اہام و خرافات سے بچ سکے۔



- 2- فرض عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کی صحیح طور پر ادائیگی کے لیے ضروری علم حاصل کرنا۔ اگر کوئی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض نہیں ہے۔
- 3- حقوق انفس اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے ضروری علم حاصل کرنا تاکہ انسان حلال و حرام، ضروری وغیرہ ضروری، مناسب و غیر مناسب میں فرق جان کر شرعی حدود کی پابندی کر سکے۔
- 4- تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے احوال قلب (توکل، خشیت، رضا، وغیرہ)، اخلاقِ حسنہ (صدق، اخلاص، عجز و انکسار، وغیرہ) اور اخلاقِ سنیہ (کذب، نفاق، تکبر، عجب، ریا، وغیرہ) سے آگاہ ہونا۔
- 5- تزکیہ نفس کے لیے صوفیہ کے ذکر و فکر اور مجاہدات کے طریقوں سے آگاہ ہونا۔
- 6- رزقِ حلال کمانے کے لیے، ملک و قوم کی خدمت کے لیے اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے جائز اور ضروری علم حاصل کرنا تاکہ انسان اپنی ذمہ داریاں احسن طور پر سرانجام دے سکے۔

فرض کفایہ:- فرض کفایہ وہ ہوتا ہے جس کو بعض لوگ ادا کر دیں تو دیگر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر ایک نے بھی ادا نہ کیا تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ فرض کفایہ میں وہ علوم اور ہنر شامل ہیں جن پر امت کی اصلاح موقوف ہے جیسا کہ علم فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم حساب، علم طب (میڈیکل سائنس)، علم صنعت (انڈسٹری)، علم اسلحہ سازی وغیرہ۔

علوم منہیہ:- باطل عقائد، گمراہ کن مذاہب، مشکک افکار کی گہرائی تک جاننا منع ہے۔ عام انسان ان کے مطالعہ سے گمراہ ہو سکتا ہے۔ تاہم، اہل علم حضرات کے لیے ان علوم کو سیکھنا فرض کفایہ ہے تاکہ وہ دین کی حفاظت کے لیے، مذاہبِ باطلہ اور عقائدِ باطلہ کی تردید کے لیے اور عوام الناس کو ان کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

علم نجوم، جادو، سفلی عملیات، وغیرہ کے مفاسدات سے محفوظ رہنے اور دوسروں کو بچانے کے لیے ان علوم کا حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ جو شخص برائی کو نہیں جانتا وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ برائی کا علم برائی سے بچنے کے لیے جائز ہے۔

علوم مستحبہ:- حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسمانی اور قلبی فضائل، سنن و نوافل اور مکروہات اور فرائض کفایہ کو جاننا مستحبات سے ہے۔ اسی طرح علم فقہ اور اس کی فروعات، عقائد اور اس کے تفصیلی دلائل کی معرفت بھی علوم مستحبہ میں شامل ہیں۔ (110)

علوم کی مندرجہ بالا اقسام اور ان کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ہر کوئی اپنی انفرادی، سماجی، عصری اور علاقائی ضروریات کے مطابق ضروری علوم حاصل کر سکتا ہے۔

عصر حاضر کے علوم:- عصر حاضر کے علوم کو چار بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- 1- مذہبی و اسلامی علوم:- مذہبی و اسلامی علوم میں سرفہرست دین اسلام کا علم (اسلامیات) ہے۔ تصوف، روح اسلام ہے۔ یہ روحانی سائنس ہے۔ اسے علم وراثت، علم باطن، علم معرفت، اسلامی تصوف، اسلامی روحانیت کے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

- 2- ذہنی و روحی علوم:- پناٹزم، ٹیلی پتھی، ڈائناتکس، سائنٹالوجی، این ایل پی تکنیک، جادو، عملیات، مابعد النفسیات اور مابعد الطبیعات وغیرہ کا ذہنی و روحی علوم میں شمار ہوتا ہے۔ عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ انسان

کی حقیقت اس کا مادی جسم یا اس کی حیوانی جبلتیں نہیں بلکہ اس کا شعور یا خودی ہے۔ علم الحیات اور علم الطبیعات کے ماہرین بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کائنات کی حقیقت مادہ نہیں بلکہ شعور (Consciousness) یا خودی ہے۔ انسان اور کائنات کے بارے میں اس غیر مادی، روحانی تصور کی بدولت (تحقیقات کی بنا پر) کئی نئے علوم جنم لے رہے ہیں اور سابقہ علوم پر بھی از سر نو تحقیقات ہو رہی ہیں۔ یہ سب ذہنی و روحی علوم ہیں۔ ہمارا مذہب روح، کائنات اور خدا تعالیٰ کی حقیقت اور ان کے باہمی تعلق کے بارے میں واضح رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ علم تصوف وحی والہام اور روحانی مشاہدات و تجربات پر مبنی روحانی سائنس کا علم ہے جسے یقین کا درجہ حاصل ہے۔ دیگر ذہنی و روحی علوم کو وحی و الہام کی تائید حاصل نہیں ہے اس لیے ان کی تحقیقات تدریجی مراحل سے گزر رہی ہیں۔ ان کی صرف انہی تحقیقات کو درست تسلیم کیا جاسکتا ہے جن کی قرآن و حدیث سے تصدیق ہو۔ ہر کس و ناکس کو ان علوم کے مطالعہ اور تحقیق میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ صرف مسلمان محققین کو چاہیے کہ ان کا مطالعہ کر کے عوام الناس کو ان علوم کی خرابیوں سے اور تصوف کے محاسن سے آگاہ کر کے انہیں راہ حق پر گامزن کریں۔

3۔ انسانی و سماجی علوم: انسانی و سماجی علوم میں انسان، اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں، اس کے زمانی، مکانی، نفسیاتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی تعلقات اور معاملات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی انفرادی و سماجی ضروریات کے مطابق اسلامی نقطہ نگاہ سے ان علوم سے استفادہ کر سکتا ہے۔

4۔ مادی علوم: مادی علوم میں مادی اشیاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ علوم قیاس (Hypothesis) اور تجربے

(Experiment) کے تابع ہیں اور مشاہدے (Observation) اور آزمائش (Testing) کے ذریعے ان کے بارے میں حکم لگایا جاسکتا ہے اور انہیں لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا جاسکتا ہے۔ دین اسلام ان علوم کی تعلیم اور ان میں تحقیق کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ اہل عقل اور اہل بصیرت کو ان علوم میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نصاب تعلیم:۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمیق تحقیقی مطالعہ کے بعد نصاب تعلیم کا جو خاکہ نظر آتا ہے وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ان میں پہلا حصہ فرض عین اور دوسرا حصہ فرض کفایہ ہے۔

”فرض عین میں جو نصاب شامل تھا یہ اس عہد میں بغیر کتاب کے اور زبانی تھا۔ اس میں کم از کم قرآن پاک کی تین سورتیں زبانی یاد کرنا۔ علم عقائد خاص کر اللہ، ملائکہ، سابقہ الہامی کتب و انبیاء، تقدیر اور یوم آخرت پر ایمان (ایمان مفصل) ارکان اسلام نماز، روزہ، صاحب مال کے لیے زکوٰۃ کے متعلق معلوم کرنا، حج کی قدرت رکھتا ہو، اس کے لیے احکام اور مسائل حج کا جاننا۔ اس کے ساتھ طہارت، حرام و حلال، صنعت و تجارت و اجرت، بیع و اجارہ، عشر، نکاح کے احکام۔ غرض شریعت نے جو کام ہر انسان کے ذمہ فرض یا واجب کیے ہیں ان احکام اور مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ذکر اذکار وغیرہ بھی سیکھنا مستحبات کے زمرے میں آتے ہیں۔

یہ وہ لازمی نصاب تھا جس کے بغیر مسلمان ہونے کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اس نصاب پر خالصتاً اللہ کی رضا کی خاطر عمل کرنا اور اس کو اپنے کردار میں لانا ایمان کا بنیادی تقاضا تھا اور اب بھی ہے جب کہ اس پر نمود و نمائش کی خاطر عمل کرنا ریاکاری، لوگوں کی خوف کی وجہ سے عمل کرنا منافقت اور اس میں تساہل برتنے والا گنہگار ہوگا۔“

”نصاب فرض کفایہ دو حصوں (عام اور اعلیٰ) پر مشتمل تھا۔ اس میں ایک عام فرد کا نصاب تھا۔ جو چالیس احادیث کے حفظ پر مبنی تھا۔ کیونکہ حضرت ابو داؤدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مقدار علم کیا ہے کہ انسان اتنا علم حاصل کر لے کہ فقیہ بن جائے (اور دنیا اور آخرت میں اس کا شمار عالموں میں ہو) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت کو فائدہ پہنچانے کے لیے چالیس حدیثیں امر دین کی یاد کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو حساب کے دن فقیہ اٹھالے گا اور میں اس دن ان کا شفیق اور گواہ بنوں گا۔

اعلیٰ نصاب فرض کفایہ (دوسرا حصہ) قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، حفظ ترجیحی جبکہ تاریخ، و انساب، فرائض و حساب، لغت، غیر زبانی، کتابت، ادب، علم افلاک وغیرہ اختیاری علوم پر مشتمل تھا۔ اس عہد میں چالیس پچاس سے زیادہ علوم حکمت تھے، جو خاندانی علوم تھے اور پڑھانے کے بجائے سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے تھے۔ ان میں آپؐ نے نجوم، رمل وغیرہ ناپسندیدہ علوم قرار دیئے تھے۔ علم طب میں احتیاط اور مہارت حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور دیگر میں بھی خیر کے پہلو کو مقدم رکھا گیا تھا۔

یہ نصاب کتابی سے زیادہ عملی تھا اور اس کا مدعا فرد کا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے ذہنی اور عملی طور پر آمادہ اور مستعد رہنا تھا۔ یہ نصاب اپنے اہداف کے حصول میں انتہائی کامیاب رہا۔“

”عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نصاب کوئی جامد، محدود اور بے لچک نصاب نہ تھا بلکہ وقت کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اس میں رد و بدل ہوتا رہا۔ اس میں علم دین کی تحصیل کے علاوہ دیگر علوم کی تحصیل کی بھی اجازت تھی۔

عربی زبان اور قرآن مجید اس نصاب کا لازمی حصہ تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں تفسیر و حدیث، علم الانساب، اسماء الرجال، فقہ، خطاطی، عربی ادب اور جغرافیہ نصاب کا حصہ بنے۔ عباسی دور میں ریاضی، تاریخ، علوم نجوم، نظم، گرامر، کیمیا، فن تعمیرات، سنگ تراشی، عسکری فنون، صنعتی فنون اور فن خطابت اس میں شامل ہو گئے۔ برصغیر پاک و ہند کے اسلامی مدارس میں تفسیر و حدیث کے علاوہ تصوف، کلام، منطق، فلسفہ، علم نجوم، ادب، اصول فقہ، ہیئت، ریاضی، اخلاقیات، طب، زراعت اور دوسرے فنی علوم اس میں شامل ہو گئے۔ اس نصاب میں فرد کے زندگی کے تین بڑے پہلو جسمانی، ذہنی اور روحانی کی نشوونما و بالیدگی کو مقدم رکھا گیا تھا۔ عرصہ دراز تک یہ نصاب مسلم دنیا میں رائج رہا لیکن مسلمانوں کے زوال، مغربی اقوام کے غلبہ اور دوسری استعماری قوتوں کے سبب یہ نظام برقرار نہ رہ سکا اور ان استعماری ملکوں نے جو نظام تعلیم رائج کیا اس میں فرد کی جسمانی اور ذہنی پہلوؤں کی تربیت اور پرداخت کو تو مقدم رکھا گیا مگر روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کیا گیا حالانکہ یہی سب سے اہم پہلو ہے۔“

اہل اسلام کی دین سے دوری، علم و عرفان سے عدم دلچسپی، بے عملی اور تہذیب مغرب میں بے جا دلچسپی اور اس کی اندھا دھند پیروی کی وجہ سے قریباً تمام اسلامی ممالک میں یہ نصاب متروک ہو گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی انگریزوں کی آمد سے یہ نصاب متروک ہو گیا۔ انگریزوں کے مسلط کردہ نصاب سے استفادہ کرنے والے مسلمان آہستہ آہستہ اسلامی زندگی سے دور ہوتے چلے گئے۔ جن خاندانوں نے تیسری اور چوتھی پشت میں جدید تعلیم حاصل کی ہے، ان میں اسلام کا صرف نام رہ گیا ہے۔ (111)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب میں فرد کی کلی (روحانی، جسمانی، نفسیاتی، عمرانی، اخلاقی اور معاشی) ضرورتوں کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ اس نصاب میں تزکیہ نفس کے لیے نفس امارہ (برائیوں پر اُکسانے والا نفس)، نفس لوامہ (غلط کام پر ملامت اور سرزنش کرنے والا نفس) اور نفس مطمئنہ (اخلاقی سیئہ سے پاک اور اخلاقی حسنہ سے متصف نفس) کے واضح تصورات کی تعلیم دی گئی ہے جس سے تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے اور انسان، انسان کامل بن جاتا ہے۔ اسی طرح فرد اور معاشرے کے صحت مند، مضبوط رشتے کے قیام کے لیے حقوق العباد کی تعلیم دی گئی ہے۔ مکارم اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ نظام اخلاق ہی ہر فرد اور سماج کی عملی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا معیار ہے۔ اسی طرح فرد کی روحانی اور اخلاقی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی مادی اور معاشی ضروریات کی تکمیل کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے۔

ہر شخص کو اپنی روزی کمانے کی ہدایت کی ہے۔ بے عملی، بے روزگاری، گداگری اور دیگر ناجائز ذرائع آمدن کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ کمانے اور خرچ کرنے کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشی خوشحالی کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ فکر معاش کے علاوہ اور کوئی نہیں۔“ (112)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب تعلیم اور نصاب تصوف کا موازنہ:۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب تعلیم اور نصاب تصوف کا موازنہ کریں تو کہیں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ نصاب تصوف عین اسلامی نصاب تعلیم ہے اور اس میں اسلام کے حقیقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ضروری تعلیم و تربیت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

پاکستان میں مروجہ اقسامِ نصاب۔ اس وقت ہمارے ملک میں تین قسم کا نصاب مروج ہے جو ایک دوسرے سے کافی جدا اور مختلف بلکہ ایک دوسرے کے متضاد ہے جس کی وجہ سے تمام قوم ذہنی، فکری اور عملی انتشار کا شکار ہے اور تین قسم کی سوچ، فکر اور رویے جنم لے چکے ہیں۔

سکول و کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم میں سائنسی و مادی اور دنیوی علوم کو اہمیت دی جاتی ہے۔ دینی تعلیم برائے نام دی جاتی ہے۔ بی اے تک مطالعہ پاکستان اور اسلامیات بطور لازمی مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلامیات کا بطور اختیاری مضمون کے بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے مگر یہ تعلیم، فارغ التحصیل طلبہ کو اس قابل نہیں بناتی کہ وہ اسلامی اصولوں کے تحت کاروبار کر سکیں، باہمی میل جول اور لین دین کے معاملات سرانجام دے سکیں۔ یہاں تک کہ نصاب میں شامل ان کتب میں کہیں احکامِ غسل اور طہارت کے مسائل کا بھی ذکر نہیں ہے۔

مدرسہ میں قرآن و حدیث اور فقہ کی اچھے پیمانے پر تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسے کا فارغ التحصیل طالب علم اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں خاطر خواہ مہارت رکھتا ہے۔ اس کا تعلیمی معیار ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور ایم اے فارسی کے طلباء سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ تاہم، مدرسہ میں انگریزی، کمپیوٹر سائنس اور دیگر سائنسی و سماجی علوم کی تعلیم نہیں دی جاتی جس وجہ سے مدرسہ سے فارغ التحصیل سٹوڈنٹ امامت و خطابت کے علاوہ کسی بھی شعبہ زندگی میں معقول روزگار اور مقام حاصل کرنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ مدرسہ میں دینی تعلیم کے ساتھ تربیت اور کردار سازی کا اہتمام نہیں۔ صحیح بنیادوں پر قائم کسی خانقاہ میں ضروریات کی حد تک دینی تعلیم دی جاتی ہے اور اخلاقی تربیت اور کردار سازی کی کوشش کی جاتی ہے۔ بعض خانقاہیں ایسی ہیں جن کے ساتھ مساجد اور مدارس بھی قائم ہیں اور وہاں اعلیٰ پیمانے پر دینی تعلیم کا اہتمام بھی نظر آتا ہے۔ مشائخ میں سے بعض حضرات نے سائنسی، مادی اور دنیوی علوم کی سماجی و قومی اہمیت کے پیش نظر ان کی تعلیم کے لیے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ادارے بھی قائم کئے ہیں مثلاً منہاج القرآن یونیورسٹی اور محی الدین یونیورسٹی میں ان علوم کی تدریس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تاہم، مجموعی طور پر خانقاہی نظامِ تعلیم، مدرسے کا نظامِ تعلیم اور سکول و کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر رائج جدید نظامِ تعلیم صحیح تعلیمی تقاضے پورے نہیں کر رہے ہیں جس وجہ سے من حیث القوم ہم تنزلی کا شکار ہیں۔ انہی ملتی مسائل اور کمزوریوں کے پیش نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

تمدن، تصوف، شریعت، کلام	بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی	یہ اُمت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب	مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا	لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد محبت میں کیلتا، حمیت میں فرد  
عجم کے خیالات میں کھو گیا یہ سالک مقامات میں کھو گیا  
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راگھ کا ڈھیر ہے (113)  
یہ بات بالکل واضح ہے کہ دین اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں اور معاملات کے بارے میں مکمل رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اسکے اصول اہل اور ابدی ہیں۔ یہ اصول خالق کائنات نے تعلیم فرمائے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط..... الفرقان [25:6]

کہو اس کتاب کو اس ذات پاک نے نازل کیا ہے جو زمین اور آسمان کے بھید جانتا ہے۔

یورپ مادی علوم میں ترقی کی بدولت انسان اور کائنات کے روحانی تصور سے آشنا ہوا ہے۔ وہاں ابھی روحانیت کی ابتدا ہے۔ تمام علوم میں ترقی کی انتہا سے، بالآخر قرآن حکیم میں بیان کردہ اصول ہی درست ثابت ہوں گے۔ جب ہمارے پاس کتاب مبین ہے تو ہمیں اپنے ضابطہ حیات کے لیے دیگر علوم اور اہل علوم کی اسلامی ضابطوں سے ہٹ کر پیروی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

**نظریہ حیات، نظریہ کائنات اور نظریہ تعلیم کا باہمی تعلق:** خدا، انسان اور کائنات کا خالق ہے۔ انسان کائناتِ اصغر ہے۔ باقی سب موجودات، کائناتِ اکبر ہیں۔ اگر ہم کائناتِ اصغر (انسان) کو پوری طرح سمجھ لیں تو گویا ہم نے کائناتِ اکبر کو پوری طرح سمجھ لیا۔ اگر ہم کائناتِ اکبر کو پوری طرح سمجھ لیں تو پھر انسان کی حقیقت بھی پوری طرح سمجھ میں آجائے گی۔ ان میں سے جب ایک کے بارے میں ہماری واقفیت بڑھے گی تو دوسرے کے متعلق بھی اسی نسبت سے بڑھے گی۔ خدا، کائناتِ اصغر (انسان) اور کائناتِ اکبر کے باہمی تعلق کا مطالعہ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی نظریہ کائنات کے تحت ہونا چاہیے۔ تمام انبیائے کرام اسی نظریہ حیات اور نظریہ کائنات کی تعلیم دینے کے لیے تشریف لائے۔ تمام آسمانی کتب میں اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی نظریہ کائنات کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر مقصدِ حیات کی تکمیل

کے لیے تمام علوم کو اسی نقطہ نگاہ سے دیکھنا، پڑھنا اور پڑھانا چاہیے۔ مذہب ہماری زندگی ہے نہ کہ زندگی کا ایک حصہ۔



اسلامیات کی الگ مضمون کی حیثیت سے تعلیم دینے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ دیگر مضامین کی طرح اسلامیات بھی ایک مضمون ہے۔ اس کا تعلق صرف گناہ و ثواب اور جنت و جہنم کے معاملات سے ہے۔ اس کا ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہر ایک مضمون کی اسلامی نقطہ نگاہ سے تعلیم دی جائے گی تو ہماری نوجوان نسل اسلامی نقطہ نگاہ سے کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ ان کی تحقیق و تنقید اور فہم و ادراک کی صلاحیتیں نمو پائیں گی۔ وہ خود اچھے تصورات و نظریات اور افکار و خیالات کو برے تصورات و نظریات اور افکار و خیالات سے تمیز کر سکیں گے۔ دروغ سے موازنہ پر صداقت کا علم واضح اور صاف طور پر سامنے آجائے گا۔ اسلامیات ایک عقلی علم ہے، محض نقلی (نقل و روایات پر مبنی) علم نہیں ہے۔ موجودہ انسانی و نفسیاتی اور مادی و حیاتیاتی علوم پر نظر ثانی کر کے انہیں قرآن حکیم کی روشنی میں نئے سرے سے مدون کیا جانا چاہیے تاکہ ہمارے اساتذہ و طلبہ عصر حاضر کی تحقیقات، افکار اور نظریات کو اسلامی نقطہ نگاہ سے قبول یا مسترد کر سکیں اور لادینیت و گمراہی کا شکار نہ ہوں۔ ہمارے پرنٹ میڈیا (اخبارات، رسائل، جرائد) اور الیکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، وغیرہ) پر بھی اسی نقطہ نظر سے تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ہماری نوجوان نسل غیر اسلامی افکار اور ثقافت سے متاثر نہ ہو۔ یہ عصر حاضر کی ضرورت اور یہ ارباب حل و عقد کا اولین فریضہ ہے۔ مشائخ عظام اور علمائے کرام پر عائد ہونے والی یہ نہایت اہم ذمہ داری ہے۔

صحیح نصب العین حیات (مقصد حیات) کا تعین انسان کی فطرت کی اشد ضرورت ہے۔ انسان نصب العین حیات کے حصول کے لیے تعلیم حاصل کرتا ہے۔ یہ نصب العین اس کی تمام تر محبت، توجہ اور جدوجہد کا مرکز بن جاتا ہے۔ نصب العین حیات (مقصد حیات) سے نظریہ حیات اور نظریہ حیات سے مقصد حیات وجود پاتا ہے۔ انسان اسی نظریہ حیات کے مطابق نظریہ تعلیم وضع کرتا ہے۔ تعلیم اپنے اچھے یا برے نظریہ زندگی کا انسان کو معتقد بنادیتی ہے اور اعتقاد کو اس قدر پختہ کر دیتی ہے کہ وہ ایک مجنونانہ محبت یا عشق تک پہنچ جاتا ہے اور انسان کی ساری شخصیت کو جذب کر لیتا ہے۔ انسان اس نظریہ زندگی کی خاطر ہر قسم کی قربانیوں اور مشقتوں کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

ہر نصب العین (مقصد حیات) سے ایک مخصوص نظام تعلیم نکلتا ہے۔ تعلیم کا مقصد اس نصب العین محبت کو کمال پر پہنچانا ہے۔ اس لیے ہر نظام تعلیم اپنے مخصوص نصب العین کی تکمیل کے لیے مناسب ماحول مہیا کرتا ہے اور ایسے عوامل سے تحفظ فراہم کرتا ہے جو نصب العین کے حصول میں رکاوٹ ہوں۔

اہل مغرب کے نزدیک صرف روپیہ پیسہ کماتا ہی اصل نصب العین حیات (مقصد حیات) ہے۔ انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے نظام تعلیم وضع کیا۔ انہوں نے مذہب اور تعلیم کو الگ کر دیا۔ انسان کے اخلاقی، روحانی اور ایمانی تقاضوں کو نظر انداز کر دیا۔ اس ضمن میں پروفیسر ہیرلڈ ایچ ٹیٹس لکھتے ہیں:

”(مغرب میں) تعلیم نے اپنے آپ کو ماضی کے روحانی ورثے سے الگ کر لیا ہے مگر اس کا کوئی مناسب متبادل دینے میں ناکام رہی ہے۔ نتیجتاً پڑھے لکھے افراد بھی ایقان و ایمان سے، زندگی کی اقدار کے صحیح احساس سے اور دنیا کے بارے میں کسی ناقابل شکست ہمہ گیر نقطہ نظر سے عاری ہیں۔“ (114)

اپنے اس نظام تعلیم کی بدولت مغرب نے مادی خوشحالی تو حاصل کر لی مگر اخلاقی انحطاط، جنسی بے راہ روی، لادینیت اور مادیت کا شکار ہو گیا جس کے نتیجے میں قلبی و ذہنی اطمینان بھی جاتا رہا۔ اہل مغرب اپنی اس کج روی کی وجہ سے اخلاقی و سماجی اور روحانی لحاظ سے بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ ان میں روز بروز خودکشی کی اور جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے۔ افسوس کہ اہل اسلام کی اکثریت بھی اندھا دھند مغربی نظام تعلیم کی پیروی کر رہی ہے۔ تمام تگ و دو مادی خوشحالی کے لیے ہو رہی ہے۔ مذہب ہر شخص کا پرائیویٹ معاملہ بن کر رہ گیا ہے۔ مذہب اور تعلیم کا رسمی سا تعلق باقی ہے۔ عملی طور پر مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مذہب سے رہنمائی حاصل نہیں کی جا رہی۔ ہمارا اصل مرض نصب العین کی محبت کا زوال ہے۔ ہماری اخلاقی کوتاہیاں اس کا ثبوت ہیں۔ غلط اور غیر اسلامی نظام تعلیم اس کا سبب ہے۔ لہذا اس کا علاج صحیح اسلامی نظام تعلیم ہے۔

حاصلات	اسلامی نظام تعلیم/طرز زندگی	مغربی نظام تعلیم/طرز زندگی
دنوی خوشحالی	✓	✓
دینی، دنیوی، آخروی فلاح	✓	×
مادی فلاح	✓	✓
روحانی فلاح	✓	×

تذکیہ نفس	✓	×
تصفیہ باطن	✓	×
تصفیہ قلب	✓	×

اہل مغرب لادینیت کی وجہ سے صحیح نصب العین حیات (مقصد حیات) متعین کرنے میں ناکام رہے جس وجہ سے انسان معاشی و معاشرتی حیوان بن کر سامنے آیا۔ اس طرح ان کے نزدیک انسان، انسانیت کے دائرے سے نکل کر حیوانیت کے زمرے میں پہنچ گیا۔ انہوں نے یہ نظریہ دل و جان سے قبول کر لیا کہ انسان معاشرتی حیوان ہے اور وہ جائز و ناجائز طریقوں سے اپنے حیوانی، جسمی تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہے۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء ان کی اس کج فہمی کا ایک ثبوت ہے۔ اس نظریہ کی بدولت اہل مغرب عظمت انسانی کے اعلیٰ تصور سے محروم ہو گئے اور خود کو حیوان سمجھ بیٹھے۔ تصور حیات تبدیل ہونے سے ان کا نظریہ حیات، نظریہ کائنات اور نظریہ تعلیم تبدیل ہو گئے۔ اس سے ان کا تمام دائرہ حیات حیوانیت کی تسکین کے جذباتوں کے گرد گھومنے لگا۔

اسلام عظمت انسانی کا قائل ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے علم (Knowledge) وہ ہے جو کردار میں نظر آئے۔ ایسا علم جس سے تذکیہ نفس اور تصفیہ قلب نہ ہو وہ علم نہیں بلکہ معلومات (Information) ہیں۔ ایسے افراد جو علم تو رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے قرآن پاک میں ان کو گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر علم کا بوجھ لا دیا گیا ہو۔ ایسے دنیا دار عالم چوپایوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں جو احکامات الہی کو یاد کرتے ہیں، ان کے معانی و مطالب کو سمجھتے ہیں مگر ان کا عمل اور کردار اس کے متضاد ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ حَبَلُوا الشُّرُكَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْضُوا بِهَا كَمَثَلِ الْجِبَارِ يَظُنُّ اَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٦﴾ [المجموعہ 62:5]

اُن لوگوں کا حال جن پر تورات (کے احکام و تعلیمات) کا بوجھ ڈالا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (یعنی اس میں اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر موجود تھا مگر وہ ان پر ایمان نہ لائے) گدھے کی مثل ہے جو پیٹھ پر بڑی بڑی کتابیں لادے ہوئے ہو، اُن لوگوں کی مثال کیا ہی بُری ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا ○

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۚ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ۚ وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾ [الاعراف 7:179]

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے (افراد) کو پیدا فرمایا وہ دل (و دماغ) رکھتے ہیں (مگر وہ ان سے) (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر وہ ان سے) (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر وہ ان سے) (حق کو) سن نہیں سکتے، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ گمراہ، وہی لوگ ہی غافل ہیں ○

علم اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”فہم سے علم ہے اور علم سے عمل وجود میں آتا ہے۔ اس طرح علم و عمل باری باری سے آتے ہیں۔“ (115)

علم، عمل کی اساس (بنیاد) اور روح ہے۔ یہ عمل کا پیش رو اور عمل کی درستگی کا ضامن ہے۔ جس طرح علم، بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں دیتا۔ علم اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ سالک، ایمان، معرفت الہی اور حصول رضا کے کسی مقام و منزل میں علم و عمل سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

”سب سے بڑا جاہل وہ ہے جس نے اپنے علم پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔ اور بہترین انسان وہ ہے جو خدا کے سامنے خشوع و خضوع اختیار کرے۔“

ایسا علم جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اور اس سے استفادہ نہ کیا جاسکے یا وہ کتاب و سنت کے سمجھنے میں مددگار ثابت نہ ہو یا ان کی طرف منسوب نہ ہو تو خواہ وہ علم کیسا ہی کیوں نہ ہو، رذیلیت اور برائی کا مجموعہ ہے، باعث فضیلت نہیں بلکہ اس سے انسان دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔ (116)

علم و عمل اور اخلاص کے باہمی تعلق کے بارے میں حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”علم و عمل کا چولی دامن کا تعلق ہے اور عمل اخلاص کے ساتھ وابستہ ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم اور عمل کے ذریعے اللہ کی رضا مندی کا خواہاں ہو۔“ (117)

تصوف اسلام کے تمام ظاہری و باطنی پہلوؤں کی عملی تطبیق کا نام ہے۔ جب سالک تصوف کے نصاب کے مطابق ضروری علم حاصل کر کے صدق، اخلاص اور محبت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے سچے دل سے متوجہ الی اللہ ہوتا ہے۔ علم کے مطابق اپنا عمل درست کرتا ہے۔ عبادات سرانجام دیتا ہے۔ معاملات احسن طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔ اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا پاتا ہے اور اخلاق حسنہ سے متصف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید علم عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

...وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيَعْلَمَ اللَّهُ... البقرة [2:282] اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔

اس ضمن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی ہمیشہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب میں مشغول رہتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے مالک حقیقی کے سامنے سر نیاز خم رکھتا ہے۔ اسے غلبہ نفس محسوس ہو تو وہ اپنے مالک

حقیقی سے مدد کی درخواست کرتا ہے اور اس کی پناہ تلاش کرتا ہے۔ وہ ہمہ وقت اپنے مطلوب و مقصود حقیقی سے قلبی تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کی روح بلند مقامات قرب الہی تک پہنچنے کی تگ و دو کرتی ہے مگر اس کا نفس اپنی فطرت کے مطابق عالم سفلی میں نہ نشین ہونا چاہتا ہے۔ اور پیچھے کی طرف لوٹتا ہے اس لیے صوفی کو (روح و نفس کی اس کشمکش میں) مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مالک حقیقی کی پناہ ڈھونڈتا ہے اور اپنے نفس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ (118)

اہل حق کو علم تصوف (علم معرفت، علم حقیقت، علم روحانیت، روحانی سائنس) پر صدق و اخلاص اور محبت کی بدولت عمل کی وجہ سے ہی فضیلت حاصل ہے۔ حضرت شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جو عالم ہو وہ معلوم یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے۔ اب اس سے کون افضل ہو سکتا ہے؟ اور اس کی کیا قیمت لگائی جاسکتی ہے؟ اس لیے ہر علم کی قیمت اس کا معلوم ہے اور ہر عالم کا درجہ اس کا علم ہے..... حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو فرمایا:

”میں سمجھتا ہوں کہ اس مرد خدا کے انتقال سے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے ختم ہو گئے۔“ ان سے پوچھا گیا: ”آپ ایسی بات کر رہے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ابھی کثرت سے زندہ ہیں۔“ فرمایا: ”میری مراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، میری مراد علم باللہ سے ہے۔“ (119)

سید شاہ گل حسن قلندری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جمع علوم میں سے جس علم کا معلوم باقی علوم کی معلومات پر فضیلت رکھتا ہو۔ اسی قدر وہ علم اور اس کا عالم باقی اور علوم اور ان کے علماء پر افضل ہوگا..... سب سے افضل و برتر ذات باری تعالیٰ عز اسمہ ہے تو جس علم سے اس ذات کا عرفان ہو وہ علم اور اس کا عالم باقی سب علوم و علماء سے افضل ہوگا اور وہ علم، علم معرفت ذات الہی ہے جس کو تصوف و فقیر کہتے ہیں اور اس کے عالم کو عارف و فقیر و صوفی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم معرفت و عارف کی فضیلت بیان فرمائی ہے.....“ (120)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم و عمل کو یکساں اہمیت دیا کرتے تھے۔ وہ دس آیتیں پڑھ کر دوسری دس آیتیں اس وقت نہیں پڑھتے تھے جب تک پہلی دس آیات کا علم حاصل نہیں کر لیتے اور اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دس (10) سال کی مدت میں سورہ بقرہ کو تفسیر و تاویل اور تفقہ کے ساتھ ختم کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی ضیافت کی۔ اس طرح ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چار (4) سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق آٹھ (8) سال میں سورہ بقرہ پڑھی۔ (121)

قرآن وحدیث میں علم اور عمل دونوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ علم اور عمل اپنی نوعیت، ضرورت اور موقع محل کے مطابق ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کا باہم جسم و جان کا سارشتہ ہے۔ کبھی علم سے عمل فضیلت پاتا ہے تو کبھی عمل سے علم کی فضیلت کو تائید حاصل ہوتی ہے۔ فضیلت علم کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ ۖ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۳۵﴾ فاطر [35:28]

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی

ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں، یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے ۵  
 أَهْنُ هُوَ قَانَتْ أَنَاءُ الْبَلِّ سَاجِدًا وَ قَائِمًا يَحْدُرُ الْاِحْدَرَةَ وَيَرْجُو رَاحَةَ رَبِّهِ ۖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي  
 الَّذِينَ يَعْبُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْبُونَ ۖ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ الزمر [39: 9]  
 بھلا (یہ مشرک بہتر ہے یا) وہ (مومن) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت  
 سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے  
 (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں ۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا  
 فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
 خَبِيرٌ ﴿١١﴾ المجادلہ [58: 11]

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ (اپنی) مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تمہیں کشادگی عطا  
 فرمائے گا اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو تم کھڑے ہو جایا کرو، اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے  
 ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا، اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے ۵  
 فضیلتِ علم کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد  
 فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو انسان حصولِ علم کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستہ کو آسان  
 فرما دیتا ہے۔ ملائکہ اس کے عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا لیتے ہیں۔ زمین و آسمان کی مخلوق عالم کے لیے استغفار کرتی  
 ہے۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں۔ عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح چاند کو ستاروں پر۔ بے شک علماء ہی انبیاء کے  
 وارث ہیں۔ انبیاء درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا۔ اس نے وافر  
 حصہ پایا۔ (122)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
 ”اے ابو ذر! تیرا ایک آیت کو سیکھنا سو رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور تیرا علم کے ایک باب کو سیکھنا ہزار رکعتیں  
 پڑھنے سے بہتر ہے۔ خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو۔“ (123)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:  
 يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ  
 ”قیامت کے دن تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے: پہلے انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔“ (124)  
 مختلف روایات سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بَعْدَ خَيْرٍ أَيْفَقَهُ فِي الدِّينِ، وَالْهَمَّ رُشْدَهُ  
 ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور رشد و ہدایت کا الہام



کرتا ہے۔“ (125)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:  
”عالم بن جاؤ یا متعلم۔ یا علم کا سامع یا اس سے محبت رکھنے والا۔ ان چار کے علاوہ پانچواں شخص نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔“

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے ہمارے لیے پانچویں شخص کی وضاحت کی ہے جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ”علم اور صاحب علم کے ساتھ بغض رکھے۔“ (126)

شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المملکی، قوت القلوب (جلد اول) کے صفحہ نمبر 524 پر فرماتے ہیں کہ جہاں علم کی عمل پر فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے وہاں اس سے مراد وہ اساسی اور بنیادی علم (خصوصاً علم باللہ تعالیٰ/علم باطن/علم تصوف) ہے جو کہ عمل سے بہتر ہیں۔ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”.....علم باللہ دراصل ایمان کا ایک وصف ہے اور یہ یقین کا ایک مفہوم ہے کہ اس سے زیادہ قیمتی چیز آسمان سے نازل نہیں ہوئی۔ اس کے برابر کچھ چیز نہیں اور اس کے بغیر نہ کوئی عمل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی صحیح ہوتا ہے اور یہ تمام اعمال کا معیار ہے۔ اسی مقدار پر تمام اعمال قبولیت میں ایک دوسرے سے زیادہ کم درجہ حاصل کرتے ہیں اور اس کی مقدار پر ترازو میں انہیں دوسروں سے بڑھ کر وزن ملتا ہے اور اسکی وجہ سے عالمین کو علین میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑھ کر درجات حاصل ہوں گے۔“

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معلومات کا علم غیر حقیقی علم قرار دے دیا اور علم باللہ تعالیٰ کو دس میں سے نوحہ فرمایا، علم ظاہر، اعمال پر کوئی زیادہ نہیں بڑھتا، اس لیے کہ یہ اعمال ظاہر میں سے ہے کیونکہ یہ صفت لسانی ہے اور یہ عام مسلمانوں کے لیے ہے۔ چنانچہ اس کا اعلیٰ مقام اخلاص ہے۔ اگر اخلاص نہ رہے تو یہ (علم نہیں بلکہ) دنیا ہے جیسے کہ تمام دوسری شہوات (وخواہشات امور دنیا میں سے ہیں)۔

اور علم باطن کے باعث اخلاص تو عالم باللہ کا پہلا حال و مقام ہے اور عارفین کے مقامات اور صدیقین کے درجات کی بلندیوں کی کوئی انتہا نہیں۔“ (127)

علم و عمل اور اخلاص کو مقاصد اور درجات کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تفاوت کا یوں ذکر فرمایا ہے:

.....وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۖ..... المجادلۃ [58:11] جن لوگوں کو علم دیا گیا ان کے کئی درجے ہیں۔

وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّنْهُمْ عَمَلٌ ۖ..... الانعام [6:132] الاحقاف [46:19]

ہر ایک کے ان کے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں۔

أُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ..... الاسراء [17:21]

دیکھو تو ہم نے انہیں ایک دوسرے پر کیسے فضیلت دے رکھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”سب لوگ ایک جیسے ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں اگر ہے تو علم اور تقویٰ کی وجہ سے۔“ (128)

ہر دور میں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت، علمائے حق) صوفیہ عظام نے علم و عمل کو بھرپور اہمیت دی۔ کوئی دور تھا کہ قریباً ہر محدث، فقیہ، عالم، مسلم سائنسدان، انجینئر صوفی باعمل ہوتا تھا۔ عشق الہی، عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوفیانہ صدق و صفا اور اخلاص فی العمل کی وجہ سے سب نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ تاریخ عالم اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے ابتدائی دور سے لے کر 900 ہجری تک ہر شعبہ زندگی میں شاندار خدمات اور کارنامے سرانجام دیئے۔ تاریخ عالم کے ایک سو سے زائد چوٹی کے سائنسدانوں کا تعلق مسلمانوں سے تھا جبکہ دیگر اقوام میں معمولی سائنسدان نہ ہونے کے برابر تھے۔ حسن عبدالکیم (چارلس لی گائی ایٹن) اسلام کے عروج و زوال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات (جو عیسوی تقویم کے مطابق 632 میں ہوئی) کے بعد تقریباً ایک صدی کے اندر اندر مسلمانوں کی سلطنت چین کی سرحدوں سے لے کر بحر اوقیانوس تک، فرانس کی سرحدوں سے لے کر ہندوستان کی بیرونی حدود تک اور بحر کیسپین سے لے کر صحرائے تک پھیل گئی تھی۔ یہ حیرت انگیز توسیع ان لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی جنہیں جزیرہ نمائے عرب سے باہر کی عظیم دنیا میں جاہل خانہ بدوش کہہ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ انہی بادیہ نشینوں نے تقریباً بیستائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ تسخیر کیا اور شرقِ قریب، شمالی افریقہ اور اسپین میں عیسائیت کے مراکز کو سرنگوں کر لیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بازنطین کی رومی سلطنت کو اپنے تحفظ اور بقا کی جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے مملکت ایران کو اسلام کے ایک مضبوط قلعے میں تبدیل کر دیا۔ انسانی تاریخ میں اس طرح کی فتح و نصرت کی دوسری مثال موجود نہیں۔ سکندر اعظم نے اپنی عظیم فتوحات سے قدیم دنیا کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں مگر اپنے پیچھے اس کے سوائے چند داستانوں اور کتبوں کے کچھ نہ چھوڑا تھا جب کہ عربوں کا امتیاز یہ تھا کہ وہ جہاں سے گزرے وہاں انہوں نے ایک تہذیب، ایک تمدن بلکہ ایک پورا نظام زندگی تشکیل دے ڈالا جو آج بھی وقت کے تھپڑے کھا کر زندہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے حتیٰ طور پر یورپ کی تاریخ کا ڈول ڈالا اور مشرق کے زرخیز میدانوں تک بہت عرصے ان کی رسائی نہ ہونے دی، چنانچہ ردِ عمل کے طور پر صدیوں بعد اہل مغرب نے یورپی طاقت کی نشوونما کے لیے مغربی اور جنوبی علاقوں میں مہم جوئی کا آغاز کیا۔ 720ء تک مسلمانوں نے یورپ میں کوہ پیرینیز کی عظیم بلندیاں عبور کر لی تھیں اور مغربی یورپ ان کے قدموں تلے پڑا تھا۔ جس سرعت اور تیزی سے ساتویں اور آٹھویں صدی کی دنیا میں اہل اسلام نے خروج کیا وہ اپنی جگہ ایک انتہائی حیرت انگیز بات تھی مگر اس سے کہیں زیادہ حیران کن یہ امر تھا کہ اس تمام حرب و ضرب کے باوجود ہمیں کہیں خون کے دریائے بہتے نظر آئے نہ کھیت و کھلیان لاشوں سے اُلٹے دکھائی دیئے۔ اگر عرب سپاہ اگلے شہنشاہوں کے لشکروں سے مختلف نہ ہوتی تو یقیناً یہ مظاہر دیکھنے میں آتے۔ مگر یہ تو ایسے لوگ تھے جن میں خوفِ خدا، حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اس انداز کی سلامت روی کا ہمارے اپنے زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسے لشکری تھے جو ہر وقت خشیتِ الہی سے سہمے رہتے۔ وہ پیڑوں، درختوں، وادی و کوہسار، حتیٰ کہ اجنبی دیسوں میں اُس مالک الملک کو اپنا نگران پاتے اور سمجھتے کہ اس سے وہ کہیں چھپ نہیں سکتے۔ اُن کے فاتحانہ قدم وسیع و عریض دنیا کو روندتے پھرتے تھے مگر اُن میں غرور اور تند خوئی نام کو نہ تھی۔ وہ اپنے رب کے حکم کے مطابق سلامت روی اور نرمی سے زمین پر خراماں تھے۔ دنیا میں کبھی کسی نے اس نوع کی فتوحات کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

فرانس کی سرزمین پر ناکام یلغار کے صدیوں بعد تک مغربی یورپ کے سر سے اسلامی تسلط کا خطرہ ٹلا نہیں۔ اسلام پوری دنیا پر ایک غالب تہذیب کی حیثیت سے ابھرا تھا جبکہ عیسائیت یورپی و ایشیائی علاقے کے حصار میں مجبوس تھی اور اس نے خود کو کبھی محفوظ نہیں سمجھا۔ اسے تحفظ جب ہی میسر آیا جب مسلمان خود ہی اپنے سب سے بڑے دشمن بن کر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے۔

حملہ آور ارض فلسطین پر اُمید کر آئے مگر کچھ ہی عرصے میں مار بھگائے گئے۔ پھر تیرھویں صدی میں منگول غول بیابانی کی طرح دنیا کے عرب کو تاخت و تاراج کرنے میں مصروف ہوئے لیکن کچھ ہی عرصے میں وہ مشرق بہ اسلام ہو کر اس دین کے پاسبان بن گئے جسے وہ روندنے آئے تھے، عین اسی طرح جیسے ترک اسلام کے محافظ بن گئے تھے۔ 1453ء میں قسطنطنیہ کی تسخیر ہوئی اور پھر بہت جلد ترکوں نے حصار یورپ کو زبردست چیلنج سمجھ کر قبول کر لیا۔ بلغراد 1521ء میں مفتوح ہوا اور دوسرے ہی سال جزیرہ رھوڈز ترکوں کے زیر نگین آ گیا۔ 1530ء میں ترک سلطان سلیمان عالیشان نے ہنگری پر خروج کیا اور موہاج (Mohacs) کے مقام پر ہنگری کی فوج کو زبردست شکست دی۔ 1530ء میں فرانس کے بادشاہ فرانسس اول نے ہپسبرگ (Hapsburg) خاندان کے بادشاہوں کے خلاف سلیمان عالی شان سے امداد طلب کی اور اٹلی پر خروج کے ترک منصوبے کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے چند ہی سال بعد پروسٹنٹ عقائد رکھنے والے یورپ کے بادشاہوں نے پاپائے اعظم اور شہنشاہ روم کے خلاف مسلمانوں سے ساز باز کی اور سلطان سلیمان نے جرمنی میں داخل ہونے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ترکوں کی جانب سے یورپ کے لیے یہ دھمکی کسی طرح کارگر نہ ہو سکی، کیونکہ اس وقت تک یورپ نے اسلامی دنیا کو اپنی طاقت کے حصار میں لے لیا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ جہاز سازی اور آتشیں اسلحہ میں اس کی شاندار ترقی تھی لیکن اس کے اس چیلنج میں بھی نوطویل صدیوں کا وہ ہراس و خوف شامل تھا جو اسلام سے لاحق رہا۔ یہ ڈر اور یہ خطرہ یورپ کے شعور پر ایک چھاپ بن کر ثبت ہو گیا تھا۔

1683ء میں عثمانی ترکوں نے آخری بار ویانا کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت تک اُن کی قوت میں اضمحلال واقع ہو چکا تھا جس کا عکس معاہدہ کارلو (Carlowitz) میں، جس پر 1699ء میں دستخط ہوئے، دیکھا جاسکتا تھا اور چند برسوں سے عالم اسلام (اگر اب کہنا درست ہو) ہمیشہ اپنی مدافعت اور تحفظ پر کمر بستہ رہا اور اب اس کا دفاعی حصار بھی ٹوٹ رہا تھا۔“ (129)

مذکورہ بالا حقائق اور تمام تاریخ اسلام کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ایمان و ایقان، علم و عرفان میں بھرپور دلچسپی، جہد مسلسل و عمل پیہم اور باہمی اتحاد و یگانگت کی بدولت ہر شعبہ زندگی میں بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور شاندار کامیابیاں حاصل کی۔ دین اسلام سے دوری، علم و عرفان سے عدم دلچسپی، بے عملی اور باہمی نفاق و عدم اتفاق کی وجہ سے وہ انحطاط کا شکار ہو گئے۔ گزشتہ چار پانچ صدیوں میں عبدالقدیر خان کے نام کے سوا کوئی اہم مسلمان سائنسدان مسلم دنیا میں نظر نہیں آتا جس کے تجربات سے عالم اسلام مستفید ہوا ہو۔ اس زوال سے چھٹکارا پانے کے لیے ہمیں اپنے پیارے دین اسلام کے حقیقی تقاضے سمجھ کر ان کے مطابق اپنی کردار سازی کرنا ہوگی تاکہ ہم اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو پاسکیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (130)  
تبدیلی و اصلاح کا عمل انفرادی سطح سے شروع ہوگا۔ افراد کی اصلاح سے معاشرہ کی اصلاح ہوگی۔ اس طرح ہم من

حيث القوم عظمت رفتہ کو پھر سے حاصل کر لیں گے۔ اس ضمن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ صوفی کو تمام کاموں کے دوران اپنے احوالِ قلبی پر نگاہ رکھنی چاہیے اور توازن و اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں مطالعہ کتب کے لیے اگر پہلے سے استخارہ کر لیا جائے تو اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ ازراہ عنایت اس پر فہم و تفہیم کا دروازہ کھول دے گا، اسکے باطنی حواس (روحانی سمع و بصر اور تعقل و فہم) کام کرنے لگیں گے۔ اس طرح باطنی اسرار منکشف ہوں گے۔ علم کے ساتھ حکمت بھی عطا ہوگی۔ اسی فہم و فراست کی فضیلت کی طرف قرآن حکیم کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

فَفَهَّمَهَا سَلِيمًا ۚ وَكَلَّا اتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ الْاَنْبِيَاءُ [21:79]

ہم نے اس کے بارے میں (حضرت) سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم دیا۔ حکمت علم ہی کا اعلیٰ روحانی تصور ہے۔ انسان کی فضیلت علم سے ہے اور علم کی فضیلت حکمت سے وابستہ ہے۔ حکمت کے لغوی معنی راز اور بھید کے ہیں۔ اس سے مراد وہ نور بصیرت اور دانائی ہے جس سے رازِ انسانی اور سرسبز سبجانی عیاں ہوتا ہے۔ تفسیر حسینی، جواہر التفسیر، تفسیر بحر الحقائق اور فصوص الحکم میں بیان ہوا ہے کہ حکمت سے مراد ذات و صفات باری تعالیٰ کا علم اور معرفت الہی ہے۔ دین اسلام میں حکمت کو خیر کثیر قرار دیا گیا ہے اور علم و حکمت کے تعلیم و تعلم کے لیے تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کو لازم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی علم و حکمت کی لامتناہی قوت اور خیر کثیر سے بھرپور مادی و نفسی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر علم الکتاب کے بعد حکمت اور کئی مقامات پر تزکیہ اور تعلیم و تربیت کے بعد اور تنہا اس کا نام لیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے:

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾ النساء [4:54]

تو بے شبہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو کتاب اور حکمت دی اور بڑی سلطنت بخشی۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی نسبت فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ..... اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی۔ لقمان [31:12]

اس کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں سورہ بقرہ آیت 251، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورہ الزخرف آیت 63 اور المائدہ آیت 110، جب کہ جملہ انبیاء کرامؑ کے بارے میں سورہ آل عمران میں فرمایا گیا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ آل عمران [3:81]

اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جو میں تم کو کوئی کتاب اور کوئی حکمت دوں۔ سورہ البقرہ میں اسے خیر کثیر کہا گیا ہے۔

..... وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط..... البقرہ [2:269]

جس کو حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

قرآن کے بعد احادیث مبارکہ میں بھی ”حکمت“ کا متعدد جگہ پر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ”کیا ہی خوش عطیہ ہے اور کیا ہی خوب سوغات حکمت کا بول ہے جسے تم نے سنا اور یاد کر لیا پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دیا۔ ایسا ایک عمل سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔ (131)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”حکمت، عزت دار آدمی کو زیادہ عزت بخشی ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتی ہے۔ (132)

ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا۔ لوگو! نااہلوں کو حکمت نہ دو کہ یہ حکمت پر ظلم ہے اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ یہ ان پر ظلم ہے۔ (133)

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ ”حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں بھی ملے وہ اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ (134)

سورہ جمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَنَفَىٰ ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٦٢﴾ [الجمعة: 62]

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۝

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء و رسل سورہ جمعہ میں بیان کئے گئے چاروں بنیادی کاموں، تلاوتِ کتاب، تزکیہ نفس و تصفیہ قلب، کتاب کی تعلیم اور دانائی و حکمت کی تعلیم دینے کے لیے ہی تشریف لائے۔ تلاوتِ کتاب سے مراد غور و فکر کے ساتھ قرآن حکیم کا مطالعہ کرنا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات پر تدبر و فکر اور صدق و اخلاص اور محبت سے اپنے روحانی مربی اور سرپرست کی نگرانی و رہنمائی میں ان تعلیمات پر عمل کرنے سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوتا ہے۔ اس تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے بعد جب ذات و صفاتِ باری تعالیٰ میں غور و فکر کیا جائے تو علم لدنی حاصل ہوتا ہے جسے دانائی و حکمت بھی کہتے ہیں۔ اس دانائی و حکمت کی بدولت ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ بندہ، خاص بندہ خدا بن جاتا ہے۔ تمام صوفیہ عظام اسی مقصد کے لیے تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں اور سالکین کو بھی اسی مقصد سے اور انبیاء کے اسی طریقے کے مطابق تعلیم دیتے ہیں۔ اسی لیے اصطلاحی لحاظ سے تصوف کو حکمتِ عملی اور حکمتِ نظری قرار دیا جاتا ہے۔

موجودات چاہے وہ خارج میں ہوں یا باطن میں، زمانی ہوں یا مکانی، ان سب کی حقیقت اللہ ہی ہے اور یہ بات قرآن حکیم کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور خطبہ الہ آباد میں اس حقیقت کا اظہار اس طرح سے کیا تھا کہ

”مذہب اسلام کی رو سے خدا اور کائنات، کلیسا اور ریاست اور روح اور مادہ ایک ہی کل کے مختلف اجزاء ہیں۔“ (135)

انسان کی حقیقت اس کا مادی جسم یا اس کی حیوانی جبلتیں نہیں بلکہ اس کا شعور، اس کی خودی یا باطنی روحانی شخصیت ہے۔ جسے ہم انسان کہتے ہیں۔ وہ یہی باطنی روحانی شخصیت (انسان کی خودی) ہے۔ اس سے مراد ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست کا وہ ڈھانچا نہیں جو اس کا خادم ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشہ ما بقی تو پستی و ریشہ  
اس ضمن میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قالب از ماہست نئے ما ازو

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (پی ایچ ڈی) فرماتے ہیں:

”..... انسان کی اعلیٰ ترین سرگرمیاں جو اس کی خصوصیت ہیں مثلاً ضمیر، عقل و فکر، محبت، تصورات و نظریات، مذہب، فلسفہ، اخلاق، سیاست، علم اور ہنر انسان کی خودی کی سرگرمیاں ہیں اور انسان کی جسمانی یا حیوانی جبلتیں خودی کی خدمت گزار اور حاشیہ بردار ہیں۔ چونکہ انسان کی تعلیم اور تربیت سے مراد اس کی خودی کی تعلیم و تربیت ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ تعلیم اور تربیت کی تمام صورتیں اس غرض و غایت کے تحت ہوں.....“ (136)

جدید سائنسی علوم (علم الحیات، علم الطبیعات، علم نفسیات، مابعد النفسیات اور مابعد الطبیعات، وغیرہ) میں ہونے والی حالیہ پیش رفتوں کی وجہ سے مغربی مفکرین بھی حقیقت انسان اور حقیقت کائنات کے اسلامی نظریہ سے متفق ہو گئے ہیں



اور وہ حقیقی قلبی اطمینان اور سکون کے حصول کی خاطر روحانیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کی نشوونما، تندرستی اور بقا کے لیے کچھ فطرتی تقاضے اور ان کی تسکین کے ذرائع متعین فرمائے ہیں۔ انسان اپنی بقا اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق صحت اور قوت بخش غذائیں استعمال کرتا ہے۔ مضر صحت اشیاء سے گریز کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں صحت و تندرستی اور بقا پاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خودی کی صحت و تندرستی اور نشوونما کے لیے فطرتِ انسانی کو کچھ تقاضے عطا فرمائے ہیں اور ان فطرتی تقاضوں کی تسکین کے لیے اصول و ضوابط مقرر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے نفسیاتی (psychological)، ذہنی (mental) اور قلبی و روحانی (spiritual) صحت عطا ہوتی ہے۔

جس طرح بیماری جسم کی صحت کو خراب اور برباد کر دیتی ہے، اسی طرح نفسی خرابیاں اور اخلاقی بیماریاں خودی کے اطمینان کو برباد کر دیتی ہیں۔ جب جسم طاقتور ہوتا ہے تو بیماری پر فتح پاتا ہے اور بیماری اس میں جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ اسی طرح جب خودی طاقتور ہوتی ہے تو وہ بدی پر فتح پاتی ہے اور بدی اس میں جڑ نہیں پکڑ سکتی۔

جس طرح جسمانی صحت کے لیے متوازن اور معتدل غذا، صحت بخش ماحول، ذہنی سکون اور معقول حد تک ورزش و ریاضت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روحانی صحت کے لیے، خودی کی نشوونما کے لیے تمام اوصافِ حسن (attributes of beauty) سے متصف ایک مکمل تصورِ حسن کی ضرورت ہے جس کی محبت سے اسے اطمینانِ قلب حاصل ہو۔

باطنی روحانی شخصیت (خودی) کی صحت اور قوت کے لیے اوصافِ حسن کی حیثیت وہی ہے جو جسم کی صحت اور طاقت کے لیے متوازن اور معتدل غذا کی ہے۔ جس طرح غذائی ضروریات پوری نہ ہونے پر جسم مرجاتا ہے اسی طرح روح کے تقاضے پورے نہ ہونے پر اور ضروری اوصافِ حسن کے بغیر خودی مایوس اور پژمرده ہو جاتی ہے۔

جس طرح ہر غذا جسم کی صحت اور قوت کی ضامن نہیں ہو سکتی، اسی طرح ہر تصورِ حسن خودی کی صحت اور طاقت کا ضامن نہیں ہو سکتا بلکہ وہی تصورِ حسن خودی کی نشوونما کا باعث ہو سکتا ہے جو انسانی خودی کے تقاضائے حسن بدرجہ کمال پورے کر سکے۔ یہ مکمل تصورِ حسن اس کائناتی خودی کا تصور ہے جو اس کی تخلیق کا سرچشمہ ہے اور جسے ہم ”اللہ“ کہتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہوا، پانی، روشنی اور دیگر وسائل فراہم فرمائے اسی طرح تمام روحانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے مکمل تصورِ حسن کی تعلیم کے لیے سلسلہ نبوت قائم فرمایا جس کی مکمل صورت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہے جن پر قرآن حکیم نازل ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے خودی کائنات یا کائنات کا مکمل تصورِ حسن پیش کیا ہے جو انسانی خودی کی تمام فطرتی و نفسیاتی ضروریات کو بدرجہ کمال پورا کر سکتا ہے۔

فُطِرَ اللَّهُ الْبَتَّى فُطِرَ النَّاسُ عَلَيْهَا الرُّومُ [30:30]

دینِ اسلام انسان کی وہی فطرت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا۔

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ط [20:8] الحشر [59:24] تمام اوصافِ حسن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

جسمانی صحت و تندرستی اور قوت اس بات کا ثبوت ہے کہ جسم کے غذائی تقاضے اچھے طریقے سے تکمیل پائے ہیں۔ اسی طرح حسنِ مکمل کی محبت کو پانے اور اس کے تقاضے پورے کرنے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے جو کسی اور تصور سے ممکن نہیں۔

اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَتَّطَلَّعْنَ الْقُلُوْبُ ﴿۱۳﴾ [الرعد: 13]

یاد رکھو کہ اللہ (محبوب حقیقی) کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کامیاب ترین، اعلیٰ ترین، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ انسان وہی ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ (جو کہ مکمل تصورِ حسن و محبت ہے) کو اپنا مقصدِ حیات اور مقصدِ تعلیم بنائے، اسے درجہ کمال تک پہنچائے، ذاتِ حق کی محبت کا عملی مظاہرہ کرے اور اس تصور کی محبت اور اس کے اوصاف کی محبت بحیثیت استاد کے طالب علموں کے دل میں بھی پیدا کرے اور ان کی عملی زندگی بھی اس محبت کا ثبوت بنادے۔

اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حُسن سے پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے میں حُسن پیدا فرمایا ہے اور ساتھ ہی ہر شے کو حُسن سے محبت کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ ہر انسان اس فطرتی تقاضے کی وجہ سے چاہے اور چاہے جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اکثر انسان اپنی لاعلمی کی وجہ سے مکمل تصورِ حسن اور پیکرِ محبت تک جو، اُن کے لیے صحیح اور مکمل غذا کا حکم رکھتا ہے، رسائی نہیں پاتے۔ انہیں جہاں کہیں حسن کی جھلک نظر آتی ہے اسے مکمل تصورِ حسن تسلیم کر لیتے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر لیکن ہر حالت میں غلط طور پر اس سے تمام صفاتِ حُسن منسوب کر دیتے ہیں۔ انسان کسی غلط تصور سے بھی اس وقت تک محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ اس کی طرف ان تمام صفاتِ حسن کو منسوب نہ کر دے جو صرف مکمل تصورِ حسن میں موجود ہیں اور جن کی تمنا (خواہش، طلب) اس کی فطرت کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ ایسا کرنے کے بعد وہ اپنے غلط اور غیر مکمل تصورِ حسن سے بھی اس طرح محبت کرتا ہے گویا وہ سچ و صحیح اور مکمل تصورِ حسن ہے۔ اس ضمن میں مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”.....عوام اہل تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھاتے ہیں اور کائنات کی ہر شے (یا کسی ایک شے) کو ذاتِ واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے (اس نامکمل تصورِ حسن سے محبت کرنے) اُس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔ چنانچہ حُسنِ پرستی، بُتِ پرستی، پیرِ پرستی، قبورِ پرستی، سورجِ پرستی، آتشِ پرستی، اوتارِ پرستی، بادشاہِ پرستی، غرض تمام غیرِ پرستی کے (غلط) جواز یہاں سے نکلتے ہیں.....“ (137)

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی تعریف کی جائے۔ اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کیا جائے۔ اس کا ادب و احترام کیا جائے۔ اس کے لیے ہر ممکن قربانی دی جائے۔ اس کے حصول کی خاطر ہر ممکن کوشش کی جائے۔ یہ محبت انسان کے تمام جذبات و احساسات اور اعمال و افعال کا محور و مرکز بن جاتی ہے۔ انسان اپنے محبوب کے حصول کے لیے، اس کے قرب و رضا کے حصول کے لیے اس کے پسندیدہ اعمال اور امور اختیار کر لیتا ہے اور اس کے ناپسندیدہ اعمال اور امور ترک کر دیتا ہے۔ اس طرح انسان اپنے تصورِ حسن، نصب العین اور مقصدِ حیات سے ایک قانونِ اخلاق یا ضابطہ عمل اخذ کرتا ہے۔ اگر نصب العین حیات (مقصدِ حیات، مطلوب مقصودِ حیات) صحیح ہو تو یہ قانونِ اخلاق یا ضابطہ اوامر و نواہی بھی صحیح ہوتا ہے، ورنہ غلط ہوتا ہے۔

ایک تصورِ حسن یا نصب العین حیات رکھنے والے افراد مشترکہ محبت اور باہمی مفادات سے مجبور ہو کر ایک گروہ یا جماعت تشکیل دیتے ہیں۔ وحدت اور تنظیم کی بدولت یہ جماعت ایک طاقتور تنظیم، تحریک اور ریاست کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس گروہ، تنظیم یا ریاست کی تمام سیاسی، فوجی، اقتصادی، قانونی، تعلیمی، سماجی اور علمی سرگرمیاں ان کے نصب العین حیات کے مطابق درست یا غلط ہوتی ہیں۔ اگر نصب العین حیات (مقصدِ حیات، تصورِ حسن) درست ہو تو یہ سرگرمیاں بھی

درست ہوتی ہیں، ورنہ غلط ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ نسل در نسل، صدیوں تک جاری رہتا ہے۔ اشتراکیت، جمہوریت، انگریزی قومیت، ہندی قومیت، امریکی قومیت، سب کے سب غلط نصب العین ہیں۔ جب کسی فرد، جماعت، گروہ، تنظیم یا ریاست کو اپنے نصب العین حیات کی کمزوری، خامی یا نقص کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنے تقاضائے حسن کو مطمئن کرنے کے لیے ایک اور تصور اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح سے ہر غلط تصور آخر کار نسلی بخش اور ناپائیدار ثابت ہوتا ہے۔

ہر انسان اللہ تعالیٰ سے، اس کی صفاتِ حسن سے فطری محبت رکھتا ہے۔ ان صفات کے لیے وہ فطری طور پر کوشش محسوس کرتا ہے خواہ اس کا تصورِ حسن صحیح ہو یا غلط اور وہ مومن ہو یا کافر۔ محبت صفات کی وجہ سے انسان علم کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ علم کی تلاش دراصل سچائی، صداقت یا حق کی جستجو ہے۔ حسن ازلی سے محبت کے نتیجے میں ہنریا فن (art) جنم لیتا ہے۔ جب ہم کسی ظاہری واسطہ کے ذریعے سے حسن کا اظہار کرتے ہیں تو اسے شعر کہتے ہیں۔ جب سنگ و خشت میں حسن کا اظہار کرتے ہیں تو اسے بت سازی اور تعمیر کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مصوری، نقاشی، خطاطی، موسیقی، رقص اور دیگر فنون اور شہ پارے تخلیق ہوتے ہیں۔

فنونِ لطیفہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک عینی، یعنی آنکھ سے متعلقہ اور دوسرے 'سماعی' یعنی 'کان' سے متعلقہ۔ فنِ تعمیر، بت تراشی اور مصوری عینی فنونِ لطیفہ ہیں۔ شاعری اور موسیقی 'سماعی فنونِ لطیفہ' ہیں۔ قرآن حکیم، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تاریخِ عالم اور تاریخِ اسلام کے عمیق مطالعہ اور فطرت کے گہرے مشاہدہ و مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا فن و ادب قابلِ تحسین ہے جو دلوں کو گرمائے، صداقت پر مبنی ہو، راست گوئی کی تعلیم دے، آزادی کے ماحول میں تخلیق ہو اور آزادی رائے پر مبنی ہو۔ ایسا فن و ادب جس سے سوزِ دل حاصل نہ ہو، حق گوئی و بے باکی اور آزادیِ افکار کا درس اور تعلیم نہ ملے، بالکل بیکار ہے۔ ایسا فن و ادب جو دروغ گوئی پر مبنی ہو، جس سے حروف و یاس اور افسردگی و پشیمانی کے احساسات پیدا ہوں، جو خودی کو کمزور کریں، کاہلی، غفلت، گریز، فرار، کم ہمتی، غلامی کا درس دیں، تباہ کن اثرات کے حامل ہوں وہ افراد و قوم کے لیے زندگی نہیں بلکہ موت کا پیغام ہیں۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں جو ضربِ کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا (138)

عہدِ جاہلیت کے شاعر امر القیس کی شاعری کے موضوعات عیش و عشرت، مے خواری اور لب و لہو تھے جبکہ اسی دور کے شاعرِ عشرہ کی شاعری بامقصد تھی۔ اس کے ایک شعر کی حضور نبی کریم رُوف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعریف فرمائی جس میں اس نے محنت کرنے اور حلال کی روزی کمانے کی تلقین کی تھی۔ حضور نبی کریم رُوف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ جبکہ امر القیس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہنم رسید کیے جانے والے شاعروں کا سردار قرار دیا۔ (139)

اپنے مقصد اور نصب العین سے محبت کا تقاضا ہے کہ انسان حصولِ مقصد کے لیے علم سیکھے، جدوجہد اور کوشش کرے۔ مقصد سے لگن اور جہد مسلسل کی وجہ سے علم، ہنر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مقصدِ اعلیٰ ہو تو اسے حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ علم کی ضرورت ہوگی، حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق کی ضرورت ہوگی۔ یہی اعلیٰ علم، اعلیٰ ہنر کو جنم دیتا ہے۔

گویا نصب العین حیات (مقصدِ حیات) کا انسانی علم و عمل، ہنر و فن اور اخلاق و کردار سے گہرا تعلق ہے۔ ہر انسان

کی زندگی کا حقیقی نصب العین ذات باری تعالیٰ ہے۔ اکثر لوگ اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے اور زندگی بھر غلط نظریہ، سوچ یا مقصد کی خاطر تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔

دین اسلام ہمیں واضح مقصدِ حیات سے آگاہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مطلوب و مقصود اور موجود و معبودِ حقیقی ہے۔ کائنات کی ہر شے اس حُسنِ ازلی کی محبت کے گن گاتی ہے۔ ہر انسان اس حُسن کی تلاش میں ہے، اس کی محبت میں سرشار ہے۔ وہ انسان جو اس صحیح نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے وہ بفضلِ تعالیٰ کامیاب زندگی گزارتا ہے۔ اگر کسی کے دل و دماغ پر غلط اور ناقص نصب العین مسلط ہو جائے تو اسکی ساری زندگی غلط راستے پر چل نکلے گی۔ وہ فرض، نیکی، سچائی، آزادی، انصاف اور اس جیسی دوسری اقدار کا مفہوم غلط سمجھے گا اور وہ مفہوم وہی ہوگا جو اس کا غلط نصب العین تلقین کرے گا۔ زندگی کے غلط نصب العین جہاں جہاں موجود ہیں، غلط تعلیم کا نتیجہ ہیں اور غلط تعلیم جہاں جہاں موجود ہے غلط نصب العین کی محبت پیدا کر رہی ہے۔ ہر نصب العین سے ایک مخصوص نظامِ تعلیم نکلتا ہے اور ہر نظامِ تعلیم ایک مخصوص نصب العین کی محبت پیدا کرتا ہے۔

عزیزانِ من! اہل مغرب کی طرح، اہل اسلام نے بھی مادی خوشحالی اور ترقی کو مقصدِ حیات بنا لیا ہے۔ اسلام مادی خوشحالی اور ترقی سے منع نہیں کرتا مگر اصل مقصدِ حیات یعنی معرفتِ الہی اور قرب و رضا باری تعالیٰ کے حصول کے مقصد کو نظر انداز کر کے صرف مادی خوشحالی و ترقی کے لیے کوشش کرنا، عین جہالت ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں مقصدِ حیات پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اسے مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور اسکے ساتھ ہی ہر شعبہ زندگی میں ترقی و خوشحالی کے لیے بھی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے۔ اگر ہم دین کو یکسر نظر انداز کر کے دنیاوی معاملات سرانجام دیں گے تو دینی و دنیاوی اور اخروی لحاظ سے ناکام رہیں گے۔ اگر ہم دین کے مطابق تمام امور سرانجام دینے کی کوشش کریں گے تو بفضلِ تعالیٰ ہر شعبہ زندگی میں بھرپور کامیابی حاصل کریں گے اور دینی و دنیاوی اور اخروی لحاظ سے فلاح پائیں گے۔

صوفیہ کرام اور اولیائے عظام نے اسی اصول کے تحت زندگی بسر کی اور اسی اصول کے تحت تصوف کا نظامِ تعلیم و تربیت مرتب کیا۔ اس نظامِ تعلیم و تربیت میں مُرشدِ کامل اپنی نگاہ اور توجہ سے سالک کے دل میں حُسنِ ازلی کی محبت پیدا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ محبت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ عشق کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ حُسنِ ازلی کا عشق اسے ہر شے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ عشق سے ایک ایسا انہماک جنم لیتا ہے جس کی موجودگی میں دوسری اشیاء کی طرف انسان کی توجہ از خود ختم ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک عشق مذہب کا جوہر بھی ہے اور عبادت اس عشق ہی کی ایک صورت ہے۔ عشق کی بدولت ایک مرکز پر تمام توجہ مرکوز ہونے کی وجہ سے سب چھوٹی چھوٹی خواہشات ایک بڑی خواہش میں ضم ہو جاتی ہیں جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی ہے۔ جدید نفسیات نے تصدیق کی ہے کہ خواہش کو دبایا تو جاسکتا ہے مگر اسے مارا نہیں جاسکتا اور جب اسے دبا دیا جائے تو اخراج کا ایک راستہ بند ہونے پر وہ اخراج کے سوراخ سے دریافت کر لیتی ہے۔ لہذا ذہنی اور جذباتی صحت کے لیے ضروری ہے کہ خواہشات کو دبانے کے بجائے ان کی تہذیب کی جائے۔ تصوف بھی یہی کچھ کرتا ہے کہ ”حُسنِ ازل“ کو مرکز نگاہ بنا لیتا ہے اور پھر جملہ خواہشات کی قوت عشق کی قوت میں منتقل ہو جاتی

ہے۔ (140)

تصوف میں پہلا درجہ حُسن کے ظہور سے متعلق ہے۔ تصور حُسن کی صحیح تفہیم نہایت ضروری ہے۔ اس کی غلط تفہیم کی وجہ سے اکثر انسان زندگی بھر گمراہی کا شکار رہتے ہیں اور اس طرح حقیقی مقصدِ حیات کی تفہیم اور تحصیل کے بجائے غلط تصورات کی خاطر اپنی تمام تر کوششیں اور توانائیاں صرف کر دیتے ہیں۔ نتیجہ میں وہ خسارے کی زندگی بسر کر کے دنیا سے ناکام و نامراد چلے جاتے ہیں اور انہیں اس امر حقیقی کا احساس تک بھی نہیں ہوتا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا (141)  
تصور حُسن کے ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا نے کیا خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

”..... عام زندگی میں بھی بقائے نسل کا سلسلہ اس جذبے کا مرہونِ منت ہے جو محبوب کے سراپا کو دیکھ کر عاشق کے دل میں کروٹ لیتا ہے اور پھر اسے بے دست و پا کر کے رکھ دیتا ہے۔ محبوب کی یہ کشش محض جسم کی سطح تک رہے تو جنسی کشش کہلائے گی اور اگر اس کی تہذیب کی جائے تو محبت کی لطافت میں تبدیل ہو جائے گی اور اگر اس محبت میں اتنی شدت پیدا ہو جائے کہ عاشق کے لیے محبوب کی ذات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے تو اسے عشق کا نام ملے گا.....“ (142)

جب کوئی شخص حقیقتِ اولیٰ کو حُسنِ ازل کے روپ میں دیکھتا ہے تو جس طرح مادی دُنیا کا عاشق اپنے محبوب کے حُسن پر نثار ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح وہ حُسنِ ازل کی دُور سے بندھ کر جذب اور وجد کے مدارج سے گزرتا ہے۔ یہ عشق اپنے مزاج اور کارکردگی کے اعتبار سے مادی سطح کے عشق سے نہ صرف مشابہ ہے بلکہ جب کوئی صوفی فن کے ذریعے عشق کا اظہار کرتا ہے تو اس خاص زبان کو بھی بڑی فراخ دلی سے استعمال کرتا ہے جو مادی سطح کی محبت کے سلسلے میں مستعمل ہے۔ فارسی اور اردو شاعری کے صوفی شعرا کے ہاں جنسی تلازمات کے ذریعے ہی عشق کی ساری داستان بیان ہوئی ہے۔ ایسی شاعری کا بیک وقت جنسی پہلوؤں کے اعتبار سے بھی تجزیہ ہو سکتا ہے اور عارفانہ پہلوؤں کے اعتبار سے بھی۔ اصل بات جذبہ ہے جسے تہذیب اور تطہیر کی بدولت صحیح سمت مل جاتی ہے۔

صوفیہ کے نزدیک عشق مذہب کا جوہر ہے۔ عبادت اس عشق ہی کی ایک صورت ہے۔ عشق شرابِ حیات ہے۔ یہ وجد کی اس حالت تک لے جاتا ہے جو خدا کے قُرب میں موجود ہوتی ہے۔ یہ سچا عشق ہے جو تمام خود غرضانہ مقاصد سے مبرا ہے۔ عاشقوں میں سے کسی ایک سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں کے ارادے ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے محبوب کے پاس سے آیا ہے اور محبوب کی طرف جا رہا ہے۔ جب پوچھا گیا کہ اسے کس کی تلاش ہے تو جواب ملا کہ اسے اپنے محبوب کی تلاش ہے۔ جب اس سے استفسار کیا گیا کہ اس نے کیا پھن رکھا ہے تو اس نے جواباً کہا کہ محبوب کے برقع سے اس نے خود کو ڈھانپا ہوا ہے اور اس کا چہرہ اس لیے زرد ہے کیونکہ وہ اپنے محبوب سے جدا ہے۔ پھر جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ کب تک محبوب! محبوب! کی رٹ لگاتا رہے گا تو اس نے کہا کہ جب تک وہ اپنے محبوب کا چہرہ دیکھ نہیں لیتا تو وہ اس کے نام کا ورد کرتا چلا جائے گا۔“ (143)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت واضح انداز سے تصور حُسن و محبت بیان فرمایا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ”حُسن سے صرف وہی شخص محبت کر سکتا ہے جو اسے دیکھنے پر قادر ہو کیونکہ حُسن کا نظارہ کرنا بجائے خود مسرت ہے۔ بے شک خوبصورت چیزوں کو ان کے حُسن کی بنا پر پیار کرنا چاہیے نہ کہ اس مقصد کے لیے جو ان سے حاصل ہو سکتا ہے، مثلاً جب ہم سبزہ زاروں اور بہتی ندیوں سے محبت کرتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ سبز پتوں کو کھائیں یا (ندیوں کے) پانی کو

پہیں۔ اسی طرح خوبصورت ترشے ہوئے پرندوں اور شاداب پھولوں کو دیکھنا بجائے خود تحصیل مسرت کی ایک صورت

ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں۔ جب حُسن کا جلوہ نظر آتا ہے تو قدرتی طور پر اس سے محبت جاگ اٹھتی ہے۔ خدا حُسن ہے۔ اور اسی لیے جس پر اللہ تعالیٰ کا حُسن منکشف ہوتا ہے وہ مجبور ہے کہ اس سے عشق کرے۔۔۔ انسان خدا سے اس لیے بھی محبت کرتا ہے کیونکہ انسانی روح اور اس کے منبع (یعنی روح گل) میں ایک خاص ربط ہے، کیونکہ وہ (یعنی روح) الٰہی اوصاف میں شریک ہے، اور علم اور محبت کے ذریعے وہ بقائے دوام حاصل کر کے خدا جیسی بن سکتی ہے۔ ایسی محبت جب توانا اور محیط ہو جائے تو عشق کہلاتی ہے جس کا مطلب ہجر اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اب مضبوط بنیادوں پر استوار اور بے نہایت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی ہر اچھی اور خوبصورت اور محبوب شے ذات باری کی بے پایاں محبت ہی کا عطیہ ہے کیونکہ دنیا میں جو بھی اچھی اور خوبصورت شے ہے، جس کا ذہن اور کان اور آنکھ مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ دراصل خدا کے خزانے کا محض ایک ذرہ ہے، اور اس کی تجلی کی محض ایک شعاع ہے۔“ (144)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

- 1۔ حسنِ ازل روشنی سے عبارت ہے۔ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور کی تجلی کی شکل میں ہی حسنِ ازل کا دیدار حاصل ہوا تھا جس سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئی تھیں۔
- 2۔ دنیا میں جہاں کہیں حُسن ہے، خواہ وہ کسی بھی شے میں نظر آئے، کسی بھی صورت میں ہو، حُسنِ ازل ہی کا عطیہ ہے۔ حُسن کا یہ تصور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مِثْلُ نُورِهَا كَيْشْكُو فِيهَا وَضِيَاءٌ ۖ ..... النور [24:35]

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال اس چراغِ دان کی ہے جس میں چراغ ہو۔

تصوف کے مطابق عشق مجازی عشقِ حقیقی کے لیے ایک زینے کا کام دیتا ہے۔ یہی بات حُسن کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ مادی حُسن وہ ”کھڑکی“ ہے جس سے صوفی کو حُسنِ ازل کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

۔ ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی (145)

۔ حُسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے انسان میں وہ سخن ہے، غنچے میں وہ چنگ ہے (146)

۔ محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایاں حُسن آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حُسن (147)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عشق کسی محبوبہ پر تمثال کی ہوس آمیز محبت نہیں بلکہ وہ ایک ایسا طوفانی جذبہ ہے جو کائنات کے حُسن کو اپنی گرفت میں لیتا اور اس خیر مطلق سے فروغ حاصل کرتا ہے جو خود خالق کائنات کا جمال ہے۔

اہل تصوف کے نزدیک عام آدمی کے برعکس صوفی کو اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات کے مظاہر میں حُسن منعکس دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ اس حُسن کی ڈور سے بندھا ہوا اس دیار میں جا لگتا ہے جو حُسنِ ازل کی ضیا پاشیوں سے منور رہے۔

معرفت و وصال اور عرفان و پہچان کے اس روحانی، فکری و نظری سفر کے درج ذیل چھ (6) مدارج ہیں:



(الف) حُسن	(ب) طواف	(ج) ارتکاز
(د) قربانی	(ه) جست	(و) وصال

پہلے درجہ میں محبت چاہے وہ جنسی خواہش کی صورت میں ہو یا ماورائی عشق کی صورت میں، انسان کے بطون میں سوئی پڑی ہوتی ہے۔ حُسن کو دیکھ کر یہ محبت متحرک ہو جاتی ہے اور پھر اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔ دوسرے درجہ میں عاشق محبوب کے گرد ایک پروانے کی طرح طواف کرنے لگتا ہے۔

تیسرے درجہ میں اس طواف، رقص یا مرکز مائل گردش کی بدولت اسے خود فراموشی اور ارتکازِ توجہ کی کیفیات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اُسے منتشر انخیالی اور خواہشات کے تلاطم سے نجات مل جاتی ہے۔ عشق کی بدولت، عبادت اور دعا میں شدید ارتکاز اور انہماک پیدا ہو جاتا ہے جو عبادت گزار کو ذہن کے انتشار اور بکھراؤ سے نجات دلا کر ایک ہی ”خیال“ کے تابع کر دیتا ہے۔ عبادت گزار انسان اپنے محبوب حقیقی کے قرب و رضا کے حصول کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے جس سے اسے تزکیہٴ نفس اور تصفیہٴ باطن حاصل ہوتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر فضلِ خداوندی سے اُس کا حسنِ ازلی سے روحانی رابطہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”بیداری کی ساعتوں میں اس عارف کے لیے ”غائب“ کی کھڑکی کھل جاتی ہے جس نے کوشش کر کے خود کو پاک صاف کر لیا ہے اور خواہشات کی قوت سے چھٹکارا پالیا ہے۔ ایسا عارف جو کچھ تنہائی میں بیٹھ کر اور اپنی حیات کو سربہ مہر کر کے، اپنی روح کی آنکھوں اور کانوں کو کھول دیتا ہے اور اُلوہی دیار سے اپنی روح کو ہم رشتہ کر کے دل میں ”اللہ“ کا ورد کرتا ہے (زبان سے نہیں)۔ وہ اپنے وجود اور دنیاۓ موجود سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور صرف ربِّ جلیل کو دیکھتا ہے۔“ وہ (عارف) ہر شے سے منقطع ہو جاتا ہے اور ہر شے اس سے منقطع ہو جاتی ہے۔ وہ پہلے اللہ کی طرف سفر کرتا ہے اور آخر میں اللہ کی ذات کے اندر سفر کرتا ہے لیکن اگر اس مقام پر اس کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ وہ اپنے آپ سے مکمل طور پر باہر آ گیا ہے تو یہ عیب کی بات ہے۔ مکمل ارتکاز اور انہماک کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود سے ہی نہیں بلکہ اپنے انہماک اور ارتکاز سے بھی غافل ہو۔“ (148)

تصوف میں ارتکاز اور انہماک کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کی تفہیم کے لیے ایک گیانی کا قصہ سبق آموز ہے۔ وہ ہندوستان کا ایک راجا تھا اور دن رات ملک کے مسائل میں کھویا رہتا تھا۔ دراصل وہ ایک گیانی تھا جس نے تمام فاصلے طے کر لیے تھے اور ارتکاز کی ایک مکمل کیفیت میں ڈوب گیا تھا۔ اس راجا سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ کیونکر ہوا کہ آپ بیک وقت دنیا دار بھی ہیں اور گیانی بھی؟ راجا نے حکم دیا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ اس شخص کے ہاتھ میں تھما دیا جائے اور پھر اسے حکم دیا کہ وہ سارے شہر کا ایک چکر لگائے اور ساتھ ہی تنبیہ بھی کر دی کہ اگر پیالہ سے ایک قطرہ میں چھلکا تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اب یہ شخص پانی کے پیالے پر اپنی نظریں ہی نہیں اپنا پورا جسم بلکہ اپنی روح تک کو مرکوز کیے جب سارے بازار میں گھوم پھر کر واپس راجا کے پاس آیا تو راجا نے پوچھا: ”اے شخص! تو نے بازار میں کیا کچھ دیکھا؟“ اس کے جواب میں اُس شخص نے کہا: ”اے راجا! میں تو پیالے میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ میرے چاروں طرف کیا تھا اور کیا ہو رہا تھا۔“ راجا نے کہا: ”یہی حال میرا ہے! میں اُس حُسنِ ازل کے پرتو سے اس قدر مہوت ہوں کہ میرے لیے یہ سب کچھ کوئی وجود نہیں رکھتا۔“

حُسنِ ازلی کے گرد طواف اور ارتکا زُتوجہ کے مراحل کے بعد چوتھا مرحلہ ”قربانی“ کا آتا ہے۔ قربانی سے مراد راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین شے کو قربان کر دینا ہے۔ اس مرحلہ پر عاشق صادق اپنی ذات اور مطلوب و مقصود اور محبوب حقیقی کے درمیان جس چیز کو بھی رکاوٹ پاتا ہے، قربان کر دیتا ہے۔ وہ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پاتا ہے۔ سوائے محبوب کی خواہش کے سب خواہشات سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اس ضمن میں ابوطالب کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”صبر کے تین مدارج ہیں: اولاً کہ نوکر شکایت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ پشیمانی کا درجہ ہے۔ ثانیاً وہ تقدیر پر شاکر ہو جاتا ہے۔ ثالثاً وہ اس سلوک سے پیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس سے کرتا ہے۔ زاہد کی ابتدا یہ ہے کہ انسان عقبنی کا فکر کرے..... اور عقبنی کا فکر اس وقت تک (روح میں) داخل نہیں ہوتا جب تک کہ دنیا کا فکر اس سے خارج نہ ہو جائے اور نہ امید کی شیرینی ہی ارزانی ہوتی ہے جب تک کہ خواہش کی شیرینی رخصت نہ ہو جائے۔ سچے زہد کا مطلب یہ ہے کہ دل سے دنیاوی شے کے لیے وابستگی کے خیالات پوری طرح خارج کر دیئے جائیں اور انہیں نخواست قرار دیا جائے۔ صرف ایسی صورت ہی میں زہد مکمل ہو سکتا ہے۔“ (149)

ابن سینا لکھتا ہے:

”عارف کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے کو بروئے کار لا کر رُوح کی تربیت کرے اور اس کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دے تاکہ وہ وصال کی مسرت سے ہم کنار ہو سکے۔ دوسرا مرحلہ تربیتِ ذات ہے جس کا رُخ تین چیزوں کی طرف ہوتا ہے:..... عارف کے ذہن سے خدا کے سوا تمام خیالات کو خارج کرنا، اس کی شہوانیت کو رُوح کے عقلی پہلو کے تابع کرنا تاکہ اس کے خیالات اور تصوّرات ارفع چیزوں کی طرف منتقل ہوں۔ تیسرے مرحلے کا مطلب یہ ہے کہ اب رُوح حیوانی خواہشات سے آزاد ہو کر اچھے خیالات سے لبریز ہو گئی ہے اور روحانی محبت سے سرشار ہو کر محبوب ازلی کے اوصافِ حمیدہ کے تابع ہونے کی کوشش میں ہے۔“ (150)

عاشق صادق کے لیے محبوب ہی مطلوب و مقصود حقیقی ہوتا ہے۔ وہ محبوب کے سوا سب کچھ ترک کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس ’ترک‘ کا خیال بھی ترک کر دیتا ہے۔

واعظ! کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبنی بھی چھوڑ دے  
سوداگری نہیں، یہ عبادتِ خدا کی ہے اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے (151)  
قربانی کے مرحلہ کے بعد پانچواں مرحلہ آتا ہے جو جست یا تقلیب کا مرحلہ کہلاتا ہے۔ اس مرحلہ پر طالب اور مطلوب کے درمیان حائلِ حجابات (پردے) ہٹ جاتے ہیں۔ طالب ایک جست لگا کر حُسنِ ازل سے وابستہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور نتیجہ میں خود کو ایک نئی روحانی سطح پر فائز پاتا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں (152)  
روحانی سفر میں چھٹا مرحلہ ”وصال“ کا ہے۔ تصوف میں ترکِ خود اور بے خودی دو بالکل مختلف مراحل ہیں جنہیں اکثر لوگوں نے ایک ہی کیفیت سمجھ لیا ہے۔ نفیِ خود یا ترکِ خود سے مراد خدمتِ خلق، اطاعتِ شیخ، تطہیر اور مراقبہ وغیرہ سے تزکیہ باطن کرنا یعنی ”اندرونی کوٹھی“ کو پاک صاف کرنا ہے۔ جب سالک تزکیہ باطن کر کے، عشق کی قوت سے لیس ہو کر آگے بڑھتا ہے تو وصال کا مرحلہ آتا ہے۔ وصال روحانی بے خودی کا مرحلہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سالک ”خود“ کو عبور کرتا ہے اور ذاتِ واحد میں ضم ہو جاتا ہے۔ ”نفیِ خود“ اس مقام آگے اور مقام بے خودی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس

ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ پروفیسر ہویا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”..... سفر صعودی کے کئی مدارج..... ہیں۔ ابتدا میں خدمتِ خلق اور اطاعتِ شیخ پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ بعد میں شیخ رذائلِ نفسانی کی تطہیر کی کوشش کرتا ہے۔ پھر محبتِ کل اور مراقبہ کے طریقے بتاتا ہے۔ اس کے بعد ذکر و فکر، اس کے بعد تعطلِ احساس کی منزل آتی ہے۔ اس حالت میں وجود و حال، مگر اس میں پھر حیرت، قبض اور بعض اوقات رجعت کی تکلیف پیش آ جاتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تا آنکہ عارف برائے العین خدا کا دیدار کر لیتا ہے جو دراصل تمہید ہوتی ہے اُس وصالِ روحانی کی جس کے لیے تصوف کا کل نظام قائم شدہ سمجھا گیا ہے“۔ (153)

بے خودی کے بارے میں ابیاتِ باہو میں سلطان الطاف علی لکھتے ہیں:

”تصوف کی اصطلاح میں اس مقام تو حید کو توحیدِ حقیقت کا مرتبہ تنزیہی کہا جاتا ہے جبکہ اس مقام پر جملہ کائنات کی ہستی انوارِ الہی کے پرتو میں ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ سالک کی نظر میں (کسی چیز کا وجود سوائے ذاتِ ربانی نہیں رہتا)۔ جب اس دریائے ناپیدا کنار کا شناور صفاتِ موجودات کی تجلیات سے فاصلی حاصل کر لیتا ہے اور حدوث و امکان کی آلائش سے مجرد ہو جاتا ہے تو ایک موج دریائے ذات کی گہرائی سے سرخفی پر وارد ہوتی ہے جو عارف کو ورطہٴ عدم میں ڈال دیتی ہے۔ محدود محو اور فنا ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں نہ وجود، نہ شہود، اسم نہ مسمیٰ، نہ قدم نہ عدم، نہ عرش نہ فرش، نہ اثر نہ خبر، نہ علم نہ خود، نہ علم حق۔ غرضیکہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ گویا خودی کے عالم میں صوفی فنا فی الذات ہو جاتا ہے یعنی ایک ایسا مقام جہاں نہ جسم ہے نہ روح، نہ عشق و محبت، نہ کون و مکان۔ یہ وصالِ کالمحہ ہے جو قطرے کو دریا میں ضم کر کے قطرے کی خودی کو ختم کر دیتا ہے۔ واضح رہے کہ تصوف میں اصل نکتہ یہ ہے کہ قطرے کا کوئی وجود نہیں۔ صرف دریا ہی اصل حقیقت ہے، لیکن ایک عالمِ خواب یا فریبِ نظر میں مبتلا ہونے کے باعث سالک نے خود کو قطرہ سمجھ لیا ہے اور اب وہ دریائے ملنے کے لیے بے تاب ہے، حالانکہ وہ پہلے بھی دریا تھا، اب بھی دریا ہے۔ قطرہ تو کبھی تھا ہی نہیں۔ اسی بات کو ”رسی میں سانپ“ کی تمثیل میں بھی بیان کیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ناظر کو اگر رسی سانپ کے روپ میں نظر آتی ہے تو یہ سب ناظر کی اپنی نظر کا فریب ہے، حقیقتاً رسی تو ہمیشہ سے رسی ہے۔ البتہ سانپ ایک واہمہ ہے۔ و۔ ع۔ خ لکھتے ہیں:

”تجھے رسی میں سانپ دکھائی دیتا ہے لیکن سانپ تو موجود ہے ہی نہیں اور اگر وہ تجھے نظر آتا تو یہ تیری آنکھ کا قصور تھا۔

سانپ کا وجود رسی سے کبھی الگ نہ تھا۔

یہ تیری آنکھ کی غلطی ہے کہ وہ تجھے رسی سے الگ نظر آیا۔

اللہ کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں۔ یہ آنکھ کا قصور ہے کہ اسے اللہ کے سوا بھی کچھ دکھائی دیتا ہے۔

مٹی کے برتنوں میں، بجز مٹی اور کوئی چیز نہیں۔ یہ سمجھ کی غلطی ہے کہ کہا جائے، یہ بت ہے، یہ گھڑا ہے اور یہ دیوار۔

اس جہان کا علتِ مادہ خدا ہے۔ یہ جہاں اس سے الگ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ یہ تیری آنکھ کا قصور ہے کہ تو نے اُسے اللہ

سے الگ کوئی چیز قرار دیا۔“ (154)

مراد یہ ہے کہ موجودات چاہے وہ خارج میں ہوں یا باطن میں، زمانی ہوں یا مکانی، ان سب کی حقیقت اللہ ہی ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے وجود عطا فرمایا۔ اسے تخلیق فرمایا، شکل و صورت اور بقا عطا فرمائی۔ جو کچھ بھی نظر آتا ہے ذاتِ باری تعالیٰ کے ارادے سے قائم ہے اور نظر آتا ہے۔ گو ہر شے خدا نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔ راہِ سلوک میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ سالک کو ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔ وہ بے خودی کے مقام پر ہوتا ہے۔ اس مقام پر خالق و مخلوق کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ سالک نورِ الہی سے دیکھتا ہے اور اُسے ہر طرف نورِ الہی نظر آتا ہے۔ جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اسے خالق و

مخلوق میں فرق نظر آنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا نہایت خوبصورتی سے وصال کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صوفیاء کے نزدیک عشق کی تگ و تاز میں ”وصال“ کا لہجہ ”بے خودی“ کا وہ لہجہ ہے جس میں سالک کی فراق زدہ روح اپنے ”خود“ یا وجود سے نجات پا کر ذاتِ زوال میں اس طور ضم ہو جاتی ہے جیسے قطرہ سمندر میں اور پروانہ شمع میں گم ہو جاتا ہے یا بعض صوفیاء نہ سالک کے مطابق وصال کا لہجہ دراصل ”پہچان“ کا لہجہ ہے۔ جب صوفی کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ قطرہ کبھی تھا ہی نہیں، محض ایک فریبِ نظر میں مبتلا ہو کر خود کو قطرہ سمجھ بیٹھا تھا تو معاً اس کو اپنے سمندر ہونے کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی تلاش کا سلسلہ از خود ختم ہو جاتا ہے۔ گویا صوفی قطرے سے سمندر تک سفر نہیں کرتا بلکہ اپنی اُس حیثیت کی بازیابی کرتا ہے جو دراصل سمندر کی حیثیت تھی۔ لہذا سارا قضیہ ”فریبِ نظر“ کا ہے اور بس! بہر کیف صورت کوئی بھی کیوں نہ ہو صوفی کے ہاں وصال کی حالت ”بے خودی“ یا جذب کا وہ عالم ہے جس میں وہ یا تو روحِ ابد سے ہم کنار ہوتا ہے یا روحِ ابد کی بازیابی کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں کثرت اور بکھراؤ کی صورت باقی نہیں رہتی اور صوفی کو اپنی وحدت پر حقِ یقین ہو جاتا ہے۔“ (155)

تو ہے محیطِ بیکراں، میں ذرا سی آجیو یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے ہیکنار کر  
تصوف میں وصال کا مطلب اولاً یہ ہے کہ سالک خود کو حقیقتِ عظمیٰ میں ضم کر دے اور ثانیاً یہ کہ وہ خود حقیقتِ عظمیٰ کا مظہر بن جائے۔ راہِ سلوک کی کیفیات، معاملات اور حالات کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان تحریروں کی مدد سے وصال کا مفہوم سمجھا اور سمجھایا جاسکتا ہے مگر حقیقی تفہیم اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان خود اس راہ پر چلے اور عملی طور پر فنا و بقا اور وصال و فراق کی کیفیات کا تجربہ اور ادراک حاصل کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ تصوف قائل کا نہیں بلکہ حال کا نام ہے۔ اس ضمن میں خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایک شب پروانے ایک جگہ اکٹھے ہوئے..... اپنے دلوں میں شمع سے ہمکنار ہونے کی آرزو لیے..... ان سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہمیں کسی ایسے ساتھی کی تلاش کرنی چاہیے جو ہمیں اس کی خبر لا کر دے جس کے لیے ہم اس قدر بے قرار ہیں، تب ان میں سے ایک پروانہ ایک دُور افتادہ قلعے کی طرف اڑا اور اس نے قلعے کے اندر ایک شمع کی روشنی دیکھی۔ وہ واپس آیا اور اس نے دوسروں کو بتایا۔ پھر شمع کے بارے میں بڑی دانشمندی سے باتیں کرنے لگا۔ مگر پروانوں میں سب سے عقل مند پروانے نے کہا: ”یہ پروانہ ہمیں شمع کے بارے میں کوئی معتبر خبر نہیں دے سکتا۔“ ایک اور پروانہ شمع کے پاس گیا۔ وہ شمع کے اس قدر قریب چلا گیا کہ اس کے پروں نے شمع کے شعلے کو چھو لیا۔ مگر پیش اتنی زیادہ تھی کہ اسے واپس آنا پڑا۔ واپس آ کر اس نے بھی روشنی کے اسرار پر سے پردہ اٹھایا اور بتایا کہ شمع سے وصال کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ مگر عقل مند پروانے نے کہا: ”تم جو توضیح پیش کر رہے ہو وہ اتنی ہی بے کار ہے جتنی تمہارے ساتھی کی۔“ تب تیسرا پروانہ اڑا اور یہ پروانہ عشق کے نشے میں سرشار تھا۔ وہ گیا اور اس نے جاتے ہی خود کو شمع کے حوالے کر دیا۔ پھر جب وہ شعلے سے ہمکنار ہو گیا تو شمع ہی کی طرح لُو دینے لگا۔ جب عقل مند پروانے نے دُور سے دیکھا کہ شمع نے پروانے کو خود میں جذب کر لیا ہے اور پروانے کو اپنی روشنی عطا کر دی ہے تو اس نے کہا: اس پروانے نے اپنے عشق کی تکمیل کر دی ہے۔ لیکن اس تجربے کو صرف وہی جانتا ہے کوئی اور نہیں جان سکتا۔“ سچی بات یہ ہے کہ صرف وہی جو اپنے وجود کو بکسر بھول جاتا ہے محبوب کا علم حاصل کرتا ہے۔ جب تک تم اپنے جسم اور روح کو نظر انداز نہیں کرو گے تم اسے کیسے جان سکتے ہو جس سے تمہیں عشق ہے؟“ (156)

بندہ عاجز کے پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری مدظلہ العالی نے معرفت و وصل ذات باری تعالیٰ کے ضمن میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

”جسمانی طور پر ذات باری تعالیٰ تک پہنچنا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کیونکہ ذات مادی جسم اور عنصری وجود سے بے نیاز اور مبرا ہے، بلکہ یہ پہنچ اور رسائی روحانی، ذہنی، شعوری، عقلی اور علمی ہوتی ہے۔ اصل مقصد ذات کا عرفان ہوتا ہے۔ ذات کو مادی اور جسمانی طور پر پانے اور حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اسے پہچاننے اور اس کی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی معرفت ہی درحقیقت اس کی یافت ہے۔ یہ عرفان اپنی ذات اور اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے جب اپنی پہچان اور اپنی معرفت ہو جاتی ہے تو ذات کی بھی معرفت اور پہچان ہو جاتی ہے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه سے یہی مراد ہے۔“ (157)

عبد اور معبود کے درمیان صرف بشری، ملکوتی (نورانی) اور فکری و نظری حجابات (پردے) حائل ہیں۔ جب مرشدِ کامل کی توجہ و فیضان سے بفضل باری تعالیٰ یہ پردے ہٹ جائیں تو معرفت و عرفان اور آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں مرشدِ کامل حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری کی یہ تحریر بار بار پڑھنے سمجھنے اور حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”عبد اور معبود کے درمیان کوئی مکانی اور زمانی بعد موجود نہیں، روح، ذہن، تخیل اور فکر کا ذات اور معبود کی طرف صرف رخ اور دھارا موڑنے کی ضرورت ہوتی ہے اور انسانی شعور اور ادراک کو اس کی طرف متوجہ، راغب اور منتقل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ ورنہ ذات کا رخ اور توجہ تو ہر سمت اور ہمہ جہت ہے۔ اور وہ ہر جگہ اور عبد کی روح، ذہن اور تخیل کے اندر موجود ہے۔ عبد کا ذہن اور تخیل مادی کائنات، مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات کی طرف لگ کر ذات کی سمت اور ذات کی جہت سے ہٹ جاتا ہے اور یہی حجابات اور پردے درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ حجابات اور پردے درمیان سے ہٹ جائیں تو پھر ذات ہی ذات ہے، رویت ہی رویت ہے، دیدار ہی دیدار ہے اور مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے۔ انسان کا مادی جسم چونکہ مادی کائنات کا ایک حصہ اور جزو ہے اور انسانی روح، ذہن اور شعور ادراک کا مبسّر اور مسکن اسی کے اندر ہے۔ اس لیے زندگی میں اس مادی خول سے نکلتا اور مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات اور لذات کو ترک کرنا چھوڑنا آسان کام نہیں ہوتا اور روح، ذہن اور شعور کا رخ مادی اشیاء سے پھیر کر ذات کی طرف موڑنا اور لگانا بہت مشکل اور دشوار کام ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام جس قدر مشکل اور کٹھن ہے اس سے زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور جس قدر آسان اور سہل ہے اس سے کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ یہ راستہ جتنا طویل اور دراز ہے۔ اتنا ہی مختصر بھی ہے اور جتنا مختصر ہے اتنا ہی طویل اور دراز بھی ہے۔ مسلسل جدوجہد، پیہم سعی و کوشش لگا تار محنت اور ریاضت اور کسی رہبر کی رہنمائی سے یہ کام آسان ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کسی ایک ضربِ کلیسی، کسی ایک روحانی جنبش اور کسی ایک ذہنی انقلاب سے یہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ اس قلمِ خاموش کے اسرار کھل جاتے ہیں اور یہ تمام پردے اور حجابات نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

دراصل کام صرف اتنا سا ہے کہ مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات سے توجہ اور خیال ہٹ جائے اور اس کا رخ ذات کی طرف ہو جائے۔ یہی سلوک کا منتہائے مقصود ہے۔ یہی تصوف کی معراج ہے اور یہی فقر و روحانیت کا کمال ہے۔ تصوف اور سلوک کے تمام طریقوں میں یہی کچھ بتایا جاتا ہے۔ اسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی کی ہدایت اور تلقین کی جاتی ہے۔ اسی ایک بات اور امر کی تشریح اور توضیح میں تصوف کی ہزاروں کتابیں عالم وجود میں آگئیں۔ اسی ایک نکتے کی

وضاحت کرتے کرتے صوفیاء اور سالکین نے عمریں گزار دیں اور اسی ایک راز کو سمجھاتے سمجھاتے روحانیین اور شائقین نے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے۔

یہی ایک عظیم اور مقدس راز ہے جو ازل سے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے اور اب تک سمجھایا جاتا رہے گا۔ اسی ایک بات اور مقصد کی تکمیل کی خاطر پیغمبر اور رسول بھیجے گئے اور اسی ایک نصب العین کے حصول کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے، ہدایت اور تعلیم و تلقین کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کام کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ ہر دور میں راہبر اور پیشوا پیدا کرتا رہے گا اور دنیا کبھی ان مقدس نفوس سے خالی نہیں ہوگی۔ اگر یہ لوگ نہ رہے تو دنیا بھی نہیں رہے گی۔ دنیا ان کے دم سے قائم ہے۔ (158)

حُسنِ مطلق (حُسنِ ازلی، ذاتِ باری تعالیٰ) اور سالک (عاشق صادق) کے درمیان بہت سے ظلمانی و نورانی پردے حائل ہوتے ہیں۔ ذکر و فکر، مجاہدہ و ریاضت اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی بدولت یہ پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں اور دوری، نزدیکی میں بدلتی جاتی ہے۔ نورانی پردے (نورانی حجابات) بہت لطیف ہوتے ہیں۔ ان کا احساس و ادراک بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان پردوں کا اٹھنا بہت مشکل کام ہے۔ اس مرحلے سے گزر کر حُسنِ ازلی تک رسائی پانا ہی سب سے بڑا کام ہے۔ ان پردوں کے بارے میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”غُصْتُ لِحُجَّةِ الْمَعَارِفِ طَالِباً لِلْوُقُوفِ عَلَى عَيْنِ حَقِيقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا بَيَّنَّنِي وَبَيَّنَّنَا أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُورٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنَ الْحِجَابِ الْأَوَّلِ لَا حَرَفْتُ بِهِ كَمَا تَحْتَرِقُ الشَّعْرَةُ إِذَا أَلْقِيَتْ فِي النَّارِ۔“

میں نے معرفت کے سمندروں میں غوطہ لگایا۔ تاکہ حقیقتِ مصطفویٰ کی معرفت حاصل کروں۔ دیکھا کہ میرے اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک ہزار پردے حائل ہیں اور مجھے یہ پتہ چلا کہ اگر میں پہلے پردے کی طرف ایک قدم بھی بڑھاتا تو جل کر یوں راکھ ہو جاتا جیسے بال آگ میں گر کر اپنے وجود کو جلا بیٹھتا ہے۔“ (159)

اس روحانی سفر کے دوران نفسِ انسانی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے نفسِ امارہ سے نفسِ مُلہمہ پر نفسِ لوامہ اور پھر نفسِ مطمئنہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے پکار کر کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ النحل [28-29:89]

اے اطمینان پا جانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) o

جب سالک عرفانِ نفس کے ذریعے عرفانِ ذات (عرفانِ حُسنِ ازلی) کی خاطر راہِ سلوک پر گامزن ہوتا ہے تو، توحیدِ افعالی، توحیدِ صفاتی اور توحیدِ ذاتی کی منازل آتی ہیں۔ توحیدِ افعالی پہلی منزل ہے۔ اس مقام پر سالک اس کائناتِ ارض و سماء کے تمام موجودات اور ان کی حرکات و سکنات میں صرف اور صرف اسی قادرِ مطلق کی قدرت اور قوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور صرف اسی ذات کو موثر اور فاعل کے طور پر دیکھتا ہے اور اس جہانِ رنگ و بو کو ایک سائے کی مانند دیکھتا ہے۔ اس مرحلے کا قرآن حکیم میں ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے۔

...وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِ ۚ الْأَعْرَافِ [7:54]



... سورج، چاند اور ستارے اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔

مراد یہ ہے کہ سورج، چاند، ستارے اور دیگر سیارگان کی تسخیر اور حرکت میں باری تعالیٰ ہی کی قدرت و تدبیر کا فرما ہے۔ کائناتِ ارض و سما کا ہر وجود اپنی نقل و حرکت میں ذاتِ ایزدی کے تصرف، توجہ اور تدبیر کا محتاج ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے توحیدِ افعالی کا اس طرح سے ذکر فرمایا ہے:

”وصاحب توحید افعالی ناسوت را مثل ظنّ عالم غیب می بیند چنان کہ اگر عاقل بیند کہ سایہ متحرک است بطریق ہدایت اثبات جسے کہ اصل سایہ است می کند ہم چنین ایں مرد در حوادثِ عالم و افرادِ آن تدبیرِ ربّی را کہ عالم ناسوت ظنّ آن است مشاہدہ می نماید۔“

اور جسے توحیدِ افعالی کی نسبت حاصل ہو جائے وہ ناسوت یعنی عالمِ مادیات اپنے سامنے یوں پاتا ہے جیسے وہ عالمِ غیب کا سایہ اور ظل ہے۔ اب ایک عقلمند آدمی کی مثال لیجئے، اگر وہ سائے کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ بلا کسی شک و شبہ کے بدائیت اس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ کوئی جسم موجود ہے جس کا سایہ وہ دیکھ رہا ہے۔ بعینہ یہی کیفیت اس شخص کی ہوتی ہے جسے توحیدِ افعالی کی نسبت حاصل ہو۔ یہ شخص جب اس دنیا میں جس کو کہ عالمِ غیب کا سایہ اور ظل سمجھتا ہے۔ اعمالِ افعال ہوتے دیکھتا ہے تو یقیناً اسے وہ تدبیرِ ربّی نظر آ جاتی ہے۔ جو ان سب اعمالِ افعال کے پیچھے کام کر رہی ہے۔ (160)

توحیدِ افعالی کے بعد توحیدِ صفاتی کا مقام آتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو کائنات کے ہر وجود، ہر حقیقت اور متنوع مظاہر قدرت میں صرف ایک ہی حقیقت جلوہ گر نظر آتی ہے۔ قرآن حکیم میں توحیدِ صفاتی کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

سَمُّهُمْ اِلٰهًا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَّبِعُوْنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٦﴾ حم السجده [41:53]

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لیے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ (بھی) ہے ۝

توحیدِ افعالی اور توحیدِ صفاتی میں فرق بیان کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

”توحیدِ افعالی اور توحیدِ صفاتی کا فرق یہ ہے کہ توحیدِ افعالی کے مرحلے میں انسان کائنات کو تو ایک سائے کی مانند دیکھتا ہے۔ لیکن وجودِ حقیقی دکھائی نہیں دیتا جو پس پردہ رہتا ہے لیکن توحیدِ صفاتی کے مقام پر وجودِ حقیقی خود منکشف ہونے لگتا ہے اور ہر وجود میں وہی آشکار اور جلوہ گر نظر آنے لگتا ہے۔ ایک ہی حُسن اور ایک ہی ذات جو واجب الوجود ہے ہر شے میں دکھائی دیتی ہے۔“ (161)

توحیدِ ذاتی کے مرحلے پر سالک کو ظاہر و باطن کی دنیا میں ہر سو وہی وجود اور وہی حُسنِ مطلق نظر آتا ہے۔ خارج میں بھی وہی جلوہ گر نظر آتا ہے اور باطن میں بھی وہی جلوہ فگن نظر آتا ہے۔ اسے حقیقتِ مطلق (حسنِ ازلی، ذاتِ حئی و قیوم) کے سوا سب فانی نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

... كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ ۝ الْقَصَصُ [28:88] اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے ۝

فَأَيُّكُمْ لَوْ أَفْتَمَّ اللَّهُ ۖ الْبَقَرَةُ [2:115]

پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)

بقول میر درد رحمۃ اللہ علیہ ۛ

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا  
اس مقام کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۛ

کرا جوئی چرا در پیچ و تاب؟ کہ او پیدا است تو زیر نقابی  
تلاش او کنی جز خود نہ بینی تلاش خود کنی جز او نیابی (162)

تو کسے ڈھونڈتا ہے، کس لیے پیچ و تاب میں ہے؟ وہ (تو) ظاہر ہے (البتہ) تو خود پردے میں ہے۔ (اے انسان، تو) اسے تلاش کرے (تو) اپنے سوا کچھ اور نہ دیکھے گا۔ اپنے آپ کو تلاش کرے گا (تو) اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں پائے گا۔  
مراد یہ ہے کہ خدا کو پانا خود کو پانا اور خود کو پانا خدا کو پانا ہے۔ معرفتِ الہی سے معرفتِ نفس اور معرفتِ نفس سے معرفتِ الہی حاصل ہوتی ہے۔

راہِ سلوک کی ابتدا میں واجب کا مشاہدہ ہر ممکن وجود سے ہوتا ہے جبکہ توحیدِ ذاتی کے مقام پر واجب کا مشاہدہ ہر ممکن کی نفی سے ہوتا ہے۔ پہلی کیفیت کو تشبیہ کے اور دوسری کو تنزیہ کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ مشاہدے میں مقامِ تشبیہ سے خلاصی پا کر مقامِ تنزیہ تک پہنچ جانا ہی خود کو پالینا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء اس راہ سے گزرتے ہیں گوان مقامات کی تعبیر میں ان میں آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف لفظی ہے۔ یعنی بیان و اظہار کا اختلاف ہے۔ حقیقت سب کے نزدیک ایک ہی ہے۔ کوئی اسے شہود کا نام دیتا ہے۔ کوئی وجود کا اور اس بنا پر کوئی شہودی مسلک رکھتا ہے اور کوئی وجودی مسلک۔ یہ سب لفظی نزاع ہے۔ حقیقت میں بات ایک ہی ہے۔ (163)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات اس طرح سے ارشاد فرمائی ہے ۛ

دو عالم میں نہیں موجود و مشہود! بجز ذات و صفات، افعال و آثار  
حسنِ ازلی (حسنِ مطلق) تک رسائی کے اور عرفانِ ذات کے بے شمار راستے اور طریقے ہیں۔ اس ضمن میں مرشدِ من

حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری ارشاد فرماتے ہیں:

”ذات تک پہنچنے اور اسکی معرفت اور پہچان کے بے شمار راستے اور طریقے ہیں اور سب درست اور صحیح ہیں اور اس تک پہنچنے اور اس کی معرفت کے اتنے ہی راستے اور طریقے ہیں جتنے اس دنیا میں نفوس اور انسان ہیں۔ جس طرح انسانوں کی شکلیں اور صورتیں مختلف ہیں اسی طرح اذہان، عقول، احساسات، اور اکالت اور شعور بھی مختلف ہیں۔ اور ذات کی معرفت کا ہر ذہنی اور عقلی طریقہ اور راستہ بھی دوسرے سے مختلف ہے۔“ (164)

اس ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا ہر بندے کے بارے میں تربیت کا ایک خاص معاملہ ہے، اور ہر بندے کے لیے اس کی درگاہ میں جانے کا ایک خاص راستہ ہے جو اس کو عطا کیا گیا ہے۔“ (165)

جب کوئی سالک مرشدِ کامل کی رہنمائی میں راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو ذکر و فکر، مجاہدہ و ریاضت اور روحانی تعلیم و تربیت کی بدولت اسے خاص ذوقی حالت اور روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ جسے نسبت یا روحانی ملکہ کہتے ہیں۔ توحید و رسالت کے اقرار، طہارت و پاکیزگی، عشق و وجد اور اطاعتِ الہی کی بنا پر ان ملکات لطیف کو مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ہمعات“ کے صفحہ نمبر 47 تا 80 پر اس طرح کی سات نسبتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اولیاءِ سالکین ان ہی میں سے کسی ایک، دو یا زیادہ نسبتوں کی بنیاد پر روحانی سفر طے کر کے حسنِ مطلق تک رسائی پاتے ہیں۔ اقسامِ نسبت درج ذیل ہیں۔ ان میں نسبتِ رسالت اور نسبتِ شیخ کا اضافہ بندہ عاجز نہ کیا ہے۔

- 1- نسبتِ توحید
- 2- نسبتِ رسالت
- 3- نسبتِ شیخ
- 4- نسبتِ سکینہ یا نسبتِ اطاعت
- 5- نسبتِ عشق
- 6- نسبتِ وجد
- 7- نسبتِ طہارت
- 8- نسبتِ اویسیہ

9- نسبتِ یادداشت

جب کوئی سالک صدق اور خلوص سے قرآن حکیم کی تلاوت کرے گا، اس کی آیات میں غور و فکر کرے گا اور کلمہ طیبہ کا ذکر کرے گا تو اسے نسبتِ توحید حاصل ہو جائے گی۔ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل اور کثرت سے درود شریف پڑھنے سے نسبتِ رسالت کی نشوونما ہوگی۔ ظاہری و باطنی پاکیزگی سے نسبتِ طہارت کی نشوونما ہوگی۔ محبت کے تقاضے بجا لانے سے نسبتِ عشق اور نسبتِ وجد کی نشوونما ہوگی۔ بعد زامانی یا بعد مکانی کے باوجود اپنے روحانی مربی و سرپرست سے روحانی رشتہ و تعلق قائم ہونے سے نسبتِ شیخ یا نسبتِ اویسیہ کی نشوونما ہوگی، علیٰ ہذا القیاس۔

راہِ سلوک پر جب ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ سے فکری و نظری اور ظلماتی و نورانی حجابات دور ہوتے ہیں تو اسے فنائے حسی و فنائے روحی کہتے ہیں۔ فنا کے دروازے سے گزر کر سالک بقا پاتا ہے۔ اس تصور کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

دلا مخلقہ رندان بزمِ عشق درآ کہ بُرے ز شراب بقا دہند ترا  
اگر بقا طلبی اولت فنا باید کہ تا فنا نہ شوی رہ نمی بری بقا  
ترجمہ:- اے دل تو بزمِ عشق کے رندوں کے دائرے میں شامل ہو جا، تا کہ وہ تمہیں شراب بقا کا ایک گھونٹ دیں۔  
اگر تو بقا چاہتا ہے تو اس کی پہلی شرط فنا ہے۔ اور جب تک تو فنا نہیں ہوگا تجھے بقا کا راستہ نہیں ملے گا۔

بقا کی اس منزل کو قربِ ذات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرب کی تین اقسام ہیں؛ قربِ نوافل، قربِ فرائض

اور جمع بین القرین۔ قرب نوافل میں مرد کامل خود کو فاعل کی صورت میں دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو آلہ فاعل کے مماثل دیکھتا ہے۔  
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سنانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو وہ کبھی زبان کے ذریعے سنو اتا ہے اور کبھی مطالعہ کتب کے ذریعے اپنی باتوں کی وضاحت کرتا ہے۔ (166)

إِنَّ اللَّهَ يُسَمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۚ... اللَّهُ جَسَّ كُؤَ چاہتا ہے سنو اتا ہے۔ فاطر [35:22]

حدیثِ قدسی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ مَنْ عَادَنِي وَلِيًّا فَقَدْ أَدْنَيْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُمَا أَتَرَضُّهُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنْ أَسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِي الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ

اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو جب میں اُسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اُسے ضرور بچاتا ہوں۔“ (167)

علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیثِ قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاطَّاعَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورٌ جَلَّالٌ اللَّهُ سَمْعًا لَهُ سَمْعُ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَّرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ”كنت له سمعاً وبصراً“ فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (168)

قرب نوافل کے بعد قرب فرائض کی منزل آتی ہے۔ قرب فرائض کے مقام پر مرد کامل خود کو آلہ فعل کی مانند ظاہر پاتا ہے اور ذاتِ حق کو ہر فعل میں حقیقی فاعل کے روپ میں دیکھتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرب فرائض حاصل تھا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

الْحَقُّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عَمَرَ ذَاتِ حَقِّ زَبَانِ عَمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے ذریعے کلام کرتی ہے۔ (169)  
 قربِ نوافل کے مقام پر تمثیلاً بیان ہوا کہ میں بندہ مومن کے کان بن جاتا ہوں لیکن سنتا وہ خود ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں لیکن دیکھتا وہ خود ہے۔ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں لیکن پکڑتا وہ خود ہے۔ لیکن قربِ فرائض میں بیان ہوا کہ زبان تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے مگر متکلم ذاتِ حق ہے۔

’جمع بین القربین‘ کے مقام پر بندہ مومن فنا کے دروازے سے گزر کر بقاء کی منزل کو پالیتا ہے اور تعینات کے سب پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ اسے مقامِ خودی، مقامِ انا یا مقامِ ہویت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر بندہ مومن نہ تو خود کو آلہٴ فعل کی مانند پاتا ہے اور نہ ہی فاعل کی مانند۔ اس کا ظاہر و باطن فاعلیت کے لحاظ سے بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس مقام کا اس طرح سے ذکر ہوا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى..... [الانفال: 17]

وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں، جب آپ نے پھینکی تھیں۔ لیکن وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں۔  
 ”وَمَا رَمَيْتَ“ (وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں) میں حضور نبی کریم رُفِی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فعل کی نفی کی گئی ہے۔ (قربِ فرائض)  
 ”إِذْ رَمَيْتَ“ (جو آپ نے ماری تھیں) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فعل کا اثبات ہے۔ (قربِ نوافل)

”وَلَكِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ“ (بلکہ وہ تو اللہ نے ماری تھیں) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ تو آلہ فعل کی صورت میں ہے اور نہ فاعل کی صورت میں بلکہ فعل اور فاعل دونوں جہتوں سے نسبت فعل ذات حق کی طرف کی گئی ہے۔ یہی ”جمع بین القرین“ کا مقام ہے۔ (170)

عرفان ذات کے مذکورہ بالا تمام مراحل کو ”نقشہ مراتب وجود“ کی مدد سے آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔  
**حیات و مماتِ مردِ مومن:** عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبد مقرب اپنی انانیت اور صفاتِ بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو بندے میں اس کی اپنی صفاتِ عبدیت کے بجائے صفاتِ حق منجلی ہوتی ہیں اور انوار صفاتِ الہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔ آیت کریمہ ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ کے حکم کے مصداق خدا کا یہ مقرب بندہ مظہرِ خدا ہو کر کمالِ انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ثور کے جلوے، عبد مقرب کے ہاتھ پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ عطا ہونے والے خصوصی ادراک، علم، سمع اور بصر کی بدولت ہر آسان اور ہر مشکل کام پر قادر ہو جاتا ہے اور دور و بعید کی چیز پر اُسے قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے مردِ مومن کو یہ قدرت اور کمال بعد از وصال بھی حاصل رہتا ہے کیونکہ انسان کی اصل حقیقت روح ہے۔ روح اور اس کی صفات و کمالات باقی رہتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن ان کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اُس میں سے سورہ ملک پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورہ ملک روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے۔

اگر مرنے کے بعد قبر میں کوئی چیز باقی نہ ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس صحابی سے فرماتے کہ بھی یہ تمہارا وہم ہے یا فرماتے کہ کوئی فرشتہ ہوگا یا کوئی جن تلاوت کر رہا ہوگا قبر میں مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی۔

دو صحابہ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی۔ تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں اُحد کا قبرستان آتا تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہیں ایک شہید دفن تھا۔ تو وہ پھاوڑا اُس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔ یہ تو قبر میں حیاتِ جسمانی کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد اُن کے جسم میں بھی زندگی موجود ہے اور چہ جائیکہ روح جو ہے ہی باقی۔

زمانہ تابعین کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابو نعیم ”حلیۃ الاولیاء“ میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت نقل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی قسم! میں نے اور حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو لحد



میں اُتار تھا۔ جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد فرمادے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں اپنی سند سے قاضی نیشاپور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازہ کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تا کہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اُس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اُٹھی کہ سبحان اللہ! ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن چراتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرمادی۔ جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی اُن میں شریک تھا۔ یہ سن کر اُس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

پس ولیوں کا تو یہ حال ہے کہ چور جائے اور ولی بن کر آئے۔ اب کوئی کہے کہ مرنے کے بعد اُن کی کوئی روحانی طاقت نہیں تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ رُوح تو اپنے لوازمات کے ساتھ باقی ہے۔ (171)

عباد الصالحین کا نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی فائدہ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”میری امت کے علماء، حفاظ اور شہداء شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ ایک بچہ بھی جس کے والدین مومن ہوں وہ ان کے لیے سفارش کرے گا۔“

قیامت کے روز لوگ شفاعت کی درخواست لے کر حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس علی الترتیب حاضر ہوں گے۔ یہ سب انبیاء انہیں فرمائیں گے۔ ”نفسی نفسی اِذْهَبُوا اِلٰی غِیْرِی“۔ ان کے حسبِ ہدایت بالآخر سب حضور نبی کریم رُوف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و اولیاء اور مؤمنین کو شفاعت کی اجازت مرحمت ہو جائے گی۔ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا شرک نہیں۔ اسی لیے تو انبیاء ”نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوا اِلٰی غِیْرِی“ فرمائیں گے۔ اولیاء کرام نہ خدا کے شریک ہیں نہ ساجھی ہیں۔ وہ تو خدا تعالیٰ کے اذن اور حکم کے تابع ہیں۔

مندرجہ بالا گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ مقام خودی پر فائز ہونے والے مرد کامل کو وہ زندگی عطا ہوتی ہے کہ موت نہ اسے فنا کر سکتی ہے اور نہ اس کے کمالات کو۔ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا فیض روحانی، لطف و کرم اور توجہات باطنی کا سلسلہ اسی طرح قائم و دائم ہوتا ہے جس طرح اس کی زندگی میں تھا۔ کائناتِ ارض و سماء اپنی تمام تر وسعتوں سمیت اس کے تابع کر دی جاتی ہے اور تختِ الشریٰ سے عرشِ معلٰی تک پوری کائنات اس کی پیروی کرنے لگتی ہے۔ ذاتِ حق اسے سراسر پیکر نور بنا دیتی ہے اور انسانیت کے لیے پناہ گاہ اور امن و عافیت کا منبع بن جاتا ہے۔ (172)

غوث الاعظم پیران پیر دستگیر قدس سرہ العزیز نے قصیدہ غوثیہ میں غوثیت اور محبوبیت کے اسی سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ے

## قَصِيدَه غَوْثِيَه

سَقَانِي الْحُبُّ كَأَسَاتِ الْوَصَالِ فَقُلْتُ لِخَمْرِي نَحْوِي تَعَالِ  
 محبت نے مجھے وصلِ محبوب کے پیالے پلائے۔ پس میں نے اپنی شراب سے کہا کہ میری طرف آجا۔  
 سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِي فِي كُنُوسِ فَهَمْتُ بِسُكْرِي بَيْنَ الْمَوَالِ  
 پس وہ شراب پیالوں کے اندر میری طرف دوڑتی ہوئی آئی۔ پس میں نے اپنی مستی سے اپنے دوستوں کے اندر اثر کیا۔  
 فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْأَقْطَابِ لَهْؤَا بِحَانِي وَادْخُلُوا أَنْتُمْ رِجَالِي  
 پس میں نے غوث کی حیثیت میں تمام اقطابِ جہان سے خطاب کیا کہ تیاری کرو اور میرے رجالِ الغیب اور لشکرِ بن کر  
 میرے صحن میں داخل ہو جاؤ۔

وَهَبُوا وَاشْرَبُوا أَنْتُمْ جُنُودِي فَسَاقِي الْقَوْمِ بِالْوَافِي مَلَائِي  
 اے میرے سپاہیو! ہمت کر کے آگے آؤ اور شراب کے دور میں شامل ہو جاؤ کیونکہ اسلام کا ساقی مجھے شرابِ معرفت  
 فراواں طور پر دے رہا ہے۔

شَرِبْتُمْ فَضَلْتَنِي مِنْ بَعْدِ سُكْرِي وَلَا نِلْتُمْ عَلَوِي وَاتِّصَالِي  
 میرا نشہ ہو جانے کے بعد تم نے میری بچی ہوئی شراب پی لی۔ لیکن میرے رُتبہ بلند اور قرب و اتصال کو نہیں پہنچ سکے۔  
 مَقَامُكُمْ الْعُلَى بَجْعًا وَلَكِنْ مَقَامِي فَوْقَكُمْ مَا زَالَ عَالٍ  
 تم سب کے باطنی مرتبے بیشک بلند ہیں لیکن میرا مقام تم سب کے اوپر ہے اور ہمیشہ اوپر رہے گا  
 أَنَا فِي حَضْرَتِ التَّقَرُّيبِ وَحْدَانِي يُصَرِّفُنِي وَحَسْبِي ذُو الْجَلَالِ  
 میں اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب میں یگانہ اور فرد ہوں۔ وہ مجھے ایک حال سے دوسرے حال میں پھیرتا ہے اور اُس کی ذات  
 میرے لیے کافی ہے۔

أَنَا الْبَارِئُ أَشْهَبُ كُلِّ شَيْخٍ وَمَنْ ذَا فِي الرِّجَالِ اعْطَى مِثَالِي  
 میں دُنیا کے تمام مشائخ کے اندر سفید باز کی مانند ہوں۔ مردانِ خُدا اور اولیاء اللہ میں وہ کون ہے جسے میری مثل رُتبہ عطا کیا گیا ہو۔  
 كَسَانِي خِلْعَةً بِطَرَاكِ عَزْمٍ وَتَوَجَّيْتُ بِبَنِي جَانِ الْكَمَالِ  
 اللہ تعالیٰ نے مجھے ولایت کی وہ خلعت پہنائی جس پر عزیمت کے پیل بوٹے ہیں۔ اور میرے سر پر کمال کا تاج رکھا۔  
 وَ أَطْلَعَنِي عَلَى سِرِّ قَدِيمٍ وَ قَلَّدَنِي وَ اعْطَانِي سُؤَالِي  
 اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم اسرارِ ازیلی سے واقف فرمایا ہے اور مجھے نشانِ عزت سے مختص فرما کر میری ہر آرزو پوری فرمائی۔  
 وَ وَلَّانِي عَلَى الْأَقْطَابِ بَجْعًا وَ حَكَمَنِي تَأْفِذًا فِي كُلِّ حَالٍ  
 مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام اقطابِ زماں کا والی اور سردار بنایا۔ اور میرا یہ حکم ماضی مستقبل اور حال میں جاری رہے گا۔  
 فَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فِي بِحَارٍ لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِي الزَّوَالِ  
 پس اگر میں اُس سرِ قدیم کو سمندروں پر ظاہر کر دوں تو سب کے سب خشک ہو کر زائل ہو جائیں۔

فَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فِي جِبَالٍ لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ  
اور اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ظاہر کروں تو وہ کمال حیرت سے ٹکڑے ٹکڑے اور ڈرے ڈرے ہو جائیں۔

وَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فَوْقَ نَارٍ لَخَبَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِي  
اگر میں اپنا راز آگ پر ظاہر کروں تو وہ میرے حال کے بھید سے ٹھنڈی اور نابود ہو جائے۔

وَلَوْ أَلْقَيْتُ سِرِّي فَوْقَ مَيِّتٍ لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْتِ تَعَالَى  
اور اگر میں اپنا بھید مردہ لاش پر ڈال دوں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جائے۔

وَمَا مِنْهَا شُهُورٌ أَوْ دُهُورٌ تَمُرُّ وَتَنْقُضُنِي إِلَّا آتَالِي!  
ہر مہینہ اور ہر زمانہ جو دنیا میں گزرنے کے لیے آتا ہے۔ وہ واقع ہونے سے پہلے میرے پاس آتا ہے۔

وَتُخْبِرُنِي بِمَا يَأْتِي وَيَجْرِي وَتُعَلِّمُنِي فَأَقْصِرُ عَنْ جِدَالِ  
اور جو کچھ واقع اور جاری ہوتا ہے اس کی مجھے خبر اور اطلاع دیتے ہیں۔ یہ علم خاصہ غیبی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے اے نادان! ظاہر بین! تو اس معاملے میں میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے باز آ جا۔

مُرِيدِي هُمْ وَطَبَّ وَاشْطَحْ وَعَيْبِي وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْإِسْمُ عَالٍ  
اے میرے مرید! بلند ہمت ہو اور خوش، بے باک اور مستغنی رہ۔ اور جو تیرا جی چاہے کر۔ میرا نام بہت بڑا ہے۔

مُرِيدِي لَا تَخَفْ اللَّهُ رَبِّي عَطَانِي رِفْعَةً نِلْتُ الْمُنَى لِي  
اے میرے مرید! خوف نہ کر، اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے بلند رُتبہ دیا ہے اور میں نے سب کچھ حاصل کر لیا ہے۔

طُبُّوْنِي فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ دُقْتُ فِي وَشَاءُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَأَ لِي  
میری شہرت کے نقارے آسمانوں اور زمین کے اندر بج چکے ہیں۔ اور سعادت کے نقیب میرے آگے پوشاؤں کرتے جا رہے ہیں۔

بِلَادُ اللَّهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي وَوَقْتِي قَبْلِي قَدْ صَفَا لِي  
اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میری مملکت اور میرے حکم کے تابع ہیں اور میرا وقت اور حال میرے سے بھی پہلے صاف کر دیا گیا ہے۔

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا كَخَزَائِلِهِ عَلَى حُكْمِ التَّصَالِ  
میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک کی طرف جب دیکھا تو وہ سب ملے جلے مجھے ایک رائی کے دانے کے برابر معلوم ہوئے۔

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَإِنِّي عَلَى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدَأَ الْكَمَالَ  
ہر ولی کا قدم کسی نبی کے قدم پر ہوا کرتا ہے۔ پر میرا قدم جد پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہے۔

مُرِيدِي لَا تَخَفْ وَاشْ فَانِّي عَزُومٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ  
اے میرے مرید! تو کسی بدخواہ دشمن سے خوف نہ کر کیونکہ میں لڑائی کے وقت بہت باہمت اور لوالعزم قاتل ہوں۔

أَنَا الْجَبَلِيُّ هُوَ الدِّينِ اِسْمِي وَأَعْلَاهِي عَلَى رَأْسِ الْجِبَالِ  
میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور مکی الدین میرا لقب ہے اور میری رفعت کے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

أَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِي وَأَقْدَاهِي عَلَى عُنُقِ الرِّجَالِ  
میں حضرت امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں اور میرا باطنی مقام مخدع ہے۔ اور میرا قدم تمام اولیاء اللہ والین و آخرین کی گردنوں پر ہے۔

وَعَبْدُ الْقَادِرِ رحمۃ اللہ علیہ الْمَشْهُورُ اِسْمِیْ وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَيْنِ الْکَمَالِ

اور عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میرا مشہور نام ہے اور میرے جدِ پاک صاحبِ عینِ الکمال ہیں۔  
 حُسنِ ازلی (حسنِ حقیقی، ذاتِ باری تعالیٰ) سے وصل کے لیے بزرگانِ دین نے طالبین کے لیے ایک کورس مقرر کیا ہے جسے فنِ روحانیت میں 'سلوک' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سلوک ایک باقاعدہ علم (Science) بھی ہے اور فن (Art) بھی ہے۔ اس کے لیے بزرگانِ دین نے نصابِ تصوف تجویز فرمایا ہے۔ اس روحانی سفر کے دوران فنا و بقا کے مراحل کو درج ذیل خاکہ کی مدد سے مزید بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

مندرجہ بالا خاکہ کی وضاحت کرتے ہوئے کیتان واحد بخش سیال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سالک یعنی طالبِ حق مقامِ الف سے اپنا سفر شروع کرتا ہے اور پہلے مقامِ ج تک جاتا ہے۔ مقامِ الف سالک کی ابتدائی حالت ہے اور مقامِ ج مطلوب کو ظاہر کرتا ہے۔

چنانچہ الف سے ج تک کے سفر کا نام سیرِ الی اللہ ہے۔ یہاں پہنچ کر طالبِ فانی فی اللہ ہو جاتا ہے اور سیر فی اللہ کا آغاز کرتا ہے۔ اب چونکہ ذات کی کوئی انتہا نہیں اس لیے فنایت فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام پر سالک اپنی ہستی گم کر دیتا ہے۔ سوائے اللہ کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

تو مباحِ اصلاً کمالِ ایں است و بس تو ز خود گم شو وصالِ ایں ست و بس (عطار)  
 یہی کمال ہے تیرا کہ تو عدم ہو جا۔ یہی وصال ہے تو خود میں گم ہو جا۔

حدیثِ پاک میں اسی فنایت فی صفات اللہ کی جانب اشارہ ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:  
 مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ مرجاؤ مرنے سے پہلے۔

Lose Yourself To Save Yourself (گم کرو اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے کو) سے بھی یہی فنایتِ نفس مراد ہے۔

بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نزولِ قرآن سے پہلے تمام مذاہب مثلاً ہندو دھرم، بدھ مت اور عیسائیت وغیرہ میں یہی مقام یعنی فنایت فی اللہ سب سے بلند ترین مقام تصور ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے پیروں کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا جنگلوں میں بیٹھ کر گیان دھیان میں مست ہو جانا کمال انسانی سمجھا جاتا تھا۔ وہ منزل جس کی

طرف انسانیت رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی اسلام نے آکر اس کی طرف رہنمائی کر دی اور..... اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَكْمَلْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي..... المائدہ [5:3] کا اعلان کر کے انسان کو ترقی کی سب سے بلند ترین منزل دکھادی۔ وہ منزل کیا؟ وہ منزل فنایت کی محویت اور استغراق سے نکل کر ہوش میں آنا، از سر نو مقامِ دوئی اختیار کرنا اور متصف بصفات اللہ ہو کر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہونا اور منصبِ خلافت انجام دینا ہے۔

مندرجہ بالا شکل میں مقامِ ح سے جو محویت و مستی کا مقام ہے نکل کر سالک مقامِ د سے ہوتا ہوا پھر مقامِ الف پر پہنچتا ہے۔ ح سے الف تک کے سفر کو سیرِ مَح اللہ، سیر باللہ اور سیرِ مَن اللہ کہتے ہیں اور جب فنایت سے گزر کر از سر نو طالبِ الف پر پہنچتا ہے تو یہ مقام بقا باللہ اور عبدیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک کے اندر دونوں کیفیات موجود ہوتی ہیں واصلِ حق اور فنا فی اللہ بھی ہوتا ہے، اور دوئی اور ہوشیاری میں ہوتے ہوئے شہود و مشاہد کے مزے بھی اڑاتا ہے۔ اس مقام کو جمع الجمع اور فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بلند مقام ہے بلکہ انسانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ اس کے آگے حیاتِ انسانی کے لیے کوئی مقام اور کوئی منزل نہیں۔

مقامِ عبدیت مقامِ فنا سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہی مقصدِ حیات ہے اور مذہبِ اسلام اور انسانیت کی یہی غرض و غایت ہے۔ جب آخری منزل کی راہ نمائی ہو گئی تو انبیاء علیہم السلام کا آنا بند ہو گا یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ اب نہ نبی آنے کی ضرورت ہے نہ آئیں گے۔

عبدیت آپ کا خاص مقام ہے۔ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے صفی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ، موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدہ و رسولہ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے۔ کیونکہ عبدیت ہی کمالِ انسانی ہے اور بلند ترین منزل ہے۔ آیہ مقدسہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْمَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ اللَّسْعِدِ الْحَرَامِ اِلَى السَّجْدِ اِلَّا قَصَا الْاَسْرَاءِ [17:1] میں لفظ عبدہ سے یہ مراد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراجِ حالتِ فنایت، سکر اور استغراق فی الذات میں نہیں ہوئی جو دائرہ مذکور میں مقامِ ح کا خاصہ ہے۔ بلکہ آپ کو یہ معراج مقامِ عبدیت و بقا باللہ۔ ہوشیاری اور حالتِ تمکین میں ہوئی ہے اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ مقامِ ح پر وصالِ توباتی اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ مقامِ الف پر اور جسمِ انسانی کے ساتھ معراج صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ انسانی جسم کے ساتھ حالتِ صحو و ہوشیاری میں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچنا بہت ہی بڑا مرتبہ ہے جس کا حامل کوئی نہیں ہو سکتا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہ کمالِ ظرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کراتی تھوڑی سی دیر میں اتنی بلندی پر پہنچ گئے۔ حالانکہ اتنی بلندی پر جانا حیرت کی بات نہیں ہے۔ حیرت یہ ہے کہ آپ اس قدر بلندی پر جا کر اتنی جلدی کس طرح واپس آ گئے۔ انتہائی عروج سے ایک دم انتہائی مقامِ نزول پر آنا وسعتِ ظرف ہی کا کمال ہے۔

صوفیہ کے نزدیک دنیا کا مفہوم :- اسلام میں دنیوی کاروبار کو مستعدی، محنت اور تندہی سے کرنے کا حکم ہے۔ کاہلی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ کسب، بال بچوں کی پرورش، قرابت داروں کی امداد، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی نگہبانی اور رزقِ حلال پر اسلامی تعلیمات میں بہت زور دیا گیا ہے۔ مال و دولت کمانا اور دنیوی امور میں ترقی حاصل کرنا بالکل جائز

ہے۔ صحابہ کرامؓ اور بے شمار اولیاء کرام کا یہی مسلک رہا ہے۔ اسلام میں کاروبار ممنوع نہیں لیکن یہ سب کام ایک نقطہ نگاہ سے کرنے چاہئیں وہ یہ کہ ہر کام کی غرض و غایت وصول الی اللہ ہو۔ سب کام اُسی ایک مقصد کے تحت کرنے چاہئیں، سب مقاصد کی غرض و غایت الغایات وہی ایک مقصد ہونا چاہیے۔ یہ جو حدیث شریف میں ہے:

اَللّٰهُ دُنْيَا جَيِّفَةٌ وَطَالِبُهَا كَلَابٌ دُنْيَا مَرْدَارٌ هُوَ اَوْرَاكُ طَالِبٍ كُتِّ هِيَ۔

اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیوی کاروبار میں طالبِ دُنیا نہیں ہونا چاہیے بلکہ سب کام طلبِ مولا اور رضائے مولا کی خاطر کرنے چاہئیں۔ جو شخص سعودی عرب جانے کے لیے ہوائی جہاز میں نشست حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دراصل طالبِ ہوائی جہاز نہیں ہے بلکہ طالبِ سعودی عرب ہے۔ ہوائی جہاز تو سعودی عرب پہنچنے کا فقط ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح دُنیا کے کاروبار اس نیت سے کرنے چاہئیں کہ ان کے حصول سے اصلی اور حقیقی مطلب حاصل ہو۔ حضرت مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس مضمون کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

چست دُنیا از خُدا غافل بُدن      نے قماش و نقرہ و فرزند و زن  
آب در کشتی ہلاک کشتی است      آب اندر زیر کشتی پشتی است

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی وہ دنیا جسے مذموم کہا گیا ہے کیا ہے؟ صرف خُدا سے غفلت کا نام ہے۔ نہ سونا ہے نہ چاندی ہے اور نہ بیوی بچے ہیں۔ دُنیا کو پانی اور قلبِ انسانی کو کشتی کی مثال دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر دُنیا انسان کے دل کے اندر داخل ہو جائے تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر دُنیا کا سہارا لے کر یعنی اس کو ذریعہ بنا کر حقیقی مقصود حاصل کیا جائے تو اس میں نجات ہے۔ اس لیے دنیا کے تمام کام مثلاً سیاست کے ذریعہ ملک میں حکومت قائم کرنا، فوج رکھنا، صنعتی ترقی کرنا، کھیتی باڑی کرنا، سائنس کی ایجادات کے ذریعہ انسان کی مشکلات حل کرنا سب کی غایت یہی ہے کہ لوگ فارغ البال ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں اور اس کی معرفت حاصل کریں کیونکہ معرفت اور ذکر اللہ روح کی غذا ہے۔

اَلَا يَذُنُّ لَكُمْ اللّٰهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿١٣﴾ [13:28]۔ اُن لو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کس قدر ظلم اور جہالت ہے کہ جسم کے لیے جو بمنزلہ گھوڑے کے ہے، خوراک مہیا کرنے کی خاطر تو انسان اپنی ساری عمر صرف کر دے اور رُوح کے لیے جو بمنزلہ سوار کے ہے کچھ بھی نہ کرے۔ اگر آپ کے یہاں کوئی مہمان آئے جس کے ساتھ سواری کے لیے گھوڑا بھی ہو اور آپ گھوڑے کے لیے تو گھاس مہیا کر دیں لیکن مہمان کے لیے کوئی بندوبست نہ کریں تو کیا آپ کی عقل صحیح سمجھی جائے گی؟

آج کل بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو خلافتِ الہیہ کا حامل سمجھ کر حکومتِ الہیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کو جاننا چاہیے کہ آدمی منصبِ خلافتِ الہیہ کے اس وقت تک قابل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خودی اور نفس کو مغلوب کر کے مقامِ فنا فی اللہ حاصل نہ کرے۔ اور فنا نیت فی اللہ حاصل کر کے حدیث پاک ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ يَبْصُرُ“ کے مطابق متصف بصفات اللہ نہ ہو اور مقام بقا باللہ اور عبدیت حاصل نہ کرے۔ کیونکہ اس مقام پر پہنچے بغیر وہ نور حاصل نہیں ہوتا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے کھڑے دُور دراز مقام پر ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ يَبْصُرُ“ (اے ساریہ! پہاڑ کی طرف)



کا نعرہ لگا کر اپنے فوجی جرنیل کو جنگی ہدایت دی۔ لہذا ہر بوالہوس کو شایاں نہیں کہ وہ اپنے آپ کو منصبِ خلافتِ الہیہ کے قابل سمجھے کس قدر بوالعجبی ہے کہ ایک طرف تو لوگ خلافتِ الہیہ کا دعویٰ کرتے ہیں، اور دوسری طرف منصبِ خلافت کے حصول یعنی سلوک، روحانیت و تصوف اور رشد و ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہی ان کے کھوکھلے پن کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور حقائق اور معارف حاصل کرنے کے لیے وسیلہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وسیلہ مرشد ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ التّٰوْبَةِ [9:119]۔ صادقین کا قرب حاصل کرو۔

صادق اُسے کہتے ہیں جو صادق الحال ہو۔ جس کا قال کچھ اور حال کچھ ہو وہ صادق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے صادقین سے مراد اولیاء کرام ہی ہیں جو حدیث شریف **يَنْبَغُ وَبِي يُبْصِرُ** کے مطابق اللہ کے کانوں سے سنتے ہیں اور اللہ کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور **اَيَّا تَنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِكُمْ** کا صرف علم یقین نہیں بلکہ حق یقین رکھتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ علم کی تین قسمیں ہیں: اول علم یقین، دوم عین یقین اور سوم حق یقین۔

علم یقین یہ ہے کہ آپ کو کوئی بتائے کہ آگ جلاتی ہے۔ عین یقین یہ ہے کہ آپ کسی چیز کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ لیں اور حق یقین یہ ہے کہ آپ آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں کہ واقعی جلاتی ہے۔ لوہے کو دیکھیں جب آگ میں جاتا ہے تو وہ بالصور اور بالسیرت آگ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بھی حق یقین یہی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی آدمی اپنی ہستی کو اللہ کی ذات میں بالکل گم کر دیتا ہے۔ (174)

علم تصوف اور اس کے حصول کے لیے ضرورتِ شیخ سے آگاہ ہونے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ مرشدِ کامل کس طرح اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تصوف کی زبان میں روحانی سفر کو سلوک الی اللہ کہتے ہیں۔ مرشدِ کامل، مریدِ صادق کو سلوک الی اللہ طے کراتے ہیں۔ وہ مرید کی روحانی و اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے اسے تصوف کی تعلیم دیتے ہیں اور اس علم کے مطابق تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ علم تصوف میں روحانی تعلیم و تربیت میں لطائفِ ستہ کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ لطائفِ ستہ سے مراد انسان کے جسم کے اندر موجود چھ روحانی مراکز ہیں۔ مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرفان حصہ اول کے صفحہ نمبر 198 پر ان لطائف کا اس طرح سے ذکر فرمایا ہے:

نام مقام	نام لطیفہ	عالم	سیر	حال	مقام	رنگ	ذکر	اسم تصور
مقام اول	نفس	ناصوت	الی اللہ	میل	شریعت	نیلا	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	اللہ
مقام دوم	قلب	ملکوت	لہ	محبت	طریقت	زرد	لا الہ الا اللہ	لہ
مقام سوم	روح	جبروت یا حقیقت محمدی	علی اللہ	عشق	حقیقت	سُرخ	یا اللہ	لہ
مقام چہارم	بَرّ	لاہوت	مَعَ اللہ	وصل	معرفت	سفید	یا حیی یا قیوم	ہو
مقام پنجم	خفی	یاہوت	فی اللہ	فنا	مقامِ منتہی	سبز	یا واحد	محمد ﷺ
مقام ششم	اخفی	یاہوت	عین اللہ	حیرت	باز شریعت	بنفشہ	یا احد	فقر
مقام ہفتم	اَنَا	ہُویت	یا اللہ	بقا	مقام جمع الجمع	بے رنگ	یاہو	اللہ محمد

مشائخِ متقدمین نے سلوکِ باطنی کے ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کا علیحدہ عالم، الگ مقام، جدا حال اور مختلف ذکر

وغیرہ مقرر فرمائے ہیں۔ اسم اللہ لطیفہ نفس کے لیے مخصوص ہے اور اس کا عالم ناسوت، مقام شریعت اور سیر الی اللہ ہے۔ دوم اسم اللہ لطیفہ قلب کے لیے مخصوص ہے اور مقام اس کا طریقت، عالم ملکوت اور سیر اللہ ہے۔ سوم اسم اللہ لطیفہ روح ہے اور مقام حقیقت، عالم اس کا جبروت اور سیر علی اللہ ہے۔ چوتھا اسم ہُو ہے جس کا لطیفہ برز ہے اور مقام اس کا معرفت اور عالم لاہوت اور سیر مع اللہ ہے علیٰ ہذا القیاس۔

بندۂ عاجز کے مطالعہ و تحقیق کے مطابق بعض مسالک ان لطائف سے منسوب رنگوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک دو لطائف کے مقام کے بارے میں بھی اختلافات نظر آتے ہیں۔ یہ اختلافات، اختلاف مشاہدہ کی وجہ سے ہیں۔ دراصل بدن کے اندر اور بھی بہت سے لطائف ہیں۔ بہت سے ان میں سے ریڑھ کی ہڈی اور ارد گرد کے مقامات میں ہیں اور باقی تمام بدن میں۔ (175)

آکوپتیکر طریقہ علاج میں انہی مقامات سے متعلق انرجی پوائنٹس کو سونیوں کی مدد سے متحرک کر کے جسمانی امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس لیے مراقبہ میں اصل مقام سے ذرا ہٹ کر کسی قریبی لطیفہ پر توجہ سے کسی اور رنگ اور کیفیت کا مشاہدہ و احساس پیدا ہوتا ہے۔

شیخ کامل کے فیضان سے، ذکر و فکر اور توجہ سے جب یہ لطائف بیدار ہو جاتے ہیں تو سالک عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت، عالم یاہوت اور عالم باہوت میں پرواز کر کے فنا کے دروازے میں سے گزر کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے سات مراتب سلوک اور سات تعینات اور چھ تنزلات الہیہ بیان فرمائے ہیں۔ اصطلاحات صوفیاء کے صفحہ نمبر 40 پر درج ہے کہ ذات کے مرتبہ ظہور کو تعین کہتے ہیں۔ ذات حق تعالیٰ کا تعینات میں ظاہر ہونا تنزل ہے۔ تنزلات سستہ سے مراد چھ تنزلات ہیں۔ (176)

سر دلبر اس کے صفحہ نمبر 407 پر حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، لغوی اعتبار سے اوپر کی منزل کو چھوڑ کر نیچے کی منزل میں آجانے کا نام تنزل ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کلکٹر کا تنزل تحصیل داری میں ہو گیا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وہ ڈپٹی کلکٹر نہیں رہا بلکہ تحصیل دار ہو گیا ہے۔ اوپر کے مقام اور مرتبہ سے ہٹ کر وہ اب نیچے کے مقام و مرتبہ پر فائز ہو گیا ہے۔ اوپر کی جگہ اُس سے خالی اور نیچے کی جگہ اس سے پُر ہو گئی ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے تصوف میں تنزلات سے مراد وہ سیڑھیاں ہیں جن پر وجود نے مرتبہ وراء الوریٰ سے علی الترتیب نزول فرما کر باغ و بہار کائنات کی گلشن آرائی فرمائی۔ وجود جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ ”الآن کما کان“..... یہ جملہ تغیرات شہودی اور اعتباری ہیں۔ خواہ وہ علمی ہوں یا عینی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ”جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے نہ کہ وجود میں“ تو اس جملہ سے یہی مراد ہوتی ہے کہ یہ تنزلات اعتباری ہیں نہ کہ حقیقی۔

سید شاہ گل حسن قادری قلندری، تعلیم غوثیہ کے صفحہ نمبر 311 پر تعینات و تنزلات کی اعتباری حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”..... تعینات محض اعتباری اور صرف نسبتی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ذات مقدس میں کوئی نقص عائد نہیں ہوتا۔ تم ایک کو

اگر چار کی چوتھائی ( ) کہو یا تین کی تہائی ( ) یا دو کا آدھا ( ) یا آدھے کا دوچند ( ) تو ان نسبتوں سے اُس یگانگی (وحدت، توحید) میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی (کوئی فرق نہیں پڑتا)۔ اسی طرح ذاتِ پاک کو تجلیات و تعینات کے لحاظ سے مختلف ناموں اور مختلف مرتبوں اور مختلف حضرات کے نام سے بولنا اس کی احدیت کا مانع نہیں (اس کی احدیت کے خلاف نہیں) ہے۔ وہی ایک ذات ہے جو رنگارنگ نظر آرہی ہے۔

تنزلات کا مفہوم مزید واضح کرنے کے لیے پانی کی مثال پر غور کریں۔ فرض کریں مرتبہ اول مقام عدم ہے۔ یہاں کچھ بھی موجود نہیں۔ مرتبہ دوم پر ذات باری تعالیٰ نے مختلف گیسیں پیدا فرمادیں۔ مرتبہ سوم پر ان گیسوں کو خصوصیات اور نام عطا فرمادیئے۔ مرتبہ چہارم پر ان میں سے دو گیسوں، ہائیڈروجن اور آکسیجن کو لے کر ملا دیا گیا۔ اس سے ہائیڈروجن ڈائی آکسائیڈ ( $H_2O$ ) گیس یا آبی بخارات پیدا ہوئے۔ مرتبہ پنجم پر ان آبی بخارات کو ٹھنڈا کیا گیا تو ان کی تکثیف سے

پانی (H<sub>2</sub>O) بن گیا۔ مرتبہ ششم پر پانی (H<sub>2</sub>O) کو ٹھنڈا کیا گیا تو اس کی مزید تکثیف سے برف (H<sub>2</sub>O) بن گئی۔ یہ سب حقیقت اولیٰ کی قدرت سے ظاہر ہونے والے تنزلاتِ ستہ، تعینات اور مراتب ہیں۔ جو لوگ پانی کے کیمیائی فارمولا (H<sub>2</sub>O) کو دیکھیں گے۔ انہیں بارش کے پانی، سمندر کے پانی، زمینی پانی، مصنوعی برف، آسمانی برف اور آبی بخارات میں وحدت نظر آئے گی جو ظاہر بین ہوں گے اور پانی کو پانی ہی کہیں گے، برف یا آبی بخارات کا نام نہیں دیں گے، ان کا کہنا بھی درست ہوگا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خدا، خدا ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی نزول کیوں نہ کر جائے، بندہ، بندہ ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی عروج کیوں نہ کر جائے۔ گیسوں کا لطافت سے کثافت پا کر برف بننا یا برف کا کثافت سے لطافت پا کر گیسوں کی شکل اختیار کرنا یا معدوم ہونا ان کے مختلف مراتب کو ظاہر کرتا ہے۔ تصوف میں عدم سے موجودات کے ظہور کے روحانی مراحل کو تفہیم کی خاطر مراتب، تعینات اور تنزلات کی اصطلاحات کی مدد سے بیان کیا جاتا ہے۔

مراتب	تعینات
1۔ لائین	ذات
2۔ تعین اول..... ذات حق کا تعین (حقیقت محمدی)	صفات
3۔ تعین دوم..... کائنات کی تخلیق	اسماء
4۔ عالم ارواح	افعال
5۔ عالم مثال	آثار
6۔ عالم ناسوت	اعیان (اشیاء کی صورتیں)
7۔ تنزل حضرت انسان	انسان

1۔ حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ ”مخزن الاسرار و سلطان الاوراد“ میں ان مراتب کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ان سات مراتب میں اول مرتبہ جو تمام

مراتب الوہیت سے برتر اور جملہ تعینات علمی اور خارجی سے بالاتر ہے۔ وہ مرتبہ ذات ہے جسے مرتبہ احدیت اور حقیقت حق بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ ہر قسم کی صفات ذاتیہ و افعالیہ سے خارج ہے۔ یعنی اس مرتبے میں نہ صفات ذاتیہ اور نہ افعالیہ کا حصول اور نہ سلب مراد ہے۔ بلکہ یہ مرتبہ ہر وصف و نعت، ہر اسم و رسم، ہر قسم کے ظہور و بطون ہر قسم کی کلیت و جزیت اور عمومیت و خصوصیت وغیرہ تمام اعتبارات و اشارات سے پاک ہے۔ اس مرتبے کو مجموعہ الوصف، ممتنع الاشارات، منقطع الوجدان، غیب الغیب، مطلق المطلق اور ازل الازل کہتے ہیں اور مرتبہ ہاھویت لا تعین اور عین ہویت کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ ذاتی مرتبہ ہر قسم کے اعتبارات تمام تعینات اور جملہ تعلقات اور اضافات غرض کہ اطلاق اور تعین کی کل قیود اور تعلقات سے مطلق مبرا اور منزہ ہے۔ یہ مرتبہ درالوراء ثم وراء الوراء ہے۔ اس مرتبہ عرفان تک کسی کو راستہ نہیں اور اس مقام ذات مطلق میں کسی کو دخل نہیں۔

وَيُحَدِّثُكَ اللَّهُ نَفْسَهُ ..... آل عمران [3:28] [3:30] اور ..... لِيَمُنَّ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ..... غافر [40:16] اس مرتبے کی طرف اشارہ ہے۔

2۔ دوم مرتبہ تعین الاول اور تجلی اولیٰ ہے۔ یہ مرتبہ وحدت ہے۔ یعنی عالم ذات کا اپنی ذات اور جملہ صفات و اسماء کی نسبت ایسا علم کہ جس میں کسی اسم و صفت کو ایک دوسرے سے امتیاز نہ ہو۔ یعنی ذات میں علم ذات اور جملہ صفات اور اسماء بلا امتیاز اس طرح مندرج اور شامل ہو جیسا کہ تخم اور پھل میں درخت معہ جملہ شاخوں، پھلوں، پھولوں، پتوں اور کانٹوں وغیرہ کے شامل اور موجود ہوتا ہے اس جگہ چار اعتبارات یعنی علم، وجود نور اور شہود و ظہور پاتے ہیں۔ اس مرتبے کا دوسرا نام حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس تعین کو مرتبہ اول، عقل کل، عقل اول، برزخ کبریٰ، برزخ البرازخ، عالم صفات، قلم اعلیٰ، لوح محفوظ، ام الکتاب، مخلوق اول، مبداء اول، حقیقت الخالق، ابوالارواح، ابوالکبیر و رابطہ اول، عالم اجمال اور کنز الکنوز کہتے ہیں۔

3۔ سوم مرتبہ تعین دوم اور تجلی ثانیہ ہے۔ اس مرتبے کے اندر ذات نے علم ذات کا اور اپنے جمیع صفات و اسماء اور جملہ ممکنات کا تفصیلاً، مجمل، مجموعاً اور الگ الگ امتیاز پایا ہے۔ یہ مرتبہ احدیت کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں جملہ صفات سبعۃ یعنی سات صفات ذاتی: یعنی صفت حیات، علم ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام نے ظہور پایا ہے۔ اور کلمات اس میں اٹھائیں ہیں کہ ان کو اسماء الہی اور حقائق الہی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ لاھوت لامکان کا ہے۔ یہ مرتبہ ہر آلائش حدث و شہادت اور کدورت کون و کثافت مکان سے پاک ہے۔ یہ محض بحر انوار غیب اور دنیاۓ اسرار لطیف ہے۔ یہ مقام مقام ارواح سے بالاتر ہے۔

4۔ چوتھا مرتبہ عالم ارواح کا ہے۔ جو کہ ہر مادے سے مجرد اور منفرد ہے اور اجسام کے عوارض، الوان اور اشکال سے پاک ہے۔ اور قابل ادراک خود اور غیر خود ہے۔ اس لیے سوال ”اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ“ ..... الاعراف [7:172] کے جواب میں ارواح نے بلیٰ اس مقام میں کہا۔ اس مرتبے کو مرتبہ جبروت کہتے ہیں۔ عربی میں اجبار جوڑنے اور ملانے کو کہتے ہیں اور جبیرہ اس لکڑی کی چچی کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں۔ یہ مرتبہ مراتب الہیہ اور مراتب کونیہ کے درمیان بمنزلہ پل، سیڑھی اور واسطے کے ہے۔ اس لیے اس مقام کو مقام جبروت کہتے ہیں۔ یہی

مقام جبرائیل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان وحی کا وسیلہ اور واسطہ رہے ہیں اور عبد و معبود، خالق و مخلوق اور رب و مربوب کے درمیان تعلق جوڑنے پر مامور ہیں۔ یہ مقام عالم غیب اور عالم شہادت یعنی عالم ارواح و عالم اجساد یا عالم لطیف و عالم کثیف کے درمیان گویا ایک برزخ (پردہ) اور سیڑھی کے ہے۔

5۔ پانچواں مرتبہ عالم مثال ہے اور یہ عالم ملکوت ہے۔ اس عالم میں میت سے قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے اور اسی عالم میں اُسے برزخ کے اندر عذاب ہوتا یا راحت ملتی ہے۔ کامل لوگوں کی ارواح اور ملائکہ اسی عالم میں بود و باش رکھتے ہیں اور مختلف مثالی شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ خضر اور الیاس علیہم السلام کو اسی مقام میں زندگی حاصل ہے اور ارواح شہداء اکبر اور اصغر کو اسی مقام میں بہ نسبت دیگر ارواح کے بڑھ کر زندگی اور بیداری حاصل ہے۔ انسان کے سچے خواب اسی مقام میں واقع ہوتے ہیں۔

6۔ چھٹا مرتبہ مرتبہ وجود عالم ناسوت ہے۔ یہ عالم قابل خرق و التیام یعنی ٹوٹنے اور جڑنے کے قابل ہے۔ یہاں تمام اشیاء کو نیہ باعتبار خلقت سوائے عرش و کرسی کے قابل تجزیہ و تبعض ہے۔ اس عالم میں اشیاء جزئی اور ٹوٹی ہیں۔ اس مرتبے کی ابتداء عرشِ رحمن سے ہے اور اس کا انجام اور خاتمہ موالید ثلاثہ پر ہے۔ فرش سے عرش تک اس کا عرض محیط عالم ہے۔ اس مرتبے کو مرتبہ ناسوت کہتے ہیں۔

7۔ ساتواں مرتبہ جمع الجمع ہے۔ اس مرتبے کا مظہر حضرت انسان ہے کہ جملہ تعینات سابقہ اور کل عوالم مذکورہ کا جامع ہے۔ اس مرتبہ ہدایت میں مرتبہ نہایت مندرج ہے۔



كَمَا قِيلَ الْتِهَامِيَّةُ هِيَ الرُّجُوعُ إِلَى الْبَدَايَةِ اَوْ فَاذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ شَرْوَحِي..... الْحَجَر [15:29] ص [38:72] اسی نسبت ذاتی سے مراد ہے اور اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً..... البقرہ [2:30] اسی جامعیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور خَلَقَ اللّٰهُ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اِی کمالیت پر دل ہے۔ اس مرتبہ میں انسان کا مکمل مظہر اتم کبریا اور آئینہ جامع حق نما ہوتا ہے۔

ان سات مراتب میں سے اوّل تین مراتب یعنی مرتبہ ہاھوت، یاھوت اور لاہوت کو مراتب الہیہ کہتے ہیں اور دیگر تین مراتب یعنی مرتبہ جبروت، ملکوت اور ناسوت کو مراتب کونیہ کہتے ہیں۔ اور ساتویں مرتبہ حضرت انسان کو مرتبہ جامع کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جملہ مراتب الہیہ اور مراتب کونیہ بالقوی جمع ہیں۔ یہ مرتبہ ہر دو امکان اور وجوب اور مرتبہ حدوث و قدم کے رنگ سے رنگین ہے۔

مذکورہ بالا سات مراتب میں سے سوائے پہلے ذاتی مرتبہ کے باقی چھ مراتب کو تنزلات سہ یعنی چھ عدد تنزلات کہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے واحد مطلق اور اکیلے تھے۔ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَكُنْ مَعَهُ شَیْءٌ یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اُس کے ساتھ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اخفاء سے اظہار اور وحدت سے کثرت کی طرف ظہور و نزول فرمایا اور اس ظہور و نزول سے چھ قسم کے تنزلات واقع ہوئے۔ چنانچہ نزول اول میں اللہ تعالیٰ نے ذات سے صفات کی طرف اور نزول دوم کے اندر صفات سے اسماء کی طرف ظہور فرمایا۔ تیسرے نزول میں اسماء سے افعال کا صدور ہوا اور چہارم نزول میں افعال سے آثار نمودار ہوئے۔ پنجم میں آثار سے اعیان اور ششم تنزل کے اندر اعیان سے حضرت انسان کا نمود اور اس کا وجود موجود ہوا۔ ان مراتب میں سے پہلے تین مراتب کو مراتب الہیہ اور پچھلے تین مراتب کو مراتب کونیہ اور آخری مرتبہ کو مرتبہ جامعہ کہتے ہیں اور پہلے مرتبہ ذات کے بعد و مراتب کو ظہور علمی اور آخری تین مراتب کو ظہور عینی کہتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان جملہ مراتب و تعینات و تنزلات و ظہورات کا نقشہ دیا جاتا ہے۔

مرتبہ اول	مرتبہ دوم	مرتبہ سوم	مرتبہ چہارم	مرتبہ پنجم	مرتبہ ششم	مرتبہ ہفتم
ذات	(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)
تنزل صفات	تنزل اسماء	تنزل افعال	تنزل آثار	تنزل اعیان	تنزل انسان	
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)
تعین احدیت	تعین وحدانیت	تعین روح	تعین مثال	تعین جسم	تعین انسان	
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)
مقام یاہوت	مقام لاہوت	مقام جبروت	مقام ملکوت	مقام ناسوت	مقام ذات	
مراتب الہیہ			مراتب کونیہ			مرتبہ جامعہ
ظہوراتِ علمی			ظہوراتِ عینی			

یاد رہے کہ آفتاب ذات نے جب افق وحدت سے ظہور کثرت کی طرف جلوہ فرمایا تو نور ذات سے سات

مختلف ذاتی صفات کی شعا عین نمودار ہوئیں۔ یعنی صفتِ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام اور اسی کے مطابق سات مذکورہ بالا مراتب اور سات تعینات قائم ہوئے۔ جیسا کہ آفتاب کے ذاتی سفید نور سے سات مختلف الوان اور رنگوں کا ظہور ہوتا ہے۔ جب کہ وہ کسی شفاف محدد جسم سے گزرتا ہے۔ جنہیں ہم اکثر شبنم کے قطروں اور قوس قزح کی صورت میں روزمرہ دیکھتے ہیں۔ آفتاب ذات کے یہ ساتھ نزولی رنگ عالم کثرت، جملہ تنوعات کے ہر علوی اور سفلی اور غیب و شہود کے تمام امکانات میں ظاہر ہوئے۔ (177)

عزیزانِ من! اسلام میں انسانی زندگی کی غرض و غایت قرب و معرفت الہی ہے اور تمام عبادات یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب کا مقصد حصول قرب و معرفت الہی ہے۔ لہذا ہر شخص کو اپنی حالت دیکھ کر غور کرنا چاہیے کہ آیا اس کی عبادت سے اس کو قرب حق میں اضافہ ہو رہا ہے یا دنیا سے محبت زیادہ ہو رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نماز سے انسان کے گناہ نہیں رک سکتے وہ نماز نہیں ہے۔ چنانچہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا جو مسلک ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولین فرض زہد و تقویٰ، اور رات دن قرب حق میں ترقی کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔ اولیاء کرام کا طریقہ وہی رہا ہے کہ اولیت حصول قرب و معرفت کو دیتے رہے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرح ان کو اور ان کے خلفاء و مریدین کو عملی طور پر حق تعالیٰ کا قرب و وصال نصیب بھی ہوا ہے جس کی بدولت وہ اس قدر مقبول حق، مقبول رسول اور مقبول خلق ہوئے کہ سینکڑوں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک ان کے مزارات اور تعلیمی مراکز آباد اور پر رونق ہیں اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رکھنے والے جانباز عاشقوں کا وہاں ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور ان کے عرسوں پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کی کسی اور عالم، فاضل اور قومی راہنما کی قبور یا تعلیمی مراکز پر مثال نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام محبت کا مذہب ہے اور خدا کی محبت ہر شخص اور ہر کس و ناکس کے دل میں موجزن ہے۔ چونکہ اولیاء اللہ کی تعلیمات میں حق تعالیٰ کی محبت کا عنصر غالب ہوتا ہے لوگ بے ساختہ اور والہانہ طریق پر ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں لیکن زاہدان خشک منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اسلام میں شدید حب اللہ کی شہادت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی کہ خود خالق کائنات نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے..... وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۖ الْبَقْرہ [2:165] (مومنین کو حق تعالیٰ کے ساتھ شدت سے محبت ہوتی ہے) نیز فرمایا..... قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ..... آل عمران [3:31] کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) نیز ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا لَا إِيمَانُ مَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهُ ۚ وَلَا لَا إِيمَانُ مَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهُ ۚ (جس کے دل میں محبت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں ہے) یہ کلمات آپ نے زور دے کر تین مرتبہ فرمائے۔ اس لیے ہر عابد، زاہد، عالم، فاضل، مومن اور مسلمان کا فرض ہے کہ ہر وقت یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ اس حدیث پاک کے مطابق وہ کلوہو کے نیل کی طرح نقطہ آغاز پر تو نہیں کھڑا۔ ترقی کی ظاہری علامت یہ ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کا قرب محسوس ہو۔ ہر کام میں اس کو تائید ایزدی حاصل ہو جاتی ہے، خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو حق تعالیٰ کی

جانب سے اس کو خواب میں تنبیہ ہو جاتی ہے۔ بزرگانِ دین کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گذشتہ اور آنے والے واقعات کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ اس کے مخالفین نقصان اٹھاتے ہیں اور قدم قدم پر اس کو حق تعالیٰ سے امداد ملتی ہے اور بالآخر فنا فی اللہ اور بقاء باللہ جیسے بلند مراتب نصیب ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو قرب حق کی نوعیت کا علم نہیں ہے اور چند نمازیں پڑھ کر اپنے آپ کو مقرب بارگاہِ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ (178)

سروری قادری سلوک روحانی (نقیر باہو) :- تمام روحانی سلاسل میں فکری، عملی، روحانی اور اخلاقی ارتقاء کے حصول کے لیے راہِ سلوک طے کرائی جاتی ہے۔ سروری قادری مسلک میں مشاہدہ حق، قرب ربانی اور قرب نبوی کے حصول کے لیے تصور اسم ذات، تصور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تصور کلمہ طیبہ، تصور مرشد اور دعوت قبور کی تعلیم دی جاتی ہے۔ علم تصور اسم اللہ ذات کو علم اکسیر یا تصور توفیق کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ تصور دعوت القبور یا علم تکسیر یا تصور تحقیق، یہ تین نام بھی ایک ہی علم کے ہیں۔ (179)

معرفت اور دیدار کا راستہ :- سلطان العارفین، حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: معرفت اور دیدار کا راستہ اسم ذات اللہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر اسم ذات اللہ پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جملہ مراتب ابتدا و انتہا اسم ذات اللہ میں مندرج ہیں۔ اس لیے طالب کو چاہئے کہ پیشانی، سینے اور ناف پر اسم اللہ ذات لکھنے کی مشق جاری رکھے۔ بدل نہ ہو۔ (180)

مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری :- جس شخص کا تمام وجود اور ہفت اندام اسم اللہ ذات کی نوری تحریر سے منقش اور مرقوم ہو جاتا ہے اس کے بعد اسے ایک نوری لطیف وجود عطا ہوتا ہے۔ اس وجود سے وہ باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مجلس انبیاء و اولیاء میں حاضر ہوتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہ سے سالک کا ایسا نوری لطیف وجود زندہ نہ ہو جائے اپنی کوشش اور محنت مشقت سے اس کثیف عنصری خاکی جے کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ (181)

مرشد کے حکم اور اجازت سے جب طالب دل پر اسم اللہ لکھ لیتا ہے اور اسے نوری لطیف وجود عطا ہو جاتا ہے تو مرشد توجہ دے کر کہتا ہے اب دیکھ تو اس وقت اسم اللہ ذات آفتاب کی طرح تجلی انوار سے روشن اور تاباں ہو جاتا ہے۔ اس وقت طالب اپنے دل کے ارد گرد ایک وسیع اور لازوال ملک دیکھتا ہے جس میں چودہ طبق اور کوئین رائی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔ اس میدان میں ایک گنبد دار روضہ طالب کو نظر آتا ہے جس کے قفل پر کلمہ طیب نوری مرقوم ہوتا ہے۔ جس کی کلید اور کنجی اسم اللہ ذات ہے۔ طالب اسم اللہ ذات کی کنجی سے کلمہ طیب کا قفل کھول کر جب اندر جاتا ہے تو صراطِ مستقیم سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عظیم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس مجلس میں چار یا رمعہ اصحاب کبار پنج تن پاک اور شاہ محی الدینؒ موجود ہوتے ہیں۔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح علامت یہ ہے کہ اس مجلس میں نص، حدیث کا تذکرہ یا تسبیح یا کلمہ طیب یا درود شریف کا ورد اور ذکر ہوتا ہے۔ طالب صادق کو یہ قرب اللہ تعالیٰ کے حکم و توفیق اور مرشد کامل کی رفاقت سے حاصل ہوتا ہے۔ (182)

مجلس حق کی پہچان :- اس وقت طالب مجلس حق اور باطل میں ہوش و حواس اور شعور سے دل جمعی سے درود، لاجل، سبحان اللہ اور کلمہ طیب پڑھ لیتا ہے۔ اگر وہ مجلس حضور علیہ السلام یا مجلس اولیاء و انبیاء ہو تو قائم رہ جاتی ہے۔ باطل اور شیطانی مجلس

کلمہ طیب پڑھنے سے درہم برہم ہو جاتی ہے۔ جب طالب اس باطنی طریقے سے توفیق کے ذریعے اس حقیقی مجلس میں آتا جاتا ہے اور حق و باطل کو خوب جان لیتا ہے تو اسے ہر وقت لاحول پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ اس کا باطن حق سے ملحق ہو جاتا ہے اور جو کچھ باطن میں دیکھتا ہے فوراً ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ **كُلُّ بَاطِنٍ مُّخَالِفٌ لِّظَاهِرٍ فَهُوَ بَاطِلٌ** ہر باطنی معاملہ جو ظاہر شریعت کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔ (183)

**مشاہدہ حق:**۔ تصور اسم ذات اللہ کے ذریعے طالب صادق عرش کو قدم کے نیچے فرش بنا لیتا ہے اور لاہوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہ انوار دیدار باعیان کرتا ہے۔ (184)

طالب جب زبانِ دل سے کہتا ہے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** تو مراتب **مُؤْتَوَاتٍ** سے مقام روحانیت میں جا پہنچتا ہے اور مشاہدہ اہل ممات روحانیت سے واقف اور آگاہ ہو جاتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ بعض روحانی علیین میں ہیں اور بہشت کے گلشن گل بہار میں عیش و عشرت کر رہے ہیں اور بعض مقام سجدین میں مغرب ہو رہے ہیں۔

جب طالب **إِلَّا اللَّهُ** کہتا ہے تو مقام **مُؤْتَوَاتٍ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا** کو طے کر لیتا ہے۔ عالم ممات کو عالم حیات کی طرح دیکھتا ہے۔ قیامت کے میدانِ عرفات میں حاضر ہو کر حساب کتاب اعمال سے خلاصی پالیتا ہے اور پل صراط سے گزر کر بہشت برس میں جاد داخل ہوتا ہے۔ اس وقت پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ حق معبود کے آگے سربسجود ہوتا ہے اور جس وقت کہتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ تو ساغر شراباً طہوراً بہشتی حضرت محمد ﷺ کے دست مبارک سے نوش کر لیتا ہے۔ اس وقت دیدار پر انوار رب العالمین سے مشرف ہو جاتا ہے۔ (185)

**باطنی نعمتوں کا حصول:**۔ ان باطنی راستوں میں بے شمار آفتیں ہیں۔ صرف تصور اسم اللہ ذات کا راستہ ہی امن اور سلامتی کا ہے۔ باطن میں چودہ قسم کی بجلی، چودہ الہام، چودہ ذکر مذکور، چودہ قرب نور، چودہ حکمت ضرور اور چودہ علوم باطنی معمور ہیں۔ جو کہ تصور اسم اللہ ذات سے سالک کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

مادی دنیا میں دو قسم کی بجلی ہے: متحرک اور ساکن۔ باطنی اور روحانی دنیا میں چودہ قسم کی بجلیاں ہیں جن کو تجلیات کہا جاتا ہے۔ مادی بجلی میں طاقت، روشنی اور آواز ہوتی ہے۔ روحانی بجلی میں طاقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا وجود ہے۔ یہاں روشنی کو تجلیات کہتے ہیں اور آواز کو الہام کہتے ہیں۔ (186)

**تصور اسم اللہ ذات سے ذکر کا جاری ہونا:**۔ تصور اسم اللہ ذات کی نوری تحریر طالب کے سر سے قدم تک ہفت اندام میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے جس طرح عشقِ پیچاں درخت پر چھا جاتا ہے۔ اس کے ہر اندام پر اسم اللہ ذات مرقوم اور نقش ہو جاتا ہے اور اس کے وجود کا ہر بال جوش میں آ کر اللہ اللہ پکارنے لگ جاتا ہے اور لطفہ **قَلْبٌ سِرٌّ هُوَ سِرٌّ هُوَ** کا شور مچا دیتا ہے۔ روح فریاد کرتی ہے **هُوَ الْحَقُّ هُوَ الْحَقُّ** اور نفس دن رات **رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا** کا ورد جاری رکھتا ہے۔ (187)

**مراقبہ اسم محمد ﷺ:**۔ جو طالب مراتب حاصل کرنا چاہے۔ آنکھوں سے دیدار رسول علیہ السلام وصال محمد ﷺ، قال و احوال محمد ﷺ، معرفت لازوال، جمعیت دوام، فقر تمام، روشن ضمیری چاہے تو وہ دائرہ اسم محمد ﷺ میں آ جائے۔ جو مرشد طالب کو حضور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں پہنچانا چاہتا ہے طالب کے وجود کو اسم محمد ﷺ میں لپیٹ لیتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ وقت دیدار حضور علیہ السلام کے دائیں قدم مبارک کے نیچے سے خاک پاک عنبریں اٹھالے۔ جس کو

کھلائے گا صاحبِ چشمِ عیانی اور عارفِ ربانی ہو جائے گا۔ جس شہر ملک میں ڈالے گا قیامت تک ملیات و آفات سے محفوظ رہے گا۔ اگر بائیں قدم مبارک کی خاک پاک عنبریں اٹھائے گا تو کھانے والا مجذوب ہو جائے گا۔ ملک شہر برباد ہوگا۔ علاج اس کا یہ ہے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر نظرِ رحمت اور نگاہِ شفقت کی التجا کرے۔ (188)

**تصور اسم اللہ ذات سے کسبِ فیض کا طریقہ:-** طالبِ برکات اسم اللہ ذات سے ایک ہی توجہ، تصرف، تصور اور تفکر سے اپنا دم جبریل علیہ السلام کے دم سے ملا کر پیغامِ الہی اور اسرارِ قرآن و حدیث حاصل کر سکتا ہے۔ جناب میکائیل علیہ السلام سے دم ملا کر بارش برسوا سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی نبی علیہ السلام یا ولی اللہ کے دم سے دم ملا کر ان سے وہی کام لے سکتا ہے جس کے لیے وہ مخصوص، مشہور اور مختص ہیں۔ (189)

**باطنی لطائف:-** انسان میں قربِ حق اور اللہ تعالیٰ کے لطف کے چودہ باطنی لطائف ہیں جن کے کھل جانے اور زندہ ہوجانے سے جملہ ظاہری اور باطنی حواس نور ہو جاتے ہیں۔ اس کا ہر عضو مظہرِ انوار ہو جاتا ہے۔ جس طرف نگاہ دوڑاتا ہے بے مثل تجلی انوار پاتا ہے۔ (190)

وجود کے ہر عضو میں ایک باطنی لطیفہ ہوا کرتا ہے۔ مرشد صاحب تصدیق، صدیق کو پانچ قسم کے علوم دقیق عطا کرتا ہے۔ جنہیں پنج گنج اور لطائفِ انوارِ رحمت کہتے ہیں۔ یہ انوار طالب کے دماغ مقامِ روح میں پیدا ہوتے ہیں جن سے اسرارِ الہی ہو پیدا ہوتے ہیں۔ مقامِ استخوانِ ربیض میں سالک قبر کے اندر مجبوریدار ہو جاتا ہے۔ صورِ اسرافیل سے ہی بیدار ہوتا ہے۔ اس قسم کے سات لطائفِ قلب کے اندر ہیں۔ ایک لطیفہ مقامِ سینہ میں انگٹھی میں نگینے کی طرح ہے۔ اس لطیفہ کے زندہ ہوتے ہی دل سے نفاق، بغض اور کینہ نکل جاتا ہے۔ سالک خاتمہ بالخیر عارفِ روشن ضمیر، دیدہ بینا ہو جاتا ہے۔ ایک لطیفہ مقامِ ناف میں ہے۔ طالبِ نفس کے خلاف اور صاحبِ انصاف ہو جاتا ہے۔ دو لطیفہ دو پہلوؤں میں ہیں۔ ان کے کھلنے سے اوصافِ ذمیمہ وجود سے رفع اور دور ہو جاتے ہیں۔ روح فرحت پا کر زندہ ہو جاتی ہے۔ سالک کامل کا تمام وجود جب ان تمام لطائف کے انوار سے آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے اس وقت سالک مرتبہ لاحد ولا عد کو پہنچ جاتا ہے اور روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ برحق ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ باطنی لطائف کی شرح میں فرماتے ہیں: واضح ہو کہ انسان صرف گوشت اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ انسان دل، دماغ، پانچ حواس اور ذاتی صفات علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام اور حیات اور اس کے علاوہ دیگر انسانی صفات سے بھی متصف ہونے کا نام ہے۔ اسی طرح باطن میں انسان جب تک غیبی لطیفِ نوری وجود اور غیبی پانچ حواس اور سات صفات (علم، ارادہ، قدرت، سمع، کلام، حیات) اور باطنی دل و دماغ یعنی چودہ باطنی لطائف سے زندہ اور تابندہ نہ ہو جائے تب تک باطن میں اصلی آدم کی اولاد اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ انسان کا یہ باطنی وجود مرشد کے نوری نطفے سے طالب کے رحم دل میں پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مرشد اپنے نور کا نطفہ طالب کے رحم دل میں توجہ سے ڈالتا ہے تو طالب کے بطن باطن میں یہ نوری لطیفہ پرورش و تربیت پاتا ہے اور دن بدن ترقی کرتا ہے اور اس کے باطن میں تمام اعضاء تیار ہوتے ہیں۔ پھر اس میں چودہ لطائف اور حواس و صفات اور دل و دماغ نمود پاتے ہیں۔ جب اس کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے تو یہ نوری لطیفہ نوری طفل کی طرح بطن

باطن سے تولد ہوتا ہے۔ روحانی ماں باپ کے شیر نور سے اس کی تربیت اور پرورش ہوتی رہتی ہے اور جب بڑا ہو کر بالغ ہو جاتا ہے تو مقام ارشاد میں قدم رکھتا ہے اور اسے دیگر طالبوں کو تعلیم و تلقین کرنے اور ان کے دل زندہ کرنے کی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔

**لطائف کی پہچان:**۔ مرشد کی تعلیم توجہ اور تلقین کی بدولت لطائف کی پہچان ہوتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: مرشد تلقین و ارشاد سے قبل طالب کے علم ظاہری کا مقابلہ کرے۔ علم باطن کی تکرار کرے۔ امتحان سے عہدہ برآ ہونے کے بعد ذکر کے غلبات اور تصور اسم ذات اللہ سے طالب کو اپنے وجود میں صورت نفس و صورت قلب و صورت روح، صورت سر علیحدہ علیحدہ دکھا دے۔ مرشد رفیق صاحب توفیق کی بخشش یہ ہے کہ ہر ایک صورت کے ساتھ ہم زبان و ہم سخن باعیان ہو۔ یہ مرتبہ بھی شریعت محمدی علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ (191)

**بذریعہ الہام ذات باری تعالیٰ سے رابطہ:**۔ جس شخص کا تصور اسم اللہ ذات سے نفس ہوا ہو اس اور اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو کر مرجاتا ہے وہ زندہ قلب ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور سے جواب بذریعہ الہام پاتا ہے۔ (192)

**اقسام الہام:**۔ ”إِلَهُمَّ الْقَاءَ الْخَيْرِ فِي قَلْبِ الْغَيْرِ بِلَا كَسْبٍ“ الہام بلا سبب خیر کی بات کا دل میں ڈالنے کا نام ہے۔ الہام ایک قسم کا پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور حضور سے پہنچتا ہے۔ الہام (غیبی آواز) کئی اقسام کا ہوتا ہے اور کئی طرح پر ہوتا ہے۔ ہر ایک الہام حق اور باطل کو آثار سے معلوم کرنا چاہئے۔ اس کی نواقسام ہیں:

- 1۔ **الہیاتی الہام:**۔ اس سے مراد وہ خاص الہام ہے جو تصور اسم اللہ ذات سے اللہ تعالیٰ کے حضور سے وارد ہوتا ہے۔ یہ الہام غیر مخلوق ہوتا ہے۔ اس الہام میں آواز نہیں ہوتی بلکہ الہام کا ایک غیر مخلوق نور دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور صاحب الہام کے دل سے عبارت اور الفاظ کی صورت میں زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا پیغام اور الہام عارف باللہ کو مقام لی مح اللہ میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ محض فقر اذاتی کے لیے ایک خاص خلوت کا مقام ہوتا ہے جسے، نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی اس کے زیادہ نزدیک ہیں) یا فَادْكُرْ وَفِي آذْكَرْ كُمْ ۝ (سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ایسا فقیر اللہ تعالیٰ سے روبرو، دودو جواب باصواب پاتا ہے اور بے کام و زبان، ہم سخن و ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ ”إِذَا تَكَلَّمَ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ“۔ یہ مرتبہ الہام خاص الخاص کامل فقیر فنا فی اللہ، باقی باللہ، عاشق معشوق اور محبوب و مرغوب کا ہے۔
- 2۔ **نبوی، اولیائی اور شہیدی الہام:**۔ اس سے مراد وہ الہام ہے جو آواز مخلوق کے ذریعے انبیاء و اولیاء اللہ یا شہیدوں کی طرف ہو۔ یہ الہام سامنے سے یا دائیں طرف سے ہوا کرتا ہے اور اس میں روحانی خوشبو ملی ہوتی ہے۔
- 3۔ **الہام ملکی:**۔ فرشتوں کی طرف سے الہام بھی اسی قبیل کا ہوتا ہے۔
- 4۔ **جنائی اور شیطانی الہام:**۔ جو الہام بائیں طرف سے یا پشت کی طرف سے ہو اور اس میں بدبو آمیختہ ہو تو جانے کہ یہ الہام جنات اور شیاطین کی طرف سے ہے۔

5۔ **دنوی الہام:**۔ جس الہام سے وجود میں حرص اور طمع وغیرہ پیدا ہو وہ الہام آواز دنیا ہے۔

6۔ **نفسانی الہام:**۔ جس الہام اور آواز سے وجود میں شہوت اور ہوائے نفسانی کا جذبہ پیدا ہو اور طبیعت اس سے بے قرار



ہو تو یہ الہام نفس کا ہے۔

7۔ الہام از ارواح مقدسہ:- جس الہام اور آواز سے وجود میں فرحت، ترک و توکل، تجرید و تغرید اور توحید پیدا ہو وہ

الہام اور آواز ارواح مقدسہ کی طرف سے ہے۔

8۔ قلبی الہام:- جس الہام اور آواز سے دل میں صفائی پیدا ہو اور سودا سودا میں نور ہویدا ہو۔ وہ الہام اور آواز قلب کی ہے۔

9۔ رسولی الہام:- جس الہام اور آواز سے روشن انوار وسیلہ معرفت دیدار پروردگار ہوں اور مشرق سے مغرب تک

تمام کائنات کی تسخیر حاصل ہو۔ یعنی ہر دو مرتبہ غنایت و ہدایت بدرجہ اتم حاصل ہو یہ آواز اور الہام جناب حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

کلام کی پہچان:- صاحب الہام کامل جو اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور سے بات کرتا ہے اور جو ناقص ریاکار سخن کہتا ہے اس

میں فرق بیان کرتے ہوئے اور ان کے کلام کی پہچان کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرماتے ہیں: ”ناقص جو کلام کرتا ہے محض تقلید سے کرتا ہے اس میں کچھ لذت اور تاثیر نہیں ہوتی اور دل اس سے ملول

اور بیزار ہوتا ہے۔ لیکن کامل کی بات میں لذت اور تاثیر ہوتی ہے اور اپنے موقع پر صحیح اور عقدہ کشا ہوتی ہے۔“ (193)

انبیاء و اولیاء سے روحانی ملاقات کا طریقہ:- محض حضرات اسم اللہ ذات سے ہی انبیاء و اولیاء کی ملاقات اور صحبت

کا راستہ کھلتا ہے لیکن مرشد کامل کی توجہ اور نگاہ ہمراہ ہونی چاہیے۔ زندہ نفس اور سیاہ دل لوگ اس راہ سے بالکل بے خبر ہیں۔

حاضرات کی اقسام:-

01۔ تیس حروف تہجی کی تیس قسم کی حضرات

02۔ ننانوے اسمائے الہی کی ننانوے طرح کی حضرات

03۔ حضرات ذات

04۔ حضرات صفات

05۔ حضرات اہل حیات

06۔ حضرات اہل ممات

07۔ حضرات ہر ذرہ ہزار عالم مخلوقات

08۔ حضرات جنات

09۔ حضرات اہل تکوین (غوث و قطب، اوتاد و ابدال)

10۔ حضرات اہل تصرفات (نمبر xi والے اور دیگر سب)

11۔ حضرات جمیع اولیاء، صلحاء، شہداء اور روحانیت۔

12۔ ارواح اور ملائکہ ہفت افلاک و عرش و کرسی کی حضرات

13۔ حضرات موکلات

14۔ قرآنی آیات کی حضرات

15- حدیث قدسی کی حضرات

16- مجتہدین کی حضرات

17- آئمہ دین کی حضرات

18- چھ اسماء (اللہ، اللہ، لہ، ہو، محمد ﷺ، فقر) کی حضرات۔ ان کے حروف اٹھارہ ہیں اور ہزار مخلوق ان اسماء کی قید میں ہے۔ چھ ہزار انواع ہوا میں، چھ ہزار پانی میں اور چھ ہزار خشکی پر رہائش رکھتے ہیں۔ جو شخص مذکورہ بالا حضرات کا عمل جانے وہ کل مخلوقات اور تمام کائنات کی ارواح اور تمام موکلات، ملائکہ اور کل جنات کو جس جگہ جس وقت چاہے حاضر کر سکتا ہے اور جس مقام دیدہ یا نادیدہ کو فوراً پہنچا چاہے پہنچ جاتا ہے۔

19- کلمہ طیب (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ) کے چوبیس حروف کی چوبیس قسم کی حضرات (194) باطنی علوم کا حصول:- حضرات اسم اللذات سے سالک کا باطن روشن ہو جاتا ہے اور اسے جملہ علوم تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

1- جس وقت لوح ضمیر کا سودا سودا بذرِ یحیٰ اسم اللذات علم باطنی سے کھل جاتا ہے تو کونین کے جملہ علوم دل کی تختی پر ایک نقطے کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ محض الف سے ایک ہزار علوم معلوم ہو جاتے ہیں۔ عمل کے لیے بس یہی ایک علم کافی ہے۔ (195)

2- دائرہ سی حروف کے تیس حروف انسان کے اندر فطری اور قدرتی طور پر دنیائے نطق و علم کلام اور جانِ بیان کی تخلیق کا باعث بنے۔ ہر حرف ناطق ہو کر خود اپنا تصور، تصرف اور حضرات بتاتا ہے۔ اس سے ہر موکل قید اور غلام ہو جاتا ہے۔ (196)

باطنی حجابات سے نجات پانے کا طریقہ:- انسان کا نفس کا فرباطن میں جملہ ایک لاکھ اسی ہزار (1,80,000) زناں پہنے ہوئے ہے جن میں تیس ہزار وسوسہ کے، تیس ہزار طبع و حرص و دنیا کے، تیس ہزار شرک کے اور تیس ہزار زنا کرکفر کے ہیں۔ لیکن یہ زناں یہود و نصاریٰ اور دائرہ کفار کے زناںوں سے زیادہ سخت ہیں۔ یہ باطنی زناں نہ ورد و وظائف اور صوم و صلوة سے ٹوٹتے ہیں نہ حج و زکوٰۃ سے نہ مراقبہ مکاشفہ سے نہ مجاہدے سے نہ بذریعہ علم مسائل فقہ و تفسیر اور نہ بذکر فکر تاثیر نہ چلوں ریاضت خلوت سے نہ تلاوت قرآن آیات سے نہ بذریعہ شب بیداری اور نہ حبس دم، نہ جنبش و حرکت دل اعتباری سے۔ ان جملہ زناں باطنی کے توڑنے کا واحد علاج یہ ہے کہ مرشد کامل تصور اسم ذات اللہ اور تصورات حضرات کلمہ طیبات سے حروف اسم ذات اللہ اور حروف کلمہ طیبات تفکر اور توجہ باطنی سے طالب اللہ کے دل کے ارد گرد مرقوم کر دے۔ ان نوری حروف کے لکھے جانے سے طالب کے وجود میں سر سے قدم تک انوار توحید اور معرفت کی آگ روشن ہو جاتی ہے کہ تمام باطنی زناںوں کو جلا دیتی ہے۔ (197)

باطن حجابات کی دیگر، مزید اقسام کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت سلطان باہر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: واضح ہو کہ مسلک سلوک کے اس باطنی راستے میں بے شمار حجابات پیش آتے ہیں۔ بعض حجاب سکر و صحو اور قبض بسط نورانی اور بعض حجاب فرشتگان مکانی اور بعض حجاب خلق از قسم جہل و نادانی۔ چنانچہ شریعت حجاب، طریقت، حقیقت اور معرفت غرض جملہ کل و جزو

ذاتی، صفاتی، کلماتی اور درجاتی ستر کروڑ تیس لاکھ اور بہتر (70,30,00,072) حجابات ہوتے ہیں۔ مرشد کامل ایک ہی توجہ، تصرف و تفکر اور توفیق سے بذریعہ حاضرات اسم ذات اور کنہ کلمات طیبات طالب مردہ کو زندہ حیات کر دیتا ہے اور ایک ہی ساعت میں جملہ حجب حجاب سے سلامتی سے گزار کر حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ (198)

راہ باطن :- یاد رہے راہ باطنی تین طرح پر ہے:

01۔ راہ باطن مشاہدہ طبقات - یعنی طیر سیر روئے زمین و فلك کہ عرش سے بالا تر ستر ہزار مقامات ہیں اور ہر مقام ایک دوسرے سے ستر سال کی مسافت پر واقع ہے اور غوث قطب ان درجات کو طرفہ العین میں طے کر لیتا ہے لیکن فقیر کے لیے یہ بھی کم تر چیز ہے کیونکہ یہ مرتبہ طیر سیر ہوا ہے اور بعید از قرب خدا ہے۔

02۔ راہ باطن مقام محمود - شرف مجلس حضرت محمد سرور کائنات ﷺ اور ملاقات جملہ روحانیات ہے۔

03۔ راہ باطن غرق دریائے توحید اور شرف مشاہدہ نور حضور اور مقام فنا فی اللہ ذات ہے۔ یہ ہے انتہائے فقر ”إِذَا أَتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ“ (حدیث) لَوْ عَرَفْتَهُمُ اللَّهُ مَحَقِّ مَعْرِفَتِهِ لَوَلَّتِ الْجِبَالُ بِدُعَائِيكُمْ۔ اگر تم نے اللہ کو سچے طور پر پہچان لیا تو تمہاری دعا سے پہاڑ بھی ٹل جائیں گے۔ (199)

باطنی جُستے :- اے جان عزیز تیرے اندر وہ نوری جُستے ایسے پیوستہ ہیں جیسے مغز در پستہ۔ پس مفضلہ ذیل اعمال کے ذریعے باطنی جُستے زندہ ہو کر سانپ کی مانند سابقہ جُستوں کو پوست کی طرح اتار لیتے ہیں اور باہر آ جاتے ہیں۔ (سب جُستے ایک ایک کر کے یا سارے) اول غایت تاثیر تصور اسم اللہ ذات و قرب حضور۔ دوم عمل شہسواری دعوت قبور۔ سوم توجہ اور اخلاص سے تلاوت قرآن باطن معمور۔ چہارم نماز بنیاز صاحب وجود مغفور۔ پنجم گنہ گن سے کلمہ طیب کا پڑھنا بالذات و شوق و ذوق۔ ششم تصور اور تفکر سے نو دوند (99) نام باری تعالیٰ مرقوم کر کے کونین پر صاحب امر امور ہونا۔ مندرجہ بالا امور سے عارف باللہ کے وجود سے نوجُستے باہر آ جاتے ہیں چار جُستے نفس کے ہیں: اول جُستہ نفس امارہ۔ دوم جُستہ نفس لواہ۔ سوم نفس ملہمہ۔ چہارم نفس مطمئنہ اور تین جُستے قلب کے ہیں: اول جُستہ قلب سلیم۔ دوم جُستہ قلب منیب۔ سوم جُستہ قلب شہید۔ دو جُستے روح کے باہر آتے ہیں: اول جُستہ روح جمادی۔ دوم جُستہ روح نباتی۔

جب تمام جُستے اہل جُستہ کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں اور ہم صحبت ہوتے ہیں ایک جُستہ غیب الغیب سے جسے جُستہ توفیق کہتے ہیں مثل تجلی برق انوار نمودار ہو جاتا ہے اور نفس کے جُستوں کو حکم کرتا ہے کہ جُستہ ہائے قلب سے بغل گیر ہو جائیں۔ پس بغل گیر ہوتے ہی نفس کے جُستے مرجاتے ہیں اور قلب کے جُستے زندہ ہو جاتے ہیں۔ بعدہ جُستہ ہائے قلب کو روح کے جُستوں کے ساتھ بغل گیر ہونے کا حکم کرتا ہے جس سے قلب کے جسے مرجاتے ہیں اور روح کے جُستے زندہ ہو جاتے ہیں۔ آخر میں جُستہ ہائے روح کو جُستہ توفیق الہی اپنی بغل میں پکڑ لیتا ہے جس سے روح کے جُستے مرجاتے ہیں اور جُستہ سر اسرار اور نور انوار زندہ ہو کر طالب کا سر سے قدم تک تمام جسم سر اسر نور ہو جاتا ہے اور دوام حضور ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل کے لیے طالب صادق کو اس مقام پر پہنچانا عین فرض اور ضروری ہوتا ہے۔ (200)

سروری قادری سلوک روحانی کے مختلف مقامات و احوال :-

1۔ جب فقیر کامل چاہتا ہے کہ طالب صادق کو پہلے روز بذریعہ فیض اور فضل، نگاہ لطف سے سرفراز فرمادے اور مراتب

فقر کی انتہا کو پہنچا دے تو حضرات اسم اللہ ذات اور حضرات اسم محمد سرور کائنات ﷺ اور حضرات کلمہ طیبات کی توجہ سے طالب کو باطن میں لے جاتا ہے۔ اس وقت طالب کو ایک پیالہ پیش کیا جاتا ہے اور غیب الغیب ہاتف سے الہام ہوتا ہے کہ اے طالب یہ موت کا پیالہ ہے اگر تو سچا حق کا طالب ہے تو اس پیالے کو پی لے۔ جب طالب ساغر پی لیتا ہے تو اس کا نفس مردہ اہل ممات اور قلب زندہ حیات اور روح نفس سے خلاصی پا کر اہل نجات ہو جاتی ہے۔

2- جب طالب اس مقام سے آگے گزرتا ہے تو اس کے سامنے ایک دروازہ آتا ہے جس کے دائیں بائیں دو شیر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس وقت ہاتف غیبی سے اس کے کان میں پھر آواز آتی ہے۔ اے طالب حق ان دو شیروں کے درمیان میں سے گزرنے پڑے گا۔ اس کا نام باب الفقر ہے۔

3- اس کے آگے دائیں بائیں دو آدمی باب تیغ برہنہ پر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے کھڑے نظر آتے ہیں۔ طالب کو الہام ہوتا ہے کہ اے طالب اگر فقر چاہتا ہے سر کی پرواہ اور طمع نہ کر۔ اس راہ میں سرقہ بان کر دے کیونکہ بغیر سر دیئے سراہی حاصل نہ ہوگا۔ (201)

جب طالب سر دے کر سر حاصل کر لیتا ہے تو اس مقام میں اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔ ہزاروں سالکوں میں سے کوئی ایک آدھ عاشق جان فدا اس مقام کو پہنچتا ہے۔

4- اس کے آگے طالب چار نوری چشمے دیکھتا ہے:

اول: چشمہ ذوق، دوم: چشمہ شوق، سوم: چشمہ محراب اور چہارم: چشمہ شکر۔ ان چاروں چشموں سے آب رحمت، آب جمعیت، آب آبرو اور آب کرم تین دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پی لیتا ہے۔ اس کے وجود سے جملہ اوصاف ذمیمہ اور خصائل ناشائستہ نکل جاتے ہیں۔ (202)

5- اس سے آگے کرم پروردگار کے دو چشمے ہائے انوار نمودار ہوتے ہیں۔ ان چشموں کا نام، چشمہ رضا اور چشمہ قضا ہے۔ طالب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ان سے بھی اپنا حصہ پیتا ہے۔

6- جب طالب مقام رضا اور قضا سے قدم آگے رکھتا ہے تو وحدت کبریٰ اور بقائے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس وقت ایک نوری صورت از سر تا پا انوار دیدار سے منور حور بہشت سے نہایت زیبا تر نمودار ہوتی ہے۔ اس صورت کا نام سلطان الفقر ہے۔ جو عاشق ہوشیار سوختہ محبت و مشاہدہ دیدار کو اپنی بغل میں پکڑ لیتا ہے۔ اس وقت طالب کو سر سے قدم تک دنیا و عقبیٰ سے بے غم اور لایحاج کر دیتا ہے۔ (203)

7- جب نوازش سلطان الفقر سے بہرہ ور ہو کر آگے قدم رکھتا ہے تو اس کے سامنے انوار توحید کا گہرا سمندر ٹھٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ اس مقام میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جس سعادت مند طالب کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے بحر انوار میں غوطہ دیتے ہیں وہ ترک ہوکل، تجرید، تفرید اور فقر کے اصل مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ (204)

جو شخص دریائے ترف توحید میں غوطہ کھا کر پاک اور صاف ہو جاتا ہے وہ مقام فقر تمام کے ایسے لاحد ولا عدم مرتبے کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کا مرتبہ وہم و فہم میں نہیں آتا۔

واضح رہے کہ باطنی شیروں اور دو تیغ زن موکلوں اور حضرت سلطان الفقر کی صورتیں نوری کلمات اور اسمائے الہی سے مرقوم اور منقوش ہیں۔ یہ بحسنہ نوری لطیف صورتیں ہیں یا یہ سمجھو کہ باطنی ملازمت اور روحانی منصب کی ایسی مخصوص خلعتیں اور وردیاں ہیں جو جس اہل منصب باطنی کو جب وہ وردی پہنا دی جاتی ہے اس وقت اس میں اس منصب اور عہدے کی لیاقت، قابلیت، طاقت اور علم پیدا ہو جاتا ہے۔ اس راستے میں بڑی آزمائش اور سخت امتحانات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ راہ پُر درد اور کشالہ ہے نہ کہ خانہ مادر و خالہ ہے۔ (205)

8۔ اس کے بعد علم لدنی کی تعلیم اور تلقین شروع ہوتی ہے۔ طالب صادق فقیر ایک شانہ روز میں علم معرفت اور توحید کے حصول سے فارغ ہو کر "إِذَا اتَّخَذَ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ" کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ (206)

9۔ جب اس سے آگے جاتا ہے تو سیاہی سے پُر اور مملو ایک باطنی چشمے کو دیکھتا ہے۔ یہ چشمہ "کُنْ فَيَكُونُ" یعنی کن کی سیاہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ طالب کو ہاتف سے آواز آتی ہے کہ اے طالب اس چشمے کی کچھ سیاہی چاٹ لے۔ جب قدرت الہی کی وہ سیاہی طالب چاٹ لیتا ہے تو اس کی زبان سیاہ ہو کر سیف الرحمن ہو جاتی ہے اور صاحب لفظ ہو جاتا ہے اور قاتل قتال خطاب پاتا ہے۔ لیکن چاہیے کہ اسکی ہر بات موافق شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مطابق قرآن اور مخالف نفس و شیطان ہو۔ (207)

10۔ جب طالب اس مقام سے گزر جاتا ہے تو اس کے آگے خون کا ایک خوفناک دریا آتا ہے۔ طالب کو اس وقت غیب الغیب ہاتف سے آواز آتی ہے کہ اے طالب! یہ ان عاشقان الہی کے خون جگر کا دریا ہے جن کی قوت (غذا) اور قوت (طاقت و توانائی) تمام عمر خون جگر رہی ہے۔ اگر تو عاشق صادق ہے تو تجھے بھی ہمیشہ خون جگر پینا پڑے گا۔ اب اس دریا میں سے اپنا حصہ خون پی لے۔ جو شخص یہ خون جگر پی لیتا ہے۔ وہ شخص عاشق صادق ہو جاتا ہے۔ اسے چلوں، خلوتوں اور ریاضت و مجاہدے کی احتیاج نہیں رہتی۔

11۔ یہ سب مذکورہ بالا مراتب فقر کا ایک دھندلا سا بیان ہے اور فقر کی انتہا مراتب عیاں ہے یعنی مشاہدہ حضور اور قرب وصال۔ نور عیان یہ ہے کہ قیل و قال اور بیان سے گزر جائے اور ہر مقام کو اپنی آنکھوں سے حقیقی طور پر دیکھ پائے۔ (208)

شرح موت و حقیقت "مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" :- انسان کے لیے موت ایک لازمی اور فطری امر ہے موت سے انسان کا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ موت کے بعد بھی انسانی روح زندہ رہتی ہے صرف وہ اپنا کثیف غصری لباس اتار بھیجتی ہے اور نیا لطیف برزخی لباس پہن لیتی ہے۔ حضرت سلطان باہو حالت نزع اور اس کے بعد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: یاد رہے کہ جب نزع کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سر سے قدم تک وجود کے ذرے ذرے سے روح حیات کو ہاتھ ڈال کر اس طرح ہلاتے ہیں جس طرح دودھ سے مکھن جدا کیا جاتا ہے بعینہ اسی طرح آدمی کی روح کو عزرائیل علیہ السلام انسانی دماغ کے استخوان الابيض میں جمع کر لیتے ہیں۔ یہ مقام استخوان الابيض زمین اور آسمان سے بھی زیادہ وسیع مقام ہے۔ اس مقام پر روح کو فرشتہ اپنی خاص عملی اور روحانی شکل میں کھڑا کر لیتا ہے۔ اس مقام پر روح سے تین سوستر (370) سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد غسل، تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کی نوبت آتی ہے۔ غرض قبر

اور لحد میں اتارنے سے پہلے ان تین سوستر (370) سوالات کے حل باطنی پرچوں پر لیے جاتے ہیں بعدہ قبر اور لحد میں داخل کیا جاتا ہے وہاں اس سے منکر و نکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی صورت مبارکہ دکھا کر پوچھا جاتا ہے کہ اس شخص کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ غرض جب روحانی کہتا ہے، میرا رب اللہ وحدہ لا شریک ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ میرے آقائے نامدار احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رسول پروردگار ہیں تو وہ منکر و نکیر کے سوالات سے چھٹکارا پالیتا ہے۔

اس کے بعد روحانی کو ایک اور فرشتہ اتان نامی قبر میں بیدار کر کے کھڑا کر دیتا ہے۔ اس کی اپنی انگلی کو بطور قلم اور لعاب دہن کو بطور سیاہی اور کفن کو کاغذ بنا کر اس کے اعمال اس میں لکھ کر بطور تعویذ اس کے گلے میں ڈال کر چلا جاتا ہے۔ اگر روحانی صالح ہے تو مقام علیین میں اور اگر طالع بد بخت ہے تو مقام تحین میں داخل کیا جاتا ہے۔

تین روز بعد روحانی قبر میں آتا ہے اور اپنے جسدِ عنصری کو دیکھتا ہے کہ گندہ و بدبودار ہو چکا ہے اور کیڑے اسے کھا رہے ہیں تو اسے اس حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے اور نہایت غمگین و اداس ہوتا ہے۔ بارہ سال تک روحانی اپنی قبر پر اپنے جُتے کی حالت دیکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا ہے۔ تین شخصوں کا جُتہ قبر میں سلامت رہتا ہے (انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ) ایک عالم عامل، دوم فقیر کامل، سوم شہید کامل مکمل جو کہ بعد از ممات بھی عالم حیات میں آکر لوگوں سے ہم کلام اور ہم سخن ہوتے ہیں۔ مرشد کامل اسم اللہ ذات کے ذریعے عالم ممات کے مذکورہ بالا سب مراتب زندگی ہی میں خواب یا مراقبے کے اندر یا اعلانیہ طور پر دلیل کی آگاہی میں یا نظر گاہ میں کھول دیتا ہے اور عالم ممات کے سب مذکورہ حالات آنکھوں سے دکھا دیتا ہے۔ بعدہ طالب کا دل دنیا اور اہل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے۔

الحديث - حَزَّوَهُ اللهُ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
اللَّهُ تَعَالَى نَزَلَ فِي زَمَنِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَاجْسَامِ الْمَبَارَكَةِ كَوَكُلِّهَا حَرَامٌ فَرَمَا يَهْ - (209)

مراتب فقر بلحاظ مقام ناسوت :- فقر میں پہلے پہل صبر و رضا کے مراتب حاصل ہوتے ہیں مگر اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بعد فقر کے تین اور مراتب ہیں۔

اول: تصور اسم اللہ ذات میں غرق دوام ہو۔

دوم: کونین (ہر دو جہاں) اس کے تحت اقدام ہو۔

سوم: جملہ ملائکہ، جنونیت غرض سب غیبی لشکر اس کے تابع اور غلام ہوں۔

مگر یہ بھی مراتب خام ہیں اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔

فقر خاص اس سے بھی آگے ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک کل مقامات نظر سے طے کرے۔ مردان اہل قبور کو توجہ سے مقام برزخ سے اٹھا کر ہم کلام کرے۔ لوح محفوظ کا مطالعہ کر کے لوگوں کو نیک و بد طالع بتاتا پھرے۔ حلال کھائے حرام ترک کرے۔ لیکن فقر خاص انتہائی مقام اس سے بھی آگے ہے اور یہ مراتب بھی خام نا تمام کے ہیں۔ اس پر غرہ بھی نہیں ہونا چاہیے یہ جملہ مراتب مقام ناسوت کے ہیں اور ان مراتب والا بھی محتاج ہے۔ (210)

مرتبہ قرب وحدانی :- بعض فقیروں کو دیکھا گیا ہے کہ ذکر قربانی کے وقت ان کے سات اندام کے بند جدا جدا ہو جاتے



ہیں اور ہر بند سے ایک ذکر کا نوری لطیف جسے پیدا ہو کر ذکر قربانی (ہوہو) میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جس وقت ذکر اس ذکر قربانی سے فارغ ہو جاتا ہے تو ہر جسے اپنے عضو میں متمثل ہو کر اپنے جسم میں جڑ جاتا ہے۔ اس مرتبہ کو 'قرب وحدانی' کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ بھی بچے کی طرح ابتدائی قاعدہ خوانی ہے۔ یہ مراتب بازی گروں کے ہیں۔ ان سات جسٹوں سے پھر لاکھوں کروڑوں جسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ نوری جسے پھر سے ایک جسے میں غائب ہو جاتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا مسجد الا ولی فیہ رکعتہ ولا منبر الا ولی فیہ خطبتی

دنیا میں کوئی مسجد ایسی نہیں جس میں نماز کی رکعتیں ادا نہ کرتا ہوں اور نہ کوئی دنیا میں ایسا منبر ہے جس پر چڑھ کر میں خطبہ نہ پڑھتا ہوں۔ (211)

**مرتبہ فقر خاص الخاص:** حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ فقر خاص الخاص کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتدا میں مشق وجود یہ اور تصور اللہ ذات کے ذریعے طالب کے سر سے قدم تک تمام وجود ایسا پاک اور صاف ہو جاتا ہے گویا یہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور مشق وجود یہ کی پاکی اور برکت سے مجلس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ایک نوری طفل معصوم کی شکل میں حاضر ہو جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کمال لطف شفقت اور رحمت سے اس نوری بچے کو اپنے اہل بیت پاک میں جناب امہات المؤمنین حضرت فاطمۃ الزہراءؑ (خاتونِ جنت) و حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰؑ و حضرت عائشہ صدیقہؑ کے سامنے لے جاتے ہیں۔ وہاں ہر ایک ام المؤمنین اور جناب خاتونِ جنتؑ اسے اپنا فرزند کہتی ہیں اور اپنا نوری دودھ پلاتی ہیں اور وہ شیر خوار اہل بیت خاص ہو جاتا ہے اور اس کا نام فرزند حضوری اور خطاب فرزند نوری ہو جاتا ہے۔ باطن میں وہ ہمیشہ اس نوری حضوری لطیف جسے کے ساتھ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر رہتا ہے اور باطنی تعلیم و تربیت پاتا ہے۔ اگرچہ ظاہری جسے کے ساتھ عام لوگوں میں رہتا رہتا اور بود و باش رکھتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ فقر خاص الخاص۔ فقیر کامل سے روز اول طالب ان مراتب کو حاصل کر لیتا ہے۔ جس شخص کو باطن میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فقیر کا خطاب دے دیتے ہیں تو چاہے اس کا نام فقیر اور بصورت گدا ہے لیکن باطن میں بادشاہوں سے بہتر، سردار ہر دوسرا اور غنی بقرب خدا ہوتا ہے۔ جو شخص اس مرتبہ کو نہ پہنچے اور فقیری کا دعویٰ کرے وہ مطلق جھوٹا اور لاف زن ہے۔ فقر کا مرتبہ خاص طریقہ قادری میں ملتا ہے۔ (212)

مرتبہ فقر خاص الخاص کی شرح میں کتاب ”نور الہدیٰ“ کے حاشیہ میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں:

پس فقیر تصور اسم اللہ ذات اور مرشد کامل کی توجہات سے زندہ نوری، نوزائیدہ، معصوم بچے کی طرح معنوی طور پر اس غصری جسے کے اندر تولد ہو جاتا ہے۔ ایسے پاک طفل معنوی کو مرشد کامل حضور سرور کائنات ﷺ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اسے اپنی نوری حضوری تربیت میں داخل فرماتے ہیں اور فقیر نوری حضوری فرزند کہلاتا ہے اور خاص الخاص سید بن جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہری جسے کے ساتھ لوگوں میں شامل ہوتا ہے لیکن باطن میں اس کا ایک معنوی غیبی نوری لطیف ہر وقت حضور سرور کائنات ﷺ میں حاضر رہتا ہے اور اس کی وہاں دن رات تعلیم، تلقین اور باطنی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ آخر میں جب یہ معنوی انسان کامل اور بالغ ہو جاتا ہے تو اسے دیگر طالبوں کو زندہ کرنے اور

تعلیم و تلقین اور ارشاد و بیعت کی اجازت ہو جاتی ہے اور مقام ارشاد میں پہنچ جاتا ہے۔ (213)

**فقر خاص الخاص لایحتاج کے مراتب:-** فقر خاص الخاص لایحتاج کے یہ مراتب ہیں کہ وہ سات خزانے اور سات قسم کے معراج حاصل کرے۔ وہ سات خزانے ان سات قسم کی معراجوں سے متعلق ہیں: اول معراج علم۔ دوم معراج حلم۔ سوم معراج محبت۔ چہارم معراج معرفت۔ پنجم معراج مشاہدہ قرب حضور۔ ششم معراج مجلس انبیاء و اولیاء اللہ۔ اور ہفتم معراج فقر۔ یہ ہیں مراتب حدیث ”إِذَا آتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ“ تمامیت فقر کے یہ مذکورہ بالا مراتب قادری طریقہ میں ملتے ہیں۔ دیگر طریقے والوں کو ان کی خبر بھی نہیں۔ (214)

**فقیر صاحب عیان:-** ”فقیر صاحب عیان“ اسے کہتے ہیں کہ حقیقت احوال کن فیکون یعنی حقیقت احوال ازل، حقیقت احوال ابد، حقیقت احوال دنیا اور حقیقت احوال ممات اہل قبور اور حقیقت احوال حشر گاہ و احوال پل صراط و اہل دوزخ و بہشت اور حقیقت احوال ساغر شراباً طہورا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پینے اور حقیقت احوال مشرف دیدار ہونے کے ان تمام حالات کو ابتدا سے انتہا تک دیکھ لے اور پھر سب کو بھلا دے۔ (215)

**فقر مکب و فقر محب:-**

- 1۔ فقر مکب والا فقیر مطلق مردود، ریش تراشیدہ، خلاف شرع، بے حیا، محروم معرفت و مردود درگاہ خدا ہوتا ہے۔ فقر مکب یہ ہے کہ دام مکروت و زور پھیلا کر دولت دنیا جمع کر لے۔ دشمن اسلام، بخیل، ظالم، مالک مال حرام بن جائے اور ہمیشہ فقر و افلاس کی اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے شکوہ و شکایت کرتا پھرے۔
  - 2۔ جو شخص فقر مکب سے گزر جاتا ہے۔ وہ فقر محب کو پہنچ جاتا ہے۔ فقر محب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم اور شفقت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق اور متصف ہو جائے۔ (216)
- مراتب غنایت:-** غنایت بھی پانچ طرح کی ہے۔ جو شخص یہ پانچ طرح کی غنایت حاصل کر لیتا ہے اور اپنے عمل اور تصرف میں لے آتا ہے اور اس سے پھل کھا لیتا ہے وہ شخص زندہ، جی فی الدارین ہو کر کبھی نہیں مرتا بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے امر سے کرتا ہے۔

تو لہ تعالیٰ۔ وَ أَقْوَضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

”اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے“

غنایت کے پانچ مراتب ہیں:

- 1۔ اول مرتبہ غنایت یہ ہے کہ صاحب تصور جب خاک پر نظر ڈالے سونا بنالے۔ ایسے صاحب نظر غنایت کے سامنے مٹی اور سونا برابر ہو جاتا ہے۔
- 2۔ دوم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ صاحب تصور اسم اللہ ذات کل مخلوقات کو جذب الطلب سے اپنے سامنے حاضر کر کے ان سے جو کچھ چاہے حاصل کر لیتا ہے۔
- 3۔ سوم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے سنگ پارس وغیرہ پہاڑ میں معلوم کر کے حاصل کر لے اور پھر اسے کسی کی احتیاج نہ رہے۔

4۔ چہار مرتبہ غنایت یہ ہے کہ قوت علم دعوت تکسیر (تصور دعوت قبور) سے علم کیمیا کسیر (تصور اسم ذات اللہ) حاصل کرے۔  
 5۔ پنجم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ تصور اسم اللہ ذات سے آنکھیں کھل جائیں اور زمین کے نیچے پرانے دھینے اور غیبی خزانے معلوم کرے۔ جو مرشد یہ پانچ قسم کے خزانے پانچ روز میں طالب اللہ کو عطا نہ کرے وہ احمق ہے کہ اپنے آپ کو مرشد کہلواتا ہے۔  
 غنایت کے یہ پانچ مراتب طالبان صادق کو مرشد کامل عطا کرتا ہے لیکن جو طالب ان مراتب کے حصول کے لیے طالبی اور فقیری اختیار کرتا ہے وہ ہرگز ان مراتب کو نہیں پاتا اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی طلب کے لیے نکلتا ہے تو ایسے طالب کو دل کی غنایت کے لیے ایسے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں لیکن ایسے لوگ ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔  
 طالب صادق کو مرشد کامل جب غنایت دل کے لیے مذکورہ بالا تصرف کے خزانے غنایت کر دیتا ہے تو دنیا سے اس کا دل سرد ہو جاتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ جب تصرف دنیا اور غنایت کا مرتبہ حاصل ہو جائے تو اسی وقت اسے ترک کر دے اور اس میں تصرف سے ایک پائی بھی اپنے نفس پر خرچ نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدے اور وصل کے سوا کسی طرف رخ نہ کرے۔ جس وقت طالب کو اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہو جاتا ہے تو دونوں جہاں اس کے غلام ہو جاتے ہیں اور دین و دنیا کے خزانے اور نعمتیں اسے مل جاتی ہیں۔ من له المولى فله الكل۔ (217)

مقام و مرتبہ فقیر:- فقیر صاحب مرتبہ اعلیٰ مقرب حق تعالیٰ، راہ حق کا رفیق، اہل دیدار با توفیق ہوتا ہے۔ مالک الملکی فقیر موصوف بصفۃ ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر (اللہ ہر چیز پر قادر ہے) ولی اللہ، عالم باللہ، محقق، روشن ضمیر، بہ کونین امیر، کل و جز و مخلوقات اس کے قید تصرف، دوام ناظر صاحب لوح محفوظ تفسیر، حاضر مجلس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باتا شیر۔ حاکم قبور روحانی عیانی، صاحب لفظ تم باذن اللہ یا بصیر (اے دیکھنے والے اللہ کے حکم سے اٹھ) ہوتا ہے۔

فقیر مالک الملکی وہ ہوتا ہے کہ چودہ قسم کے علوم، چودہ حکمتیں، چودہ توجہ، تصور، تفکر اور چودہ توفیق طریق، تصدیق و تحقیق، چودہ طرح کی معرفت، ترک، توکل، تجرید، تفرید و توحید، چودہ قسم کے ذکر مذکور اور قرب و حضور، چودہ مقام فنا بقابطن صفا، چودہ دم اور چودہ اسرار حاصل کر کے عامل کامل مکمل اکمل جامع فقیر ہو جاتا ہے اور ان سب کے جوہر وجود میں جمع کر کے فقیر لا یتحتاج ہو جاتا ہے۔ یہ ہے مالک الملکی اولوالامر فقیر صاحب ذات جامع کل صفات کہ تمام درجات اور کل مقامات اس کے اختیار میں ہوں۔ (218)

مرشد کامل سے طالب پندرہ علم، پندرہ حلم، پندرہ حکمتیں اور پندرہ کیمیا کے گنج حاضرات اسم اللہ اور فیض و فضل مرشد سے حاصل کر لیتا ہے۔ پھر وہ والی ملک ولایت ہو جاتا ہے۔ بغیر حصول مذکور مراتب طالب ہرگز فقر ہدایت میں قدم نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف واصل ہو سکتا ہے۔ (219)

طالب صادق کے لیے ضابطہ عمل:- قولہ تعالیٰ فَاَلَمْ تَقْهَمْ کَمَا اُهِرْتُ۔ اس راستے کی اصل تین طریق سے ہے۔  
 1۔ اول یہ کہ طالب صادق روز اول باقرا بزبان صحیح و تصدیق القلب و باخلاص خاص دریائے اعتقاد میں غوطہ لگائے کہ اس کے ہفت اندام پاک ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اعتقاد پاک بہت پسند ہے۔ تاکہ طالب کے وجود میں نہ چوں رہے نہ چرا۔ نہ ہوس رہے نہ ہوا۔ سر سے قدم تک جملہ بطن باطن صفا اور طالب باادب و باحیا ہو جائے۔

2۔ دوم طالب صادق مقام فقر میں اس طرح پائیدار قدم رکھے کہ مرتے دم تک اس راستے سے منہ نہ موڑے اور

لب گورتک باتوفیق عبادت و طاعت ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ قضا آجائے۔

3۔ طالب صادق محبت کی چھری سے اپنے سر کو تن سے جدا کر دے اور بے سرو بے زبان ہو کر اللہ تعالیٰ سے ہم سخن اور ہم کلام ہو۔ اس کے بعد طالب لائق شرفِ لقاء اور صاحبِ وجود بقا ہو۔ (220)

بلحاظ فیض رسائی مرشد کی اقسام:-

1۔ مقامات پانچ ہیں: مقامات دنیا، مقام عقبی، مقام ازل، مقام ابد، مقام لامکاں لاہوت۔ جو شخص ان پانچ مقامات کے خزانے طالب کو حضرات اسم اللہ ذات سے پانچ دم یا پانچ ساعت یا پانچ روز کے اندر کھول دے وہ مرشد کامل ہے۔

2۔ جو شخص کو نین کا تماشہ ہاتھ کی ہتھیلی یا ناخن کی پشت پر دکھا دے وہ مرشد مکمل ہے۔ دونوں جہاں اسم اللہ ذات کی طے میں ہیں اور اسم اللہ ذات انسان کے قلب یعنی طے صفات میں ہے۔

3۔ 'مرشد کامل' وہ ہے کہ اسم اللہ ذات اور طے قلوب صفات کلیہ کلمہ طیبات سے کھول دے اور عین بعین دکھا دے کہ وجود میں غلطی اور غلاظت وغیرہ اور غضب نہ رہے۔ طالب صاحب نقش فنا، قلب صفا اور اہل روح بقا، دوام مشرف مشاہدہ لقاء اور حاضر مجلس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہو جائے۔

4۔ لیکن 'مرشد جامع' وہ ہے جو کہ اسم اللہ ذات کی چند حضرات جانتا ہے اور ظاہری زبان سے کچھ نہیں کہتا اور نہ پڑھتا ہے بلکہ طالب کو حضرات اسم اللہ ذات سے اس طرح لے جاتا ہے کہ جب طالب تصور حضرات اسم اللہ ذات کرتا ہے تو ابتداء ہی میں درج ذیل معاملات پیش آتے ہیں:

ا۔ اس کے گرد تمام جنات کے لشکر دست بستہ باادب کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کہ اے ولی اللہ کچھ حکم فرمائیے۔ حق کا طالب کہتا ہے حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى بِاللَّهِ (اللہ میرے لیے کافی ہے اور اللہ میرا کفیل ہے) اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

ب۔ اس کے بعد جملہ فرشتے، موکلات اور روحانی حاضر ہو کر عرض گزار نے لگتے ہیں اور التماس کرتے ہیں اور علم و عمل کی کیا اکسیر سنگ پارس اور عمل دعوت تکسیر بتاتے ہیں۔ کامل ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔

ج۔ اس کے بعد جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ باجملہ انبیاء مرسل، اصفیاء اور جملہ اصحاب کبار و صفار و چاریار اور حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ و حضرت شاہ محی الدینؒ تشریف لاتے ہیں اور طالب کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کرتے ہیں اور علم معرفت کی تلقین و تعلیم فرماتے ہیں اور منصب ہدایت و ولایت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ (221)

فقر خاص الخاص کے مقامات:- فقیر ایک قدم دنیا سے اٹھاتا ہے عقبی میں رکھتا ہے۔ اور دوسرا قدم عقبی سے اٹھا کر آدھا قدم معرفت میں چلتا ہے۔ اس ڈیڑھ قدم میں منزل فقر کو پہنچ جاتا ہے۔ "إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ"۔ (222)

آخر ابتداء سے لے کر انتہاء تک فقر خاص الخاص کے مقامات یہ ہیں یعنی فقر برآمدن اور درآمدن کا نام ہے۔ پس برآمدن و درآمدن کیا ہے اور کیا چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ

باہر آنا مقام ناسوت سے	داخل ہونا لاہوت میں
باہر آنا فنا سے	داخل ہونا بقا میں

داخل ہونا فانی اللہ شرف لقا میں	باہر آنا جہل، شرک، کفر و ہوا سے
داخل ہونا مقام اطمینان میں	باہر آنا حالت نفس و دنیا پریشان سے
داخل ہونا توحید میں	باہر آنا تقلید سے
داخل ہونا عنایت میں	باہر آنا اطاعت سے
داخل ہونا غنایت میں	باہر آنا کفر کے شکوہ و شکایت سے
داخل ہونا ولایت میں	باہر آنا غنایت سے
داخل ہونا لاحد مرتبہ نہایت میں	باہر ہونا ولایت سے
داخل ہونا ربوبیت میں	باہر آنا عبودیت سے
داخل ہونا محب قلب میں	باہر آنا سخت طلب سے
داخل ہونا مشاہدے میں	باہر آنا مجاہدے سے
داخل ہونا مقام الہام حضور میں	باہر آنا ذکر مذکور سے
داخل ہونا مقام لایحتاج میں	باہر آنا ریاضت سے
داخل ہونا لذت باطن فقر و فاقہ میں	باہر آنا لذت نفس ذائقہ سے
داخل ہونا فقر محب میں	باہر آنا فقر مکب سے
داخل ہونا حاضرات تصور اسم اللہ ذات میں	باہر آنا کشف و کرامات سے

(223)

### عارفوں کے احوال:-

- 1۔ عارفوں کا حال روز بروز نو بنو ہوا کرتا ہے۔ وہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ کی شان سے نمایاں ہوتے ہیں کہ موت کے ابتدائی حالات سے لے کر عذابِ قبر، حشر، نشر، پل صراط اور دخولِ جنت کے سب حالات زندگی میں آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔
- 2۔ بعض سالک مبتدی مجلس حضور ﷺ میں جاتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں جانتے بعض جانتے ہیں اور وہاں روحانی لوگوں سے ہم سخن اور ہم کلام ہوتے ہیں۔ بعض مقامِ جلالت میں، بعض مقامِ جمالیت میں اور بعض مقامِ کمالیت میں رہتے ہیں۔ (224)
- 3۔ بعض فقراء اسم اللہ ذات کی برکت سے روحانی کوتوجہ سے بیدار کر لیتے ہیں اور قم باذن اللہ کہہ کر روحانی کو قبر سے باہر لے آتے ہیں۔ یہ مقام حضرت عیسیٰ روح اللہ بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں خواص کو حاصل ہوتا ہے۔ (225)

## روحانی دنیا

### (افکار، اصول و ضوابط)

ایک اوباش انسان کے ہدایت پانے کا ایمان افروز واقعہ:- یہ کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔ میں اپنے آفس میں بیٹھا سٹوڈنٹس کو گائیڈ کر رہا تھا۔ یہ آفس میری رہائش گاہ سے ملحق تھا۔ رہائش گاہ کے دائیں طرف ایک ویڈیو سنٹر تھا۔ اس ویڈیو سنٹر کا مالک میرے پاس ایک شخص کو لے کر آیا۔ اس شخص کا نام 'ہیرا' تھا۔ وہ بھی طارق آباد میں ہی رہتا تھا۔ 'ہیرا' آوارہ اور اوباش انسان تھا۔

میرے ہمسائے نے کہا کہ ہیرا بہت پریشان ہے، اس کا مسئلہ سنیں اور رہنمائی کریں۔ ہیرے نے کہا، میں بہت پریشان ہوں۔ شیطان میرے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وسوسے پیدا کر رہا ہے۔ مجھے ان وسوسوں پر اختیار نہیں مگر میں یہ وسوسے سن نہیں سکتا۔ جی چاہتا ہے سینے میں خنجر مار کر مر جاؤں یا ریلوے ٹرین کے نیچے آ کر خودکشی کر لوں۔ ہیرے کا مسئلہ سن کر میں بھی بہت پریشان ہو گیا۔ میرے آفس سے قریباً 3/4 منٹ کی پیدل مسافت پر ریلوے پھانک ہے۔ ہیرا خودکشی کے لیے ادھر ہی جا رہا تھا کہ میرے ہمسائے سے ملاقات ہو گئی اور اُس نے اسے خودکشی سے روکا اور کہا کہ پہلے ان سے مل لو ہو سکتا ہے تمہارا مسئلہ حل ہو جائے۔

انسان اگر دینداری اختیار نہ کرے تو شیطان کے چنگل میں بری طرح پھنس جاتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ انسان کو پریشان اور برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہ بے دین انسان کو روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، معاشی، سماجی، غرضیکہ ہر لحاظ سے برباد کر دیتا ہے۔ دینداری نہ رہے تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ جو اس سے پناہ طلب کرتے ہیں وہ ان کی ضرورت و حفاظت فرماتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔  
در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است (226)  
ترجمہ: مسلمان کے دل میں مقامِ مصطفیٰ ہے۔ ہماری عزت آپ کے بابرکت نام کی بدولت ہے۔

سبحان اللہ! ہیرا اگرچہ اخلاقی لحاظ سے اچھی شہرت نہیں رکھتا تھا۔ خودکشی کا ارادہ کر کے گھر سے نکل پڑا تھا۔ اس کے دل میں ناموس رسالت کا خیال اس کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوا۔ قدرت نے اسے سوچنے، سمجھنے اور اصلاح پانے کا موقع عنایت فرما دیا۔

مجھ سے پہلے کچھ اور پیر بھائیوں کو مرشد کریم سے خلافت مل چکی تھی مگر انہوں نے سلسلہ بیعت شروع نہیں کیا۔ وہ اسے خلافِ ادب سمجھتے تھے کہ مرشد کی حیات میں ہی پیری مریدی کا سلسلہ شروع کریں۔ میرا نقطہ نظر کچھ مختلف ہے۔ میں سلسلہ بیعت کو روحانی تعلیم و تربیت اور خدمتِ خلق کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہوں۔ مرید ہونے کا مقصد اخلاقی و روحانی تربیت



حاصل کرنا اور تزکیہ نفس کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ ﴿۸۷﴾ بے شک فلاح پا گیا جس نے تزکیہ نفس کیا۔ (الاعلیٰ [87:14])

خرقہ خلافت پانے کے بعد سلسلہ بیعت شروع کرنے سے خدمتِ خلق کا شاندار موقع ملتا ہے۔ مریدین کی روحانی تعلیم و تربیت کرنے سے بہت سے روحانی تجربات و مشاہدات کا موقع ملتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ روحانی تجربات و مشاہدات کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ روحانی تجربات و مشاہدات سے علم و عرفان اور ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور سوال کیا کہ یا اللہ آپ مردے کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں انہیں شاندار روحانی تجربہ و مشاہدہ کرایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس سے روحانی مشاہدات اور روحانیت کے علمی اظہار کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اس کی بہترین مثال واقعہ معراج ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں! (227)

ہمارے زیادہ علمائے کرام روحانی علم سے مالا مال نہیں ہوتے۔ اس لیے وہ اکثر روحانی تعلیم و تربیت کی ضرورت، اہمیت اور قدر و قیمت بیان نہیں کرتے۔ اگر کوئی عالم اس موضوع پر اظہار خیال بھی کرے تو اس کا علم زیادہ تر کتنا ہی ہوتا ہے، کسی یا وہی نہیں ہوتا۔ صرف مخلص صوفیائے کرام ہی شریعت کی پابندی کی بدولت صحیح روحانی تعلیم و تربیت پاتے ہیں اور انہیں جو آگہی حاصل ہوتی ہے، جو صلاحیتیں حاصل ہوتی ہیں ان سے قربِ ربانی پاتے ہیں، سرکارِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق و محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا و بخشش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضری کا شرف پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنی روحانی صلاحیتیں و دیگر مادی و معاشی وسائل اگر فراہم ہوں تو خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

اس سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ  
ترجمہ: یہ سعادت زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا نہ فرمائے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اپنے مرشد کے زیر سایہ سلسلہ بیعت شروع کرنے کا مقصد یہی تھا کہ میں اس راہ میں حائل دشواریوں اور ان کے حل سے آگاہ ہو جاؤں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے خدمتِ خلق کا اور نت نئے روحانی تجربات و مشاہدات کا شوق تھا اور اس کی ضرورت بھی تھی۔

مرشدِ کریم سے خلافت کے بعد میرے پاس جو کوئی بھی کسی بھی نوعیت کا روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، سماجی مسئلہ لے کر آیا میں نے بفضلِ تعالیٰ، سرکارِ رحمت کے بھروسے پر اس کی بھرپور مدد کرنے کی کوشش کی۔

میں نے ہیرے کا مسئلہ سنجیدگی سے لیا۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے بھروسے پر اُسے کہا کہ فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے۔ چند ایک روز میرے پاس بیٹھو، اگر تمہارا مسئلہ حل نہ ہو تو پھر خود کشی کر لینا۔ ایسا میں نے اس لیے کہا کہ مجھے ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل و کرم پر مکمل بھروسہ اور یقین تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایسے شخص کو حوصلہ دینا ضروری تھا جو کہ نہایت پریشان تھا اور خود کشی کا ارادہ کر چکا تھا۔

میں نے ہیرے کو بیچ دی، وضو کرایا اور کہا کہ گھر جا کر تنہائی میں بیٹھ جاؤ اور کلمہ شریف پڑھو۔ وہ گھر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے کلمہ شریف نہیں پڑھا جاتا۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں۔ اُسے کہا ٹھیک ہے میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ روزانہ آ جایا کرو۔ میں اکیڈمی میں قریباً تمام کلاسز (مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے) کے مختلف سٹوڈنٹس پڑھا یا کرتا تھا۔ اس دوران جب کچھ فرصت ملتی ہیرے کو سامنے بٹھالیتا اور اس کے قلب پر توجہ کرتا تھا۔ خلافت کے بعد کسی کے قلب پر توجہ کرنے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ میرے مرشد کامل نگاہ رکھتے ہیں۔ میں قریباً بارہ برس ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہا تھا۔ ان کا نگاہ اور توجہ کرنے کا انداز دیکھ کر سیکھ گیا تھا۔ خلافت کے بعد مجھے یقین تھا کہ فیض بھی جاری ہوگا۔ الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔ ہیرے کی روحانی، ذہنی و نفسیاتی حالت 2/3 روز میں کافی بہتر ہو گئی۔ ایک دن میں صبح کے وقت اپنے گوشہ تنہائی (گوشہ راحت، خلوت گاہ) میں بیٹھا مراقبہ کر رہا تھا تو ہیرے کی طرف توجہ ہو گئی۔ میرے علم میں آیا کہ اس کی حالت چپاس فیصد (50%) درست ہو گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ پتہ چلا کہ اس کے بھائی نے اسے کسی جگہ پر نوکری کی پیشکش کی ہے۔ اس روز صبح جب ہیرا میرے پاس آیا تو میں نے کہا ہیرے ان شاء اللہ تعالیٰ تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ تم میری بات پر یقین کرو۔ میں یہ بات ذات باری تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے کہہ رہا ہوں۔ تمہیں تمہارے بھائی نے نوکری کی پیشکش کی ہے۔ وہ حیران ہو گیا۔ کہنے لگا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ میں نے کہا بتا تو چکا ہوں کہ ذات باری تعالیٰ نے خبر عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک پرچی پر 50% لکھ کر اس کے سامنے یہ پرچی بند کر کے رکھ دی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا وہ روحانی مسئلہ کس قدر حل ہو گیا ہے؟ کہنے لگا مجھے 50% آرام ہے۔ میں نے کہا اب وہ پرچی کھول کر دیکھو کہ تمہاری ذہنی و قلبی اور روحانی حالت کے بارے میں میرا اندازہ کیا ہے۔ اس نے اس پرچی پر 50% لکھا دیکھا تو حیران ہوا۔ اس کا یقین پختہ ہو گیا اور یہی میرا مقصد تھا۔ راہ حق پر سفر کرنے کے لیے یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ روحانی علاج جاری رکھے اور میرے پاس آتا رہے تاکہ اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ میں ایسا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چاہتا تھا۔ میرا مقصد نہیں تھا کہ اپنا آپ منواؤں۔ اپنا آپ منوانے کا کیا فائدہ؟ اصل مقصد تو رب تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے اور حقیقت الحقائق کو ماننا اور منوانا ہے۔ الحمد للہ میرے سامنے یہی مقصد تھا اور اب بھی ہے۔

دو تین روز اور لگے ہیرے کا مسئلہ حل ہو گیا۔ بفضل تعالیٰ توجہ کے اثر سے اس کا قلب جاری ہو گیا۔ اس کے بدن کے تمام بن و مو میں ذکر الہی جاری ہو گیا۔ قلب و جگر اور بدن و روح میں ذکر کی کیفیت کی وجہ سے اس کا تمام جسم کانپنے لگا۔ اس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ اس کیفیت سے گھبرا گیا۔ میں نے اسے تسلی دی اور سمجھایا کہ ”ہذا من فضل ربی“ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ میں نے اسے کہا، ہیرے آسمان کی طرف دیکھو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا ہر طرف اسم ذات لکھا نظر آتا ہے۔

’ہیرے‘ کا روحانی مسئلہ حل ہونے میں قریباً ہفتہ عشرہ لگا۔ مجھے اس بات پر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ نظر اور توجہ کا اثر ظاہر ہونے پر بھی قرب و رضائے الہی کا احساس ہوا، جس پر حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ اس روحانی تجربہ و مشاہدہ سے مجھے کافی زیادہ خود اعتمادی ملی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔

اس دوران ایک اور حیرت انگیز تجربہ ہوا۔ ایک دن میں پنساری کی دکان پر سودا سلف لینے گیا تو وہاں 'ہیرا' کھڑا تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی دعا سلام نہ لی۔ بعد میں بھی کئی بار ایسا ہوا۔ مسئلہ حل ہونے کے بعد اس نے میرے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ اسے ذکر و فکر کی جو کیفیت حاصل ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ آ منسا منسا ہونے پر بھی وہ اجنبیت کا اظہار کرتا تھا۔ میں اُس کی اس بے مروتی، بے حسی اور لافعلی پر بہت حیران ہوا۔ وہ شخص جو کہ خود کشی کرنے جا رہا تھا، نئی زندگی ملنے اور شدید نوعیت کے جان لیوا اور ایمان غارت کرنے والے مسئلہ سے چھٹکارا پانے پر اس طرح طوطا چٹشی کا مظاہرہ کر سکتا ہے، مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ ہیرے کی خدمت گزاری کرتے ہوئے میں نے اس سے کوئی کام نہیں لیا۔ ہر بار خواجگان کی سنت کے مطابق اس کی خدمت کی۔ انسان بھی کتنا عجیب ہے! اس کے رنگ روپ انوکھے ہیں!

اس واقعہ کو کئی برس بیت گئے ہیں۔ 'ہیرا' اب بھی طارق آباد، فیصل آباد میں رہائش پذیر ہے اور اپنی عادت کے مطابق آزاد روی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ میرے پاس علاج کے دوران ایک دن 'ہیرا' مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ کہنے لگا، سرکار کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ سے کرائے کا یہ مکان زبردستی خالی کرالوں۔ وہ شخص یہ مکان کرائے پر لینا چاہتا ہے۔ شاید میری بدنیتی کی وجہ سے مجھ پر یہ پکڑ ہوئی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا اور سرکار کی سنت اقدس کے مطابق اسے معاف کر دیا اس آس پر کہ میں اپنے خالق و مالک سے معافی کا خواستگار ہوں۔ معاف کرنا اسے پسند ہے۔ جو شخص معاف کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنے فضل و کرم سے اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے معاف فرما دے گا۔ صلی اللہ علی النبی الامی و علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم وصل علیہ۔

سلسلہ پیری مریدی سے مجھے انفرادی و سماجی نفسیات سمجھنے، لوگوں کے نفسیاتی مسائل اور ان کے حل سے آگاہ ہونے کا موقع بھی ملا۔ نفسیات سے مراد ذہنی اعمال کا علم ہے۔ اس میں مطالعہ کیا جاتا ہے کہ انسان کیا سوچتا ہے، کیوں سوچتا ہے، سوچ اور عمل کا کیا تعلق ہے، سوچ سے رویے اور کردار کا کیا تعلق ہے۔ رویے اور کردار میں کیسے تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ نفسیات کا مضمون پی ایچ ڈی کی سطح تک پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ یہ تجرباتی و مشاہداتی علم ہے۔ مگر کئی لحاظ سے اُدھورا اور غیر تسلی بخش علم ہے۔ نفسیات میں صرف ذہن کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ ذہن کا مطالعہ ذہنی اعمال سے کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام مشاہدات و تجربات کا محور و مرکز ذہن و ذہنی اعمال ہیں۔

روحانیت میں عقل و فکر کے ساتھ قلب و نظر اور روح و نفس کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں روحانی مشاہدات اور تجربات بھی ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے اور روحانی مشاہدات و تجربات سے ثابت ہے کہ مختلف طرح کے خیالات لطیفہ روح، لطیفہ قلب، لطیفہ نفس اور دیگر لطائف سے پیدا ہوتے ہیں اور ذہن تک پہنچتے ہیں۔ انہیں میں سے غالب خیالات کردار اور عمل کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے، تزکیہ نفس ہوتا ہے اور ان مختلف اقسام کے خیالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ مسلسل ریاضت اور مرشد کی نگاہ سے سالک منفی خیالات سے نجات پاتا ہے اور اس کا ذات باری تعالیٰ، ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اولیاء اللہ سے اور دیگر مخلوقات سے قلبی و روحی (روحانی) رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ ایک تربیت یافتہ سالک حقیقی طور پر ماہر نفسیات ہوتا ہے۔ اسے مشاہدہ باطن حاصل ہوتا ہے۔ وہ اخلاقی، روحانی، نفسیاتی و دیگر اقسام کے مسائل کی اصل وجہ تلاش کر کے، صحیح تشخیص کے بعد ان کا حل بھی تجویز کر سکتا ہے اور اکثر

صورتوں میں ان مسائل کو حل بھی کر سکتا ہے ۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں ، کار کشا و کار ساز (228) ماہرین نفسیات، ماہرین عمل تنویم، این ایل پی پریکٹیشنرز، سائینٹسٹس بھی خیال کی قوت اور ارتکازِ توجہ سے نفسیاتی مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ و تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان کا علاج اتنا موثر نہیں ہوتا جتنا کسی سالک راہِ طریقت کی نگاہ سے ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں ہیرے کا مسئلہ روحانی و نفسیاتی نوعیت کا تھا۔ علاج کی بدولت برے خیالات آنا بند ہو گئے اور اسے تصفیہ باطن بھی حاصل ہو گیا۔

**نفسیاتی و جنسی مسئلہ کا حل:**۔ تعلیم و تربیت کے حقیقی تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے ہمیشہ اپنے سٹوڈنٹس (طلباء و طالبات) اور مریدین سے باہمی پیار و محبت، احترام، اعتماد اور بے تکلفی کا رشتہ بنائے رکھا ہے۔ علمِ التعلیم (education) کی زبان میں اسے rapport کہتے ہیں۔ اس حکمتِ عملی کی وجہ سے مجھے اپنے سٹوڈنٹس و مریدین کے مسائل کی اصل نوعیت سے آگاہ ہونے اور ان کا حل تلاش کرنے میں مدد ملی ہے اور اکثر صورتوں میں کامیابی بھی ملی ہے۔ اس سے مجھے بعض صورتوں میں اپنے سٹوڈنٹس کے ایسے مسائل سے آگاہ ہونے میں بھی مدد ملی جن سے بے تکلفی اور باہمی اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے آگاہ ہونا ممکن نہ تھا اور پھر ان مسائل کا آبرو مندانہ حل تلاش کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

ایک دن میں اپنے آفس ڈور میں کھڑا تھا کہ سڑک پر سے اپنے بی اے کے ایک سابقہ سٹوڈنٹ کو گزرتے دیکھا۔ اُس سٹوڈنٹ نے مجھے دیکھا تو رُک گیا۔ سائیکل سے اُترا اور مجھے سے سلام دعا لی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا اُسے اندر بلا لیا اور اس کا مسئلہ سنو یہ بہت پریشان ہے۔ یعنی روحانی طور پر گائیڈ لائن (روحانی رہنمائی) تھی۔ روحانی دنیا کا نیٹ ورک، انٹرنیٹ سے بھی زیادہ مضبوط، فعال اور منظم ہے۔ روحانی تجربات و مشاہدات اور روحانی کیفیات سے گزرنے کے بعد ہی روحانی دنیا کا قابلِ یقین اور حیرت انگیز ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جب روحانی دنیا میں کسی کی مقامی، علاقائی، ملکی یا بین الاقوامی سطح پر خدمتِ خلق کے لیے ڈیوٹی لگتی ہے تو ہر ایک ڈیوٹی بردار سالک کا ایک روحانی گائیڈ ہوتا ہے جس کی طرف سے رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ بہر حال ہدایات کے مطابق میں نے تمام کام چھوڑ دیے اور اسے اندر بلا لیا۔ اسے چائے پانی پوچھا اور پھر پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ وہ حیران ہوا، کہنے لگا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ میں نے کہا، اس بات کو چھوڑو، اپنا مسئلہ بتاؤ۔ شروع میں تو وہ کچھ بھی نہیں بتا رہا تھا تاہم، حوصلہ افزائی کرنے پر اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔ اس کا مسئلہ بھی شدید نوعیت کا تھا۔ وہ کہنے لگا اچھا ہوا آپ سے بات ہو گئی میں پہلے بھی چند ایک بار آیا مگر جھجک کی وجہ سے آپ سے بات نہ کر سکا۔ آج بھی آپ کے پاس آنے کے لیے گھر سے نکلا مگر آفس میں اندر آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اتفاقاً آپ دروازے پر کھڑے تھے، آپ نے مجھے دیکھا اور بلا لیا۔ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو اپنا مسئلہ بیان کر پایا۔ اگر آج آپ سے بات نہ ہوتی تو میں فیصلہ کر چکا تھا کہ خود کشی کر لوں۔ میں نے کہا اتفاقاً کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی اور میری ملاقات ہو اور مسئلہ کا حل نکلے۔ کار ساز حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ آپ چند روز میرے پاس آئیں اور درود شریف کثرت سے پڑھیں۔ اُس سٹوڈنٹ نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ چند روز میرے پاس آتا رہا۔ اس کا مسئلہ نفسیاتی و جنسی نوعیت کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا مسئلہ حل فرما دیا۔ ایک دن کہنے لگا، سر میں آپ کی

خدمت کرنا چاہتا ہوں، اجازت دیں تو آپ کے ہاتھ پاؤں دبا دوں۔ میں پہلے تو نہ مانا۔ اس نے کہا، سر اس سے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوگی۔ آپ کی وجہ سے میرا اتنا بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ میں حرام کی موت سے بچ گیا ہوں۔ ہو سکتا ہے میں شکریہ ادا کرنے کے لیے پھر کبھی حاضر نہ ہو سکوں کیونکہ انسان خود غرض ہوتا ہے۔ میں اس کی صاف گوئی پر ہنسنے لگا۔ اُس نے چند منٹ میری خدمت کی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ صرف ایک دو بار ہی ملا۔ بعد میں دنیا داری کی نذر ہو گیا۔

ان دنوں مجھے کثرت سے مراقبہ (پاس انفاس کی اور اسم ذات کا تصور) کرنے کی توفیق حاصل تھی۔ میرے مشاہدہ میں آیا کہ بکثرت ذکر کی بدولت فیضِ رسانی کی صلاحیت بہتر ہو جاتی ہے۔ اہل ذکر کا کسی سے پیار و محبت اور شفقت سے باتیں کرنا اور اس کی طرف دیکھنا بھی توجہ کی ایک صورت ہے۔ اس سے بھی بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میں نے چند روز اپنے اس سٹوڈنٹ سے ملکی پھلکی گفتگو بھی کی تھی۔ الحمد للہ، اسم ذات کی برکت سے اُسے شفا حاصل ہو گئی اور اس کا مسئلہ حل ہو گیا۔

**ڈیپریشن کا علاج:-** ایک دن میری بی اے کی سٹوڈنٹ شائلہ میرے گھر آئی۔ میری مسز کے توسط سے اس نے مجھ سے ملاقات کے لیے اجازت مانگی۔ میں نے اپنے گھر سے ملحقہ آفس میں اسے بلا لیا۔ وہ بہت پریشان نظر آتی تھی۔ کہنے لگی میں بہت زیادہ سردرد محسوس کر رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

بعض اوقات نظر بد، سحر یا آسیب کی وجہ سے ڈیپریشن کی کیفیت چھا جاتی ہے۔ ڈیپریشن کی وجہ کوئی جسمانی مرض، نفسیاتی الجھن یا کسی میڈیسن کا سائیڈ افیکٹ بھی ہو سکتا ہے۔ ماہرینِ امراضِ جسمانی، پنا سٹس، ماہرینِ نفسیات یا عاملِ حضرات ڈیپریشن کا علاج مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ڈیپریشن کی وجہ کوئی بھی ہو، توجہ نگاہ سے اس کا علاج ممکن ہے۔ اس کا مجھے کئی بار تجربہ ہوا ہے۔ میں نگاہ و توجہ سے یادم سے علاج کرتا ہوں۔ شائلہ کی صورت حال دیکھ کر میں نے توجہ سے علاج کرنے کا فیصلہ کیا۔ عورتوں کے علاج کی صورت میں، میں آنکھیں بند کر کے توجہ کرتا ہوں۔ عورت کے ساتھ آنے والی اس کی بہن، بھائی، والدہ یا شوہر کو کہتا ہوں کہ آپ آنکھیں کھلی رکھیں۔ بعض اوقات توجہ سے مریض یا مریضہ میں دورے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں اس کے حاضر مجلس رشتہ دار کی مدد سے اسے سنبھالنے میں مدد ملتی ہے۔ کچھ دیر بعد صورت حال بہتر ہو جاتی ہے اور مریض یا مریضہ کا روحانی مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور تندرستی عطا ہو جاتی ہے۔ میں نے شائلہ سے کہا کہ آنکھیں بند کرے اور اپنے وجود کا مشاہدہ کرے، کوئی تبدیلی نظر آئے یا محسوس ہو تو مجھے بتائے۔ میں نے بھی آنکھیں بند کیں اور اس کے لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفی اور لطیفہ نفس پر توجہ شروع کر دی۔ ایک دو منٹ بعد تبدیلی محسوس ہونا شروع ہو گئی۔ شائلہ کو بھی مشاہدہ شروع ہو گیا۔ کہنے لگی کہ سر پر سے دباؤ کم ہو رہا ہے۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے سیاہ سیال مادہ کی صورت میں کوئی شے خارج ہو رہی ہے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے کہا کہ میرا وجود ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا ہے۔ سر پر دباؤ ختم ہو گیا ہے اور ڈیپریشن دور ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا اب بتاؤ کیا دل میں گھر سے بھاگنے کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہنے لگی، نہیں میں نارمل محسوس کر رہی ہوں۔ میں نے اسے درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر دم کر دیا۔ نماز باقاعدگی سے ادا

کرنے کی تاکید کی اور مذکورہ بالا وظیفہ صبح شام پڑھنے کو کہا۔ بعد میں وہ نارمل رہی اور کبھی بھی ڈپریشن کی شکایت نہیں کی۔ روحانی علاج میں، میں نے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھی کہ میرے پاس علاج کے لیے جو بھی آئے اس کا مسئلہ حل ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی اس کا قلب روشن ہو جائے اور وہ صوم و صلوٰۃ اور ذکر و فکر کا عادی ہو جائے۔

میرے پاس اکثر لوگ کئی طرح کے معاشی، سماجی اور خانگی مسائل لے کر آتے رہے۔ میں انہیں شریعت کے مطابق گائیڈ کرتا رہا۔ ساتھ ہی انہیں حیلے بہانے سے نماز کی پابندی کرنے اور ذکر و فکر کو معمول بنانے کا کہتا رہا۔ لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے تو یہ پابندی قبول کر لیتے تھے مگر اس مقصد کے تحت کوئی بھی پابندی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا کہ زندگی کا مقصد بندگی، بجالانا ہے۔ جو لوگ ذکر و فکر اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو جاتے، انہیں روحانی تعلیم و تربیت دینے کی کوشش کرتا تھا کہ ان کا ذات باری تعالیٰ اور ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی و روحی تعلق قائم ہو جائے۔ یہ ایک طرح سے طالب دنیا کو زبردستی طالب مولیٰ بنانے کی بات ہوئی۔ وہ زمانہ گیا جب روحانی تعلیم کو فوقیت حاصل تھی۔ گھروں سے بچے روحانی تعلیم و تربیت کے لیے نکلتے تھے۔ روحانی تعلیم و تربیت پانے کے بعد وہ مخلوق خدا کی خدمت کرتے تھے۔ آج کل تو تعلیم و تربیت صرف روزی روٹی کمانے کے لیے ہوتی ہے۔ دنیا کے فکر میں ہی لوگ جیتے ہیں اور اسی فکر میں مرتے ہیں۔ آخرت کی فکر نہیں۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

(حیرت الہ آبادی)

حق پرست لوگ نہ طالب دنیا ہوتے ہیں اور نہ ہی طالب آخرت، وہ طالب مولیٰ ہوتے ہیں۔ ایسا طالب ملنا قریباً ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”..... دُنیا میں دُنیا غر دار کے طالب تو بکثرت موجود ہیں۔ لیکن خاص اللہ کے طالب نادر نایاب اور مفقود ہیں.....“ ”فقیر باہو“ کہتا ہے کہ تیس سال تک یہ فقیر مُرشدِ کامل کی طلب میں پھرتا رہا ہے اور اب کئی سال سے طالب صادق کی طلب میں ہوں۔ لیکن آج تک کوئی طالب صادق، حوصلہ و سنج، ہمت بلند، اہل یقین، لائق تلقین نہیں ملا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کے ظاہری اور باطنی خزان کی نعمت اور دولت کا جو نصاب بے حساب اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کی زکوٰۃ طالب مستحق مسکین لائق تلقین کے حوالے کر دوں.....“ (229)

عصر حاضر میں پیری مریدی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ لوگ اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے مرید بن جاتے ہیں۔ پیر بھی مریدین کے ساتھ صرف دعا و سلام اور نذر و نیاز کا رشتہ رکھتے ہیں، نہ وہ خود طالب حق ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں تعلیم و تربیت کا شوق ہوتا ہے۔ وہ اپنے مسائل کے حل اور ضرورتوں کی تسکین کے لیے مریدین سے کام لیتے ہیں۔ معاشی آسودگی حاصل کرتے ہیں اور پروٹوکول بھی خوب پاتے ہیں۔ نہایت بیش قیمت گاڑیاں ان کے زیر استعمال ہوتی ہیں۔ مرغن کھانے کھاتے ہیں۔ قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ ان کے قدموں کے نیچے قیمتی قالین بچھائے جاتے ہیں۔ ان پر پھول نچھاور کئے جاتے ہیں۔ وہ اور ان کے اہل خانہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مریدین کے مسائل کے حل کے لیے اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ صرف دعا اور تسلی دیتے ہیں اور اپنی جیبیں بھرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر موقع ملے تو سیاست میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ کامیابی کی صورت میں صدارت، وزارت پاتے ہیں اور زیادہ وسیع پیمانے



پر اور منظم طریقے سے لوٹ مار مچاتے ہیں۔ اولیائے صادق ہر دور میں ایسے مکار اور دغا باز لوگوں کی مذمت کرتے رہے ہیں۔ اولیائے کاملین کی کتب (رسالہ قشیریہ، اللمع، کشف المحجوب، نور الہدیٰ، وغیرہ) میں ان کے بارے میں کافی کچھ لکھا گیا ہے اور ان لوگوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ نور محمد سروری قادری کلاچوی کتاب ’نور الہدیٰ‘ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

”آج کل کے جھوٹے مدعی، خلاف شریعت بے دین لوگ عارف کامل ہرگز نہیں ہو سکتے جو سنت نبویؐ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور اپنے ہم جنس بے دین جہال کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں۔ اور عام جھہلا میں بزرگ اور عارف کامل مشہور ہو جاتے ہیں۔ اگر ان سے نماز روزہ وغیرہ پابندی شریعت کے بارے میں باز پرس کی جائے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ظاہری شریعت ظاہری لوگوں کے لیے ہے۔ ہم باطنی جُوسوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور اسی طرح ترک ماسویٰ کا دائمی روزہ رکھتے ہیں یعنی ہم باطنی شریعت کے پابند ہیں اور مُلاؤں اور فقیروں کے الگ الگ راستے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار وہابیات خرافات بکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ باطنی شریعت یعنی طریقت کا مکھن اسی ظاہری دودھ سے پیدا ہوتا ہے اور باطنی علم اسی ظاہری علم سے پیدا ہوتا ہے۔

علم باطن ہچمو مسکہ، علم ظاہر ہچمو شیر گئے بُود بے شیر مسکہ، گئے بُود بے شیر ہچمو چنانچہ باطنی نماز یعنی نماز کا حضور اسی ظاہری نماز میں کمال استغراق اور پوری محویت کا نام ہے۔ اسی سے اس کا ظہور اور اسی نماز کی حسن ادائیگی سے ہی سینے میں نور اور باطنی سرور پیدا ہوتا ہے اور اسی ظاہری روزے کی مکمل پابندی سے جملہ اعضاء اور جوارح اسماک عن المناہی اور ترک عن المعاصی کے عادی ہو کر باطنی روزے یعنی ترک ماسویٰ کی شکل بناتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بھلا جن بُوالہوسوں کو ظاہری شریعت کی پابندی کی تاب اور طاقت نہ ہو انہیں باطنی شریعت کی کیا مجال۔ جن کے پاس دودھ نہیں انہیں مکھن کہاں سے حاصل ہو۔

مرد درویش بے شریعت اگر پرد بر ہوا گس باشد  
در چو کشتی رواں شود بر آب اعتمادش مکن کہ خس باشد (230)

اولیائے کاملین نے اپنی کتب میں کامل و مکمل مرشد کی پہچان بھی بتائی ہے۔ راہ حق کے متلاشی سعادت مندوں کو چاہیے کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ شریعت کی پابندی کریں۔ روزانہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ قرآن حکیم با ترجمہ اور سیرت پاک کی مستند کتب کا مطالعہ کریں۔ ساتھ ہی تصوف کی مستند کتب، مثلاً، رسالہ قشیریہ، اللمع، کشف المحجوب، نور الہدیٰ، عین الفقر اور عرفان کا مطالعہ کریں اور اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ پیر کامل کی خصوصیات کیا ہیں۔ ایسے مرد کامل کی تلاش میں رہیں اور جہاں کہیں مطلوب حاصل ہو، فوراً بیعت ہو کر تربیت پائیں۔ جعلی پیروں فقیروں کے چکر میں پھنس کر قیمتی سرمایہ حیات ضائع نہ کریں۔

مرشد کامل اپنی نگاہ سے مرید (سالک) کا قلب منور کر دیتا ہے۔ اس کی باطنی نگاہ بیدار کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق کا چراغ روشن کر دیتا ہے۔ اسم ذات سے اس کے قلب و جگر اور بن و موکو ذاکر بنا دیتا ہے۔ اسے مقبول بارگاہ بنا دیتا ہے اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سالک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

بندہ عاجز نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم، سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر

عنایت اور مرشدِ کامل کے فیض نگاہ کی بدولت عین حق ہے اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ کی رو سے تصدیق شدہ ہے۔ بندہ عاجز نے حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد مبارک پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے:

”صاحب تصنیف اہل تصوف کو چاہیے کہ اول ہر علم کو اپنے عمل میں اور ہر ہنر کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے آوے یعنی

اس کا خود معائنہ، تجربہ اور آزمائش کرے تاکہ اپنے علم میں مترّد اور پریشان نہ ہو جائے۔ بعدہ اسے تحریر، رقم اور

تصنیف کی صورت میں لے آئے.....“ (231)

کوئی بھی شعبہ زندگی ہو، کوئی تصور، نظریہ، مشاہدہ یا تجربہ ہو، اس کا میزانِ ردّ و قبول قرآن و حدیث ہیں۔ نور الہدیٰ کے صفحہ نمبر 165 تا 166 پر حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب، مراقبہ یا مشاہدے میں اگر کوئی مجلس قائم ہو، کچھ نظر آئے تو توجہ کے ساتھ درود شریف، کلمہ طیبہ اور لا حول پڑھنا چاہیے۔ اگر وہ مجلس حق ہوگی تو ان کلماتِ طیبات کے پڑھنے سے قائم اور برقرار رہے گی وگرنہ مٹ جائے گی۔ اسی طرح اس امر سے بھی آگاہ ہونا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص خواب یا مراقبہ میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو تو یہ سمجھے کہ اس نے درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی زیارت کی ہے کیونکہ شیطان کو قدرت اور طاقت نہیں ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل پر متمثل ہو سکے اور نہ وہ خانہ کعبہ کی صورت اور نہ قرآن مجید کی صورت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مظاہر نور و ہدایت ہیں اور شیطان مجسم نارضالت ہے۔ اس طرح خواب یا مراقبہ میں، جس مجلس میں قرآن کی کوئی آیت یا کلمہ یادِ درود شریف یا ذکر اللہ پڑھا جائے وہ مجلس رحمانی ہے اور شیطان اس میں مداخلت نہیں کر سکتا اور جس مجلس میں ان مظاہر ہدایت میں کوئی چیز نظر نہ آئے تو ایسی مجلس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حق و باطل کے اس میزان کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے بغیر حق و باطل کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اس میزان پر یقین ہونا چاہیے۔ اگر اس میزان پر بھی شک ہو تو پھر حق کی پہچان کیسے ہوگی۔ پھر تو سب کچھ باطل نظر آئے گا۔

معلوم حقائق کی پرکھ کرنا اور نئے حقائق تلاش کرنا، انسان کی فطرت ہے۔ یہی تلاش، حقیقت الحقائق کی معرفت کا سبب بنتی ہے۔ معرفت کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ لا محدود ہے۔ معرفت کا یہ سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ دنیا میں، قبر میں، حشر کے روز، پل صراط پر، جنت میں۔ اس سفر کی کوئی انتہا نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: ”اللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ“

اے خدا مجھے اشیا کی اصل حقیقت سے آشنا کر۔ (232)

حصولِ معرفت کے لیے، سچائی جاننے کے لیے مادی علوم (Material Sciences) یعنی فزکس (Physics)، کیمسٹری (Chemistry)، بیالوجی (Biology)، کمپیوٹر سائنس (Computer Science) کی طرح روحانی سائنس میں بھی سائنسی طریقہ کار اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَ بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۖ ثُمَّ سَوَّاهُ وَ نَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْبَصَارَ وَ الْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

النبیہ: [9-32]

جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا اگر سے کی، پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی، جو حقیر پانی کی طرح ہے، پھر اس کو تک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ اور تم کو کان دیے اور آنکھیں دیں اور دل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

مندرجہ بالا آیات مقدسہ میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد سلسلہ حیات جاری رکھنے کا طریقہ کار بیان ہوا ہے۔ حواسِ خمسہ سے حاصل ہونے والا علم معتبر نہیں ہوتا۔ اس علم کی پرکھ کے لیے عقل اور علم سے کام لیا جاتا ہے۔ جہاں عقل اور علم کام نہ آئے وہاں وجدان سے مدد ملتی ہے۔ حواس کی مدد سے مشاہدہ (محسوسات)، عقل (فہم یا ادراک) اور وجدان (عرفان) سے حاصل کردہ معلومات میں کسی نہ کسی غلطی یا خامی کا امکان موجود ہوتا ہے۔ لہذا ان کی درستگی کی جانچ پڑتال کے لیے بھی دو معیار موجود ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان کو عقلی آزمائش (عقلی معیار) اور نتائجی آزمائش (عملی معیار) کے نام دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

”..... عقلی آزمائش سے میری مراد وہ نقادانہ توجیہ ہے، جس میں انسانی تجربے کو پہلے سے فرض نہیں کیا جاتا، عام طور پر یہ دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آیا ہماری توجیہ بالآخر ہمیں حقیقت کے اس کردار کی طرف لے جاتی ہے جس کا انکشاف مذہبی واردات سے ہوا ہے۔ نتائجی آزمائش اس کی تصدیق اس کے ثمر سے کرتی ہے۔ پہلا طریقہ فلسفیوں کا طریقہ ہے اور دوسرا پیغمبروں کا.....“ (233)

مندرجہ بالا اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سائنسی علوم میں، سائنسی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے حواس اور عقل و علم کے استعمال سے تحقیق کی جاتی ہے اور مشاہدہ و تجربہ سے حاصل شدہ علم کا تنقیدی جائزہ لے کر اس کی درستگی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس طرح روحانی سائنس میں بھی حواس اور عقل و علم اور وجدان سے حاصل ہونے والے علم کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اس روحانی مشاہدہ و تجربہ سے مرتب ہونے والے نتائج سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ روحانی واردات (خواب یا مراقبہ سے حاصل ہونے والا علم) درست ہے یا غلط ہے، حق ہے یا باطل ہے۔

روحانی مشاہدہ یا روحانی واردات کا تنقیدی نظر سے جائزہ لینے کی تعلیم ہمیں نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس سے ملتی ہے۔ اس ضمن میں ”الرحیق المختوم“ کا درج ذیل اقتباس غور طلب ہے:

”..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتداء نبیند میں اچھے خواب سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی کئی رات گھر تشریف لائے بغیر مصروف عبادت رہتے۔ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توشہ لے جاتے۔ پھر (توشہ ختم ہونے پر) حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے اور تقریباً اتنے ہی دنوں کے لیے پھر توشہ لے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حق آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبا یا کہ میری قوت نہ چوڑ دی۔ پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا۔ پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ پڑھو اپنے رب

کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو لوٹھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔“  
ان آیات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ڈھک ڈھک کر رہا تھا۔  
حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا، یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا قطعاً نہیں۔ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں در ماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تمہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دور جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسب توفیق الہی انجیل لکھتے تھے۔ اُس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمادیا۔ اس پر ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت تو انا ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا، ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پالیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے۔ (234)

مندرجہ بالا اقتباس سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

1- خواب کی سچائی ہی، اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ خواب میں جو دیکھا جائے اگر وہ سچ ثابت ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سچا خواب ہے۔ وہ خواب حق ہے، حق سے ہے۔

2- روحانی رابطہ کے لیے خلوت گزینی، عبادت و ریاضت اور ذہنی یکسوئی اور تفکر (مراقبہ) ضروری ہے۔

3- اگر مشاہدہ میں رب تعالیٰ کا اسم گرامی آئے اور حق بات کی تلقین ہو تو وہ مشاہدہ عین درست ہے۔ جب تک حضرت جبرائیل علیہ السلام، صرف ’اقرأ‘ کہتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ انہوں نے جب تیسری بار لفظ ’اقرأ‘ کے ساتھ ”بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“ کہا تو رب تعالیٰ کا نام سن کر آپ جان گئے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آپ نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس طرح خواب میں، دورانِ مراقبہ مشاہدہ میں یا حالت بیداری میں مشاہدہ کے دوران کوئی قرآنی آیت مقدسہ، اسم ذات (اللہ)، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (محمد) لکھا نظر آئے یا پڑھنے کی آواز آئے تو وہ مذہبی واردات (مشاہدہ) عین درست ہے۔

4- روحانی دنیا میں اچھے گائیڈ اور رفیق کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس سے مشورہ کیا جاسکے اور مدد حاصل کی جاسکے۔ پہلی وحی سے حاصل ہونے والی کیفیت کی وجہ سے آپ حیرت زدہ اور خوف زدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ سے اپنی کیفیت بیان فرمائی تو سیدہ نے نہایت خوبصورت الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے تسلی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاقِ حسنہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ سیدہ نے کھری اور کھوٹی روحانیت میں فرق کا میزان ارشاد فرمایا۔ روحانیت، روحانی مشاہدات و واردات کا انسان کے اخلاق سے گہرا تعلق ہے۔ سچے انسان کے خواب، خیالات اور مشاہدات درست ہوتے ہیں۔ جھوٹے انسان کے خواب، خیالات اور مشاہدات منتشر اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں اس کی روحانیت بھی حق ہے۔ روحانیت اور اخلاق کا آپس میں جسم و جان کا رشتہ ہے۔ روحانیت کی پرکھ کے لیے انسان کے اخلاق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی انسان شریعت کا پابند ہے، ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں اور بے بسوں کے کام آتا ہے۔ مہمان کی میزبانی کرتا ہے تو صاحبِ روحانیت ہے۔ اس کے مشاہدات و مکاشفات بھی درست ہیں۔ روحانیت کا مقصد ہی تزکیہٴ نفس ہے۔ تزکیہٴ نفس ہوگا تو اخلاق بھی بہتر ہوں گے۔ اخلاق بہتر ہوں گے تو روحانیت مزید بہتر ہوگی یعنی راہِ حق کا مسافر خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ سے زیادہ قریب محسوس کرے گا۔ اولیائے حق کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں تو وہ اس اصول پر سختی سے عمل پیرا نظر آتے ہیں انہوں نے اپنی بھی اور دوسروں کی بھی اصلاح کی۔ انہوں نے خدمتِ خلق بھی کی اور اپنے خالق سے بھی رشتہ نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

5- سیدہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید تسلی، رہنمائی اور مشاورت کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو کہ توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے علم سے، توریت و انجیل کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کی اور ساتھ ہی پیش گوئی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر سے نکال دے گی۔ انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ شاید میں اس وقت زندہ نہ ہوں۔ ان کی یہ پیش گوئیاں عینِ درست نکلیں۔ مذکورہ بالا امر سے واضح ہوتا ہے کہ راہِ حق کے سفر میں تصدیق و تائید، رہنمائی و مدد اور اعانت کے لیے روحانی گائیڈ (مرشد، مربی) کی ضرورت پڑتی ہے۔ مزید یہ کہ روحانی مشاہدہ و تجربہ سے مرتب ہونے والے نتائج (ایمان افروز کیفیت، وجد) ذکرِ الہی کے اجراء، اعلیٰ اخلاقی تبدیلی، پیش گوئی کا درست ثابت ہونا، وغیرہ) سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ روحانی واردات، مشاہدہ و کیفیت درست ہے یا کہ نہیں۔ نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس اور اسوۂ حسنہ سے ہمیں روزمرہ زندگی اور روحانی دنیا میں تائید و ترید کے اس سنہری اصول کی تعلیم ملتی ہے۔

اس تمام کلام کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ روحانیت اعلیٰ ترین سائنسی علم ہے اور علمِ روحانیت میں علم و عرفان کے حصول کے لیے دیگر سائنسی علوم کی طرح مشاہداتی و تجرباتی طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”انسان کا انکشافی اور متصوفانہ ادب اس حقیقت کی بے شمار شہادتیں فراہم کرتا ہے کہ مذہبی واردات انسانیت کی تاریخ میں اس قدر دیر پا اور غلبہ آور رہی ہیں کہ انہیں محض واہمہ کہہ کر روئیں کیا جاسکتا۔ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم عمومی انسانی تجربے کی ایک سطح کو قبول کریں اور اس کی دوسری سطح کو متصوفانہ اور جذباتی کہہ کر رد کر دیں۔ مذہبی واردات

و ایسی ہی حقیقتیں ہیں جیسی حقیقتیں انسان کے دوسرے تجربات ہیں اور جہاں تک توجیہ کے ذریعے علم عطا کرنے کی صلاحیت کا تعلق ہے، ایک حقیقت بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ دوسری۔ انسان واردات کی اس نوع کو تنقیدی نظر سے دیکھنا بے ادبی محمول نہیں کیا جاسکتا.....“ (235)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قلب اور وجدان کے باہمی تعلق اور مذہبی واردات کی ضرورت، اہمیت، قدر و قیمت اور ان کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ کی قدر و قیمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قلب ایک طرح کا اندرونی وجدان یا بصیرت ہے، جو مولانا روم کے خوبصورت الفاظ میں سورج کی شعاعوں پر پرورش پاتا ہے اور ہمیں حقیقت کے ان پہلوؤں سے آشنا کرتا ہے، جو حسی ادراک کی دسترس سے باہر ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق یہ ایک ایسی شے ہے جو دیکھتی ہے اور ایسی اطلاعات فراہم کرتی ہے کہ اگر ان کی ٹھیک سے توجیہ کی جائے تو وہ بھی غلط نہیں ہوتی۔ بہر صورت یہ ضرور پیش نظر رہنا چاہیے کہ اسے کوئی پراسرار خصوصی صلاحیت نہ سمجھا جائے۔ یہ دراصل حقیقت کے ساتھ تعلق کا ایک طریقہ ہے، جس میں حیات، عضویاتی حس کے معانی میں کوئی کردار ادائیگی کرتی ہے۔ اس کے باوجود ہم پر تجربے کا جو میدان کھل جاتا ہے، دوسرے تجربات کی طرح حقیقی اور ٹھوس ہوتا ہے، اسے ماورائے نفس، (Psychic) متصوفانہ، (Mystic) فطرت کے مافوق (Supernatural) قرار دینا، تجربے کے طور پر اس کی قدر و قیمت کو کم نہیں کرتا۔“ (236)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ ”علم اور مذہبی واردات“ سے اخذ کردہ مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخ تصوف سے ملنے والی بے شمار شہادتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مذہبی واردات (کشف والہام اور مشاہدہ روحانی) وہم نہیں بلکہ حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔

2- مذہبی واردات ایسی ہی حقیقتیں ہیں جیسی حقیقتیں انسان کے دوسرے تجربات ہیں۔

3- مذہبی واردات کا بھی دیگر فطرتی مظاہر کی طرح تنقیدی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

4- قلب سے وجدان یا نور بصیرت حاصل ہوتا ہے: یہ حقیقت سے رابطے کا ذریعہ ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے علم و عرفان (مشاہدہ والہام) کو تجربہ و مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اس طرح حاصل ہونے والا علم دیگر سائنسی علوم کی طرح حقیقی اور ٹھوس ہوگا۔ وجدانی علم، مذہبی واردات کے علم کو محض ماورائے نفس (Psychic)، متصوفانہ (Mystic) یا مافوق الفطرت (Supernatural) قرار دے کر رو نہیں کیا جاسکتا اور اس کی قدر و قیمت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ماورائے نفس مظاہر کا تنقیدی نظر سے جائزہ لیا اور اپنے پیروکاروں کے لیے اسوۂ حسنہ قائم فرمایا۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”بخاری اور دوسرے محدثین (Traditionists) نے ان کے اس مشاہدے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو وارفتہ نفس (Psychic) نوجوان یہودی ابن صیاد کے سلسلے میں پیش آیا تھا، اس کی مجذوبانہ کیفیات نے پیغمبر کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی۔ انہوں نے اس کا امتحان لیا، اس سے سوالات کیے اور اس کو مختلف کیفیات میں پرکھا، ایک بار انہوں نے خود کو ایک درخت کے تنے کے پیچھے چھپالیا، تاکہ اس کی بڑبڑاہٹ سن سکیں، مگر لڑکے کی ماں نے لڑکے کو رسول کی آمد سے خبردار کر دیا، یہ سنتے ہی لڑکا فوراً اپنے آپ کو جھٹک کر اس کیفیت سے باہر نکل آیا، اس پر رسول کریم



(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ”اگر وہ (عورت) دخل اندازی نہ کرتی، تو حقیقت کھل جاتی۔“ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (Companions) جن میں سے بعض اس وقت موجود تھے، جب تاریخ اسلام میں پہلی بار ایک نفسیاتی مشاہدہ کیا گیا تھا، اور بعد میں آنے والے محدثین جنہوں نے اس اہم واقعے کو محفوظ کرنے میں خاصی احتیاط برتی تھی، وہ اس رویے کی اہمیت کو بالکل ہی نہ سمجھ پائے اور اپنے معصومانہ طریقے سے اس کی توجیہ کر دی۔“ (237)

قرآن حکیم میں مذہبی واردات کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ کے سلسلہ میں اور علم و عرفان کے سلسلہ میں روحانی مشاہدات و تجربات کے سلسلہ میں دیگر انبیاء کی بھی شاندار مثالیں ملتی ہیں۔ ایسے علماء جو باطنی علم (علم معرفت و تصوف)، کی ضرورت کے منکر تھے، جو عظمت انسانی کے قائل نہیں تھے انہوں نے ان ایمان افروز تاریخی واقعات کا صرف معجزات کے طور پر ذکر کیا ہے اور یہ کہہ کر کہ نبوت کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے عصر حاضر کے انسان کو ان معجزات کے پیچھے کا فرما روحانی علم اور روحانی تربیت کے رموز سے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس علم کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی۔ یہ درست ہے کہ سلسلہ نبوت بند ہو گیا ہے مگر سلسلہ ولایت تو جاری ہے اور ولایت کا دروازہ ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے کھلا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ

میری امت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ عِلْمًا اَنْبِيَاءُ كَالْوَارِثِ

وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ، كَفَضْلِ عَلِيٍّ اَدْنَاكُمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَٰئِکَتَہٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحِبُّوْنَ حَتّٰی التَّمَلُّکَ فِیْ حُجْرِہَا وَحَتّٰی الْحُوْتَ لِیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرِ۔

اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ یقیناً اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتیٰ کہ چوٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی تک لوگوں کے معلم کے لیے بھلائی کی دعاء کرتی ہیں۔ (238)

مندرجہ بالا احادیث نبوی سے ذات باری تعالیٰ کے قرب و رضا کے حصول کے علم (علم تصوف و روحانیت) اور علمائے ربانین اور اولیائے امت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انبیائے کرام، خصوصاً امام الانبیاء، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مطابق روحانی و اخلاقی تعلیم و تربیت کا تجرباتی و مشاہداتی بنیادوں پر سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ تاکہ تزکیہ نفس حاصل ہو، اخلاق بہترین ہوں، روحانی معراج حاصل ہو، ذات باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و رضا حاصل ہوں۔

ہمسایہ جبریل امیں بندہ خاکی ہے اس کا نشین، نہ بخارا نہ بدخشان! (239)

روحانی تجربات و مشاہدات کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کے ضمن میں انبیائے کرام کی حیات اقدس سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَہِیْ خَاوِیۃٌ عَلٰی عُرُوشِہَا قَالَ اَنِّیْ یٰحٰی ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِہَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃً

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَيْثٌ ۖ قَالَ لَيْثٌ يَوْمًا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَيْثٌ مِائَةً عَامٍ فَأَنْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَأَنْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحَبًا ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۖ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾ البقرة [2:259]

یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جو ایک بستی پر سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تو اس نے کہا کہ اللہ اس کی موت کے بعد اسے کیسے زندہ فرمائے گا سو (اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے) اللہ نے اسے سو برس تک مردہ رکھا پھر اُسے زندہ کیا، (بعد ازاں) پوچھا تو یہاں (مرنے کے بعد) کتنی دیر ٹھہرا رہا (ہے)؟ اس نے کہا: میں ایک دن یا ایک دن کا (بھی) کچھ حصہ ٹھہرا ہوں، فرمایا: (نہیں) بلکہ تُو سو برس پڑا رہا (ہے) پس (اب) تُو اپنے کھانے اور پینے (کی چیزوں) کو دیکھ (وہ) متغیر (بسی) بھی نہیں ہوں اور (اب) اپنے گدھے کی طرف نظر کر (جس کی ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں) اور یہ اس لیے کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنادیں اور (اب ان) ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم انہیں کیسے جنم دیتے (اور اٹھاتے) ہیں پھر انہیں گوشت (کا لباس) پہناتے ہیں، جب یہ (معاملہ) اس پر خوب آشکار ہو گیا تو بول اٹھا: میں (مشاہداتی یقین سے) جان گیا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿239﴾ (ب)

مندرجہ بالا آیت مقدسہ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہاں بستی سے مراد بیت المقدس ہے۔ بیت المقدس پر بخت نصر نامی بادشاہ نے قبضہ کیا اور یہاں بہت تباہی پھیلانی۔ اس نے یہاں آباد بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور یہ بستی تباہ کر دی۔ اس بستی سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر رہو اتو آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اہل بستی کو کیسے زندہ فرمائے گا۔ آپ دراز گوش (گدھے) پر سوار تھے۔ آپ کے پاس کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔ آپ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے اس بستی میں رُک گئے۔ آپ نے گدھے کو وہاں باندھ دیا اور آرام کرنے لگے۔ اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی۔ گدھا بھی مر گیا۔ اس کے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کو بیت المقدس مقرر فرمایا۔ اس بادشاہ نے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح میں بنی اسرائیل کو پھر سے آباد کیا۔ بنی اسرائیل کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا کی نظروں سے چھپائے رکھا۔ جب آپ کو وفات پائے سو برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ آپ نے عرض کیا، میں ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ یہاں سو برس ٹھہرے ہیں۔ اپنے کھانے کو دیکھیں وہ بسی نہیں ہوا۔ اپنے گدھے کو دیکھیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہ مر گیا تھا اور اس کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی اور بال بھی نکل آئے۔ اس کے بعد اسے زندہ کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام پکار اُٹھے:

.....أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾ میں خوب جان گیا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

پھر آپ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے۔ سراسر اقدس اور ربّی مبارک کے بال سفید تھے۔ عمر وہی چالیس سال تھی۔ آپ کو کوئی بھی پہچان نہ پایا۔ آپ اندازے سے اپنے مکان پر آ پہنچے۔ آپ کو ایک ضعیف بڑھیا ملی جو کہ نابینا تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ عزیر کا مکان ہے۔ اس نے کہا، ہاں۔ عزیر کو گم ہوئے سو برس گزر گئے ہیں آپ

نے فرمایا، میں عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا۔ اس نے کہا حضرت عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے۔ آپ دعا فرمائیں میں تندرست ہو جاؤں اور میری نظر لوٹ آئے تاکہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ سکوں۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ تندرست ہو گئی۔ اس کی بینائی لوٹ آئی۔ اس نے آپ کو پہچان لیا۔ وہ آپ کو ایک مجلس میں لے گئیں جہاں آپ کے ایک فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ (118) برس ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے وہاں آپ کا تعارف کرایا کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ میں ان کی دعا سے ہی تندرست ہوئی ہوں اور دیکھنے لگی ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے تمام توریت زبانی پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا مجھے میرے والد صاحب سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کے ظلم و ستم کے ایام میں، میرے دادا نے ایک جگہ توریت دفن کر دی تھی۔ اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ اس شخص کی نشاندہی پر توریت کا مدفون نسخہ نکالا گیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے جو توریت زبانی لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔

مندرجہ بالا ایمان افروز واقعہ سے اہل ایمان کو بہت سے اسباق ملتے ہیں۔

- 1۔ انسان کو خواہ کتنا ہی قرب ربانی حاصل ہو جائے وہ خدا کا بندہ ہی رہتا ہے۔ وہ کسی بھی مقام بلند پر پہنچ کر خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ باپ اور بیٹے کی نسبتوں سے پاک اور روالہ ہے۔ (240)
- 2۔ روحانیت ایک مشاہداتی و تجرباتی علم ہے۔ روحانی مشاہدہ و تجربہ کی بنیاد یقین پر ہوتی ہے۔ ذات باری تعالیٰ اہل ایمان کے یقین اور نور عرفان میں اضافہ کے لیے انہیں روحانی مشاہدات کراتی ہے اور ایمان افروز تجربات سے گزارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو روحانی مشاہدہ و تجربہ سے گزار کر علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین عطا فرمایا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی دُعا سے بڑھیا کو بینائی اور تندرستی عطا ہوئی۔ اس روحانی تجربہ سے گزر کر اُسے بھی یقین ہو گیا کہ اس کا سامنا حضرت عزیر علیہ السلام سے ہی ہے اور وہ جو کچھ بھی بیان کر رہے ہیں، درست ہے۔ اس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کا توریت پڑھنا اور لوگوں کا توریت کا مدفون نسخہ نکال کر اس کی تصدیق کرنا بھی، روحانی مشاہدہ و تجربہ کے طریقہ کار، اُس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کو واضح کرتا ہے۔
- 3۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور رضا کا حصول ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو ذات باری تعالیٰ نے روحانی مشاہدہ و تجربہ سے اپنی قدرت کا جلوہ دکھایا۔ وہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ اَعْلَمُ (میں خوب جان گیا ہوں) اَنِّ (بے شک) اللہ (اللہ تعالیٰ) عَلٰی (پر) کُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز) قَدِیْرٌ (قادر ہے)۔

اگر ایک جلیل القدر نبی کو منصب نبوت پر فائز ہونے کے باوجود مزید یقین کے لیے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو عام مسلمان کو تو اس کی اشد ضرورت ہے۔ متلاشی حق (انسان) کی اسی ضرورت کے پیش نظر ہر مسلمان کو غور و فکر کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَعْطُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفِرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۭ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ حِجَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ

اِلَّا نَذِیْرٌ لِّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ﴿۳۴﴾ الباقی [34:46]

فرمادیجیے: میں تمہیں بس ایک ہی (بات کی) نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے (روحانی بیداری اور انتباہ کے حال میں)

قیام کرو، دود اور ایک ایک پھر تفکر کرو (یعنی حقیقت کا معائنہ اور مراقبہ کرو تو تمہیں مشاہدہ ہو جائے گا) کہ تمہیں شرف صحبت سے نوازنے والے (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے تمہیں (بروقت) ڈرسانے والے ہیں (تا کہ تم غفلت سے جاگ اٹھو) (241)

قرآن حکیم میں سمجھنے اور جاننے کی ضرورت و اہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لیے اس طرح کے کلمات بار بار آئے ہیں کہ: ”کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے“، ”کیا وہ سمجھ سے کام نہیں لیتے“، ”کیا انہوں نے دیکھا نہیں“، ”کیا انہوں نے غور نہیں کیا“، ”غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے“، ”سمجھنے والے لوگوں کے لیے“، ”جاننے والوں کے لیے“۔ اس ضمن میں چند آیات مقدسہ اور ان کے ترجمے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل کریں۔

فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ----- محمد [47:19]

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (242)

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ المائدہ [5:98]

جان لو کہ اللہ سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا (بھی) ہے۔ (243)

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ البقرہ [2:235]

اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات کو بھی جانتا ہے تو اس سے ڈرتے رہا کرو، اور (یہ بھی) جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا بڑا حلم والا ہے۔ (244)

جاننے کے بھی کئی مدارج ہیں۔ نبی کا جاننا کچھ اور ہے اور امتی کا جاننا کچھ اور ہے۔ ذات باری تعالیٰ چاہتی ہے کہ انسان غور و فکر سے جاننے کا عمل جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اسے حق الیقین حاصل ہو جائے۔ زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب، وصال اور دیدار حاصل کرنا ہے۔ ”ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“ کا یہی مطلب ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے قرب و وصال اور دیدار کے لیے شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ خلوص نیت سے شریعت کی پابندی سے مراد طریقت ہے۔ راہ طریقت پر چلنے سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت سے مراد حقیقت کو پالینا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے علم معرفت کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ راہ معرفت میں طبعی سائنسی علوم سے بڑھ کر زیادہ احتیاط سے اور یقینی انداز سے ایک باضابطہ، مدلل، مشاہداتی و تجرباتی طریقہ کار سے حقائق روحانی واضح کیے جاتے ہیں اور انہیں ثابت کیا جاتا ہے۔ طبعی سائنسی علوم میں اصول و قوانین وضع ہوتے اور تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں مگر روحانی سائنس کے اصول و قوانین اٹل ہیں۔ اگر آج بھی انسان صدق دل سے حق کا متلاشی ہو تو وہ اس طرح کے روحانی مشاہدات و تجربات سے گزر کر قرب خداوندی پاسکتا ہے۔

اہل مغرب کے نزدیک صرف طبعی علوم (Physical Sciences) ہی معتبر علوم ہیں کیونکہ یہ علوم سائنسی طریقہ کار کے مطابق مشاہدہ، تجربہ اور آزمائش (test) کے بعد مستند علم کے طور پر موجودہ شکل کو پہنچے ہیں۔ مزید یہ کہ انہیں جب اور جہاں چاہیں تجربہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی علم سائنسی علوم سے زیادہ معتبر اور مستند ہے۔ دین اسلام نے ہر شعبہ زندگی میں تمام قسم کے مادی، دینی، دنیاوی اور مادی علوم میں سائنسی طریقہ کار کی پیروی کا حکم دیا ہے اور

وہم و گمان اور قیاس کے بجائے تحقیقی و تنقیدی روش اختیار کرتے ہوئے تمام معاملات کی حقیقت کا کھوج لگانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں جتنا غور و فکر کریں سائنسی طریقہ کار کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔ سو برس گزر گئے مگر حضرت عزیر علیہ السلام کا جسد اطہر محفوظ رکھا گیا۔ ان کا کھانا بھی ویسے کا ویسا ہی رہا۔ ان کا گدھا ہڈیوں کا ڈھیر بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ ان کی نظروں کے سامنے گدھے کو وجود اور زندگی بخشی۔ اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام کے ذریعے بستی والوں پر ثابت کیا کہ وہی حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا اور ساتھ ہی انہیں بھی اپنی معرفت عطا کر کے ان کے یقین میں اضافہ فرمادیا۔ جس طرح طبعی سائنسی علوم کے اصول آفاقی ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر روحانی سائنسی اصول ہر دور اور زمانے میں اپنا ثبوت آپ ہیں۔ جو ذات باری تعالیٰ کا متلاشی ہو وہ ایسے روحانی تجربات سے گزرتا رہتا ہے۔ اس ضمن میں آج سے قریباً دو سو سال پہلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ ”تربیت العشاق“ میں حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 11 ستمبر 1951ء) ارشاد فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ ایک مفلوک الحال شخص کچھ زادراہ کا انتظام کر کے تلاش معاش میں دہلی سے احمد آباد کی جانب روانہ ہوا۔ چلتے چلتے ایک مقام پر ایک سرائے میں اُترا۔ اب چونکہ روپے اس کے پاس ختم ہو چکے تھے۔ فاقہ کی نوبت آگئی۔ بیچارہ تین روز تک فاقہ سے رہا۔ آگے چلنے کی ہمت جاتی رہی۔ ایک طوائف جو اس جگہ رہتی تھی اس کا حال تاڑ گئی۔ چنانچہ طوائف اُس کے پاس آئی اور اس سے دریافت کیا:

”جناب کو ایسا کیا غم ہے کہ آپ نہ کچھ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، بس خاموش کسی سوچ میں بیٹھے ہوئے ہیں؟“

اُس بیچارے نے اپنی ساری پینٹا منادی۔ طوائف پر بڑا اثر ہوا اور اُس کے حال زار پر رحم آیا۔ اس نے صوت کا تکر اپنے کفن کے لیے کچھ روپیہ جمع کر رکھا تھا۔ وہ روپیہ لاکر اُسے دے دیا اور کہا:

”یہ آپ کی زادراہ ہے۔ اگر ہو سکے تو واپسی پر مجھے لوٹا دیں۔“

روپے لے کر اس نے کھانا کھایا اور روانہ ہو گیا۔ احمد آباد پہنچ کر کوئی کام شروع کیا اور خدا کے فضل سے بہت سا روپیہ کمایا۔ چنانچہ ایک روز اپنے وطن کی جانب واپسی سفر پر روانہ ہوا۔ جب اُس جگہ پہنچا جہاں طوائف سے روپیہ قرض لیا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ بے چاری ایک ہفتہ سے سکرانہ کی حالت میں ہے۔ جیسے ہی یہ پہنچا اور اُس نے اسے دیکھا، بس دیکھتے ہی اس کی مشکل آسان ہو گئی۔ غرضیکہ اسی نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ خود قبر میں اُترا اور تدفین کی خدمت بھی اپنے ذمہ لی۔ شب کو اسی سرائے میں ٹھہرا۔ لیکن آدھی رات کو اسے خیال آیا کہ اُس کے روپوں کی ہمیانی قبر میں گر پڑی ہے۔ گھبرا کر اُٹھا اور چپکے سے قبرستان پہنچ گیا۔ قبر کھودی تو اس میں میت کو نہ پایا۔ دیکھا تو ایک جانب کھڑکی نظر آئی۔ کھڑکی سے جھانک کر جو دیکھا تو ایک نہایت ہی خوبصورت باغ اور ایک عالی شان محل نظر آیا۔ اور دیکھا کہ اس محل کے صحن میں وہ طوائف نہایت آراستہ لباس پہنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص اس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ اس طوائف نے آواز دی:

”یہاں مت آؤ، تمہیں یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے۔“

اُس نے وہیں سے کھڑے کھڑے دریافت کیا:

”بس اتنا بتا دو کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟“

اُس نے جواب دیا:

”میں نے اپنی حلال کمائی کے روپوں سے تمہاری تکلیف کے وقت جو تمہاری مدد کی تھی اسی ایک عمل پر یہ ذرہ نوازی فرمائی گئی ہے۔ بس اب تم جاؤ اتنی دیر میں تو تمہاری دنیا میں کیا سے کیا ہو گیا ہوگا۔“

اس قدر بات چیت کے بعد جب وہ اپنی ہیانی لے کر باہر آیا تو سارا نقشہ بدلا ہوا پایا۔ نہ وہ مکانات تھے نہ وہ لوگ تھے۔ لوگوں کی وضع قطع بالکل بدلی ہوئی تھی اور نہ کہیں اُس سرانے کا نشان تھا۔ اب یہ حیران و پریشان ایک دکان پر کچھ کھانے پینے کی چیزیں خریدنے کے لیے پہنچا۔ اور جب کوئی چیز خرید کر اُس نے دکان دار کو قیمت دینی چاہی تو اُس نے رقم واپس کرتے ہوئے کہا:

”صاحب یہ تو بہت پُرانے زمانے کے سکے ہیں، انہیں کون لے گا۔“

اب وہ شخص نہایت پریشانی کے عالم میں لوگوں سے اپنا واقعہ بیان کرنے لگا۔ اُس نے کہا:

”بھائی میں توکل ہی آیا ہوں۔ یہاں ایک سرانے تھی، اور ایک طوائف بھی رہتی تھی، جس کا کل انتقال ہوا۔“

لوگ اس کی زبان سے اس قسم کی باتیں سن کر حیران ہوئے کوئی اُسے پاگل سمجھنے لگا تو کوئی جھوٹا۔ اتنے میں ایک ضعیف العمر شخص کہنے لگا:

”بھائی جب میں بچہ تھا، اُس وقت میرے دادا مرحوم اپنے بچپن کے دور کا ایک واقعہ بیان کیا کرتے تھے وہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا یہ شخص بیان کر رہا ہے۔ دادا مرحوم فلاں جگہ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہاں ایک سرانے تھی۔ جس کے قریب ہی ایک طوائف رہا کرتی تھی۔ جب وہ مری تو ایک مسافر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ وہ اپنا سارا اسباب سرانے میں چھوڑ کر اُسی رات کہیں غائب ہو گیا۔ کچھ پتہ ہی نہ چلا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا۔“

لوگوں نے جب یہ سنا تو اس کی باتوں پر یقین آنے لگا۔ غرضیکہ اُس شخص کو لوگوں نے دہلی پہنچا دیا۔ دہلی پہنچ کر اُس نے اپنا گھر تلاش کرنا شروع کیا۔ مگر گھر کہاں تھا۔ یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ لوگوں نے اس شخص کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کا ماجرا سنا تو فرمایا:

”اُس عالم میں اور اس عالم میں بہت فرق ہے۔ تم اس دُنیا کو اس عالم پر قیاس نہیں کر سکتے۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس شخص سے فرمایا:

”تم نے چونکہ وہ جہان دیکھ لیا ہے اس لیے اب اس جہان میں تمہارا دل نہیں لگے گا۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پڑھنے کے لیے اُسے بتایا اور فرمایا:

”جب تک زندہ رہو اسے پڑھتے رہو۔“

ارشاد فرمایا کہ اس جہان کے وقت اور اُس جہان کے وقت میں یہ نسبت ہے کہ یہاں کے دوسو (200) سال وہاں کے چند منٹوں میں گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَدْعُونَكَ كَالْفِصَالِ سِنَّتٍ مِّمَّا تَعْدُونَ ﴿٥﴾

اور بے شک ایک دن تیرے رب کے پاس مانند ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی کے مطابق۔ اے

جب انسان کو ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب اور وصال نصیب ہو جائے تو وہ وقت (زماں) اور جگہ (مکاں) کا پابند نہیں رہتا۔ اُسے طے زمانی اور طے مکانی کے تصرفات حاصل ہو جاتے ہیں۔ عام آدمی زمان و مکاں کا پابند ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کے فضل و کرم سے زمان و مکاں کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ ماضی، حال اور



مستقبل کے پابند نہیں رہتے۔ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں پہنچ جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعہ میں مادی دنیا اور عالم برزخ کے زماں کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ طوائف نے سوت کات کر اپنے کفن کے لیے جو روپیہ جمع کر رکھا تھا وہ فاقہ زدہ مسافر کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی یہ نیکی مقبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔ اس تاجر کے ہاتھوں اس کی تجہیز و تکفین کرائی۔ پھر تاجر پر اس کا مقام ظاہر فرما دیا اور اس کے ذریعے اہل دنیا کو بھی خبر پہنچادی کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور اسکی رحمت بہت وسیع ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کی طرح، اس واقعہ میں بھی آثار و قرائن سے اس شخص کے روحانی مشاہدہ و تجربہ کی صداقت واضح کی گئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 1745ء میں پیدا ہوئے اور 1823ء میں وفات پائی۔ آپ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1703ء..... 1762ء) کے بڑے بیٹے تھے اور ان کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر 1762ء کو رونق افروز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی۔ وہ تاجر آپ کے پاس 1762ء تا 1823ء کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت حاضر ہوا ہوگا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 259 میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسی طرح کے روحانی مشاہدے و تجربے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَبْطِئَنَّ قُلُوبُكَ ۖ قَالَ فَخُذْ أَمْثَلًا مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ ۖ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۖ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶۰﴾ البقرۃ [2:260]

اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تُو مردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ارشاد ہوا: کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون نصیب ہو جائے، ارشاد فرمایا: سو تم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے (245)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مگر وہ اطمینان قلبی کے لیے خود دیکھنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ نے انہیں عملی تجربہ (Practical) کرایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لیے، انہیں اچھی طرح جان پہچان لیا۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا۔ پھر انہیں باذن الہی پکارا، تمام پرندے زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اس روحانی مشاہدہ و تجربہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم و عرفان میں اضافہ ہوا۔ وہ خوب جان گئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ آیت نمبر 259 کے آخر پر حضرت عزیر علیہ السلام کا پکارا اٹھنا کہ اَعْلَمُ میں جان گیا ہوں اور آیت نمبر 260 کے آخر پر اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمانا کہ ”وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“ اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی

حکمت والا ہے۔“ سے روحانی تعلیم و تربیت کے ذریعے سوچنے، سمجھنے، جاننے اور علم و عرفان کی دولت سے آراستہ ہونے کی ضرورت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے کے لیے روحانی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں مذکورہ تمام انبیائے کرام کی روحانی تعلیم و تربیت کے حوالے سے اس طرح کے ایمان افروز اور سبق آموز واقعات اور روحانی حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ انبیائے کرام اس طرح کے پریکٹیکل کرتے بھی رہے اور کراتے بھی رہے۔ کہا جاتا ہے کہ ”شنیدہ کے بود ماند دیدہ“ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کے برابر کب ہوتی ہے۔

روحانی حقائق سے آگاہ ہونے کے لیے باطنی حواس کا بیدار ہونا ضروری ہے۔ باطنی حواس بیدار نہ ہوں تو ظاہری آنکھیں رکھنے کے باوجود انسان حق کی بصارت سے محروم رہتا ہے۔ کان رکھنے کے باوجود انسان کے دل پر حق بات اثر نہیں کرتی۔ دل حجابات کا شکار ہوتا ہے اس لیے حق بات سمجھ نہیں آتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ وَ لَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَانُوا نَعَامًا ۚ بَلْ هُمْ أَصْلٰٓٔ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷۹﴾ الاعراف [7:179]

وہ دل (و دماغ) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سن نہیں سکتے، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ گمراہ، وہی لوگ ہی غافل ہیں (246)

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دل کی دنیا میں جھانکے اور رب تعالیٰ سے روحانی رشتہ قائم کرے۔ یہی مقصد حیات ہے۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور قلبِ سلیم لے کر حاضر ہونے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَ لَا بَنُونَ ﴿۱﴾ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۲﴾ الشعراء [26:88/89]

جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا (247)

اسی نفسِ مضمون کے پیش نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کزاری      مسِ آدم کے حق میں کیا ہے دل کی بیداری  
دلِ بیدار پیدا کر کہ دلِ خوابیدہ ہے جب تک      نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری (248)  
عقل گو آستان سے دور نہیں      اس کی تقدیر میں حضور نہیں  
دلِ پینا بھی کر خدا سے طلب      آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں (249)

حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے مذکورہ بالا واقعات سے سبق ملتا ہے کہ

1۔ روحانیت ایک باضابطہ سائنسی علم ہے جس کی بنیاد مشاہدات و تجربات پر ہے۔ ان مشاہدات و تجربات کی بنیاد ایمان و ایقان ہے اور ان سے ایمان و ایقان اور عرفان میں اضافہ ہوتا ہے۔

2۔ انبیاء کرام منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے باوجود مزید ایقان اور حصولِ عرفان کے لیے مشاہدہ حق کرتے رہے۔

- 3- ایک عام انسان کو انبیائے کرام سے زیادہ اس مشاہدہ کی ضرورت ہے۔
- 3- مشاہدہ حق کے لیے باطنی حواس (قلب، سمع، بصر وغیرہ) کا بیدار ہونا ضروری ہے۔ صرف زبانی قیل و قال سے مشاہدہ حق حاصل نہیں ہو سکتا۔
- 4- ذات باری تعالیٰ کا قرب و وصال اور دیدار پانے کے لیے قلب سلیم کا حصول ضروری ہے۔ قلب سلیم پانے کے لیے اس کی گہرائیوں میں جھانکنا اور اسے آلائشوں سے پاک کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کر کے تزکیہ نفس کرنا ضروری ہے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ سے بھی بہت زیادہ رہنمائی ملتی ہے۔ اس ملاقات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے عالم تکوینیات کے بعض اسرار و رموز معلوم کیے تھے۔ سورہ کہف کی آیات نمبر 60 تا 82 میں اس ملاقات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ سے متعلق کچھ معلومات بخاری شریف میں بھی مذکور ہیں۔

”بخاری شریف میں سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ نوف بگالی کہتا ہے کہ موسیٰ صاحب خضر، موسیٰ صاحب بنی اسرائیل نہیں ہیں، یہ ایک دوسرے موسیٰؑ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ”دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے، مجھ سے ابی بن کعبؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو خطاب فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے دریافت کیا، اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ مجھے خدا نے سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی اور ان پر عتاب ہوا کہ تمہارا منصب تو یہ تھا کہ اس کو علم الہی کے سپرد کرتے اور کہتے ”واللہ اعلم“ اور پھر وحی نازل فرمائی کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں (مجمع النہرین) وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض امور میں تجھ سے بھی زیادہ عالم و دانہ ہے۔“

حضرت موسیٰ نے عرض کیا ”پروردگار! تیرے اُس بندے تک رسائی کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو، پس جس مقام پر وہ مچھلی گم ہو جائے اُسی جگہ وہ شخص ملے گا، حضرت موسیٰ نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اور اپنے خلیفہ یوشع بن نون کو ساتھ لے کر ”مرد صالح“ کی تلاش میں روانہ ہو گئے، جب چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو دونوں ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، مچھلی میں زندگی پیدا ہوئی اور وہ زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، مچھلی پانی کے جس حصہ پر بہتی ہوئی گئی اور جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جم کر ایک چھوٹی سی پگڈنڈی کی طرح ہو گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سمندر میں ایک لکیر یا خط کھینچا ہوا ہے، یہ واقعہ یوشع نے دیکھ لیا تھا کیوں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیدار ہو گئے تھے مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے اور پھر دونوں نے اپنا سفر شروع کر دیا اور اُس دن اور رات میں آگے ہی بڑھتے گئے، جب دوسرا دن ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تکان زیادہ محسوس ہونے لگا وہ مچھلی لاؤ تا کہ بھوک رفع کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی تکان نہیں ہوا تھا۔ مگر منزل سے آگے غلطی سے نکل گئے تو اب تکان بھی محسوس ہونے لگا“ یوشع نے کہا، آپ کو معلوم رہے کہ جب ہم (صحرا) پتھر کی چٹان پر تھے تو وہیں مچھلی کا یہ تعجب خیز واقعہ پیش آیا کہ اُس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ مکمل (زنبیل) میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی اور اس کی

رفتار پر سمندر میں راستہ بتا چلا گیا، میں آپ سے یہ واقعہ کہنا بالکل بھول گیا، یہ بھی شیطان کا ایک چرکا تھا۔  
 ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سمندر کا وہ خط مچھلی کے لیے ”سرب“ (راستہ) تھا، اور موسیٰ و یوشع کے لیے ”عجب“ (تعجب خیز بات)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مقام کی ہم کو تلاش ہے وہ وہی مقام تھا اور یہ کہہ کر دونوں پھر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوئے اُسی راہ پر لوٹے اور اُس ”صخرہ“ (پتھر کی چٹان) تک جا پہنچے۔

وہاں پہنچتے تو دیکھا کہ اُس جگہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اُس کو سلام کیا، اس شخص نے کہا کہ تمہاری اس سرزمین میں ”سلام“ کہاں؟ (یعنی اس سرزمین میں تو مسلمان نہیں رہتے) یہ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میرا نام موسیٰ ہے۔ حضرت نے کہا: موسیٰ بنی اسرائیل؟ حضرت موسیٰ نے کہا: ہاں! میں تم سے وہ علم حاصل کرنے آیا ہوں جو خدا نے تم ہی کو بخشا ہے، حضرت نے کہا ”تم میرے ساتھ رہ کر اُن معاملات پر صبر نہ کر سکو گے، موسیٰ! خدا نے تعالیٰ نے مجھ کو تلو بنی رموز و اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تم کو نہیں دیا گیا اور اُس نے تم کو (تشریفی علوم کا) وہ علم عطا فرمایا ہے جو مجھ کو عطا نہیں ہوا“ حضرت موسیٰ نے کہا ”ان شاء اللہ“ آپ مجھ کو صابرو ضابط پائیں گے اور میں آپ کے ارشاد کی قطعاً خلاف ورزی نہیں کروں گا“۔ حضرت حضرت نے کہا ”تو پھر شرط یہ ہے کہ جب آپ میرے ساتھ رہیں تو کسی معاملہ کے متعلق بھی جس کو آپ کی نگاہیں دیکھ رہی ہوں مجھ سے کوئی سوال نہ کریں، میں خود آپ کو اُن کی حقیقت بتا دوں گا“، حضرت موسیٰ نے منظور کر لیا، اور دونوں ایک جانب کو روانہ ہو گئے، جب سمندر کے کنارے پہنچے تو سامنے سے ایک کشتی نظر آئی۔ حضرت حضرت نے ملاحوں سے کرایہ پوچھا، وہ حضرت کو پہچانتے تھے لہذا اُنہوں نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور اصرار کر کے دونوں کو کشتی پر سوار کر لیا اور کشتی روانہ ہو گئی، ابھی چلے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت حضرت (علیہ السلام) نے کشتی کے سامنے والے حصہ کا ایک تختہ اکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کر دیا، حضرت موسیٰ سے ضبط نہ ہو سکا، حضرت سے کہنے لگے کشتی والوں نے تو یہ احسان کیا کہ آپ کو اور مجھ کو مفت سوار کر لیا اور آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا کہ سب کشتی والے کشتی سمیت ڈوب جائیں، یہ تو بہت نازیبا بات ہوئی؟ حضرت حضرت نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہ کر سکیں گے؟ آخر وہی ہوا، حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ مجھے وہ بات بالکل فراموش ہو گئی، اس لیے آپ بھول چوک پر مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملہ میں سخت گیری سے کام نہ لیں“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ پہلا سوال واقعی موسیٰ کی بھول کی وجہ سے تھا“ اسی اثناء میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے آ کر بیٹھی اور پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ پانی پی لیا۔ حضرت حضرت نے کہا کہ بلا اثناء تشبیہ علم الہی کے مقابلہ میں میرا اور تمہارا علم ایسا ہی بے حقیقت ہے جیسا کہ سمندر کے سامنے یہ قطرہ۔

کشتی کنارے لگی اور دونوں اتر کر ایک جانب روانہ ہو گئے، سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ ایک میدان میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت حضرت آگے بڑھے اور اُن میں سے ایک بچہ قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ کو پھر یارائے صبر نہ رہا۔ فرمانے لگا ”ناحق ایک معصوم جان کو آپ نے مار ڈالا، یہ تو بہت ہی برا کیا؟ حضرت حضرت نے کہا: میں تو شروع ہی میں کہہ چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر و ضبط سے کام نہ لے سکیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”چونکہ یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ سخت تھی اس لیے حضرت موسیٰ صبر و ضبط نہ کرنے میں معذور تھے“، حضرت موسیٰ نے فرمایا ”خیر اس مرتبہ اور نظر انداز کر دیجئے، اس کے بعد بھی اگر مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو پھر عذر کا کوئی موقع نہیں رہے گا اور اس کے بعد آپ مجھ سے علیحدہ ہو جائیے گا، غرض پھر دونوں روانہ ہو گئے اور چلتے چلتے ایک ایسی بستی میں پہنچے جہاں کے باشندے خوش عیش اور مہمان داری کے ہر طرح قابل تھے۔ مگر دونوں کی مسافرانہ درخواست پر بھی ان کو مہمان بنانے

سے انکار کر دیا تھا، یہ ابھی بستی ہی میں سے گزر رہے تھے کہ خضرؑ ایک ایسے مکان کی جانب بڑھے جس کی دیوار کچھ جھکی ہوئی تھی اور اُس کے گر جانے کا اندیشہ تھا، حضرت خضرؑ نے اُس کو ہاتھ کا سہارا دیا اور دیوار کو سیدھا کر دیا، حضرت موسیٰؑ نے پھر خضرؑ کو ٹوکا اور فرمانے لگے کہ ”ہم اس بستی میں مسافر نہ وارد ہوئے، مگر اس کے بسنے والوں نے نہ مہمان داری کی اور نہ کٹنے کو جگہ دی، آپ نے یہ کیا کیا کہ اُس کے ایک باشندے کی دیوار کو بغیر اجرت درست کر دیا، اگر کرنا ہی تھا تو بھوک پیاس کو دور کرنے کے لیے کچھ اجرت ہی طے کر لیتے“ حضرت خضرؑ نے فرمایا ”اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آگیا“ ”هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنِكَ“ اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو ان تینوں معاملات کے حقائق کو سمجھایا اور بتایا کہ یہ سب منجانب اللہ اور باتیں تھیں جن پر آپ صبر نہ کر سکتے۔

یہ واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ہمارا جی تو یہ چاہتا تھا کہ موسیٰؑ تھوڑا صبر اور کرتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کے اسرار اور نیکو بی علوم کی مزید معلومات ہو سکتیں۔۔۔۔۔“ (250)

جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی مفارقت ہونے لگی تو حضرت خضرؑ نے اُن واقعات کی جو حقیقت بیان کی قرآن عزیز نے سورہ کہف میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح ظاہر کیا ہے:-

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۖ وَ أَمَّا الْكُلْبُ فَكَانَ أَبُوهُمَا مُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهَقَهُمَا طُغْيَانًا وَ كُفْرًا ۖ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَ أَقْرَبَ رُحَابًا ۖ وَ أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَ كَانَ تَحْتَهُ كَنْزُهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ ۖ وَ مَا فَعَلْنَاهُ عَنْ أَمْرِئِي ۖ ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۖ ۝ [18:79-82]

وہ جو کشتی تھی سو وہ چند غریب لوگوں کی تھی وہ دریا میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار کر دوں اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے آگے ایک (جابر) بادشاہ (کھڑا) تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو زبردستی (مالکوں سے بلا معاوضہ) چھین رہا تھا اور وہ جوڑ کا تھا تو اس کے ماں باپ صاحب ایمان تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ (اگر زندہ رہا تو کافر بنے گا اور) ان دونوں کو (بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب انہیں (ایسا) بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں (بھی) اس (لڑکے) سے بہتر ہو اور شفقت و رحمہ لی میں (بھی والدین سے) قریب تر ہو ۝ اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا، سو آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ (خود ہی) نکالیں، اور میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ از خود نہیں کیا، یہ ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکتے (251)

قصص القرآن میں حفظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ:

”قرآن عزیز نے اس واقعہ کے شروع میں خضرؑ کے اس علم کے متعلق کہا ہے: ”وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا“ (اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم عطا کیا) اور قصہ کے آخر میں خضرؑ کا یہ قول نقل کیا ”وَمَا فَعَلْنَاهُ عَنْ أَمْرِئِي“ (میں نے اس سلسلہ واقعات کو اپنی جانب

سے نہیں کیا) تو ان دونوں جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خضرؑ کو بعض اشیاء کے حقائق کا وہ علم عطا فرمایا تھا جو تکوینی رموز و اسرار اور باطنی حقائق سے متعلق ہے.....“ (252)

مذکورہ بالا واقعات سے درج ذیل اسباق ملتے ہیں:

- 1- حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر اور جلیل المرتبت رسول تھے۔ انہیں شرعی علوم و احکام کی تبلیغ کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ وہ تکوینی اسرار سمجھ نہ پائے، صبر نہ کر سکے اور اپنی شریعت کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کرتے رہے جس سے جدائی کی نوبت آگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ ”ہمارا جی تو یہ چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تھوڑا صبر کرتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کے اسرار و تکوینی علوم کی مزید معلومات ہوسکتیں.....“ آپ کی اسرارِ الہی اور تکوینی علوم سے گہری دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں بھی تعلیم ملتی ہے کہ ان امور میں بھرپور دلچسپی لیں۔
- 2- اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں انسان کا علم کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ تفسیر رازی و دیگر مشہور کتابوں کے مصنف، امام المتکلمین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی کا ہے۔ باقی لوگ تو جہالتوں کے سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہیں۔ مٹی (جس سے آدمی بنا ہے) کو علوم سے کیا سروکار۔ آدمی تو صرف اس لیے تگ و دو کرتا ہے کہ وہ یہ جان لے کہ اسے کچھ علم نہیں۔ دوسرے بڑے علماء سے بھی اسی طرح کے اقوال منسوب ہیں۔

- 3- اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ طلب علم کے لیے سفر بھی کرنا پڑے تو ضرور کریں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کریں اور صبر سے تحصیل علم کریں۔
- 4- اپنے شیخ مکرم، استاد محترم، مربی اور سرپرست کا ادب و احترام کرنا چاہیے اور حکم ماننا چاہیے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف کی آیت نمبر 69 میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی کسی بات کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ استاد محترم کے کسی قول و فعل پر اعتراض بھی بے ادبی میں شامل ہے۔ تاہم، استادِ کامل کا بھی فرض ہے کہ مناسب وقت پر طالب علم کے اشکال دور کر دے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آخر پر تمام امور کی وضاحت فرمادی۔

- 5- طالب علم کو چاہیے کہ اپنے شیخ مکرم اور استاد محترم کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کرے اور ان کا ادب کرے۔ حضرت موسیٰ نے ادب کا تقاضا مد نظر رکھتے ہوئے نہایت موزوں الفاظ میں طلب علم کے لیے حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی ہم نشینی حاصل کرنے کے لیے یوں اجازت طلب کی تھی:

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَٰ مُرْشِدًا ۖ كَهْف [18:66]

اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ اس (شرط) پر رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے (بھی) اس علم میں سے کچھ سکھائیں گے جو آپ کو بغرض ارشاد سکھایا گیا ہے (253)

- 6- حصول علم کے لیے شیخ مکرم اور استاد محترم کی ہم نشینی اختیار کرنی چاہیے اور ضروری ہو تو ان کے ساتھ سفر بھی کرنا



چاہیے جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان کے ساتھ چل پڑے۔

7۔ حضرت موسیٰؑ منصب رسالت و نبوت پر فائز تھے۔ انہیں ذاتِ باری تعالیٰ سے کلام کا شرف بھی حاصل تھا۔ انہیں عصائے کلبیسی اور ید بیضا کے معجزات بھی عطا ہوئے مگر اس کے ساتھ ہی ان کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ سے اس قدر قرب کے باوجود انہیں مزید تحصیل علم کے لیے بندہ خدا کے پاس کیوں بھیجا گیا؟ اس کا مقصد انہیں مزید علم و معرفت عطا کرنا تھا جیسا کہ گذشتہ صفحات پر دی گئی حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ زندگی کا مقصد مسلسل علم و معرفت حاصل کرنا ہے۔ یہ سلسلہ آخری سانس تک جاری رہنا چاہیے۔ چونکہ راہِ حق کے اس سفر کا حقیقی مطلوب و مقصود، معبودِ حقیقی ہے جو کہ لامتناہی وسعتوں کی حامل ذات ہے اس لیے اس سفر کی کوئی انتہا یا آخر نہیں ہے۔ یہ سفر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

8۔ روحانی تعلیم و تربیت کا مقصد نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرنا ہے۔ اس تعلیم و تربیت کی بدولت انسان کی ذہنی، نفسیاتی، روحانی اور اخلاقی نشوونما ہوتی ہے۔ اسے دینی و دنیوی فلاح نصیب ہوتی ہے۔ مشاہدہ حق اور مشاہدہ خلق نصیب ہوتا ہے۔ قرب و وصال حق نصیب ہوتا ہے۔ انسان بہتر طور پر خدمتِ خلق کے قابل ہو جاتا ہے۔ خدمتِ خلق کی بدولت اسے مزید قرب حق نصیب ہوتا ہے۔ تمام انبیاء و پیغمبر اور اولیائے عظام نے اسی علم کی بدولت اور اس پر عمل کی بدولت فضلِ خداوندی سے کمال اور عروج پایا۔

9۔ دین اسلام نے دینی، روحانی، دنیوی امور میں تجرباتی منطق اور سائنسی طرزِ فکر اپنانے کی تاکید کی ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ واقعات میں حقائق کے ادراک کے لیے مشاہدہ، تجربہ اور استدلال کی ضرورت و اہمیت بیان ہوئی ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی و دینی امور مثلاً زراعت، صنعت اور طب وغیرہ میں تجربہ کے اصول کو تسلیم کرنے میں سبقت فرمائی اور تعلیم فرمائی کہ ان امور میں تجربہ سے جو چیز مفید ثابت ہو وہ شرعاً بھی مطلوب ہے اور جو چیز مضر ثابت ہو وہ مسترد کر دو۔ تجربہ کی اہمیت کے پیش نظر ہر میدان اور فن کے تجربہ کار افراد اور ماہرین کی رائے تسلیم کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے:

----- فَسْئَلُ بِهِ خَبِيرًا ۝

اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھ (بے خبر اس کا حال نہیں جانتے) الفرقان [25:59]

----- وَلَا يَنْبَغُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ فاطر [35:14]

حقیقت حال کی ایسی خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

اسی طرح، تاریخ اسلام سے تجرباتی و مشاہداتی علوم سے استفادہ کرنے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں سفر کرنا، جاننے والے، خبردار، ماہر علم و فن کی تلاش کا ہی ایک سفر تھا۔

(ii) حضرت حباب بن منذر انصاریؓ وادی بدر اور گردونواح کے علاقے سے پوری طرح واقف تھے۔ ان کے مشورہ

سے وادی بدر میں پڑاؤ ڈالا گیا جس سے چشمہ پر قبضہ ہو گیا۔

(iii) غزوہ بدر ہی میں حضرت سعد بن معاذؓ کے مشورہ اور نبی کریم ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کے

لیے سائبان بنایا گیا جہاں سے آپؐ نے جنگ کا معائنہ فرمایا۔

(iv) غزوہ خندق (غزوہ احزاب) میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی جس

سے مشرکین حملہ آور کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

(v) موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ایک صحابی کے زخم سے خون بہنے لگا تو آپ ﷺ نے بنی انمار کے دو اشخاص

کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم دونوں میں علاج کا زیادہ ماہر کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا

علاج میں بھی بھلائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے دو بھی نازل کی ہے جس نے مرض نازل کیا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے پتا چلتا ہے کہ ہر علم و فن میں سب سے زیادہ ماہر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس سے علم

روحانیت کے حصول کے لیے مرشد کی ضرورت و اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

10۔ مذکورہ بالا واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی دعویٰ بغیر ثبوت کے قبول نہ کیا جائے۔ معقولات (عقلی چیزوں) میں

بطور ثبوت واضح دلائل پیش کیے جائیں گے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۷﴾ النمل [27:64] البقرة [2:111]

فرمادیجیے: (اے مشرکوں!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 258 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ میں یہی اصول بیان کیا

گیا ہے:

الَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي

وَيُمِيتُ ۚ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۚ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ

الْمَغْرِبِ ۚ فَأَبْهَتَ الَّذِي كَفَرَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾ البقرة [2:258]

(اے حبیب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیم (علیہ السلام)

سے (خود) اپنے رب (نبی) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو

زندہ (بھی) کرتا ہے اور مارتا (بھی) ہے تو (جواباً) کہنے لگا: میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم

(علیہ السلام) نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے نکال لا! سو وہ کافر

دہشت زدہ ہو گیا، اور اللہ ظالم قوم کو حق کی راہ نہیں دکھاتا (254)

11۔ منقول چیزوں میں صحیح روایات دیکھی جائیں گی صرف زبانی کلامی دعویٰ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

----- إِيْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَذَا أَوْ أَشْرَکْ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۶﴾ الاحقاف [46:4]

تم میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا (الگوں کے) علم کا کوئی بقیہ حصہ (جو منقول چلا آ رہا ہو

ثبوت کے طور پر) پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو (255)

12۔ راہ حق پر پختہ یقین اور واضح، مستند علم سے چلنا چاہیے۔ انبیاء کرام پختہ یقین سے راہ حق پر چلتے رہے۔ اولیائے عظام کا بھی یہی طریقہ کار ہے۔ جاہل لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٥٣﴾ النجم [53:28]  
اور انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے، وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں، اور بے شک گمان یقین کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا ۵

13۔ تحقیق و تنقید اور اخذ حقائق کے لیے غیر جانبداری اور معروضی طرز فکر اپنانے چاہئیں۔ ذاتی جذبات، خواہشات اور رجحانات کو اخذ نتائج پر ہرگز اثر انداز نہ ہونے دیں۔ وہم و گمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرنا اہل باطل کا شیوہ ہے۔ اہل حق محض حق پرست ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان الفاظ میں مشرکین کی مذمت کی گئی ہے:

”---- إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ ﴿٥٣﴾“ النجم [53:23]  
(حقیقت یہ ہے کہ) وہ لوگ محض وہم و گمان کی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے ۵

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ النجم [53:24]  
وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هُودَهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٥﴾ القصص [28:50]

پھر اگر وہ آپ کا ارشاد قبول نہ کریں تو آپ جان لیں (کہ ان کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی) وہ محض اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

14۔ راہ حق پر صرف ہدایت یافتہ اہل علم و اہل عقل کی پیروی کی جائے۔ اندھا دھند پیروی ہرگز نہ کی جائے۔ ارشاد باری ہے:

أَوَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَمَلَهُمْ كَانُوا يَعْقِلُونَ ﴿١٧٠﴾ البقرة [2:170]  
اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں ۵

ارشاد نبوی ہے:

”تم میں سے کوئی تابع مہمل بن کر یہ نہ کہے کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں اگر وہ اچھا کرتے ہیں تو میں بھی اچھا کروں گا۔ اور اگر وہ برائی کرتے ہیں تو میں بھی برائی کروں گا۔ بلکہ اپنے لیے یہ موقف اختیار کرو کہ اگر لوگ اچھا کرتے ہیں تو تم بھی اچھا کرو گے اور اگر وہ برائی کرتے ہیں تو تم ظلم اور برائی کا راستہ نہیں اختیار کرو گے۔“ (256)

15۔ غور و فکر سے اپنے علم اور عقل میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے اور اپنا عمل بہتر کرتے رہنا چاہیے۔  
ارشاد ربانی ہیں:

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ ۭ۞ الْاٰرَافِ [7:185]۔

کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں

دیکھا۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ الذاریات [51:21]

اور خود تمہارے نفوس میں (بھی ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْدِكُمْ سُنَنٌ ۖ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٥٢﴾

آل عمران [3:137]

تم سے پہلے (گذشتہ امتوں کے لیے قانونِ قدرت کے) بہت سے ضابطے گزر چکے ہیں سو تم زمین میں چلا پھرا کرو اور دیکھا کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی اور تیسری آیت میں ”سیر آفاقی“ کا حکم ہے جبکہ دوسری آیت میں ”سیر انفسی“ کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت شاہ سید محمد ذوقی سر دہراں کے صفحات نمبر 83 تا 84 پر سیر آفاقی اور سیر انفسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”انفس“ سے مراد نفسِ انسانی مع اپنے ظاہر و باطن کے ہے۔ اس کے ملاحظہ و مطالعہ کو ”سیر انفسی“ کہتے ہیں۔ آفاق سے مراد کائنات مع اپنے ظاہر و باطن کے ہے۔ کائنات کا ظاہری و باطنی مطالعہ سیر آفاقی کہلاتا ہے۔ کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اجمالی طور پر (مختصراً) انسان میں موجود ہے۔ اس لیے کائنات کو عالمِ کبیر (macrocosm) کہا جاتا ہے۔ انسان اور کائنات میں اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ اس لحاظ سے ”سیر انفسی“ اجمالی ہے اور ”سیر آفاقی“ تفصیلی ہے۔ انفس و آفاق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ان سے حق تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل ہوتی ہے۔ جس نے ان نشانیوں کو دیکھنے کی صلاحیت حاصل کر لی اور حق تعالیٰ کی ظاہری و باطنی قوتوں کو پہچاننے لگا اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی اور انسان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ جو اس مرتبہ تک پہنچنے سے رہ گیا وہ انسانیت سے گر گیا اور جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ شَكَّ الدَّوْآبِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٨٢﴾ الانفال [8:22]

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی بہرے، گونگے ہیں جو (حق سنتے ہیں نہ حق کہتے ہیں اور حق کو حق سمجھتے بھی نہیں ہیں)۔

سیر آفاقی اور سیر انفسی کا مقصد ایمان و ايقان اور علم و عرفان میں اضافہ کرنا ہے۔ اس ضمن میں ارشاداتِ ربانی ہیں:

سَرَّيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَّبِعُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ فصلت [41:53]

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لیے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ (بھی) ہے؟

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنُ مِنَ الشّٰكِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ الانعام [6:75]

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہتیں (یعنی عجائباتِ خلق) دکھائیں اور (یہ) اس

لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے ۵

وَإِذَا تُلِّیْتُ عَلَيْهِمُ الْآیَةُ ۖ أَذَاتَهُمُ آيَاتُ الْإِنْفَالِ [8:2]

اور جب مومنوں کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو وہ بڑھا دیتی ہیں۔

زندگی جہد است استحقاق نیست جز بعلمِ نفس و آفاق نیست (257)  
زندگی استحقاق کا نام نہیں بلکہ جدوجہد کا نام ہے۔ نفس و آفاق کے معارف کو جانے بغیر زندگی کچھ نہیں۔

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر سیر آفاقی اور سیر انفسی کی تاکید کی گئی ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات مقدسہ اور ان کا ترجمہ بار بار پڑھنا چاہیے اور ان کے مفہوم پر غور و فکر کر کے اپنا عمل بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ارشادات ربانی ہیں:

1۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ

النَّاسِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٣٦﴾ البقرة [2:164]

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مژدہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لیے (قدرتِ الہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں (258)

2۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان کے ذریعے بیابانوں اور دریاؤں کی تاریکیوں میں راستے پاسکو۔ بے شک ہم نے علم رکھنے والی قوم کے لیے (اپنی) نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ۵

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٣٨﴾

اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان (یعنی ایک خلیہ) سے پیدا فرمایا ہے پھر (تمہارے لیے) ایک جائے اقامت (ہے) اور ایک جائے امانت (مراد رحمِ مادر اور دنیا ہے یا دنیا اور قبر ہے)۔ بے شک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ۵

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۖ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ

وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ انظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ الانعام [6:97-99]

اور وہی ہے جس نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا پھر ہم نے اس (بارش) سے ہر قسم کی روئیدگی نکالی پھر ہم نے

اس سے سرسبز (کھیتی) نکالی جس سے ہم اوپر تلے پیوستہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گائے سے لکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغات اور زیتون اور انار (بھی پیدا کیے جو کئی اعتبارات سے) آپس میں ایک جیسے (لگتے) ہیں اور (پھل، ذائقے اور تاثیرات) جدا گانہ ہیں۔ تم درخت کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کو (بھی دیکھو)، بے شک ان میں ایمان رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں (259)

3۔ اَمْ تَحْسَبُ اَنْ اَكْثَرُهُمْ يَسْمَعُونَ اَوْ يَعْقِلُونَ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا كَاَلُ نَعَامٍ بَلْ هُمْ اَصْلًا سَابِغًا ۝  
کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں، (نہیں) وہ تو چوپایوں کی مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں ۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى رَاٰیِكَ كَيْفَ مَدَّ الْوَلَدُ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۝  
کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نگاہ نہیں ڈالی کہ وہ کس طرح (دو پہر تک) سایہ دراز کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس (سایہ) پر دلیل بنایا ہے ۝

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ۝ الفرقان [25:44-46]

پھر ہم آہستہ آہستہ اس (سایہ) کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹ لیتے ہیں (260)

4۔ اَفَلَا یَنْظُرُونَ اِلَى الْاٰیٰتِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝  
(منکرین تعجب کرتے ہیں کہ جنت میں یہ سب کچھ کیسے بن جائے گا تو) کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح (عجیب ساخت پر) بنایا گیا ہے؟ ۝

وَ اِلَى السَّمٰوٰتِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝

اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ وہ کیسے (عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہے؟ ۝

وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝

اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کیے گئے ہیں؟ ۝

وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ الغاشیہ [88:17-20]

اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہے؟ (261) ۝

وَ مِنْ اٰیٰتِهِمْ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اٰخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَاوِنُكُمْ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ الروم [30:22]

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق (بھی) ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے، بے شک اس میں اہل علم (و تحقیق) کے لیے نشانیاں ہیں (262)

سیر آفاقی اور سیر انفسی کے لیے قرآن وحدیث میں تجرباتی، مشاہداتی، واضح براہین پر مبنی، احتیاط پر مبنی روایت اور درایت کے واضح اصولوں پر مبنی غیر جانبدارانہ اور معروضی طریقہ تحقیق اپنانے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ حق کی پہچان



کے لیے حقانی اصولوں پر مبنی طریقہ تحقیق ہی کام آ سکتا ہے۔ اس ضمن میں بندہ عاجز کے کچھ مشاہدات اور ان کے حاصلات ملاحظہ فرمائیں۔

2 جنوری 2014ء بروز جمعۃ المبارک کی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فیصل آباد میں ریل بازار سے باہر نکل رہا ہوں۔ گمٹی کے قریب پاکستان اور صوبہ پنجاب کے نگران اولیاء کھڑے ہیں۔ ان کے ہمراہ کچھ دیگر ہستیاں بھی ہیں۔ پاکستان اور صوبہ پنجاب کے نگران اولیاء مجھے خوش آمدید کہتے ہیں اور میری اور میرے اہل خانہ کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ میں انہیں حال احوال سے آگاہ کرتا ہوں۔ انہیں دیکھ کر مجھے اجنبیت کا احساس ہرگز نہیں ہوا، بلکہ یوں لگا جیسے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بیدار ہو کر میں نے خواب پر غور کیا تو حیرت ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ گویا حقیقت میں ہی یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ مجھے برسوں سے اس طرح کے خواب نظر آرہے ہیں۔ رات بھر بظاہر سو رہتا ہوں مگر قلب و نظر اور شعور بیدار رہتے ہیں۔ روزانہ خود کو نئی دنیا میں پاتا ہوں۔ ہر روز نیا گھر، نئے لوگ، نئی دنیا نظر آتی ہے۔ ایسے مقامات اور لوگ نظر آتے ہیں جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا۔ بعض اوقات اس دنیا کے واقف شناسا چہرے، دوست احباب، رشتہ دار اور غیر بھی نظر آ جاتے ہیں۔

مجھے کبھی بھی سیاست یا سیاستدانوں سے دلچسپی نہیں رہی۔ میں کبھی بھی کسی سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں رہا۔ اپنے ملک اور قوم سے محبت ضرور ہے۔ عالم اسلام اور اپنے وطن پاکستان کی حالت زار پر اکثر افسردہ و آزرده ہو جاتا ہوں۔ بعض اوقات بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے ملک اور قوم کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکا۔ اس احساس پر بلا اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ اپنی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گڑگڑا کر معافی مانگتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادیں میں نے ذاتی و خاندانی اور محدود پیمانے پر سماجی مسائل اور معاملات نبٹانے میں ہی زندگی بسر کر دی۔ میں ملک و قوم کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا۔ پھر دعا کرتا ہوں کہ مولا کریم مجھے کسی طرح یہ اعزاز بخش دیں اور اسے اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنادیں۔

پیپلز پارٹی کے گزشتہ دور حکومت (2008ء تا 2013ء) میں ایک بار خواب میں دیکھا کہ میں کسی مزارِ اقدس کی پابنتی کی طرف بیٹھا ہوں اور دعائے سینفی پڑھ رہا ہوں۔ پاکستان میں اس وقت کے نگران، صاحب ولایت وہاں حاضر ہوتے ہیں اور صاحب مزار کو سلام کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مجھ سے سلام لیتے ہیں۔ جب میں نے اپنے پیرومرشد سے یہ خواب عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ڈیوٹی بردار ولی اللہ تھے جو وزیراعظم کی سرپرستی کے لیے مقرر رہیں۔

عزیزانِ من! ہر ملک، شہر اور علاقہ کسی نہ کسی ولی اللہ کے زیر تسلط اور زیر نگرانی ہوتا ہے۔ کسی شہر پر نگران ولی اللہ اس شہر کا صاحب ولایت بزرگ ہوتا ہے۔ اس صاحب ولایت بزرگ کے ماتحت اس علاقے کے کئی اولیاء ہوتے ہیں۔ اس طرح ملکی، بین البراعظمی اور بین الاقوامی سطح پر صاحب ولایت بزرگ ہوتے ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کا قرآن حکیم اور احادیث میں ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۰۶۲﴾ سورہ یونس [10:62]

خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔

کتب احادیث اور کتب صوفیہ میں اولیاء اللہ کے مناصب، فضائل، تصرفات، اہمیت اور ضرورت کا ذکر کیا گیا ہے۔

مکتوبات امام ربانی میں اولیاء کے مختلف طبقات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ”الابرار“ ملفوظات حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے باب نمبر 4 میں ”دیوان الصالحین“ کے عنوان سے مجلس اولیاء کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ تصوف کی تقریباً تمام مشہور کتب میں اس حوالے سے کچھ نہ کچھ معلومات درج ہیں۔ کتاب ”اسلام و روحانیت اور فکر اقبال“ کے صفحات نمبر 918 تا 922 پر ”اولیاء اللہ کے مناقب“ کے عنوان کے تحت پیر عبدالطیف خاں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مختلف حوالہ جات سے سیر حاصل گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

”امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں یوں ہے کہ ”اس امت میں ابدال تیس ہوں گے جن کے قلوب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قلب پر ہوں گے، ان میں جو فوت ہوگا، اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا۔“ حدیث طبرانی میں اس طرح ارشاد ہے کہ ”میری امت میں تیس ابدال ہوں گے، ان کے سب سے زمین قائم رہے گی، ان کی وجہ سے بارش برسائی جائے گی اور ان کی وجہ سے مدد دی جائے گی۔“ حدیث ابن عساکر میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ”ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، ان کے سب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے سبب اہل زمین کی تکالیف اور مصائب دور کئے جاتے ہیں۔“ طبرانی کی حدیث میں اضافہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے تمہیں مدد دی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا۔“ ابن ابی الدنیا کی حدیث میں ہے ”میری امت کے ابدالوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے۔“ اور بیہقی کی حدیث میں ہے کہ ”میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے۔“ اور قطب کے متعلق جو بیان ہوا جیسا بعض محدثین نے لکھا ہے ابو نعیم نے بیان کیا کہ بہت سی حدیثیں اس کی تائید میں وارد ہو چکی ہیں جن کا ذکر ہو چکا اور وہ بھی جو مذکور نہیں مثلاً حدیث حکیم ترمذی اور ابو نعیم کہ ہر زمانہ میں میری امت میں سابقون ہوں گے اور ہر زمانہ کے لیے سابقون ہوں گے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بیس روایات سے ابدال کی احادیث نقل کی ہیں اور تمام کو صحیح اور حسن فرمایا ہے۔ تمام طرق احادیث کو جمع کرنے پر قطب مشترک یعنی ابدال کا وجود یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا۔ جس مستقل کتاب کا حوالہ علامہ موصوف نے دیا ہے، اس کا نام ”الخیر الدال من وجود القطب والنجباء الابدال“ ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سے ہیں۔ پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبریل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ تین ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور ایک ایسا بندہ جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ ان روایات سے چار قطب اور ایک غوث کے مناصب ثابت ہوئے۔ اقطاب کے فرائض کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمادی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قطب ابدال واسطہ وصول فیض است کہ وجود عالم بہ بقائے آل تعلق دارد قطب ارشاد واسطہ فیوض است کہ بادشاہ و ہدایت تعلق دارد، پس تخلیق و تزیین و از الہ بلیات وضع امراض و حصول عافیت و صحت منوط بہ فیوض مخصوصہ قطب ابدال است و ایمان و ہدایت و توفیق حسنات و انابت از نیات نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است۔ (مکتوب 44)

”قطب ابدال عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھنے والے امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اور قطب ارشاد ہدایت و ارشاد کے متعلق امور میں اصول فیض کا ایک واسطہ ہے اس لیے پیدائش، رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت و

آرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت، نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

قطب مدار کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

وَجَعَلَنَا اللَّهُ تَعَالَى مُعِينًا لِّلْقُطْبِ الْمَدَارِ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى الَّذِي جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَدَارَ الْعَالَمِ بِبَرَكَتِهِ وَجُودِهِ وَإِقَاضَتِهِ فَقَالَ الْخَضِرُ إِنَّ الْقُطْبَ فِي هَذِهِ الزَّمَانِ فِي دِيَارِ الْيَمَنِ مُتَّبِعٌ لِلشَّافِعِيِّ فِي الْفَقْهِ فَتَحْنُ نَصْلِي مَعَ الْقُطْبِ. (مکتوب: 45)

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا مددگار بنایا ہے۔ جو اولیاء اللہ سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء کا سبب بنایا ہے۔ یہ اس کے وجود کی برکت اور فیضان ہے اور فرمایا کہ اس وقت قطب مدار ملک یمن میں ہے اور فقہ شافعی کا پیروکار ہے اور ہم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

اور وہ حدیث جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، اس کے آخر میں ”والغوث واحد“ کے آگے روایت یوں ہے:

فَمَسْكُنُ الثُّقْبَاءِ الْمَغْرِبِ وَمَسْكُنُ الثُّجَبَاءِ مَضْرُومُ الْكَبْدَالِ الشَّامُ وَالْأَخْيَارُ سَيِّاحُونَ فِي الْأَرْضِ وَالْقُطْبُ فِي زَوَايَا الْأَرْضِ وَمَسْكُنُ الْغُوثِ مَكَّةُ فَإِذَا عَرَضَتْ الْحَاجَةُ فِي أَمْرِ الصَّمَامَةِ اسْتَهْلَ فِيهَا الثُّقْبَاءُ ثُمَّ الثُّجَبَاءُ ثُمَّ الْكَبْدَالُ ثُمَّ الْأَخْيَارُ ثُمَّ الْقُطْبُ فَإِنْ أَجِيبُوا وَالْأَبْتَهَلُ الْغُوثُ فَلَا تَمَسُّهُ حَتَّى تُجَابَ دَعْوَتُهُ (مکتوب: 46)

نقباء کا مسکن، مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے۔ اخبار سیاح ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں اور غوث مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔ جب مخلوق کو عوامی مصیبت آجائے تو دعا کے لیے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اگر قبول نہ ہو تو نجباء پھر ابدال پھر اخبار پھر قطب اور اگر پھر بھی قبول نہ ہو تو غوث دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔

قیوم کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ:

آن عارفی کہ بہ مرتبہ اشیاء مشرف گشتہ حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوق را با و مرجوع داشت اند ہر چند انعامان از سلطان است اما وصول آنہا مربوط بتوسط وزیر است۔ (مکتوب: 47)

وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو، وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اس سے ہے، گوانعام تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں۔ (263)

غوث زمان سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ مجلس اولیاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

”دیوان کا سربراہ، غوث، غارِ حرا کے باہر کی طرف بیٹھتا ہے۔ اس وقت مکہ اس کے دائیں کندھے کے عین پیچھے ہوتا ہے جبکہ مدینہ منورہ اس کے بائیں گھٹنے کے بالکل مقابل ہوتا ہے۔ چار اقطاب غوث کے دائیں جانب بیٹھے ہیں۔ (سیدی عبدالعزیز دباغ کے زمانے میں) یہ چاروں اقطاب (فقہی اعتبار سے) مالکی ہیں اور امام مالک کے وابستہ دامن ہیں جبکہ بقیہ تین قطب، غوث کے بائیں جانب بیٹھے ہیں اور ان کا تعلق دیگر تین مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی) کے ساتھ ہے۔ غوث کے بالکل سامنے وکیل بیٹھتا ہے جسے قاضی دیوان بھی کہا جاتا ہے۔ آج کل قاضی دیوان بھی مالکی

مسک سے تعلق رکھتا ہے اور بصرہ کے ایک نواحی علاقے میں آباد بنو خالد قبیلے کا فرد ہے۔ اس کا نام سیدی محمد بن عبدالکریم بصری ہے۔ غوث کیونکہ اسی وکیل کے توسط سے اہل دیوان کے ساتھ کام کرتا ہے اور یہ وکیل دیوان کے جملہ اراکین کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسی لیے اسے وکیل کہا جاتا ہے۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا، ساتوں اقطاب، غوث کے حکم کے تحت تصرف کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک قطب کے ماتحت مزید اولیاء کرام ہوتے ہیں جو اپنے سربراہ کے زیر انتظام مختلف امور میں تصرف کرتے ہیں۔ وکیل کے پیچھے چھ صفیں ہوتی ہیں جن کا دائرہ چوتھے قطب سے لے کر بائیں طرف موجود آخری قطب تک ہوتا ہے۔ گویا ساتوں اقطاب اس دائرے کے ایک سمت ہوتے ہیں اور یہ پہلی صف ہوتی ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دیگر صفیں ہوتی ہیں۔“ (264)

مندرجہ بالا اقتباسات اور گزارشات سے روحانی نظام کی قدر و قیمت، ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ عزیزانِ من! روحانی سفر کے دوران، سالک کو اس کے مزاج، علم، عقل اور روحانی تعلیم و تربیت کے تقاضوں کے مطابق روحانی مشاہدات اور تجربات کرائے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ علم الیقین، عین الیقین میں اور عین الیقین، حق الیقین میں تبدیل ہو جائے۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے بندہ عاجز کو بھی ظاہری و باطنی طور پر اولیاء سے شرفِ ملاقات عطا فرمایا۔ اولیاء اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بندہ عاجز نو عمری سے ہی ان سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔ بندہ عاجز 1981ء میں (18 برس کی عمر میں) اس راہ پر گامزن ہوا۔ با وضو ہو کر الگ کمرہ میں جائے نماز بچھا کر بیٹھ جاتا تھا اور ادب سے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کرتا تھا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے      میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے  
برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت      بدوں پہ بھی برسادے برسانے والے

(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

وہ دن بھی نہایت پریشانی کے تھے۔ میری عرض قبول ہوئی اور ذاتِ باری تعالیٰ نے میری روحانی تعلیم و تربیت کے لیے ظاہری و باطنی رابطے قائم فرمادیئے۔ ایک دن بعد از نماز فجر، ذکر و فکر کے بعد سو گیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ میرا ہاتھ پکڑے، ایک مسجد کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ اندر سے ایک بزرگ باہر تشریف لارہے تھے۔

داخلی تجسس کی وجہ سے میں نے خواب میں اپنے رہنما بزرگ سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ مسجد نبویؐ ہے۔ وہ بزرگ مجھے ساتھ لے کر مسجد نبویؐ میں داخل ہو گئے۔ مسجد نبویؐ میں ایک طرف وضو گاہ بنی ہوئی تھی۔ میں وہاں وضو کرنے لگا۔ مسجد میں بہت سے بزرگ تھے۔ سب کے چہرے نورانی تھے اور لباس مختلف تھے۔ ان کے لباس سفید، سبز، کالے اور پیلے رنگوں کے تھے۔ وضو گاہ میں ایک بزرگ میرے سامنے بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ میں نے ان سے بھی پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے کہا، یہ مسجد نبویؐ ہے۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، میں ابدال ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ سب لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ ابدال ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کسی ایسے ملک یا ریاست کا نام لیا جس کا نام ”پاکستان“ کے نام سے ملتا جلتا ہے۔ روس میں ازبکستان، قازقستان اسی طرح کی ریاستیں ہیں۔ ہو سکتا ہے اُن کا ان میں سے کسی ریاست سے تعلق ہو۔ تاہم، جب میں نے وضو کر

لیا تو میرے روحانی گائیڈ نے مجھے ایک قطار میں کھڑا کر دیا۔ قطار میں مجھ سے آگے اور پیچھے چند بزرگ کھڑے تھے۔ سب باریش تھے۔ صرف میں ہی بے ریش تھا۔ تب میری عمر قریباً انیس برس تھی۔ جب قطار لگ گئی تو نقیب نے باواز بلند کہا، ”یہ دربار رسالت ہے۔ یہاں ابدال بنائے جاتے ہیں“۔ ساتھ ہی وہاں موجود سب افراد (قطار میں موجود افراد اور دیگر افراد) نے نہایت ترنم سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھنا شروع کر دیا۔ موضوع کی نوعیت، ضرورت، اہمیت اور افادیت کے پیش نظر وہ کلام مع شرح پیش خدمت ہے۔ یہ کلام ”روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے“ کے عنوان سے ”بال جبریل“ میں شامل ہے۔ یہ نظم پانچ بند پر مشتمل ہے۔ ہر ایک بند اور اس کا مفہوم ملاحظہ کریں:

### روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

①

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ  
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ  
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ!  
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ!  
بے تاب نہ ہو، معرکہٴ بیم و رجا دیکھ!

روح ارضی انسان سے کہتی ہے کہ اے انسان! اپنے دل کی آنکھ بیدار کر۔ اس زمین، آسمان، ساری فضا (جملہ مظاہر فطرت) کا مشاہدہ و مطالعہ کر۔ مشرق کی سمت سے ابھرتے ہوئے سورج کا نظارہ کر۔ تو نے جن جلوؤں کو بے پردہ دیکھا ہے اب پردوں میں بھی ان کا مشاہدہ کر۔ اب تو اپنے مالک و خالق، معبود و مقصود، محبوب و مطلوب حقیقی سے دور ہے۔ تجھے جدائی کے یہ صدمے اور دکھ برداشت کرنا ہوں گے۔ جدوجہد اور سعی پیہم سے، کبھی پُر امید ہوتے، کبھی مایوسی کا سامنا کرتے ہوئے، اپنی حقیقت، (حقیقت الحقائق) کی طرف اپنا سفر جاری رکھ اور اپنی خودی کو مرتبہ کمال تک پہنچا دے۔

②

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں  
یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضا  
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں  
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں  
آئینہٴ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ!

اے انسان! تیرے خالق و مالک نے یہ بادل، یہ گھٹائیں، یہ آسمان اور اس کے نیچے کی خاموش فضا، یہ پہاڑ، صحرا، سمندر اور ہوائیں، سب کچھ تیرے قبضہ و اختیار میں دے دیا ہے۔ کل تو تیرا مسکن بہشت تھا لیکن اب تجھے نایبِ خدا کی حیثیت سے زمین پر بھیج دیا گیا ہے۔ اب یہ تیرا فرض ہے کہ یہاں کے شب و روز اور ماحول کا جائزہ لے۔ اپنی عظمت اور ودیعت کردہ صلاحیتوں سے آگاہ ہو کر تسخیر کائنات کا فریضہ سرانجام دے اور اس پر حکمران ہو جا۔

③

سمجھ گزما نہ تری آنکھوں کے اشارے  
دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے  
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے  
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے  
تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ!

اے انسان! اگر تو اپنی خودی کی تعمیر کرے گا تو تیرا ذات باری تعالیٰ سے محبت اور معرفت کا رشتہ مضبوط ہو جائے گا۔ زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے سمجھ گا۔ آسمان پر ستارے تجھے دور سے دیکھ کر رشک کریں گے۔ تیرے خیالات و تصورات میں اتنی وسعت ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ تیری پرسوز آہیں آسمان تک پہنچ جائیں گی مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تو اپنے خودی کی تعمیر کر۔ پھر دیکھ تیری آہ کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اگر خلوص سے راہِ حق پر گامزن ہو تو ذکر و فکر کی بدولت اسے حق تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔

4

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں      آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں  
چلتے نہیں بخشے ہوئے فردوسِ نظر میں      جنتِ تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں  
اے پیکرِ گلِ کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی محبت کی روشنی عطا فرمائی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے تمام دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے اندر محبت کی شمع روشن کر، تیرے اندر کا جہان روشن ہو جائے گا۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیا خود آباد کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ تیری غیرت مانگی ہوئی جنت کو قبول نہیں کر سکتی۔ تیری جنت تیری جدوجہد اور عملِ پیہم میں پوشیدہ ہے۔ اے خاکی انسان! اپنی حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیے مسلسل کوشش کرتا رہ۔ ایک دن تو اپنے عملِ پیہم کی جزا ضرور دیکھ لے گا۔

5

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے      تو جنسِ محبت کا خریدارِ ازل سے  
تو پیرِ صنم خانہ اسرارِ ازل سے      محنت کش و خوریز و کم آزارِ ازل سے  
ہے راکبِ تقدیر جہاں تیری رضا دیکھ! (265)

اے انسان! روزِ ازل سے ہی تیری حیثیت مسلمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا نمیر محبت کے پاکیزہ جوہر سے تیار کیا ہے۔ محبت تیری روح میں رچی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ تو اسرارِ محبت سے آگاہ ہو کر ”پیرِ صنم خانہ اسرارِ محبت“ کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔ تو عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بدولت، اپنی خودی کی تکمیل کر کے مرتبہ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ اس کے لیے عملِ پیہم، جہدِ مسلسل، ہمت و حوصلہ، قربانی و ایثار اور عجز و انکسار کی ضرورت ہے اور تو ازل سے ہی یعنی فطرتاً محنت و مشقت کرنے والا، خونِ پسینہ ایک کرنے والے اور کسی کو آزار میں مبتلا نہ کرنے والا ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت تو رضائے الہی حاصل کر کے کائنات کی تقدیر پر حکمران ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تجھے ارشاد ہوا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ اِصْبِحِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاٰضِيَةً مَّرْضِيَةً** ﴿۸۹﴾ [الفجر: 27-28] اے نفسِ مطمئن! واپس آ جا اپنے رب کی طرف، دریں حال کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

بندہ عاجز خواب میں بھی یہ کلام گنگنا نے لگا اور ساتھ ہی ساتھ اس خیال سے رو رہا تھا کہ کہاں میں اور کہاں یہ مقام، میں تو بہت گناہگار ہوں۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے نیک بندوں کی صف میں لاکھڑا



کیا۔ اس خواب میں نظر آنے والا منظر، اس کا تقدس اور حاضرین کا نہایت مدہوش ہو کر ترم سے کلام پڑھنا، آج تک مجھے یاد ہے۔ اس روحانی مشاہدہ اور تجربہ کو 2017ء کے مطابق قریباً پینتیس (35) برس بیت گئے ہیں۔ میں نے آج تک کسی بھی محفل ذکر اور محفل سماع میں ویسا ترم، ٹرے لے کا تال میل اور نہایت سکون دہ تاثر نہ دیکھا اور نہ ہی محسوس کیا۔ مندرجہ بالا کلام علامہ اقبال کے مجموعہ کلام 'بال جبریل' کے صفحہ نمبر 132 پر دیا گیا ہے۔ یہ ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے 'روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے'۔ یہ نظم دراصل اس مجموعہ کلام پر دی گئی سابقہ نظم فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں کا تتمہ ہے۔ دونوں نظموں میں عظمت انسانی اور مقصد حیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس نظم کا متن اور مفہوم بھی دے دیا جائے۔ روحانی تعلیم و تربیت کے لیے ایسا ضروری ہے۔

### فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں

- ① عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بیتابی      خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی
  - ② سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے، لیکن      تیری سرشت میں ہے کوکی و مہتابی
  - ③ جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے      ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی
  - ④ گراں بہا ہے ترا گریہ سحر آگاہی      اسی سے ہے ترے نخل کہن کی شادابی
  - ⑤ تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر      کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضربانی
- اس نظم میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں تصوراتی سطح پر فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ بیان کیا ہے۔ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر بھیجے جانے کے مقصد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:
- ① اے آدم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہر وقت بے تاب، بے چین اور بے قرار رہنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ہمیں خبر نہیں کہ تو خاک سے پیدا ہوا ہے کہ پارے سے! مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جذبہ عشق عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت بے تاب، بے قرار رہتا ہے اور اپنے محبوب کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔
  - ② سنا ہے کہ تجھے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے مگر تیری فطرت میں تاروں اور چاند کی سی چمک دمک دکھائی دیتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کا خاکی وجود (جسم) مٹی سے بنایا گیا ہے مگر اس کا روحانی وجود (روح) خاکی نہیں بلکہ نورانی ہے اور یہ تاروں اور چاند کی مانند بلندی (عروج) کی طرف مائل ہے۔
  - ③ اگر تو خواب میں بھی اپنے جمال (حسن، خوبصورتی) کا مشاہدہ کر لے تو تجھے یہ میٹھی نیند عالم ہوش کی ہزار نعمتوں سے بہتر لگے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین تقویم (بہترین صورت/انداز) پر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ النین [4:95] ”بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت (انداز) پر پیدا فرمایا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کو منبع حسن و جمال بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ حصول کمال کے لیے انسان کو عشق کی دولت عطا کی جس کی بدولت اس میں تحقیق و جستجو کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق کے لیے دنیا میں انبیاء و

اولیاء کے ذریعے سلسلہ رُشد و ہدایت قائم فرمادیا۔ اگر انسان نیند میں بھی اپنی عظمت سے آگاہ ہو جائے اور حسن و جمال دیکھ لے تو وہ اس نیند پر ہزاروں بیداریاں قربان کر دے۔

④ اے انسان! تیرا صبح کے وقت، نہایت عاجزی سے اپنے مالک و خالق کی محبت میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور گریہ زاری کرنا نہایت بیش بہا عمل ہے۔ اس عمل سے تیرے قلب و جگر اور روح کو ازلی سکون عطا ہوتا ہے۔

⑤ تجھے خدائے ذوالجلال والا کرام نے بے شمار جواہر اور کمالات عطا فرمائے ہیں اور تجھے کائنات کی ہر شے پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ تو رازِ زندگی ہے اور رازِ کائنات ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچان کر اس راز سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ تو دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کر سکتا ہے۔

مسجد نبویؐ میں منعقد ہونے والے ابدالوں کے اجتماع سے متعلقہ خواب کے ذریعے بندہ عاجز کو تعلیم ملی کہ روحانی دنیا کے نظم و نسق میں اہم کردار ادا کرنے والے اولیاء عظام کو یہ مناصب دربارِ رسالت سے عطا ہوتے ہیں۔ کلامِ اقبال کے حوالہ سے بندہ عاجز کو عظمت انسانی اور مقصدِ حیات سے آگاہ کیا گیا۔ ساتھ ہی فکرِ اقبال سے آگاہی کا عندیہ بھی مل گیا۔

اس مشاہدہ کے بعد بھی کئی طرح کے مشاہدات و تجربات ہوئے۔ میں نے پرائیویٹ اُمیدوار کی حیثیت سے 1986ء کو رول نمبر 18394 کے تحت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ سیرتِ طیبہ اور اقبالیات میں خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ان مضامین کے مطالعہ کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں بھی بی اے میں داخلہ لے لیا۔ 1986ء کو وہاں سے رول نمبر 46321 کے تحت اقبالیات کا مضمون پاس کیا۔ میں تصوف کی اعلیٰ سطح پر تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یونیورسٹی کی سطح پر اقبالیات ہی ایسا مضمون ہے جس کے تحت تصوف کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے میں نے خصوصی باطنی تحریک پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ایم فل اقبالیات میں داخلہ لے لیا۔ 2010ء میں اس امتحان میں کامیابی کے بعد، میں نے پی ایچ ڈی اقبالیات میں داخلہ لے لیا۔ اس مطالعہ کے دوران مجھے 1981ء میں نظر آنے والا خواب اور اس میں پڑھا جانے والا کلامِ اقبال یاد آیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یونیورسٹی میں ایم فل/پی ایچ ڈی کی سطح پر یہ سلسلہ تعلیم دراصل میری روحانی تعلیم و تربیت کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کا اشارہ 1981ء میں ہو گیا تھا۔ قدرتی طور پر مجھ پر اس تعلیم و تحقیق کے مقاصد آشکار ہو رہے ہیں جن کی تکمیل کے لیے میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ نہایت خصوصی روحانی رشتہ اور تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ جو خوش بخت انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے اس روحانی تعلق اور محبت کے رشتے کو سمجھ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ پڑتا ہے، قدرت اس کے لیے اپنی معرفت کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اسے اپنا قرب اور رضا عطا فرماتی ہے اور اسے اپنی محبت سے نوازتی ہے۔ میرا یہ تحریر لکھنے کا مقصد ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اس رابطہ، تعلق اور نسبت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت بیان کرنا، ذاتِ باری تعالیٰ، سرکارِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنے مرشدِ کریم، اساتذہ، والدین اور اقربا کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنا، علمِ تصوف کی حقانیت، ضرورت و اہمیت بیان کرنا اور یارانِ نکتہ دان کو صدائے عام دینا ہے کہ وہ بھی اس راستے پر چل کر دیکھ لیں کہ سچ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مغربی علوم کے دلدادہ، سپرچو ازم کے معتقد، طبعی علوم کے مشاہداتی و تجرباتی طریقہ کار کے قائل اہل ذوق کے سامنے عصرِ حاضر کے علمی، مشاہداتی

اور تجرباتی اسلوب اور میزان کے مطابق اسلامی تصوف کی حقانیت واضح کروں اور انہیں دعوت دوں کہ وہ اس راستے پر چل کر اس کی حقانیت، ضرورت، اہمیت اور افادیت سے آگاہ ہوں۔ ذاتی روحانی مشاہدات و تجربات بیان کرنا، عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ ایک سائنسدان جب کوئی نظریہ، اصول یا قانون وضع کرتا اور بیان کرتا ہے تو اسے موثر دلائل اور عملی تجربات سے ثابت بھی کرتا ہے۔ روحانی سائنس کو بھی اسی طرح ثابت کرنا چاہیے۔ ایسا ہر کوئی کر سکتا ہے۔ صرف عقائد صالحہ، اعمال صالحہ، یقین محکم اور اخلاص کے ساتھ مرشدِ کامل کی رہنمائی میں عملِ پیہم کی ضرورت ہے۔

عزیزانِ من! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آج سے قریباً پینتیس (35) برس قبل، مجھے، میرے روحانی سفر کے آغاز میں، دربارِ رسالت میں کلام اقبال سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کلام کے مفہوم پر غور کرنے سے مقصدِ حیات واضح ہوا۔ ساتھ ہی سفرِ حیات کے تقاضے بھی متعین ہو گئے۔ اس خواب اور بشارت کی تعبیر میں میرا اعلیٰ سطح پر اقبالیات کی تعلیم حاصل کر کے اسلامی و عجمی تصوف میں امتیاز و فرق سے آگاہ ہونا بھی شامل تھا۔ ایم فل اقبالیات میں داخلہ سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ وہ نہایت سنجیدہ تھے۔ ان کے سامنے میڈیا والے کھڑے تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انہیں ڈانٹ رہے تھے کہ تم میڈیا پر بات بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہو۔ اس طرح لوگ ناحق پریشان ہوتے ہیں۔ جو بات جیسی ہو ویسی ہی بیان کیا کرو۔ میڈیا والوں کے بعد میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں اعلیٰ سطح پر اقبالیات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس ضمن میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ گزشتہ برس بھی داخلہ کے لیے درخواست دی تھی مگر مجھے داخلہ ٹیسٹ کے لیے مدعو نہیں کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا، آپ کے افکار میں بہتری کی گنجائش ہے۔ داخلہ مل جائے گا۔ داخلہ ٹیسٹ میں 50% سے کچھ زیادہ مارکس ملیں گے۔ بندہ عاجزان کی اس بشارت پر خوش ہو گیا کہ ان کی زیارت بھی ہو گئی، روحانی رابطہ بھی قائم ہو گیا اور ان کی سرپرستی بھی حاصل رہے گی۔

اس کے بعد میں نے رول نمبر 21471-9314 کے تحت GAT-General کا NTS ٹیسٹ دیا جس میں سو (100) میں سے اٹھاون (58) مارکس آئے۔ داخلہ کے لیے پچاس (50) مارکس درکار تھے۔ میں نے یونیورسٹی کے شیڈول کے مطابق ایم فل اقبالیات کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبہ اقبالیات کو داخلہ فارم ارسال کر دیا۔ مجھے انٹرویو کے لیے کوئی کال یا لیٹر موصول نہ ہوا۔ ایک دن میں نے شعبہ اقبالات میں فون پر انچارج شعبہ جناب پروفیسر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اُمیدواروں کی فہرست میں آپ کا نام شامل نہیں ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے مجھے کہا کہ کچھ دیر بعد رابطہ کریں۔ میں نے کچھ دیر بعد رابطہ قائم کیا تو انہوں نے فرمایا، آپ کا نام اُمیدواروں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔ فلاں دن، فلاں وقت انٹرویو اور ٹیسٹ کے لیے آجائیں۔ مقررہ تاریخ کو انٹرویو اور ٹیسٹ ہوئے۔ شعبہ جاتی داخلہ ٹیسٹ میں قریباً 50% مارکس آئے۔ اس طرح بفضلِ تعالیٰ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مدد سے اقبالیات میں داخلہ مل گیا۔ ان کی قریباً 50% مارکس والی اور داخلہ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

الحمد لله على ذالك

ایم فل/ پی ایچ ڈی اقبالیات میں داخلہ کے بعد سلسلہ تعلیم شروع ہو گیا۔ اس دوران بھی کئی طرح کی مشکلات کا

سامنا کرنا پڑا۔ ساتھ ہی مدد بھی ہوتی رہی۔

اقبالیات کی تعلیم کے دوران کافی زیادہ کورس ورک کرنا پڑا۔ مشقیں (Assignments) حل کرنا پڑیں۔ ہر سمسٹر میں دو بار پندرہ، پندرہ روز کے لیے یونیورسٹی ہاسٹل میں قیام کرنا پڑا۔ اس سے میرا پرائیویٹ ادارہ ”چشتیہ کالج اینڈ اکیڈمی“ بہت متاثر ہوا۔ آمدن و اخراجات کا توازن بگڑ گیا۔ بلکہ قرض لے کر گھر کا خرچ چلانا پڑا۔

ایک دن مراقبہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ”اقبالیات“ کی تعلیم کے دوران بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا، فکر نہ کرو سب مسائل حل ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ تعلیم میں کارکردگی اچھی رہے گی۔ شعبہ اقبالیات آپ کی علمی کوشش کو پسند کرے گا۔ انعام بھی ملے گا۔

اس بشارت کے بعد کئی طرح کی مشکلات پیش آئیں۔ ایک مرحلہ پر مجھے یقین ہو گیا کہ میں ایم فل اقبالیات کی تعلیم مکمل نہ کر سکوں گا۔ میں نے اقبالیات کی تعلیم ترک کر کے ایم فل/ پی ایچ ڈی ایجوکیشن کا مصمم ارادہ کر لیا۔ پریسٹن یونیورسٹی لاہور کیمپس سے پراسپیکٹس خرید لی اور داخلہ فارم پر کر لیا۔ ساتھ ہی یہ سوچنے لگا کہ ماضی کی سب بشارتیں درست ثابت نہ ہوئیں۔ اس دوران پھر غیبی مدد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پروفیسر ڈاکٹر افضل احمد انور (پی ایچ ڈی اردو) سے ملا دیا۔ انہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ عصر حاضر میں ان جیسے باکمال لوگ نظر نہیں آتے۔ انہوں نے علمی، ادبی، روحانی لحاظ سے میری بھرپور مدد کی۔ میری راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں اور کورس ورک مکمل ہو گیا۔ کورس ورک کی کامیابی سے تکمیل کے بعد تحقیقی مقالہ لکھنے کا مرحلہ آ گیا۔ مجھے ”پیام مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ“ کے عنوان پر تحقیق کی اجازت ملی۔ میرے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران نے زیر تحقیق موضوع کی نوعیت اور بندہ عاجز کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے درویش مزاج، عارف حق، قبلہ پروفیسر ڈاکٹر افضل احمد انور کو نگران تحقیق مقرر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب اردو و فارسی زبان و ادب پر کمال عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے نہایت محبت، شفقت، جانفشانی اور صبر و تحمل کے ساتھ بندہ عاجز کی رہنمائی فرمائی۔ وہ کبھی کبھار ڈانٹ بھی دیتے تھے۔ اس عمر میں ڈانٹ پڑتی تو خوب مزہ آتا تھا۔ انہوں نے بندہ عاجز میں تحقیقی و تنقیدی شعور بیدار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ وہ میری تحریر لفظ بہ لفظ پڑھتے تھے۔ انہوں نے چند ایک بار تو میرا لکھا ہوا مسودہ بالکل رد کر دیا اور نئے سرے سے لکھنے کو کہا۔ تب ان کی باتیں گراں گزرتی تھیں مگر بعد میں تحقیق مکمل ہونے پر اور قریباً 800 صفحات پر مشتمل مقالہ کی تکمیل پر ان کی تنقید کے ماحصل پر اطمینان خاطر ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

بفضل تعالیٰ، بفیضان نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایم فل اقبالیات کی سطح پر لکھے گئے اس مقالہ کو بہت پسند کیا گیا اور سراہا گیا۔ مشہور اقبال شناس، محقق اور نقاد پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے سہ ماہی مجلہ اقبال میں (جلد ۶۳، شمارہ ۱-۴، اشاعت جنوری تا دسمبر ۲۰۱۶، صفحات ۲۴۵ تا ۲۶۶ پر) اس مقالہ پر تبصرہ و جائزہ پیش کرتے ہوئے بطور حاصل تحقیق لکھا:

”ایم فل سطح کا یہ مقالہ نہایت محنت اور کوشش سے لکھا گیا ہے۔ اتنی باریک بینی اور دقت نظر سے کم ہی طالب علم کام لیتے

ہیں۔ اس مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دے دینا بھی روا تھا۔“

یونیورسٹی کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کے دوران بعض بہت دلچسپ اور سبق آموز معاملات پیش آئے۔ ان امور سے ہمارے

تعلیمی نظام میں موجود کمزوریاں سمجھنے میں مدد ملی۔

1۔ ایک دن لیکچر کے دوران دو تین مساجد میں بیک وقت اذان شروع ہو گئی تو ہمارے ایک استاد سخت برہم ہوئے کہ ایک ہی اذان کافی تھی۔ یہ مولوی بھی بہت تنگ کرتے ہیں۔ وہی استاد صاحب ایک دن مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے مولوی صاحب! آپ نے داڑھی کیوں رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا، جناب آپ میری داڑھی رکھنے پر پریشان ہو رہے ہیں۔ پریشان آپ کو اس بات پر ہونا چاہیے کہ آپ نے سنت کے مطابق داڑھی کیوں نہیں رکھی۔ انہوں نے پھر اپنا غصہ یوں نکالا کہ مجھے کہنے لگے مولوی صاحب اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں آپ کو کوئی جانور بنا کر بھیجتا تو آپ کس جانور کی شکل میں دنیا میں آنا پسند کرتے؟ میں نے کہا، جناب! میں تو مجاہد کی سواری کے لیے گھوڑا بننا پسند کرتا۔ آپ کیا پسند فرماتے؟ انہوں نے فرمایا، میں تو ہاتھی بننا پسند کرتا۔ پھر کچھ ویسی آوازیں نکالیں اور ویسے چل کر دکھانے کی کوشش بھی کی۔

2۔ ایک ڈاکٹر صاحب دوران لیکچر اذان ہونے پر فرمانے لگے۔ بھی علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔ آپ تعلیم جاری رکھیں۔ آپ کی نمازوں کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ اس پر ہم سب کلاس فیلوز کو بہت حیرت ہوئی۔ میرے ہم جماعت سعید صاحب نے کہا ایسا ذمہ آج تک کسی نے نہیں لیا۔ آپ کی اس بات پر حیرت ہے۔ اگلے سمیسٹر میں ڈاکٹر صاحب کے افکار میں کافی تبدیلی نظر آئی۔ اذان ہونے پر انہوں نے فرمایا، بھی جس نے نماز ادا کرنی ہے اسے مسجد جانے کی اجازت ہے۔ میں کسی کو نماز سے نہیں روکتا۔ اس پر میں نے عرض کیا، سر! آپ کے خیالات میں کافی تبدیلی آگئی ہے۔

3۔ میں نے اپنے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر اکرم (پی ایچ ڈی اقبالیات) سے سوال کیا، ڈاکٹر صاحب آپ نے اقبالیات میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ آپ بہت سے ڈاکٹر حضرات اور اقبال شناس شخصیات کو قریب سے جانتے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی کوئی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح پیروکار یا اقبال جیسا کوئی نظر آیا؟ انہوں نے فرمایا، ”نہیں، بالکل نہیں“۔ میں نے عرض کیا، دیگر روحانی سلاسل میں کوئی نہ کوئی ایسا نظر آ جاتا ہے جو حقیقی طور پر اپنے مرشد اور رہنما کی پیروی کرتا ہے اور وہ صورت و سیرت میں بالکل اپنے شیخ جیسا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے خودی کا تصور پیش کیا اور فرمایا کہ اس کی تکمیل پر انسان، مردِ کامل بن جاتا ہے۔ پھر ان کے چاہنے والوں، بلکہ ان کے افکار پر پی ایچ ڈی کرنے والے اور قابلِ قدر تحقیقی و تنقیدی کتابیں لکھنے والے حضرات میں کوئی بھی مخلص پیروکار کیوں نہ بن سکا؟ قصور کس کا ہے؟ اقبال کا یا ان کے چاہنے والوں کا؟ انہوں نے فرمایا، ان کے چاہنے والوں کا، ان کو پڑھنے اور چاہنے والے بہت ہیں مگر کوئی بھی خلوص دل سے ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔

4۔ دورانِ تعلیم بعض اساتذہ مجھے دینی علما اور صوفیہ کا نمائندہ خیال کرتے ہوئے ان سے اپنے اختلافات کا مجھ سے ذکر کرتے، مجھ سے اس ضمن میں جواب طلبی کرتے اور بے جا تنقید کا نشانہ بناتے۔ ان کے اس طرزِ عمل پر مجھے بہت زیادہ حیرت ہوتی کہ نہایت اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ افراد بغیر کسی تحقیق کے بے جا شخصیات اعتراضات کر رہے ہیں۔ ان کے اس ناگوار رویہ پر بعض اوقات بہت زیادہ ذہنی کوفت ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے اپنے استاد پروفیسر

ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے صبر کی تلقین فرمائی اور نہایت اچھے الفاظ اور احسن انداز سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک دن ایک استاد صاحب نے کچھ شخصی اعتراضات فرمائے تو میرے ہم جماعت رفقا مزاحم ہوئے۔ میرے کلاس فیلو وقاص نے کہا، سر آج انجم صاحب کچھ دیر میرے پاس بیٹھے۔ میں نے ان سے دیرینہ سر درد کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سر درد ختم ہو گیا۔ میرے کلاس فیلو ندیم نے کہا، سر، کل میں نے ان کے کہنے پر انہیں کینٹین سے دودھ لاکر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹنے لگا تو اچانک روشنی ہو گئی اور مجھے نورانی حروف سے لکھا ہوا اسم ذات (اللہ تعالیٰ کا مبارک نام) نظر آیا۔ یہ خوشبو لگاتے ہیں۔ مجھے اکثر چلتے پھرتے اپنے ارد گرد سے وہ خوشبو آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ باتیں تسلیم نہ فرمائیں۔ فرمانے لگے یہ سب فکری و نظری التباسات ہیں۔ میں نے عرض کیا، ڈاکٹر صاحب یہ فکری و نظری التباسات نہیں بلکہ روحانی واردات اور معاملات ہیں۔ حقیقت کا ادراک کتابوں سے نہیں بلکہ دل سے ہوتا ہے۔ آپ چند روز مجھے خدمت کا موقع دیں، مگر وہ انکار پر مُصر رہے۔

5۔ ڈاکٹر پروفیسر نذیر صاحب (پی ایچ ڈی اُردو) اپنے افکار سے مطمئن نظر نہ آئے۔ وہ کسی مردِ حق اور مردِ کامل کی تلاش میں تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا، ڈاکٹر صاحب میں روحانیت کا ادنیٰ ترین سٹوڈنٹ ہوں۔ کسی مردِ کامل کی بیعت کرنے سے قبل چند روز مجھے بھی خدمت کا موقع دے دیجئے گا۔ اگر آپ کو مقصود حاصل نہ ہو تو پھر آپ کی مرضی، جہاں چاہیں بیعت ہو جائیں۔ میرا مقصد آپ کو بیعت کرنا نہیں ہے بلکہ آپ میرے استادِ محترم ہیں، اس لیے آپ کا قیمتی وقت بچانا چاہتا ہوں۔ سابقہ تجربات اور اپنے مرشدِ کامل کی وجہ سے میں پر اعتماد تھا اور مجھے فیضِ رسانی کا یقین تھا۔

6۔ یونیورسٹی ہاسٹل میں قیام کے دوران ایک دن صبح کے وظائف پڑھنے کے بعد میں نے قریباً نیم بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک بزرگ جن کے چہرے کا رنگ ہلکا سا نولہ ہے، مجھ سے مخاطب ہیں۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا، میں محمد علی شاہ ہوں۔ گوہر صاحب میرے خلیفہ ہیں۔ آپ ان کے خلیفہ ہیں۔ آپ یونیورسٹی میں حصولِ تعلیم کے لیے آئے ہوئے ہیں اور اس لیے آپ میرے سالانہ عرس پر نہیں آسکے۔ میں خود آپ سے ملنے آ گیا ہوں۔ میں ان کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوا۔ ان کی محبت اور نوازش کے لیے ان کا شکر گزار ہوا۔ اس کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ مجھے آج تک ان کا نظر آنے والا چہرہ اچھی طرح یاد ہے۔ یہ مشاہدہ حالتِ بیداری میں ہوا تھا۔ دورانِ مشاہدہ اور مشاہدہ کے بعد بہت زیادہ روحانی کیف و سرور محسوس ہوا۔ ہوش میں آنے پر میں نے فوراً اپنے محترم استاد جناب پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابری قدس سرہ العزیز کو فون کیا۔ انہیں اپنے مشاہدہ سے آگاہ کیا اور حضرت قبلہ محمد علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کیا۔ انہوں نے میرے مشاہدہ کی تصدیق کی۔ بعد میں فیصل آباد آکر حضرت قبلہ محمد علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیکھی تو مزید تصدیق ہو گئی۔ یقیناً یہ انہی کی تصویر تھی اور مجھے انہی کی زیارت ہوئی تھی۔ سرگوہر عبدالغفار صاحب ایم اے ایجوکیشن میں، میرے استاد ہیں۔ آپ یونیورسٹی آف ایجوکیشن میں پڑھاتے رہے ہیں۔ اس دوران آپ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی



کے ٹیوٹر کی حیثیت سے ایم اے ایجوکیشن میں بندہ عاجز کی رہنمائی فرمائی تھی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد بندہ کا ان سے رابطہ رہا۔ اس دوران بندہ عاجز کو سرکار میاں بھیک رحمۃ اللہ علیہ کی حالتِ بیداری میں زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے جائے نماز، کنگھی اور شیشہ عطا فرمایا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ گوہر عبدالغفار فقیر اہلسنت ہیں۔ آپ کو ان کے توسط سے چشتی صابری سلسلے کا خوب فیض ہوگا۔ اس کے بعد بندہ عاجز کو ان سے خوب فیض ہوا۔ ایک دن سرگوہر عبدالغفار صاحب نے فرمایا، مجھے باطنی طور پر حکم ہوا ہے کہ آپ کو خلافت دے دی جائے۔ اس طرح بندہ عاجز کو مرشدِ کامل کے فیض کی بدولت چشتی صابری سلسلہ کی خلافت عطا ہوئی۔

عزیزانِ من! جس طرح سیاسی دنیا میں حکومت و نیابت کے اصول و ضوابط مقرر ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی کچھ اصول و ضوابط مقرر ہیں جن کے مطابق اولیاء کو مدارج و مقامات عطا ہوتے ہیں اور تکنوی و متونبی امور سرانجام دینے کے لیے تقرریاں کی جاتی ہیں۔ روحانی دنیا میں بیعت و خلافت اور جانشینی کے واضح اصول ہیں جن کی اولیائے عظام اور صوفیائے عظام پابندی فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے خلافت و جانشینی سے متعلقہ ایک مسئلہ کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:

”..... خلافت حضرات اولیائے کرام نَفَعَنَا اللَّهُ بِكَ كَاتِبُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اللہ تعالیٰ اُن کی برکات سے ہمیں دنیا اور آخرت میں نفع دے) دو طرح ہے عامہ اور خاصہ۔ عامہ یہ کہ مرشدِ مربی (ترتیب دینے والا) اپنے مریدین اقارب اور اجانب سے جس جس کو صالح ارشاد و لائق تربیت سمجھے اپنا خلیفہ و نائب کرے اور اُسے اخذ بیعت و تلقین اذکار و اشغال و اوراد و اعمال و تربیت طالبین و ہدایت مسترشدین کے لیے مثال خلافت کرامت فرمائے۔ یہ معنی صرف منصبِ دینی ہے اور اس میں تعدد خلفاء یحید و انتہا جائز و واقع حضور سید العلمین مرشدِ اکل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام بایں معنی حضور کے خلفاء تھے اور اسی خلافت کو وراثت انبیاء سے تعبیر کیا گیا ہے اور بایں معنی علمائے دین و مشائخِ کاملین اہل شریعت و طریقت تا بقیام قیامت سب حضرات رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ کے نواب خلفاء ہیں اور یہ خلافت حیاتِ مستخلف (جس کا خلیفہ ہو) سے مجتمع ہوتی ہے کمالاً متخفہ اور خاصہ یہ کہ اس مرشدِ مربی کے بعد وصال یہ شخص اس کی مسند خاص پر جس پر اس کی زندگی میں سوا اُس کے دوسرا نہ بیٹھ سکتا جلوس کرے اور تمام نظم و نسق و تق و متن و جمع و تقسیم و عزل و نصب خدام و تقدیم و تاخیر مصالح و تولیت اوقاف و درگاہی و قوامت مصارف خانقاہی میں اُس کے جگہ قائم ہو یہ معنی بھی ہر چند باطن ان کا دین ہے مگر روئے ظاہر بسوئے دنیا رکھتے ہیں

کما قال سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فی خلافة سیدنا الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لדיننا افلا نرضاہ لدنیا نا۔

جیسے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو بس ہم اس کو اپنی دنیا کے لیے کیوں پسند نہ کریں۔ (ناشر)  
یہ خلافت خلافت و امامت کبریٰ سے بہت مشابہ و لہذا حیاتِ مستخلف سے مجتمع نہیں ہوتی۔ اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں۔ (266)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مرشدِ اکل حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد نبوی امور میں رہنمائی کے لیے خلفائے راشدین کو خلافتِ خاصہ حاصل ہوئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کو خلافت عامہ حاصل ہوئی۔ ان کے بعد علمائے دین و مشائخ کا ملین اہل شریعت و طریقت تابعیہ قیامت سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء ہیں جو خلافت عام رکھتے ہیں۔ اس طرح کوئی شیخ طریقت اپنے خلفاء میں سے کسی کو اپنی جگہ پر خصوصی نمائندگی و نیابت کے لیے مقرر کر دے تو اس شخص کو خلافت خاصہ حاصل ہوئی۔ اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں۔

اس مسئلہ کے جواب میں اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں کہ ہندو پاک میں رائج مشائخ کی خلافت سات قسموں پر ہے۔ پہلی قسم اصالت ہے۔ دوسری اجازت، تیسری اجماعاً، چوتھی وراثت، پانچویں حکماً، چھٹی تکلیفاً اور ساتویں اویسیا ہے۔ اصالتاً یہ کہ کوئی بزرگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کر دے۔ جانشین ہونے کے لیے خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ اجازتاً یہ کہ کوئی شیخ کسی مرید کو خواہ وہ وارث ہو یا بیگانہ کام کے لائق دیکھ کر اپنی رضا و رغبت سے اپنا خلیفہ مقرر کر دے۔ اجماعاً یہ کہ شیخ اس عالم سے انتقال کر جائے اور کسی کو خلیفہ نہ بنائے۔ قوم اور قبیلہ شیخ کے وارث یا کسی مرید کو شیخ کا خلیفہ یعنی جانشین تجویز کر لیں۔ لیکن یہ خلافت مشائخ کے نزدیک جائز نہیں۔ چونکہ جانشین ہونے کے لیے خلیفہ مقرر ہونا ضروری ہے۔ جب شیخ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تو بعد میں لوگ کسی کو اس کا جانشین بھی نہیں مقرر کر سکتے۔ اس قسم کو افترائی خلافت کہتے ہیں۔

وراثتاً یہ کہ کوئی شیخ اس جہاں سے انتقال کر جائے اور اپنی جگہ خلیفہ نہ چھوڑے۔ کوئی اس بزرگ کا وارث جو کہ اس امر خلافت کا اہل ہو وہ اس کی جگہ بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو خلیفہ بنائے۔ اس قسم کی جانشینی کو بھی مشائخ نے جائز و منظور قرار نہیں دیا۔

اویسیا یہ کہ شیخ باطن میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو جائز ہے کیونکہ صوفیہ کے نزدیک ارواح کا حکم جائز ہے جیسا کہ سلسلہ اویسیہ میں بھی رائج ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ باطنی طور پر ہی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔ لیکن اس طرح کا دعویٰ اہلیت کی بناء پر یا اہل باطن حضرات سے اس کی تصدیق پر ہی تسلیم کیا جائے گا۔ (267)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مختلف اقسام کی خلافت کے ضمن میں کتب فقہ و تصوف سے کئی حوالہ جات دیئے ہیں۔ ان کی مندرجہ بالا بیان کردہ اقسام خلافت کے پیش نظر باطنی خلافت بھی بعد از تصدیق روا اور جائز ہے۔

بندہ عاجز کو اپنے مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری قدس سرہ سے 2007ء میں پہلے باطنی طور پر خلافت عطا ہوئی تھی۔ بعد میں قریباً ایک سال بعد 4 مئی 2008ء کو آپ نے ظاہری طور پر خلافت عطا فرمائی۔ چشتی صابری سلسلہ سے بھی اسی طرح ہی مرشد کریم کے فیض سے پہلے باطنی طور پر اور بعد میں ظاہری طور پر خلافت عطا ہوئی۔ صحیح خلافت کی تصدیق باطنی طور پر بھی ہوتی ہے اور ظاہری طور پر بھی۔ باطنی خلافت کا حکم دربار رسالت سے ہوتا ہے۔ بعد میں مشائخ اس حکم کی تعمیل میں مقرر کردہ فرد کو ظاہری طور پر بھی خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ ایسی خلافت جس کی دربار رسالت سے تصدیق نہ ہو کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ انسان کو جب دربار رسالت سے قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے تو وہ شیخ کریم اور دیگر تمام مشائخ اور اولیاء کا بھی منظور نظر ہو جاتا ہے۔ انسان کو جو

بھی فیض ہوا اور جہاں سے بھی ہومرشد کے توسل اور نگاہ عنایت سے ہی ہوتا ہے۔ تمام اولیاء نہایت فراخ دل اور سخی ہوتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

7۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ہاسٹل میں قیام کے دوران ایک دن اچانک مجھے ایک حیرت انگیز روحانی تجربہ و مشاہدہ ہوا۔ فیصل آباد میں، بندہ عاجز اپنے گھر کے صحن میں مخصوص جگہ پر بیٹھ کر روزانہ ذکر و فکر کیا کرتا تھا۔ اچانک میرا روحانی ادراک کام کرنے لگا۔ وہ جگہ مجھے یاد کر رہی تھی، کہہ رہی تھی کہ آپ سے جدا ہوئے بہت دن ہو گئے۔ کب واپس آئیں گے؟ ذکر و فکر کی وجہ سے جو سکون حاصل تھا اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ط۔ بندہ عاجز نے یہ روحانی معاملہ خود ستائی کے جذبہ کے تحت نہیں بلکہ وارداتِ روحانی کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اور مادہ پرستی کے اس دور میں روحانیت کی ضرورت و اہمیت اور اس کی حقانیت کی طرف توجہ دلانے کے لیے تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ وہ جب چاہے، جس پر چاہے، اپنے فضل و کرم سے حقائق منکشف فرمادے۔ قرآن و حدیث سے بھی اس مشاہدہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے کسی سالک کو روحانی استعداد عطا فرماتا ہے تو وہ سالک روحوں کی آوازوں، فرشتوں کی آوازوں اور دیگر مغیبات کو سنتا ہے اور ان کی صورتوں کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ سالک کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی رابطہ اور بعض صورتوں میں گفتگو کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دوسرے بزرگوں کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے متعلق بہت سی کتابوں میں ذکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نوعیت کے سوال و جواب کو باقاعدہ نقل فرمایا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر کرتے ہیں خطاب آخر، اُٹھتے ہیں حجاب آخر  
احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا سوز و تب و تاب اول سوز و تب و تاب آخر (268)  
ضروری وضاحت کے بعد بندہ دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتا ہے۔ جب بندہ عاجز کو اپنی جائے ذکر و فکر کی بے چینی کا ادراک ہوا تو یہ خود بے چین ہو گیا۔ فیصل آباد اپنے گھر پہنچا تو دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اپنی اہلیہ سے اُس جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہاں جائے نماز بچھائیں۔ دو نوافل ادا کر لوں۔ وہاں نوافل ادا کرتے ہی سکون حاصل ہو گیا؛ اس جگہ کو بھی اور مجھے بھی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

پاکستان میں 1988ء تا 1999ء کے آخر تک سیاسی عدم استحکام رہا۔ اس دوران چار بار حکومت تبدیل ہوئی۔ 2 دسمبر 1988ء تا 6 اگست 1990ء تک پیپلز پارٹی کی حکومت رہی اور بے نظیر بھٹو وزیراعظم رہیں۔ ان کی حکومت ختم کر دی گئی دوبارہ انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ کو اکثریت حاصل ہوئی۔ 6 نومبر 1990ء تا 18 جولائی 1993ء تک مسلم لیگ کی حکومت رہی اور نواز شریف وزیراعظم رہے۔ نواز شریف کی حکومت ختم ہونے پر دوبارہ پیپلز پارٹی نے

انتخابات میں اکثریت حاصل کی اور حکومت بنائی۔ 19 اکتوبر 1993ء تا 5 نومبر 1996ء تک بے نظیر بھٹو پاکستان کی وزیراعظم رہیں۔ دوبارہ ان کی حکومت برخواست کر دی گئی اور نئے انتخابات کے نتیجے میں مسلم لیگ کی حکومت قائم ہو گئی۔ 17 فروری 1997ء تا 12 اکتوبر 1999ء تک نواز شریف وزیراعظم رہے۔ ان چاروں حکومتوں کی تبدیلی سے قبل بندہ عاجز کو روحانی طور پر ان کی تبدیلی سے آگاہی ملتی رہی۔ پہلی بار بے نظیر بھٹو کی حکومت کے قیام سے قبل مجھے دکھایا گیا کہ ایک جگہ اولیاء اللہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں قریباً بیس پچیس کے قریب اولیاء کرام تشریف فرما تھے۔ سب نے متفقہ فیصلہ کے بعد بے نظیر بھٹو کو وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔ بعد میں انتخابات میں پیپلز پارٹی کو نمایاں اکثریت حاصل ہوئی اور بے نظیر بھٹو وزیراعظم بن گئیں۔ میں نے اولیاء کرام کے اس فیصلے کا نہایت قریبی احباب سے ذکر کر دیا تھا۔ بعد میں یہ بات درست ثابت ہوئی۔ خلوت نشینی کی وجہ سے، تصنیف و تالیف کے کاموں اور تعلیم و تدریس کی مصروفیات کی وجہ سے میرا حلقہ احباب اس قدر وسیع نہیں رہا۔ زندگی بھر صرف چند ایک احباب سے قریبی تعلق رہا ہے۔ میں ان سے اپنے مشاہدات اور روحانی واردات و معاملات کا ذکر کرتا رہتا تھا تا کہ اس طرح سب کے ایمان و ایقان میں ترقی ہوتی رہے۔ میرے احباب بھی اس طرح کی روحانی خبروں کے منتظر رہتے تھے۔ وہ میری کہی ہوئی باتیں یاد رکھتے تھے اور وقت آنے پر ان پر تبصرہ کرتے اور رائے دیتے تھے۔ وہ سب خواتین و حضرات، الحمد للہ تادم تحریر زندہ ہیں اور میرے مندرجات کی صداقت کے گواہ ہیں۔

1993ء کو ایک دن دورانِ مراقبہ خبر ملی کہ پنجاب کی ایک اعلیٰ سیاسی شخصیت قتل ہو جائے گی۔ مجھے اس شخصیت کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ تاہم، یہ خبر درست نکلی۔ 29 ستمبر 1993ء کو صوبہ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ غلام حیدر وائس کو قتل کر دیا گیا۔ غلام حیدر وائس 8 نومبر 1990ء تا 25 اپریل 1993ء کے عرصہ میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے تھے۔ نواز شریف کی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی ان کی صوبائی حکومت بھی ختم ہو گئی تھی۔ 1993ء میں انتخابی مہم کے دوران انہیں ختم کر دیا گیا تھا۔ نہایت شریف انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

پرویز مشرف کے مارشل لاء کے دور آغاز میں، میرے ماموں طارق جاوید نے ایک دن مجھ سے پوچھا، مشرف کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا، انجام خدا جانے، میں تو اتنا ہی جانتا ہوں جتنا مجھے علم عطا ہوا ہے۔ مجھے تو یہ دکھایا گیا ہے کہ اس کا ٹرائل ہوگا۔ پرویز مشرف نے پاکستان پر 1999ء تا 2008ء تک حکومت کی۔ 18 اگست 2008ء کو صدارت سے استعفیٰ دیا۔ 2008ء تا 2013ء تک پیپلز پارٹی کی حکومت رہی۔ آج کل (2013-2017ء میں) سابق صدر پرویز مشرف کا ٹرائل ہو رہا ہے۔ یہ روحانی معاملہ مجھے 1999ء میں دکھایا گیا تھا جس کی تعبیر اب سامنے آرہی ہے۔

7 فروری 1997ء تا 12 اکتوبر 1999ء کے عرصہ میں، نواز شریف کے دور حکومت میں لوگ پاکستان میں قریباً دس برس کے سیاسی عدم استحکام سے تنگ آچکے تھے۔ اس دوران مجھے خبر ملی کہ پاکستان میں اچانک مارشل لاء لگ جائے گا۔ میں نے احباب کو خبر دے دی کہ اب فوج والے آرہے ہیں۔ خبر درست نکلی، 12 اکتوبر 1999ء کو آرمی نے چارج سنبھال لیا۔ نواز شریف کو سعودی عرب جلا وطن کر دیا گیا۔ بے نظیر بھٹو بھی 1999ء کو دہائی چلی گئیں۔

نواز شریف، شہباز شریف اور بے نظیر بھٹو 2007ء تک جلا وطن رہے۔ ان کی جلا وطنی کو قریباً 8/9 برس بیت گئے

تھے۔ ایک دن مراقبہ میں خبر ملی کہ ان کی جلاوطنی کا دور ختم ہوا۔ اب یہ واپس وطن آجائیں گے۔ مشرف کے فوجی دور حکومت میں بظاہر ایسا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ سیاسی آثار و قرائن سے بھی ایسا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ اس خبر کے چند ماہ بعد سیاسی سطح پر جوڑ توڑ ہوئی اور ان کی وطن واپسی ممکن ہو گئی۔ شریف برادران اور بے نظیر بھٹو 2007ء کو وطن واپس آ گئے۔ بے نظیر بھٹو 18 اکتوبر 2007ء کو پاکستان آئیں تھی۔ ان دنوں مجھے واضح طور پر دکھایا گیا کہ بے نظیر بھٹو ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی ہیں اور انہیں وزیراعظم بنادیا گیا ہے۔ میں نے انتخابات سے قبل ہی اعلان کر دیا کہ آئندہ حکومت پیپلز پارٹی کی ہوگی اور بے نظیر بھٹو وزیراعظم ہوں گی۔

27 دسمبر 2007ء کو اچانک خبر ملی کہ راولپنڈی کے ایک جلسہ گاہ میں بے نظیر بھٹو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت حیران ہوا کہ یہ کیسے اور کیوں کر ہوا۔ مجھے تو خبر ملی تھی کہ بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں گی۔ پہلے تو کبھی بھی خبر غلط نہیں نکلی۔ یہ کیا ہوا؟ میں نے دوبارہ مراقبہ ملا۔ آواز آئی غور سے سارا منظر دوبارہ دیکھیں۔ آپ کو جو دکھایا گیا تھا وہ درست تھا۔ آپ کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ آپ کو دکھایا گیا تھا کہ بے نظیر بھٹو ایک خالی کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہیں اور وزارت عظمیٰ کا قلمدان اُن کے پاس ہے۔ خالی کمرہ سے مراد قبر ہے۔ آپ کو یہ دکھایا گیا تھا کہ بے نظیر بھٹو دنیا سے کوچ کر جائیں گی۔ ان کی پارٹی کی حکومت قائم ہوگی اور وزارت عظمیٰ پارٹی کے نمائندہ کو ملے گی۔ میں نے اپنے روحانی رفقاء اور احباب سے معاملہ کی وضاحت کر دی اور بتایا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوگی اور وزیراعظم پیپلز پارٹی کا ہوگا (ان شاء اللہ)۔ بعد میں یہ خبر درست نکلی۔

موجودہ حکومت کے قیام اور انتخابات سے قبل مجھے دکھایا گیا کہ مسلم لیگ کو حکومت ملے گی۔ الحمد للہ، ایسے ہی ہوا۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت (2008ء تا 2013ء) کے دوران پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار مرزا نے حلفیہ بیان دے کر کئی وطن دشمن عناصر کی نشاندہی کی۔ ان دنوں میں اکثر دیکھتا تھا کہ ذوالفقار مرزا کی کوٹھی میں گھوم پھر رہا ہوں اور ان کی کوٹھی میں، ایک بڑے کمرے میں سیاسی رہنما گفت و شنید میں مصروف ہیں۔

14 اگست 2014ء کو تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے گزشتہ انتخابات میں ہونے والی مبینہ دھاندلی کے خلاف لاہور سے احتجاجی تحریک شروع کی اور احتجاجی جلوس لے کر اسلام آباد پہنچے۔ اس دوران پاکستان عوامی تحریک نے بھی نواز شریف کی حکومت کے خلاف اسلام آباد میں دھرنا دیا۔ اُن دنوں ملکی حالات نہایت مخدوش تھے۔ حکومت بے بس نظر آتی تھی۔ جب تحریک انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کی حکومت مخالف تحریک عین عروج پر تھی تو ان دنوں میں نے دیکھا کہ ایک نیم تاریک کمرے میں قریباً چھ سات وردی میں ملبوس افراد فتح کا جشن منا رہے ہیں..... اور نہایت خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ انہوں نے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کمرے کے ایک کونے میں ذرا بلندی پر کھڑا میں یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا مگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان دنوں ہر محب وطن پاکستانی پریشان نظر آتا تھا۔ میرے قریبی دوستوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا حکومت تبدیل ہوگی؟ میں نے کہا جہاں تک مجھے علم ہے روحانی دنیا میں ابھی اس حکومت کی تبدیلی کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس تحریک کے پیچھے کچھ وردی والے بھی نظر آتے ہیں۔ تاہم، تبدیلی تو نظر آتی ہے مگر حکومت تبدیل ہوتی نظر نہیں آتی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

میری اس پیش گوئی کے چند روز بعد 31 اگست 2014ء کو تحریک انصاف کے صدر مخدوم جاوید ہاشمی تحریک انصاف

سے الگ ہو گئے اور انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں بیان دیا کہ عمران خان فوج کے اشاروں پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ عمران خان اور فوج کے میڈیا ونگ نے مخدوم جاوید ہاشمی کے الزامات کو جھٹلادیا۔ تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے دھرنے کسی صورت ختم ہوتے نظر نہیں آتے تھے مگر وقت آنے پر سب معاملات ٹھیک ہو گئے۔ دھرنے ختم ہو گئے اور حکومت بحال رہی۔ معروف کالم نویس اور ٹی وی اینکر جاوید اقبال چوہدری کے 8 اپریل 2015ء کو شائع ہونے والے کالم میں حکومت کی مخالف ان تحریکوں کے سیاسی پس منظر، منطقی انجام اور پیش منظر کا خوبصورت تجزیہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”آپ آدھ گھنٹے کیلئے برآمدے میں بیٹھے، جوتے اتار کر ٹانگیں سیڈی کیجئے، اپنی پشت سیٹ کے ساتھ لگائے، ایک لمبی سانس لیجئے اور وقت کو آج 9 اپریل 2015ء سے ”ریو اسٹنڈ“ کرتے ہوئے واپس 10 اگست 2014ء تک لے جائیے اور نئے پاکستان اور پرانے پاکستان کا تجزیہ کیجئے۔ آپ تن من اور دھن سے دھرنے کو سپورٹ کرنے والے بزنس مینوں، سیاستدانوں اور میڈیا پرسنز کے خیالات نکالنے اور اس کے بعد ان چند اینکر پرسنز، کالم نگاروں، سیاستدانوں اور بزنس مینوں کی معروضات کا پوسٹ مارٹم کیجئے جو تو اتر سے یہ عرض کر رہے تھے یہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی، حکومت نہیں جائے گی، عمران خان اپنا کوئی وعدہ پورا نہیں کر سکیں گے اور اسٹیبلشمنٹ میاں نواز شریف کو فارغ نہیں کرنا چاہتی، یہ اس تحریک کے ذریعے حکومت کو صرف رگڑا لگائے گی۔ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے، میری آٹھ ماہ میں کون سی بات غلط ثابت ہوئی اور دھرنے کو سپورٹ کرنے والے جغادریوں کی کون سی پیشین گوئی سچ نکلی، آپ جواب دیجئے، کیا 14 اگست 2014ء کو عمران خان کے ساتھ دس لاکھ لوگ باہر نکلے، کیا قافلے کے ساتھ ایک لاکھ موٹر سائیکل تھیں، کیا لوگ پورے پاکستان سے اسلام آباد آئے، کیا سول نافرمانی کی کال کامیاب ہوئی، کیا عمران خان کے اعلان کے بعد عوام نے ٹیکس دینا بند کیا، کیا پورے ملک نے بجلی کے بل جلانے، کیا پی ٹی آئی کے تمام ارکان نے بجلی کے کنکشن کٹوائے، کیا لوگوں نے سرکاری بینکوں کا بائیکاٹ کیا، کیا لوگوں نے ہنڈی کے ذریعے پیسے بھجوائے، کیا ایمپائر کی انگلی اٹھی، کیا ایک بال سے دو کوئٹیں گریں، کیا میاں نواز شریف نے استعفیٰ دیا، کیا اسلام آباد میں ایس ایس پی اور آئی جی کا عہدہ مستقل خالی رہا، کیا خیبر پختونخواہ کی حکومت ختم ہوئی، کیا ”کے پی کے“ کی اسمبلی ٹوٹی، کیا وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے گورنر ہاؤس کا بائیکاٹ کیا، کیا یہ خود کو ”کامن انٹرسٹ“ سے باہر رکھ سکے، کیا جماعت اسلامی پاکستان مسلم لیگ ق اور ایم کیو ایم نے اسمبلیوں سے استعفیٰ دیئے، کیا بیورو کریسی نے حکومتی احکامات ماننے سے انکار کیا، کیا فوج پی ٹی آئی کے ساتھ کھڑی ہوئی، کیا اسمبلیاں ٹوٹیں، کیا دنیا بھر سے لوگ آئے اور آکر دھرنے میں شامل ہوئے، کیا دھرنے میں نواز شریف کے استعفیٰ تک قائم رہا، کیا مظاہرین پارلیمنٹ ہاؤس، وزیراعظم ہاؤس، ایوان صدر اور پی ٹی وی پر قبضہ برقرار رکھ سکے، کیا سپریم کورٹ نے حکومت کے خلاف سوموٹو نوٹس لیا اور کیا لوگوں نے اسمبلیوں کی عمارتوں کو گرایا، جلایا اور تباہ کیا اور کیا عمران خان اپنے ارکان کو قومی اسمبلی سے مستقل باہر رکھ پائے؟ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے، وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے سروں پر کفن باندھے، جنہوں نے انقلاب کے بغیر زندہ واپس نہ جانے کی قسم کھائی تھی، انقلابی لڑن کہاں ہیں، خندقیں کھودنے، قبریں بنانے، کفن سینے، ماتھوں پر شہادت لکھنے اور ریڈ زون میں اذانیں دینے والے مجاہدین کہاں ہیں، ڈنڈے اٹھانے، ڈنڈوں پر کیلیں لگانے اور پولیس اہلکاروں کی سرے عام تلاشی لینے والے کہاں ہیں، وہ ٹانگیں زور اور ٹانگیں زور کہاں ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا تھا ”میں انہیں زیادہ دیر تک نہیں روک سکوں گا“، ملک کے ظالمانہ بے ایمانہ اور ہیمانہ نظام کو زندہ دفن کرنے والے کہاں ہیں اور پارلیمنٹ کو



ناجائز، دھاندلی زدہ، کرپٹ اور بڑسٹیپ کہنے والے بھی کہاں ہیں آپ دل پر ہاتھ رکھئے اور جواب دیجئے 18 اگست کو قومی اسمبلی سے استعفیٰ کا اعلان ہوا 30 ارکان نے استعفیٰ دے دیا، تین ارکان گلزار خان، مسرت احمد زب اور ناصر خان خٹک نے مستعفی ہونے سے انکار کر دیا، یہ آخری وقت تک قومی اسمبلی میں ڈٹے رہے پارٹی انہیں غدار، بکاؤ اور مفاد پرست کہتی رہی لیکن 7 اپریل کو پی ٹی آئی کے تمام ”مستعفی“ ارکان قومی اسمبلی میں ان تین غیر مستعفی غدار ارکان کے ساتھ بیٹھ گئے، دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے کون سچا ثابت ہوا، یہ تین ارکان یا 30 ارکان، کیا یہ سچ نہیں آپ نے ساڑھے سات ماہ پارلیمنٹ کو ناجائز قرار دیا اور پانچ مارچ کو سینٹ کو صاف اور پاک قرار دے دیا، کیا یہ سچ نہیں چار سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کے ”نوئی فکیشن“ کے ساتھ ہی پوری تحریک ختم ہو گئی، کیا یہ سچ نہیں عوام کی لاشیں گرتی رہیں 14 لاہور میں مر گئے، تین پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے مارے گئے، حق نواز فیصل آباد میں مر گیا اور 7 ملتان میں لوگوں کے پیروں تلے چلے گئے لیکن انقلاب مذاکرات کرتا رہا، علامہ طاہر القادری اور ان کے جاٹا 68 دن کنٹینروں اور خیموں میں محصور رہے، یہ خندقوں میں گر کر مرتے رہے، یہ ”ھول“ مٹی بارش اور بچ ہوا میں سہتے رہے اور انقلاب کے کزن رات کو بنی گالہ تشریف لے جاتے اور اگلی شام نہادھو کر واپس آ جاتے! کیا عدالتوں کو جانبدار قرار نہیں دیا گیا، کیا ٹریبونلز کو سست اور حکومت کا حصہ نہیں کہا گیا اور پھر یہ لوگ انہی ٹریبونل میں پیش نہیں ہوئے؟ کیا افتخار محمد چودھری کو برا بھلا نہیں کہا گیا اور پھر عدالتوں میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا، کیا حنیف عباسی کو ایف ڈی رین عباسی نہیں کہا گیا اور جب حنیف عباسی نے ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا تو آپ عدالت ہی میں پیش نہیں ہوئے، کیا وہ جاوید ہاشمی جسے پارلیمنٹ ہاؤس پر حملے سے اختلاف پر پارٹی صدارت سے فارغ کر دیا گیا تھا، کیا آج ان کا موقف درست اور پارٹی کی رائے غلط ثابت نہیں ہوئی؟ کیا آج پارٹی کے وہ تمام نوجوان ایم این اے سچے ثابت نہیں ہوئے جو کورکمیٹی کے اجلاس میں سینئر قیادت کو غلط فیصلوں سے روکنے کی کوشش کرتے تھے، کیا شہر یار آفریدی، مراد سعید، علی محمد خان اور شوکت یوسفزئی ٹھیک اور باقی غلط ثابت نہیں ہوئے، کیا یہ درست نہیں پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہے، نا تجربہ کار مجاہدوں کا گروپ قیادت سے غلطیاں کر رہا ہے جبکہ مخدوم شاہ محمود قریشی، جہانگیر ترین، شفیقت محمود، اسحاق خاکی، اعظم سواتی اور غلام سرور خان جیسے تجربہ کار لوگ غلطیوں کی آگ بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کیا یہ درست نہیں آپ نے جس میڈیا گروپ کا سات ماہ بائیکاٹ کئے رکھا، آپ کے ورکر جس کے دفتر پر حملے کرتے رہے، آپ بالآخر اس سے بھی یوٹرن پر مجبور ہوئے، آپ نے جس پارلیمنٹ کو جعلی، کرپٹ اور جلا دینے کے قابل قرار دیا تھا آپ اس میں جانے بیٹھنے اور کارروائی کا حصہ بننے پر مجبور ہوئے، کیا یہ حقیقت نہیں آپ میڈیا کے جن لوگوں کو اپنا دوست قرار دیتے تھے وہ آج آپ کے خلاف سلطانی گواہ بن رہے ہیں، وہ آج سوشل میڈیا پر آپ کی وڈیوز جاری کر رہے ہیں، وہ آج آپ کی آڈیو ٹیپ میڈیا پر نشر کر رہے ہیں اور وہ میڈیا پرسنز، اینکر پرسنز اور کالم نگار جنہیں آپ آٹھ ماہ تک ماں بہن کی گالیاں دیتے رہے وہ آج آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، وہ آج بھی آپ کو سپورٹ کر رہے ہیں۔

تجربہ ہمیشہ علم اور عقل سے بڑا ہوتا ہے مجھے پہلے دن سے اس تحریک کی ناکامی کا یقین تھا، کیوں؟ صرف تجربہ میں نے 1992ء میں صحافت جوائن کی، میں نے ان 23 برسوں میں سات بڑے سیاسی بحران دیکھے، میرے سامنے 1992ء میں نواز شریف کی حکومت گئی، سپریم کورٹ سے نواز شریف کی حکومت پھر بحال ہوئی، میاں نواز شریف نے ”میں استعفیٰ نہیں دوں گا“ کا اعلان کیا اور پھر جنرل عبدالوحید کا کزن چھڑی کے اشارے سے نواز شریف اور غلام اسحاق خان دونوں کو فارغ کر دیا، میں نے بے نظیر کی دوسری حکومت کو بننے، فاروق احمد لغاری کو صدر بناتے

اور پھر فاروق بھائی کو فارغ بھائی پہننے دیکھا، میں نے میاں نواز شریف اور فاروق لغاری میں خفیہ سمجھوتہ بھی دیکھا، نواز شریف کی دوسری حکومت بننے دیکھی، جنرل مشرف اور نواز شریف کے اختلافات دیکھے، نواز شریف کی حکومت فارغ ہوتی دیکھی، میاں نواز شریف اور بے نظیر کی پارٹی ٹوٹنے دیکھی، جنرل مشرف کو صدر بننے دیکھا، جمہوریت کے صاحبزادوں کو اسمبلیوں میں جنرل مشرف کی وردی کے حق میں قراردادیں پاس کرتے دیکھا، جنرل مشرف کو افتخار محمد چودھری کے ہاتھوں خوار ہوتے دیکھا، سیاسی قائدین کو افتخار محمد چودھری کا جھنڈا اٹھاتے اور پھر یہ جھنڈا اگراتے دیکھا، میرے سامنے نواز شریف اور زرداری بھائی بھائی بنے اور پھر میاں شہباز شریف کو زرداری کو گوالمنڈی چوک پر الٹا لٹکانے کا اعلان کرتے بھی دیکھا اور پھر دونوں بھائیوں کو زرداری صاحب کی دعوت کرتے بھی دیکھا، میں نے ایم کیو ایم کے خلاف بھی تین آپریشن دیکھے اور پھر ان آپریشنز کے نتائج کو سیاسی بھٹی میں راکھ ہوتے بھی دیکھا، یہ میرے سیاسی تجربات تھے اور یہ تجربات چیخ چیخ کرتا رہے تھے عمران خان اور علامہ طاہر القادری استعمال ہو رہے ہیں، دھرنے کا مقصد پاکستان کو تبدیل کرنا نہیں بلکہ عمران خان سمیت ملک کی ساری سیاسی قیادت کو نیچے لگانا اور اس میڈیا کو تکمیل ڈالنا ہے جو کسی کے قابو نہیں آ رہا، آپ کو یقین نہ آئے تو آپ دھرنے سے پہلے کے پاکستان اور دھرنے کے بعد کے پاکستان کا تجزیہ کر لیجئے، آپ کو اصل بات سمجھ آ جائے گی، آپ یاد کیجئے عمران خان نے جولائی 2012ء میں ڈرون حملوں کے خلاف لانگ مارچ کا اعلان کیا، عمران خان کو یہ مارچ ”کال آف“ کرنے کا حکم دیا گیا، عمران خان نے انکار بھی کر دیا اور یہ 17 اکتوبر 2012ء کو وزیرستان بھی پہنچے لیکن دھرنے کے بعد 16 دسمبر کو نسبتاً ایک جونیر آفیسر نے فون کیا اور عمران خان نہ صرف پشاور گئے بلکہ یہ میاں نواز شریف کے ساتھ بھی بیٹھے دھرنے کے خاتمے کا اعلان بھی کیا اور یہ اے پی سی میں بھی شریک ہوئے، دھرنے سے قبل حکومت نے اعلان کیا تھا کوئی سرکاری ملازم کسی غیر ملکی مہمان سے براہ راست نہیں ملے گا لیکن دھرنے کے بعد ہمارے آرمی چیف امریکا اور برطانیہ کے دوروں پر گئے اور وہاں انہیں ہیڈ آف سٹیٹ کا پروٹوکول بھی ملا، یہ ہے وہ تبدیلی جو آئی نہیں بلکہ آچکی ہے یہ ہے وہ نیا پاکستان جس کا خواب دکھایا جاتا رہا، باقی سب پرانا ہے ویسا ہی پرانا جیسا 14 اگست 2014ء تک تھا۔“ (269)

عزیزان من! مذکورہ بالا تمام باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے انفرادی اور شخصی، خاندانی و گروہی، ملکی و ریاستی حالات کا ہمارے افکار، اعمال، کردار، باہمی معاملات اور اخلاق و روحانی حالت سے گہرا تعلق ہے۔ تبدیلی باہر سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہے۔ حالات و واقعات کا روحانی دنیا سے گہرا تعلق ہے۔ حکومتیں بھی روحانی دنیا میں بنتی اور مٹی ہیں۔ جیسی عوام ہو اس پر ویسے ہی حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ جس طرح دودھ سے مکھن اور گھی حاصل ہوتے ہیں۔ اعلیٰ کوالٹی کے دودھ سے اعلیٰ کوالٹی کا مکھن اور گھی حاصل ہوں گے۔ گھٹیا کوالٹی کے دودھ سے اعلیٰ کوالٹی کا مکھن اور گھی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح جیسی عوام ہو، ویسے ہی حکمران ہوں گے۔ اگر ہم صدق اور اخلاص سے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں گے تو منجانب اللہ ہم پر صادق اور امین حکمران مقرر کیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ملک میں رائج مغربی طرز کی جمہوریت، آمریت کی ہی ایک شکل ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، اسلامی ریاست میں دین اسلام کے حقیقی تقاضوں کے مطابق روحانی جمہوریت کا نفاذ چاہتے تھے۔ روحانی جمہوریت کے مطابق ضروری ہے کہ آزادانہ، منصفانہ انتخابات کے ذریعے دیندار، مخلص، اہل علم و فراست نمائندے منتخب کیے جائیں جو اسلامی

احکامات کے مطابق ملک و قوم اور عوام کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیں مگر ہمارے ملک میں رائج طریقہ انتخاب اور منتخب ہونے والے نمائندگان کسی بھی طرح روحانی جمہوریت کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ زیادہ تر نمائندے سرمایہ دار، زمیندار، کاروباری طبقات سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، خدمتِ خلق کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس ضمن میں نیشنل ایکشن پلان کے تحت فوج کی طرف سے کی گئی کوششیں نہایت قابلِ تعریف، قابلِ احترام اور نتیجہ خیز ہیں۔ عزیزانِ من! روحانی مشاہدات سے ایمان و ایقان میں اضافہ ہوتا ہے۔ مقتدرِ اعلیٰ صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ وہ جسے چاہے حکومت عطا فرمائے۔

۱۔ درحقیقت مالکِ ہر شے خدا است      ایں امانت چند روزہ پیش ماست ۱  
۲۔ سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے      حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزاری

(270)

اللہ تعالیٰ نے بے شمار جہاں پیدا فرمائے ہیں۔ وہ سب جہانوں کا خالق، مالک اور رب ہے۔ سب تعریفیں اس کے لیے ہیں۔ سورہ یونس کی آیت نمبر 31 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

..... وَمَنْ يُدْرِى الْآخِرَ ..... دنیا کے کاموں کا کون انتظام کرتا ہے۔ یونس [10:31]

”تدبر“ سے مراد ملکی نظام اور ”امر“ سے مراد تکنیکی احکام ہیں جن سے دنیا قائم ہے۔ حقیقی مدبر الامر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے اذن اور ارادے سے فرشتے، تکوینی اولیاء، بادشاہ اور حکام وغیرہ دنیا کا انتظام کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، مدبراتِ امر مقرر کئے گئے ہیں۔ عالم کے سارے انتظامات ان کے سپرد ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے، جان نکالنے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لانے، مثلاً بارش وغیرہ لانے، عذاب لانے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ شبِ برات میں ہر قسم کے احکامات ان کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ الدخان [44:4]

اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی طرح اولیاء اللہ سے بھی بطور مدبرات الامر کام لیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایسی بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ پر ہی غور کر لیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام مدبرِ امر، مقرر تھے اور تکوینی امور سرانجام دیتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس سے اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ الرحیق المختوم کے صفحہ نمبر 413 پر درج ہے:

”حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آپڑی جس سے کدال اچٹ جاتی تھی کچھ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا: ”اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں“۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا، اور فرمایا: ”اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں“۔ پھر

۱۔ درحقیقت ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ یہ امانت تو چند دنوں کے لیے ہمارے پاس ہے۔

تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: ”بسم اللہ“ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: ”اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے ضُعاء کے پھانک دیکھ رہا ہوں۔“ ابن اسحاق نے ایسی ہی روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔ ۲

مندرجہ بالا واقعہ سنن نسائی اور مسند احمد میں روایت ہوا ہے۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے سیرت النبیؐ کی کتاب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد سوم کے صفحہ 166 پر اس پیشین گوئی کا اندریں الفاظ ذکر کیا ہے:

بتیقن وابوعیم نے براء بن عاذبؓ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا۔ جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حال عرض کیا حضورؐ نے پتھر کو دیکھا، کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی۔ ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا، اس وقت حضورؐ نے فرمایا:

اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْفَارِسِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ قَضَرَ الْمَدَائِنِ الْكَبِيرِ - مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر پھر ٹوٹ گیا، پھر فرمایا:

اللَّهُ أَكْبَرُ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ (مجھے ملک شام کے خزانے یا کنجیاں عطا کی گئیں) بخرا میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھ لیا ہے، پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا اور فرمایا۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْيَمَنِ وَاللَّهُ اِنِّي لَأَكْبَرُ اَبْوَابُ صُنْعَاءَ مِنْ مَّكَانِي السَّاعَةِ - مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔“

یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کے عسا کر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لیے شہر کے گردا گرد خندق کھودی جارہی تھی۔ ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بہ حرف پورا فرمایا۔ (271)

غزوہ خندق 8 ذیقعدہ 5ھ (31 مارچ 627ء تا اپریل 627ء) کو ہوا تھا۔ اس میں تاریخ کے لحاظ سے مختلف روایات ہیں۔ تاہم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ بالا اور دیگر تمام پیشین گوئیاں آنے والے وقتوں میں پوری ہوئیں۔ چند ہی برسوں میں یمن، شام اور ایران فتح ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق یمن (630ء) میں، شام 640ء میں اور ایران 651ء میں فتح ہوئے۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب خدا اور مقصود کائنات ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کی نشاندہی اس طرح سے کی ہے، فرماتے ہیں

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر وہی قرآن، وہی فرقان، وہی یسین، وہی طہ (272)

اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری و باطنی خزانوں کی کلیدات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ

۱۔ سنن نسائی 56/2، مسند احمد، یہ الفاظ نسائی کے نہیں ہیں۔ اور نسائی میں عن رجل من الصحابہ ہے۔

۲۔ ابن ہشام 219/2

علیہ وآلہ وسلم سے یہ کلیدات اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ منشائے الہی اور رضائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ان کلیدات میں تصرف فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نائب ہر دور میں تکوینی و تکوینی امور سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ایسا آج بھی ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں مرشد کامل حضور قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری کی کتاب الہامات سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”.....محرم کے موقع پر جب کبھی میں نے دربار حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دی تو مجھے اکثر شرف بازیابی حاصل ہوا۔ ایک بار جب محرم کے موقع پر دربار پہنچا تو جمعۃ المبارک کی رات مجھے حضور رحمۃ اللہ علیہ نے شرف بازیابی بخشا۔ میں نے قدم بوسی کی اور حضور رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی اور بڑی شفقت کے ساتھ مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ لاکھوں افراد کا نجوم آپ کے گرد جمع ہے اور آپ ان لوگوں کو دم کر رہے ہیں، تعویذ دے رہے ہیں اور بیماروں کو ہاتھ سے مس کر رہے ہیں اور آپ کے دم، تعویذ اور مس کرنے سے مرگی، آسیب، جنون، تپ دق اور قلبی عوارض کے مریض شفا یاب ہو رہے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ان لاکھوں افراد سے حضور کس طرح نہیں گے، لیکن آن کی آن میں تمام کام نیٹ جاتا ہے۔ جب تمام لوگ چلے جاتے ہیں تو حضور میری طرف متوجہ ہو کر یوں فرماتے ہیں: ”عبد الحمید! میں اپنی شفا بخشی کی یہ عظیم قوت و طاقت تمہارے سپرد کرتا ہوں اور یہ ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ڈالتا ہوں۔ تمہارا دم میرا دم، تمہارا تعویذ میرا تعویذ اور تمہارا لمس میرا لمس ہوگا۔ تمہارے دم، تعویذ اور لمس سے لوگ اسی طرح شفا یاب اور صحت مند ہوں گے، جس طرح تم نے ابھی ابھی خود میرے دم کے اثر سے مشاہدہ کیا اور دیکھا۔ میں تمہیں اجازت اور حکم دیتا ہوں کہ تم میرے فیض کے اس خصوصی سلسلے کو شروع کر دو اور تاحیات جاری رکھو۔“

میری آنکھ کھلی تو میری خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی اس کے بعد میں نے حضور کی خصوصی اجازت اور واضح حکم سے یہ کام شروع کیا تو میں حیران رہ گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے دم، تعویذ اور لمس سے تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں ایسے مریض شفا یاب ہو گئے جو دنیا جہان کے علاج کروا کر مایوس ہو گئے تھے۔ بحمد اللہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ کئی بار میں نے حضور کو آپ کی اولاد کی شکل میں دیکھا ہے اور اکثر آپ کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں مشاہدہ کیا ہے، میں جب روحانی طور پر محل شریف میں داخل ہوتا تو مجھے مزار مقدس میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز نظر آتے اور وہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔ اصلی صورت میں حضور کا دیدار شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، آپ عموماً اپنی مثالی صورتوں میں نظر آتے ہیں۔

”.....حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عظیم الشان اور لازوال مہربانی مجھ پر یہ ہوئی کہ جب میں اگلے محرم کے موقع پر دربار شریف حاضر ہوا تو مجھے حضور کی زیارت پھر نصیب ہوئی، میں نے دیکھا کہ حضور ایک عالی شان مسند پر اپنے محل کے اندر تشریف فرما ہیں۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ میں قدم بوسی کر کے قریب کھڑا ہو گیا۔ حضور نے اپنے ایک نورانی شکل والے درویش خادم سے فرمایا کہ ہمارے باطنی و روحانی خزانوں کی کنجیاں لے آؤ۔ درویش کنجیاں لے آیا تو حضور نے اپنے دست مبارک سے وہ تمام کنجیاں مجھے عطا کر دیں، جنہیں میں نے بڑی حفاظت کے ساتھ سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا، اس سے مجھے بے پناہ خوشی اور مسرت ہوئی اور بے حد اطمینان و سکون حاصل ہوا۔ پھر جب میں دوسرے سال دربار شریف حاضر ہوا تو میں نے روحانی طور پر دیکھا کہ میرے لیے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے تمام روحانی اور باطنی خزانے کھول دیئے گئے ہیں، اور انہیں باقاعدہ طور پر میری تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ میں نے ایک ایک کر کے تمام خزانوں کو دیکھا، سب کے سب خزانے مجھے زرو جوہر اور بیش قیمت مال

ومتناع سے بھرے نظر آئے۔ میں انہیں دیکھ کر فرط مسرت سے بے خود سا ہو گیا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر بجالایا کہ حضور نے مجھے ان عظیم نعمتوں سے نوازا اور لازوال دولت سے سرفراز فرمایا۔ اسی دوران مجھے ندا آئی کہ تم ان خزانوں کو اپنی مرضی سے تقسیم کر سکتے ہو اور مستحق و باصلاحیت ارادت مندوں کو حسب ظرف اور حسب ضرورت عطاء کر سکتے ہو۔“ (273)

بندۂ عاجز کو جو بھی مشاہدات ہوئے، فیض ہوا اُس میں اس کا کوئی کمال نہیں۔ یہ محض مرشدِ کامل کی نظر عنایت ہے۔ جس طرح نسبِ اولاد کو والدین سے توارث میں جسمانی و ذہنی خصوصیات و دیعت ہوتی ہیں اور مال و دولت حاصل ہوتا ہے اس طرح روحانی اولاد کو بھی اپنے روحانی باپ، مربی اور اجداد سے فیض ہوتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ کی کتب کے مطالعہ سے قبل بندۂ عاجز کو بیان کردہ مشاہدات ہو چکے تھے۔ بعد میں اپنے مرشدِ کریم کی کتاب میں اس طرح کے مشاہدات کے بارے میں پڑھا تو حیرت بھی ہوئی اور روحانی توارث اور فیض کے مسلمہ اصول پر یقین میں بھی اضافہ ہوا۔ بندۂ عاجز کے تمام مشاہدات معروضی ہیں اور اسے اپنے مرشد کے نقشِ قدم پر حاصل ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مرشدِ کامل حضرت قبلہ عبدالحمید سروری قادری کا ایک روحانی مشاہدہ ملاحظہ فرمائیں، اپنے فرماتے ہیں:

”..... حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں نے مشق و جود یہ اور تصور اسم اللہ ذات کی باقاعدہ اور خصوصی مشق شروع کر دی، اس سے مجھے بے اندازہ روحانی فیض حاصل ہوا، مجھے باطن میں روحانی متصرفین سے ملاقات کا شرف حاصل ہونے لگا۔ وقت کے غوث، قطب، ابدال اور اتاد مجھ سے باطن میں ملنے لگے۔ میں اکثر متصرفین کو صاحب اقتدار سربراہان مملکت کی شکل میں دیکھا کرتا تھا، مشرق میں تصرف رکھنے والے روحانی متصرفین مشرقی ممالک کے بادشاہوں، شہزادوں، شہنشاہوں اور سربراہوں کی صورت میں نظر آتے، جبکہ مغرب میں رہنے والے متصرفین کو میں نے عموماً مغربی ممالک کے بادشاہوں اور رہنماؤں کے روپ میں دیکھا اور ان کے ساتھ نشست و برخاست کی، راہ و رسم پیدا کی، بات چیت کی، مذاکرات کئے اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کر دعوتیں کھائیں، ان کے باطنی عالی شان محل، عظیم الشان قصر اور پر جلال و باوقار دیوان اور کچھریاں ملاحظہ کیں اور ان سے تحائف وصول کئے۔“ (274)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ روحانی و باطنی خزانوں کے مالک اور وارث ہوتے ہیں۔ وہ جسے چاہتے ہیں ان خزانوں کی کلیدات عطا فرما دیتے ہیں۔ بندۂ عاجز کو بھی اپنے مرشدِ کامل سے یہ روحانی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس کے مشاہدات کی قرآن و حدیث سے اور حقیقت میں ان کے ظہور سے تصدیق ہوئی ہے اور ان شاء اللہ یہ درست ثابت ہوتے رہیں گے کیونکہ یہ سب معاملات منجانب اللہ ہیں اور فطرت کے اصول و قوانین ابدی اور اٹل ہوتے ہیں۔ حکومتوں کی تبدیلی اور تصرفات روحانی کے ضمن میں تقویٰ ایمان کے لیے مزید ایک مثال پیش خدمت ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسرارِ خودی میں بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو کسی ضرورت کے تحت بازار بھیجا۔ بازار سے حاکم وقت (کوٹوال) کی سواری گزر رہی تھی۔ چوہدری نے راستے سے پرے ہٹنے کو کہا۔ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید حالتِ استغراق میں تھا۔ اس نے یہ آواز نہ سنی اور راستے سے پرے نہ ہٹا۔ چوہدری نے اسے زد و کوب کیا اور زخمی کر دیا۔ آپ کے مرید نے واپس آ کر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ماجرا سنایا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے۔ انہوں نے شہنشاہِ آفتاب کو حکمنامہ لکھوایا، جس میں درج تھا،

بازگیرِ ایں عالمے بد گوہرے ورنہ بخشم ملک تو بادگیرے (275)



اس بد خصلت حاکم سے باز پرس کرو، ورنہ میں تمہارا ملک کسی دوسرے کو بخش دوں گا۔

یہ حکمنامہ بادشاہ کو ملا تو کانپ اٹھا۔ اس نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص، حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس معافی کی درخواست دے کر بھیجا۔ وہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے معافی کی درخواست پیش کی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست اور سفارش پر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو معاف فرما دیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد ان الفاظ میں مرید فقیر کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

با سلاطین درفتد مرد فقیر از شکوہ بویا لرزد سریر  
فقیر سلطانوں کے مقابلے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بویے کی عظمت اور بدبہ سے تو تخت کانپ جاتا ہے۔  
قلب او را قوت از جذب و سلوک پیش سلطان نعرہ او لا ملوک  
اس کا دل جذب و سلوک سے قوت پاتا ہے۔ وہ سلطان کے سامنے لا ملوک (کوئی بادشاہ نہیں) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔  
برنیتند ملتے اندر نبرد تادر و باقیست یک درویش مرد (276)  
کوئی بھی ایسی قوم لڑائی میں کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی جب تک اس میں ایک مرد درویش موجود ہو۔

اس طرح کے اور بہت سے واقعات مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان میں، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے فتح نصیب ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالمی معرکے قوت فقر کے ظہور کی ہی خوبصورت مثالیں ہیں۔ افسوس! اب مسلمانوں میں امیر، وزیر، کبیر، ڈاکٹر، وکیل، انجینئر بننے کا شوق تو عام پایا جاتا ہے مگر لوگوں کے دلوں میں فقیر بننے کی تمنا نہیں پائی جاتی۔ خود بندہ عاجز کو بھی میدان فقر میں کوئی حیثیت یا مقام حاصل نہیں ہے۔  
من نہ ملّا، نے فقیر نہ ملّا، نے مرا از فقر و درویشی خبر (277)  
میں نہ ملا ہوں، نہ کوئی نکتہ داں فقیر اور نہ ہی مجھے فقر اور درویشی ہی کی کچھ خبر ہے۔

عزیزان من! میں فقیر نہیں ہوں، میں کامل نہیں ہوں، میں عالم باعمل نہیں ہوں، بلکہ دنیا مردار کی حرص میں خوار ہوں۔ میرا زبان سے کلمہ پڑھنا کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اقرار ہے تصدیق نہیں ہے۔ اگر تصدیق قلبی ہوتی تو بیشک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کے ارشاد کو بجالاتا۔ ترک دنیا ہر عبادت کی جڑ ہے۔ اور اس مردار کی محبت ہر ایک گناہ میں آلودہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زبان کا اقرار اور دل کی تصدیق چاہتا ہے۔ (278)

بندہ عاجز نے یہ چند کلمات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار احسانات کے شکر کے طور پر تحریر کرنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ ان نعمتوں کا شمار اور اظہار قطعی ناممکن ہے۔ بندہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس کی وجہ سے نجات و بخشش کی امید رکھتا ہے جس کے مطابق اہل حق کی محبت نجات کا باعث ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا أَعَدَدْتَ

لَهَا؟ قَالَ: لَا شَيْءَ (وفی روایۃ احمد: قَالَ: مَا أَعَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ عَمَلٍ لَا صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ) إِلَّا  
أَتَى أَحَبَّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ ﷺ. فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أَحَبُّ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبْكَرُ  
وَعَمْرُو أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّ إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ (یا رسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کوئی تیاری نہیں۔ (امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا: میں نے تو اس کے لیے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ بہت سی نمازیں اور نہ بہت سے روزے) سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں (یعنی تمام صحابہ کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمانِ اقدس سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انسؓ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہذا اُمید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی رہوں گا اگرچہ میرے اعمال تو ان کے اعمال جیسے نہیں۔“

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عَرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا أَعَدْتُ لَهَا؟ قَالَ: حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

”حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: (یا رسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت (یہی میرا سرمایہ حیات ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔“  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ خَارِجَانِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِينَا رَجُلًا عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا أَعَدْتُ لَهَا؟ فَكَانَ الرَّجُلُ اسْتَكْبَانًا ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَعَدْتُ لَهَا كَبِيرٌ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أَحَبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور میں ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے لیے (فرائض سے) زیادہ روزہ، نماز اور صدقہ وغیرہ (اعمال) تو تیار نہیں کئے لیکن (اتنا ہے کہ) میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔“

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ قَالَ:

أَنْتِ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ. قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُو ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ أَبُو ذَرٍّ وَأَحْمَدُ وَالبُزَّارُ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

”حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: اے ابو ذر! تو یقیناً ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے اپنا سوال دہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے دہرا کر بیان فرمایا: “عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي وَإِنِّي لَا كُونَ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى آتِيكَ فَانْظُرْ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْحِجَّةَ رُفِعَتْ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَإِنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْحِجَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَكَ، فَلَمْ يَزِدْ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذِهِ الْآيَةِ: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ... [النساء] فَدَعَا بِهِ فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ.

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے اہل و عیال اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو بھی آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤ۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا: یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت مبارکہ کو لے کر اترے: ”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے۔“ پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔“ (279)

عزیزانِ من! صوفیہ کرام اور اولیاء عظام مندرجہ بالا احادیث میں بیان کردہ مسلک عشق و محبت اور نسبت و عقیدت کے راہی ہیں۔ زندگی کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و عقیدت اور قرب و رضا کا رشتہ قائم کرنا اور اسے مضبوط تر بنانا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اس راہ میں بھرپور کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسیع رحمت سے اُمیدوار رہے۔

ۛ یا رب تو کریمی یا رسولؐ تو کریم صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم  
ۛ عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما ایں را نہایتیست نہ آں را نہایتی (گرامی)  
جب بیچ کا زمین سے صحیح رشتہ اور تعلق قائم ہو جاتا ہے تو اس کی نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔ بیچ ننھے سے پودے اور

پھر تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس پر پتے، پھل، پھول نکل آتے ہیں۔ اس میں مزید بیج بھی پیدا ہو جاتے ہیں جس سے اس کا سلسلہ حیات جاری رہتا ہے۔

بیج کی طرح، جب انسان کا کسی مردِ کامل سے روحانی رابطہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے تو اس کی خودی نمود پاتی ہے۔ مردِ کامل کے توسل سے انسان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رابطہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس روحانی نسبت، رابطہ و تعلق کی ذکر و فکر سے اور اخلاقی حسنہ سے نمود ہوتی ہے۔ کلمہ طیبہ، درود شریف اور تلاوتِ کلام پاک سے نسبتِ توحید اور نسبتِ رسالت کی نشوونما ہوتی ہے۔

نسبت و تعلق مضبوط ہونے سے ذاتِ باری تعالیٰ، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے عظام سے عشق و محبت اور ایمان و ایقان کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سفر کی انتہا کوئی نہیں ہے کیونکہ مطلوب و مقصودِ حقیقی اور محبوب و معبودِ حقیقی کی انتہا کوئی نہیں ہے۔ یہ روحانی سفر ابلا بابتک جاری رہے گا۔ اس روحانی سفر کے ضمن میں بندہ عاجز کے کچھ مزید مشاہدات اور ان کے حاصلات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ایمان افروز واقعہ: 3 فروری 1989ء کو بندہ عاجز نے سٹریٹ نمبر 19 طارق آباد، فیصل آباد پر ایک گھر میں چشتیہ ایجوکیشنل سنٹر کے نام سے اکیڈمی شروع کی۔ وہاں بی اے کی کلاس تک تعلیم دینا شروع کی۔ ان دنوں کی بات ہے عمران بھٹی نامی ایک سٹوڈنٹ ایف ایس سی کی تعلیم کے لیے داخل ہوا۔ نماز کی ادائیگی کا وقت ہوا تو وہ میرے کہنے پر میرے ساتھ مسجد تو چلا گیا مگر دین اسلام، جنت، جہنم و دیگر عقائد کے بارے میں عجیب سی باتیں کرنے لگا۔ کہنے لگا، سرجی! یہ سب کچھ ڈراوا، دکھاوا اور جھکاوا ہے۔ میں نے کہا، بھٹی، تمہارا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگا، جہنم کا ڈراوا ہے، جنت کا دکھاوا ہے۔ میں نے پوچھا جھکاوا سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگا نہ جنت ہے، نہ جہنم، یہ سب جھکاوا یعنی چکر ہے۔ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق اس کی کیفیت اس کی طرح کی تھی:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الدُّمَىٰ يُنْعَقُ بِهَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمُّوا بَلَّغُوا عَنِّي  
فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۷۱﴾ البقرہ [2:171]

اور ان کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے) کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی ایسے (جانور) کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یہ لوگ بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو انہیں کوئی سمجھ نہیں ۝

میں نے اسے قرآن و حدیث سے کئی دلائل دیئے مگر وہ کسی طرح قائل نہ ہوا۔ تقریباً چار سال بعد 1993ء میں عمران بھٹی پریشانی کی حالت میں میرے پاس آیا۔ اس نے اپنا مسئلہ بیان کیا اور مشورہ طلب کیا۔ میں نے پوچھا، سناؤ بھٹی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا اب بھی تمہاری وہی کیفیت ہے؟ کہنے لگا سرجی! میرے خیال میں قرآن حکیم آسمانی کتاب نہیں ہے۔ میں کسی دین کا قائل نہیں۔ میں جب اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا تو اس کے رسولوں اور آسمانی کتابوں کو کیسے مان سکتا ہوں۔ دین اسلام ترک کر کے میں گرجے بھی گیا تھا۔ عیسائی ہو گیا تھا مگر دل کو سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ میں تمام علماء، مولویوں اور پیروں فقیروں سے بیزار ہوں۔ میرے واقف مجھے دیکھ لیں تو لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہیں۔ مولوی غلام فرید صاحب مجھے دیکھ کر راستہ بدل

لیتے ہیں۔ میرے والد صاحب کے پیرومرشد نے بھی مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر مجھے قائل نہیں کر سکے۔ اخیر انہوں نے کہا، تمہیں جو راہ ہدایت پر لے آئے گا اسے ہم بھی پیر مان لیں گے۔ میں نے کہا، بھئی تم جانتے ہو کہ میں کوئی عالم نہیں، مولوی نہیں اور نہ ہی مجھے مرشد ہونے کا دعویٰ ہے۔ تاہم، میں علمائے ربانین، صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا عقیدت مند ہوں۔ بہر حال صوفیائے کرام کسی سے نفرت نہیں کرتے۔ میں صوفیائے کرام کو ماننے والا ہوں، اس لیے تمہارے لیے ہدایت کا طلب گار ہوں۔ میں کوئی مولوی تو ہوں نہیں کہ تمہیں دھتکار دوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم ضرور ہدایت پاؤ گے۔ تم نے جو مسئلہ بیان کیا ہے اس پر غور کروں گا۔ کل رابطہ کرنا۔ اس کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ کسی لڑکے سے محبت کرتا تھا۔ اس لڑکے سے اس کی بول چال بند ہو چکی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ ان کی بول چال شروع ہو جائے۔ وہ لڑکا خود اُسے بلائے اور دوبارہ دوستی کا ہاتھ آگے بڑھائے۔ اگلے روز بھئی آیا تو میں نے کہا، بھئی! تمہارے مسئلہ کا حل مجھے سمجھ آ گیا ہے۔ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تمہیں میرا کہا ماننا ہوگا۔ اس نے کہا، سر! آپ جو کچھ بھی کہیں گے، میں کروں گا۔ بس میرا مسئلہ حل کر دیں۔ میں نے کہا، بھئی! تم اللہ تعالیٰ کو تو ماننے نہیں مگر اس مسئلہ کے حل کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہوگا۔ تمہارا مسئلہ یقیناً حل ہو جائے گا۔ کہنے لگا، ٹھیک ہے، میں اللہ تعالیٰ کا نام لوں گا۔ میں نے کہا، بھئی! ہر وقت با وضو رہنے کی کوشش کرو اور سانس کے ساتھ اللہ ہو پڑھو۔ جب سانس لو تو سانس کے ساتھ پڑھو ”اللہ“ اور جب سانس خارج کرو تو پڑھو ”ھو“۔ تمہیں جاگتے، سوتے جو بھی تبدیلی محسوس ہو یا نظر آئے مجھے آگاہ کرتے رہنا۔ جو خواب آئے مجھے بتادینا۔ صرف چند دن ایسا کرو، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہ روزانہ آتا اور مجھے رپورٹ دے جاتا۔ میں اس کی حوصلہ افزائی کرتا، کامیابی کی امید دلاتا اور دل ہی دل میں دعا کرتا کہ یا اللہ اسے ہدایت عطا فرمادیں۔ ہدایت دینا یا نہ دینا آپ کا کام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَهْدِهِ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمٍ يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ۖ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ الانعام [6:125]

پس اللہ جس کسی کو (فضلاً) ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ فرمادیتا ہے اور جس کسی کو (عدلاً) اس کی اپنی خرید کردہ) گمراہی پر ہی رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ (ایسی) شدید گھٹن کے ساتھ تنگ کر دیتا ہے گویا وہ بمشکل آسمان (یعنی بلندی) پر چڑھ رہا ہو اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب (ذلت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ○

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُضِلِّمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٢٦﴾ سورة الاعراف [7:178]

جسے اللہ ہدایت فرماتا ہے پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ ٹھہراتا ہے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○

.....مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُضِلِّمْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٢٧﴾ سورة الكهف [18:17]

..... جسے اللہ ہدایت فرمادے سو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرادے تو آپ اس کے لیے کوئی ولی مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مددگار) نہیں پائیں گے ○

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَبَالَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ الزمر [39:37]

اور جسے اللہ ہدایت سے نواز دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ بڑا غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے ○

۱۔ سنن نسائی 56/2، مسند احمد، یہ الفاظ نسائی کے نہیں ہیں۔ اور نسائی میں عن رجل من الصحابة ہے۔



مجھے مرشدِ کامل سے ہدایت تھی کہ جو بھی آئے صوفیہ کے طریقے کے مطابق اس کی خاطر تواضع کریں اور تعلیم دیں۔ اس کے قلب پر توجہ کریں۔ اس کی نگاہ میں نگاہِ ڈال کر توجہ کرو۔ نگاہ کا اثر ہوتے ہی وہ قائل بھی ہوگا اور اس کے نفسیاتی، ذہنی اور روحانی مسائل بھی حل ہوں گے۔ میں ان ہدایات کے مطابق بھرپور کوشش کرتا تھا کہ ہر ایک کی خدمت کروں۔ تخلیہ میں ان سب کے لیے دعا بھی کرتا تھا۔ مجھے حالتِ بیداری میں، مراقبہ میں یا خوب میں ضروری ہدایات مل جاتی تھیں۔ میں ان ہدایات پر عمل کرتا تھا۔ لوگوں کے موجودہ مسائل اور ان کے حل سے بھی آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ رشد و ہدایت کا یہ روحانی نیٹ ورک ذاتِ باری تعالیٰ کا ہی قائم کردہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرشدِ حقیقی اور اس نیٹ ورک کے انچارج ہیں۔ اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ تصرف اور زیرِ نگرانی تمام روحانی معاملات سر انجام دیتے ہیں۔ میرا یہ کتاب لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ذاتی مشاہدات و تجربات بیان کرنے کے ساتھ آپ لوگوں کو بھی دعوت دوں کہ اس راہ پر چل کر دیکھیں، سچائی اپنا ثبوت آپ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر انسان کے ساتھ روحانی تعلق ہے جو کوئی اس تعلق کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت کو سمجھ کر، اس راہ پر چل پڑے اس کا یہ روحانی تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح یہ روحانی تعلق، خاص روحانی تعلق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان رب تعالیٰ کو اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب پاتا ہے۔ اتنا قریب کہ اس کے لیے لفظ قریب بھی استعمال نہیں ہو سکتا۔

عمران بھٹی میرے پاس روزانہ آتا رہا۔ چند روز بعد اس نے کہا، سر! اب وہ لڑکا میری طرف مائل ہو رہا ہے۔ آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اندھیرے میں سیڑھیاں چڑھ رہا ہوں۔ جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی ہیں وہاں ایک بند دروازہ ہے۔ میں وہاں کھڑا ہوں۔ میں نے کہا، بھٹی! وہ دروازہ کھل گیا تو تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ خواب میں سیڑھیاں چڑھنا، اس کی روحانی اصلاح کی نشاندہی کر رہا تھا۔ وہ بند دروازہ، دراصل ہدایت کا دروازہ تھا۔ اس کے لیے ہدایت کا دروازہ بند تھا۔ بندہ عاجز دعا گو تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کا دروازہ کھول دے۔

ایک دن بھٹی آیا تو اس سے بحث شروع ہو گئی۔ بھٹی غصے میں آ گیا۔ کہنے لگا، سر جی! آپ بھی مولویوں کی طرح کبھی جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ میں نے کہا، بھٹی! قرآن حکیم میں اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین، متقین کو جنت کی بشارت دی ہے اور کفار کے لیے فرمایا ہے کہ یہی ہیں وہ جہنمی جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بھٹی نے کہا، کہاں لکھا ہے، قرآن حکیم میں مجھے دکھائیں۔ میں الحمد للہ با وضو تھا، فوراً الماری میں رکھا ہوا با ترجمہ قرآن حکیم اٹھایا۔ میں نے کہا، بھٹی! دیکھو! میری صداقت کی گواہی ابھی تمہیں قرآن حکیم سے مل جائے گی۔ میں نے قرآن حکیم کو ادب سے چومنا، آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں دعا مانگی کہ یا اللہ ہدایت دینا نہ دینا آپ کا کام ہے۔ اسے ہدایت عطا فرمائیں۔ اسکے بعد میں نے اندازے سے قرآن حکیم قریباً درمیان سے کھولا اور اس کے دائیں صفحہ پر لکھی ہوئی آیات اور ان کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ خود میں، بھٹی اور وہاں موجود دیگر سٹوڈنٹس حیران رہ گئے۔ بھٹی کہنے لگا، سر جی! یہ تو بالکل وہی باتیں ہیں جو کہ آپ ابھی کر رہے تھے۔ میں نے کہا، بھٹی! یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میری صداقت کی گواہی تمہیں قرآن حکیم سے مل جائے گی۔ بھٹی کہنے لگا۔ ایسا اتفاقاً ہوا ہے۔ آپ دوبارہ قرآن حکیم کھولیں۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے قرآن حکیم کھولا تو وہی صفحہ نمبر، وہی آیات دوبارہ نکل آئیں۔ میں



نے کہا، سناؤ بھٹی! کیا یہ دوبارہ بھی اتفاقاً ہی زیر بحث موضوع کے عین مطابق قرآنی آیات نکل آئی ہیں۔ صفحہ نمبر اور آیات نمبر میں کوئی فرق نہیں۔ بھٹی حیران بھی تھا اور پریشان بھی۔ کہنے لگا، سب کچھ میری نظروں کے سامنے ہو رہا ہے۔ آپ نے دوبارہ انکھیں بند کر کے قرآن حکیم کھولا ہے۔ ہر بار زیر بحث موضوع کے عین مطابق آیات نکل آئی ہیں۔ جو آیات پہلے نکلی تھیں وہی دوبارہ نکلیں۔ صفحہ نمبر اور آیات نمبر میں کوئی فرق نہیں۔ ایک بار اور قرآن حکیم کھولیں۔ میں نے کہا بھٹی! یہ کوئی مذاق ہے؟ اس نے منت سماجت کی تو میں نے تیسری بار پھر قرآن حکیم کھولا۔ تیسری بار بھی وہی آیات تھیں جو پہلے دوبارہ نکل چکی تھیں۔ مجھے اس روحانی مشاہدہ اور تائید الہی پر بہت زیادہ روحانی مسرت ملی۔ حاضر مجلس تمام سٹوڈنٹس حیران تھے۔ بھٹی حیران بھی تھا اور پریشان بھی۔ اس وقت اس کی حالت کچھ یوں تھی:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهَدَىٰ ۖ فَمَا رَبَحَتِ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ مَثَلُ الْإِذْيِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ ۖ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيْبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيٓ أَذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ النَّبُوتِ ۗ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾ بَيَّكَادُ الْبَرْقِ يُخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ ۗ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۗ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ البقرہ [2:16-20]

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی لیکن ان کی تجارت فائدہ مند نہ ہوئی اور وہ (فائدہ مند اور نفع بخش سودے کی) راہ جانتے ہی نہ تھے۔ ان کی مثال ایسے شخص کی مانند ہے جس نے (تاریک ماحول میں) آگ جلائی اور جب اس نے گرد و نواح کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا اب وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ یہ بہرے، گونگے (اور) اندھے ہیں پس وہ (راہ راست کی طرف) نہیں لوٹیں گے۔ یا ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہے جس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک (بھی) ہے تو وہ کڑک کے باعث موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ یوں لگتا ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لے جائے گی، جب بھی ان کے لیے (ماحول میں) کچھ چمک ہوتی ہے تو اس میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل سلب کر لیتا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بھٹی کہنے لگا، سرجی یوں لگتا ہے کہ یہ قرآنی آیت جیسے آج، اس وقت کے لیے اور اس موقع کے لیے، میری خاطر ہی نازل ہوئی تھیں۔ میں نے کہا، بھٹی! قرآن حکیم کا پیغام آفاقی ہے۔ یہ قیامت تک، ہر انسان کے لیے ہے۔ یہ ہر موقع اور ہر وقت کے لیے ہے۔ جو انسان جب چاہے استفادہ کر لے۔ نماز، عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ میرے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ میں نے کہا بھٹی جاؤ، اب صبح بات ہوگی۔ مجھے ابھی نماز بھی ادا کرنی ہے اور وظائف بھی پڑھنے ہیں۔ میں گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا نیا آفس گھر سے ملحق تھا۔ یہ آفس سٹریٹ نمبر 17 طارق آباد، فیصل آباد میں واقع ہے۔ میں اس عمارت میں 12 اکتوبر 1991ء کو منتقل ہوا تھا۔ اس کے ایک حصہ میں چشتیہ کالج اور اکیڈمی کھول لی اور دوسرے حصہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ بھٹی کہنے لگا، سرجی بارے میں دیکھیں، قرآن حکیم میں سے کون سی آیت نکلتی ہے۔ میں ڈر گیا۔ میرا رنگ

نق ہو گیا۔ میں نے کہا، بھٹی جانے دو۔ اس وقت ڈائریکٹ رابطہ کی صورت ہے۔ اگر میرے بارے میں کوئی وعید نکل آئی تو میں تو جیتے جی مرجاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آس پر جی رہا ہوں۔ اس نے اصرار کیا تو میں نے آنکھیں بند کر کے، قرآن حکیم کھلا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، اس وقت یہ آیت مبارکہ نکلی:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝۲۵

پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجیے ۝

یہ آیت مقدسہ بھی عین اس وقت موجود صورتحال کے عین مطابق تھی۔ بھٹی کہنے لگا، سر! تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کہہ رہے تھے کہ تم جاؤں میں نے نماز ادا کرنی ہے اور وظائف پڑھنے ہیں۔ یہ آیت مقدسہ بھی گویا اسی موقع کے لیے نازل ہوئی ہے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بھٹی سے کہا، اب جاؤ، صبح بات ہوگی۔ رات کو نماز و وظائف کے بعد میں سونے لگا تو اچانک بے خودی سی طاری ہو گئی۔ ایک سفید پوش بزرگ تشریف لے آئے۔ دن بھر جو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے آئے تھے، میں نے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے ہر ایک کے مسئلہ کا حل بتایا۔ ان کے پاس فائلیں تھیں۔ وہ ہر ایک فائل میں کچھ نہ کچھ درج کر رہے تھے۔ میں نے عمران بھٹی کا ذکر کیا تو انہوں نے ایک فائل کھولی۔ انہوں نے فرمایا، ان شاء اللہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ یہ فرمانے کے بعد انہوں نے فائل پر مہر لگائی اور تشریف لے گئے۔

اگلے دن صبح، میں نے آفس کھولتے ہی اپنے ایک قریبی سٹوڈنٹ سے کہا کہ آج عمران بھٹی صبح ہی آئے گا۔ اس کے بیٹھنے کے لیے میرے پاس اسٹول رکھ دیں۔ عمران بھٹی عموماً شام کو ملنے آتا تھا۔ اس دن وہ صبح ہی آ گیا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ کہنے لگا، سر! مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ مجھے چکر آتے رہے۔ یوں محسوس ہوتا رہا جیسے میرے اندر کا مندر مسما رہور ہا ہے اور اس میں رکھے ہوئے بُت ٹوٹ رہے ہیں۔ میں آج فیصلہ کر کے آیا ہوں۔ آپ دوبارہ قرآن حکیم کھولیں۔ کل میرے بارے میں جو آیات تین بار نکلی تھیں، اگر وہ آج پھر نکل آئیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا، بھٹی اگر تمہاری شرط کے مطابق وہی آیات دوبارہ نکل آئیں اور تم مسلمان نہ ہوئے تو میں تمہیں آفس سے باہر نہیں جانے دوں گا تمہیں مار ڈالوں گا۔ وہ کہنے لگا، مجھے منظور ہے۔ میں نے آفس میں موجود سٹوڈنٹس کو بلا لیا۔ انہوں نے بھٹی کے اور میرے درمیان ہونے والے عہد کو سن اور سمجھ لیا اور وہ گواہ بن گئے۔ میں نے قرآن حکیم کو بوسہ دیا۔ آنکھیں بند کر کے قرآن حکیم کھولا تو پھر سے وہی صفحہ نمبر اور وہی آیات نکل آئیں جو پہلے تین بار نکل چکی تھیں۔ بے اختیار سب نے نعرہ تکبیر لگایا۔ عمران بھٹی نے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد عمران بھٹی سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ جب بھی اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ سناؤ بھٹی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے تو وہ بلند آواز سے پڑھتا۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔“

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس کو جیسے چاہے ہدایت فرمائے۔ مندرجہ بالا روحانی مشاہدہ و تجربہ

سے بہت سے امور واضح ہوئے:

1۔ اللہ تعالیٰ کا نام بہت برکت والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٥٥﴾ سورة الرحمن [55:78]

آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے، جو صاحب عظمت و جلال اور صاحب انعام و اکرام ہے۔ عمران بھٹی جو کہ مرتد ہو چکا تھا اور وجود باری تعالیٰ کا بھی منکر تھا۔ اس نے بغیر کسی عقیدے کے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت عطا فرمائی۔

2۔ قرآن حکیم ذات باری تعالیٰ کا نہایت عظیم معجزہ ہے۔ یہ ذات باری تعالیٰ سے رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ جو انسان اس سے روحانی تعلق قائم کر لے یہ اس کی سرپرستی فرماتا ہے۔ اس کے دینی، دنیاوی، آخروی، نفسیاتی، روحانی، سماجی، غرضیکہ تمام امور میں ہادی، محافظ، ناصر اور مربی بن جاتا ہے۔

3۔ ہدایت کا تعلق عقل و فکر سے نہیں بلکہ دل سے ہے۔ جب حجابات دور ہو جائیں، تزکیہ قلب ہو جائے تو عقل بھی رہبر بن جاتی ہے۔ بصورت دیگر عقل رہزن بن جاتی ہے، علم گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔

4۔ اس روحانی مشاہدہ و تجربہ سے ایمان و ایقان میں بہت اضافہ ہوا۔ اپنے آپ کو، اپنے ہاتھوں، آنکھوں، زبان کو، عقل و فکر کو ذات باری تعالیٰ اور ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف قرب و معیت میں پا کر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

5۔ روحانیت میں مشاہدات و الہامات اور کشف و کرامات حقیقی مطلوب و مقصود تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔ یہ مقصود بالذات نہیں ہیں۔ حقیقی توحید تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے۔

6۔ اتفاقاً کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ذات باری تعالیٰ اپنے علم و قدرت سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اگر اتفاقاً سے مراد یہ لیا جائے کہ بغیر کسی وجہ یا سبب کے، تو ایسا ہرگز درست نہیں ہے۔ بغیر سبب کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ذات باری تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تمام چھوٹے بڑے کام اس کی منشاء، مشیت، اذن و رضا کے تحت سرانجام پاتے ہیں۔ تمام سائنسی و روحانی، دینی و دنیاوی امور اور اصول و قوانین اللہ تعالیٰ نے ہی انسانوں پر ظاہر فرمائے ہیں۔ جب کوئی مفکر، فلسفی، سائنسدان یا سائل مسلسل غور و فکر کرتا ہے اور جستجو میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دامن مراد سے بھر دیتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے)۔

عزیزانِ من! قریباً 1981ء میں (بعد از میٹرک دوران تعلیم ایف ایس سی) بندہ عاجز کو اولیاء اللہ کی راہ پر چلنے کا شوق عطا ہوا۔ اس شوق نے مرشد کا کام سرانجام دیا۔ نہایت شفیق، مہربان، مرشدِ کامل کی سرپرستی بھی نصیب ہو گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ العنکبوت [29:69]

جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔

روحانیت میں مکمل رہنمائی ملتی ہے۔ اشارے کنائے سے، خواب میں، خیال میں، کسی وعظ و تقریر کے دوران، کسی تحریر کے مطالعہ کے دوران، مراقبہ کے دوران، ذکر و فکر کے دوران، حالت نماز میں، کسی نہ کسی شکل میں رہنمائی ملتی رہتی ہے اور تربیت بھی ہوتی رہتی ہے۔ روحانی نظام فوج کے محکمہ سے بھی زیادہ منظم ہے۔ مدرسے اور سکول و کالج کی تعلیم کی طرح یہاں بھی کلاسز ہوتی ہیں، ترقی و ترقی ہوتی ہے۔ شاباش بھی ملتی ہے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے۔ ایک کورس کی تکمیل پر دوسرا کورس شروع ہو جاتا ہے۔

جب بندہ عاجز بیعت ہوا تو اس وقت اس کی عمر قریباً 18/19 برس تھی۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ پرائمری کلاس کے سٹوڈنٹ کے طور پر بور یہ نشین ہے۔ کچھ اور سٹوڈنٹس بھی کلاس میں موجود ہیں۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر بطور معلم تشریف فرما ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ اس کے بعد مڈل، میٹرک کی کلاسز میں خود کو پایا۔ پھر کالج کی سطح پر تعلیم شروع ہو گئی۔ ایک دن مرشد کریم نے مبارک باد دی، فرمایا، پنجاب کے درویشوں کا امتحان لیا گیا۔ متحن حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ اس امتحان میں اول آئے ہیں۔ مجھے اس خبر پر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ اولیاء اللہ کا منظور نظر ہونا خوشی کی ہی بات تو ہے۔ ان امور کے ذکر کا مقصد خود ستائی یا خود نمائی نہیں ہے۔ جب سالک اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو پھر فانی دنیا میں نمود و نمائش کی، مرتبہ و مقام پانے کی خواہش ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا فانی ہے۔ یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ بندہ فانی عزت، شہرت اور مرتبہ و مقام کا خواہش مند نہیں بلکہ رضائے الہی اور رضائے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طالب ہے۔ بندہ یہ تحریر، عصر حاضر کے تقاضے دیکھ کر لکھ رہا ہے۔ ہمارے نوجوان اور ان کے سرپرست جدید دور کی مادیت اور جدت سے متاثر ہیں۔ اصل مقصد حیات کی طرف توجہ نہیں رہی۔ لوگ دنیاوی جاہ و مرتبہ، مال و دولت، آسانی و آسائش کے حصول کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھول چکے ہیں۔ لوگ اپنے دنیوی مقاصد کے حصول کی خاطر، دنیوی علوم (فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، میڈیکل سائنس، ٹیکنالوجی) میں بھرپور دلچسپی لے رہے ہیں۔ لوگ ذہنی و نفسیاتی مسائل کے حل کے لیے نفسیات، ہپناٹزم، ایل این پی تکنیک اور دیگر ذہنی و روحی علوم سیکھ رہے ہیں جب کہ ام العلوم، اسلامی سپر چو الزم (روحانی سائنس، تصوف) کی قدر و قیمت، اہمیت اور ضرورت کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل غیر اسلامی تصوف میں دلچسپی لے رہی ہے۔ لوگ یوگا سیکھ رہے ہیں۔ ریکی سیکھ رہے ہیں۔ ڈائناتکس (Dynamics) اور سائنس ایٹولوجی (Scientology) سے متاثر ہیں۔ ہپناٹزم اور ٹیلی پیٹھی سیکھ رہے ہیں۔ غیر مسلم ان علوم کی آڑ میں نوجوان نسل کو دین اسلام سے مزید دور کر رہے ہیں۔ انہیں غیر محسوس انداز سے دہریت اور کفر کی تاریکیوں میں لے جا رہے ہیں۔ عصر حاضر کی ضرورت ہے کہ روحانی سائنس (تصوف) کو سائنسی استدلال کے ساتھ متعارف کرایا جائے۔ فلسفہ تصوف کو فلسفہ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اس طرح فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو متعارف کرا کے نوجوان نسل پر واضح کیا جائے کہ روحانی سائنس (تصوف) کی تعلیم حاصل کر کے وہ بہترین ماہر نفسیات بن جائیں گے۔ انہیں غیر اسلامی روحی علوم سے بڑھ کر ذہنی، نفسیاتی، روحانی اور سماجی فوائد حاصل ہوں گے۔ وہ دین، دنیوی اور آخروی لحاظ سے فلاح پائیں گے۔ راقم الحروف نے مندرجہ بالا مقصد کے حصول کی خاطر یہ گزارشات تحریر کی ہیں۔ اصل مقصد تحریر یہی ہے۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست سوائے قطاری کشم ناقہ بے زمام را (280)  
ترجمہ: نغمہ کہاں اور میں کہاں، باتیں کرنا تو ایک بہانہ ہے۔ میں بے لگام اونٹنی کو قافلے کی طرف کھینچ کر لے جا رہا ہوں۔

جیسا کہ بندہ عاجز پہلے بیان کر چکا ہے کہ روحانی سفر کے آغاز میں ایک دن مجھے خواب میں کہا گیا کہ روزانہ سورۃ رحمن پڑھا کریں۔ میں نے حسب ہدایت روزانہ سورۃ رحمن پڑھا شروع کر دی۔ ایک رات نیم بیداری کی حالت میں کوئی رات بھر مجھے سورۃ کوثر پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے روزانہ سورۃ کوثر بھی پڑھنا شروع کر دی۔ ساتھ ہی میں نے روزانہ قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی۔ روزانہ ایک یا دو رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ترجمہ پر کافی دیر غور و فکر کرتا اور جو مفہوم سمجھ آتا وہ مختصر الفاظ میں ایک نوٹ بک پر تحریر کر لیتا تھا۔ قرآن حکیم سے اس نسبت اور تعلق کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بہت فائدہ ہوا۔ زندگی بھر کلام الہی کے ذریعے ذات باری تعالیٰ سے رہنمائی ملتی رہی۔ آئندہ صفحات پر موقع محل کی مناسبت سے ایسے کئی ایمان افروز واقعات بیان کروں گا۔ (ان شاء اللہ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ عرض کیا، یا اللہ! آپ تک رسائی کا اقرب طریقہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے بھی؟ جواب ملا کہ دونوں طرح۔ (281)  
قرآن کریم سے محبت، عقیدت اور روحانیت کا رشتہ قائم ہونے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ انسان خود کو ذات باری تعالیٰ کے قریب سے قریب تر پاتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

”قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیگی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔“ (282)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قادری سلسلہ میں اپنے والد شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد، حضرت سائیں عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے جناب غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی رحمۃ اللہ علیہ، (بازار خرداں گوجرانوالہ) سے تعلق رکھتے تھے۔ (283)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی و اخلاقی تعلیم و تربیت میں ان کے والد نے خصوصی کردار ادا کیا تھا۔ اس ضمن میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سفرِ کابل کی واپسی میں قندھار کا ریگستانی میدان طے ہو چکا تھا اور سندھ و بلوچستان کے پہاڑوں پر ہماری موٹریں دوڑ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا۔ ہم (سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ) دونوں ایک ہی موٹر میں بیٹھے تھے۔ روحانیات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ارباب دل کا تذکرہ تھا کہ موصوف (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے تاثر کے ساتھ اپنی زندگی کے دو واقعے بیان کیے۔ میرے خیال میں یہ دونوں واقعے ان کی زندگی کے سارے کارناموں کی اصل بنیاد تھے۔ فرمایا..... جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اوراد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزرتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا: ”کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔“

میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: ”جب امتحان دے لو گے، تب“۔

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: ”جب پاس ہو جاؤ گے۔“

جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: ”بتاؤں گا۔“

ایک دن صبح کو حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آگئے اور فرمایا:

”بیٹا، کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔“

ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اُن کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ یہ تھا وہ ختم

جو اقبال کے دل میں بویا گیا اور جس کی تناور شاخیں پہنائے عالم میں ان کے (موزوں نالوں) کلام کی شکل میں پھیلی

ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ باپ نے ایک دن بیٹے سے کہا کہ:

”میں نے تمہارے پڑھانے میں جو محنت کی ہے تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں۔“

لائق بیٹے نے بڑے شوق سے پوچھا کہ ”وہ کیا ہے؟“

باپ نے کہا: ”کسی موقع پر بتاؤں گا۔“

چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ ”میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا۔“

بات ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا

پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا، اور سامعین میں ولولہ

پیدا ہونے لگا۔ اُنہی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا

تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار، آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا

نہیں؟

باپ نے بستر مرگ پر شہادت دی کہ ”جان من، تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا۔“

کون انکار کر سکتا ہے کہ اقبال نے ساری عمر جو پیغام ہم کو سنایا وہ انہی دو متنوں کی شرح تھی۔ (284)

اس ضمن میں ایک اور جگہ پر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جب میں ایف اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز

پڑھ کر آتے تو بھی منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آکر پوچھتے ہیں کہ: ”کیا پڑھتے تھے؟“ مجھے حیرت

بھی ہوئی اور غصہ بھی آ گیا۔ چہ مہینے ہو گئے اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟ نہایت نرمی

سے فرمایا: ”میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟“ اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا: ”کچھ عربی جانتا

ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آ جاتا ہے۔“

بات ختم ہو گئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن بیٹھ گئے اور فرمایا: ”بیٹا! قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا

ہے۔“ میں حیران تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا..... فرمایا: ”یہ تم

نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی پر نازل ہی نہیں ہو سکتا؟“ میں پھر حیران ہوا

تو فرمایا: ”انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے مختلف

مدارج تھے۔ وہ سلسلے گو یا Muhammad in the making (تکمیل محمدؐ) کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ

ایک تھا البتہ شعور انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا اور باب نبوت بند



ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراج کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراج انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے۔ یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا کہ قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔“ (285)

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف (286)

گر تو می خواہی مسلمانا زیستن نیست ممکن جز بقراں زیستن (287)

فکر اقبال کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نسبت قرآنی کی بدولت عروج اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نسبت قرآنی مرشد کامل سے عطا ہوتے ہیں۔ جسے یہ نعمتیں حاصل ہو گئیں وہ خوش قسمت اور قابل رشک انسان ہے۔ عزیزانِ من! جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نجات کا باعث ہے، اسی طرح قرآن حکیم سے، اس کی کسی سورہ مقدسہ یا آیت مقدسہ سے خصوصی محبت بھی نجات کا باعث ہے۔ یہ محبت دین میں، دنیا میں، آخرت میں، قبر میں، پل صراط پر ہر جگہ کام آئے گی۔ اس ضمن میں ایک حدیث پاک کے مطالعہ کا شرف حاصل کریں۔ ریاض الصالحین میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے متفق علیہ حدیث ہے:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کے ایک دستے کا سربراہ مقرر کیا جو نماز میں ان کی امامت کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ آخر پر سورہ اخلاص کی تلاوت کرتا تھا۔ جب مجاہدین مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا، جنہوں نے فرمایا، اُن سے پوچھیں کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اُن سے پوچھا گیا اور انہوں نے کہا، اُس سورہ میں رحمن کی صفات کا ذکر ہے پس اس لیے میں اس کی تلاوت کرنا پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا، انہیں بتادیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے پیار کرتا ہے۔“

قریباً اسی مضمون کی ایک حدیث جامع ترمذی میں بھی انس بن مالکؓ سے روایت ہے جس میں جب ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اقرار کیا کہ میں اس سورہ (سورہ اخلاص) سے محبت کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری اس سے محبت تمہیں جنت میں داخل کر دے گی۔

احادیث میں کئی سورہ مقدسہ اور آیات مقدسہ کی خصوصی فضیلت بیان ہوئی ہے اور دینی و دنیاوی مسائل، قبر و حشر اور پل صراط کے مراحل میں مدد کے لیے ان کی تلاوت اور ان سے خصوصی نسبت روحانی قائم کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

عزیزانِ من! زندگی کا کیا بھروسہ۔ احکامِ الہی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ روزانہ نماز پنجگانہ ادا کریں۔ صبح اور شام کو ذکر و فکر کے لیے وقت مخصوص کریں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ اس کا ترجمہ پڑھیں اور اس کے پیغام پر غور و فکر کیا کریں۔ اس طرح روزانہ کسی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی ہوئی کسی مستند کتاب کا مطالعہ کریں۔ نہایت محبت، عقیدت اور توجہ سے درود شریف اور کلمہ شریف کثرت سے پڑھیں۔ اسم ذات، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نفی اثبات کے مراقبہ کے دوران بھی ذات باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، سیرت النبیؐ پر فکر کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی اللہ تعالیٰ، اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم سے نسبت روحانی قائم ہو جائے گی۔ آپ لمحہ بہ لمحہ خود کو ذات باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے

قریب تر پائیں گے۔ یہی مقصودِ فطرت ہے اور یہی مقصدِ حیات ہے۔ ہر حال میں، اُٹھتے بیٹھتے، حالتِ نماز میں، تمام معاملاتِ زندگی میں مشغولیت کے دوران اپنی توجہ اور یکسوئی برقرار رکھیں۔ کامل توجہ اور یکسوئی کے حصول کے لیے اپنے مرشد کے زیرِ نگرانی اور زیرِ ہدایت مراقبہ کیجیے۔

# روحانی دنیا

## (مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات)

خیال کی قوت اور اہمیت :- دین اسلام میں خیال کی قوت اور اہمیت جس قدر واضح انداز سے تسلیم کی گئی ہے اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

نیت سے مراد وہ ارادہ ہے جو عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ انسانی قلب و ذہن میں ہمہ وقت خیالات کا سلسلہ ایک بہاؤ کی صورت میں جاری رہتا ہے۔ اچھے خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں اور برے بھی۔ اہل فکر و نظر ان خیالات کے مآخذ سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ ان خیالات کا تجزیہ کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح فکری نمونہ کا عمل جاری رہتا ہے اور نور بصیرت چلا پاتا رہتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۖ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ﴿۱۵﴾ [الاعلیٰ 15-14:87]

بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا ○ اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور (کثرت و پابندی سے) نماز پڑھتا رہا ○

نفس انسانی اچھے خیالات بھی پیدا کرتا ہے اور برے بھی۔ ابلیس بھی انسان کے دل میں وسوسے اور برے خیالات ڈالتا ہے۔ دوسروں کے خیالات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت نہ صرف ابلیس کو بلکہ انسانوں کو بھی حاصل ہے۔ سورۃ الناس میں واضح ارشاد ہے کہ انسان کے سینوں میں ’خناس‘ وسوسے پیدا کرتا ہے۔ یہ ’خناس‘ جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ عصر حاضر میں سائنسی بنیادوں پر ہونے والی تحقیق کے نتیجہ میں بھی یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی ہے کہ انسان اپنی سوچ سے، خیال کی قوت سے، ارتکا ز توجہ سے دوسروں کو پہناتا کر سکتا ہے۔ ذہنی رابطے سے بغیر کسی مادی ذریعہ کے پیغام کسی دوسرے فرد تک پہنچا سکتا ہے۔ ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، این ایل آر پی تکنیک، ریکی دیگر روحانی علوم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور خیالات کی قوت کا عملی مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔

علم نفسیات کا منفی کردار :- ماہرین نفسیات بھی خیال کی قوت کو تسلیم کرتے ہیں اور سوچ کے تجزیہ سے انسانی رویے، کردار اور شخصیت کا تجزیہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور انسان کی اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی عوارض کا بنیادی سبب سوچ کو قرار دیتے ہیں۔ یہ تمام علوم اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی بنیادوں پر تو خیال کی قوت اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور ذہن کا وجود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر دل، روح، نفس، امارہ، نفس لوامہ اور ذہن کے باہمی ربط و تعلق کو اہمیت نہیں دیتے۔

بلکہ وہ دل، نفس، امارہ اور نفسِ لوامہ کی انفرادی حیثیتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور روح کو بھی ناقابلِ مشاہدہ امر اور تجربہ کی حدود سے بالاتر قرار دے کر اسے غور و فکر کا مرکز نہیں بناتے۔

یہ تمام علوم انسانی شخصیت کے جزوی پہلوؤں کو کُلّی حیثیت دیتے ہیں اور مکمل انسانی شخصیت کا نہ مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی اسے اہمیت دیتے ہیں۔ ان تمام علوم کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے خیال کی قوت سے کام لیتے ہوئے اپنی خواہشات کی تسکین کر سکے اور پرسکون زندگی گزارے۔ یہ سب دنیا کی اور دنیاوی زندگی کی باتیں کرتے ہیں اور دین کا ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان تمام علوم کے سکارلز، ماہرین اور معلمین دین کے اور اُخروی زندگی کے منکر ہیں۔ وہ لادینیت اور مادہ پرستی کا شکار ہیں۔ وہ جائز و ناجائز طریقوں سے اپنی نفسانی، جلی خواہشات کی تسکین چاہتے ہیں۔ انہی لادینی افکار کا نتیجہ ہے کہ ڈارون نے بندر کو انسان کا جدِ اعلیٰ قرار دیا۔ سگمنڈ فرائڈ نے جذبات پر نظم و ضبط کو تمام نفسیاتی و جذباتی مسائل کا سبب قرار دیا۔ اس نے جنسی جذبہ کی تسکین کو غیر معمولی اہمیت دی اور ہر صورت اس کی تسکین کی تعلیم دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اہل یورپ مادر پدر آزادی، عریانی و فحاشی اور بے راہروی کا شکار ہو گئے۔ دین اسلام، دین، دنیا اور آخرت کی زندگی کا جامع تصور پیش کرتا ہے۔ انسانی فکر و عمل کے اصل منابع و مآخذ کی نشاندہی کرتا ہے، فکر و عمل کی اصلاح کا جامع نظام پیش کرتا ہے اور کامل انسان بننے کے لیے مکمل مدد و رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

دین اسلام قلب و ذہن، نفس و روح، دنیا اور آخرت کے واضح تصورات پیش کرتا ہے اور انسان کی فکری، نفسیاتی، اخلاقی و روحانی، دنیوی اور آخری عروج و کمال اور فلاح کے لیے مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔

دین اسلام سوچ اور عمل کے فرق کو منافقت قرار دیتا ہے اور منافق کو بدترین انسان قرار دیتا ہے۔ دین اسلام خیال کی قوت کے نہ صرف وقتی، لمحاتی اور قلیل مدتی اثرات تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے مستقل، دائمی اور ابدی اثرات بھی بیان کرتا ہے۔ یہ سوچ کا فرق ہی ہے جو کسی کو مومن اور کسی کو کافر بنا دیتا ہے۔ کسی کو نیک اور کسی کو بد بنا دیتا ہے۔ کسی کو اطمینان قلبی بخشتا ہے اور کسی کو فسادِ قلبی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

قرآن وحدیث میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ اگر کوئی انسان اچھی سوچ رکھتا ہے، کسی اچھے خیال کو عملی روپ دے دیتا ہے اور لوگ اس کے اس عمل کو اپنالیتے ہیں تو جب تک یہ عمل خیر جاری رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں اس کا اجر و ثواب درج ہوتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی انسان بری سوچ رکھتا ہے، کسی بُرے خیال کو عملی شکل دے دیتا ہے اور لوگ اس کے اس عمل کو اپنالیتے ہیں تو جب تک یہ برا عمل جاری رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں اس کا گناہ درج ہوتا رہے گا۔ اس سلسلہ میں ہائیل اور قائل کا واقعہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔

دین اسلام، دینِ فطرت ہے۔ اس میں انسانی فطرت کے تمام تقاضے فطرتی انداز سے پورے کرنے کے لیے مکمل اور واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ مقصودِ فطرت یہی ہے کہ ہر انسان کے جسمانی، روحانی، اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی تقاضے پورے ہوں۔ دین اسلام میں جسم اور روح کی تقسیم نہیں۔ دینی اور دنیاوی تقاضوں کی تقسیم نہیں۔ اگر دنیاوی تقاضے بھی احکامِ دین کے مطابق پورے کئے جائیں تو عین دینداری بن جاتے ہیں۔

ماہرینِ نفسیات انسان کے ذہنی اعمال سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ذہن کا وجود تو تسلیم کرتے ہیں

مگر وہ کہتے ہیں کہ ذہن سے مراد صرف ذہنی اعمال ہیں۔ ذہنی اعمال سے کسی فرد کی ذہنیت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ وہ روح کا وجود تسلیم کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ چونکہ روح قابلِ مشاہدہ نہیں اس لیے تجرباتی و مشاہداتی طریقہ سے اس کے افعال اور کارکردگی کا جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔ دین اسلام میں قلب (دل) کو تعمیر فکر کی مرکزی اساس قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اچھے اور برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ تطہیرِ قلب سے اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں جبکہ برے کاموں کی وجہ سے فسادِ قلب پیدا ہوتا ہے اور برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ برے خیالات سے نفسانی خواہشات جنم لیتی ہیں، انسان اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایسا انسان حقوق و فرائض کی پابندیوں کو روندنا چلا جاتا ہے اور معاشرے میں فتنہ و فساد کا سبب بنتا ہے۔ اچھے برے خیالات کے لحاظ سے نفس امارہ اور نفسِ لوامہ کا ذکر آتا ہے۔ نفس امارہ برائی کا حکم دیتا ہے جبکہ نفسِ لوامہ اچھائی کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو نفسِ لوامہ لعنت ملامت کرتا ہے، پشیمانی اور شرمندگی کا احساس پیدا کرتا ہے اور توبہ کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر انسان مسلسل نیک کام کرے تو بفضلِ تعالیٰ نفسِ امارہ کی سرکشی دور ہو جاتی ہے اور نفسِ امارہ، نفسِ مطمئنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان، انسانِ کامل کہلاتا ہے۔ اطاعتِ الہی اور ضبطِ نفس کی بدولت وہ تزکیہ نفس کرتا ہے اور اس مقامِ کمال پر فائز ہو جاتا ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔ ”قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى“ جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا۔

ہمارے دین میں قلب، روح، ذہن، نفس میں سے ہر ایک منفرد اور الگ حیثیت کے حامل ہیں اور تعمیرِ شخصیت کے لیے ان سب کے افعال اور کارکردگی پیش نظر رکھی گئی ہے اور ان کے باہمی تفاعل کو واضح کیا گیا ہے۔

نفسیات میں ان اساسی عوامل (روح، قلب، ذہن اور نفس) کا الگ وجود نہ تو تسلیم کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے باہمی ربط و تعلق کو اہمیت دی جاتی ہے۔ نفسیات (Psychology) میں صرف ذہنی اعمال کو اہمیت دی جاتی ہے۔ نفسیات کے لیے اردو میں اصطلاح ”علم النفس“ بھی استعمال ہوتی ہے اور ماہرینِ نفسیات نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت لیتے ہیں۔ ان کے ہاں نفس امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کا تصور نہیں پایا جاتا۔

صوفیہ کرام نے ”علم النفس“ کو اچھی طرح سمجھا۔ توجہ اور یکسوئی سے قوتِ شفا حاصل کی۔ اس قوتِ شفا سے جسمانی، ذہنی، نفسیاتی اور اخلاقی صحتِ کاملہ حاصل کی اور پھر لوگوں کے ہر طرح کے نفسیاتی مسائل کے حل کے لیے اپنے علم اور روحانی قوت سے کام لیا۔ ان کے اس علم کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ وہ ایک فرد کی جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، سماجی، دینی اور دنیاوی نشوونما میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے پاس روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی، معاشی امراض اور مسائل کا مکمل حل موجود ہے۔ وہ اپنی نگاہِ فیض سے وہ مسائل لمحوں میں حل کر دیتے ہیں جن کا شافی و کافی علاج جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی امراض کے معالجین کے پاس نہیں ہے۔

علمِ تصوف کی رو سے شخصیت سازی:- پہلے زمانے کے صوفیہ انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں، ان کی نشوونما کے اصولوں، شخصیت کی کمزوری کا باعث بننے والے عوامل و اسباب اور تعمیرِ شخصیت کے لیے درکار لوازمات اور شخصیت سازی کے علم و فن سے آگاہ تھے۔ ان کی نگاہِ فیض سے لوگوں کے ہر طرح کے دینی و دنیاوی اور جسمانی و روحانی مسائل حل ہوتے تھے۔ تاریخ اسلام انبیاء کرام کے مورث، ایسے بہت سے اولیائے عظام کی شخصیات اور ان کی حسنِ کارکردگی کی شاندار

مثالوں سے مزین اور ان کی خدمات کی معترف ہے۔ اس کی ایک اعلیٰ مثال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ۛ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کلاماں را رہنما  
اولیائے عظام نے روح دین کو سمجھا، اسلامی تعلیمات کے عملی تقاضے سمجھے اور پورے کیے۔ اس کے نتیجے میں وہ کامل انسان بن گئے اور انہوں نے بھرپور انداز سے مخلوق خدا کی رہنمائی فرمائی اور خدمتِ خلق کا فریضہ احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔

عصر حاضر میں اولیائے عظام اور علمائے راسخون بہت کم نظر آتے ہیں۔ آج کل پی ایچ ڈی کی سطح تک اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ اسلامی تعلیمات کے حقیقی تقاضے نہ سمجھے جاتے ہیں اور نہ سمجھائے جاتے ہیں۔ اس طرح صوفیہ کے زیادہ تر جانشین اپنے اسلاف کے حقیقی علوم اور روحانی اقدار کے حقیقی وارث نظر نہیں آتے ۛ

تمدن، تصوف، شریعت، کلام	بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقتِ خرافات میں کھو گئی	یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب	مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اُس کا منطق سے سلجھا ہوا	لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد	محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا	یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے	مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

(بال جریل، ص 124/416)

اگر ہم دین کے حقیقی تقاضے سمجھیں، عبادات کے عملی تقاضوں سے آگاہ ہوں اور انہیں پورے کریں تو ہم کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ تب ہمیں اپنے سیاسی، معاشی، اخلاقی، روحانی، نفسیاتی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے مغربی مفکرین کے غیر متوازن افکار سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دین اسلام فرد اور معاشرہ کی اصلاح و ترقی اور فوز و فلاح کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا مکمل احاطہ کیا گیا ہے اور قیامت تک آنے والے مختلف ادوار اور انسانوں کی رہنمائی کے لیے اساسی رہنما اصول بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر دور کے بدلتے تقاضے سمجھتے ہوئے علماء کرام اور صوفیائے عظام کو چاہیے کہ لوگوں کی رہنمائی کریں اور اسلامی عبادات کی عملی زندگی میں افادیت بیان کریں تاکہ عوام الناس اور خصوصاً مسلمان غیر مسلم مفکرین کے افکار سے متاثر نہ ہوں۔

**تصوف کا پریکٹیکل ناچ:** ”واللہ غالب علی کل امرہ“ اور اللہ تعالیٰ ہر امر (بات، کام) پر غالب ہے۔ جب بفضلِ تعالیٰ انسان راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو مشاہدہ و تجربہ سے اس کے علم و یقین میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ آج جب کہ میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں، 23 نومبر 2010ء کی تاریخ اور منگل کا دن ہے۔ گزشتہ ہفتے 17 نومبر 2010ء، بدھ وار کو عید الاضحیٰ کا پہلا دن تھا۔ اس روز بعد از نماز فجر میں مراقبہ کے بعد یکسوئی سے درود شریف پڑھ رہا تھا۔ اس دوران رابطہ ہو گیا۔ میں نے



اپنے ایک عزیز کے بارے میں عرض کیا کہ اسے سرکار نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو جواب آیا کہ اُسے کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین کریں۔ اس دوران کچھ بے خودی کی سی کیفیت تھی۔ نظروں کے سامنے شہزاد کے والد آگئے۔ قریباً پون گھنٹہ میں درود شریف پڑھتا رہا اور ان کی طرف توجہ کرتا رہا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ان سے براہ راست میرا کوئی تعلق نہیں آج انہیں میرے سامنے کیوں لایا گیا ہے اور ان کی طرف توجہ مبذول ہونے کی وجہ کیا ہے۔ بہر حال خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ وہ ہر چیز پر قادر اور ہر امر پر غالب ہے۔ آج خدا تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوا کہ اُن دنوں کسی فوجداری مقدمہ میں بالواسطہ تعلق کی وجہ سے پولیس انہیں (شہزاد کے والد کو) گرفتار کرنا چاہتی تھی اور اگر وہ گرفتار ہو جاتے تو 27 نومبر 2010ء بروز ہفتہ کو منعقد ہونے والی اپنے بیٹے کی شادی کی تقریب میں وہ شامل نہ ہو پاتے یا پھر یہ شادی ملتوی ہو جاتی و علیٰ ہذا القیاس۔ اس صورت میں بہت پریشان کن صورت حال پیدا ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں اس پریشانی سے بچنے کے اسباب فراہم فرمائے اور بندہ عاجز کے علم و ایقان میں اضافہ کے لیے مشاہدہ میں یہ حقیقت ظاہر فرمائی۔

’تصوف‘ قال نہیں بلکہ ’حال‘ کا نام ہے۔ گویا یہ پریکٹیکل نالج ہے۔ جب انسان بفضل تعالیٰ اس راہ پر خلوص اور یقین سے چلتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ ایسے انسان پر علم و عرفان کے دروازے کھول دیتی ہے جس سے بندے اور خدا کے درمیان پائے جانے والے عقلی، نظری و فکری فاصلے کم ہوتے چلے جاتے ہیں اور ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ“ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو، ”نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“ بے شک میں تمہاری شہ رگ سے زیادہ تمہارے قریب ہوں“ کے مظاہر آشکار ہونے لگتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جس عزیز کے بارے میں سرکار نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے عرض کیا تھا اس نے ہدایت کے مطابق روزانہ بعد از نماز عشاء یکسوئی کے ساتھ درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اس دوران اس کا باطن روشن ہونے لگا۔ چند روز بعد اس نے مجھے بتایا کہ درود شریف پڑھنے کے دوران میری آنکھوں میں بہت تیز روشنی ہو جاتی ہے۔ ان چند دنوں میں اس کے اخلاق اور رویہ میں بھی کافی اچھی تبدیلی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اس کی باتوں میں تدبر اور فراست ظاہر ہونے لگی ہے۔ وہ معاملاتِ زندگی پہلے سے بہتر انداز سے سمجھنے اور سمجھانے لگا ہے۔ اب مختلف امور اور مسائل کے تذکرہ کے وقت ان کا پہلے سے بہتر انداز سے تجزیہ کرتا ہے اور مدلل انداز سے اپنی رائے بیان کرتا ہے۔ یہ فیض سرکارِ دو عالم ﷺ ہی تو ہے۔ اگر ہم خلوص اور عقیدت سے آپ ﷺ کی طرف رجوع کریں تو آج بھی آپ ﷺ کے فیض سے یقیناً مستفید ہو سکتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے فیضیاب ہوتے تھے۔ یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی؟

(بال جریل ص 14/306)

جب میں روحانی سٹوڈنٹس کے اخلاق اور کردار میں تبدیلی دیکھتا ہوں تو مجھے بہت مسرت حاصل ہوتی ہے۔ تصوف روحِ اسلام ہے۔ تصوف شریعت کے احکامات پر خلوص اور صدق سے عمل سرانجام دینے کا نام ہے۔ جب کوئی مسلمان خلوص اور صدق دل سے راہِ شریعت پر گامزن ہوتا ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے رابطہ اور تعلق

مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس رابطے میں ترقی کا نام 'روحانیت' ہے۔ شریعت اور روحانیت لازم و ملزوم ہیں۔ اگر شریعت پر عمل سے روحانی ترقی نہ ہو تو یقیناً اس راہ پر چلنے والے کے ایمان اور عمل کی کمزوری راہ میں حائل ہے۔ شریعت صرف چند رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ انقلاب انگیز ضابطہ عمل ہے۔ صدق اور خلوص سے اس راہ پر چلنے سے انقلاب ضرور آتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(بانگ درا، ص 205)

صوفیہ کرام نے 'تصوف' کی کئی طرح سے تعریف بیان کی ہے۔ بندہ عاجز کسی اور مقام پر یہ تعریفیں بیان کرے گا اور ان کا تجزیہ اور ان پر تبصرہ پیش کرے گا۔ فی الحال اتنی بات ہی سمجھنا کافی ہے کہ صوفیائے کرام نے نصاب تصوف کو کم از کم پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

(1) تزکیہ نفس (2) صفائے قلب (3) محبت الہی و عشق رسول ﷺ (4) مکارم اخلاق (5) خدمتِ خلق جہاں کہیں بھی صوفیہ اور ان کے نظام تعلیم و تربیت کا ذکر آئے گا وہاں مندرجہ بالا پانچوں امور کا کسی نہ کسی انداز سے ذکر ضرور ہوگا۔ شخصیت سازی اور کردار سازی کے لیے مرید، مرشد کی نگاہ فیض اور رہنمائی سے یہ پانچوں مراحل طے کرتا ہے اور مقامِ اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے۔ سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ:

”سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی جس میں لکھا ہوا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچائیں کیونکہ مومن کا دل، اسرارِ الہی کا محل ہے۔ نیز فرمایا کہ قیامت کے بازار میں کوئی اس قدر قیمتی نہ ہوگا جس قدر دلوں کو راحت پہنچانا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام بلا امتیاز مذہب و ملت ہر شخص کی دلداری کیا کرتے تھے بلکہ ہر وقت دوسروں کے غم میں گھلتے رہتے تھے، (سیر الاولیاء، ص 139-138)

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مسلمان وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی بھلائی کرے۔“

ایک دن فرمایا:

”اگر کوئی شخص تیری راہ میں کاٹنا رکھے اور تو بھی جواب میں اس کی راہ میں کاٹنا رکھ دے تو ساری دنیا کاٹوں سے معمور ہو جائے گی۔ عموماً لوگ ایسا ہی کرتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں ہے۔ انہیں نیک اور بد دونوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے۔“

پھر فرمایا:

”برا کہنا بیشک برا ہے مگر برا چاہنا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔“

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک دن گرمی کے موسم میں حاضرین کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ سائے میں جگہ نہ رہی۔ لوگ دھوپ میں بیٹھنے لگنے تو فرمایا:

”آگے سرک آؤ پاس پاس مل کر بیٹھو تا کہ وہ لوگ بھی سائے میں بیٹھ سکیں جو دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں۔“ (فوائد الفواد)

مذہب دراصل اپنی حقیقت کے لحاظ سے زندہ خدا کے ساتھ زندہ رابطہ پیدا کرنے کا نام ہے۔ احکام شریعت

(ارکان، شعائر، مناسک، رسوم، قواعد، ظواہر) رابطے کے حصول کے ذرائع ہیں اصل مقصود نہیں ہیں۔ اصل مقصد تو ذاتِ باری سے رابطہ اور تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہے۔ اگر یہ اصل مقصد پیشِ نظر نہ رہے اور حاصل نہ ہو تو سب کچھ لا حاصل رہتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اس بنیادی نکتہ کو پیشِ نظر رکھا اور ”قال“ کی بجائے ”حال“ پر زور دیا اور اپنی تعلیمات سے ہر وقت، ہر بات میں، ہر قدم پر سالک کو متنبہ کرتے رہے کہ اصل مقصد کی طرف دھیان رکھو۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والدِ محترم سے متعلقہ ایک واقعہ کا ذکر نہایت موزوں محسوس ہوتا ہے۔

علامہ اقبال کے لڑکپن کا ایک اہم واقعہ: رموزِ یحودی میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سائل دروازے پر آیا اور چپک کر رہ گیا۔ اس پر مجھے سخت غصہ آیا، اور میں نے اسے مارا، جس سے اس کے سر میں ضرب آئی، اور کشکول دور جا پڑا، اور جو کچھ اس میں تھا وہ بھی گر گیا۔ میرے والد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا، دل تڑپنے لگا، سینے سے آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں والد کا یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں کہا، ”کل قیامت کے دن ساری اُمت رسول اکرم ﷺ کے حضور میں پیش ہوگی۔ ان میں غازیانِ ملت بھی ہوں گے۔ حافظانِ قرآن و حدیث بھی ہوں گے۔ وہ بھی ہوں گے جو دینِ متین کی راہ میں قربان ہو کر سرخرو ہوئے اور مطلعِ اُمت پر انجمِ درخشاں کی طرح روشن ہوئے۔ زاہد بھی ہوں گے اور عاشقانِ رسول ﷺ بھی۔ عالم بھی ہوں گے اور وہ گنہگار بھی جو شرم میں ڈوبے نظر آئیں گے۔ اس عظیم اجتماع میں یہ درد مند فقیر فریاد کرے گا تو بتاؤ اس وقت میں کیا جواب دے سکوں گا۔ جب نبی کریم ﷺ مجھ سے استفسار فرمائیں گے، ”اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان مسلمان کو تیرے سپرد کیا تھا۔ لیکن اس نے میرے اخلاق و آداب کا کوئی سبق ذرا سا بھی نہ سیکھا۔ تجھ سے اتنا سا کام بھی نہ ہوا کہ ایک نوجوان کو آدمی بنا دیتا۔“ گو والد مرحوم بڑی نرمی سے گفتگو کر رہے تھے مگر میں شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔ والد صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، ”بیٹا! حضور ﷺ کی اُمت کے اس اجتماعِ عظیم کا تصور کرو۔ میری اس سفید داڑھی کو دیکھو۔ میرے اس وقت کے خوف و امید سے لرز اٹھنے کا خیال کرو۔ باپ پر ایسا ظلم مت کرو۔ اس آقائے دو عالم ﷺ کے حضور میں اس غلام کو ذلیل و خوار کرنے کا سبب مت بنو۔ تم تو باغِ مصطفوی ﷺ کی ایک کلی ہو۔ بہا مصطفوی ﷺ کی ہواؤں سے کھل کے گل شگفتہ بن جاؤ۔“

صوفیائے کرام نے شریعت کو جس طرح اپنایا، اسے طریقت کا نام دیا جاتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔  
 می زوید تخمِ دل از آب و گل بے نگاہی از خداوندانِ دل  
 یعنی جب تک کوئی شخص ”خداوندانِ دل“ کی محبت اختیار نہیں کرے گا اس وقت دل حقیقی معنی میں دل نہیں بن سکتا۔  
 تصوف دل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہے کیونکہ انسان بظاہر جسم اور نفس کا نام ہے مگر درحقیقت دل کا نام ہے۔ اگر دل مسلمان نہ ہو سکا تو۔

خرد نے کہہ بھی دیا لآِ اِلَہ تو کیا حاصل      دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں  
 (ضربِ کلیم، ص 35/497)

تصوف دل و نگاہ کو مسلمان بنا دیتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کے لیے خلوص دل سے اس راہ پر چلنا ضروری ہے۔

انسان کے قلبِ روحانی کی مختلف کیفیات:- تصوف میں تصفیہ قلب، تزکیہ نفس اور مکارمِ اخلاق کو بنیادی اہمیت اور توجہ دی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں مختلف قلبی کیفیات، قلبی امراض اور ان کے علاج کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں انسان کے قلبِ روحانی کی پندرہ کیفیات بیان کی گئی ہیں:

### سخت قلب

یہ ایسے قلوب ہیں جو عبرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سخت ہی رہتے ہیں۔ ”مگر ایسی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی آخر کار تمہارے قلوب سخت ہو گئے پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ پتھروں میں کوئی تو ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور کوئی اللہ کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔“ البقرہ [2:74] زمر [39:22]

### گناہِ آلود قلب

جو لوگ شہادت کو چھپاتے ہیں اور حق بات کہنے سے گریز کرتے ہیں سمجھ لو کہ ان کے قلوب گناہِ آلود ہیں اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ۔ جو شہادت کو چھپاتا ہے اور اس کا قلب گناہِ آلود ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔“ البقرہ [2:283]

### ٹیڑھا قلب

جو لوگ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں جان لو کہ ان کے قلوب میں ٹیڑھ ہے ”جن لوگوں کے قلوب میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات کے پیچھے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا“۔ آل عمران [3:7]

### نہ سوچنے والا قلب

جو لوگ اپنے قلوب میں سوچتے نہیں وہ جہنمی ہیں۔ ”اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس قلوب ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں“۔ الاعراف [7:179]

### مہر لگا ہوا قلب

جو شخص دین اسلام کی مقرر کردہ حدود سے گزر جاتا ہے اس کے دل پر گمراہ یافتہ ہونے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اسی طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے قلوب پر مہر لگا دیتے ہیں“۔ یونس [10:74]

### مجرم قلب

جن لوگوں کے قلوب میں اللہ کا ذکر ٹھنڈک اور روح کی غذا بن کر اترتا ہے وہ اہل ایمان کے قلوب ہیں مگر جن کے قلوب میں یہ شائبہ بن کر لگے اور اسے سن کر ان کے اندر آگ بھڑک اٹھے گویا ایک گرم سلاخ تھی کہ سینے کے پار ہو گئی وہ مجرمین کے قلوب ہیں۔ الحجر [12-15] الشعرا [201-200:26]

### اندھا قلب

جو عبرت حاصل نہ کرے اس کا قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ ”کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔ کتنے ہی کنویں بے کار اور قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے قلوب سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے۔ حقیقت ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ قلوب اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“ الحج [22:45-46]

### متکبر قلب

اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔ ”اس طرح ان سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی ہوتے ہیں اور اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں بغیر اس کے ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مغضوب ہے۔ اس طرح اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔ المؤمن [23:34-35]

### بے ایمان قلب

خدائے وحدہ لا شریک کا ذکر سن کر جس کا قلب کڑھنے لگے سمجھ لو کہ وہ بے ایمان اور منکر آخرت ہے۔ ”جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے قلوب کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکا یک خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔“ الزمر [39:45]

### زنگ آلود قلب

اعمال بدی وجہ سے قلوب پر زنگ چڑھ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے انسانوں کو حق بات بھی افسانہ نظر آتی ہے۔ بلکہ دراصل ان لوگوں کے قلوب پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔“ المطففین [83:14]

### دانشمند قلب

جسے دل میں کجی کا خوف ہو وہ دانشمند ہے۔ ”پروردگار! جب کہ تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر ہمارے قلوب کو کجی میں مبتلا نہ کر۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔“ آل عمران [3:8]

### لرزاٹھنے والا قلب

اللہ کا ذکر سن کر جس کا قلب لرز اٹھے وہ سچا مومن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”سچے اہل ایمان وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“

الانفال [8:2]

”اور اے نبی بشارت دے دیجیے عاجزانہ روشن اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے قلوب کانپ اٹھتے ہیں۔ جو مصیبت آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ الحج [22:35]

### مطمئن قلب

اللہ کو یاد کرنے والا قلب ہی مطمئن ہوتا ہے۔ ”خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔“ الرعد [13:20]

**قلب سلیم**

حشر کے دن صرف قلب سلیم فائدہ دے گا۔ ”جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو“۔ اشعراء [26:88-89]

**ایمان والا قلب**

جن لوگوں کے قلوب اللہ کے ذکر سے پگھلتے ہیں وہ ایمان والے ہیں۔ ”کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر کتنی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے قلوب سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں“۔ الحدید [57:16]

اخلاقِ رزیدہ (تکبر، ظلم و جبر، وغیرہ) اور گناہوں کے اثر سے دل زنگ آلود، ٹیڑھے اور سخت ہو جاتے ہیں۔ ان پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ ایسے لوگ نورِ بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ ذکرِ الہی سے نفرت کرتے ہیں۔ حق اور اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے برعکس اہل حق کے قلب یادِ الہی سے منور ہوتے ہیں۔ اہل حق اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اور اس کی ناراضگی کے ڈر سے عبادت اور خدمتِ خلق میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے ان کے دل اطمینان پاتے ہیں۔ تزکیہ و تصفیہ کی بدولت ان کے دل، قلوبِ سلیم میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں فلاح پا جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں امراضِ قلب کی نشاندہی کے ساتھ ان کا علاج بھی تجویز کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (القرآن)

اصلاحِ قلب کے لیے صوفیہ عظام نے اصولِ دین کے عین مطابق ذکر و فکر کے طریقے وضع فرمائے ہیں جو کہ سنتِ سنیؐ سے ثابت ہیں۔ اس ضمن میں مولانا اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسلام کا دستور قرآن ہے۔ اس میں دین کے تمام اصول و کلیات موجود ہیں۔ ان اصول و کلیات کی عملی تعبیرات اسوۂ نبویؐ میں موجود ہیں۔ اصول و کلیات مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ذرائع و وسائل کو ڈھونڈ نکالنا جو مقاصد کے حصول میں مدد ثابت ہوں اور انہیں ذرائع سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے دین کے خلاف نہیں ہے۔ یہ وسائل اس صورت میں بدعت ہوں گے جب جزو دین یا اصلی دین سمجھا جائے ورنہ یہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوں گے کیونکہ ذرائع اور وسائل مقاصد کا موقوف علیہ ہیں مثلاً قرآن مجید میں حکم ہوا **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ** یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً** یہ حکم دیا گیا کہ تبلیغ کرو۔ پس تبلیغ کرنا مقصدِ ظہر اذریعہ کا تعین نہیں کیا گیا۔ زبان سے ہو، تحریر سے ہو، عمل سے ہو، منبر پر چڑھ کر ہو، کرسی پر بیٹھ کر ہو، مسجد میں ہو، میدان میں ہو، گاڑی میں بیٹھ کر ہو، موٹر میں ہو یا تقریر میں لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جائے۔ یہ تمام ذرائع ہیں اور چونکہ یہ ذرائع اشاعتِ دین کے لیے ہیں لہذا یہ مقدمہ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا **أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا** اب یہ کہ تنہا ذکر کریں، حلقہ میں بیٹھ کر کریں یا لیٹے ہوئے کریں۔ انگلیوں پر گن کر کریں یا تسبیح کے ذریعہ کریں۔ تمام وسائل و ذرائع ہیں اور ذکرِ الہی مقصد ہے۔ ان ذرائع کو بدعت کہنا حصولِ مقصد میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ (دلائل السلوک حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ)

ذکرِ خفی (ذکرِ قلبی) کا طریقہ کار:- صوفیہ عظام نے ذکرِ جلی (ذکرِ لسانی) اور ذکرِ خفی (ذکرِ قلبی) دونوں کی ضرورت و



اہمیت پر زور دیا ہے۔ تاہم، انہوں نے ذکرِ قلبی کو زیادہ اہمیت دی ہے کیونکہ جب ہم زبان سے اللہ کا ذکر کریں تو بات کرتے ہوئے، سوتے ہوئے اور بہت سے دنیاوی امور طے کرتے ہوئے کثرت سے اللہ کا ذکر نہیں کر سکتے لیکن جب ہم لفظ اللہ قلب سے کہیں گے تو بات کرتے ہوئے، سوتے ہوئے اور دنیاوی کاموں میں مصروفیت کے باوجود اللہ کا ذکر جاری رہے گا۔ ذکرِ قلبی کے لیے مراقبہ کہ تعلیم دی جاتی ہے۔ مراقبہ کے دوران مختلف لطائف پر توجہ دی جاتی ہے اور پاسِ انفس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔

مراقبہ:- مقصود کے حصول کے لیے قلب میں پوری توجہ کے ساتھ تصورِ جمانا ہی مراقبہ کہلاتا ہے۔

لطائف:- جس طرح جسم میں پھیپھڑے، جگر، دل، دماغ، گردے اعضائے ربیہ ہیں اسی طرح انسانی روح میں جو اعضائے ربیہ ہیں انہیں اصطلاحاً لطائف کہا جاتا ہے جو لطیفہ کی جمع ہے اور اپنی اس لطافت کی وجہ سے جو اسے حاصل ہے لطیفہ کہلاتا ہے۔ محققین صوفیہ نے جسم انسانی میں ان لطائف کی نشاندہی کی ہے جس میں مختلف سلاسلِ تصوف میں اختلاف بھی ہے۔

پاسِ انفس:- قبلہ رو بیٹھ کر متوجہ الی اللہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ منہ بند ہو اور ناک سے سانس اندر کھینچیں اور اس بات پر توجہ مرکوز کریں کہ اس سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل کی گہرائیوں میں اتر گیا ہے۔ جب سانس خارج کریں تو سانس کے ساتھ ”ھو“ پڑھیں۔ سانس کے ساتھ اس طرح ذکر کرنے کا عمل پاسِ انفس کہلاتا ہے۔

کیفیاتِ روحانی:- دورانِ مراقبہ، سالک کی طبیعت، ظرف، علمی و ذہنی اور روحانی سطح اور مقام کے مطابق اس پر مختلف کیفیات وارد ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اسے ترقی و اصلاح کے لیے دورانِ مراقبہ، بحالتِ خواب یا بحالتِ بیداری مختلف قسم کی ہدایات ملنا شروع ہو جاتی ہیں جن پر عمل کی صورت میں خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں اور مرشد کی رہنمائی میں یہ سفر طے ہوتا رہتا ہے جس سے سالک کے فکر و عمل میں تبدیلی و اصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔

غنود:- جب کوئی مراقبہ شروع کرتا ہے تو اکثر اس پر غنودگی یا نیند طاری ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد ذہن پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسے نہ نیند کا نام دیا جاسکتا ہے نہ بیداری کا۔ یہ خواب اور بیداری کی درمیانی حالت ہوتی ہے لیکن شعور پوری طرح باخبر نہیں ہوتا۔ مراقبہ کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ کچھ دیکھا ہے، لیکن کیا دیکھا یہ یاد نہیں رہتا۔ اس کیفیت کو غنود کا نام دیا جاتا ہے۔ (مراقبہ از خواجہ شمس الدین عظیمی، ص 122)

ادراک:- مراقبہ کی مسلسل مشق سے غنود کی کیفیت کم ہونے لگتی ہے اور روحانی ادراک کام کرنے لگتا ہے۔ شعور نیند کی کیفیت سے مغلوب نہیں ہوتا۔ ذہن یکسو رہتا ہے اور باطنی اطلاعات موصول ہونے لگتی ہیں۔ سالک (طالب علم) روحانی واردات و کیفیات کو ادراک کی سطح پر محسوس کرنے لگتا ہے۔ (مراقبہ، ص 151)

مراقبہ کرنے سے سالک (روحانی طالب علم) کے جسم میں روشنیوں اور لہروں کا ذخیرہ بڑھنے لگتا ہے اور روحانی توانائی میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس توانائی کی بدولت بعض اوقات مراقبہ کرتے ہوئے یا چلتے پھرتے، بیٹھے لیٹے کششِ ثقل کی نفی ہونے کی وجہ سے وزن کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ آدمی اس کیفیت میں خود کو فضا میں معلق یا خلا میں پرواز کرتے دیکھتا ہے۔ کھلی اور بند آنکھوں سے مختلف رنگوں کی روشنیاں نظر آتی ہیں۔ جسم میں سنسنہٹ اور برقی لہر دوڑتی

ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات جسم کو جھٹکے لگتے ہیں۔ غور و فکر کرنے اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت بہتر ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی بے شمار کیفیات و واردات محسوس ہوتی ہیں۔

**ورود:-** ادراک گہرا ہونے کی صورت میں سالک کے روحانی حواس بیدار ہونا اور ان کی کارکردگی بہتر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ مراقبہ میں واردات و مشاہدات کا سلسلہ بہتر ہو جاتا ہے۔ کبھی مشاہدات میں اتنی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے کہ آدمی خود کو واردات کا حصہ سمجھتا ہے۔ مشاہدات میں ترتیب قائم ہونے لگتی ہے اور معانی و مفہوم ذہن پر منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کیفیت کا نام ورود ہے۔

**کشف:-** روحانی حواس کی بیداری کی ترتیب مختلف افراد میں مختلف ہو سکتی ہے۔ بعض لوگوں کی باطنی سماعت نگاہ سے پہلے کام کرنے لگتی ہے۔ انہیں ورائے صوت آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ شعور کی چٹنگی پر سالک جدھر توجہ کرتا ہے اس سمت کے خفی معاملات اور مستقبل کے حالات آواز کے ذریعے معلوم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بعد میں آواز کے ساتھ نگاہ بھی کام کرنے لگتی ہے اور مختلف مشاہدات ہونے لگتے ہیں۔ اس کیفیت کو کشف کہتے ہیں۔ بعض افراد میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی باطنی نگاہ، باطنی سماعت سے پہلے کام کرنے لگتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود کوشش کے باطنی سماعت یا باطنی نگاہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک صلاحیت دیر سے کام کرنا شروع ہوتی ہے یا وہ صلاحیت بالکل کام نہیں کرتی۔ میرے قریبی پیر بھائی میاں غلام احمد مرحوم کی باطنی نگاہ تو کام کرتی تھی مگر ان کی باطنی سماعت تاحیات بیدار نہیں ہوئی۔

**کشف غیر ارادی:-** کشف غیر ارادی سے مراد بغیر ارادے اور کوشش کے اچانک کسی امر حقیقی سے آگاہ ہونا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں کشف ارادے کے ساتھ نہیں ہوتا۔ یکا یک خیال کے ذریعے، آواز کے وسیلے سے یا تصویری منظر کی معرفت کوئی بات ذہن میں آ جاتی ہے اور پھر اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچانک ذہن میں کسی دوست کا خیال آنے لگتا ہے اور کچھ دیر بعد وہ دوست آ جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آواز کے ذریعے یہ اطلاع ذہن میں وارد ہوتی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دوست کی آمد کا منظر نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ تینوں صورتیں یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہو جاتی ہیں۔

مرحلہ وار طریقے میں یہ انکشاف کڑی درکڑی اس طرح ہوتا ہے کہ غیر معمولی محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اچانک کوئی انکشاف ہو تو اسے عام حواس کا کارنامہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً کیمیا دان آگسٹ کی کولی (Agust Kekuli) نامیاتی مرکب بنزین (Benzene) کی ساخت پر قریباً سات سال غور و فکر کرتا رہا۔ ایک روز (1854ء یا 1855ء) میں دن کے وقت اچانک غنودگی کے دوران اس نے دیکھا کہ ایک سانپ اپنی ہی دم منہ میں دبائے بیٹھا ہے۔ اس سے اس کے ذہن میں بنزین کی انگوٹھی نما ساخت آئی۔ کاربن کا کیمیائی فارمولا  $C_6H_6$  ہے۔ اس کے مالیکیول میں ایک دائرہ نما انگوٹھی کی شکل میں کاربن کے چھ ایٹمز آپس میں منسلک ہیں۔ ہر ایک کاربن ایٹم کے ساتھ ایک ایک ہائیڈروجن ایٹم جڑا ہوا ہے۔ کیمیا کے شعبہ میں یہ دریافت بہت اہم ثابت ہوئی۔

**کشف ارادی:-** مراقبہ میں یکسوئی سے سالک کو کشف ارادی کی صلاحیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ کشف ارادی سے مراد اپنے ارادے سے کسی امر سے آگاہی کے لیے دوران مراقبہ رہنمائی حاصل کرنا ہے۔

کشف ارادی و کشف غیر ارادی کے ضمن میں بندہ عاجز اپنے اور دیگر احباب کے مشاہدات و تجربات کے حوالے سے کافی مثالیں پیش کر سکتا ہے۔

### روحانی مشاہدات و کیفیات کی چند مثالیں:-

1- ایک بار میرے آفس میں میرے دوست غلام صمدانی کا بیٹا غلام جیلانی میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک مجھے روحانی طور پر غلام صمدانی کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں نے غلام جیلانی کو بتایا کہ آپ کے والد گھر سے چل پڑے ہیں اور آفس کی طرف آرہے ہیں۔ اب وہ آفس کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اچانک انہیں کوئی کام یاد آ گیا اور وہ کسی اور طرف نکل گئے۔ بعد میں غلام جیلانی نے اپنے والد سے تصدیق کر کے اس مشاہدہ کے درست ہونے کی تصدیق کی۔

2- اکیڈمی میں میرے پاس مختلف کلاسز کے سٹوڈنٹس (طلباء و طالبات) پڑھتے تھے۔ ایسا کئی بار ہوا کہ سٹوڈنٹ کا نام لے کر بتایا کہ ان کے گھر کا فلاں فرد ملاقات کے لیے اکیڈمی کی طرف چل پڑا ہے اور اتنی دیر میں یہاں پہنچ جائے گا۔ سٹوڈنٹس اکثر اس طرح کی باتوں میں دلچسپی لیتے تھے اور ان کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیتے رہتے تھے۔

3- بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی وقت کئی افراد جو بندہ عاجز کو یاد کر رہے ہوں ان کی گفتگو، خیالات، کیفیات و جذبات کا بیک وقت اور فوری ادراک ہونے لگتا۔ اس دوران بندہ عاجز معمول کے دیگر کاموں میں بھی مشغول رہتا اور ان مختلف کیفیات سے بھی لطف اندوز ہوتا رہتا۔

4- میرے ایک دوست شیخ عبدالرزاق نے ایک دن ذکر کیا کہ میری بیوی اکثر مجھ سے جھگڑتی رہتی ہے۔ میں ہر لحاظ سے اس کے آرام و سکون اور ضروریات کا خیال رکھتا ہوں اور اسے مطمئن رکھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اکثر معمولی باتوں پر ہمارے درمیان جھگڑا رہتا ہے۔ ان کے مسئلہ کی وجہ اور حل تلاش کرنے کے لیے میں نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ایک بہت لمبے قد کی چڑیل کھڑی ہے۔ اس اچانک خلاف توقع کشف و مشاہدہ پر میں ڈر گیا اور فوراً آنکھیں کھول دیں۔ میں نے شیخ موصوف کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد میرا ان سے رابطہ نہ رہا۔ قریباً پندرہ برس بعد ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ اس مسئلہ کا حل تلاش نہ کر سکے۔ ان کی بیٹی کی شادی ہو گئی تھی اور وہ بھی اسی طرح کے مسائل کا شکار تھی۔ ان پر مسلط چڑیل اس قدر نجس اور ضدی تھی کہ وہ انہیں کہیں سے بھی روحانی علاج نہیں کرانے دیتی تھی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

شہود:- مراقبہ میں اول اول آنکھیں بند کر کے مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر آنکھیں کھول کر بھی نگاہ کام کرتی ہے۔ جب بند آنکھوں سے مشاہدہ ہو تو اس حالت کو روڈ کہا جاتا ہے۔ جب کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کو شہود کہتے ہیں۔ شہود سے مراد روح کی وہ طاقت اور صلاحیت ہے جس میں سالک کی نگاہ کا دائرہ بہت بڑھ جاتا ہے اور اسے وہ چیزیں نظر آنے لگتی ہیں جن سے نگاہ وہم، خیال اور تصور کی صورت میں روشناس ہوتی ہے۔ حالت شہود میں سالک کے تمام روحانی حواس (دیکھنے، سننے، سونگھنے، چھونے اور چکھنے کے حواس) کام کرنے لگتے ہیں۔ وہ غیب کے معاملات دیکھنے لگتا ہے۔ عالم باطن سے آوازیں سننے لگتا ہے۔ دور و نزدیک کی، زمانہ قریب و زمانہ بعید کی کسی بھی چیز کو سونگھ سکتا ہے، ذائقہ چکھ سکتا اور

محسوس کر سکتا ہے۔ شہود کی کیفیت میں انتہائی ترقی پر جسم اور روح کی واردات و کیفیات ایک ہی نقطہ میں سمٹ آتی ہیں اور جسم روح کا حکم قبول کر لیتا ہے۔

سیر یا معائنہ:- مراقبہ کی مشق سے انسانی فکر و نظر کو وسعت عطا ہوتی ہے۔ وہ ہزاروں سال پہلے کے یا ہزاروں سال بعد کے واقعات دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ شہود کی اس کیفیت کو عارفوں کی اصطلاح میں سیر یا معائنہ بھی کہتے ہیں۔ (مراقبہ، ص 182) فتح:- اعلیٰ ترین شہود کو فتح کہتے ہیں۔ اس حالت میں سیر، شہود یا معائنہ کھلی آنکھوں سے ہونے لگتا ہے۔ اس حالت میں نقطہ ذات میں منتشر ہونے والی روشنیوں کی شدت کی وجہ سے آنکھیں بند رکھنا ممکن نہیں رہتا اور آنکھوں کے کھلنے اور بند ہونے یعنی پلک جھپکنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ فتح میں انسان ازل سے ابد تک کے معاملات کو بیداری کی حالت میں چل پھر کر دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں خواجہ شمس الدین عظیمی نے خوب وضاحت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فتح کا ایک سینکڑا یا ایک لکھ بعض اوقات ازل تا ابد کے وقفہ کا محیط بن جاتا ہے۔ مثلاً ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ ہمارے نظام شمسی سے الگ کوئی نظام ایسا نہیں جس کی روشنی ہم تک کم و بیش چار برس سے کم عرصے میں پہنچتی ہو۔ وہ ایسے ستارے بھی بتاتے ہیں جن کی روشنی ہم تک ایک کروڑ سال میں پہنچتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم اس سینکڑا میں جس ستارے کو دیکھ رہے ہیں وہ ایک کروڑ سال پہلے کی ہیئت ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ موجودہ لکھ ایک کروڑ سال پہلے کا لکھ ہے۔ یہ غور طلب ہے کہ ان دونوں لکھوں کے درمیان جو ایک اور بالکل ایک ہیں ایک کروڑ سال کا وقفہ ہے۔ یہ ایک کروڑ سال کہاں گئے؟

معلوم ہوا کہ یہ ایک کروڑ سال فقط طرز ادراک ہیں۔ طرز ادراک نے صرف ایک لکھ کو ایک کروڑ سال پر تقسیم کر دیا ہے۔ جس طرح طرز ادراک گزشتہ ایک کروڑ سال کو موجودہ لکھ کے اندر دیکھتی ہے۔ اسی ہی طرح ادراک آئندہ ایک کروڑ سال کو موجودہ لکھ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔ پس! یہ تحقیق ہوتا ہے کہ ازل سے ابد تک کا تمام وقفہ ایک لکھ ہے جس کو طرز ادراک نے ازل سے ابد تک کے مراحل پر تقسیم کر دیا ہے۔ ہم اس ہی تقسیم کو مکان (Space) کہتے ہیں۔ گویا ازل سے ابد تک کا تمام وقفہ مکان ہے اور جتنے حوادث کائنات نے دیکھے ہیں وہ سب ایک لکھ کی تقسیم کے اندر مقید ہیں۔ یہ ادراک کا اعجاز ہے جس نے ایک لکھ کو ازل تا ابد کا روپ عطا کر دیا ہے۔

ہم جس ادراک کو استعمال کرنے کے عادی ہیں وہ ایک لکھ کی طوالت کا مشاہدہ نہیں کر سکتا، جو ادراک ازل سے ابد تک کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس کا تذکرہ قرآن کی سورۃ القدر میں ہے۔

ترجمہ: ”ہم نے یہ اتارا شب قدر میں۔ اور تو کیا سمجھا کیا ہے شب قدر؟ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔ امان ہے وہ رات صبح نکلے تک۔“

شب قدر وہ ادراک ہے جو ازل سے ابد تک کے معاملات کا اکتشاف کرتا ہے۔ یہ ادراک عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ ایک رات کو ایک ہزار مہینے سے ساٹھ ہزار گنا کی مناسبت ہے۔ اس ادراک سے انسان کائناتی روح، فرشتوں اور ان امور کا جو تخلیق کے راز ہیں مشاہدہ کرتا ہے۔ (مراقبہ از خواجہ شمس الدین عظیمی، ص 186 تا 187)

### روحانی مشاہدات و کیفیات کی چند مثالیں:-

1۔ ایک صحابیؓ نے نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی طویل شب بیداری کا ذکر کرتے ہوئے

عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرشتوں کو آسمان میں چلتے پھرتے دیکھتا تھا۔“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر آپ شب بیداری کو قائم رکھتے تو فرشتے آپ سے مصافحہ کرتے۔“ دور رسالت کے اس واقعہ میں شہود کے مدارج کا ذکر موجود ہے۔ فرشتوں کا مشاہدہ قوتِ باصرہ سے تعلق رکھتا ہے اور مصافحہ کرنا لمس کی قوتوں کی طرف اشارہ ہے جو باصرہ کے بعد بیدار ہوتی ہے۔

2۔ اولیاء اللہ کے حالات میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ مثلاً حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر چوٹ کا نشان دیکھ کر ان کے ایک قریبی شناسا نے پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان موجود نہیں تھا آج کیسے پڑ گیا۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”کل رات میں حالتِ نماز میں تھا کہ ذہن خانہ کعبہ کی طرف چلا گیا۔ میں خانہ کعبہ پہنچ گیا۔ طواف کے بعد جب چاہ زم زم کے قریب پہنچا تو میرا پیر پھسل گیا اور میں گر پڑا، مجھے چوٹ لگی اور یہ اسی کا نشان ہے۔“

3۔ حضرت قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر زخم کا غیر معمولی نشان دیکھ کر خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رات کو روحانی پرواز کے دوران دو چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے جسم ایک چٹان سے ٹکرا گیا جس کی وجہ سے یہ زخم آ گیا۔ (مراقبہ، ص 180 تا 183، 306)

4۔ بندہ عاجز کے پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی کی لکھی تحریر سے بندہ عاجز کے علم میں آیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے مادی وجود کے ساتھ انہیں لمحہ بھر میں طویل فاصلے طے کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن فیصل آباد میں پیر بھائی غلام محمد مرحوم کے گھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو میں نے رہنمائی کے حصول اور شکریہ ادا کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں اپنے ذکر و فکر اور مشاہدات و کیفیات کا ذکر کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا مجاہدہ و ریاضت اسی قدر کافی ہے۔ اس میں مزید اضافہ نہ کریں۔ آپ کی روحانی حالت بہت اچھی ہے، اب اور کیا چاہیے؟ میں نے عرض کیا، حضرت یہ سب آپ کی محبت، شفقت اور عنایت سے ہے۔ مزید کی طلب تو ہمیشہ رہے گی۔ آپ کے نقش پا کی تلاش میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔ آپ کی شفقت سے میری حوصلہ افزائی ہوئی اور میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضور! آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کو اس مادی جسم کے ساتھ ہی لمحہ بھر میں دور دراز کے مقامات پر جانے کی صلاحیت حاصل ہو گئی ہے۔ کیا ایسا اب بھی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، بفضلِ تعالیٰ ایسا اب بھی ہوتا ہے۔ میں اس ضمن میں آپ سے مزید کچھ پوچھنے کی جسارت نہ کر سکا۔

5۔ ”شہود“ کا یہ سفر مختلف مراحل میں طے ہوتا ہے۔ اس میں ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی حواس بھی ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی طے لسانی، طے زمانی، طے مکانی اور دیگر تصرفات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ قدرتی طور پر اچھی روحانی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ تعلیم و تربیت سے یہ صلاحیتیں مزید بہتر ہو جاتی ہیں۔ آج سے قریباً اکیس برس قبل (1996ء) کی بات ہے۔ بندہ عاجز اپنی بیوی اور بڑے بیٹے حامد علی انجم کو ساتھ لے کر شاہی قلعہ لاہور کی سیر کے لیے گیا۔ شاہی قلعہ لاہور کے باہر موٹر سائیکل پارک کیا اور ہم تینوں قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اس وقت حامد علی انجم قریباً چھ برس کا تھا۔ سیر کے دوران اچانک حامد علی انجم نے کہا، موٹر سائیکل پنکچر ہو گیا ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی حیران ہوئے کہ یہاں موٹر سائیکل کہاں ہے! موٹر سائیکل تو پارکنگ اسٹینڈ پر کھڑا ہے۔ جب سیر

کے بعد ہم واپس آئے تو موٹر سائیکل پکچر تھا۔ اس کم عمر بچے کا ادراک حیران کن تھا۔ جب حامد علی انجم نے میٹر کر لیا تو میں نے اسے مراقبہ کرانا شروع کیا۔ چند دنوں میں اس کی روحانی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ یہ حالت مراقبہ میں خانہ کعبہ حاضر ہوتا تو وہاں کے موسم کا ذکر کرتا۔ ایک دن غلاف کعبہ چھو کر کہنے لگا یہ تو بہت ملائم ہے۔ اس دور میں بندہ عاجز روزانہ اپنے سٹوڈنٹس کو مراقبہ کراتا تھا اور چند ایک کی روحانی حالت اور قوت مشاہدہ اس قدر بہتر ہو گئی تھی کہ وہ کھلی آنکھوں سے باطنی دنیا کے معاملات مشاہدہ کرتے تھے اور خانہ کعبہ دیکھ کر نماز ادا کرتے تھے۔ میں اکثر روحانی تربیت کی کلاس میں ان سب کے مشاہدات سنتا، ان کی کیفیات سے آگاہ ہوتا اور انہیں مشائخ کی تعلیمات کی روشنی میں گائیڈ کرتا رہتا تھا۔ اس روحانی کلاس میں شامل سٹوڈنٹس کے روحانی مشاہدات و کیفیات بیان کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ اس ضمن میں فی الحال دو تین واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

6۔ عثمان آٹھویں جماعت کا سٹوڈنٹ تھا۔ اس کی روحانی حالت بہت اچھی تھی۔ ایک دن اس نے بیان کیا کہ حالت نماز میں اسے فرشتے آسمانوں پر لے گئے اور کافی دیر تک اسے سیر کراتے رہے۔ اس دوران اس پر محویت طاری رہی۔ میں نے پوچھا کہ اس مشاہدہ میں کتنا وقت لگا۔ کہنے لگا کہ مشاہدہ کافی دیر ہوتا رہا۔ اگر تفصیلات بیان کروں تو کافی دیر لگ جائے۔ مگر حیرت ہے کہ یہ تمام مشاہدہ حالت رکوع میں ہوا اور رکوع سے قیام تک جانے کے دوران یہ مشاہدہ ہوتا رہا۔ وہ بچہ نبی کریم روف و رحیم ﷺ کے واقعہ معراج کی تفصیلات سے آگاہ نہیں تھا۔ اسے حالت نماز میں روحانی معراج نصیب ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”نماز مومن کی معراج ہے۔“ جب نماز صحیح طریقے سے ادا ہو تو مومن کو معراج نصیب ہو جاتا ہے۔

ایک دن عثمان نے مجھے بتایا کہ سر! میں مطالعہ کر رہا تھا کہ مجھے اچانک اپنے ہمسائے کے گھر سے ایک روح آسمانوں کی طرف پرواز کرتی نظر آئی اور ساتھ ہی سخت بدبو بھی آئے۔ کچھ دیر بعد ان کے گھر سے رونے پینے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ ان کے گھر کا سربراہ فوت ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے ہمسائے بد مذہب یا بد کردار لوگ ہیں؟ اس نے کہا وہ عیسائی ہیں۔ میں نے اس کا مشاہدہ غور سے سنا مگر اس کی تصدیق یا تردید نہیں کی۔ میری عادت ہے کہ روحانی مشاہدات و کیفیات ہوں یا روزمرہ کے معمولات جب تک قرآن و حدیث سے ان کی واضح طور پر تائید یا تردید نہ ہو میں رائے نہیں دیتا۔ چند روز بعد ایک حدیث نبوی ﷺ سے اس کے مشاہدہ کی تصدیق ہو گئی۔ درود شریف کے فضائل کے سلسلہ میں مجھے ”جلاء الافہام“ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اس میں حدیث پاک پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے اور آسمانوں کی طرف پرواز کرتی ہے تو خوشبو آتی ہے۔ جب وہ روح فرشتوں کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ اس پر درود پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہی خوش قسمت ہے وہ جس کی یہ روح ہے۔ جب کسی کافر (بد بخت) کی روح نکلتی ہے تو بدبو آتی ہے۔ جب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو اپنی ناک مبارک پر رومال رکھ لیا، گویا آپ کو بدبو آ رہی ہے۔

عثمان کو مکینیکل آلات مرمت کرنے کا کافی شوق تھا۔ ایک روز میں نے اسے مرمت کے لیے اپنا ٹیپ ریکارڈر اور کلاک دیے۔ وہ چند روز بعد انہیں ٹھیک کر کے لے آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے انہیں مرمت کرنا



کہاں سے اور کس سے سیکھا؟ کہنے لگا کہ اکثر کوشش کے دوران انہیں درست کرنے کے بارے میں ذہن میں خیال آ جاتا ہے۔ جس کے مطابق عمل کرو تو وہ چیز ٹھیک ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کوئی بزرگ رہنمائی کر دیتے ہیں۔ مثلاً ٹیپ ریکارڈ رکھول کر دیکھ رہا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ کہنے لگے کہ اس کی فلاں تار کا کنکشن نئے سرے سے کروں یہ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں نے ان کی ہدایات کے مطابق عمل کیا تو ٹیپ ریکارڈ درست ہو گیا۔

7۔ شیخ ایوب میرے بچپن کے دوست ہیں۔ ہم دونوں جماعت ششم (1976ء) سے لے کر بی اے تک کلاس فیلو رہے ہیں۔ الحمد للہ یہ دوستی ہنوز (2017ء) تک برقرار ہے اور ان شاء اللہ برقرار رہے گی۔ شیخ ایوب ہمیشہ بندہ عاجز کی روحانی سرگرمیوں اور روحانی مشاہدات و تجربات اور روحانی بیانات کے ناقد رہے ہیں۔ ایک دن (غالباً 1997ء کی بات ہے) وہ میری اکیڈمی میں تشریف لائے۔ انہوں نے مٹھائی کا ڈبہ دیا۔ اس دوران انہوں نے سوال کیا کہ روحانیت کی مذہب کس طرح تصدیق کرتا ہے؟ میں نے ان سے پوچھا کہ اس کا علمی جواب چاہیے یا روحانی علمی تجربہ سے ثبوت پیش کیا جائے؟ انہوں نے کہا کہ تجربہ سے ثبوت مل جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ شیخ ایوب میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں نے تین سٹوڈنٹس بلوا کر الگ بٹھا دیے۔ ایک سٹوڈنٹ کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ تمام سٹوڈنٹس میں مٹھائی تقسیم کر دی گئی۔ سب مٹھائی کھانا شروع ہو گئے۔ اس دوران جس سٹوڈنٹ کو میں نے اپنے اور شیخ ایوب کے پاس بٹھایا تھا اسے کہا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر غور سے دیکھو کہ وہ تینوں سٹوڈنٹس جو ذرا دور بیٹھے مٹھائی کھا رہے ہیں کیا وہ اکیلے کھا رہے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی کھا رہا ہے؟ وہ سٹوڈنٹ حافظ قرآن تھا۔ اس کا نام عثمان تھا۔ حافظ عثمان نے دیکھ کر بتایا کہ ان تینوں میں سے ایک سٹوڈنٹ اکیلا کھا رہا ہے جبکہ باقی دو سٹوڈنٹس کے ساتھ دوسرے بیٹھے کھا رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان تینوں کو پاس بلایا اور ان سے پوچھا کہ آپ میں سے کس نے بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اور کس نے یہ پڑھے بغیر مٹھائی کھانا شروع کی؟ ان میں سے ایک سٹوڈنٹ نے کہا کہ میں نے بسم اللہ پڑھ کر مٹھائی کھانا شروع کی تھی۔ جبکہ باقی دو سٹوڈنٹس نے کہا کہ ہم نے بسم اللہ پڑھے بغیر ہی مٹھائی کھانا شروع کر دی تھی۔ پہلا سٹوڈنٹ وہی تھا جو اکیلا مٹھائی کھاتے نظر آیا تھا۔ باقی دو سٹوڈنٹس وہ تھے جنہوں نے بسم اللہ پڑھے بغیر مٹھائی کھانا شروع کی تھی اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ شیطان مٹھائی کھانا نظر آیا تھا۔ شیخ ایوب نے اس مشاہدہ کے بارے میں سب باتیں سنیں تو دنگ رہ گئے۔ میں نے کہا، شیخ مکرم! حدیث نبوی ﷺ کے مطابق بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے بغیر کھاتے پیتے وقت شیطان بھی کھانے پینے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث پاک سے روحانی مشاہدہ کی تصدیق ہوتی ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ باطنی نگاہ سے باطنی مخلوقات (ارواح، ملائکہ و شیاطین) کا مشاہدہ کرنا ممکن ہے اور قرآن وحدیث سے اس مشاہدہ کی تصدیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مشاہدہ روحانی، نورانی و رحمانی ہے نہ کہ شیطانی و ظلمانی۔

وحی کی ذیلی طرزیں:- سلسلہ نبوت مکمل ہونے کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے مگر وحی کی ذیلی طرزیں کشف، الہام اور القا کی صورت میں باقی ہیں۔ نزول وحی کا وہ مخصوص طریقہ جس طریقے سے انبیاء کرام و رسل عظام پر وحی نازل کی جاتی تھی، انبیاء و رسل کا سلسلہ ختم ہونے کے ساتھ ہی منقطع ہو چکا ہے۔ مگر انبیاء و رسل کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کا کشف،

الہام اور القاء کی صورت میں مخلوق سے رابطہ تھا۔ یہ رابطہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وحی کی ان ذیلی طرزوں میں کشف، الہام اور القاء کے ساتھ ساتھ سچے خواب بھی شامل ہیں۔ وحی اور اس کی ذیلی طرزوں کی حقیقت کے ادراک کے لیے درج ذیل آیات مقدسہ پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ أَفَلَا مَهْمُ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۴﴾ آل عمران [3:44]

”(اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں، حالانکہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم (علیہا السلام) کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے“

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ فَأَنِصِبْ لَهُم مَّا يُوحَىٰ إِلَىٰ مِنْ رَبِّي ۚ هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰۳﴾ اعراف [7:203]

”اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے (تو) وہ کہتے ہیں کہ آپ اسے اپنی طرف سے وضع کر کے کیوں نہیں لاتے؟ فرمادیں: میں تو محض اس (حکم) کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے دلائل قطعیہ (کا مجموعہ) ہے اور ہدایت و رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں“

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَمْلِكَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ﴿۵۰﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۱﴾

شوریٰ [42:51-52]

”اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرمادے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طور سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لیے خطابِ الہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)، بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے سو اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب و ارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)، اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت و فکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو) نہ جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں) مگر ہم نے اسے نور بنا دیا۔ ہم اس (نور) کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نوازتے ہیں، اور بے شک آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیں“

1۔ پہلی دو آیات سے واضح ہوتا ہے کہ وحی منجانب اللہ ہوتی ہے۔ وحی وہ نور ہے جس کے اندر غیب کی خبریں ہوتی ہیں۔ یہ خبریں گزشتہ واقعات کی بھی ہو سکتی ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی۔ وحی میں کسی بندے کا شعور واردہ کام

نہیں کرتا بلکہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کا تفکر کام کرتا ہے۔

2۔ سورہ شوریٰ کی آیات نمبر 51 تا 52 میں وحی کی تمام طرزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ براہِ راست کسی بشر سے کلام نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنی مخلوق پر مختلف ذرائع سے نازل ہوتا ہے۔ وحی کے طور پر یا پس پردہ۔ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام تجلی کے پردہ (حجاب) میں ہوا تھا۔ پیغمبر کے ذریعے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے وحی پیغمبروں تک پہنچائی گئی۔ 'حجاب' سے رابطہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جمیل اور نور علی نور صورت میں بندے پر جلوہ فرماتے ہیں۔ یہ جمیل صورت اللہ نہیں بلکہ حجاب ہے۔

سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہونے کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے مگر وحی کی ذیلی طرزیں کشف، الہام، القا اور روایاتِ صادقہ (سچے خوابوں) کی صورت میں باقی ہیں۔ سورہ نحل میں لکھی پر وحی کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مکھی پر وحی بھی وحی کی ذیلی طرزوں میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَوْحِي رَبِّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كُنَّ مِنَ الْغَاثِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْتَكِرُونَ ﴿١٧﴾ النحل [16:68-69]

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیں ۝ پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر (جو ان پھلوں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لیے بھی) آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، ان کے شکموں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے (وہ شہد ہے) جس کے رنگ جدا گانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہے ۝

اللہ تعالیٰ نور ہے۔ اس کا کلام بھی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جاں سے قریب ہے مگر ہم شعوری حواس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس نور کے ادراک کے لیے روحانی حواس کا بیدار ہونا ضروری ہے۔ ذات و صفات باری تعالیٰ کے ادراک کے لیے اولیائے عظام نے ارتکازِ توجہ اور یکسوئی کے حصول کی خاطر مختلف قسم کے مراقبات تجویز کیے ہیں۔ مراقبات میں کئے جانے والے تصور کی بنیاد پر مراقبہ کی مختلف اقسام اور ان کے مقاصد متعین ہو جاتے ہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ و تعلق قائم کرنے کے لیے مراقبہ اسمِ ذات کرایا جاتا ہے۔ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے روحانی رابطہ و تعلق قائم کرنے اور اسے مضبوط تر بنانے کے لیے مراقبہ اسمِ محمد ﷺ کیا جاتا ہے۔ کسی خاص صلاحیت کو بیدار کرنے یا مخصوص فوائد حاصل کرنے کے لیے اسمائے باری تعالیٰ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ شفا کے حصول کے لیے اسمِ 'یا شافی' کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ مراقبہ میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ صاحبِ مراقبہ عرشِ الہی کے نیچے بیٹھا ہے اور عرش سے اسمِ 'یا شافی' کی نورانی شعاعیں اس کے اوپر نازل ہو رہی ہیں۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی تفہیم کے لیے اسمِ 'علیم' کا

مراقبہ کیا جاتا ہے۔ علیم کے معنی ہیں علم رکھنے والا۔ اس اسم کی نسبت سے انسان کو تمام علوم منتقل ہوتے ہیں۔ اس سے تمام اسمائے الہیہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تفہیم سے مراد کسی چیز کی فہم بیدار کرنا یا فہم حاصل کرنا ہے۔ تفہیم کے مراقبہ سے اسمائے صفات کا علم اور وہ فارمولے منکشف ہوتے ہیں جن سے کائنات وجود میں آئی ہے۔

**مراقبہ اسم ذات (مشق تصور اسم اللہ):**۔ بندہ عاجز کے پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سوری قادری دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ روحی علوم میں چونکہ مشق تصور کا مرکز ایک مادی شے اور فرضی نقطہ ہوتا ہے جس سے محض خیالات کا اجتماع مقصود ہوتا ہے اس لیے ان کا سارا معاملہ اسی مادی دنیا اور مقام ناسوت تک محدود رہ جاتا ہے اور اس کا روحانی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن برعکس اس کے اگر کوئی شخص بجائے مفروضہ مادی نقطے کے اسم اللہ ذات کے نقش مکرم پر اپنے خیالات، حواس، تصور، تفکر اور توجہ مجتمع کرے تو وہ اُس سے ایک ایسی زبردست غیر مخلوق اور لازوال باطنی قوت حاصل کر لینا ہے جس کا تعلق اُس ذات بے مثل اور لم یزال کے بحر انوار کے ساتھ ہو جاتا ہے جو تمام کائنات کا مبداء و معاد ہے۔ اس سے صاحب تصور کے اندر نور اسم اللہ ذات کی بجلی پیدا ہو جاتی ہے جس کا کنکشن اور تعلق مسمیٰ یعنی معدن انوار ذات پروردگار کے پاور ہاؤس سے ہوتا ہے۔

تصور اسم اللہ ذات میں اسم اللہ مختلف مقامات پر تصور کے ذریعے تحریر اور مرقوم کیا جاتا ہے اور یہ ذکر اللہ کا ایک افضل ترین طریقہ ہے۔ آج سے تقریباً پانچ صد سال پیشتر سلطان العارفین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی تصانیف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے روحانی محیر العقول فوائد بیان کئے ہیں مگر اس راز سے موجودہ دور میں دنیا کو روشناس کرنے کا سہرا صرف حضرت فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

تصور کی مشق لفظ ”اللہ“ پر کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسلامی نقطہ نگاہ سے خالق کائنات کا ذاتی اسم ہے باقی اسماء سب صفاتی ہیں۔ اسی لیے سلطان العارفین حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ”اسم اللہ ذات“ لکھا ہے اور اسی کے تصور کی ہدایت کی گئی ہے بعد میں دوسرے اسماء کے تصور کی مشق بھی کی جاتی ہے مگر ابتدا اسی اسم سے کی جاتی ہے اور انتہا بھی اسی اسم پر ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے تمام فقر کا دار و مدار اسی پر ہے۔ یہ گو یا اس لازوال فقر کی اساس اور بنیاد ہے۔ اسی کے ذریعے طالب فقر کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ کر اعلیٰ ترین روحانی درجات اور باطنی مراتب حاصل کرتا ہے۔ اسم ذات کی مشق کے وقت درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

- 01- صاحب تصور اسم اللہ ذات کو چاہیے کہ وضو کر کے اور پاک کپڑے پہن کر کسی پاک جگہ پر مربع شکل میں یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھے اور دل کو تمام غیر ضروری خیالات یعنی دنیاوی تفکرات اور نفسانی واہمات سے خالی اور فارغ کرے۔
- 02- ظاہری شیطانی وسوسوں اور نفسانی خطرات کا راستہ بند کرنے کے لیے درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل (سورہ الکافرون، سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ الناس) اور درود شریف ہر ایک تین تین بار پڑھ کر سینے پر دم کرے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دم کر کے تمام بدن پر ہاتھ پھیرے۔

- 03- اس کے بعد آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور مجلس حضرت سرور کائنات ﷺ و مجلس انبیاء اور یاد موت اور یاد آخرت و قبر حشر و غیرہ کے تفکرات کو دل میں جاگزیں کرے اور اسم اللہ کو ماتھے اور دل پر اور اسم

- محمد ﷺ کو تفکر کی انگشت شہادت سے خیال کے ذریعے اپنے سینے پر بار بار لکھنے کی کوشش کرے۔
- 04۔ صاحب تصور اپنی انگشت شہادت کو قلم تصور کرے اور اس سے اپنے ماتھے پر اسم اللہ ذات اس طرح لکھے کہ سر کو ایک بڑی قندیل اور لال ٹین خیال کرے اور اپنے آپ کو اس کے اندر بیٹھا ہوا محسوس کر کے اپنے سامنے والے رخ یعنی ماتھے کو شیشہ سمجھ کر اس پر اسم اللہ ذات تحریر کرے۔ اس سے جذب جلالی پیدا ہوگا اور اسم محمد ﷺ کے دونوں میم پستانوں پر یعنی پہلا میم دائیں پستان پر اور دوسرا میم بائیں پستان پر لمبا کر کے لائے اور حرف دال دل پر لائے۔ اس سے جذب جمالی پیدا ہوگا۔ اسم محمد ﷺ کو سفید مانتا بی رنگ سے لکھے۔
- 05۔ ان دونوں مذکورہ بالا مقامات یعنی ماتھے اور سینے پر اگر اسم اللہ ذات اور اسم محمد سرور کائنات لکھنے میں دشواری ہو تو اسم اللہ ذات انگشت شہادت کی طرح موٹے خوشخط سرخ آفتابی رنگ کے حروف میں مرقوم اپنے ماتھے یا دل پر لکھا ہوا خیال کرے اور خود اپنی خیالی انگشت شہادت سے اُسے ٹریں کرتا جائی۔ یعنی انگلی اس پر قلم کی طرح اپنے خیال اور تصور میں پھیرتا جائے اور اسی طرح اسم محمد ﷺ کو اپنے سینے پر اندر کی طرف سے سفید مانتا بی رنگ سے مرقوم خیال کرے اور اس کے اوپر خیال کی انگشت شہادت پھیرنے کی کوشش کرے۔ بعض کو اس دوسری صورت میں آسانی ہوتی ہے۔ ہر حال میں ماتھے اور سینے پر تصور اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ سرور کائنات تحریر کرتے وقت اپنے آپ کو اندر بیٹھا ہوا خیال کرے اور اندر سے تحریر کرے۔
- 06۔ مشق کے لیے لفظ اللہ کا غز پر بھی لکھا جاتا ہے، آئینے پر بھی اور دوسری اشیا پر بھی، مگر ہر حال میں اس کے حروف کو سفید رکھنا چاہیے۔
- آئینے یا شیشے یا کاغذ پر جب اسم اللہ لکھا جائے تو اس پر اعراب یعنی زبر، شد، اور پیش وغیرہ ڈالنے میں کوئی ہرج نہیں اور اعراب نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے مگر اللہ کے ساتھ ”یا“ کا لفظ نہیں لکھنا چاہیے۔
- لفظ اللہ خط طغریٰ میں بھی نہیں لکھنا چاہیے۔ خط طغریٰ سے مراد ٹیڑھے حروف ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ لفظ اللہ بالکل سیدھا لکھنا چاہیے۔
- ابتداء میں آئینے میں لکھا ہوا یا شیشے پر پینٹ کیا ہوا اسم اللہ سامنے رکھنا چاہیے اور اس پر نگاہیں جمانی چاہئیں۔
- 07۔ انسان کے سینے میں دل کا قاعدہ اوپر کو ہے اور نوک نیچے کی طرف ہے۔ یہ تحریر ہمیں باہر کی طرف سے اندر کا تصور کر کے کرنی پڑے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ صاحب تصور سینے پر سر جھکا کر باہر کی طرف سے اندر کا تصور کرے اور اسم اللہ تحریر کرے۔ اس میں اسم اللہ نوک کی طرف سے لکھے۔ ماتھے پر اور مشق وجود یہ یعنی آنکھ، ناک، کان اور سینہ پر اسم اللہ تحریر کرنے کی صورت اس سے بالکل مختلف ہے۔
- 08۔ مشق وجود یہ میں اپنے آپ کو وجود کے کمرے یا جوف کے اندر بیٹھا ہوا خیال کرنا چاہیے اور اندر کی طرف سے ماتھے، آنکھوں، ناک، کان اور سینے وغیرہ پر اسم اللہ لکھنے کی مشق کرنی چاہیے۔ صرف دل پر باہر کی طرف سے سر جھکا کر اسم اللہ تحریر کرنا چاہیے۔ باقی سب تحریریں اندر کی طرف سے تصور کے ذریعے کی جاتی ہیں۔ یہ بہت بڑا اشکال ہے اس کو خوب ذہن نشین کر لیں تو پھر کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

دماغ میں نقش اسم اللہ ذات تصور اور تفکر کے ذریعے مرقوم کرتے وقت طالب دماغ کو ایک مربع قندیل یا لال ٹین کی چار گوشہ چینی کی طرح خیال کرے کہ گویا اس کے چاروں طرف اور اوپر کے شیشے ظلمت کے سیاہ دھوئیں سے آلودہ ہیں اور صاحب تصور اندر بیٹھ کر سامنے والے شیشے پر شہادت کی انگلی سے نقش اسم اللہ ذات یوں بنا رہا ہے کہ اُس کی انگلی کی تحریر سے سیاہی دور ہوتی جا رہی ہے اور اسم اللہ ذات تاباں اور نمایاں ہو رہا ہے۔ اسی طرح اسم ذات دائیں، بائیں، پیچھے اور اوپر والے شیشے پر تحریر کرے۔ اس طرح دماغ اسم ذات کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں اسم اللہ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو عینک کے شیشوں کی طرح خیال کر کے اندر کی طرف سے ان پر اسم ذات نقش تحریر کرے۔ اسی طرح بدن کے ہر عضو اور خانے پر اندر کی طرف سے اسم اللہ ذات فکر اور خیال کے قلم سے تحریر کرے۔

دماغ یا سر میں اسم اللہ ذات مرقوم کرنے کے پانچ مقام ہیں، یعنی دائیں، بائیں، آگے، پیچھے اور اوپر اُس کے علاوہ ماتھے پر، ہر دو آنکھوں پر، دونوں کانوں پر، ناک پر اور زبان پر بھی اسم اللہ ذات تصور اور خیال سے تحریر کرے۔ 09۔ اسم ذات اگر جسم کے مختلف مقامات پر تحریر کرنے میں مشکل پیش آئے تو جس مقام پر آسانی سے لکھا جاسکے پہلے اس کی مشق کی جائے۔

10۔ اگر کسی طالب علم کی طبیعت کند اور غبی ہو اور اسم ذات کا تصور اُس سے نہ بن سکے تو وہ شیشے یا کاغذ پر لکھا ہوا اسم ذات اپنے سامنے رکھے اور تصور کرے وقت اُسے اپنے اندر قائم کرے۔ دوسرے وقتوں میں اسی اسم ذات کا خیال اور تصور کرے۔ اس طرح بار بار کرنے سے اسم ذات کا تصور قائم ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ آسانی مطلوب ہو تو سلیٹ پر موٹی پنسل یا چاک کے ذریعے رات کو یا دن کو فرصت کے وقت بار بار اسم اللہ لکھے۔ کم از کم 66 دفعہ لکھے۔ اس طرح بھی تصور میں اسم اللہ ذات جلدی آ جاتا ہے۔ رات کو یا دن کو سونے سے پہلے ضرور تصور اسم اللہ ذات کی مشق کرے یا نقش اسم اللہ ذات کاغذ یا شیشے پر خوشخط لکھا ہوا اپنے سامنے رکھ کر سوتے وقت اس کی طرف دیکھے۔ اور بار بار اُسے اپنے اندر جمانے کی کوشش کرے اور اس حالت میں سو جائے۔ ایسا کرنے سے خواب میں بھی اسم اللہ متجلی اور مرقوم ہو جاتا ہے۔

11۔ اگر طالب شیخ کامل رکھتا ہے تو یوں خیال کرے کہ میرے سر اور سینے اور دل کے اندر شیخ بیٹھا ہوا اسم اللہ ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھ رہا ہے۔ اس سے اور بھی زیادہ آسانی ہو جاتی ہے اور ساتھ ساتھ پاسِ انفاس بھی جاری رکھے۔ اس طرح طالب بہت جلد کامیاب ہو جاتا ہے۔

12۔ اسم اللہ کو تصور کے ذریعے ہمیشہ سفید رنگ میں تحریر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر خود بخود کوئی دوسرا رنگ آتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

13۔ تصور کے لیے سات اسماء ہیں جو سات باطنی خزانوں کی کنجیاں اور کلید ہیں۔ سات لطیفوں کے لیے ہر اسم علیحدہ علیحدہ ہے۔ اسماء یہ ہیں: اللہ۔ لہ۔ ہو۔ محمد۔ فقر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اگر تصور کسی طرح بھی نہ بنے اور الفاظ خلط ملط ہو جائیں تو پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ہمت کر کے تصور جاری رکھنا



چاہیے اور اللہ، اللہ، لہ، ہو وغیرہ میں سے جو بھی لفظ بن سکے قائم کرنا چاہیے۔ اگر ایک مقام پر تحریر قائم نہ ہو اور کسی دوسرے مقام پر آسانی سے قائم ہو سکے تو پہلے مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر تصور کرنا چاہیے۔ اگر مشق وجودیہ میں آسانی ہو تو اسی کو شروع کر دینا چاہیے۔ اگر اس طرح بھی تصور قائم نہ ہو تو اسم اللہ لکھا ہوا سامنے رکھ کر پہلے اس پر نگاہیں جمائی جائیں اور پھر خیال کے ذریعے اسم اللہ کو مطلوبہ مقام پر لکھا ہوا تصور کیا جائے اگر لکھا ہوا خیال نہ کیا جا سکے تو انگشت شہادت کے ذریعے بار بار لکھنا چاہیے۔

- 14۔ اس شغل کے ساتھ پاس انفاس جاری رکھے یعنی جب سانس اندر کو جائے تو اس کے ساتھ دل میں لفظ ”اللہ“ کہے اور جب سانس باہر کو نکلے تو دل میں خیال سے لفظ ”ہو“ کہے اور جب اسم محمد ﷺ کی مشق کرے تو سانس اندر جاتے وقت ”محمد رسول اللہ“ کہے اور سانس باہر آتے وقت ”صلی اللہ علیہ وسلم“ خیال سے دل میں کہے۔
- 15۔ گو مشق تصور کے لیے وقت کی پابندی نہیں لیکن اس مبارک شغل کے لیے سب سے بہتر وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب یا چاشت تک ہے اور اس کی مشق کے لیے یہی وقت مقرر کرنا چاہیے۔
- 16۔ یہ مشق باقاعدگی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ صبح کے وقت کم از کم نصف گھنٹے تک مشق کرنی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر کوئی کر سکے۔

- 17۔ اگر نقش اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ سرور کائنات بسبب کثرت ہجوم و وساوس شیطانی و ظلمات نفسانی دل پر قائم نہ ہو تو طالب کو چاہیے کہ مشق جو دیہ کرے تاکہ تمام وجود اسم اللہ ذات سے منقش ہو کر پاک اور مرکزی ہو جائے اور حضور سرور کائنات ﷺ کے دیدار اور مشاہدہ حق ذات کے قابل ہو جائے۔
- 18۔ اگر کسی کا نفس سرکش ہو اور معصیت سے باز نہ آئے تو اسم اللہ کو تصور سے مقام ناف پر مرقوم اور تحریر کرے۔
- 19۔ تمام حالات میں رات کو یا دن کو سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے مشق تصور اسم ذات کیا جائے تو اس کے لیے حصار باندھنے اور مذکورہ کلمے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ وقت کی پابندی بھی لازمی نہیں۔ وضو نہ ہوا در کپڑے پاک نہ ہوں تو بھی یہ باتیں مشق تصور میں خارج اور مانع نہیں کیونکہ اس عمل کا تعلق خیال سے ہے۔ یہ ایک نہایت پوشیدہ، بے ریا، بے رجعت اور زود اثر طریقہ ذکر ہے۔ اس میں گنتی اور شمار کی بھی کوئی جھنجھٹ نہیں۔ اس کے بغیر باطنی لطائف کا کھلنا ناممکن ہے اور روحانی منازل اور مقامات اس کے بغیر ہرگز طے نہیں کئے جاسکتے۔

### تصور اسم ذات کے نتائج:-

- 01۔ بار بار مشق کرنے سے اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ سرور کائنات طالب کے اندر تجلی ہو جائے گا۔
- 02۔ جب اسم ذات صاحب تصور کے اندر نوری حروف سے مرقوم ہو جاتا ہے تو وہ خود بخود اپنے مخصوص مقام کو پکڑ لیتا ہے۔ اسم ذات کے صحیح طور پر تصور کے ذریعے نقش اور مرقوم ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسم ذات مطلوبہ مقام پر مرقوم ہو کر آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور صاحب تصور کو فوراً استغراق اور محویت حاصل ہو جاتی ہے۔ لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اور طالب کو استغراق کے اندر کوئی نہ کوئی مشاہدہ اور مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے۔
- 03۔ جس وقت طالب کے تصور اور تفکر اور مرشد کامل کی توجہ اور تصرف کی بدولت اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ پر توجہ

مرکوز اور متحد ہو جاتی ہے تو اس سے یا تو نور اور برقِ جلال پیدا ہو کر طالب کو باطن میں غرق اور بے خود کر دیتی ہے۔ اس وقت اُسے باطنی واردات یا نہیں رہتیں اور اگر اسے جذبِ جمالی کی بجلی نے کھینچ لیا ہے تو اس کو خواب یا مراقبے کی باطنی واردات یاد رہتی ہیں۔ اس وقت مجلسِ انبیاء و اولیاء اور ذکر اذکار کھل جاتے ہیں اور طالب مجلسِ محمدی ﷺ یا مجلسِ انبیاء و اولیاء میں حاضر ہو جاتا ہے یا ذکر نفسی، قلبی، روحی، وغیرہ جاری ہو جاتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ ذاتی، صفاتی یا افعالی صاحبِ تصور پر وارد ہو جاتی ہیں۔ یا طالب کو طیر سیر مقاماتِ علوی یا سفلی حاصل ہو جاتا ہے۔

04۔ مشقِ تصور اسم اللہ ذات ذکر کے تمام طریقوں سے بہتر، افضل، آسان اور پُر امن طریقہ ہے۔ موت کے وقت انسان کی زبان خشک ہو جاتی ہے اور باقی تمام اعضاء اور حواس کام سے رہ جاتے ہیں۔ اُس وقت ذکر کے لیے انسان کے پاس صرف تصور اور تفکر کا آلہ باقی رہ جاتا ہے۔ اگر زندگی میں طالب نے تصور اور تفکر سے اسم اللہ ذات کی مشق کی ہے اور اسم اللہ ذات کو اپنے اندر قائم کیا ہے اور اپنے وجود کو اسم اللہ ذات میں طے اور دل کو اسم اللہ ذات سے زندہ کیا ہے تو موت کے آخری نازک وقت میں اُسے اس مبارک شغل کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے گی۔ صاحبِ تصور اسم اللہ ذات محبوبِ بے محنت اور معشوقِ بے مشقت ہوتا ہے جو شخص ہمیشہ اپنے آپ کو اسم اللہ ذات میں محو اور مشغول رکھتا ہے اس کو رازِ بے ریاضت اور مشاہدہ بے مجاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔

جب اسم اللہ ذات تصور اور تفکر سے وجود کے کسی عضو اور مقام میں مرقوم ہو جاتا ہے اور متواتر مشق سے وہاں قائم ہو جاتا ہے تو وہ مقام اور عضو نور اسم اللہ ذات سے زندہ، روشن اور وسیع ہو جاتا ہے اور اُس عضو کی باطنی جس زندہ ہو جاتی ہے اور عالمِ غیب کی طرف اُس عضو میں ذکر کے لیے نوری روزن اور لطیف راستہ کھل جاتا ہے اور ذکر صاحبِ تصور کا عالمِ غیب اور عالمِ لطیف میں ایک باطنی نوری عضو پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر آنکھ میں تصور اور تفکر سے اسم اللہ ذات مرقوم ہو تو چشمِ باطن کھل جاتی ہے اور صاحبِ تصور عالمِ غیب کی باطنی اشیاء کو دیکھنے لگ جاتا ہے اور مقامِ کشف اور مراقبہ و مشاہدہ کھل جاتا ہے۔ اگر مقامِ گوش یعنی کان میں اسم اللہ فکر کے نوری حروف سے مرقوم ہو جائے تو باطن یعنی دل کے کان کھل جاتے ہیں۔ اور صاحبِ تصور باطنی اور غیبی آوازیں سننے لگ جاتا ہے اور ذکر صاحبِ تصور پر مقامِ الہام کھل جاتا ہے۔ اگر زبان پر اسم اللہ نوری حروف سے تحریر ہو تو ذکر صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے اور اُس کی زبان سیفِ الرحمن ہو جاتی ہے اور گُن کی روشنائی سے نم ہو جاتی ہے۔ اُس زبان سے وہ غیبی روحانی مخلوق سے ہمکلام ہوتا ہے اور جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے جلد یا بدیر پورا ہو جاتا ہے۔ اگر ہاتھ کی ہتھیلی پر اسم اللہ مرقوم ہو تو ملائکہ اور ارواحِ انبیاء و اولیاء اور ارواحِ اہلِ تکوین متصرفینِ غوث، قطب، اوتاد اور ابدال سے مصافحہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اور اس نوری ہاتھ سے باطنی دنیا کے عالمِ امر میں تصرف اور کام کاج کرتا ہے۔ اسی طرح صاحبِ تصور کا ہر عضو اور اندام جب تصور اسم اللہ ذات کی تحریر سے زندہ اور روشن ہو جاتا ہے تو اسی نوری عضو سے وہ باطن میں کام کرتا ہے۔ آخر میں صاحبِ تصور کا تمام وجود مشقِ تصور اسم اللہ ذات سے منتقل اور مرقوم ہو جاتا ہے اس نوری روحانی وجود کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا، پھرنا اور پکڑنا وغیرہ نور اسم اللہ ذات سے ہوتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ایک ایسا خفیہ اور پوشیدہ راز ہے جس کے ساتھ تصوف، فقر، روحانیت، طریقت اور معرفت کے

بیش بہا خزانے وابستہ اور متعلق ہیں۔

**مراقبہ کی اقسام:**۔ مراقبہ میں سانس لیتے وقت ذکر کی تبدیلی سے یا دورانِ مراقبہ تصور کی تبدیلی سے مراقبہ کی نوعیت اور نتائج تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے روحانی دنیا میں عموماً درج ذیل اقسام کے مراقبات کیے جاتے ہیں:

### مراقبہ احدیت

مراقبہ ”اسم ذات“ کے دوران اگر سانس کے ساتھ سورہ اخلاص پڑھی جائے اور اس کے مفہوم پر غور کیا جائے تو اسے مراقبہ احدیت کہتے ہیں۔ اس مراقبہ کے اثر سے عقیدہ توحید پختہ ہوتا ہے۔

### مراقبہ معیت

اس مراقبہ کے دوران سالک سانس کے ساتھ **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ**۔ **اللَّهُ حَاضِرِي**۔ **اللَّهُ تَاطِرِي**۔ **اللَّهُ مَعِي**۔ ذکر کرتا ہے اور اس کے مفہوم پر توجہ مرکوز کر دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کے اندر رب کائنات کی معیت کا شعور پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کی ذات کے ہر وقت ساتھ ہونے کا احساس غالب ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان کو گناہ کی طرف قدم اٹھانے سے حیا آتی ہے۔

### مراقبہ مشاہدہ حق

**تَعْبُدُ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ** ”خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اُسے نہیں دیکھ پاتا تو (کم از کم یہ تصور کر کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“

اس مراقبہ کے دوران سالک سانس کے ساتھ **عَيْنِ اللَّهِ تَاطِرَةٌ إِلَيْنَا**۔ اللہ کی آنکھ ہم کو دیکھ رہی ہے۔ کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مفہوم پر توجہ مرکوز کر دیتا ہے۔ پہلے وہ تصور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ بعد میں یہ تصور کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

### مراقبہ اقربیت

اس مراقبہ کے دوران سانس کے ساتھ **نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** ① کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس مراقبہ کی پختگی کے ساتھ سالک پر قرب الہی کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جسے قرآن نے **صِبْغَةَ اللَّهِ** کہا ہے۔

### مراقبہ محبت

اس مراقبہ کے دوران سانس کے ساتھ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس مراقبہ کی پختگی کے ساتھ سالک پر حکمِ ربی **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ**۔ کے تحت محبت اور اطاعت کا اثر غالب آ جاتا ہے۔

### مراقبہ اسم الظاہر والباطن

اس مراقبہ کا وظیفہ ہے: **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**۔ اس مراقبہ کے اثر سے سالک کا ظاہر اور باطن نور الہی سے منور ہو جاتا ہے۔

### مراقبہ عبودیت

اس مراقبہ کا وظیفہ ہے: **الْتَّجَمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ**۔ اس مراقبہ کی بدولت سالک اپنے مقامِ عبودیت سے آشنا ہوتا ہے۔

**مراقبہ فنا بقا**

اس مراقبہ کے دوران پہلے فنا فی اللہ میں کُلُّ مَنْ عَلَيَّهَا فَاِنْ اور پھر بقا باللہ میں وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کا فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

**مراقبہ سیر کعبہ**

اس مراقبہ کے دوران سالک اپنی روح سے کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے اور زبان حال سے پڑھتا ہے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ۔

**مراقبہ روضہ اطہر ﷺ**

اس مراقبہ کے دوران نہایت ادب اور احترام اور حضور قلب کے ساتھ روضہ اطہر کے اندر نگاہیں جھکائے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے اور مسلسل زبان حال سے یہ درود شریف پڑھتا ہے:

الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ۔

**مراقبہ مسجد نبوی ﷺ**

اس مراقبہ کے دوران سالک نہایت ادب، احترام اور حضور قلب کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور زبان حال یہ وہی درود شریف جاری رہتا ہے۔

**مراقبہ نور:** نور کے مشاہدے کے لیے مراقبہ نور کیا جاتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کا بنیادی عنصر نور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ نُورِ ۖ كُشُوفٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي دُجَاجَةٍ ۚ الدُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ ۚ يَبْكَادُ زَيْتُهَا يُنَوِّعُ ۚ وَ كَوْ لَمْ تَنْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۚ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ ۖ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۴:۳۵﴾ نور [24:35]

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال (جونور محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اس طاق (نماینہ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے؛ (وہ) چراغ، فانوس (قلب محمدی) میں رکھا ہے۔ (یہ) فانوس (نور الہی) کے پرتو سے اس قدر منور ہے (گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے) یہ چراغ نبوت (جو زیتون کے مبارک درخت سے) یعنی عالم قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء و رسل ہی کے مبارک شجرہ نبوت سے (روشن ہوا ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی) (بلکہ اپنے فیض نور کی وسعت میں عالمگیر ہے)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل (خود ہی) چمک رہا ہے اگرچہ ابھی اسے (وحی ربانی اور معجزات آسمانی کی) آگ نے چھوا بھی نہیں (وہ) نور کے اوپر نور ہے (یعنی نور وجود پر نور نبوت گویا وہ ذات دوہرے نور کا پیکر ہے)، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور (کی معرفت) تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں (کی ہدایت) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے ۝

سالک (روحانی طالب علم) مندرجہ بالا آیت مقدسہ میں دی گئی مثال کے مطابق تصور کرتا ہے کہ چراغ کی نورانی شعاعوں سے اس کا تمام جسم منور ہو رہا ہے۔ سالک یہ بھی تصور کرتا ہے کہ عرش سے تمام کائنات اور اس کی مخلوقات پر

نور کی بارش ہو رہی ہے۔ تمام کائنات اور اس کی اشیاء نور کے وسیع و عریض سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ خود سالک پر بھی نور برس رہا ہے اور وہ نور کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

مراقبہ صوتِ سرمدی یا ہاتفِ غیبی:- تمام کائنات کو ذاتِ باری تعالیٰ نے اجتماعی فہم یا شعور عطا فرمایا ہے۔ یہ شعور کائنات، کائنات میں موجود ہر شے کے بارے میں مکمل معلومات اور ہدایات کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ کمپیوٹر سائنس کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا کمپیوٹر ہے جس میں کائنات کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ اس کمپیوٹر کی سکرین لوحِ محفوظ کہلاتی ہے۔ بذاتِ خود اس کمپیوٹر کو ہی لوحِ محفوظ تصور کیا جاسکتا ہے۔ مراقبہ کے ذریعے اس شعور سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس شعور سے رابطے کا ایک ذریعہ آواز ہے۔ اس آواز کو اصطلاحاً ہاتفِ غیبی کہتے ہیں جس کے معنی 'غیب کا پکارنے والا' ہیں۔ ہاتفِ غیبی کی آواز کو صوتِ سرمدی یعنی خدائی آواز کہا جاتا ہے۔ اسی آواز سے اولیاء اللہ پر الہام ہوتا ہے۔ یہ آواز سننے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ اختیار کریں:

- 1۔ نہایت توجہ سے مراقبہ اسمِ ذات کریں۔
  - 2۔ جب مراقبہ اسمِ ذات میں توجہ اور یکسوئی حاصل ہو جائے تو باطن کی طرف متوجہ ہو کر ایسی آواز کا تصور کریں جو مندرجہ ذیل کسی آواز سے مشابہت رکھتی ہو:
- ☆ میٹھی اور سریلی گھنٹیوں کی آواز۔
- ☆ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔
- ☆ پانی کے جھرنے کی آواز یعنی وہ آواز جو پانی کی سطح پر پانی کے گرنے یا پتھروں پر پانی کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

☆ بانسری کی آواز

- 3۔ شروع میں مختلف انداز اور طرزوں میں آواز سنائی دیتی ہے۔ بعد میں الفاظ اور جملے بھی سنائی دیتے ہیں۔ اسرار و رموز منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کسی سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے ذہن میں ایک دو بار سوال دہرائیں۔ اس کے بعد ہاتفِ غیبی کی طرف توجہ کریں اور مسلسل دھیان قائم رکھیں۔ سوال کو ذہن میں نہ لائیں۔ صرف جواب کے منتظر رہیں۔ ذہنی یکسوئی اور روحانی استعداد کے لحاظ سے جلد ہی آواز کے ذریعے جواب ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی طریقہ سے تصویرِ شیخ سے اور کسی صاحبِ مزار سے رابطہ کر کے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ دربارِ رسالت سے رہنمائی حاصل کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

مراقبہ مشاہدہ حق:- نماز دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنے اور ہم کلام ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نبی کریم روف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضور قلبی (ذہنی و قلبی یکسوئی) کے بغیر نماز (صحیح طور پر) ادا نہیں ہوتی یعنی نماز کے دوران اگر ذہنی و قلبی یکسوئی نہ ہو تو ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ نہیں ہوتا۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ و تعلق قائم کرنے کے لیے خیال اور تصور کی یکسوئی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے نبی کریم روف و رحیم ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ 'احسان' کیا ہے، ارشاد فرمایا ہے:

تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔

(احسان یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے دیکھ نہیں پاتے تو (کم از کم یہ تصور کرو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ اسم ذات سے تصور باری تعالیٰ قائم کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ حالت نماز میں سالک کو تصور کرنا چاہیے کہ اسم ذات (اللہ) نوری حروف میں لکھا ہوا نظر آ رہا ہے اور سالک کلام الہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہے۔ حالت نماز میں مراقبہ نور، مراقبہ احادیث، مراقبہ معیت، مراقبہ اقرہ بیت، مراقبہ محبت، مراقبہ اسم الظاہر والباطن، مراقبہ عبودیت، مراقبہ فنا بقا، مراقبہ سیر کعبہ، مراقبہ روضہ اطہر، مراقبہ مسجد نبوی، مراقبہ صوت سرمدی غرضیکہ ان سب مراقبات سے حاصل ہونے والی یکسوئی اور تفکر سے مراقبہ احسان قائم ہو جاتا اور سالک کو روحانی معراج حاصل ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ۔“ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف کرو۔“

مراقبہ اسم ذات اور مراقبہ اسمائے الہیہ سے انسانوں کو ذات و صفات باری تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ ایسے انسان کے ظاہری و باطنی حواس ذات و صفات باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ و تعلق کی بنا پر دائمی و ابدی بقا و جلا پالیتے ہیں۔ اس میں اسمائے الہیہ کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مرنے کے بعد جس عالم میں روحيں منتقل ہوتی ہیں وہ جہاں عالم اعراف کہلاتا ہے۔ مرنے کے بعد ایسے بندے کا اعراف اس کے روحانی مقام و مرتبہ کے مطابق قائم ہوتا ہے اور وہ مرنے کے بعد اپنے ظاہری حواس اور ظاہری نظر کے ساتھ ان عالمین (اس دنیا میں اور عالم اعراف) میں رہتا ہے۔ انسان کی روحانی کیفیت کے مطابق ہی اس عالم اعراف میں اور آخرت میں اعلیٰ مقام (علیین) یا اسفل مقام (سجین) عطا ہوگا۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سَجِّينٍ ﴿١﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِّينٌ ﴿٢﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٣﴾ مَطْفُفِينَ [83:7-9]

”یہ حق ہے کہ بدکرداروں کا نامہ اعمال سجین (یعنی دیوان خانہ جہنم) میں ہے اور آپ نے کیا جانا کہ سجین کیا ہے؟ (یہ قید خانہ دوزخ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ہر جہنمی کا نام اور اس کے اعمال درج ہیں)“

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْبَرِّ اِذَا لَفِي عَلِّينَ ﴿٤﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عَلِّينٌ ﴿٥﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٦﴾ مَطْفُفِينَ [83:18-20]

”یہ (بھی) حق ہے کہ بے شک نیکوکاروں کا نوشتہ اعمال علیین (یعنی دیوان خانہ جنت) میں ہے اور آپ نے کیا جانا کہ علیین کیا ہے؟ (یہ جنت کے اعلیٰ درجہ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ان جنتیوں کے نام اور اعمال درج ہیں جنہیں اعلیٰ مقامات دیے جائیں گے)“

روحانی رابطہ کے لیے خیال اور تصور کی یکسوئی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ذکر الہی اور ادو وظائف اور نماز کی ادائیگی کے وقت مشاہدہ حق کا تصور قائم رکھیں اور یقین رکھیں کہ ذات باری تعالیٰ سمیع و بصیر اور ناظر ہے۔ اس دوران ذات باری تعالیٰ کی طرف سے جواب کے بھی منتظر رہیں۔ آواز، روشنی یا تحریر، کسی نہ کسی صورت میں جواب بھی ضرور آئے گا۔ یقین



اور شدت انتظار ضروری ہیں۔

نماز کی طرح تلاوت قرآن حکیم بھی حالت مراقبہ میں توجہ و یکسوئی سے کریں۔ جب بھی قرآن حکیم کی تلاوت کریں، چاہے نماز میں، تہجد کے نوافل میں یا صرف تلاوت کے وقت، یہ تصور رکھیں اللہ تعالیٰ اس کلام کے ذریعے آپ سے مخاطب ہیں۔ اس طرح عبادت و تلاوت کرنے سے آپ کا ذات باری تعالیٰ سے روحانی تعلق قائم ہو جائے گا اور یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ جس قدر آپ کے قلب کا آئینہ صاف ہوتا جائے گا اسی مناسبت سے معافی و مغفہ کی نورانی دنیا آپ پر ظاہر ہوتی جائے گی۔

**سیر آفاقی:** مراقبہ اسم ذات کے دوران روحانی سیر ہوتی ہے۔ اس سیر کے دو مراتب و مدارج ہیں۔ پہلی مرتبہ میں سالک کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ تصور کرتا ہے کہ تمام کائنات ایک آئینہ ہے جس پر انوار الہی کا عکس پڑ رہا ہے۔ اس تصور کے ذریعے سیر آفاقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں سالک کو تمام مشاہدات و انکشافات اپنی ذات سے باہر نظر آتے ہیں۔ وہ حقائق زمینی و آسمانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ عرش، لوح محفوظ اور مختلف جہانوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرز مشاہدہ کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔

**سیر انفسی:** اگلے مرحلہ میں سالک یہ تصور کرتا ہے کہ وہ خود ایک آئینہ ہے جس میں انوار و صفات الہی کا عکس پڑ رہا ہے۔ یہ تصور سیر انفسی کی ابتدا کرتا ہے۔ اس درجے میں سالک کو تمام موجودات اپنی ذات کے اندر نظر آتے ہیں۔ اس سیر کی انتہا پر اپنے اندر موجود آئینے کی بھی نفی کر دی جاتی ہے۔ اس صورت میں سالک اللہ کو تجلی کی صورت میں ورائے عرش دیکھتا ہے۔ قرآن حکیم میں سیر انفسی اور سیر آفاقی کا اس طرح سے ذکر کیا گیا ہے:

وَفِي الْأَمْزِجِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾ وَ فِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥٢﴾ الذاریات [21-20:51]

”اور زمین میں صاحبانِ ایمان (یعنی کامل یقین والوں) کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفوس میں (بھی ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟“

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيُّرُ الْأُمُورِ ﴿٥٣﴾ شوریٰ [42:53]

(یہ صراطِ مستقیم) اسی اللہ ہی کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جان لو کہ سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ۝

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعَلْنَاهُ مَأْثُورًا ۖ بِهٖ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ ق [50:16]

”اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن وسوسوں کو (بھی) جانتے ہیں جو اس کا نفس (اس کے دل و دماغ میں) ڈالتا ہے۔ اور ہم اس کی شہرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں ۝“

**تصور شیخ:** کسب فیض کے لیے اپنے مرشد کریم سے عقیدت، محبت، ادب، عاجزی، خدمت، ایثار اور تعمیل ارشاد (اطاعت) کا رشتہ قائم کرنا اور اسے بہتر سے بہتر بنانا ضروری ہے۔ مرشد اور مرید کے درمیان روحانی، ذہنی اور قلبی رشتہ کی بدولت، مرشد کے علوم، طرز فکر اور انوار مرید کو منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مرید ان چیزوں کو بتدریج سمجھتا رہتا ہے۔ کسب فیض کے لیے ضروری ہے کہ مرشد کریم کی صحبت اختیار کی جائے۔ ان کی گفتگو بغور سنی جائے۔ ان کے ارشادات پر خلوص

نیت سے عمل کیا جائے۔ ان کی تحریروں (مکتوبات، ملفوظات، کتب، مقالات وغیرہ) کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ کسب فیض کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تصور کے ذریعے مرشد کے ساتھ روحانی، ذہنی اور قلبی تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر اور بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ تصور کی بدولت، شیخ کریم کے علوم، طرز فکر اور انوار مرید میں منتقل ہوتے ہیں۔ مسلسل مشق کی بدولت مرشد کے ساتھ کل وقتی رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور مرید میں معرفت الہیہ کی صلاحیت مسلسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ مرید، اپنے مرشد کا عکس بن جاتا ہے۔ اس مقام کو تصوف میں 'فنائی الشیخ' کا نام دیا جاتا ہے۔

**مراقبہ تصور شیخ:** - تصور شیخ کا مراقبہ کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

- 1۔ یہ تصور کریں کہ آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہیں۔ جب آپ سانس کے ساتھ لفظ 'اللہ' پڑھتے ہیں تو سانس کے ذریعے مرشد کے قلب سے نور آپ میں منتقل ہوتا ہے اور جب سانس خارج کرتے وقت 'ہو' پڑھتے ہیں تو 'ہو' کے ساتھ یہ نور آپ کے دل میں منتقل ہو رہا ہے۔ کسی مزار پر حاضری کے بعد بھی صاحب مزار سے اسم ذات کی توجہ سے رابطہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح کسب فیض کیا جاتا ہے۔
  - 2۔ مشق وجودیہ کے دوران یہ تصور کریں کہ مرشد کریم اپنی انگشت شہادت سے آپ کے جوف مغز کی چھت، اس کے سامنے کے، دائیں بائیں اور پیچھے کے حصوں پر، آنکھوں، کانوں، ناک، زبان، ہاتھوں اور دل پر اسم ذات اور سینے میں اسم نبی کریم ﷺ (محمد ﷺ) لکھ رہے ہیں۔
  - 3۔ مرشد آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں اور وہ آپ کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ جس سے ان کے علوم، طرز فکر اور انوار آپ کے قلب و ذہن اور شخصیت میں منتقل ہو رہے ہیں۔
  - 4۔ اپنی ذات کی نفی کر دیں۔ یہ تصور کریں کہ آپ نہیں بلکہ آپ کے مرشد موجود ہیں۔ آپ کے ہاتھ پاؤں، تمام وجود آپ کا نہیں آپ کے مرشد کا ہے۔ ہر وقت، ہر آن خود کو مرشد تصور کریں۔ یہ تصور کریں آپ کی ذات، مرشد کی ذات ہے۔ یہ طریقہ تمام طریقوں میں سے اعلیٰ ترین تصور کیا جاتا ہے۔
- مراقبہ دعوت قبور:** - دعوت قبور کا مراقبہ کسی بزرگ یا ولی اللہ کے مزار پر کیا جاتا ہے۔ یہ مراقبہ اس بزرگ سے روحانی رابطہ کرنے کے لیے، ان کی زیارت کے لیے اور روحانی فیض کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ سلسلہ سروری قادری میں اسے دعوت قبور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ درج ذیل ہے:
- 1۔ قبر کے سرہانے، قبر کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائیں۔
  - 2۔ درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل اور پھر درود شریف کم از کم تین تین بار پڑھ لیں۔
  - 3۔ سورہ یسین، سورہ ملک، سورہ رحمن یا سورہ مزمل پڑھ کر ختم شریف خواجگان کے مطابق نبی کریم ﷺ و رحیم ﷺ اور دیگر تمام ارواح مقدسہ اور صاحب مزار کو ایصال کریں۔
  - 4۔ مراقبہ اسم ذات کریں۔
  - 5۔ جب توجہ اور یکسوئی حاصل ہو جائے تو صاحب مزار کے قلب پر اسم ذات تحریر کریں اور ساتھ ہی رابطہ کے لیے درخواست کریں۔ دل ہی دل میں صاحب مزار کو مسنون طریقہ سے سلام عرض کریں اور جواب کے منتظر رہیں۔

صاحب مزار حسب منشا کسی بھی شکل میں (آواز یا تحریر کی شکل میں) جواب دے دیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خود سامنے آجائیں اور ہم کلام ہوں۔

**مراقبہ اور شفا:** جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا ہوا کی نالی کے ذریعے پھیپھڑوں میں پہنچتی ہے۔ پھیپھڑوں میں ہوا میں سے آکسیجن خون کی باریک نالیوں (Capillaries) کی دیواروں کے ذریعے خون میں موجود ہیموگلوبن سے مل جاتی ہے۔ آکسیجن والا ہیموگلوبن آکسی ہیموگلوبن کہلاتا ہے۔ آکسی ہیموگلوبن میں موجود آکسیجن، معدہ اور انٹریوں سے ہضم ہونے والی غذا سے مل کر عمل تکسید کرتی ہے جس سے توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کاربن ڈائی آکسائیڈ CO<sub>2</sub> بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہیموگلوبن سے ملتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ والا یہ ہیموگلوبن کارباکسی ہیموگلوبن کہلاتا ہے۔ کارباکسی ہیموگلوبن والا یہ خون واپس پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے جہاں سے اس میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ جدا ہو جاتی ہے۔ جب ہم سانس خارج کرتے ہیں تو یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوا کے ساتھ خارج ہو جاتی ہے۔ مراقبہ کے دوران ارتکاز توجہ کی مشق کے ساتھ، سانس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔ اسم ذات کا تصور کرتے ہوئے سانس کے ساتھ اسم اللہ کا ذکر کیا جائے تو اسم ذات کا اثر سانس کے ذریعے خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ خون تمام اعضاء تک پہنچتا ہے۔ اس طرح ذکر و فکر کی برکت سے جسمانی و روحانی شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ قلب و روح میں اور تمام جسم میں ذکر الہی جاری ہو جاتا ہے۔

مراقبہ اسم ذات کا طریقہ درج ذیل ہے:

- 1۔ اسم ذات کا لطیفہ قلب (دل کے مقام) پر تصور کریں۔
- 2۔ مراقبہ کے دوران جب سانس اندر جائے تو سانس کے ساتھ ”اللہ“ پڑھیں۔ یہ تصور کریں کہ اسم ”اللہ“ سانس کے ذریعے خون میں شامل ہو کر تمام جسم (Body)، اعضاء (Organs)، رگوں (Veins)، ریشوں اور بن و مو (Hair) میں گردش کر رہا ہے۔ اس سے تمام جسم لطائف، اعضاء اور خون پاک ہو رہے ہیں۔ قوت مدافعت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خون سے جراثیم مر رہے ہیں۔ اسم ذات کے نور سے جسمانی، روحانی امراض سے چھٹکارا مل رہا ہے۔ تمام لطائف نور سے روشن ہو رہے ہیں۔
- 3۔ جب سانس باہر آئے تو تصور کریں کہ تمام جسم سے، قلب سے تاریکی اور بیماری خارج ہو رہے ہیں۔
- 4۔ اس طریقے سے دل (Heart)، جگر (Liver)، پھیپھڑے (Lungs)، گردے (Kidneys)، دماغ (Brain)، آنکھیں (Eyes)، کان (Ears) اور زبان (Tongue) جسمانی و روحانی امراض سے نجات پا جاتے ہیں۔ تمام لطائف نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ ذکر و فکر کے اس طریقے سے تمام لطائف اور بن و مو میں ذکر الہی جاری ہو جاتا ہے۔
- 5۔ کسی دوسرے فرد کے جسمانی، روحانی، نفسیاتی اور ذہنی علاج کے لیے بھی یہی طریقہ توجہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جنسی و اخلاقی امراض، معدہ، انٹریوں، مثانہ اور جگر کے امراض کے علاج کے لیے لطیفہ نفس اور لطیفہ قلب پر توجہ سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ دماغی، نفسیاتی امراض کے علاج کے لیے لطیفہ قلب کے ساتھ لطیفہ نفی، لطیفہ اخفی، دماغ،

سرکی چوٹی، ریڑھ کی ہڈی اور پیشانی پر توجہ سے فائدہ ہوتا ہے۔ امراضِ قلب اور پھیپھڑوں کے امراض کے لیے لطیفہ قلب کے ساتھ لطیفہ روح پر توجہ سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ جسمانی شفا و تندرستی کے علاوہ باطنی و روحانی کشائش بھی نصیب ہوتی ہے۔

6۔ اس مراقبہ سے نظام تنفس (System Respiratory) نظام انہضام (Digestive System) اور نظام دوران خون (Circulatory System) کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

7۔ ذہنی، اعصابی و نفسیاتی بیماریوں کے علاج کے لیے مندرجہ بالا طریقہ سے مراقبہ کرنے سے اور دماغ (Brain) اور ریڑھ کی ہڈی (Vertebral Column) کے گردن کے پچھلے حصے اور آخری حصے پر توجہ سے اسم ذات نقش کرنے اور توجہ کرنے سے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اعصابی نظام (System Nervous) تمام عضوی نظام پر حاوی ہے۔ پٹھوں کو حرکت اعصاب (Nerves) ہی دیتے ہیں۔ اعصاب شریانوں (Capillaries) کے کھلنے اور سکڑنے کو متاثر کر کے دوران خون میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لیے براہ راست عمل کرتے ہیں۔ اعصاب تمام اعضا پر عمل کرتے ہیں اور ان کی وساطت سے تمام غیر صحت مند اعضا پر اثر ڈالا جاسکتا ہے۔

8۔ جسمانی لحاظ سے ہمارے اندر دو نظام کام کرتے ہیں۔

### 1۔ سیم پتھٹیک سسٹم (Sympathetic System)

یہ نظام دل کی دھڑکن کی تیزی، خون کی رفتار کی تیزی اور آنکھوں کی پتلیوں کے پھیلنے کو کنٹرول کرتا ہے۔

### 2۔ پیرا سیمپتھٹیک سسٹم (Prasympathetic System)

اس نظام کے تحت دل کی دھڑکن آہستہ ہوتی ہے۔ خون کی رفتار کم ہوتی ہے۔ پتلیاں سکڑتی ہیں اور جسم کے مختلف حصوں (انٹریوں، غدودوں اور پٹھوں) کی حرکت اور کارکردگی کنٹرول ہوتی ہے۔ یہ نظام ہمارے ارادے اور اختیار کے بغیر کام کرتے ہیں۔ سانس لینے پر ہم مجبور ہیں۔ دل کی حرکت پر ہمیں اختیار نہیں۔ مراقبہ سے ان دونوں نظاموں پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور جسمانی و نفسیاتی اعتبار سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ عزیزانِ من! بعض اوقات انسان کو ماضی کے تلخ اور ناپسندیدہ واقعات یاد آتے ہیں تو بہت دکھی کر دیتے ہیں۔

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا  
نفسیاتی بیماریوں کی سب سے بڑی وجہ ماضی کے تلخ اور ناپسندیدہ واقعات ہوتے ہیں۔ اگر ان ناپسندیدہ واقعات کو فرد کے ذہن سے نکال دیا جائے تو وہ ان سے لاحق ہونے والی نفسیاتی بیماریوں سے نجات پا کر، خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے۔ جدید نفسیات نے انسانی طرز فکر کی خوبیوں و خامیوں سے آگاہ ہو کر، قوتِ خیال اور قوتِ تصور سے مثبت کام لینے کے لیے مشق اور مراقبہ کی مدد سے منفی طرز فکر کو مثبت طرز فکر میں تبدیل کرنے اور ان نفسیاتی بیماریوں سے چھٹکارا پانے کے کامیاب طریقے وضع کر لیے ہیں۔ ایسی مشقوں میں مراقبہ کی صورت میں یکسوئی حاصل کر کے، تصور میں ناپسندیدہ واقعے یا واقعات کے بارے میں بار بار سوچا جاتا ہے۔ اس دوران تصور کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اب مزید تکلیف دہ نہیں رہا۔ یہ تصور سے محو ہو رہا ہے۔ بار بار ایسی مشق کرنے سے وہ واقعہ یاد آنے پر پہلے کی طرح تکلیف دہ نہیں

رہتا۔

پاکستان کے معروف این ایل پی پریکٹیشنر، ہنٹسٹ، سائیکو تھراپسٹ اور ماہر نفسیات، پروفیسر ارشد جاوید نے نفسیاتی امراض کے علاج اور نفسیاتی مسائل کے حل کے لیے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب ”خوشیوں بھری زندگی کیسے؟“ میں انہوں نے تلخ، ناخوشگوار یادوں اور مختلف نفسیاتی امراض سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت سی مشقیں تجویز کی ہیں جن میں تصور، تفکر، مراقبہ اور مشق کا وہی طریقہ کار بیان کیا گیا ہے جس کا بندہ عاجز نے ابھی ذکر کیا ہے۔ پروفیسر ارشد جاوید نے یاد ماضی کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لیے گیارہ عدد مشقیں تجویز کی ہیں۔ یہ تمام مشقیں بظاہر مختلف ہیں مگر ان تمام مشقوں میں قوت خیال، قوت تصور کے مثبت استعمال سے، مثبت طرز فکر اختیار کر کے نفسیاتی مسائل اور امراض سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

1۔ آرام سے کسی پرسکون جگہ لیٹ جائیں یا بیٹھ جائیں۔ کمرے کی روشنی کچھ مدھم کر لیں۔ آنکھیں بند کر کے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اس ناپسندیدہ واقعے کے بارے میں سوچیں جو آپ کی پریشانی کا باعث ہے۔ آپ کے ذہن میں اس کی تصویر بنے گی۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ تصویر رنگین، صاف، روشن، قریب، بڑی اور آپ کے سامنے ہوگی۔ اس تصور کے ساتھ بُرے احساسات (Feelings) بھی ابھریں گے۔ اگر آپ اس میں کچھ تبدیلیاں کر دیں تو آپ کے احساسات بھی بدل جائیں گے۔ چنانچہ آپ تصویر کو بلیک اینڈ وائٹ، غیر واضح، دھندلا (Dim) کر دیں۔ چھوٹا کر کے دور لے جائیں۔ اگر یہ آپ کے سامنے بن رہی ہے تو اس کو دائیں، بائیں، اوپر، نیچے کر کے دیکھیں حتیٰ کہ برے اثرات ختم ہو جائیں۔ تھوڑی دیر اسے دیکھتے رہیں پھر آنکھیں کھول دیں۔ اب دوبارہ آنکھیں بند کر کے اس واقعے کے بارے میں سوچیں اور اپنے احساسات کو چیک کریں۔ اگر برے اثرات ختم ہو گئے تو مزید مشق کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر اب بھی بُرے احساسات ہیں تو اس مشق کو بار بار کریں حتیٰ کہ پہلے والی اصل تصویر بننا بند ہو جائے اور نئی بلیک اینڈ وائٹ اور دھندلی تصویر بنے اور برے اثرات بھی ختم ہو جائیں۔

2۔ اس واقعے کے برے اثرات ختم کرنے کا ایک سادہ طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے صدمے والے واقعے کے بارے میں سوچیں تو آپ کے دماغ میں ایک تصویر بنے گی۔ اس کو تصور میں اپنی گردن کے پیچھے بہت دور لے جائیں حتیٰ کہ اس کے اثرات ختم ہو جائیں۔ نتیجے کو چیک کرنے کے لیے آنکھیں کھول دیں، اب دوبارہ آنکھیں بند کر کے اس واقعے کے بارے میں سوچیں تو دوبارہ اصل تصویر نہیں بنے گی اور بُرے احساسات بھی نہ ہوں گے۔ اگر اصل تصویر بنے اور اس کے ساتھ بُرے احساسات بھی ہوں تو اس مشق کو بار بار کریں حتیٰ کہ برے اثرات ختم ہو جائیں۔ (خوشیوں بھری زندگی، کیسے... ص 31)

3۔ اس مشق سے ماضی کی تمام ناپسندیدہ یادوں کو دماغ سے نکالا جاسکتا ہے۔

☆ آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ ماضی کے تمام ناپسندیدہ واقعات آپ کے دماغ سے نکل کر سامنے دیوار پر چسپاں ہوتے جا رہے ہیں۔

☆ تصورات کو سیاہ اور چھوٹا کر لیں۔

☆ ان کو زیادہ سے زیادہ شفاف (Transparent) کر دیں۔

☆ اب ان کی چمک دمک ختم (Fade out) کر دیں۔ وہ پھیکے پڑ کر ختم ہو جائیں گے۔

(خوشیوں بھری زندگی، کیسے... ص 35)

ناپسندیدہ واقعہ کے بارے میں تصور میں بننے والی (رنگین، صاف، روشن، بڑی) تصویر کو قوت تصور کی مدد سے بلیک اینڈ وائٹ، غیر واضح، دھندلی اور چھوٹے سائز کی تصویر میں تبدیل کر کے اور اس تصویر سے منسلک برے احساسات (Feelings) کو خوشگوار احساسات میں تبدیل کر کے، آپ اس ناپسندیدہ واقعہ کے برے اثرات سے نجات پالیں گے۔

پروفیسر ارشد جاوید مزید لکھتے ہیں کہ مثبت طرز فکر کی درج ذیل مشق بھی اس طرح کے مسائل سے چھٹکارا پانے کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتی ہے:

1۔ جسم کو ریلیکس کریں۔

2۔ آنکھیں بند کر کے دس لمبے سانس لیں۔ ماضی کے مشکل دنوں کے بارے میں سوچیں جو اب نہیں ہیں۔

3۔ سوچیں اور خوشی محسوس کریں کہ اب وہ خراب حالات نہیں ہیں۔ (خوشیوں بھری زندگی، کیسے... ص 33)

ذہنی و نفسیاتی امراض پر تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ تقریباً 98% نفسیاتی امراض و مسائل کی وجہ بے بنیاد خدشات اور وسوسے ہیں۔ تقریباً تمام یا زیادہ تر نفسیاتی امراض و مسائل کی وجہ منفی طرز فکر اور قوت تصور کا منفی استعمال ہے۔ انسان مثبت طرز فکر اور قوت خیال و قوت تصور کے مثبت استعمال سے ان امراض و مسائل سے چھٹکارا پاسکتا ہے۔ نفسیاتی میں ایسے مسائل کے حل کے لیے مراقبہ تجویز کیا جاتا ہے۔ جس میں قوت خیال و قوت تصور کی مدد سے بے جا خدشات اور وسوسے یا دداشت سے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انہیں ذہن سے نکالنے کے لیے قوت تصور سے کام لیا جاتا ہے۔ دماغ کے گرد تصوراتی بند قائم کر دیا جاتا ہے تاکہ ایسے خیالات دماغ میں داخل نہ ہو سکیں۔ بعض صورتوں میں ان وسوسوں کے بارے میں مبالغہ کی حد تک سوچا جاتا ہے تاکہ کچھ عرصہ بعد منفی خیالات آنا بند ہو جائیں یا اگر آئیں تو متاثر نہ کر سکیں۔ بعض اوقات سانس کی مشقوں سے بھی مدد مل جاتی ہے۔ مثلاً

1۔ جونہی وسوسے آئیں اپنی سانس روک لیں۔ بار بار یہ مشق کریں۔ وسوسے آنے بند ہو جائیں گے۔

2۔ یہ تصور کریں کہ جب آپ سانس خارج کرتے ہیں تو ساتھ ہی وسوسے یا برے خیالات بھی جسم سے خارج ہو رہے ہیں۔

3۔ جب بھی ذہن میں منفی خیالات آئیں تو ان پر توجہ مرکوز نہ کریں۔ اپنے آپ سے کہیں کہ اب میں ان کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔ رات کو سونے سے پہلے ان کے بارے میں سوچوں گا۔ اس کے بعد کسی اور طرف دھیان لگا دیں یا کسی پسندیدہ کام میں مشغول ہو جائیں۔ اس سے آپ ہر وقت کی پریشانی سے اور بدخیالی سے بچ جائیں گے۔

بعد میں مقررہ وقت پر مراقبہ کر کے ان خیالات سے چھٹکارا پالیں۔

4۔ جب ذہن میں کوئی منفی خیال آئے تو اپنی قوت ارادی سے بھرپور کام لیتے ہوئے بھرپور انداز سے کہیں ”سٹاپ

(Stop)، یہ صرف ایک خیال ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ مجھے ڈسٹرب نہیں کرے گا۔“ ضرورت پڑنے پر بار بار اس جملے کو دہرائیں۔ حتیٰ کہ خیال اور وسوسے آنے بند ہو جائیں۔ نفسیات اور ہپناٹزم کی زبان میں اس مشق کو



خود تلقینی (Auto Suggestion) کے عمل کا نام دیا جاتا ہے۔

5۔ روزانہ مقررہ وقت پر کسی پرسکون جگہ پر، پرسکون انداز سے بیٹھ جائیں۔ ذہن میں جو بھی منفی خیالات آئیں کاغذ پر لکھتے جائیں۔ اگر کوئی ایک خیال آتا ہے تو اسے بار بار لکھتے جائیں۔ اپنی پریشانی کی نوعیت کے لحاظ سے دس، بیس منٹ سے لے کر ایک گھنٹے تک خودنوہی (Auto Writing) کی مشق کریں۔ اگلے روز اسی وقت دوبارہ اس مشق کے لیے بیٹھ جائیں۔ گزشتہ روز کے لکھے ہوئے خیالات مقررہ وقت پر بار بار پڑھیں۔ اور اس کے بعد یہ تصور کرتے ہوئے کاغذات جلادیں کہ یہ خیالات ختم ہو رہے ہیں۔ اگلے دن دوبارہ لکھنے کی مشق کریں۔ اس طرح ایک دن لکھیں، اگلے دن پڑھیں اور کاغذات جلادیں۔ یہ مشق جاری رکھیں حتیٰ کہ برے خیالات ختم ہو جائیں۔ پروفیسر ارشد جاوید کی طرح رئیس احمد امروہی نے بھی روجی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پتھی، یوگا، وغیرہ) اور مابعد النفسیات کے موضوع پر اپنی کتب میں مراقبہ سے نفسیاتی، اخلاقی اور جنسی امراض کے علاج کا طریقہ کار بیان کیا ہے۔ ان علوم کے یورپی ماہرین کی کتب میں مراقبہ کے ذریعے خیال اور تصور کی قوت کے مثبت استعمال کی وضاحت سے تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں ان تعلیمات کے ذکر کا مقصد ان کے پیچھے کارفرما اصول و قوانین کو سمجھ کر صوفیہ کے مردِ جبہ طریقہ علاج کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے آگاہ ہونا اور صوفیہ کے طریقے سے فائدہ اٹھانا ہے۔

برے، منفی خیالات، حادثات اور واقعات کو یادداشت سے محو کرنے (مٹانے) کے لیے درج ذیل تین مشقیں ملاحظہ فرمائیے اور ان مشقوں کے پیچھے کارفرما فلسفہ پر غور کریں۔

مشق نمبر 1:-

1۔ آرام سے کسی جگہ بیٹھ جائیں، لیٹ بھی سکتے ہیں۔ جسم کو بالکل ریلیکس کریں۔ ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آنکھیں بند کر کے 10 لمبے سانس لیں۔ سانس کو آہستہ آہستہ اندر کھینچیں اور پھر منہ کے ذریعے آہستہ آہستہ خارج کریں، پھر تصور کریں کہ آپ کسی جگہ سیڑھیوں کے اوپر کھڑے ہیں۔ اب نیچے اترنا شروع کریں۔ 20 سیڑھیاں نیچے اتریں۔ دروازہ کھولیں اور خوبصورت واش روم میں داخل ہو جائیں۔ اندر کنڈی لگالیں۔ تصور میں اپنے دماغ کا ڈھکنا کھولیں اور اوپر سے شاور کھول دیں۔ اس سے آپ کی ساری پریشانیاں، وسوسے اور خدشات وغیرہ پانی کے ساتھ بہہ جائیں گے۔ جب سارے بہہ جائیں تو شاور بند کر کے دماغ کا ڈھکنا بھی بند کر دیں۔

2۔ اب واش روم سے باہر آ جائیں۔ تصور کریں کہ آپ کے اوپر ایک گہرا سفید بادل اُڑ رہا ہے۔ آپ اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اب اپنی ساری پریشانیوں اور وسوسوں کو اس بادل میں رکھ دیں۔ اس سے بادل سیاہ ہو جائے گا۔ پھر تصور کریں کہ سورج کی تیز شعاعیں اس سیاہ بادل پر پڑ رہی ہیں جس سے بادل جل جائے گا۔ بادل جلے گا تو پریشانیاں اور وسوسے بھی جل جائیں گے۔

3۔ اس کے بعد تصور میں تھوڑا سا آگے جائیں تو آپ کو ایک غبارہ نظر آئے گا جو کہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ غبارے کے نیچے ایک ٹوکری لٹک رہی ہے۔ غبارے کے پاس چلے جائیں۔ ٹوکری کا ڈھکن کھولیں اور ایک ایک کر کے اپنی ساری پریشانیاں اور وسوسے ٹوکری میں ڈال کر اس کا ڈھکنا بند کر دیں۔ پھر غبارے کا زمین کے ساتھ بندھا ہوا رسہ کھول

دیں۔ غبارہ آپ کی پریشانیوں اور وسوسوں کو آپ سے دور لے جائے گا۔

(خوشیوں بھری زندگی... کیسے؟ ص 36 تا 37)

**مشق نمبر 2:-** خدشات کو کم یا ختم کرنے کے لیے یہ مشق بہت موثر ہے۔

- 1- کسی پرسکون جگہ بیٹھ جائیں، جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آنکھیں بند کر کے دس لمبے سانس لیں۔
- 2- تصور کریں کہ آپ کے سامنے ایک سکرین ہے۔ اس سکرین پر اپنے تمام خدشات پر مشتمل ایک فلم چلائیں۔ یہ فلم آپ کو ڈسٹرب کرے گی۔
- 3- اب تصور میں اپنے آپ کو بہت لمبا کریں۔ سکرین وہیں نیچے رہے گی۔
- 4- اب سکرین پر دوبارہ خدشات کی فلم کو چلائیں، چونکہ آپ بلندی پر ہیں۔ یہ خدشات آپ کو واضح طور پر نظر نہ آئیں گے اور نہ ہی آپ کو پہلے کی طرح ڈسٹرب کریں گے۔
- 5- اب اپنے آپ کو مزید لمبا کریں۔ بہت اوپر چلے جائیں، سکرین وہیں نیچے رہے گی۔
- 6- خدشات کی فلم کو ایک بار پھر دیکھیں۔ اب چونکہ آپ بہت بلندی پر ہوں گے لہذا یہ خدشات آپ کو نظر نہیں آئیں گے بلکہ نقطے نقطے سے نظر آئیں گے۔
- 7- اب آپ تصور کریں کہ آپ ایک بادل کی طرح آسمان پر اڑ رہے ہیں اور نیچے گول زمین نظر آرہی ہے۔ خدشات کی فلم کو ایک بار پھر دیکھیں۔ اب چونکہ آپ بہت بلندی پر ہیں تو آپ کو کچھ نظر نہ آئے گا۔
- 8- فلم مکمل ہونے پر آنکھیں کھول دیں اور دائیں بائیں دیکھیں۔
- 9- دوبارہ آنکھیں بند کر کے خدشات کے بارے میں سوچیں۔ اب وہ آپ کو پہلے کی طرح ڈسٹرب نہیں کریں گے۔ اگر ڈسٹرب کریں تو مشق کو دہرائیں۔ آخر میں پھر چیک کریں۔ حسب ضرورت مشق دہرائیں حتیٰ کہ وہ آپ کو ڈسٹرب نہ کریں۔ (خوشیوں بھری زندگی... کیسے؟ ص 39)

**مشق نمبر 3:-** خدشات کے خاتمے کے لیے یہ مشق بھی بہت موثر ہے۔

- 1- کسی پرسکون جگہ بیٹھ جائیں، لیٹ بھی سکتے ہیں۔ جسم ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آنکھیں بند کر کے دس لمبے سانس لیں۔
  - 2- تصور کریں کہ آپ ایک بہت بڑے ٹی۔ وی کے سامنے بیٹھے ہیں۔ اس ٹی۔ وی پر اپنے تمام خدشات پر مشتمل ایک فلم چلائیں۔ یہ فلم آپ کو ڈسٹرب کرے گی۔
  - 3- جب فلم مکمل ہو جائے تو آخری سین کے سائز کو چھوٹا کر لیں۔ کتاب کے سائز کے برابر یا 9 انچ کے ٹی۔ وی سکرین کے برابر۔ اب فلم تیزی کے ساتھ Reverse کریں۔ 10 مرتبہ ایسا کریں تو عموماً سارے خدشات ختم ہو جاتے ہیں۔
  - 4- آنکھیں کھولیں۔ دائیں بائیں دیکھیں۔
  - 5- اب پھر آنکھیں بند کر لیں اور ان خدشات کا تصور کریں، اب یا تو تصویر یہی نہ بنے گی یا پھر خدشات آپ کو ڈسٹرب نہ کریں گے۔ اگر ڈسٹرب کریں تو فلم کو مزید دس بار Reverse کر لیں۔ (خوشیوں بھری زندگی... کیسے؟ ص 39 تا 40)
- مذکورہ بالا تینوں مشقوں میں آپ کی قوتِ ارادی (Will Power) مضبوط بنانے کے لیے مختلف مناظر کا تصور

کرنے اور تصور کی مدد سے (بہت پانی اور چلتے بادل کے ساتھ، اڑتے غبارے کے ساتھ) پریشانیوں، وسوسے، برے، منفی خیالات و جذبات ختم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تصور و تفکر کی قوت کے پیچھے، خیال کی قوت کا فرما ہے۔ بار بار مشق سے قوت خیال بہتر ہو جائے گی۔ آپ کی باطنی قوت شفا متحرک و فعال ہو جائے گی اور آپ کو اپنی پریشانیوں اور مسائل سے چھٹکارا مل جائے گا۔

عزیزانِ من! نبی کریم ﷺ کی حیاتِ اقدس ہر دور کے ہر انسان کے لیے، خصوصاً مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے فضل و کرم، مدد، خیر، بھلائی اور پناہ طلب فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ زندگی میں کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو، کوئی بھی مشکل یا پریشانی ہو، ہر حال میں کثرت سے ذکر کرو، استغفار کرو، صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ صبر سے مراد ہے مثبت طرزِ فکر اختیار کرتے ہوئے، رضائے الہی طلب کرتے ہوئے ہمت اور حوصلے سے تکالیف برداشت کرو، مشکلات اور مسائل سے نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ان سے چھٹکارا پانے کے لیے کوشش کرو۔ نماز ذکر الہی اور مراقبہ کی بہترین صورت ہے۔ ہر مشکل کے حل کے لیے نماز سے مدد حاصل کرنے سے یہی مراد ہے کہ توجہ اور یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اپنے مسائل اور پریشانیوں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرو، استغفار کرو، کثرت سے درود شریف پڑھو، اس سے تمہارے مسائل حل ہوں گے۔ پریشانیوں سے نجات ملے گی۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بھی روحانی رابطہ و تعلق بہتر سے بہتر اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا نام لے اور اس سے مدد طلب کرے تو آسمانوں اور زمین کی کوئی بھی شے، کوئی ظاہری باطنی دشمن، سحر و آسیب و نظرِ بد اور برے خیالات و وسوسات اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

گزشتہ صفحات پر، مختلف نفسیاتی و دماغی امراض اور مسائل سے نجات پانے کے لیے، ماہرینِ نفسیات کی تجویز کردہ مشقوں میں تصور اور تفکر، توجہ اور مراقبہ کی تعلیم تو دی گئی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس سے مدد طلب کرنے کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ صوفیہ عظامِ روحانی ترقی کے لیے، تزکیہ نفس، تصفیہ باطن کے لیے، ذاتی باری تعالیٰ اور ذاتِ نبی کریم ﷺ سے رابطہ کے لیے مراقبہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ مراقبہ میں توجہ و یکسوئی کے حصول کے لیے کسی ایک نکتہ یا مرکز پر تصور، تفکر اور توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی تنظیمِ تنفس کے لیے پاسِ انفاس (سانس کے ساتھ ذکر الہی کرنے) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ روحانی سائنس (علمِ معرفت و تصوف) میں رائج مراقبہ کی مدد سے روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے نفسیاتی و ذہنی، اخلاقی و روحانی، معاشی و اقتصادی مسئلہ و پریشانی سے بھی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر صوفیہ عظامِ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تصوف کی تعلیم دیتے تو لوگ دامنِ دین چھوڑ کر نفسیات، یوگا، ہپناٹزم، ریکی اور دیگر روجی علوم کی طرف راغب نہ ہوتے اور ان کی تعلیم و تحصیل میں وقت ضائع نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ ہر حال میں سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، پانی نوش فرماتے، سیڑھیاں چڑھتے، اترتے، سواری کے جانور پر سوار ہوتے، اترتے وقت؛ خوشی میں، غم میں، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے تھے اور اس سے مدد طلب فرماتے تھے کیونکہ مقصدِ حیات کی تکمیل صرف اسی طرح ہی ممکن تھی۔ اسوہ حسنہ کی پیروی میں ہمیں بھی ہر حال میں اور ہر کارِ خیر میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیے اور اس سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیے۔ اسی اصول کے تحت نفسیاتی و ذہنی مسائل

کے حل کے لیے جو مشقیں بیان کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کے اسم کا تصور اور ذکر الہی شامل کر لیں تو آپ بے خدا انسان (بے دین، دہریے، دنیا دار انسان) کے بجائے جو کہ اپنے تمام مسائل کے حل کے لیے اور ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کو یاد کیے بغیر اور اس سے مدد طلب کیے بغیر، کوشش کرتا ہے، ایک با خدا انسان کی طرح نہ صرف دنیوی، بلکہ دینی ترقی اور آخروی فلاح بھی پائیں گے۔

دین اسلام کی رو سے، ہر وہ لمحہ جو یا خدا سے غافل گزرا، ہر ایسی محفل جس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا، آخرت میں انسان کے لیے حسرت، افسوس اور مایوسی کا باعث ہوں گے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور اس جہادِ زندگی میں ہر مسئلہ و مشکل کا حل با خدا ہو کر تلاش کر اور ان مشکلات و مسائل سے چھٹکارا پائیں۔

علم نفسیات کی رو سے ذہنی و نفسیاتی مسائل سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ ماہرینِ نفسیات کی تجویز کردہ مشقوں اور ان مشقوں میں کار فرما تفکر، تصور اور توجہ کے اصولوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ان مشقوں میں صرف خیال کی قوت سے کام لینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بے خدا لوگ صرف 'خیال کی قوت' کو ہی سب کچھ تصور کرتے ہیں اور اسی قوت کے معجزات بیان کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ دنیا کے حادثات اتفاقاً ہوتے ہیں انسان خیال کی قوت سے دوسروں کو مغلوب کر سکتا ہے۔ آئیٹیل گھر بنا سکتا ہے۔ امیر ہو سکتا ہے۔ ہر طرح کی بیماری سے نجات پا سکتا ہے۔ اپنے اور دوسروں کے ہر طرح کے مسائل حل کر سکتا ہے۔ مشکلات سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ ذہنی، جسمانی، معاشی اور روحانی آسودگی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ لوگ بالواسطہ طور پر اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کوئی ایسی آفاقی قوت موجود نہیں جس نے اس کائنات اور انسانوں کو تخلیق کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے وہ فطرت اور فطرتی قوتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ خیال کی قوت کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو لادینیت اور دہریت کی تعلیم دیتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان لادینی افکار و تصورات اور نظریات کے مضمرات سے آگاہ ہوں اور اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کریں۔ صرف وہی افکار و تصورات اور نظریات تسلیم کریں جو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پورے اتریں۔

عصر حاضر میں صوفیہ کو چاہیے کہ وہ روحی علوم (پنناژم، ریکی، یوگا، وغیرہ) اور ذہنی و نفسیاتی علوم (نفسیات، این ایل پی تکنیک، سائنس، لوجی وغیرہ) میں ہونے والی پیش رفتوں کا جائزہ لیتے رہیں اور جس سائنسی، منطقی طریقے سے ان علوم کی تعلیم دی جا رہی ہے کم از کم اسی طریقے سے یا اس سے بہتر طریقے سے علم تصوف (روحانی سائنس، علم معرفت) کی تعلیم دیں اور ان ذہنی و نفسیاتی اور روحی علوم کی مثبت اپروچ سے فائدہ اٹھائیں اور منفی اپروچ سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ مساجد کے باہر یا مساجد کے قریب ہندوؤں کے طریقہ کے مطابق یوگا کی مشقیں اور مراقبات کیے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں بعض مقامات پر تو اوم شانتی کے نعرے لگ رہے اور شانتی کے مراقبہ کی مشق کرائی جا رہی ہے۔

نفسیات و مابعد نفسیات اور روحی علوم میں دلچسپی لینے والے مسلمان اہل علم حضرات کو بھی چاہیے کہ ان علوم کا اسلامی نقطہ نگاہ سے تحقیقی و تنقیدی جائزہ لے کر ان سے استفادہ کریں۔ علم تصوف سے روحی علوم کا تقابل و موازنہ کریں اور ان علوم کے حوالے سے ایسے افکار و تصورات اور نظریات کی تعلیم نہ دیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔

علم تصوف (روحانی سائنس) کے حوالے سے اس کتاب میں مراقبہ اسم ذات کی وضاحت کردی گئی ہے۔ وہ مراقبہ، نفسیات اور روحی علوم میں بیان کیے گئے مراقبات سے ہر لحاظ سے بہتر و اعلیٰ اور افضل ہے۔ علم نفسیات کی رو سے بیان کی گئی مراقبہ کی مشقوں کا بغور مطالعہ کریں۔ اس کے بعد درج ذیل مراقبہ کا طریقہ کار پر غور کریں اور یہ مراقبہ کر کے دیکھیں۔ نتائج میں واضح فرق نظر آئے گا۔ بندہ عاجز تمام روحانی، نفسیاتی، ذہنی و جسمانی امراض سے شفا کے لیے اس مراقبہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے نہ صرف ہر طرح کے امراض سے اور مسائل سے چھکارا ملتا ہے بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن بھی ہوتا ہے۔ قلب و نگاہ روشنی پاتے ہیں۔ دل میں حب الہی اور عشق نبوی ﷺ موجزن ہو جاتے ہیں۔ انسان خود کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے قریب سے قریب تر محسوس کرتا ہے اور اس قرب روحانی میں روز بروز ترقی محسوس ہوتی ہے۔

### مراقبہ اسم ذات برائے شفا:-

- 1۔ نماز فجر یا نماز عشاء کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور تصور میں اسم ذات (اللہ) لکھا ہوا دیکھیں۔
- 2۔ سانس لیتے وقت، سانس کے ساتھ لفظ اللہ پڑھیں اور سانس خارج کرتے وقت لفظ ہو پڑھیں۔
- 3۔ روزانہ صبح و شام (فجر و عشاء کے بعد) کم از کم دس سے پندرہ منٹ یہ مراقبہ کریں۔ ہو سکے تو ظہر، عصر، مغرب کے بعد بھی دو تین منٹ یہ مراقبہ کر لیں۔ چند روز بعد حب طبعیت مراقبہ کی عادی ہو جائے تو وقت بڑھادیں۔ آہستہ آہستہ وقت بڑھاتے جائیں حتیٰ کہ روزانہ صبح و شام آدھے گھنٹے سے لے کر ایک گھنٹہ تک یہ مراقبہ کریں۔
- 4۔ اس مراقبہ کے فوائد اور اسرار بے حد و حساب ہیں۔ کسی بھی پریشانی، وسوسہ یا منفی خیال سے چھکارا پانے کے لیے دوران مراقبہ سانس کے ساتھ اسم اللہ پڑھتے وقت تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ کا نور (روشنی کی شکل میں) قلب و ذہن میں سمارہا ہے اور سانس خارج کرتے اور ہو پڑھتے وقت تصور کریں کہ آپ کی پریشانی، وسوسہ یا منفی خیال دور ہو رہے ہیں۔

- 5۔ اسی طرح کسی مسئلہ کے حل کے لیے اسم ذات (اللہ) کے تصور پر توجہ مرکوز کریں اور پاس انفاس کی مشق کے دوران (سانس کے ساتھ اللہ ہو پڑھتے ہوئے وہ مسئلہ اسم ذات کے توسط سے ذات باری تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں۔ اگر آپ اسم ذات کے ساتھ اسم نبی کریم ﷺ (محمد ﷺ) کا بھی تصور کر لیں اور اسم محمد ﷺ کے وسیلہ سے اپنا مسئلہ اسم ذات (اللہ جل شانہ) کے سامنے پیش کریں اور تصور کریں کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے، آپ ﷺ کی توجہ اور شفقت روحانی سے یہ مسئلہ ذات باری تعالیٰ کے حضور پیش ہو رہا ہے تو اس طرح بفضل تعالیٰ یقیناً وہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے مسائل کے علاوہ آپ دوسروں کے مسائل کے حل کے لیے بھی اس طرح کوشش کر سکتے ہیں۔
- 6۔ روزانہ نماز پنجگانہ پابندی سے، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ادا کریں۔ قرآن حکیم با ترجمہ پڑھیں۔ روزانہ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں۔ جو پڑھیں اس پر غور و فکر اور عمل بھی کریں۔ صبح و شام پابندی سے کلمہ طیبہ، درود شریف اور استغفار پڑھیں۔ روزانہ بعد از نماز فجر اور بعد از نماز عشاء درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل اور پھر درود شریف کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھیں۔ ظہر، عصر اور مغرب کے بعد یہی وظیفہ تین تین بار یا کم از کم ایک ایک بار پڑھیں۔ حقوق العباد ادا کریں۔ خدمت خلق کریں اور کثرت سے صدقات کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دین، دنیا اور

آخرت کی بھلائی طلب کریں۔ ان شاء اللہ سب کچھ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ پر کے فضل و کرم اور رحمت پر بھروسہ کرنے اور یقین کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔  
عزیزانِ من! میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نگاہ سے جملہ نوعیت کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں۔

O

مسز زاہدہ پروین اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:  
معراجِ روحانی:- روحانی تعلیم و تربیت کے دوران بعض اوقات حالتِ بیداری میں یا خواب میں آسمانی دنیا کی سیر بھی کرائی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مسز زاہدہ پروین لکھتی ہیں کہ آج رات (26 ستمبر 2011ء) کو میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک گبی آکر رکی جسے ایک خوبصورت گھوڑا کھینچ رہا تھا۔ اس گبی کی پچھلی سائڈ پر ایک نقاب پوش عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ گھوڑا اتیز رفتاری سے آسمانوں کی طرف اڑنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہم آسمانوں پر، ایک مقام پر پہنچے جہاں محفلِ ذکر و فکر ہو رہی تھی۔ اس محفلِ ذکر میں کافی مرد موجود تھے۔ ان کے لباس سفید اور پگڑیاں سبز تھیں۔ کہیں سے میری سب سے چھوٹی بیٹی ملیحہ دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ گبی کے درمیان میں آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ زمین پر چلنے والا گھوڑا نہیں ہے۔ یہ آسمانوں میں اڑنے والا گھوڑا ہے۔ تم نیچے اتر جاؤ۔ تم اس پر سفر نہیں کر سکتی، نیچے گر جاؤ گی۔ وہ ہنستی ہوئی، قہقہے لگاتی ہوئی زبردستی بیٹھ گئی۔ میں نے نقاب پوش عورت کو کہا کہ میری بیٹی کا ایک بازو پکڑ لیں اور دوسرا بازو میں پکڑ لیتی ہوں تاکہ وہ گر نہ جائے۔ گھوڑا دوبارہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ میری چھوٹی بیٹی ملیحہ آسمان میں اڑ کر بہت خوش ہو رہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ گھوڑا ہمیں خانہ کعبہ کے صحن میں اتار گیا۔ جب میں اتری تو نہ مجھے عورت کا پتہ رہا اور نہ میری بیٹی کا کہ وہ کہاں ہیں۔ وہاں میں آہستہ سے چلتی ہوئی ایک ہال میں پہنچی۔ وہاں دیکھا کہ خواتین کی محفل ہو رہی ہے۔ میرے پیرومرشد کی بیگم صاحبہ خواتین کو مختلف دینی باتیں بتا رہی ہیں اور مسئلے سمجھا رہی ہیں۔ اچانک میری نظر ہال کے دروازے پر پڑی۔ اُدھر سے میرے پیرومرشد اور میرے والد محترم اندر تشریف لارہے تھے۔ میرے والد محترم چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا کہ زاہدہ جس کھڑکی کے نیچے تم بیٹھی ہوئی ہو اُس سے بند کر لو۔ باہر سے مرد نظر آرہے ہیں۔ پھر وہ چلتے ہوئے پیرومرشد کے پاس چلے گئے۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ اس دوران میری آنکھ کھل گئی۔

خوشبو آنا:- جب روحانی حواس بیدار ہوتے ہیں تو نادر دیدہ مخلوق نظر آنے لگتی ہے۔ بعض اوقات خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر حواس کی بدولت بھی بہت سی اشیا کا ادراک ہونے لگتا ہے۔ اس ضمن میں مسز زاہدہ پروین لکھتی ہیں کہ آج (15 دسمبر 2011ء بروز جمعرات) عصر اور مغرب کے درمیان میں بازار سے گھر واپس آ رہی تھی کہ مجھے گلاب کے پھولوں کی بہت تیز خوشبو آئی۔ یہ خوشبو گھر واپسی تک مجھے آتی رہی۔ رات کو نمازِ عشاء کے وقت وہی خوشبو دوبارہ آنے لگی۔ اس خوشبو سے بہت زیادہ فرحت اور سکون محسوس ہوا۔

اسم محمد (ﷺ) کا روشن نظر آنا:- آج (16 دسمبر 2011ء بروز جمعہ) صبح کے وقت اسم محمد (ﷺ) کا مراقبہ کیا تو



یہ مبارک اسم روشن نظر آنے لگا۔ اس میں سے انگوری رنگ کی شعاعیں نکلتا شروع ہو گئیں۔ وہ شعاعیں بہت خوبصورت تھیں۔ دل کرتا تھا کہ میں انہیں دیکھتی ہی رہوں۔

**غیبی مدد ہونا:**۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ یہ واقعہ میری بیٹی (مسز محمد یار) کی شادی سے پہلے کا ہے۔ میرے ابو نے میری بیٹی کا رشتہ ڈھونڈا اور کہا کہ اس کی شادی کر دو کیونکہ تمہاری بیٹیاں زیادہ ہیں، تمہارا ابو جھکم ہو جائے گا۔ میں نے ابو سے کہا کہ میرے پاس کوئی وسائل نہیں ہیں میں کیسے شادی کروں؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے سپرد کر کے شادی کی تیاریاں شروع کرو۔ میں تمہارے بھائیوں کو کہہ کر بارات کے کھانے کا انتظام کرادوں گا۔ باقی اللہ کا نام لے کر کام شروع کرو۔ بیٹی کا رشتہ طے ہو گیا۔ دن رکھے گئے۔ میری مالی حالت بہت خراب تھی۔ جب بیٹی کے سسرال والے آتے تو بعض اوقات گھر میں انہیں چائے پلانے کا سامان بھی میسر نہیں ہوتا تھا۔ جہیز کا ضروری سامان میں نے پہلے ہی بنایا ہوا تھا۔ جو تھوڑا سا رہ گیا تھا وہ میں نے اپنا زیور بیچ کر مکمل کیا۔ ایک روز دوپہر کے وقت پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے، روتے روتے میری آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی میری بیٹی نے مجھے اٹھا کر کہا کہ ہمارے پیر و مرشد جی ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ قریباً دس منٹ بعد پیر و مرشد ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ انہوں نے بیٹی کی شادی کے لیے مجھے کافی زیادہ رقم دی اور کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے تمام کام مکمل فرما دیں گے۔ انہوں نے بہت سی دعائیں دیں۔ حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، ہماری سوچ اور توقع سے بڑھ کر تمام کام احسن طریقے سے سرانجام پائے۔

**روحانی توجہ سے فوری طور پر شفا کا حصول:**۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ ایک بار میں شدید بیمار پڑ گئی۔ بیٹھے اٹھنے اور چلنے پھرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ ہمارے پیر و مرشد ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں چادر اوڑھ کر لیٹی ہوئی تھی۔ میرے شوہر سے اجازت لے کر انہوں نے آنکھیں بند کیں اور قریباً پانچ دس منٹ توجہ کی۔ اس دوران میں اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کرنے لگی۔ توجہ کے بعد پیر و مرشد نے مجھے کہا کہ اٹھ کر بیٹھیں۔ کھڑی ہوں اور چل پھر کر دیکھیں۔ میں نے ان کی ہدایت کے مطابق کچھ قدم چل کر دیکھا۔ میری بیماری اور کمزوری ختم ہو چکی تھی۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے دائیں طرف پسلی کے اوپر گرہ لگی محسوس ہوتی ہے جس سے مجھے بہت تکلیف ہے۔ انہوں نے کہا جہاں اتنی بڑی تکلیف دور ہوئی ہے ان شاء اللہ جو تکلیف ہے وہ بھی دور ہو جائے گی۔ اگلے دن وہ تکلیف بھی دور ہو گئی۔ الحمد للہ اس کے بعد مجھے دوبارہ وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ میں اپنے پیر و مرشد کی توجہ، دم اور دعا کی بدولت، بغیر دوائی کے، الحمد للہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

**خواب میں اسمائے باری تعالیٰ کا مشاہدہ:**۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دن کے وقت چھت پر، اپنی امی کے ہمراہ ایک چار پائی پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ ہم دونوں باتیں کر رہی ہیں۔ اچانک آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھا گئے۔ بادل اتنے سیاہ تھے کہ دن میں اندھیرا چھا گیا اور مجھے ڈر لگنے لگا۔ میری نظر آسمان پر پڑی۔ اس پر بہت بڑی سکرین نظر آئی جس میں بڑے حروف میں لکھے ہوئے ننانوے اسمائے باری تعالیٰ نظر آرہے تھے۔ میں نے گہرا کر نظریں نیچے کر لیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے آسمانوں پر دیکھا وہ نام پھر بڑے حروف میں لکھے نظر آرہے تھے۔ میں نے اپنی امی سے کہا کہ دیکھیں امی جان آسمان پر، سکرین میں اللہ تعالیٰ کے نام سکروں کی شکل میں چلتے نظر آ

رہے ہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنے بیرومرشد کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی ذات باری تعالیٰ سے آپ کو مدد ملتی رہے گی اور آپ کی تمام مشکلات، پریشانیاں اور مسائل حل ہو جائیں گے۔

O

مسز محمد یار دختر زاہدہ پروین اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا روشن نظر آنا اور بیٹے کی نعمت حاصل ہونا:- ایک روز دوپہر کو اڑھائی بجے کے قریب مراقبہ کے دوران دیکھا کہ میں ایک انتہائی خوبصورت باغ میں کھڑی ہوں۔ میرے سامنے ایک بیٹہ ہے۔ اس بیٹے کے اوپر بہت بڑا اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا ہے۔ اسم مبارک سے کافی روشنیاں نکل رہی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسم مبارک سے ایک خوبصورت، رنگارنگ طوطا نمودار ہوا۔ وہ طوطا مجھ سے بھی کافی زیادہ بڑا تھا۔ وہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے ایک بہت خوبصورت بچہ اور ایک گلدستہ دیا اور کہنے لگا یہ لو تمہاری امانت اور بچے کو بہت سی دعائیں دیتا ہوا اڑ گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے معزز و محترم مرشد تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ تمہیں تمہاری امانت اور بہت سی دعاؤں کا انعام دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اس بشارت کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے نہایت خوبصورت بیٹا (احمد) عطا فرمایا۔

O

مسز شاہد (دختر زاہدہ پروین) اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

باطنی نگاہ کی بیداری:- 24 دسمبر 2010ء بروز جمعہ کی بات ہے۔ میں نے اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق نہایت توجہ سے بسم اللہ شریف کا وظیفہ پڑھا۔ اُس کے بعد اسم ذات (اللہ) کا مراقبہ شروع کر دیا۔ اس کو دیکھتے ہوئے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے مجھے رونا آ گیا۔ میرا جسم اکڑ گیا اور کچکی سی طاری ہو گئی۔ پھر ایک دم سے میرا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ میں نے دیکھا کہ بند آنکھوں سے مجھے نظر آ رہا تھا۔ میں غور سے دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہاں بہت سفید دھند تھی۔ میں نے اور غور کیا تو دھند آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔ پھر مجھے وہاں اسم ذات (اللہ) لکھا ہوا نظر آیا۔ جس طرح مہر نبوت پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد اسم نبی کریم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی لکھا ہوا نظر آیا۔ میرا قلب عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد خود فراموشی کی کیفیت ختم ہو گئی۔ اس واقعے نے مجھ پر بہت گہرا اثر کیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور نماز کی پابندی شروع کر دی۔ میں اپنے مرشد کی بہت شکر گزار ہوں جن کی بدولت مجھے یہ دولت ملی۔

مشاہدہ باطنی اور قلب کا جاری ہونا:- 26 جنوری 2011ء بروز سوموار کو مراقبہ کے دوران مجھے دھند سی نظر آئی۔ اس دھند میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ اس روشنی میں دیکھا کہ ایک رحل شریف ہے جس پر قرآن شریف کھلا ہوا رکھا ہے۔ مجھے اُس پر لکھے ہوئے حرف تو نظر نہیں آئے بس میرے دل میں خواہش ہوئی کہ میں اسے پکڑوں اور پڑھوں۔ پھر مجھے کچھ لکھا ہوا نظر آیا۔ پہلے مجھے لگا کہ (اللہم) لکھا ہے لیکن جب میں نے غور کیا تو وہ (الہم) لکھا تھا۔ (سبحان اللہ)۔ چند سینکڑے مجھے یہ نظر آیا پھر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہی دھند نظر آنے لگی۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو محسوس کیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہے۔ میرا دل ذکر الہی کر رہا ہے۔ چند منٹ کے بعد میری کیفیت نارمل ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

**روحانی کشائش کا حصول:-** درود شریف کی برکت سے روحانی کشائش حاصل ہوتی ہے۔ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق میں روزانہ پانچ سو بار درود شریف پڑھتی ہوں۔ کل رات درود شریف پڑھنے کے قریباً بیس منٹ بعد میں نے اپنے سامنے ایک بزرگ کو کھڑے دیکھا۔ یہ مشاہدہ مجھے کھلی آنکھوں سے ہو رہا تھا۔ میں نے مزید کیسوئی کے حصول کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور بزرگ کو سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا پورا جواب دیا۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ تسبیح کے موتی نہایت چمکدار اور روشن تھے۔ انہوں نے مجھے کہا، پڑھو ”صَلِّ اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“۔ میرا دل اور زبان کثرت سے درود پڑھنے لگے۔ وہ خود بھی یہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ جیسے ہی میں درود شریف پڑھتی وہ تسبیح کا دانہ گرا دیتے۔ ابھی یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا میں پرواز کر رہی ہوں۔ میں آسمانوں پر پہنچ گئی۔ میری آنکھوں میں بے حد نور تھا۔ میں شدت نور برداشت نہ کر سکی اور آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت وہ بزرگ مجھے نور کی سیڑھیوں کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ تھوڑا فاصلہ رہ گیا تھا کہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ بزرگ میرے سامنے تقریباً پانچ یا دس منٹ کھڑے رہے اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

**عالم ارواح کی سیر:-** اگلے روز مجھے پھر مشاہدہ ہوا۔ میری آنکھوں میں نور ہی نور تھا اور دل میں ذکر جاری تھا۔ کوئی بزرگ مجھے عالم ارواح میں لے گئے۔ وہاں مجھے بہت سی روحیں نظر آئیں۔ وہاں کچھ عرصہ پہلے وفات پانے والی اپنی ٹیچر مس شمشاد کی روح سے بھی ملاقات ہوئی۔ کچھ دیر ان سے باتیں ہوئیں۔ وہاں نور ہی نور تھا۔ اور بھی روحیں وہاں اڑ رہی تھیں۔ وہ بہت زبردست مقام اور بہت نورانی جگہ ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ روحانیت میں مجھے اتنا اچھا مقام دکھایا گیا۔ الحمد للہ۔

**جنت کی سیر اور حوروں سے ملاقات:-** مسز شاہ ظفر (دختر زاہدہ پروین) مراقبہ ”اسم ذات“ سے جنت کی سیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ آج مورخہ 22 فروری 2011ء بروز منگل قریباً صبح گیارہ بجے ”اسم ذات“ کے مراقبہ کے دوران میں نے تصویر شیخ سے عرض کیا کہ مجھے جنت کی سیر کرائیں اور حوروں سے ملاقات کرائیں۔ انہوں نے ہاں میں اشارہ کیا۔ میں دیکھتی ہوں کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں کھڑی ہوں۔ ایک حور میری طرف آ رہی ہیں۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا مکمل جواب دیا یعنی ”وَعَلِیْکُمُ السَّلَام وَحَمَّۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ“ کہا۔ پھر انہوں نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ میں اور وہ ”حور“ وہاں ایک بیچ پر بیٹھ گئیں۔ میں نے ان سے کئی سوالات پوچھے۔ انہوں نے تمام سوالات کے منطقی، مدلل اور تسلی بخش جوابات دیئے۔ اسی اثنا میں دو حوریں اور آئیں اور انہوں نے مجھے ایک گلاس میں نیلے رنگ کا مشروب دیا۔ میں نے وہ گلاس دائیں ہاتھ سے اٹھایا اور مشروب پینے لگی۔ وہ مشروب بہت ذائقہ دار تھا۔ اس مشروب کا سا ذائقہ میں نے آج تک دنیا کے کسی مشروب میں نہیں پایا۔ پھر وہ حوریں مجھے ایک گھر کے اندر لے گئیں۔ وہاں پر بہت سی حوریں موجود تھیں۔ وہاں ہر طرف سے ایک ہی صدا آ رہی تھی کہ یہ ”سر محمود علی انجم“ کے ہاں سے مہمان آئی ہیں۔ انہوں نے مجھے پھولوں کے گجرے پہنائے۔ میں نے ریشمی سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ حور جو مجھے یہاں تک لے کر آئی تھیں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ وہ بار بار میرے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ جیسے کہ وہ مجھے پیار کر رہی ہوں۔ ان کا نام ”مریم“ تھا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئیں۔ وہاں اور بھی حوریں موجود تھیں۔ میں نے وہاں دیکھا کہ سامنے ایک بہت بڑی دیوار ہے جہاں پر اسم ذات ”اللہ“ لکھا ہوا ہے۔ وہاں موجود سب حوریں دعا مانگ رہی تھیں۔ میں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ دعا کے

دوران دیوار پر کبھی اسم ذات اللہ اور کبھی اسم نبی کریم (محمد ﷺ) نظر آتے رہے۔ جیسے ہی دعا کا سلسلہ ختم ہوا وہ سب مجھے اپنی ملکہ کے پاس لے گئیں۔ ان کی ملکہ ایک تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ میری پیشانی پر بوسہ لیا اور بہت پیار کیا۔ میں نے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے اپنا نام ”ام حوا“ بتایا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے مرشد سر محمود علی انجم کی بہت تعریف کی۔ وہاں پر موجود تمام حوریں سر کا نام لے رہی تھیں۔ حوروں کی ملکہ کے ہاتھ میں ایک نوری روشنی تھی۔ وہ روشنی انہوں نے میرے چہرے پر لگا دی جس سے میرا چہرہ روشن ہو گیا۔ پھر انہوں نے مجھے دو قطعات دیئے جن پر اسم ذات اللہ اور اسم نبی کریم (محمد ﷺ) لکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا یہ میری طرف سے سر کے لیے تحفہ ہے۔ وہ اسم اتنے خوبصورت تھے کہ میرے پاس ان کی خوبصورتی بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے مجھے اجازت دی۔ حور مریم مجھے باغ میں اسی جگہ پر واپس لے آئیں جہاں پر ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اب بھی مجھے مسلسل پیار کر رہی تھیں۔ وہ بہت پیاری تھیں۔ میں نے ان سے خوبصورت ہونے کا طریقہ پوچھا۔ انہوں نے مجھے کہا، درود شریف پڑھا کرو۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اسم ذات (اللہ) اور اسم نبی کریم (محمد ﷺ) کے دو قطعات دیئے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی اور میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں واپس آ گئی۔ واپسی پر بھی کافی دیر تک مجھے جنت کی خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور راحت بخش فضا کا احساس ہوتا رہا۔ میں نے اپنے مرشد سے اس مشاہدہ کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ سورۃ رحمن ترجمہ کے ساتھ پڑھ کر اس مشاہدہ کی تصدیق کر لیں۔ میں نے سورۃ رحمن ترجمہ کے ساتھ پڑھی۔ اس میں حوروں اور جنت کے بارے میں جو باتیں لکھی تھیں وہی باتیں میں نے دوران مراقبہ، مشاہدہ میں دیکھی تھیں۔ اس طرح سورۃ رحمن سے میرے مشاہدہ کی تصدیق ہو گئی کہ میں نے جو دیکھا وہ بالکل سچ دیکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور سر محمود علی انجم کی نہایت شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھ جیسی گناہگار کو جنت کی سیر کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ میرے پیرو مرشد سر محمود علی انجم کا حامی و ناصر ہو اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دوران مراقبہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات :- مسز شاہد ظفر (دختر زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ آج مورخہ 18 مارچ 2011ء بروز جمعۃ المبارک کو دوران مراقبہ میں نے میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی خواہش کی۔ کچھ دیر بعد مجھے ان کی زیارت ہو گئی۔ انہوں نے سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا مکمل جواب دیا یعنی ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہا۔ میں نے عرض کیا۔ ”میاں صاحب! میرے سر ایم فل اقبالیات کا کورس کر رہے ہیں ان کے لیے دعا فرمادیں۔“ انہوں نے فرمایا، ”اللہ چنگیاں کرے گا، کامیاب ہو جان گے۔“ پھر میں نے عرض کیا، ”سر کی روحانی منزل کیسی ہے؟“ انہوں نے فرمایا، ”بڑی چنگی، سدھی تے سچی اے۔“ پھر میں نے عرض کیا آپ اولاد زینہ کے لیے پتہ دم کر کے دیتے تھے۔ اب کسی کو ضرورت ہو تو کیا کرے؟“ وہ خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد فرمایا ”بیری دے پتے تے سورہ رحمن دم کر کے کھالینے چاہی دے نیں۔“ میاں صاحب سے تمام گفتگو پنجابی میں ہوئی۔ میں اردو میں سوال کرتی تھی مگر وہ پنجابی میں جواب دیتے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد انہوں نے دعا فرمائی اور تشریف لے گئے۔

O

عبدالرحمن قادری لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گزار ہوں جس نے مجھے سروری قادری سلسلہ میں

بیعت کا اعلیٰ شرف بخشا۔ جب سے بیعت ہوا ہوں، مُرشد پاک کی نگاہِ کرم کے صدقے الحمد للہ ہر طرح کا روحانی قلبی سکون محسوس کرتا ہوں۔ پیر و مُرشد کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اور اُن کے توجہ فرمانے کی بدولت بہت سے روحانی مشاہدات سے نوازا گیا ہوں۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

داتا دربار حاضری اور روحانی پرواز:- کچھ سال قبل مجھے میرے مُرشد نے لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ کا وظیفہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اُس وقت میں ابھی مُرید نہیں ہوا تھا۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ وظیفہ شروع کیے ابھی صرف تین ہفتے ہی ہوئے تھے کہ مجھے ایک خواب آیا۔ جس میں، میں نے دیکھا کہ میں داتا دربار پر حاضری کیلئے جاتا ہوں۔ جب میں دربارِ اقدس پر حاضر ہوا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ روضہ مبارک سے ایک چادر اُڑ کر آئی اور نیچے بچھ گئی۔ میں اُس چادر کے اوپر بیٹھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چادر ایک جھولے کی شکل اختیار کر گئی اور یہ جھولا روضہ مبارک کے ارد گرد گھومنا شروع ہو جاتا ہے۔ میں جھولے میں بیٹھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کر رہا ہوں اور وہاں پر جلو گ موجد ہیں وہ جواب میں مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللّٰہ پڑھ رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گنہگار کو جو یہ شرف عطا فرمایا یہ سب میرے مُرشد کی توجہ اور نظرِ کرم کے طفیل نصیب ہوا۔

قید سے رہائی:- مرید ہونے کے بعد میرے مُرشد نے مجھے مراقبہ کرنے کا حکم فرمایا۔ جس میں اسمِ ذات (اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک) کو تصور میں رکھ کر آنکھیں بند کر کے سانس کے ساتھ اللہ ہو کا ورد کرتا تھا۔ سرکارِ پاک کی توجہ کی بدولت دورانِ مراقبہ اللہ پاک کا اسم شریف مسلسل اور واضح طور پر آنکھوں کے سامنے رہنا شروع ہو گیا۔ پھر ایک دن بندہ عاجز کو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر پولیس پکڑ کر لے گئی اور حوالات میں بند کر دیا اور پاؤں کو زنجیر سے جکڑ دیا گیا۔ میں نے پریشانی کے اُس عالم میں وہیں پر مراقبہ کرنا شروع کر دیا۔ دورانِ مراقبہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک دکھائی دینا شروع ہوا، میں نے اپنے با عزت بری ہو جانے کی عرض و معروض کرنا شروع کر دی۔ ابھی مراقبہ شروع کئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وہاں ایک کانٹیل آ یا اور مجھ سے کہنے لگا بھائی اٹھو اور اپنے گھر جاؤ، تم بے قصور ہو۔ ہمارے آدمی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو لے آئے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ کام ایک منٹ سے بھی پہلے ہو گیا۔ میں نے اُسی وقت اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے مُرشد کے حکم کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ مراقبہ کرنا شروع کر دیا۔

مرتبہ احسان:- ایک دن میں مراقبہ کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک قلم ظاہر ہوئی اور اُس قلم نے میرے دل پر اللہ کا نام مبارک لکھ دیا۔ اس واقعہ کے بعد دو، تین دن مجھے اُس جگہ پر راحت بخش درجہ محسوس ہوتا رہا۔

یہ سب میرے پیر و مُرشد کی توجہ اور نگاہِ کرم کا صدقہ ہے۔ اُنہوں نے حقیقت میں مجھے اللہ تعالیٰ سے ملا دیا ہے۔ اب میں جب بھی کوئی کام شروع کرنے لگتا ہوں یا پریشان ہوتا ہوں تو چلتے پھرتے آنکھیں بند کرتا ہوں تو اللہ کریم کا اسم مبارک میرے سامنے ہوتا ہے اور ہر وقت اپنے رب تعالیٰ کے دربار میں عرض و معروض کرتا رہتا ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے پیارے محبوب کی رحمت کے صدقے میری سرکار کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم و دائم رکھے اور اُن کے علم، عمل اور رزق میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین)



ثناء رؤف قادری تحریر کرتی ہیں کہ میں نے 2007ء میں اپنے پیرومُرشد سر پروفیسر محمود علی انجم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس کے بعد اُن کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے یعنی مراقبہ اور وظائف باقاعدگی سے پڑھنے پر الحمد للہ مجھے بہت سے دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوئے اور روحانی مشاہدات ہوئے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

**بحالت مراقبہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری:-** جب میرے پیرومُرشد نے مجھے اِسْم ذات (اللہ تعالیٰ) اور اِسْم محمد ﷺ کو سامنے رکھ کر مراقبہ کرنے کی تلقین فرمائی تو بفضلِ خدا وہ طفیلِ نظرِ کرم پیرومُرشد مجھے بند آنکھوں میں اِسْم اللہ اور اِسْم محمد ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

ایک دن نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد جب میں جائے نماز پر بیٹھی مراقبہ کی حالت میں تھی تو میں نے دیکھا کہ جائے نماز اُڑنا شروع ہو گیا اور اُڑتے اُڑتے مدینہ شریف پہنچ گیا۔ پھر دیکھا کہ میں روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوں اور مجھ ناچیز کے لیے روضہ اقدس کا دروازہ مبارک کھلا اور مجھے اندر جانے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ جس کے بعد مجھے سنہری جالیوں کو بوسہ دینے کا شرف بھی ملا۔

**دربار اقدس پیرانِ پیر و سنگیر سیدنا حضور غوثِ اعظمؒ پر حاضری:-** میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیرومُرشد صاحب کے ساتھ ہوں۔ ہم ایک قبرستان میں سے گزر رہے ہیں۔ قبرستان عبور کر کے ہم ایک دربار شریف پر حاضر ہوتے ہیں۔ میرے مُرشد پاک مجھے فرماتے ہیں کہ یہ دربار اقدس پیرانِ پیر و سنگیر سیدنا حضور غوثِ اعظمؒ کا ہے۔

**حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت:-** مجھے خواب میں ایک وہی کامل کی زیارت نصیب ہوئی۔ اُن کا چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور داڑھی مبارک حنائی رنگ کی تھی۔ وہ ہمارے شہر میں موجود درویش ہستی بابا نور شاہ ولی سرکار کے دربار شریف پر کھڑے تھے۔ میں نے یہ خواب اپنے پیرومُرشد کو عرض کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ درویش بزرگ تمہارے دادا پیر حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

**سُلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت:-** پھر ایک مرتبہ دورانِ مراقبہ مجھے ایک بزرگ ملے جن کی سفید داڑھی تھی اور انھوں نے سفید رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں نے ادب سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں سُلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار شریف سے آیا ہوں۔ پھر انھوں نے مجھے نانِ حلوہ دیا اور تشریف لے گئے۔

**مشاہدہ اِسْم ذات:-** ایک دن میں نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد چھت پر بچھی ہوئی چار پائی پر لیٹی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اچانک مجھے آسمان پر اِسْم ذات (اللہ تعالیٰ کا نام مبارک) واضح لکھا دکھائی دینے لگا۔ یہ زیارت میں نے گھلی آنکھوں سے کی۔

**کلمہ طیبہ اور گنبدِ خضریٰ کی زیارت:-** ایک دن نماز ادا کرنے کے بعد میں مراقبہ کر رہی تھی۔ دورانِ مراقبہ میں نے آسمان کی سیر کی۔ پھر میں نے چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں۔ مراقبہ کے دوران ہی مجھے کلمہ طیبہ کی زیارت ہوئی۔ پھر میں نے گنبدِ خضریٰ پر نبی کریم ﷺ کا اِسْم مبارک لکھا ہوا دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیرومُرشد کی نظرِ کرم کے صدقے یہ روحانی سفر جاری و ساری ہے۔ مجھ گناہگار کی دُعا ہے کہ



اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کی رحمت کے صدقے ہمارے مرشد پاک کی عمر دراز فرمائے اور اُن کے علم میں، عمل میں، جان میں، مال میں اور رزق میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

O

مس شکلیہ قادری اپنے روحانی مشاہدات و کیفیات کے بارے میں لکھتی ہیں کہ جب سے میں نے سر محمود علی انجم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے الحمد للہ مجھے قلبی و روحانی اطمینان و سکون نصیب ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشدِ کامل کی نظرِ کرم سے بہت سے روحانی مشاہدات سے نوازی گئی ہوں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

**روحانی سند اور تبرکات کا حصول:-** 2012ء میں مجھے خواب آیا کہ میں آسمان پر ہوں۔ وہاں پر کوئی کچہری لگی ہوئی ہے اور بہت سارے درویش وہاں پر موجود ہیں۔ اُس کچہری میں اسنادِ تقسیم کی جارہی ہیں۔ اللہ کے فضل اور مرشد کی نظرِ کرم کے طفیل میں بھی اُس کچہری میں حاضر ہوں۔ پھر ایک درویش بزرگ نے میرا نام پکارا اور کہا کہ شکلیہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری بھی سند ہے اسے تم لے لو۔ میں آگے بڑھتی ہوں تو مجھے دو عدد تسبیحات اور ایک بڑا سا چارٹ عطا کیا جاتا ہے جس پر اسم اللہ، اسم محمد ﷺ اور کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہوتا ہے، مجھے اس پر مبارکباد بھی دی جاتی ہے۔ وہ درویش یہ بھی فرما تے ہیں کہ یہ تسبیحات مدینہ پاک سے آئی ہیں۔

**اسم نبی کریم ﷺ کی زیارت:-** میں دیکھتی ہوں کہ آسمان سے کوئی سفید رنگ کی چیز ہماری چھت پر آرہی ہے۔ قریب آنے پر پتہ چلا کہ وہ ایک سفید رنگ کی سینری ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک (محمد ﷺ) لکھا ہوا ہے۔ اُس سینری میں سے بہت زیادہ روشنی نکل رہی تھی، اُس کے ساتھ سبز رنگ کا ایک کپڑا بھی تھا۔

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت:-** میں دیکھتی ہوں کہ میں آسمان پر ہوں، وہاں مجھے ایک سمندر دکھائی دیتا ہے جس میں ایک بہت بڑی کشتی ہے اور ساتھ ہی خشک جگہ پر ایک جھونپڑی بھی ہے۔ اُس جھونپڑی کے پاس ایک درویش کھڑے ہیں جو کہ بہت زیادہ جوان ہیں اور اُن کی بڑی بڑی زلفیں ہیں اور اُن کی آنکھیں بھی بہت خوبصورت ہیں۔ اُنھوں نے اپنے گلے میں ایک بہت بڑا تھیلا ڈال رکھا ہے۔ میں عرض کرتی ہوں کہ آپ کون ہو؟ تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جس پر اُنھوں نے فرمایا کہ یہ میری جھونپڑی ہے اور سمندر میں جو کشتی ہے وہ بھی میری ہے اور میں اللہ کا نبی ہوں۔

**امہات المؤمنین کی زیارت:-** ایک دن میں نے اپنے گھر میں محفل کروائی اُسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے جو محفل کروائی ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس محفل میں حضرت بی بی آمنہؓ، حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ اور حضرت بی بی فاطمہؓ الزہراؓ بھی تشریف فرما ہیں اور اُنھوں نے مجھے مبارکباد بھی دی۔

**روحانی معالج سے ملاقات:-** میں نے دیکھا کہ میں لاہور اپنی خالہ کے گھر پر ہوں جو کہ بھائی گیٹ رہتی ہیں۔ وہاں میری خالہ کی بہو مجھ سے کہتی ہے شکلیہ ہمارے یہاں ایک بہت اچھی ڈاکٹر ہے میں تمہیں اُس کے پاس لے جا کر معائنہ کرواؤں گی جس کے بعد تمہاری سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔ پھر جب وہ مجھے وہاں لے جاتی ہے تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحبہ نے سفید لباس پہن رکھا ہے اور ایک بہت بڑی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ وہ مجھے چیک کرتے وقت اپنی چادر میں

لپیٹ لیتی ہیں اور زور سے اپنے سینے کے ساتھ لگانے کے بعد کہتی ہیں کہ اب تمہاری سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔ پھر اُنھوں نے مجھے وہاں پر موجود ایک جُحرے کے اندر جانے کیلئے کہا۔ جب میں جُحرے کے اندر داخل ہوتی ہوں تو دیکھتی ہوں کہ جُحرہ اندر سے تلوں نما ہے اور اُس کے دونوں کونوں میں چراغ جل رہے ہیں۔ دائیں طرف دو چراغ تھے اور بائیں طرف پانچ چراغ تھے جبکہ جُحرے کے درمیان والی جگہ پر چوہا جل رہا تھا جس کے اوپر کھیر پک رہی تھی۔ میں نے دائیں طرف کے دو چراغوں کو ہاتھ لگانا چاہا تو اُسی وقت وہ ڈاکٹر صاحبہ اندر آئیں اور کہنے لگی کہ یہ جو دو چراغ جل رہے ہیں تمہارے نہیں ہیں بلکہ وہ جو پانچ چراغ جل رہے ہیں وہ تمہارے لئے ہیں انھیں اپنے پیسوں سے خریدو اور پھر چراغ جلاؤ۔ پھر کہا کہ یہ جو کھیر پک رہی ہے یہ بھی تمہاری ہے کیونکہ تم نے دس محرم کو ختم شریف نہیں دلایا اور ساتھ ہی وہاں پڑے ہوئے مٹی کے برتنوں کی طرف بھی میرا دھیان کروایا جو کہ کنالی اور ٹھوٹھیاں وغیرہ تھیں۔

ایک پرندے سے گفتگو:- میں نے دیکھا کہ ہماری چھت پر بہت سے پرندے ہیں اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ اُن پرندوں میں سے ایک پرندہ میرے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ چھت پر ہمارے لیے پانی اور کھانے کے لیے کچھ رکھ دیا کریں۔

نزولِ رحمت اور مرشد کی زیارت:- میں نے دیکھا کہ آسمان سے دو بڑے دودھ والے برتن آ رہے ہیں۔ میں بہت زیادہ ڈر رہی ہوں کہ یہ برتن جس جگہ پر گریں گے اُدھر تو بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ وہ برتن چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ اچانک مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ یہ جس گھر میں اتریں گے وہاں اللہ کی رحمت ہوگی اور مجھے یہ بھی کہا گیا کہ تم نے بارہ ربیع الاول کا ختم شریف بھی ضرور دِلانا ہے۔ ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں بہت بڑی محفل ہو رہی ہے جس میں میرے پیرو مرشد خطاب فرما رہے ہیں۔ اُس محفل میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے درویش بندے موجود ہیں۔ میں بھی محفل میں موجود ہوں اور بہت زیادہ خوش ہوں۔ میرے گھر کی چاروں دیواروں پر حضرت علیؑ، حضرت بی بی فاطمہؑ، الزہراءؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے اسمائے مبارک لکھے دکھائی دے رہے ہیں اور میرا گھر خوب روشن ہے۔

O

محمد نعیم عرف پوپل لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے پیرو مرشد کے ساتھ مُسکلم ہوئے الحمد للہ تقریباً بیس (20) سال ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے ہمیشہ مجھے ذکرِ الہی، ذکرِ رسول ﷺ کرنے، پنجگانہ نماز باقاعدگی سے ادا کرنے اور سچائی و ایمان داری سے زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اُن کے توجہ فرمانے کی بدولت آج میرا رنگ آلودِ دل اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہے۔

ایک دن میں اپنے مرشد پاک کی خدمت میں حاضر تھا کہ مدینہ ٹاؤن سے ایک شخص میرے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ میں مدینہ ٹاؤن سے حاضر ہوا ہوں۔ وہاں میری ماربل کی دکان ہے۔ میرا ایک دوست ہے جو کراچی میں رہتا ہے اُس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میرا جو بھی مسئلہ ہے میں آپ کے گوش گزار کروں۔ میں اس مسئلہ کے حل کے لیے بہت سے لوگوں سے مل چکا ہوں مگر میرا مسئلہ جوں کا تو ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اس نے بتانا شروع کیا کہ چند دن پہلے میری دکان پر دو آدمی آئے۔ اُنھوں نے بتایا کہ ہم گھدا ئی کر

رہے تھے کہ ہمیں زمین میں سے ایک جگہ ملا جس میں سونے کے سکے ہیں۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ آپ وہ سکے دیکھ لیں اور کسی کو چیک کروالیں۔ اگر یہ خالص ہوں تو آپ ہم سے خرید لیں۔ ہم اپنے طور پر کسی بھی دکاندار کے پاس نہیں گئے کیونکہ ہم نہایت غریب لوگ ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کسی دھوکہ دہی سے یا قانونی چارہ جوئی سے کوئی یہ سکے ہم سے ہتھیا نہ لے۔ میں نے اُن سے وہ سکے لئے جن پر مورتیاں بنی ہوئی تھیں اور اپنے جاننے والے ایک سٹار کو چیک کروائے۔ جس نے پرکھنے کے بعد تصدیق کر دی کہ یہ سکے اصلی سونے کے ہیں۔ میں نے گھر آ کر یہ سارا معاملہ اپنی بیوی کے سامنے رکھا۔ آخر کار ہم نے سکے خریدنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ سکے جو کافی تعداد میں تھے ہم نے چار لاکھ کے عوض خرید لئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد میں وہ تمام سکے دوبارہ سٹار کے پاس لے کر گیا۔ تمام سکوں کو اچھی طرح چیک کرنے کے بعد اُس نے مجھے بتایا کہ ان میں سے صرف چند ایک سکے اصلی ہیں باقی سب نقلی ہیں۔ ان پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ سٹار کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہو گیا۔ تب سے لے کر اب تک اس مسئلہ کے حل کے لیے بہت سے بزرگوں کے پاس جا چکا ہوں لیکن سب بے سود۔ کوئی بھی اس معاملہ کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جناب اس واقعہ کو پیش آئے آج تقریباً پندرہ سے بیس دن ہو گئے ہیں۔ پھر میرے اُس کراچی والے دوست نے مجھے آپ کے متعلق بتایا۔ براہ کرم آپ میرے مسئلہ پر غور فرمائیں۔ مجھے اپنی رقم کے جانے کا دکھ نہیں ہے بلکہ اُس دھوکے کا ہے جو اُن فراڈیوں نے مجھ سے کیا ہے۔ جناب میں بڑی آس لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپ مہربانی سے میرے مسئلہ کو حل فرمائیں۔ اُس آدمی کی بات اچھی طرح سے سننے کے بعد میرے مرشد نے مجھے آواز دی اور کہا کہ بیٹا اپنی آنکھیں بند کر اور ان کے مسئلے پر غور کر کے بتاؤ۔ میرے مرشد کریم نے اپنی نگاہ کرم اور توجہ مجھ پر مرکوز کر دی اور میں نے مراقبہ شروع کر دیا۔ آپ کی نسبت سے دورانِ مراقبہ اللہ کریم نے جو خیال میرے دل میں پیدا کیا میں نے اپنے مرشد پاک سے عرض کرتے ہوئے کہا کہ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل و کرم سے ان کا مسئلہ تین دن میں حل ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ آدمی وہاں سے چلا گیا۔ دو سرے دن میں نے اپنے مرشد کے ساتھ اس مسئلہ پر بات کی۔ انہوں نے ہلکا سا تبسم فرمایا اور کہا کہ بیٹا پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ ان شاء اللہ یہ مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا۔ تیسرے روز بعد از نماز عصر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسجد سے باہر نکل کر بہتر قدم چلو وہاں پر جو بھی شخص ملے اُسے یہ سارا معاملہ سناؤ تمہیں اس کا حل مل جائے گا۔ میں قدم گنتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔ گنتی پوری ہونے پر میں دیکھا کہ میں اپنی دکان پر پہنچ چکا ہوں۔ میں وہاں رکھے ہوئے بیچ پر بیٹھ گیا۔ اُسی وقت میرا ایک ہم نام دوست پہنچا جو کہ محکمہ خوراک فیصل آباد میں ملازم ہے وہاں پر آیا۔ وہ جیب پر تھا۔ اُس نے جیب کو ہلکا سا اُس بیچ کے ساتھ ٹکرایا جس پر میں بیٹھا ہوا تھا اور پوچھا کہ کیا بات ہے آج بہت پریشان نظر آ رہے ہو؟ میرے پیر و مرشد کے فیض کی بدولت مسجد میں، مجھے جو رہنمائی ملی تھی اُسے مد نظر رکھتے ہوئے میں نے سارا معاملہ اپنے اُس دوست کے سامنے بیان کر دیا۔ اُس وقت میرے پاس وہ سکہ بھی موجود تھا جو کہ میں نے اپنے دوست کو دکھایا۔ جس پر میرے اُس دوست نے بھی اپنی جیب سے ایک سکہ نکالا جو بالکل اُسی طرز کا تھا جیسا سکہ میرے پاس تھا۔ پھر میرے دوست نے بتانا شروع کیا کہ کل ہی کی بات ہے میرا ایک دوست جو کہ سٹار ہے اُس کے پاس بھی دو آدمی آئے تھے جنھوں نے اُسے اس طرح کے ہی سکے دیئے جو کہ نقلی تھے۔ اتفاقاً میں

بھی وہاں پر موجود تھا۔ ہم نے اُن لوگوں کو پکڑ لیا۔ اُن دونوں جعل سازوں کو تو میں نے کل ہی تھانہ سرگودھا روڈ میں گرفتار کروایا ہے۔ اُنم ابھی میرے ساتھ چلو اور دیکھ لو ہو سکتا ہے یہی وہ آدمی ہوں جن کی تمہیں تلاش ہے۔ اس نشاندہی کے مطابق متعلقہ آدمی کو وہ جعل ساز دکھائے گئے۔ اس نے وہ جعل ساز پہچان لیے اور پولیس کی مدد سے ان سے اپنی رقم وصول کر لی۔ اس طرح بفضلِ تعالیٰ تین دن میں وہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور مجھے روحانی تربیت بھی مل گئی۔

**ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی :-** بندہ عاجز (مصنف و مؤلف کتاب) کو اپنے مرشد کریم کے فیضان سے قوت نگاہ کے مشاہدات و تجربات سے گزرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس ضمن میں اگر ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی بیان کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے تاہم چند ایک واقعات شکرانِ نعمت کے طور پر پیش خدمت ہیں۔

①

کچھ برس قبل ساہیوال سے 'شمرین' نامی خاتون اپنے خاوند کے ہمراہ میرے فیصل آباد آفس میں آئیں۔ انہوں نے اپنی الٹرا سائونڈ رپورٹ میرے سامنے رکھ دی اور بتایا کہ وہ اُمید سے ہیں۔ حمل کو قریباً تین چار ماہ گزر چکے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے چیک اپ اور الٹرا سائونڈ رپورٹ کے بعد بتایا ہے کہ بچے کی نشوونما رگ گئی ہے اس لیے ابارشن کروالیں۔ میں نے رپورٹس دیکھیں اور اس خاتون سے کہا آپ ابھی ابارشن نہ کروائیں۔ آپ کو لیڈی ڈاکٹر نے 'نہ' کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو 'نہ' نہیں ہوئی۔ مجھے پندرہ بیس دن علاج کا موقع دیں۔ ان کا پندرہ بیس روز علاج ہوا۔ اس دوران کبھی کبھار اس کی طرف توجہ کرتا رہا۔ بفضلِ تعالیٰ بچے کی نشوونما شروع ہو گئی اور وہ وقتِ معینہ پر واردِ دنیا ہو گیا۔ الحمد للہ! بچہ تندرست ہے اور قریباً چار سال کا ہو گیا ہے۔

②

آج سے قریباً سات برس قبل (2010ء میں) طارق طفیل نے مجھ سے رابطہ کیا۔ وہ قریباً نو برس سے ہپاٹائٹس سی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے مجھے بہت سی رپورٹس پر مشتمل اپنی میڈیکل فائل دکھائی۔ اس وقت ان کا جگر کافی سکڑ چکا تھا۔ تمام جسم اور چہرے کا رنگ کافی حد تک سیاہی مائل تھا۔ ڈاکٹر حضرات نے انہیں تبدیلی جگر کا مشورہ دیا تھا مگر ان کے مالی وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ ہپاٹائٹس سی کے علاج کے لیے تمام مروجہ علاج آزما چکے تھے۔ ان کی تکلیف دہ اور پریشان کن حالت دیکھ کر میں نے انہیں کہا، طارق صاحب میڈیکل سائنس میں تو اس مرض کا علاج نہیں۔ آپ کی میڈیکل فائل میں روز بروز نئے نئے میڈیکل ٹیسٹس کی رپورٹس اور اورنسہ جات کا اضافہ ہوتا رہے گا مگر شفا حاصل نہیں ہو گی۔ آپ پانچ وقت نماز کی پابندی کریں۔ مجھے روحانی علاج کا موقع دیں۔ آپ کو روزانہ صبح قریباً نو (9) بجے میرے پاس آنا ہوگا۔ میں براہِ راست آپ کے جگر پر توجہ کروں گا۔ ان کی انتہائی خراب حالت کے پیش نظر براہِ راست توجہ سے علاج کرنا ضروری تھا۔ وہ روزانہ آنا شروع ہو گئے۔ میں انہیں دم کرتا اور قریباً پانچ سات منٹ آنکھیں بند کر کے ان کے جگر کے مقام پر توجہ کر دیتا۔ الحمد للہ، ان کی حالت سنبھلنا شروع ہو گئی۔ ان کے چہرے اور جسم کی جلد کا رنگ دوبارہ سفید ہونا شروع ہو گیا۔ قریباً پندرہ روز بعد وہ کافی زیادہ حد تک تندرست نظر آنے لگے۔ جو بھی انہیں دیکھتا، مبارک باد دیتا۔ پندرہ روز بعد انہوں نے الٹرا سائونڈ کرایا تو جگر کافی حد تک بحال ہو گیا تھا۔ ان کے معالجین ڈاکٹر حضرات حیران ہوئے کہ قریباً

ناکارہ ہونے والا جگر کیسے بحال ہو گیا۔ ڈاکٹر حضرات نے اسے مبارک باد دی۔ میں نے طارق کو علاج جاری رکھنے کی تاکید کی۔ ان سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے پتے میں بھی پتھریاں ہیں۔ میں نے کچھ روز پتے پر توجہ کی۔ رپورٹ کرائی گئی تو پتہ سے پتھریاں ختم ہو چکی تھیں۔ اب تک میں نے طارق کے جگر اور پتے پر ہی توجہ کی تھی۔ جگر اور پتے کے بحال ہونے کے بعد اس کے خون پر توجہ شروع کر دی تاکہ اس میں موجود ہیپاٹائٹس کے وائرس ختم یا غیر موثر (Inactive) ہو جائیں۔ طارق کو زندگی کے آثار نظر آنا شروع ہوئے تو علاج میں بے قاعدگی شروع کر دی۔ ان کی بے قاعدگی کی وجہ سے مجھے کافی پریشانی ہوئی۔ وہ وقت کے پابند نہیں رہے۔ وقت بے وقت آنے لگے۔ غذا اور دوا کا پرہیز ختم کر دیا۔ ان کی بے قاعدگیوں پر میرا جی کڑھتا تھا۔ ایک دن میں نے کہا طارق بھائی میں نہایت محبت، توجہ اور شفقت سے آپ کا علاج کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی کتاب میں بطور ٹیسٹ کیس کے آپ کے معاملہ کا ذکر کروں تاکہ لوگ ذکر الہی کی افادیت کی طرف پھر سے متوجہ ہو جائیں اور اس روحانی علاج سے دنیا مستفیض ہوں۔ طارق نے کہا آپ میرے حوالے سے جو تحریر لکھیں گے اس کا عنوان کیا ہوگا؟ میں نے کہا اس کا عنوان ہوگا ”طارق کی کہانی“۔ اس نے کہا، اس میں کیا لکھیں گے؟ ایک طارق تھا یا کہ ایک طارق ہے؟ میں نے کہا، اگر آپ میری ہدایات کے مطابق علاج جاری رکھیں گے تو لکھوں گا کہ ”ایک طارق ہے“۔ اگر آپ نے بے باقاعدگی، بد پرہیزی جاری رکھی تو لکھوں گا کہ ”ایک طارق تھا“۔ افسوس! طارق بھائی نے میرا کہنا نہ مانا۔ میری ہدایات پر عمل نہ کیا۔ انہوں نے اچانک روحانی علاج ترک کر دیا اور آنا جانا چھوڑ دیا۔ وہ کئی ماہ غائب رہے۔ اگرچہ وہ کافی حد تک تندرست ہو چکے تھے مگر ابھی جسم سے ہیپاٹائٹس سی کے مکمل خاتمے کا مرحلہ باقی تھا۔ مجھے ان کے عدم تعاون پر بہت افسوس ہوا۔

کئی ماہ بعد طارق بھائی نے مجھ سے دوبارہ رابطہ کیا۔ ان کی صحت کافی زیادہ خراب تھی۔ انہوں نے مجھ سے معافی مانگی اور دوبارہ علاج کے لیے کہا۔ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے علاج ترک کر کے بہت بڑی غلطی کی۔ اس دوران انہوں نے خوب بد پرہیزی کی۔ ان کی حالت دیکھ کر میں نے کہا، طارق بھائی اب آپ کا کیس کافی خراب ہو چکا ہے۔ تاہم، میں پھر سے کوشش کرتا ہوں۔ اگر اب بچنا ہے تو چند روز لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کثرت سے پڑھیں اور مجھ سے رابطہ رکھیں۔ طارق بھائی! کثرت سے ذکر نہ کر سکے۔ ایک دن وہ بے ہوش ہو گئے۔ انہیں نیشنل ہسپتال کے جگر کے وارڈ میں داخل کروا دیا گیا۔ ان کے بھائی عارف مجھے ہسپتال لے گئے۔ وہاں طارق بے ہوش پڑا تھا۔ میں نے ان کے دماغ اور دل پر کچھ دیر توجہ کی تو وہ ہوش میں آ گئے۔ کچھ روز بعد ان کی حالت دوبارہ خراب ہو گئی۔ انہیں آئی سی یو (ICU) میں منتقل کر دیا گیا۔ میں نے مراقبہ کیا تو مجھے ذات باری تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کیا گیا کہ اب طارق کا آخری وقت آ گیا ہے۔ یہ آئی سی یو میں ہی وفات پائیں گے۔ ان کے آخری وقت، آپ ان کے پاس موجود ہوں گے۔

چند روز بعد نماز فجر کے وقت طارق کے بھائی عارف کا فون آ گیا کہ طارق کی حالت بہت خراب ہے۔ میں اس وقت وظائف پڑھ رہا تھا۔ عارف بھائی مجھے ہسپتال لے گئے۔ میں آئی سی یو (ICU) میں طارق کے سر ہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ ان کے قلب کی طرف توجہ کرتا رہا۔ درود شریف بھی پڑھتا رہا۔ طارق بھائی اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

دوبارہ روحانی علاج سے طارق بھائی کی کافی زیادہ تکلیف کٹ گئی۔ پپائٹس سی کے آخری مراحل میں جگر کی خرابی کی وجہ سے زہریلے مادے (Toxic Materials) دماغ کی طرف جاتے ہیں تو دماغ کو مکمل آکسیجن فراہم نہیں ہوتی جس وجہ سے مریض بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بے ہوشی کا یہ دورانیہ کچھ گھنٹے، کچھ دن، کئی مہینے اور کئی سال بھی ہو سکتا ہے۔ اس بیماری کے آخری مرحلہ پر بعض اوقات مریض کو خون کی قے آتی ہے اور وہ وفات پا جاتا ہے۔ جن مریضوں کا روحانی علاج کیا جائے وہ اس مرض سے شفا پا جاتے ہیں یا ان کی تکلیف کا دورانیہ مختصر اور کم ہو جاتا ہے۔ انہیں اس مرض کے نہایت تکلیف دہ مراحل سے نہیں گزرنا پڑتا۔ مجھے ایسے بہت سے مریضوں کے علاج کا موقع ملا ہے۔ روحانی علاج سے حیرت انگیز نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ تکلیف بالکل ختم یا بہت کم ہو جاتی ہے۔

بعد میں، میں طارق بھائی کی نماز جنازہ میں شامل ہوا اور تدفین کے موقع پر بھی موجود رہا۔ گاہے بگاہے ان کی روح کی طرف توجہ کرتا رہا۔ چند روز بعد بذریعہ کشف و مراقبہ ان سے ملاقات ہوئی۔ الحمد للہ ان کی حالت اچھی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ہر جمعرات کو محفل ذکر میں ان کا نام لے کر، ان کے لیے دعائے مغفرت کی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چند ایک بار ہمارے ہاں منعقدہ محفل ذکر میں شامل ہوئے تھے۔

طارق بھائی کے آخری ایام میں علاج کے دوران ان کے بھائی عارف سے بھی رابطہ رہا۔ عارف بھائی کی قریبی عزیزہ کئی برس سے شدید بیمار تھی۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے ان کا ذکر کیا اور روحانی علاج کے لیے کہا۔ میں نے کہا چند روز ان کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھیں۔ سورہ یٰسین کی آواز ان کے کانوں تک پہنچنی چاہیے۔ انہوں نے چند روز سورہ یٰسین پڑھی تو مریضہ کی سختی، آسانی میں بدل گئی۔ وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔

ایک دن، عارف بھائی کا فون آیا کہ ہسپتال میں قریب کے بیڈ پر ایک مریضہ قریباً ایک ماہ سے بے ہوش ہے۔ مریضہ کا اس شہر میں کوئی بھی عزیز رشتہ دار نہیں ہے۔ صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ جو بہت پریشان ہے۔ عارف بھائی نے اس سے میری بات کرائی۔ میں نے اسے کہا کہ اپنی والدہ کے سر ہانے بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھیں۔ اس نوجوان نے ایک بار ہی سورہ یٰسین پڑھی تھی کہ اس کی والدہ پر جان کنی کی کیفیت آسان ہو گئی۔

عزیزانِ من! مذکورہ بالا واقعات میں بندہ عاجز نے ساہیوال والی خاتون، طارق بھائی، ان کے بھائی عارف اور ان سے متعلقہ افراد کی نہایت محبت اور خلوص سے، بلا کسی دنیوی غرض کے خدمت کی۔ ان سے کوئی خدمت نہیں لی۔ کوئی معاوضہ اور ہدیہ بھی نہیں لیا۔ مشائخ کے طریقے کے مطابق ہر بار ان کی خدمت بھی کی۔ اغراض و مقاصد حاصل ہونے کے بعد یہ خواتین و حضرات اچانک غائب ہو گئے۔ نہ شکریہ، نہ سلام دعا۔ ایک بار اتفاقاً عارف صاحب سے فون پر بات ہوئی تو میں نے اپنا تعارف کرایا۔ انہوں نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ جو لوگ فی سبیل اللہ کام کرتے ہیں لوگ انہیں بے وقوف اور احمق سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہ اسے کچھ اور ہی مفہوم دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا سے بڑھ کر بھلا کیا بات ہوگی۔ لوگوں کی عجیب و غریب نفسیات اور بے حسی، بے مروتی اور خود غرضی پر مبنی رویے دیکھ کر بہت حیرت ہوتی ہے۔



③

بندہ عاجز کے والد محترم نے 8 ستمبر 2001ء کو وفات پائی۔ وہ بھی سپینائٹس سی کے مریض تھے۔ اس وقت مجھے اس مرض کے روحانی علاج کے طریقہ سے آگاہی نہیں تھی۔ توجہ کرنے کا طریقہ آتا تھا۔ توجہ کا اثر بھی ہوتا تھا مگر مجھے اس بات کی خبر نہیں تھی کہ اس توجہ سے ہر قسم کے مرض کا علاج ممکن ہے اور جسم کے اعضا کی کارکردگی کافی بہتر بنائی جاسکتی ہے۔

میرے والد محترم، ڈاکٹر حسن اختر بخاری کے زیر علاج تھے اور نیشنل ہسپتال میں داخل تھے۔ ایک دن وہ بے ہوش ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جگر کے مردہ خلیے خون میں شامل ہو کر دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ دماغ کو آکسیجن کی فراہمی معطل ہو جاتی ہے جس سے مریض کو مایوس چلا جاتا ہے۔ مریض کب ہوش میں آئے گا، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس وقت ہسپتال میں میرے علاوہ میری والدہ، بہن اور کچھ دیگر اعزہ واقارب بھی موجود تھے۔ ہم سب بہت پریشان تھے۔ اس حالت میں مجھے روحانی گائیڈ لائن ملنا شروع ہو گئی۔ ہدایات واضح تھیں۔ میں ان ہدایات کے مطابق قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگا۔ پھر والد صاحب کے سر ہانے کے پاس کھڑا ہو کر ان کے قلب کی طرف توجہ کر کے آہستہ آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔ ہر بار لا الہ الا اللہ کی ضرب ان کے قلب پر لگانے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ پلکیں جھپکنے لگے۔ کلمہ طیبہ سے توجہ کی برکت سے وہ ہوش میں آنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہو گیا اور اس ورد کے دوران وہ مکمل ہوش میں آ گئے۔ الحمد للہ توجہ کی بدولت ان کا قلب جاری ہو گیا اور وہ ہوش میں بھی آ گئے۔ اس بات پر ڈاکٹر، نرسز اور ارد گرد کے تمام افراد حیران ہوئے۔

④

سحر و آسیب، حسد اور نظر بد کے اثرات سے فوری نجات کے لیے قوت نظر سے کام لیتے ہوئے مریض یا مریضہ کو فوری آرام (Immediate Relief) مہیا کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں اسم ذات کی توجہ سے فوری افاقہ حاصل ہوتا ہے۔ اسے "ایمر جنسی تصرف" کہا جاتا ہے۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ آسیب زدہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو انسان خود متاثر ہو جاتا ہے۔ علاج کے دوران میں نے کئی بار آسیب زدہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر توجہ کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریض کو آسیب سے چھٹکارا مل گیا۔ اس علاج کے دوران اکثر ایسے ہوا کہ مریض کی باطنی نگاہ بیدار ہو گئی، قلب روشن اور ذکر ہو گیا۔

ایک بار مسز فیض اپنی بیٹی کے ہمراہ آئیں۔ وہ بہت بیمار اور لاغر دکھائی دیتی تھیں۔ میں نے فوری توجہ دینے کا فیصلہ کیا۔ انہیں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنے کو کہا۔ خود بھی آنکھیں بند کر کے ان کے تمام لطائف پر، خصوصاً لطیفہ قلب پر توجہ کی۔ انہیں ہدایت کی کہ دوران توجہ مراقبہ جو کیفیات و تبدیلی محسوس ہو، مجھے آگاہ کرتی رہیں۔ کچھ دیر کی توجہ کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ دوران توجہ میں نے ان کے ماتھے پر کلمہ طیبہ، دائیں کندھے پر اللہ اور بائیں کندھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی محمد لکھ دیا۔ ان سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اور ان سے پوچھا کہ انہیں اپنے ماتھے اور دائیں بائیں کندھوں پر کیا لکھا نظر آتا ہے۔ انہیں میرے تصور میں موجود ترتیب کے مطابق ماتھے پر کلمہ طیبہ، دائیں کندھے پر اسم ذات (اللہ) اور بائیں کندھے پر اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (محمد) لکھے نظر آئے۔ انہوں نے میرے مندرجات کی تصدیق کی۔

⑤

جسمانی و روحانی امراض کی طرح دماغی و نفسیاتی امراض میں بھی قوتِ نگاہ کی بدولت فوراً آرام ملتا ہے۔ اس توجہ کی بدولت ایسے بہت سے مریض جو بدخیالی، وہم، ڈپریشن کا شکار تھے اور خودکشی کا ارادہ کر چکے تھے انہیں فوری آرام ملا۔ ذہنی و نفسیاتی امراض کے علاج کے سلسلہ میں دورانِ مراقبہ مجھے باقاعدہ تربیت ملی۔ مراقبہ میں مجھے مغز انسانی دکھایا گیا۔ اس کے ارد گرد کلوچی کے بیجوں کی مانند باریک سیاہ دھبے نظر آتے تھے۔ مجھے اس پر توجہ کرنے کو کہا گیا۔ جب میں نے توجہ کی تو وہ سیاہ دھبے غائب ہو گئے۔ آواز آئی کہ انسانی دماغ کے ارد گرد روحانی طور پر اس طرح کے سیاہ دھبے پڑ جائیں تو وہ مختلف ذہنی و نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ توجہ سے یہ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور مریض ذہنی و نفسیاتی لحاظ سے تندرست ہو جاتا ہے۔

⑥

خالد بھائی تعلیمی بورڈ فیصل آباد میں ملازم ہیں۔ ان کی مسز معدے کے کینسر کا شکار ہو گئی۔ میں نے اسے سوالات کا کلمہ شریف مع درود شریف، سوالات کا بسم اللہ الرحمن اور سوالات کا بار لاکھ بار لاکھ پڑھنے کو کہا۔ انہیں پانی، چینی، سرسوں کا تیل اور چھوٹی الائچیاں دم کر کے دیں اور دو تین بار توجہ دی۔ الحمد للہ تین ماہ کے عرصہ میں وہ بالکل تندرست ہو گئیں۔ ان کی صحت بہت اچھی ہو گئی۔ شوکت خانم ہسپتال لاہور سے معائنہ اور ٹیسٹوں کے بعد ان کی شفایابی کی تصدیق ہو گئی۔

⑦

ڈاکٹر شفیق احمد (ایم۔ بی۔ بی۔ ایس) سابقہ ڈسٹرکٹ آفیسر ضلع کونسل فیصل آباد شدید بیمار ہو گئے۔ میں ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر واقع خیابان کالونی فیصل آباد میں حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بہت کمزور نظر آ رہے تھے۔ کوئی دوا بھی کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ وہ چند دنوں کے مہمان لگ رہے تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے الحمد شریف سے استعانت طلب نہیں کی۔ انہوں نے کہا، نہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ ڈاکٹر صاحب نہایت دین دار اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ میں نے انہیں ہر نماز کے بعد گیارہ بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر خود دم کرنے کو کہا۔ چند روز بعد ڈاکٹر صاحب بالکل تندرست ہو گئے اور مجھے ملنے، میرے طارق آباد کے آفس میں آئے۔

⑧

مسز محمد یار (دختر زاہدہ پروین) قادری سلسلہ میں بندہ عاجز سے بیعت ہیں۔ قریباً تین برس قبل وہ اپنی والدہ کے ہمراہ میرے پاس آئیں۔ ان کی چھاتی میں رسولی بن گئی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر کو چیک اپ کرایا تو اس نے تجویز کیا کہ اس کا علاج صرف آپ پریشن ہی ہے۔ میں نے اسے کہا کہ چند روز اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں۔ توجہ سے علاج کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ انہیں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنے کو کہا اور تاکید کی کہ دورانِ مراقبہ جو کچھ بھی محسوس ہو یا نظر آئے اس سے مجھے آگاہ کرتی رہیں۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر کے توجہ شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد اس نے بتایا کہ مجھے اپنی چھاتی میں رسولی کے مقام پر ایک لمبا، پتلا سا کیڑا نظر آ رہا ہے جس کی کئی باریک سی ٹانگیں ہیں۔ آپ کی توجہ کی بدولت اس پر روشنی سی پڑ رہی ہے اور یہ ٹپ رہا ہے۔ جب یہ حرکت کرتا ہے تو مجھے رسولی کے مقام پر درد محسوس ہوتی ہے۔ دو تین روز کی توجہ کے

بعد اس نظر آنے والے کیڑے کا سائز چھوٹا ہو گیا۔ اس کے بعد غالباً چوتھے یا پانچویں روز میں نے توجہ کی جس سے اس کیڑے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ چند روز بعد وہ رسولی بالکل ختم ہو گئی۔

ہر بیماری کی ایک روحانی شکل ہوتی ہے۔ یہ بیماری عموماً کسی جانور کی شکل میں نظر آتی ہے۔ کینسر یا سرطان کی روحانی شکل بکھو جیسی ہے۔ مسز محمد یا اس بات سے لاعلم تھی۔ اسے بکھو نما کیڑا نظر آنا اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کا مشاہدہ درست ہے۔ مشاہدہ و توجہ کے عین مطابق روحانی سطح پر شفا کے نتیجے میں وہ رسولی ختم ہو گئی۔ لیڈی ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد شفا یابی کی تصدیق کر دی۔

⑨

یاسر بھائی ایم اے ایجوکیشن میں میرے ہم جماعت تھے۔ وہ نابینا تھے۔ ایک دن مجھے باتوں کے دوران پتہ چلا کہ بچپن میں انہیں آنکھوں کا ایک مرض لاحق ہوا تھا جس کی وجہ سے بینائی جاتی رہی۔ میڈیکل سائنس میں اب تک اس بیماری کا علاج دریافت نہیں ہوا۔ انہوں نے کئی جگہوں سے روحانی علاج بھی کرایا مگر شفا حاصل نہیں ہوئی۔ میں نے انہیں اپنی خدمات پیش کیں مگر وہ اس قدر مایوس ہو چکے تھے کہ انہوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ ایک دن میں یاسر بھائی سے ملنے اس کے گھر واقع ناظم آباد فیصل آباد گیا تو ان سے کہا، یاسر بھائی میں آپ کی طرف توجہ کرتا ہوں، آپ محسوس کر کے بتائیں کہ آپ کو اپنے چہرے پر کہاں توجہ محسوس ہوتی ہے۔ میں نے ان کے ماتھے پر دونوں آنکھوں کے درمیان ناک کے عین اوپر کے مقام پر توجہ دینا شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد میں نے پوچھا یاسر بھائی آپ کو کہاں پر توجہ محسوس ہوئی؟ انہوں نے عین اُسی مقام پر انگلی رکھ دی جہاں میں توجہ دے رہا تھا۔ اس سے تصدیق ہو گئی کہ میری توجہ کام کر رہی ہے اور انہیں توجہ محسوس بھی ہو رہی ہے۔ اب میں نے ان کی آنکھوں پر توجہ شروع کر دی اور پوچھا کہ کیا محسوس ہو رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کچھ روشنی محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے ان سے کہا آپ غور کر کے بتائیں کہ میں نے کس رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہلکے رنگ کا۔ ان کا یہ اندازہ بھی درست تھا۔ کچھ دیر توجہ کے بعد میں نے انہیں پڑھنے کے لیے کچھ پڑھائی بتادی اور توجہ کے لیے آئندہ رابطہ کرنے کا کہا۔ بعد میں انہوں نے اس ضمن میں رابطہ نہیں کیا۔ غالباً انہیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ کبھی بھی دیکھ نہیں پائیں گے۔ جبکہ مجھے یقین تھا کہ ہفتے دس روز کی توجہ کے بعد ان کی نظر بحال ہو جائے گی۔ ان کی عدم دلچسپی اور عدم تعاون کی وجہ سے میں نے بھی ان کی مدد کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب نصیب نہ ہو تو انسان خود ہی نعمت کو ٹھکرا دیتا ہے۔

روحانی تربیت کے دوران سالک کے علم الیقین کو عین الیقین اور حق الیقین میں تبدیل کرنے کے لیے نہایت حکمت سے مختلف روحانی مشاہدات کرائے جاتے ہیں اور کیفیات و محسوسات اور مد رکات سے اس کی روحانی تربیت کا سلسلہ کمال تک پہنچایا جاتا ہے۔

ان روحانی مشاہدات و تجربات کی بدولت سالک راہ طریقت خود کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے قریب سے قریب تر پاتا ہے۔ قرب و معیت، خیر و برکت، عزت و مرتبہ کے حصول کا ادراک و شعور روحانی، راہِ محبت کے مسافر کا اصل سرمایہ اور اثاثہ ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے توسل، فیضان، توجہ و محبت کے بغیر انسان کو کسی طرح کی کوئی خیر، بھلائی، عزت، مرتبہ، ابقان، عرفان، حاصل نہیں ہو سکتے۔ جس طرح ہر مسلمان و مؤمن علم ظاہر (علم شریعت) میں نبی کریم ﷺ کا محتاج ہے اسی طرح وہ علم باطن (علم طریقت، علم معرفت اور علم حقیقت) میں آپ ﷺ کا محتاج ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است      آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است  
مسلمان کے دل میں نبی کریم ﷺ کا مقام (ٹھکانہ، قیام، محبت اور عرفان) ہے۔ ہماری عزت نبی کریم ﷺ کی بدولت ہی ہے۔

روحانی تربیت کے دوران، سالک پر یا سالک کے ذریعے جو دلچسپ، حیرت انگیز اور ایمان افروز امور ظاہر ہوتے ہیں درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ کے روحانی فیضان، تصرف اور توجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ذاتِ باری تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہونے والے معجزات ہوتے ہیں۔ اس حقیقت سے سالک راہِ حقیقت بفضلِ تعالیٰ اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے اور اس طرح کے امور سے اس کے ایمان و ابقان میں اضافہ ہوتا ہے۔

**ذاتی مشاہدات و تجربات روحانی:**۔ روحانی دنیا میں ہر سالک کے مزاج، مقام و مرتبہ کے مطابق روحانی نصاب، تجویز کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق اس کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔ اسے القاء، الہام، کشف و مشاہدہ کے ذریعے گائیڈ کیا جاتا ہے اور پریکٹیکل کرائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں بندہ اپنے روحانی سفر کے حوالے سے چند واقعات محبانِ صادق کے لیے سپردِ قلم کرتا ہے۔

①

طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے۔ ایک دن مجھے شدید بخار ہو گیا۔ میں نے اپنے والدِ محترم سے کہا کہ ڈاکٹر سے میڈیسن لے کر آئی ہے مجھے کچھ روپے دے دیں۔ والدِ محترم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”بیٹا! دیکھو! تمہارا زیادہ رجحان تعلیم و عبادت کی طرف ہے۔ تمہیں اپنے روزگار کی فکر نہیں۔ تمہیں بخار ہے۔ تم ڈاکٹر کو اس کی فیس اور میڈیسن کی قیمت ادا کرو گے تو تمہیں میڈیسن ملے گی۔ میڈیسن کھاؤ گے تو آرام آئے گا۔ زندگی گزارنے کے لیے معقول روزگار کا حصول بھی ضروری ہے۔ دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے ہوتے ہیں۔ اس حالت میں تم زندگی کیسے گزارو گے؟“۔ والدِ محترم نے بجا فرمایا تھا۔ مگر میں ان دنوں مغلوبِ الحال تھا۔ ان دنوں مجھے کثرت سے ذکرِ الہی کرنے اور درود شریف پڑھنے کی توفیق حاصل تھی۔ ان امور کے علاوہ دیگر معاملات زندگی میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کھیل کود، تفریح، آرام اور دوست، احباب سے میل ملاقات کی بھی رغبت نہیں تھی۔ میں نے ٹیلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ کھانا پینا برائے نام رہ گیا تھا۔ بہن بھائیوں سے گفتگو بھی برائے نام ہوتی تھی۔ میرے والدین میری اسی حالت پر تشویش کا شکار تھے۔ والدِ محترم نے جب فرمایا کہ دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے ہوتے ہیں تو مجھ پر عجیب سے کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے عرض کیا، اباجی، آپ نے بجا فرمایا ہے مگر دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوتے ہیں۔ آپ میرے مستقبل کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ والدِ محترم نے

فرمایا تو پھر بتاؤ کہ میڈیسن نہیں لوگے تو بخار کیسے اترے گا؟“ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بغیر میڈیسن کے تھوڑی دیر میں اتر جائے گا۔ آپ مجھے صرف پانچ دس منٹ دے دیں۔ انہوں نے فرمایا، ”تم کیا کرو گے؟“ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا۔ آپ میرا بخار چیک کریں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر، چھو کر چیک کیا۔ میں نے اسی وقت وضو کیا، کمرے میں جا کر میں نے دل و جان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور دعا کی کہ یا اللہ! اسی وقت میرا بخار اتار دیں۔ کچھ دیر بعد مجھے پسینہ آیا اور بخار اتر گیا۔ میں نے والد محترم کو چیک کرایا۔ بخار اتر چکا تھا۔ انہوں نے فرمایا، تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور بخار اتر گیا۔ انہوں نے کہا، ”اچھا یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں کمرے میں بند کر دوں تو تمہیں روزی کون دے گا؟“ میں نے عرض کیا، ”اللہ تعالیٰ“ انہوں نے کہا، ”میں نے واقعی تمہیں بند کر دینا ہے۔“ میں نے عرض کیا، ”بند کر دیں“ انہوں نے کہا، ”کتنے دن کے لیے؟“ میں نے عرض کیا، جتنے دن آپ چاہیں؟ ایک دن، دو دن، ہفتہ، دو ہفتے..... والد محترم جو کہتے تھے وہ کبھی دیتے تھے۔ میں ان کی اس عادت سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مجھے بند کمرے میں کھانے پینے کو مل جائے گا کیونکہ میں اس طرح کے روحانی تجربے سے پہلے ایک بار گزر چکا تھا۔ تاہم، شفقتِ پدری کے بدولت، انہوں نے یہ روحانی تجربہ نہیں کیا اور مجھے مذہبی جنونی انسان کہہ کر سلسلہ گفتگو ختم کر دیا۔ والد محترم سے اس مکالمہ اور فوری طور پر بغیر میڈیسن کے بخار اترنے کے روحانی تجربہ و مشاہدہ کی بدولت مجھے قربِ ربانی کا لازوال احساس نصیب ہوا اور ایمان و یقین میں اضافہ ہوا۔

②

انہیں ایام میں مجھے ایک روز بحالتِ بیداری کراما کا تین کی زیارت نصیب ہوئی۔ طلوع آفتاب کے وقت آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میرے سر ہانے کی طرف دائیں اور بائیں دو سفید ریش بزرگ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے سفید دستار باندھی ہوئی ہے۔ دونوں میری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے تیز روشنی خارج ہو رہی ہے۔

③

بعد میں بھی چند ایک بار فرشتوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک بار خواب میں دیکھا کہ میں اپنے محلے طارق آباد، فیصل آباد میں واقع جامع مسجد خدیجہؓ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ مسجد کے داخلی دروازے کے باہر دو بزرگ کرسیوں پر تشریف فرما ہیں۔ ان کے سامنے ایک بڑی میز پر بہت بڑا رجسٹر رکھا ہوا ہے۔ وہ اس رجسٹر پر کچھ لکھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ہم فرشتے ہیں اور ان لوگوں کے نام لکھ رہے ہیں جو کہ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا، آپ میرا بھی نام لکھ لیں۔ انہوں نے میرا نام لکھ لیا۔ میں مسجد کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ داخلہ دروازے سے میرے اندر داخل ہوتے وقت، خطبہ شروع ہو گیا۔ بعد میں اسی مضمون کی حدیث پاک پڑھی تو مجھے اس مشاہدہ کی تصدیق حاصل ہو گئی۔

④

ایک بار کابلی اور غفلت و سستی کا شکار لیٹا ہوا تھا تو میں نے حالتِ بیداری میں دیکھا کہ دو بزرگ، ہاتھ باندھے، کھڑے میری طرف دیکھ رہے ہیں اور دونوں مجھے دعا دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں، ”اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔“

⑤

اسی طرح ایک بار دلائل الخیرات (وظیفہ درود شریف) پڑھتے وقت دیکھا کہ میرا کمرہ ملائکہ سے بھرا ہوا ہے۔ اس محفل ملائکہ سے آواز آئی کہ یہ درود شریف پڑھتا جا رہا ہے اور اس کے مدارج بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کے لطف و کرم، توجہ و شفقت اور فیضان کی بدولت روحانی سفر کے دوران، روحانی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔ سالک کو اپنی ذات میں اور کائنات میں، غور و فکر اور مشاہدات کی بدولت یقین کی دولت عطا ہوتی ہے۔ اسے نبی کریم ﷺ، انبیائے کرام، اولیائے عظام اور فرشتوں کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

روحانی معراج نصیب ہوتا ہے۔ اس کے روحانی مقام و مرتبہ کے مطابق اسے جنت، دوزخ کے مشاہدات کرائے جاتے ہیں۔ اسے عالم مثال، عالم برزخ اور دیگر عالمین (عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت، عالم ہاھوت اور عالم ھو) کی سیر کرائی جاتی ہے۔ اس طرح اس کا ایمان بالغیب، ایقان بالغیب، میں تبدیل ہوتا ہے۔ روحانی ارتقاء کا یہ سفر جاری رہتا ہے۔ یہ سفر کبھی بھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ ذات باری تعالیٰ لا محدود ہے اور اس کی معرفت و عرفان کے سفر کی بھی کوئی حد نہیں۔

بندہ عاجز کو اس روحانی سفر کے دوران کئی طرح سے تعلیم و تربیت اور رہنمائی ملتی رہی۔ اسے حالت خواب اور حالت بیداری میں سورہ رحمن، سورہ کوثر، سورہ نصر بار بار پڑھائی گئی اور پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ اکثر مشکلات و مسائل کے حل کے لیے قبل از وقت ہی رہنمائی ملتی رہی۔ چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں:

①

ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں اور اس سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ خواب میں ہی کوئی مجھے تلقین کرتا ہے کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ پڑھو۔ کچھ عرصہ بعد اچانک میڈیکل چیک آپ سے پتہ چلا کہ میرا بلڈ پریشر بہت ہائی ہے۔ بلڈ پریشر 80/120 یا 90/120 کے بجائے 120/160 تھا۔ کئی ماہ ہو میو پیٹھک، یونانی اور ایلو پیٹھک علاج کرایا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ میں بہت پریشان ہو گیا کہ بچے چھوٹے ہیں، نہ میں ان کے لیے کچھ کر سکا اور نہ آخرت کے لیے کوئی خاص کوشش کر سکا۔ اب میرا کیا بنے گا؟ اسی حالت میں پریشان بیٹھا تھا کہ دل میں خیال پیدا ہوا مُحَمَّدٌ ﷺ شَفِيعُ الْمَذْنِبِينَ۔ پریشان نہ ہوں، محمد ﷺ گناہگاروں کے شفیع ہیں۔ اس الہام سے مجھے قلبی اطمینان حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ کی تلقین والا خواب یاد آیا۔ توفیق الہی سے میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ الحمد للہ، روز بروز حالت بہتر ہوتی چلی گئی۔ بلڈ پریشر نارمل ہو گیا۔ موٹاپے سے نجات مل گئی۔ ڈپریشن کم ہوتا چلا گیا۔ ایک دن میں نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ کوئی تین چار آدمیوں کو مار کر گھر سے نکال رہا ہے کہ بھاگ جاؤ! انہیں پریشان کر رکھا ہے۔ وہ تین چار آدمی جنہیں مار کر بھگایا گیا وہ شیاطین تھے جو تمام فساد کی جڑ تھے۔ اس مشاہدہ کے بعد مجھے بفضل تعالیٰ مکمل تندرستی و شفا حاصل ہو گئی۔

②

ایک دن میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں تگ و دو سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اولاد بھی بہت بڑی آزمائش ہے۔ ان کی خاطر محنت مزدوری کر کے روزی روٹی کمانا پڑتی ہے۔ انہیں تعلیم و تربیت دینے



کے لیے اپنی کمائی خرچ کرنے کے علاوہ بہت مغر ماری بھی کرنا پڑتی ہے۔ انسان اپنی زندگی انجوائے نہیں کر پاتا۔ اسی دوران، ہدایت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اندر سے آواز آنے لگی کہ یہ سب کچھ بلا مقصد نہیں ہے۔ رزقِ حلال کمانا اور اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا عین عبادت ہے۔ اگر آپ کو یہ پریشانی ہے کہ آپ کی اولاد آپ کے لیے صدقہ جاریہ نہیں بن سکے گی اور آپ خیر و بھلائی کے متلاشی ہیں تو اپنی اولاد کی طرح ہر ایک کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کی تربیت کریں۔ انہیں تعلیم دیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے گا۔

اسی روحانی مکالمہ سے مجھے انشراح صدر اور قلبی اطمینان نصیب ہوا۔ مجھے ذہنی و فکری اور روحانی وسعت نصیب ہوئی۔ جن خدشات اور مسائل کی وجہ سے میں پریشان تھا، مجھے ان خدشات سے نجات مل گئی، مسائل کا حل مل گیا۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق اپنا دائرہ تعلیم و تربیت وسیع کر دیا۔

③

ایک بار پریشان تھا تو خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ پر حالت پریشانی میں چہل قدمی کر رہا ہوں۔ وہاں دو بزرگ تشریف فرما ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک یا دونوں مجھے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اللہ کے بندے پریشان نہ ہوں۔ آپ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں ہیں۔

④

ایک دن، ایک روحانی طالبہ، مس لبنی ملاقات کے لیے آئی۔ وہ کہنے لگی، سر! میں مراقبہ کر رہی تھی تو دیکھا کہ خانہ کعبہ حاضر ہوں۔ اس کے بعد میں روضہ رسول حاضر ہوئی۔ مجھے نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں آپ بھی حاضر ہیں۔ نبی کریم ﷺ آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ محمود، پریشان نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا، پریشانی دور ہو جائے گی۔ اپنا مشاہدہ بیان کرنے کے بعد لبنی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ پریشان ہیں؟ میں نے کہا پہلے پریشان تھا۔ اب آپ کے ذریعے سرکار نبی کریم ﷺ کا پیغام موصول ہوا ہے تو تمام پریشانی دور ہو گئی ہے۔

عزیزانِ من! روحانی تعلیم و تربیت کے دوران حاصل ہونے والی محبت، توجہ، شفقت، ہمدردی، عنایات اور رہنمائی سے انسانی خودی کو جو ارتقاء حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی محبت و شفقت، لطف و کرم اور فضل و عنایت کی کوئی حد نہیں۔ بہانے بہانے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ کئی طرح سے عزت افزائی ہوتی ہے۔ ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ ادھر دل میں کوئی خیال آیا، کوئی دکھ درد محسوس ہوا، ادھر سے فوراً مدد ادا ہوا۔ دل سے ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا رشتہ اس قدر قریبی ہے کہ اس کے لیے لفظ قریب بھی استعمال نہیں ہو سکتا۔ آپ بھی اپنے دل کا جائزہ لیں۔ آپ کو بھی یہ قرب محسوس ہوگا۔ ذرا غور تو کر کے دیکھیں۔ اپنے روزمرہ معاملات اور معمولات کا جائزہ لیں۔ آپ کو وہ بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا، مالک و خالق، معبودِ حقیقی بے پناہ محبت کے ساتھ اپنے ساتھ، اپنے بہت قریب محسوس ہوگا اور ہر حال میں اپنا مربی، مددگار اور ہادی نظر آئے گا۔ وہ سب کے قریب ہے۔ اس کی سب پر نگاہ ہے۔ وہ سب کی سنتا ہے۔ ہمیں صرف اپنا فکر و عمل درست کرنے کی ضرورت ہے۔ فکر و عمل درست ہوتے ہی فکری و

نظری پردے ہٹ جاتے ہیں اور قرب الہی کا احساس اجاگر ہو جاتا ہے۔

روحانی تعلیم و تربیت کے دوران، سالک کو نبی کریم ﷺ سے بالواسطہ رہنمائی بھی ملتی ہے اور بلا واسطہ بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان و عظمت کے مطابق جیسے چاہیں انسان کو ہدایت اور رہنمائی عطا فرماتے ہیں اور اس کی مدد فرماتے ہیں۔

⑤

بندہ عاجز کو حالتِ بیداری اور حالتِ خواب، دونوں طرح نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بار روزمرہ کے معمولات اور ذکر و فکر سے تھک کر میں جائے نماز پر بھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اچانک کمرے میں خوشبو آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ میں بے ساختہ آپ کے مبارک قدموں سے لپٹ گیا۔ آپ ﷺ نے محبت و شفقت سے ارشاد فرمایا، تمام کام سرانجام دینے اور ذکر و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آرام کا بھی خیال رکھا کریں۔ اس دوران بندہ عاجز نے اپنے بیٹے حامد علی انجم کی تعلیم و تربیت کے بارے میں اپنی تشویش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کی فکر کرنا چھوڑ دیں۔ اس کی تعلیم و تربیت ہم خود کریں گے۔ سرکار نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی طرف سے اس بشارت پر بندہ عاجز کو بہت زیادہ مسرت نصیب ہوئی۔

(الحمد للہ علی ذالک والصلوة والسلام علی نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ)

⑥

بندہ عاجز نے جب بھی حالتِ مراقبہ میں بھی نبی کریم ﷺ سے رابطہ کیا۔ آپ ﷺ کی طرف سے فوراً مدد و رہنمائی حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ کے ادب و احترام کی وجہ سے بندہ عاجز نے مراقبہ کے ذریعے آپ ﷺ سے بار بار رابطہ کی کوشش نہیں کی۔

مبین نامی سٹوڈنٹ، میرے پاس، چشتیہ کالج میں پڑھتا تھا۔ ایک دن مبین میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا، مبین تمہیں آج کسی بزرگ کی زیارت کراتا ہوں۔ میں نے اسے بزرگ کا نام نہیں بتایا۔ اس کے سامنے، پردے میں ایک کاغذ پر نام لکھ کر وہ کاغذ اٹھا کر پاس رکھ لیا۔ میں نے اسے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا، مجھے ایک بزرگ نظر آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا ہے اور انہوں نے مسنون طریقے سے سلام کا جواب دیا ہے۔ میں نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اس کے بعد وہ بزرگ تشریف لے گئے۔ مبین نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے آفس کی الماری پر 50/60 بزرگوں کی شبیہات پر مبنی ایک تصویر پڑی تھی۔ میں نے اسے اس تصویر میں سے اس بزرگ کو پہچاننے کو کہا۔ اس نے ایک شبیہ پر انگلی رکھ دی اور کہا کہ میں نے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی مجھے زیارت ہوئی۔ اس شبیہ کے ساتھ دیے گئے نمبر کے مطابق دیکھا تو وہ بزرگ جن کی یہ شبیہ تھی ان کا نام حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ مبین کے مشاہدہ کرنے سے قبل میں نے جو تحریر لکھ کر رکھی تھی، مبین سے اسے پڑھنے کے لیے کہا۔ اس پر بھی حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی درج تھا۔ اس طرح مشاہدہ کے یقینی ہونے پر، مبین بہت حیرت زدہ ہو گیا۔ کچھ برس بعد مبین سعودی عرب کے شہر جدہ میں اپنے ماموں کے پاس چلا گیا۔ 2006ء میں بندہ عاجز کو اپنی مسز کے ہمراہ عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں قیام کے دوران ایک دن مبین کا فون آیا اور کہنے لگا، سر! میرے ماموں

جب بھی عمرہ کے ارادے سے نکلتے ہیں تو ان کا ایکسڈنٹ ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کا حل بتائیں۔ میں نے کہا کہ ان شاء اللہ کل صبح اس مسئلہ کا حل بتاؤں گا مگر شرط یہ ہے کہ مسئلہ حل ہونے پر آپ کے ماموں کو میرے کہنے پر کوئی نیکی کا کام کرنا ہوگا۔ اس کے ماموں نے وعدہ کر لیا۔ میں نے مراقبہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مسئلہ عرض کیا۔ مجھے بحالت مراقبہ ہدایت ملی، ”انہیں بھیج دیں“ اس اجازت اور حکم سے مبین کے ذریعے اس کے ماموں کو مطلع کر دیا گیا۔ ان کے عمرے کی حاضری ہو گئی۔ میں نے مبین سے کہا، اپنے ماموں سے کہیں کہ چاولوں کی دودگیں اتار کر کسی یتیم خانے میں بھیج دیں۔ قریباً ایک دو سال بعد میں فیصل آباد میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا کہ مبین کی والدہ پریشان سی میرے پاس آئیں۔ وہ کہنے لگیں، جدہ میں میرے بھائی کا ایکسڈنٹ ہو گیا ہے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ انہیں یاد آیا کہ انہوں نے یتیم خانے چاولوں کی دودگیں بھیجی تھی۔ میں نے کہا، چاولوں کی دودگیں اتار کر یتیم خانے بھیج دیں۔ اگر وہ یہ کام پہلے ہی کر لیتے تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ انہوں نے فوراً حسب ہدایت عمل کیا۔

⑦

روحانی علاج کے سلسلہ میں بعض اوقات فوری طور پر ایسی ہدایات ملتی ہیں جو پہلے کبھی پڑھنے، سننے میں نہیں آئی ہوتیں۔ مگر ان کی حکمت آشکار ہونے پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک روز ایک سٹوڈنٹ نے اپنی پریشانی بیان کی۔ وہ کہنے لگا، سرکئی روز سے قبض کی شکایت ہے۔ علاج معالجہ سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں نے کہا، تمہارے پاس کچھ روپے ہیں؟ اس نے کہا، جی! میں نے کہا، ساتھ والے سٹور سے کچھ بسکٹ لے آؤ۔ جب وہ لے آیا تو اسے کہا کہ کلاس میں جتنے سٹوڈنٹس ہیں سب کو بسکٹس پیش کریں اور انہیں پانی پلائیں۔ اس نے حسب ہدایت عمل کیا۔ اگلے دن، صبح وہ آیا تو بہت ہشاش بشاش تھا۔ اس کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ اس نے کہا سر! مجھے آرام تو آ گیا ہے، مگر اس علاج میں کیا حکمت ہے؟ میں نے کہا بھائی سیدھی سادی بات ہے کہ صدقہ بلا کو ٹالتا ہے۔ ہر نیک کام صدقہ ہے۔ آپ نے کلاس میں موجود سٹوڈنٹس کی خدمت کی، انہیں بسکٹس کھلائے اور پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پریشانی دور فرمادی۔

⑧

ایک روز آمنہ نامی طالبہ بہت پریشان نظر آئی۔ میں نے اس سے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ اس کی خالہ جو کہ کافی عرصہ سے شدید بیمار تھی چند روز سے نہایت تکلیف دہ جاکنی کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر کافی پڑھائی کی اور کرائی ہے۔ کئی بزرگوں سے دعا بھی کرائی ہے۔ جن لوگوں کی ناراضگی تھی یا جن کی حق تلفی ہوئی تھی ان سے معاف بھی کرایا ہے مگر پھر بھی ان کی جان نہیں نکلتی! میں نے اپنے برسوں کے روحانی تجربات کی بنا پر کہا، آمنہ ان کے پاس بیٹھ کر تین روز مسلسل سورہ یسین کی تلاوت کریں۔ روزانہ بہتر بار سورہ یسین پڑھی جائے۔ انہوں نے تین دن یہ عمل کیا مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔ میں حیران ہوا کہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ سورہ یسین سے استمداد کیا جائے اور فائدہ نہ ہو۔ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو ہدایت ملی کہ تین روز مسلسل، روزانہ بہتر بار سورہ ملک پڑھائی جائے۔ سورہ ملک منجی (نجات دلانے والی) ہے۔ انہوں نے حسب ہدایت عمل کیا تو تیسرے روز اس خاتون کو تکلیف سے نجات حاصل ہو گئی۔ وہ وفات پا گئی۔ اس کے بعد بندہ عاجز کا معمول ہو گیا کہ مشکل سے مشکل مہم کے لیے تین روز مسلسل روزانہ بہتر بار سورہ یسین اور

بہتر بار سورہ ملک پڑھنے کی تلقین کی اور اس عمل سے ہر مشکل آسان ہوئی۔ گمشدہ گھر واپس آ گیا۔ رشتوں کی رکاوٹ دور ہو گئی۔ قاتل کا سراغ مل گیا۔ اس عمل سے ناممکن نظر آنے والے کام ممکن ہو گئے۔

⑨

کلام الہی (قرآن حکیم کی کسی سورہ مقدسہ، آیت یا آیات) کی صورت میں ملنے والی روحانی ہدایت و رہنمائی، وجدان، القاء، الہام اور کشف و مشاہدہ کی واضح ترین، حتمی اور بالکل یقینی صورت ہے۔ بعد میں پیش آنے والے حالات و واقعات اور نتائج سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کشف و الہام اور مشاہدہ و تجربہ روحانی کی صداقت کو اس کے اثرات و نتائج سے پرکھا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس معیار یا کسوٹی کا ذکر اس طرح سے آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ ابراهيم [14:24-26]

کیا آپ نے نہیں دیکھا، اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کہ پاکیزہ بات اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں وہ (درخت) اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے، اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل اور ناپاک بات کی مثال اس ناپاک درخت کی سی ہے جسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے ذرا بھی قرار (بقا) نہ ہو ۝

عزیزانِ من! قرآن و سنت کے معیار پر پورا اترنے والا اور واقعات و نتائج سے تصدیق پانے والا کشف و الہام ذاتِ باری تعالیٰ سے، نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر تمام انبیاء کرام و رسل سے، اولیائے عظام سے رابطے کا اور سچ تک رسائی کا یقینی اور حتمی ذریعہ ہے۔ جب آپ پریشان ہو، اپنی پریشانی کا کسی سے بھی ذکر نہ کریں۔ بلکہ دل میں کوئی خیال ہو اور اس کا اپنی زبان پر ذکر نہ لائیں۔ دل میں کوئی خواہش، حاجت یا دعا ہو یا کوئی سوال ہو اور آپ اس خواہش یا حاجت کا کسی سے بھی ذکر نہ کریں۔ پھر ایسی خواہش یا حاجت کے پورا ہونے، دعا کے قبول ہونے اور سوال کے کسی نہ کسی صورت میں جواب ملنے سے نہایت اعلیٰ و برتر، علیم و خبیر، قادرِ مطلق، رحمن و رحیم ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت پر مبنی ربط و تعلق کا ایمان افروز، انمول احساس اور حق پر مبنی علم، معرفت یا عرفان کہلاتا ہے۔

بندہ عاجز کو اپنے روحانی سفر کے دوران اکثر ایسے مشاہدات و تجربات ہوتے رہے ہیں اور الحمد للہ اب بھی ہو رہے ہیں، جن کی بدولت ہر غم و خوشی میں لمحہ بہ لمحہ قربِ حق اور قربِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ محسوس ہوتا رہتا ہے۔ اس ضمن میں بطورِ شکرِ نعمت کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

ایک روز، نماز فجر کے وقت نیم بیداری میں دیکھا کہ مجھے کوئی تلقین کر رہا ہے کہ پڑھو، ”إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے ۝ میں نے حسبِ ہدایت پڑھنا شروع ہو گیا۔ میں کچھ دیر تک یہ آیت مقدسہ پڑھتا رہا پھر نماز فجر کے لیے اٹھ گیا۔ صبر کی منزل آنے پر میں ڈر گیا مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ

کی وجہ سے اطمینان قلبی محسوس کیا۔ ان دنوں میں خالد بک ڈپولاہور، بابر بک ڈپولاہور اور ہمدرد کتب خانہ کے لیے مختلف کلاسز (پرائمری تا بے اے لیول) کی اردو، انگریزی، کمپیوٹر سائنس کی نصابی و غیر نصابی کتب لکھا کرتا تھا۔ الحمد للہ کتابیں معیاری ہونے کی وجہ سے کافی زیادہ تعداد میں فروخت ہو جاتی تھیں۔ پبلشرز حضرات ہر ایک کتاب کے لیے طے شدہ معاوضہ بیک وقت ادا کرتے تھے۔ رائلٹی نہیں دیتے تھے۔ ان دنوں میں کرائے کے گھر پر رہتا تھا۔ گھر اور آفس کا کرایہ دینے کے لیے، دیگر اخراجات کی تکمیل کے لیے اور اپنا گھر بنانے کے لیے 1989ء تا 2012ء تک بھرپور محنت کرنا پڑی۔ صوم و صلوة اور ذکر و فکر کی پابندی کی وجہ سے اور روحانی تعلیم و تربیت کے ذوق کی تسکین کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے تمام دیگر سماجی سرگرمیاں معطل ہو گئی تھیں۔ ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ایسی روحانی کیفیات اور معاملات سے گزرنا پڑتا تھا کہ وسائل نہ ہونے کے باوجود بفضل تعالیٰ مسائل اور مشکلات کے حل ہونے پر زبردست روحانی ارتقاء بھی حاصل ہو جاتا تھا۔

ان ایام میں میرا معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے مہینے، لاہور جا کر پبلشرز سے ملاقات کر لیتا تھا۔ جو کتابیں لکھی ہوئیں ان کے حوالے کر دیتا اور مزید پراجیکٹس سمجھ لیتا تھا۔ سب سے پہلے خالد بک ڈپولاہور جاتا تھا۔ وہاں خالد پرویز، پروپرائیٹر خالد بک ڈپولاہور، پابلیٹ سریز کے نام سے تعلیمی کتب شائع کرنے والے ادارہ کے مالک) سے ملاقات ہوتی اور کھانا وغیرہ بھی وہیں سے کھاتا تھا۔

اس بار میں پہلے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں معمول کے مطابق پابنتی کی طرف حجرہ غریب النواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور مراقبہ کرنے لگا۔ مراقبہ میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔ انہوں نے میرے حسب حال رہنمائی فرمائی۔ دوران مراقبہ انہوں نے مجھے ہلکے سبز رنگ کا شربت پلایا اور فرمایا کہ کھانا کھا کر جانا۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے بالکل بائیں طرف کمبل والی سرکار بیٹھے تھے۔ یہ بزرگ کئی برس سے اسی جگہ پر چلہ نشین ہیں اور گرمی و سردی، ہر موسم میں سیاہ کمبل اوڑھے رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ کمبل والی سرکار کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا جائے نماز حجرہ غریب النواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قبلہ رخ بچھا رہتا ہے۔ یہ مزار اقدس سے ملحقہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور باقی وقت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں، ذکر و فکر کرتے گزارتے ہیں۔ ان کی اس سے پہلے کئی بار زیارت ہوئی مگر سلام دعا کا کبھی موقع نہیں ملا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست رابطہ کی وجہ سے میں نے بھی کبھی ادھر ادھر رابطوں اور سلام و پیام کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس روز ان سے رابطہ ہونا خلاف معمول تھا۔ جب میں نے مراقبہ ختم کیا تو کمبل والی سرکار میرے ساتھ بالکل بائیں جانب بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ کھانا کھا کر جانا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے پہلے ہی یہ حکم مل چکا تھا۔ مجھے تمام بات سمجھ آ گئی۔ انہوں نے اسی وقت کسی سے منگوا کر مجھے نان چنے کھلائے۔ اس کے بعد چائے پلائی۔ بعد میں کہا کہ اب جائیں۔ جب میں خالد بک ڈپولاہور پہنچا اور خالد پرویز سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے کھانے کا بالکل نہیں پوچھا۔ تب مجھے سمجھ آئی کہ میرے روحانی مربی و سرپرست اس امر سے آگاہ تھے۔ اس لیے انہوں نے مجھے کھانا کھلا کر بھیجا تھا۔ اُس روز خالد پرویز خلاف معمول بے مروتی سے پیش آئے۔ انہوں

نے کافی تیز ترش باتیں کیں۔ حساب کتاب کے معاملے میں بھی درشتی سے پیش آئے۔ انہوں نے کاروباری تعلق ختم کر دیا۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ مجھے خود علم نہیں کہ آپ کے ساتھ اس طرح کیوں پیش آ رہا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ میں نے کہا میرا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہے۔ آپ سے کاروباری تعلق ختم ہوا تو کیا ہوا، رازق حقیقی تو رب تعالیٰ ہے۔ وہ میرے لیے کافی ہے۔ اُسی روز بابر بک ڈپو کے پروپرائیٹر الطاف حسین سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی ملاقات کرتے ہی بغیر کسی حیل و حجت کے کاروبار بند کرنے اور تمام آرڈر کینسل کرنے کا اعلان کر دیا۔ ہمدرد کتب خانہ کے پروپرائیٹر کاشف حسین گوہر بھی سختی سے پیش آئے۔ انہوں نے حساب کتاب کرتے وقت بغیر کسی معقول عذر کے بل میں سے کچھ رقم کاٹ لی۔ اس روز جب میں گھر واپس آ رہا تھا تو کاروباری لحاظ سے صفر (Zero) ہو چکا تھا۔ میرے بھائیوں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے زبانی کلامی خوب تسلی دی مگر عملی طور پر کوئی مدد نہ کی۔

روحانی دنیا کے معاملات بھی عجیب ہیں۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جانِ دیگر است  
تسلیم و رضا کے خنجر سے قتل ہونے والوں کو ہر لحظہ غیب سے نئی زندگی ملتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی توجہ و شفقت کی بدولت اس بے بسی و بے کسی کی حالت میں فوراً مدد مل گئی۔ ایک دوروز میں اچانک ایک دوست کا فون آ گیا اور اس کے توسط سے میں نے اپنے ادارہ میں تعلیمی کورسز شروع کر دیے۔ چند ہی روز میں سال بھر کے اخراجات کے لیے کافی رقم مل گئی۔ اس کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ نے کوئی اور سبب بنا دیا۔ اس طرح بفضل تعالیٰ آزمائش (Trial) کا یہ دور قریباً 3/4 سال میں ختم ہو گیا۔ اس عرصہ میں آزمائش آئی بھی اور نہیں بھی آئی۔ صبر و توکل اور ایمان و ایقان کی روحانی نعمتوں میں خوب اضافہ ہوا۔ عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے پر محیط ہے۔ ہر شے کو قدرت کی طرف سے ہدایات نصیب ہوتی ہیں۔ انہی ہدایات کے تحت بیچ نشوونما پا کر ننھا پودا اور پھر تناور درخت بنتا ہے جس پر طرح طرح کے پھل، پھول اور پتے اگتے ہیں۔ انہیں ہدایات کے تحت تمام پتنگے، پرندے اور درندے، غرضیکہ ہر شے کسی نہ کسی شکل میں مصروف بہ عمل ہے۔ آسمان، سورج، چاند، ستارے، زمین سب کے سب ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہدایات (وحی، الہام، احکامات) کے تحت مصروف بہ عمل ہیں۔

کشف والہام کی صورت میں ملنے والی انہی ہدایات کی وجہ سے اہل فضل، خوش نصیب لوگ روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر کے معرفتِ الہی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے اسے خصوصی مدد و رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس مدد و رہنمائی کی بدولت طالبِ صادق کا مالک حقیقی سے روحانی رابطہ و تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهَبِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ العنکبوت [29:69]

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے



ہیں، اور بے شک اللہ صاحبِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے ۵

اس ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

”کسی کے ساتھ اس کی طرف سے بخل نہیں۔ مگر ظہور اس رحمت کا ان دلوں میں ہوتا ہے جو رحمت کی تاک لگائے رہتے

ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ”خدا تعالیٰ کی رحمت کی بہت سی پلٹوں میں تمہاری زندگی کے ایام ہیں۔

بس تم ان کی تاک میں رہو۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو حدیث نقل کی ہے۔ اس کی وضاحت ایک اور حدیثِ قدسی کے ذریعے بھی کی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں؛

”ان پر تاک لگانا اس طرح ہے کہ دل کو پاک رکھیں اور نجس و کدورت جو اخلاقِ مذمومہ سے ہوتی ہے، اس سے اجتناب

کریں اور خدائے پاک کے اسی وجہ کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے خدا تعالیٰ ہر ایک رات میں آسمان

دنیا پر نزول فرما کر ارشاد کرتا ہے کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ (اقبال کا تصور کشف، ص 39 تا 40)

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے علم و حکمت سے خصوصی محبت عطا فرمائی ہے۔ اس محبت کی وجہ

سے میں زندگی بھر علم و حکمت سے متعلقہ کتب تلاش کرتا اور پڑھتا رہا ہوں۔ میں ہمیشہ اہل علم و حکمت کی تلاش میں رہا ہوں

اور جہاں کہیں بھی ممکن ہوا ان پاک باز ہستیوں کی ہم نشینی میں رہا ہوں۔ اس سے مجھے بہت کچھ سیکھنے، سمجھنے اور جاننے کا

موقع ملا ہے وہ تشنگی طلب اور جستجو اب تک قائم ہے۔

جب میری شادی ہوئی تو معاشی حالت بہت کمزور تھی۔ شادی کے بعد اپنا گھر بنانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کئی سال

خوب محنت کی۔ گھر اور آفس کا کرایہ ادا کرنے اور ضروری اخراجات پورے کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ بچت ہونے لگی۔ جب

کچھ رقم اکٹھی ہوئی تو جانی علاقوں میں گھر بنانے کے لیے قریباً تین سے پانچ مرلے جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ جو کوئی جگہ

بھی پسند آئی اس کی قیمت اپنی جمع پونجی سے زیادہ نکلی۔ اس طرح میں نے دو تین بار کوشش کی اور ہر بار تھک ہار کر اپنی جمع

پونجی دوست احباب اور رشتہ داروں کے قرض چکانے اور خدمت کرنے میں صرف کر دی۔

ایک دن اپنی جمع کی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر خیال آیا کہ زندگی بھر کتابوں سے اور علم سے محبت کی مگر یہ محبت میرے

کام نہیں آئی۔ میں اپنے اہل خانہ کے لیے ایک چھوٹا سا گھر بھی نہ بنا سکا۔ اس خیال کے چند روز بعد ہی اللہ تعالیٰ نے غیب

سے اسباب فراہم فرمادیے۔ وہی علم ذریعہ روزگار بن گیا۔ میں نے بطور پروفیشنل رائٹر کام شروع کر دیا۔ جس جگہ میری

رہائش تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کا چار مرلے کا پلاٹ عطا فرمادیا۔ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مالک مکان سے

کرائے کے گھر کا بھی سودا کرنا پڑا۔ دس لاکھ روپے میں سودا طے ہوا۔ دو لاکھ روپے ایڈوانس ادا کرنا تھے۔ اپنے ایک

درویش دوست کے مشورہ پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے سودا کر لیا۔ اب مجھے علم نہیں تھا کہ دو لاکھ روپے ایڈوانس کے

کہاں سے آئیں گے اور بقایا رقم کیسے ادا ہوگی۔ بظاہر یہ احقانہ فیصلہ تھا۔ کہیں سے اور کسی طرح سے بھی چند ایک ہزار

روپے بھی ادھار کی صورت میں ملنے کی امید نہیں تھی۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بھروسہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ بندہ عاجز، بے

کس و بے بس نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، اس کے فضل و کرم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سبحان اللہ! چند ایک روز میں غیب

سے مدد ہوگئی۔ خالد بک ڈپو کے پروپرائیٹر خالد پرویز سے ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے دوران میں، میں نے یونہی ان سے ذکر کر دیا کہ میں نے اس طرح گھر خریدنے کا سودا کیا ہے۔ یہ سنتے ہی خالد پرویز اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا، مبارک ہو! دو لاکھ ایڈوانس میں ادا کروں گا۔ بقایا رقم بھی شیڈول کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔ آپ کتابیں لکھنی شروع کریں۔ مکان کی قیمت کی ادائیگی کے دوران کچھ مشکلات پیش آئیں۔ ہر بار غیبی مدد ہوئی۔ ایک بار میں پریشانی کی حالت میں سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو میری زبان پر اس آیت مقدسہ کے ورد میں مشغول تھی:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۖ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدَرًا ﴿٣﴾ [الطلاق 65:2-3]

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر لینے والا ہے، بے شک اللہ نے ہر شے کے لیے اندازہ مقرر فرما رکھا ہے اور مجھے اس آیت کے مفہوم کا علم نہیں تھا۔ قرآن حکیم با ترجمہ سے اس کا ترجمہ پڑھا تو مفہوم سمجھ آ گیا کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف سے مدد کا پیغام آیا ہے۔

عزیزانِ من! اس کتاب کا موضوع 'عرفانِ ذات' ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے اپنے رابطے کے حوالے سے مختلف واقعات بیان کرنے کا مقصد کشف والہام کی معتبر صورتوں کا ذکر کرنا اور قارئین کو اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ اگر آپ بھی اپنے روزمرہ کے معاملات اور سفرِ حیات کے نشیب و فراز کا اس انداز سے جائزہ لیں گے تو آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب و معیت، محبت و عطا اور بخشش کا احساس ہو جائے گا۔ اس تعلیم و تنہیم کی بدولت آپ کو بھی قرب حق کا شعور و ادراک حاصل ہو جائے گا۔ اس طرح بفضلِ تعالیٰ بندہ عاجز کا مقصدِ حیات بھی تکمیل پا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

روحانی دنیا میں سالک کو ہر طرح کا تحفظ فرما ہم کیا جاتا ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے۔ تائیدِ الہی اور رحمتِ نبوی ﷺ کے بغیر حفظ و امان اور سلامتی پانا ممکن نہیں۔ نفس اور شیطان انسان کے دو بڑے دشمن ہیں۔ انسان اس قدر عقل و فہم اور علم و قدرت نہیں رکھتا کہ ان کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکے۔ اسی طرح انسان کے کئی اور ظاہری و باطنی دشمن بھی ہوتے ہیں۔ حاسد، کینہ پرور اور بد باطن لوگ بھی کئی طرح کے حیلوں اور مکر و فریب سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب انسان کو بفضلِ تعالیٰ حفظ و امان اور سلامتی نصیب ہو جائیں تو نہ کوئی خوف رہتا ہے اور نہ ہی غم۔ روحانی دنیا میں سالک کے خیالات و وسوسے تک کی نگہبانی و نگرانی کی جاتی ہے اور اس کے حسبِ حال اس کی مدد و رہنمائی کی جاتی ہے۔

تصنیف و تالیف کے کام سے پہلے بندہ عاجز، حقیر پر تقصیر اپنی اکیڈمی میں اردو انگلش میڈیم کے مختلف کلاسز کے سٹوڈنٹس کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک بار اکیڈمی میں سٹوڈنٹس کی تعداد کافی کم ہو گئی۔ یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟ ادھار لینا پڑا تو بھی دشواری ہوگی، کس سے ادھار لیں گے؟ اس روز تعلیم و تدریس کی ذمہ داری سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں میں نے حسبِ معمول مراقبہ کیا تو مراقبہ میں ایک اخبار نظر آیا۔ میں نے اخبار پڑھنا شروع کر دیا۔ اخبار میں ایک کالمی سرخی نظر آئی، ”ماسٹر صاحب سٹوڈنٹس کی تعداد کم ہونے سے ڈر گئے“۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ

ذات باری تعالیٰ سے رابطہ ہو گیا ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ میں نے فوراً عرض کیا، مولا کریم! میں عاجز انسان ہوں! اپنی کم فہمی کی وجہ سے اسباب پر نظر کی اور پریشان ہو گیا۔ میرے اس احساسِ ندامت اور اعترافِ ندامت پر فوراً قرآن حکیم سامنے آ گیا۔ اس میں واضح طور پر مجھے لکھا ہوا دکھایا گیا کہ ”وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّزٰقِيْنَ“ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ۵

آیتِ مقدسہ کے ذریعے بشارت ملتے ہی مجھے فوراً طمینانِ قلبی محسوس ہوا۔ اس کے بعد مجھے الحمد للہ کبھی بھی مالی تنگی یا دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ جب کبھی جتنی ضرورت ہوئی، احسن طریقے سے وہ ضرورت پوری ہوئی۔ اس مشاہدہ پر مجھے قربِ ربانی کا بہت زیادہ احساس ہوا، نور ایمان اور نور ایقان میں اضافہ ہوا۔

ایک بار اسی طرح مجھے کچھ رقم کی ضرورت پڑی۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد میں نے دو رکعت نماز برائے قضاے حاجت ادا کی اور کچھ دیر تک درود شریف پڑھتا رہا۔ اس کے بعد میں آفس میں موجود سٹوڈنٹس کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گیا۔ دورانِ گفتگو میں نے دیکھا کہ اکیڈمی کے سامنے، شادمان روڈ پر ایک سفید پوش خاتون ننگے پاؤں گزر رہی ہے اور طارِق آباد پھانک کی طرف جارہی ہے۔ میں نے فوراً ایک سٹوڈنٹ کو بھیجا کہ اس خاتون کو بلا کر لائے۔ وہ خاتون کو بلا لایا۔ خاتون میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کدھر سے آرہی ہیں، کدھر جارہی ہیں اور آپ ننگے پاؤں کیوں ہیں؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ میں وارث پورہ رہتی ہوں۔ میرا بیٹا بس ڈرائیور ہے۔ ایک حادثہ میں اس کی بس کے نیچے آ کر ایک بندہ مارا گیا جس وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا۔ میں لاری اڈہ میں بس کے مالک کے پاس یہ درخواست کرنے گئی تھی کہ وہ میرے بیٹے کی ضمانت کروادے۔ وہ آدمی کئی بار وعدہ کر چکا ہے مگر اس نے اس سلسلہ میں ابھی تک ہماری مدد نہیں کی۔ اب میں واپس پیدل ہی گھر جارہی ہوں کیونکہ میرے پاس واپسی کا کرایہ نہیں ہے۔ اس کی حالتِ زار دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ مجھے اپنی پریشانی بھول گئی۔ اس وقت میری جیب میں صرف دس پندرہ روپے تھے۔ میں نے وہ روپے ایک سٹوڈنٹ کو دیے اور اسے کہا کہ اس خاتون کے ساتھ جائے اور اسے ریلوے پھانک طارِق آباد کے سامنے سے وارث پورہ کی وین میں بٹھا آئے اور کرایہ دے آئے۔ وہ خاتون دعائیں دیتے ہوئے چلی گئی۔ میں اس کی حالتِ زار پر آرزوہ خاطر ہو کر اکیڈمی سے ملحقہ اپنی رہائش گاہ میں چلا گیا۔ اگلے دن ہفتہ وار تعطیل تھی۔ کہیں سے کوئی رقم آنے کی امید نہیں تھی۔ تاہم، مجھے کسی طرح کی تشویش نہیں تھی۔ اگلے روز دوپہر کے وقت گھر کے گیٹ پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو گیٹ پر میرے استاذ ڈاکٹر قاری محمد اسلم موجود تھے۔ انہیں مہمان خانے بٹھایا اور خاطر تواضع کی۔ انہوں نے کئی ہزار روپے نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے کہا، سر! آپ کس حساب سے یہ رقم مجھے دے رہے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا، آپ نے میرے بچوں کو تعلیم دی ہے اور کوئی فیس نہیں لی۔ یہ کچھ روپے لے لیں۔ میں نے انکار کیا اور کہا، ڈاکٹر صاحب! آپ میرے استاد ہیں۔ میں نے ان بچوں کو اپنے بھائی اور بیٹے سمجھ کر رضائے الہی کی خاطر اور آپ کی خدمت کے نقطہ نظر سے تعلیم دی ہے۔ اس لیے میں یہ فیس ہرگز نہیں لوں گا۔ انہوں نے کہا، یہ فیس نہیں بلکہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ میرے بار بار انکار کے باوجود وہ بحیثیت استاد حکماً وہ رقم مجھے دے گئے۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر بہت شکر گزار ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، معرفت اور حکمت کے دروازے کھلتے ہیں تو ہر لمحہ، ہر گھڑی مختلف پیرائے سے

ذات باری تعالیٰ کی طرف سے لطف و کرم اور محبت کا اظہار منکشف ہوتا ہے۔ میں نے اپنے ہاں منعقد ہونے والی ذکر و فکر کی محفلوں میں اکثر بلکہ تقریباً ہر بار دیکھا کہ حاضرین مجلس کی تعداد کے عین مطابق لنگر فراہم ہو جاتا۔ مثلاً اگر کوئی مٹھائی لے کر آیا تو حاضرین مجلس میں ایک ترتیب سے بغیر کسی حساب اور شمار کے مٹھائی تقسیم کی جاتی جو تمام حاضرین مجلس کو برابر کفایت کرتی، نہ کم ہوتی نہ زیادہ اگر کوئی کیلے لے کر آتا تو وہ بھی سب کو برابر تعداد میں کمی بیشی کے بغیر مل جاتے۔ اس ضمن میں تالیف قلبی کے لیے کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

ایک بار کسی نے کچھ کیلے نذر کیے۔ میں نے مرزا آصف، کمپیوٹر آپریٹر سے کہا کہ یہ کیلے لے جائیں اور آفس کے ارد گرد (دائیں، بائیں اور سامنے) موجود سب دکانداروں اور ان کے پاس موجود گاہکوں اور دیگر افراد میں تقسیم کر آئیں۔ انہوں نے کہا، کیلے بہت تھوڑے ہیں! میں نے کہا! آصف صاحب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تقسیم کر کے آئیں بعد میں آپ سے بات ہوگی کہ کم ہوئے یا کفایت کر گئے۔ مجھے مختلف دکانوں پر موجود تمام افراد کی تعداد کا علم نہیں تھا۔ میں نے کیلے بھی شمار نہیں کیے تھے۔ میں جو کہہ رہا تھا اس کی مجھے سمجھ تھی اور حتمی نتائج پر یقین تھا۔ میرے ذہن میں جس نے یہ خیال پیدا کیا اور جس کے حکم سے میں یہ کام کر رہا تھا وہ سب کچھ خوب جانتا ہے۔ رابطے کی یہ لطیف صورت بیان نہیں ہو سکتی۔ جب انسان اس کیفیت یا حال سے گزرے تو ذات باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس قرب کا لطیف احساس دلادیتی اور سمجھا دیتی ہے۔ ایسے لطیف رابطے کی تو کراماتیں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ آصف صاحب کیلے تقسیم کر کے آئے تو بہت حیران تھے۔ وہ کہنے لگے، سر! تمام دکانداروں اور وہاں موجود تمام افراد میں کیلے برابر تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک بھی کیلا کم نہیں ہوا۔ کیا آپ کو ان سب کی تعداد کا علم تھا؟ میں نے کہا، آصف صاحب مجھے ہر گز ان کی تعداد کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا من فضل ربی!

ایک بار ماہِ محرم میں خلیفہ محمد نعیم عرف پپو میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی نیاز دینا چاہتا ہوں، مجھے بتائیں کس چیز کی نیاز دوں۔ میں نے کہا، بھائی! جو جی میں آئے وہ بطور نیاز پیش کر دو۔ میرے کہے پر چلتے تو کچھ تنگ و دوز یادہ کرنا پڑے گی۔ پپو بھائی بضد رہے۔ میں نے کہا، اچھا بھائی! تمہاری مرضی! یوں کرو کہ اپنا گھر (یتیم خانہ واقع طارق آباد متصل فاطمہ جناح گز کالج) جاؤ اور وہاں موجود یتیم بچوں کی تعداد معلوم کر کے آؤ۔ وہ یتیم بچوں کی تعداد معلوم کر کے آئے۔ میں نے اُسے کہا، اب جاؤ اڑھائی کلو مٹھائی لے آؤ۔ گلاب جامن، لڈو، برنی وغیرہ لے آنا تاکہ تقسیم کرنے میں آسانی رہے۔ میں نے اسے اپنے پاس سے کچھ روپے بھی دے دیے۔ وہ مٹھائی لے آئے۔ اب میں نے اسے کہا کہ یہ مٹھائی لے جاؤ اور تم یتیم بچوں میں اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر آؤ جو مٹھائی باقی بچے واپس لے آؤ۔ پپو بھائی، حسب ہدایت وہ مٹھائی تقسیم کر کے، باقی مٹھائی لے آئے۔ میں نے وہ مٹھائی اکیڈمی میں موجود تقسیم کرنا شروع کر دی۔ سب میں بغیر کمی بیشی کے مٹھائی برابر تقسیم ہو گئی۔ آخر پر صرف دو گلاب جامن، لڈو وغیرہ بچے۔ ان میں سے ایک میں نے اور ایک پپو بھائی نے کھالیا۔ اس تقسیم سے واضح ہوا کہ تمام عمل تائید ایزدی کے تحت ہوا۔ اگر اپنے مرشد، بزرگ یا کسی سرپرست کی مشاورت سے نیکی کا کام کیا جائے تو اسے خصوصی تائید ایزدی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسا کام خصوصی برکت کا باعث ہوتا ہے۔

ایک بار نگہبان پورہ میں مرزا ظفر مرحوم کے گھر جانا ہوا۔ وہ میرے لیے ایک پلیٹ میں بسکٹ لے آئے۔ میں نے حسبِ معمول، انہیں کہا کہ تمام اہل خانہ میں یہ بسکٹس تقسیم کر دیں۔ ہر ایک کو ایک ایک بسکٹ دیں۔ جب وہ تقسیم کے بعد واپس آئے تو پلیٹ میں دو بسکٹس موجود تھے۔ فوراً میرے دل میں خیال آیا کہ اس گھر میں کوئی ایک فرد رہ گیا ہے جسے بسکٹ نہیں ملا۔ جانچ پڑتال پر پتہ چلا کہ ان کی چھوٹی بیٹی ملیہ سورہی ہے، اسے بسکٹ نہیں ملا۔ اس کا حصہ رکھ لیا گیا اور مجھے میرا حصہ مل گیا۔

مس لبنی، بندہ عاجز سے روحانی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کرتی رہی ہیں۔ ان کی منگنی کے موقع پر ان کے اہل خانہ نے مجھے بھی مدعو کیا۔ منگنی کے طے شدہ پروگرام کے برعکس پانچ چھ کے بجائے قریباً بیس پچیس افراد منگنی کی رسم کی ادائیگی کے لیے آ گئے۔ مس لبنی کے اہل خانہ نے گھر کے افراد کے علاوہ مزید اور پانچ چھ افراد کے لیے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ فوری طور پر کھانے کا بندوبست کرنا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے الگ لے جا کر مجھے تمام مسئلہ بتایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی اُمید پر انہیں تسلی دی اور کہا کہ مجھے کچن میں لے جائیں۔ وہ مجھے کچن میں لے گئے۔ میں نے انہیں سالن والے برتن کا ڈھکنا ہٹانے کو کہا۔ اس کے بعد دل میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور انہیں کہا کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھ کر کھانا تقسیم کریں۔ انہوں نے پہلے لڑکے کی طرف سے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ اس کے بعد اپنی برادری کے مہمانوں کو کھانا کھلایا اور خود بھی کھایا۔ بعد میں انہوں نے اپنے ارد گرد کے ہمسایوں کے گھر بھی کھانا بھیجا۔ الحمد للہ بعد میں بھی کچھ کھانا بچ گیا۔

عزیزانِ من! انسان قدرت کی بہترین تخلیق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ ہر وقت روحانی رابطہ قائم رہتا ہے۔ یہ رابطہ الہام کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہر انسان کے دل میں ہمہ وقت، سوتے جاگتے، ہر حالت میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں، مثلاً بھوک اور پیاس کی صورت میں نفس کی طرف سے کچھ کھانے پینے کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ نماز کے وقت، قدرت کی طرف سے خیال پیدا کیا جاتا ہے کہ نماز ادا کرو۔ نفس کی طرف سے کاہلی و سستی کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے۔ شیطان حیلے بہانے سے بذریعہ الہام نماز پڑھنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور کئی طرح کے عذر ذہن میں پیدا کر دیتا ہے۔ نفس امارہ، شیطان سے موافقت کر لے تو انسان نماز ترک کر دیتا ہے۔ قدرت انسان کو نفس اور شیطان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتی بلکہ حیلے بہانے سے، کئی طرح سے اس کے باطن میں نیکی اور ہدایت کا الہام پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح قدرت انسان کو اس کے ماحول اور معاشرے کے ذریعے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ہم میں سے قریباً ہر ایک اپنے قلب و ذہن میں ان گونا گویا خیالات میں تمیز نہیں کرتا اور غور و فکر سے ان کی اثر انگیزی سے آگاہ نہیں ہوتا۔ ہمارے دل میں جو کچھ آتا ہے، بغیر سوچے سمجھے اور بغیر پرکھے ہم اس پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن و حدیث کی رہنمائی میں اس باطنی دنیا کو اور اس میں خیال کی حکمرانی کو سمجھیں اور اچھے خیالات (الہامات) پر عمل کر کے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے قرب حق اور معرفت حق پائیں۔

راہِ حق کا سفر بظاہر بہت کٹھن اور دشوار ہے۔ اس میں اندر اور باہر کے بہت سے دشمنوں کا سامنا اور مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سفر میں مخلص افراد کو ہر طرح کا تحفظ اور مدد فراہم کی جاتی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انسان کو

صدق و خلوص عطا فرماتی ہے۔ اسے اپنے لطف و کرم سے نورِ علم اور نورِ عقل سے ہدایت عطا فرماتی ہے۔ زندگی میں کسی بھی طرح کا کوئی بھی کٹھن مرحلہ درپیش ہو، جو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے اسے حفظ و امان، سلامتی اور عفو و عافیت عطا ہوتے ہیں۔ شیطان اور نفس انسان کے دو بڑے دشمن ہیں۔ راہِ حق کے سفر پر اللہ تعالیٰ انسان کو نفس و شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ فرماتے ہیں۔ اسے ہدایت اور حفظ و امان عطا فرماتے ہیں۔ اگر انسان کو تائیدِ الہی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے دشمنوں کے جان لیوا اور ایمان لیوا حملوں سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔

①

نوجوانی کی بات ہے۔ اس وقت میری عمر قریباً انیس (19) برس تھی۔ ان دنوں ایک بار خواب میں دیکھا کہ ابلیس، فٹ بال سے کھیل رہا ہے۔ میں ایک طرف ڈرا سہا کھڑا یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ابلیس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ ابلیس نے کہا میں دنیا سے کھیل رہا ہوں۔ یہ دنیا میرے قدموں میں اس فٹ بال کی مانند ہے۔ میں جیسے چاہوں اس سے کھیلتا ہوں۔ میں نے تمہیں گمراہ کرانے کے لیے بہت وار کیے مگر تم بچ گئے۔ میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری حفاظت فرمائی اور مجھے تم سے بچایا۔ وہ کہنے لگا، اب میں جو وار کروں گا وہ بہت خطرناک ہے، تم اس سے نہیں بچ سکو گے۔ میں نے کہا، اللہ تعالیٰ میرا مالک اور نگہبان ہے پہلے بھی اس نے بچایا اور اب بھی وہ بچائے گا۔ تم بتاؤ! اب کیا کرو گے؟ تمہارا وہ خطرناک وار کیا ہے؟ جب ابلیس سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اس وقت میں ایک بلند عمارت کی چھت پر کھڑا تھا۔ اس نے مجھے کہا، نیچے دیکھو میں نے نیچے دیکھا تو ایک تنگ سی گلی میں برہنہ لڑکی اس عمارت کی طرف آتی نظر آئی۔ ابلیس نے کہا، یہ برہنہ لڑکی، میری بیٹی ہے۔ اب میں تم پر اس کا وار کروں گا، میرے منہ سے نکلا، اللہ مالک و نگہبان ہے۔ ان دنوں ذکر و فکر کے غلبہ کی بدولت بفضلِ تعالیٰ جذبات پر مکمل غلبہ تھا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے اپنے خصوصی فضل و کرم سے نفس و شیطان کے مکر و فریب اور حملوں سے محفوظ رکھا۔ انسان تو ظالم و جاہل ہے۔ بہت عاجز، بے کس و بے بس ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ جو پاک ہے اور پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے جسے حفظ و امان اور سلامتی عطا فرمادے۔ اس انسان کو کون گمراہ کر سکتا ہے اور وہ انسان کیسے گمراہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس نے اپنے بندہ عاجز کو محفوظ و مامون رکھا۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا      پر تُو نے دل آزرہ ہمارا نہ کیا  
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر      لیکن تیری رحمت نے گوارہ نہ کیا

②

مذکورہ بالا واقعہ کے چند برس بعد کی بات ہے۔ ایک بار میں اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ محسوس کیا کہ میرے سامنے شیطان کھڑا ہے۔ میرا اس سے مکالمہ شروع ہو گیا۔ وہ کہنے لگا میں تمہیں پریشان کرنے آیا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا میں تمہارے دل، دماغ اور جسم پر قبضہ کروں گا۔ تم پر غالب آ کر، حسبِ خواہش تمہارے اندر خیالات، محسوسات، جذبات اور کیفیات پیدا کروں گا، میں نے، اسے کہا، تم جس کام کے لیے آئے ہو کرو، تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا، میں اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا۔ اس



سے مدد اور پناہ طلب کروں گا۔ میں خود کو قرب حق میں پاتا تھا۔ مجھے حق سے مدد اور رہنمائی مل رہی تھی۔ اس لیے میں خوف زدہ ہرگز نہیں تھا۔ مجھے شیطان کی توجہ محسوس ہونا شروع ہو گئی۔ میں نے ذات باری تعالیٰ کی طرف توجہ مرکوز کی اور سانس کے ساتھ اللہ ہو پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کی کشمکش کے بعد، الحمد للہ شیطان چلا گیا۔ اس روحانی مشاہدہ و تجربہ سے میرے ایمان و ایتقان اور علم و عرفان میں اضافہ ہوا۔ مجھے منفی توجہ محسوس کرنے اور مثبت توجہ سے اسے رد کرنے کی صلاحیت عطا ہوئی۔ راہ سلوک میں اس طرح کے تجربے ہوتے رہتے ہیں اور مشاہدات و تجربات سے ایمان بالغیب کو ایتقان بالمشاہدہ و تجربہ میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ سالک کو اس کے ظرف، علم، عقل اور مقام کے مطابق حقیقت الحقائق کا عرفان عطا ہوتا ہے۔ اسے انبیاء، اولیاء، ارواح مقدسہ، فرشتوں، شیاطین، جنت، جہنم کا روحانی ادراک عطا کیا جاتا ہے۔ یہ روحانی ادراک کسی طرح سے بھی مادی وحسی ادراک سے کمتر نہیں ہوتا بلکہ یہ حسی ادراک سے برتر اور زیادہ یقینی ہوتا ہے کیونکہ ایسا روحانی ادراک جس کی قرآن و حدیث سے تصدیق ہو جائے اس کی صداقت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ علم تصوف (علم معرفت)، روحانی سائنس ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں ضروری ہے کہ راہ سلوک میں روحانی مشاہدات و تجربات سے حاصل ہونے والی تعلیم و تربیت کا سائنسی منطقی لحاظ سے جائزہ پیش کیا جائے تاکہ نفسیاتی و مابعد النفسیاتی اور مابعد الطبیعیاتی علوم میں دلچسپی رکھنے والے افراد روحانی سائنس کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے آگاہ ہو کر اس میں بھرپور دلچسپی لے کر راہ ہدایت پر گامزن ہوں۔

بندہ عاجز نے اپنے اور دیگر افراد کے روحانی مشاہدات و تجربات عارضی و فانی دنیا میں مقبولیت و شہرت حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ دعوت الی الحق اور حصول دعائے خیر کی نیت سے تحریر کیے ہیں۔ حقیقی عزت وہی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاصل ہو۔ دنیا اور اہل دنیا سے حاصل ہونے والی عزت، حقیقی عزت کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ بندہ عاجز روحانیت کا ادنیٰ طالب اور گناہگار و بے بس انسان ہے۔ اس کی تحریر میں، قول و فعل میں جو بھی خیر اور بھلائی ہے، محض اور محض ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم اور عطا و بخشش سے ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے فیض یافتہ مشائخ عظام کا فیضان ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ فمن یشاء۔

روحانی مشاہدات و تجربات کو قرآن و حدیث اور عمل نتائج کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ جو مشاہدات صوفیانہ روایت و درایت کے اصولوں پر پورے اتریں انہیں تسلیم کر لینا چاہیے اور ان کی روشنی میں اپنے فکر و عمل کی درستگی کا تعین کر لینا چاہیے۔ جو روحانی مشاہدات و تجربات اس معیار پر پورے نہ اتریں، انہیں رد کر دینا چاہیے۔ روحانی سائنس کی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی روحانی سائنس دان تلاش کریں۔ کم عقل، جاہل، نادان، جعلی، بناوٹی صوفیوں کی پیروی کر کے اپنا قیمتی سرمایہ حیات ضائع نہ کریں۔ صرف اندازے سے، گمان سے کسی امر کی تصدیق یا تردید نہ کریں۔ اس کتاب میں بیان کردہ راہ سلوک کے مطابق مراقبات کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گردن جھکا کر بیٹھ جائیں، آپ کو خود یہ سب بلکہ اس سے بڑھ کر اسرار و رموز سے بھرپور روحانی مشاہدات و تجربات حاصل ہو جائیں گے۔ بندہ عاجز اس ضمن میں عطاء الہی کے مطابق آپ کی مدد کے لیے تیار ہے۔ حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت (طالب بیا، طالب بیا۔۔۔ تارسانم روز اول با خدا "اے طالب چلا آ، اے طالب چلا آ۔۔۔ تاکہ میں روز اول ہی تجھے خدا تک پہنچا دوں") پر لبیک کہہ کر

سلسلہ تصوف کی معتبر کتب عین الفقر، نور الہدیٰ اور عرفان کی تعلیمات پر عمل کر کے دیکھیں۔ اگر آپ کی طلب سچی ہوئی تو دامن مراد ضرور بھرے گا۔

موضوع کی مناسبت سے بندہ عاجز اپنے چند ایک مزید روحانی مشاہدات و تجربات بیان کرتا ہے۔  
عزیزانِ من! نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کئی قسم کے شیاطین اور ان کے کاموں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ نے ان مختلف اقسام کے شیاطین کے ناموں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہ شیاطین مختلف کاموں کے دوران، مختلف اوقات اور مواقع کی مناسبت سے خرابی اور فساد کرنے کے سلسلہ میں اپنے کارِ منصبی سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شیطان وضو کے دوران وضو سے پیدا کرتا ہے۔ جب انسان وضو کر لے تو یہ شیطان چلا جاتا ہے اور دوسرا شیطان آ جاتا ہے۔ جو دورانِ نماز وضو سے پیدا کرتا ہے۔ نماز ختم ہوتے ہی یہ شیطان چلا جاتا ہے۔ جب انسان ذکر و فکر کرتا ہے تو ذکر و فکر کے دوران وضو سے ڈالنے کے لیے شیطان آ جاتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق یہ شیطان دل کے بائیں خانے میں بیٹھ جاتا ہے اور وضو سے پیدا کرتا ہے۔ جب سالک توجہ کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو یہ شیطان جسامت میں چھوٹا اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکر کی گرمی کی بدولت یہ بھاگ جاتا ہے۔

ایک روز، دورانِ ذکر بندہ عاجز کو اپنے قلب کا مشاہدہ حاصل ہوا۔ اس وقت دیکھا کہ میرے دل کے دو خانے ہیں۔ بائیں خانے میں شیطان بیٹھا ہے۔ ہر بار قلب پر ”إلا اللہ“ کی ضرب لگنے سے شیطان جسامت میں چھوٹا ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ دیر بعد دل کا بائیں خانہ بھی منور ہو گیا اور شیطان بھاگ گیا۔  
اسی طرح ایک بار ذکر و فکر کے بعد سونے لگا تو غنودگی میں محسوس کیا اور دیکھا کہ سانس کے راستے شیطان باہر نکل کر جا رہا ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے نفس (جان)، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے اور اسے بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کے لیے شاندار ضابطہ اخلاق مہیا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کہ کسی کی، بغیر کسی خاص، معقول وجہ کے، اس کی غیر موجودگی میں کوئی خامی، برائی بیان کی جائے۔ اسی لیے غیبت کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسانی جان کے تحفظ کے لیے خودکشی اور قتل کو حرام قرار دیا گیا۔ نسلی تقدس اور رشتوں کی عظمت برقرار اور محفوظ رکھنے کے لیے زنا حرام قرار دیا گیا۔

جب انسان راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے اسے خصوصی روحانی مدد فراہم کی جاتی ہے۔ اپنے روحانی سفر کے دوران مجھے ہر طرح سے اس طرح کا تحفظ حاصل رہا۔ الحمد للہ کوئی جانا نجانا دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکا۔ بعض اوقات مختلف افراد نے میرے سامنے اپنی خفیہ سازشوں اور برے ارادوں کا اقرار کر کے مجھ سے معافی مانگی۔ مثلاً

①

ایک بار میں مین روڈ پر واقع اپنے آفس (چشتیہ اکیڈمی وکالج) میں کمپیوٹر سائنس کے سٹوڈنٹس کو پڑھا رہا تھا کہ آفس کے سامنے پولیس کی گاڑی رکی۔ اس میں سے ایک انسپٹر اور چند پولیس والے اترے اور ارد گرد لوگوں سے پوچھا کہ یہ

آفس کس کا ہے؟ میں ان کی آواز سن کر، دروازے پر آ گیا اور کہاں کہ یہ میرا آفس ہے اندر آ جائیں اور بتائیں کہ کیا بات ہے؟ وہ انسپکٹر اندر آ گیا اور بیٹھ گیا۔ آفس کے باہر لوگ اکٹھے ہو گئے اور چمکونیاں شروع ہو گئیں۔ انسپکٹر کے ساتھ کچھ لوگ بھی آفس میں آ گئے۔ انسپکٹر کہنے لگا۔ کل رات آپ کے آفس میں حنا شیخ نامی سٹیج اداکارہ آئی تھی۔ وہ چناب کلب سے نکلی تو میں نے اس کا پیچھا کیا۔ جب وہ آپ کے آفس میں داخل ہوئی تو میں واپس چلا گیا۔ انہوں نے رات گئے کے وقت کا ذکر کیا میں نے کہا، آپ کو غلطی لگی ہے۔ میرا آفس نمازِ عشاء کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ اس کے دروازے اندر و باہر دونوں جانب سے لاک ہوتے ہیں۔ کوئی اور بھی باہر سے آفس کے تالے کھول کر اندر داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اندر کے تالے نہ کھولے جائیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے آفس کے ساتھ ایک دکان چھوڑ کر ویڈیو سنٹر ہے۔ وہ رات کافی دیر تک کھلا رہتا ہے۔ ویڈیو سنٹر کا شٹر اور آفس ڈور، ہمارے دفتر کے آفس ڈور اور بیرونی شٹر جیسے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی وہاں آئی ہو اور آپ کو صحیح یاد نہ رہا ہو۔ انسپکٹر کو میری بات سمجھ آ گئی اور وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ ٹھیک ہے، میں تفتیش کروں گا اور اصل ملزم پکڑ کر دم لوں گا۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی اور میری شخصیت اور کردار پر شک کیا جانے لگا۔ لوگ کہنے لگے بظاہر نمازی اور پرہیزگار ہے۔ لگتا تو نہیں ہے کہ یہاں کوئی غلط کردار کی لڑکی آئی ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا، جی کسی کا کچھ نہیں کہا جاسکتا، وغیرہ وغیرہ۔ پولیس کے جانے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے کچھ دیر بعد ویڈیو سنٹر کا مالک ناصر میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ وہ کہنے لگا، ”بھائی جان! وہ لڑکی رات کو میرے ویڈیو سنٹر میں آئی تھی۔ اگر انسپکٹر کو بدکاری کا اندیشہ تھا تو اسی وقت چھاپہ مارتا اور ہمیں پکڑ لیتا۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی۔ میں ابھی تھا نے جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔“ میں نے کہا، ”ناصر بھائی! آپ میرے ہمسائے ہیں۔ میری وجہ سے آپ کو کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی مگر آپ کی وجہ سے میں بدنام ہو گیا ہوں۔ پھر بھی، آپ کو معاف کرتا ہوں آپ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اخلاقی جرات کا مظاہرہ کیا ہے۔ جائیں اور تمام معاملہ رفع دفع کریں۔“ ناصر مرحوم تھا نے پیش ہو گئے اور اپنی صفائی پیش کر کے معاملہ نبٹا دیا۔ اس طرح ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے اس ذلت سے محفوظ فرمایا۔

②

اسی طرح میری بے باکی کی وجہ سے اور بعض اوقات تمام احتیاطیں بالائے طاق رکھتے ہوئے، دوسروں کی مدد کرتے وقت خطرات مول لینے کی وجہ سے چند ایک بار تہمتیں بھی لگیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بندہ عاجز کو مخالفین کے مکر و فریب اور جھوٹ سے بے ہوشے ہوئے جالوں میں پھنسنے سے بچا لیا اور بے گناہ ثابت کیا۔

③

ایک بار ہیرا نامی آدمی جو محلہ میں غنڈہ گردی کے لیے بدنام تھا کسی روحانی مسئلے کا شکار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی مدد کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ تندرست ہو گیا اور معافی مانگنے لگا، کہنے لگا، سر! کچھ دوستوں نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ آپ سے کرایہ کی یہ بلڈنگ جس میں آپ رہائش پذیر ہیں، خالی کرواؤں۔ میں آپ کا دشمن اور مخالف تھا اور آپ کے بارے میں برے ارادے رکھتا تھا۔ شاید اسی وجہ سے میری پکڑ ہوئی ہے۔ آپ کی توجہ، دعا اور علاج سے مجھے قلبی و روحانی تندرستی عطا ہوئی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے حیرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ و امان اور

سلامتی نصیب ہونے پر شکر کی کیفیت حاصل ہوئی۔

عزیزانِ من! راہِ حق کے سفر پر اس طرح کے روحانی مشاہدات و تجربات سے قربِ حق اور معیتِ حق کا انمول احساس عطا ہوتا ہے۔ آپ محبت و عقیدت سے حق کی طرف قدم بڑھائیں رحمتِ حق آپ کی منتظر ہے۔

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خاص نعمت ہے۔ مجھے نوجوانی میں دو بیٹیوں اور ایک بیٹی کی بشارت عطا ہوئی تھی۔ اپنے ایک بہت قریبی، محبوب، دوست کو ان کے نام (حامد، احمد اور فاطمہ) بھی بتا دیے تھے۔ شادی کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں اولاد کے سلسلہ میں بشارت و رہنمائی حاصل رہی۔ حامد علی انجم کی ولادت سے قبل مجھے خواب نظر آیا کہ چاند نکل آیا ہے۔ الحمد للہ یہ خواب شرمندہ تعبیر ثابت ہوا۔ حامد علی انجم کی ولادت کے تین سال بعد احمد علی انجم اور اس کے دو سال بعد عروج فاطمہ کی ولادت ہوئی۔ عروج فاطمہ قریباً آٹھ برس کی تھی کہ میں شدید بیمار ہو گیا۔ اپنی آخرت اور اہل و عیال کی خیر و عافیت کی فکر لاحق ہوئی۔ آخرت کے ضمن میں حالتِ بیداری میں مجھے القا ہوا کہ ”تَحْمِيْدُ شَفِيْعِ الْمُنْدِيْبِيْنَ“ ہیں فکر مند نہ ہوں۔ اس دوران میں نے خواب دیکھا کہ عروج فاطمہ کافی بڑی ہو چکی ہے وہ بالکل اپنی ماں جیسی نظر آتی ہے۔ اس سے مجھے باری تعالیٰ کی رحمت سے تندرستی اور درازی عمر کی امید ہوئی۔ الحمد للہ اس بشارت کے مطابق، بفضلِ تعالیٰ اب تک زندہ ہوں اور عروج فاطمہ بالکل ویسی ہی نظر آ رہی ہے جیسی کہ وہ قریباً چودہ برس قبل خواب میں نظر آئی تھی۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل و کرم، رحمت اور محبت کے انداز نزلے ہیں۔ ایک نہایت گناہگار، ادنیٰ و عاجز بندے پر اتنی مہربانیاں ہیں کہ ان کا اندازہ لگانا ممکن نہیں نیک لوگوں پر اس کی عنایات اور نوازشوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔

ہر کوئی اتنا ہی جانتا ہے جتنا اسے علم عطا ہوا ہے۔ اہل سنت و جماعت علم غیب ذاتی کے ساتھ علم غیب عطائی کے بھی قائل ہیں۔ علماء کا ایک گروہ علم غیب عطائی کا قائل نہیں ہے۔ وہ صرف علم غیب ذاتی کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو علم غیب عطائیں فرمایا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب عطائی کے بھی قائل نہیں ہیں۔ میں اس کتاب میں مسئلہ علم غیب پر رائے نہیں دینا چاہتا نہ ہی کوئی تبصرہ کرنا چاہتا ہوں اپنے بہت سے مشاہدات میں سے چند ایک مشاہدات (خواب، الہامات وغیرہ) بلا تبصرہ قارئین کے لیے سپردِ قلم کرتا ہوں۔

روحانی علاج و معالجہ اور روحانی تعلیم و تربیت کے ضمن میں بہت سے طلبہ و طالبات اور مرد و خواتین کا مجھ سے برسوں رابطہ رہا ہے۔ اس کتاب میں، میں نے اپنے ذاتی اور دیگر افراد کے روحانی مشاہدات و تجربات تحریر کیے ہیں، ان سے متعلقہ زیادہ تر افراد اور اس کتاب کے مندرجات کے تصدیق کنندگان اب تک (10 جون 2017ء تک) بقیہ حیات ہیں اور میں نے ان سے متعلقہ تحریر انہیں پڑھا، سنا اور دکھا کر مزید تسلی و تصدیق کر لی ہے۔

①

ایک روز، بوقتِ تہجد مجھے مسز طاہر کے بارے میں بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ ان کا بیٹا کافی صحت مند ہوگا۔ اس کا چہرہ گول ہوگا۔ ان کا بیٹا مجھے دکھایا گیا تھا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت کے عین مطابق بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹے کی ولادت کے کئی ماہ بعد مسز طاہر اپنے بیٹے کے ساتھ، مجھے ملنے آئیں وہ بالکل وہی تھا جو مجھے دکھایا گیا تھا۔ سید محمد ذوقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ، سرِ دلہاں میں لکھتے ہیں کہ عالمِ مثال (عالمِ برزخ)، عالمِ ملکوت (عالمِ ارواح) اور

عالمِ ناسوت (عالمِ اجسام، عالمِ شہادت) کے درمیان برزخ (پردہ) اور حدِ فاصل ہے۔

عالمِ مثال ایک جہت سے عالمِ غیب سے اور دوسری جہت سے عالمِ شہادت سے نسبت رکھتا ہے۔ ہماری اس مادی دنیا (عالمِ اجسام) میں موجود ہر شے مثالی صورت میں، عالمِ مثال میں موجود ہے۔ عالمِ مثال ایک کھڑکی کی مانند ہے جس میں سے ہماری اس دنیا میں روشنی آتی اور پھیلتی ہے۔ کوئی چیز اور کوئی روح ایسی نہیں جو اپنے کمال کی مناسبت سے کوئی صورتِ مثالی نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ میں چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ مادی دنیا (عالمِ شہادت، عالمِ اجسام) میں نظر آنے والی تمام محسوس صورتیں، مثالی صورتوں کے ظل (عکس، سایہ) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اہل حق کو جب نورِ فراست عطا ہوتا تو وہ اشیاء کی مثالی صورتوں سے ان کی حقیقت جان لیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

إِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ دجال کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کافر ہے اور اس لکھے ہوئے کو مومن ہی پڑھ سکے گا۔ جنت والوں کی شان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزُرْءٍ أَخْرَجَ شَطْءًا فَكَرِهَ فَاسْتَعْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُقُوطِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ [فتح: 48:29]

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ ﷺ کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورتِ نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوب مکرم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونیل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہو گئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلانے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے ۵

دوزخ والوں کا قرآن حکیم میں اس طرح ذکر آیا ہے:

يُعْرِفُ الْمَجْرِمُونَ بِسَيَاهُمْ فَيُوقَدُ بِالنَّوْاصِي وَ الْأَقْدَامِ ﴿٥٥﴾ الرحمن [55:41]

مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیے جائیں گے پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر کھینچا جائے گا ۵

عالم حسی (مادی دنیا، عالم اجسام) کی ہر چیز کا عالم مثال میں ہونا ضروری ہے لیکن عالم مثال کی ہر چیز کا عالم حسی میں ہونا ضروری نہیں۔ عالم حسی کے مقابلہ میں عالم مثال بہت زیادہ وسیع ہے۔ جب حق تعالیٰ کسی چیز کو عالم حسی میں ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اسے عالم حسی کی مناسبت سے کسی صورت میں متشکل کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام دجیہ کلی رضی اللہ عنہ کی صورت میں کبھی کبھی ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آسمانی اور عنصری فرشتے بھی مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہیں۔ جنات اپنے اجسام ناری کو اپنی صفات کی مناسبت سے مختلف صورتوں میں بدلتے اور ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ بعض ایسے انسان جو مرتبہ کمال کو پہنچ جائیں وہ حیات ظاہری میں اور بعد از وفات مختلف شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہونے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ حضرات عالم ملکوت (عالم ارواح) میں ملکوتی صورتوں میں داخل ہوتے ہیں۔

(سر دلبر اہل، ص 300 تا 302)

عالم برزخ کو عالم اعراف بھی کہا جاتا ہے۔ جب سالک راہ طریقت کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے اپنی طبع، ظرف اور روحانی مقام کے مطابق ان مختلف عوالم کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ بندہ عاجز روحانیت کا ادنیٰ ترین طالب علم ہے۔ بطور مبتدی اسے گاہے بگاہے مشاہدات نصیب ہوتے رہے ہیں۔ قارئین کے ذوق وید کو بڑھانے کے لیے کچھ مشاہدات کا ذکر پیش خدمت ہے:

علماء کا ایک گروہ حیات بعد الموت کا قائل نہیں ہے۔ اس مسلک کے علماء کا عقیدہ ہے کہ جب انسان مرجائے تو اس کی تمام صلاحیتیں اور قوتیں بھی روز حشر تک کے لیے موقوف ہو جاتی ہیں۔ چونکہ یہ علماء حیات بعد الموت کے قائل نہیں ہیں اس لیے سماع موتی، استمداد از ارواح اور ایصال ثواب کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ان کے برعکس صوفیہ علمائے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر مسلم و غیر مسلم کو اس کے مقام کے مطابق روحانی شعور و ادراک عطا ہوتے ہیں۔ اہل اسلام میں سے نیک بزرگوں کو اعلیٰ روحانی شعور و ادراک کے علاوہ تصرفات بھی عطا ہوتے ہیں۔ وہ باذن الہی ہماری اس دنیا میں تصرفات کرنے اور دیگر انسانوں کی روحانی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب روحانی استمداد کے واقعات سامنے آتے ہیں تو مسلک اہلحدیث کے علماء اپنے عقائد کی رو سے انہیں جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدد کرنے والی اور نظر آنے والی ارواح دراصل جنات و شیاطین ہیں جو کہ لوگوں کو شرک کی تعلیم دینے کے لئے اس طرح کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ عزیزانِ من! ہر ذی فہم مسلمان جانتا ہے کہ مشرک جنات و شیاطین ہرگز نہ تو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور نہ ہی قرآنی آیات کی مدد سے بشارت دیتے ہیں۔ روحانی دنیا کا علم رکھنے والے افراد یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ایسا خواب، مشاہدہ، کشف اور الہام جس کے ذریعے نیکی کی ہدایت ملے، ذکر و فکر اور درود شریف پڑھنے کی تعلیم ملے، خانہ کعبہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو وہ عین حق ہے، حق سے ہے اور حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان، خصوصاً مسلمان بغیر کسی تعصب کے، ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ کی راہ اختیار کرے اور قرآن و حدیث کے مسلمہ اصولوں پر اپنے کشف و مشاہدہ کو پرکھے تو وہ حیات بعد الموت، استمداد از ارواح، حیات اولیاء، حیات انبیاء اور حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو جائے گا۔

عصر حاضر کا انسان اپنے مادی طرز فکر کی وجہ سے روحانی مشاہدات و تجربات کی اہمیت، ضرورت، قدر و قیمت یہاں تک کہ ان کی حقانیت کا بھی قائل نہیں۔ اگر کوئی ان کا قائل بھی ہو تو تحقیق کی راہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے وہ ان امور



کا مشاہدہ نہیں کر پاتا اور نہ ہی اسے کوئی سچا رہنما ملتا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کشف و کرامات کی جن باتوں کا کتابوں میں ذکر ہے، عصرِ حاضر میں ان کا ظہور ممکن نہیں۔ حالانکہ عصرِ حاضر میں بھی بلکہ ہر دور میں ایسا ممکن ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا  
(بانگِ درا، ص 205)

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقین پیدا کراے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے  
(بانگِ درا، ص 269)

عالمِ ارواح میں تمام ارواح موجود ہیں۔ عالمِ ارواح سے روحیں عالمِ برزخ میں بھیجی جاتی ہیں۔ وہاں سے یہ ارواح اپنے اپنے وقت پر اس عالمِ اجسام (عالمِ محسوس، مادی دنیا) میں بھیج دی جاتی ہیں۔ یہاں ارواح ارضی و عارضی حیات پوری ہونے پر عالمِ برزخ میں بھیج دی جاتی ہیں۔

بندہ عاجز کو نوعمری سے ہی روحانی دنیا، روحانی علوم، روحانی مشاہدات، خوابوں کی تعبیر اور عالمِ ارواح سے خصوصی دلچسپی رہی ہے۔ اپنے اور دیگر افراد کے خوابوں اور مشاہداتِ روحانی پر غور و فکر اور تدبیر و تفکر کی وجہ سے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے روحانی دنیا سے متعلقہ کچھ امور منکشف ہوتے رہے ہیں جن کی بدولت قوتِ ایمانی اور ذوق و شوقِ عبادت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔

لڑکپن میں اکثر قریبی اعزہ و اقارب میں سے جن کا وقتِ آخر قریب ہوتا اس کی خبر ہو جاتی تھی۔ مجھے بعض ایسے افراد کے بارے میں خبر ملی جن کے بارے میں علم ہوا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے دنیا سے چلے جائیں گے اور اگلے جہاں میں بفضلِ تعالیٰ میرا استقبال کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔ مشیتِ ایزدی سے اب تک وہ روحانی خبریں درست نکلی ہیں۔ ان میں سے اکثر شخصیات وفات پا چکی ہیں۔ ایک دو برس قبل خواب میں دیکھا کہ میں ایک مصلے پر کھڑا ہوں۔ میرے سامنے، دائیں بائیں، آگے پیچھے، نور ہی نور ہے۔ میرے ساتھ کوئی سفید پوش کھڑے ہیں اور مجھے کہتے ہیں قل (پڑھو)۔ میں جھجک محسوس کرتا اور گھبراتا ہوں۔ ان کی طرف سے ترغیب و تحریک ملنے پر میں نہایت لُحْن سے سورۃِ اخلاص پڑھتا ہوں۔ اس قدر خوبصورت قرأت پر میں خود حیران ہوتا ہوں۔ میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ مصلے پر اکیلا کھڑا ہوں اور میرے پیچھے کوئی نمازی بھی نہیں کھڑے۔ مجھے نظر آنے والا نور بے جہت تھا۔ بعد میں الحمد للہ مجھے اس کی تعبیر سمجھا دی گئی۔ اس معاملہ میں، میں خاموش ہو، اہل حق بفضلِ تعالیٰ، بفیضانِ نبی کریم ﷺ بندہ عاجز و گناہگار کو عطا ہونے والی اس بشارت کے حقیقی مفہوم سے یقیناً آگاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و حساب ہے۔ اس کے فضل و کرم سے بندہ عاجز اُمیدوارِ بخشش ہے اور آپ سب سے دعا کے لیے ملتمس ہے۔

عالمِ برزخ میں بعض مقامات ایسے ہیں جہاں ارواح پرندوں کی شکل میں متمکن ہیں۔ ایک بار میں نے عالمِ مشاہدہ میں دیکھا کہ میں اپنی بیوی سمیت اُس دنیا میں موجود ہوں۔ وہاں ایک باغ ہے۔ باغ کے دائیں بائیں کئی منزلہ مکانات کی شکل میں گھر بنے ہوئے ہیں۔ ان گھروں میں موروں کے بڑے بڑے گھر وندے بنے ہوئے ہیں۔ وہ گھر وندے ہماری اس دنیا میں کئی منزلہ عمارتوں میں بنی کھڑکیوں کی طرح کے ہیں۔ ان گھر وندوں سے مور اُڑ کر باغ میں اُتر رہے

ہیں۔ وہاں کاسماں بہت سہانا، پرکشش اور سکون دہ تھا۔

ایک بار عالم مثال میں مجھے مختلف پنجروں میں قید، جانوروں (بکروں، بندروں وغیرہ) کی شکل میں موجود ارواح دکھائی گئیں۔ ایک پنجرے میں بہت سے بندر (بن مانس ٹائپ) جھولوں پر اچھل کود رہے اور شرارتیں کر رہے تھے۔ میرے روحانی گائیڈ نے مجھے بتایا کہ یہ ان پاکستانی سیاستدانوں کی روہیں ہیں جو ابھی دنیا میں آئی ہیں۔ مجھے اس مشاہدے پر حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا کہ ہماری آئندہ نسل بھی گمراہ کن، مفسد، سیاسی قیادت سے نجات نہ پاسکے گی۔ یہاں اس امر حقیقی کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک و معاشرہ میں، ہر محکمہ میں اور طبقہ فکر میں کچھ خلص لوگ بھی موجود ہیں جن کی بدولت معرکہ حق و باطل نظر آتا ہے۔ اس مشاہدہ میں صرف منفی گروہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس منفی گروہ میں کون کون سے افراد شامل ہیں؛ اس امر کی نشاندہی کرنا بہت مشکل کام ہے۔

عالم مثال میں بعض نیک ارواح کبوتروں کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ اگر انسان خواب میں کبوتر پکڑے تو اس سے مراد ہے کہ اسے اولاد دینے عطا ہوگی۔ میرے چھوٹے بھائی شہباز نے اپنی شادی سے قبل مجھے اپنا خواب سنایا کہ اس نے خواب میں کئی کبوتر پکڑے ہیں۔ میں نے تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کئی بیٹے عطا فرمائیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ خواب کی تعبیر درست ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے شاہ رخ، شاہ زیب، فیضان اور فرزین عطا فرمائے۔

فیضان کی ولادت سے قبل میں نے دیکھا کہ عالم ارواح میں بچوں کے درمیان کھڑا ہوں۔ ایک بچہ مجھے دیکھ کر کہتا ہے، ”تایا ابو مجھے سو روپے دیں۔“ میں نے بچے کو غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو، کسی کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا، ”میں شہباز کا بیٹا ہوں۔“ میں نے کہا، ”تم بھی اپنے باپ کی طرح بہت بے تکلف ہو۔ پہلی ہی ملاقات میں بے تکلفی سے سو روپے مانگ لیے ہیں۔“ بعد میں یہ روحانی مشاہدہ درست ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے شہباز بھائی کو تیسرا بیٹا فیضان عطا فرمایا جو اس مشاہدہ کے مطابق بے تکلف واقع ہوا ہے۔ اس مشاہدہ سے یہ تعلیم ملی کہ روہیں دنیا میں آنے سے پہلے اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں سے واقف، باخبر اور آگاہ ہوتی ہیں۔ ان کے نام بھی جانتی ہیں اور انہیں پہچانتی بھی ہیں۔

میری بیماری کے ایام میں برادرِ نسبتی عمران بھائی نے چند روز اچھی طرح خدمت کی۔ میں ان کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہت علیم و خبیر، رحمن و رحیم اور عظیم و کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ عمران بھائی کے ساتھ عالم ارواح میں موجود ہوں۔ وہاں کبوتروں کے بہت سے پنجرے ہیں۔ میں وہاں سے دو کبوتر پکڑ کر انہیں دے دیتا ہوں۔ اس وقت 3 ستمبر 2015ء تک عمران بھائی کا ایک بیٹا ہے جس کا نام عبدالرحمن ہے۔ بفضل تعالیٰ اُمیدِ واثق ہے کہ اس مشاہدہ کے مطابق انہیں مزید نیک اولاد عطا ہوگی۔

اعجاز بھائی کو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں (فضہ، فائزہ، اور شروز) عطا فرمائیں۔ شروز کی ولادت پر مجھے بشارت ملی کہ اب انہیں بیٹا عطا ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹیوں کے بعد بیٹا (ایان) عطا فرمایا۔

عزیزانِ من! نیک اولاد صدقہ جاریہ بنتی ہے۔ انسان جب دنیا سے چلا جاتا ہے تو اگلے جہاں میں اسے زندگی اور نیک اعمال کی قدر و قیمت محسوس ہوتی ہے۔ نیک اعمال سرانجام دینے کے لیے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ جو احباب دنیا سے چلے گئے، رابطہ ہونے پر انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں تشویش کا اظہار کیا

اور اس ضمن میں بندہ عاجز کو بھی معاونت کے لیے کہا۔

بندہ کے تایا زاد بھائی حامد علی نے قریباً بیس برس قبل وفات پائی تو کئی روز اس کی روح مجھے ملتی رہی اور تقاضا کرتی رہی کہ میں اس کے بیٹے کو اپنالوں اور اس کی تعلیم و تربیت کروں۔ میں نے بھائی حامد علی کی بیوہ سے کہا کہ مجھے اپنا بیٹا دے دیں میں اسے اچھی تعلیم دلاؤں گا اور خود بھی اس کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشش کروں گا، مگر وہ نہ مانیں۔

بندہ عاجز کے چھوٹے بھائی فیاض احمد نے قریباً ساڑھے دس برس قبل (17 جنوری 2005ء) کو وفات پائی۔ ایک دن وہ مجھے خواب میں نظر آئے۔ میں نے احوال دریافت کیے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا، بھائی! مجھے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی بہت فکر ہے۔ آپ ان کی طرف توجہ دیجئے گا۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ مجھے ان کی تعلیم و تربیت کا موقع دیں۔ ایک بیٹا مجھے دے دیں۔ میں بفضل تعالیٰ اس کی اچھی تعلیم و تربیت کا اہتمام کروں گا اور تمام امور زندگی میں اس کی سرپرستی کروں گا۔ مگر وہ بھی اپنی فطری محبت کی وجہ سے، اسے خود سے اور دوسرے شہر (کراچی سے فیصل آباد) بھیجے پر رضامند نہ ہوئیں۔

پروفیسر ادیس ایک حادثاتی موت کا شکار ہوئے۔ اگلے روز وہ دورانِ مراقبہ مجھے ملے۔ انہوں نے قبرستان میں مجھے ایک قبر دکھائی اور کہا کہ میری قبر اس طرح کی تعمیر کی جائے۔ میں نے ان کے بھائی اعجاز احمد ایڈووکیٹ کو ان کا پیغام پہنچا دیا اور انہیں ساتھ لے جا کر مشاہدہ میں نظر آنے والی قبر بھی دکھا دی۔ انہوں نے حسب ہدایت اپنے بھائی کی قبر تعمیر کر دی۔

ایک روز بعد از نماز ظہر کچھ دیر سونے کے بعد بیدار ہوا تو اپنے بستر پر بیٹھے حالتِ بیداری میں حاجی محمد علی چشتی شکوری نظر آئے۔ انہوں نے مجھے کہا، میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میرے اعزہ و اقارب کو پیغام پہنچا دیں کہ وہ میری وصیت غور سے سن لیں۔ حاجی محمد علی چشتی شکوری کا نواسا حافظ ساجد اس وقت میرے پاس اکیڈمی میں میٹرک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں نے اسی وقت اسے فون کیا اور پوچھا کہ ان کے نانا حاجی محمد علی چشتی شکوری کہاں پر ہیں؟ حافظ ساجد نے بتایا کہ وہ عزیز فاطمہ ٹرسٹ ہسپتال، گلستان کالونی فیصل آباد میں داخل ہیں، بہت نحیف ہو چکے ہیں اور باتیں بھی بمشکل کر پاتے ہیں۔ میں نے کہا، حافظ صاحب اپنی والدہ اور ماموں کو بتا دیں کہ ان کا آخری وقت آ گیا ہے۔ وہ وصیت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی وصیت غور سے سن لیں۔ اُسی روز شام کو حاجی محمد علی چشتی شکوری رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تھے۔ عالم ارواح میں اکثر اپنے قریبی اعزہ و اقارب خصوصاً والد محترم حاجی محمد یسین، قریبی دوست میاں غلام احمد اور مشائخ عظام سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور ان سے مدد و رہنمائی حاصل ہوتی رہتی ہے۔

ایک بار خواب میں بندہ عاجز نے دیکھا کہ چھتری والی گراؤنڈ جناح کالونی فیصل آباد کی مشہور مسجد میں حاضر ہوں اور وہاں ایک بزرگ حافظ احسان الحق (جن کی قبر مسجد کے ساتھ واقع ہے) میرے گلے میں گلاب کے ہار ڈالتے ہیں۔ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد حافظ ساجد نے اپنے نانا حاجی محمد علی چشتی شکوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ فضائل درود شریف پر مبنی کتاب کے قلمی نسخہ کا ذکر کیا۔ میں نے وہ کتاب ان سے منگوائی کہ فوٹو کاپی کرا لی۔ اس کا اچھی طرح مطالعہ کیا۔ وہ کتاب پڑھ کر مجھے بھی فضائل درود شریف پر کتاب مرتب کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس ضمن میں معروف سنی عالم صائم چشتی

رحمۃ اللہ علیہ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ اس طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰہ فضائلِ درود شریف پر مبنی کتاب مرتب کر کے شائع کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں حافظ احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت پر مبنی خواب کی تعبیر سمجھ آئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، وہ کتاب آپ کے زیر مطالعہ اس کتاب کے باب فضائلِ درود شریف پر مشتمل ہے۔ ان شاء اللہ، بفضلِ تعالیٰ یہ کتاب حافظ احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ اور بندہ عاجز کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

روحانی تعلیم و تربیت کی بدولت انسان کو روحانی، فکری اور اخلاقی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔ اسے اپنے اور دیگر افراد کے اچھے ہوئے معاملات سنبھالنے کی قابلیت، صلاحیت اور قدرت عطا ہوتی ہے۔ اسے خدمتِ خلق کا موقع ملتا ہے۔ اسے ذاتی، انفرادی، اجتماعی، ملکی اور قومی سطح پر خدمات سرانجام دینے کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ علم و معرفت کے حصول کے ساتھ اسے قُربِ ربّانی اور قُربِ نبوی بھی عطا ہوتا ہے۔ روحانی دنیا میں اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق اسے شناخت اور پہچان حاصل ہو جاتی ہے۔ اس مرتبہ و مقام کے مطابق اسے روحانی دنیا میں پروٹوکول بھی ملتا ہے۔ روحانی دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کے مقام و مرتبہ کی رفعت کا اندازہ لگانا نہایت مشکل کام ہے۔ اعلیٰ مقامات کے حامل اولیاءِ عظام اور اعلیٰ ترین روحانی مقامات پر فائز انبیاء کی روحانی و اخلاقی رفعت و کمال کا اندازہ لگانا کم علم اور بے عمل لوگوں کے لیے تو بالکل ناممکن ہے۔ تمام بے جان اشیاء کی ساخت، بناوٹ اور کارکردگی کے لحاظ سے بنیادی اکائی ایٹم ہے۔ اسی طرح جاندار اشیاء (انسان، حیوانات، نباتات) کی ساخت اور کارکردگی کے لحاظ سے بنیادی اکائی سیل (خلیہ) ہے۔ ایٹم کے مزید ذیلی ذرات بھی دریافت ہو چکے ہیں۔ ایٹم اور سیل پر اب تک کی گئی تحقیق ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات پر مشتمل ہے اور یہ تحقیق کبھی بھی مکمل نہیں ہوگی کیونکہ اس کی خالق وہ حکیم، علیم اور خبیر ذات ہے جس کی حکمت و دانائی اور علم و قدرت کی کوئی حد نہیں۔ اس نے اپنے پیدا کئے ہوئے ذرات کو بے پناہ وسعتیں عطا کی ہیں۔ وہ احسن الخالقین ہے۔ اس کی بہترین تخلیق یعنی انسان کی عظمت، بزرگی اور رفعتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر روحانی دنیا کے معارف و حقائق کا مطالعہ کیا جائے تو انسان خود کو انہیں سمجھنے سے معذور پاتے ہوئے بھی اپنی کم علمی کی بناء پر ان کا انکار نہیں کرے گا بلکہ ممکناتِ حیات کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے تدبیر و تفکر کا سلسلہ جاری رکھے گا۔

ہمارے ایک عزیز جن کا نام الماس ہے کئی برسوں سے آئرلینڈ میں مقیم ہیں۔ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو آئرلینڈ بلانا چاہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے کئی بار کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ ان کی مسز نے مجھے تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ایک دن میں نے مراقبہ کیا تو بشارت ملی کہ بفضلِ تعالیٰ سب کے ویزے لگ جائیں گے۔ میں نے انہیں آگاہ کر دیا اور ویزوں کے لیے درخواست دینے کو کہا۔ انہوں نے حسبِ ہدایت درخواست دے دی۔ بفضلِ تعالیٰ وہ کل چھ افراد تھے، سب کے ویزے لگ گئے۔ وہ کئی سال سے آئرلینڈ میں مقیم ہیں۔

بندہ عاجز کے والدِ محترم حاجی محمد یسین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سعودی عرب جانا چاہتے تھے مگر ویزہ نہیں مل رہا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میں نے ان سے اپنے والدِ محترم کے ویزہ کا مسئلہ عرض کیا۔ انہوں نے کچھ کاغذات پر مہر لگا دی اور کہا کہ اِنْ شَاءَ اللہ ویزہ لگ گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ چند روز بعد ان کے ویزہ کے کاغذات موصول ہو گئے اور وہ سعودی عرب چلے گئے۔

ایک عزیز مجاہد مقبول ملائیشیا جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے کئی بار منع کیا اور سمجھایا کہ مجھے بیرون ملک تمہارا مستقبل روشن نظر نہیں آتا۔ وہاں جا کر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ بضد رہا۔ اس کا ملائیشیا کا ویزہ لگ گیا۔ وہاں کسی خاتون سے شادی ہو گئی۔ وہاں اسے مناسب روزگار حاصل نہ ہو سکا۔ کئی سال وہاں رہا۔ اس کے ہاں پانچ بچے ہوئے۔ قریباً سات آٹھ برس بعد پاکستان واپس آیا تو اس کے ویزہ کی مدت ختم ہو گئی۔ قریباً چودہ برس ہو گئے وہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس کی بیوی بچے اُسے بھلا چکے ہیں۔ آج کل وہ بہت کمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

علی ہسپتال نزد لاری اڈا کے ایم ایس ڈاکٹر ثار احمد (ایم بی بی ایس) 1983ء کے قریب میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اُن کی شادی کب ہوگی؟ میں نے بتایا کہ میرے قیاس و اندازہ کے مطابق ابھی آپ کی شادی کا امکان نہیں ہے۔ (واللہ اعلم و رسول کریم ﷺ اعلم)۔ کئی سال بعد دوبارہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر سے اپنی شادی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اندازے سے کہا کہ میرے خیال میں آپ کی شادی اب ہو جانی چاہیے۔ انہوں نے میرے اندازہ کی تصدیق کی اور بتایا کہ چند روز بعد ان کی شادی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ 1983ء میں جب آپ نے بتایا تھا کہ ابھی میری شادی کا وقت نہیں آیا، تب چند روز بعد انگلینڈ میں میری شادی کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔ میں حسب پروگرام انگلینڈ پہنچا مگر شادی نہ ہو سکی اور میں ویسے ہی واپس آ گیا۔ درج ذیل کتاب تحریر کرنے سے قریباً چار پانچ سال پہلے ڈاکٹر ثار پھر کسی معاملہ میں مشاورت کے لیے آئے تھے۔ حسب سابق، اس وقت بھی میری کہی گئی باتیں، بفضل تعالیٰ درست ثابت ہوئیں۔

1983ء کی ہی بات ہے۔ ہمارے گھر بابا مالی کا پیٹا دودھ دینے آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کتنی شادیاں ہو چکی ہیں؟ اس نے بتایا کہ تین شادیاں ہو چکی ہیں۔ یہ اس کی تیسری شادی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ شادی بھی کامیاب ثابت نہیں ہوگی۔ اس نے گھر جا کر اپنے والد کو تمام بات بتادی۔ بابا مالی اُسی وقت ہمارے گھر آ گیا اور میرے والد محترم سے شکایت کر دی کہ آپ کے بیٹے نے اس طرح سے کہا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے اسی کی تیسری شادی کی ہے۔ آپ کے بیٹے کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہوں۔ میرے والد یہ بات سن کر بہت ناراض ہوئے اور مجھے ڈانٹ پڑی۔ افسوس کہ چند روز بعد بابا مالی کی تیسری بہو بھی زیورات وغیرہ لے کر بھاگ گئی۔

ایک بار دو بہنیں میرے آفس میں بسلسلہ تعلیم داخلہ لینے کے لیے آئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی کی کلائی پر زخم کا نشان تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس قسم کا نشان ہے؟ اس کی بہن نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے اس نے بلیڈ سے اپنی اس کلائی کی رگ کاٹ کر خود کشی کی کوشش کی تھی۔ یہ اس زخم کا نشان ہے۔ میں نے تمام ماجرا سن کر اسے تسلی دی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ بفضل تعالیٰ بہت جلد اس کی شادی ہو جائے گی اور اس کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اس کی بہن کو بتایا کہ اس کی شادی کئی سال بعد ہوگی۔ اس کی بہن نے کہا کہ کچھ عرصہ بعد میری شادی ہو رہی ہے۔ ابھی کہیں بھی اس کی شادی طے نہیں ہوئی ہے۔ خدا کی قدرت کہ جس کی شادی کا پروگرام طے ہو چکا تھا اس کی شادی کئی سال بعد ہوئی جبکہ جس کی شادی ہوتی نظر نہیں آتی تھی اس کی شادی تھوڑے ہی عرصے میں ہو گئی۔

عزیزانِ من! روحانی علم کی بدولت بندہ عاجز کو کئی بار نہایت مشکلات و مصائب کے شکار افراد کی مدد و رہنمائی

کرنے کا موقع ملا اور انہیں بفضلِ تعالیٰ محفوظ و مامون پا کر قلبی اطمینان اور روحانی مسرت نصیب ہوئی۔

محمد نعیم منصور آباد میں ڈائمیٹک سنٹر چلا رہے ہیں۔ وہ عرصہ تقریباً بیس سال سے بندہ عاجز سے مشاورت کر کے اپنے معاملات زندگی چلا رہے ہیں۔ بندہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ خود سے رابطہ کرنے والے احباب کی قرآن و سنت کے مطابق رہنمائی کرتا رہے۔ اس کوشش میں بفضلِ تعالیٰ بندہ عاجز کو ہمیشہ کامیابی عطا ہوئی۔ نعیم صاحب اپنی بیوی کے کردار کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار تھے۔ میں نے انہیں مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی مگر مجھے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

نعیم صاحب برسوں سے مجھ سے مشاورت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ میری کہی باتیں اور میرے اندازے درست ثابت ہوئے۔ اپنی بیوی کے کردار کے معاملہ میں وہ میری رائے سے متفق نہ تھے۔ ایک دن مجھے عجب بات سوجھی میں نے کہا نعیم صاحب ایک دو روز میں آپ کے گھر آؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان شاء اللہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے گا۔ مقررہ دن اور وقت پر میں ان کے گھر پہنچا۔ ان کی بیوی، دونوں بیٹوں اور بیٹی کو بھی بلا لیا۔ نعیم بھائی سے کہا کہ اپنے ہاتھ کھول کر میز پر رکھ دیں۔ انہیں ان کے ہاتھوں کی بناوٹ (ساخت) سمجھائی۔ ہاتھ کی لکیروں (خطِ زندگی، خطِ قلب، خطِ ذہن، خطِ تقدیر وغیرہ) کے بارے میں ضروری باتیں اور ان کی ابتداء و اختتام کے لحاظ سے ان کی پہچان کرائی۔ خدا کی قدرت کی نعیم بھائی کے بچوں کے ہاتھوں کی ساخت اور لکیروں کی بناوٹ بھی ان کے ہاتھوں کی ساخت اور لکیروں کی بناوٹ سے بہت مشابہ تھی۔ جب انہیں یہ بات سمجھ آ گئی تو میں نے کہا نعیم صاحب اگر ان تینوں بچوں کے ہاتھوں کی بناوٹ اور ان کے ہاتھوں کی لکیروں آپ کے ہاتھوں جیسی ہیں تو یہ تینوں آپ ہی کے بچے ہیں۔ الحمد للہ! نعیم صاحب کو یہ بات سمجھ آ گئی اور بفضلِ تعالیٰ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا۔

نعیم بھائی کی اولاد کے نسب کا معاملہ کئی برس قبل پیش آیا تھا۔ اس ضمن میں چند ماہ قبل مجھے مسلم شریف کی حدیث مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس حدیث کے نفسِ مضمون سے مجھے اپنے طریقہ کار پر اطمینان حاصل ہوا۔ شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاع کے باب نمبر 464 (بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار) میں ایک ہی مضمون کی پانچ احادیث (حدیث نمبر 3512 تا حدیث نمبر 3515) درج ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث مطالعہ فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ درآں حالیکہ خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم! کہ ایک قیافہ شناس نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کو دیکھ کر بتلایا ہے کہ ان میں سے ایک قدم دوسرے قدم کا جز ہے۔

(شرح مسلم، ص 948)

اس حدیث کی شرح میں علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ساخت کا لارنگ تھا اور ان کے والد کا رنگ دھنکی ہوئی روئی سے زیادہ سفید تھا۔ اس وجہ سے مشرکین عرب ان کے نسب پر طعن کرتے تھے اور نسب کی شناخت کے معاملہ میں زمانہ جاہلیت کے عرب قیافہ شناس کے قول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وجہ سے جب مجرز مدلی (قیافہ شناس) نے حضرت اسامہ اور حضرت زید کے قدموں کو دیکھ کر ان کے نسب کی تصدیق کر دی کہ حضرت



اسامہ، زید بنی کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو اس سبب سے خوشی ہوئی کہ اہل عرب کے اپنے معیار کے اعتبار سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اب کسی عرب کے لیے حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب :- علامہ نووی لکھتے ہیں: قیافہ شناس کے قول کو قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل مجزئی حدیث ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اس بات سے خوش ہوئے کہ امت میں ایسے لوگ ہیں جو اشتباہ نسب کے وقت نسب کو متمیز کر دیتے ہیں اور اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی تو آپ کو اس کے حصول پر خوشی نہ ہوتی۔

قیافہ شناسی فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل :- علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ قیافہ شناسی کا بالکل اعتبار نہیں کرتے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (اسراء: ۳۶) ”اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے“ اور اس حدیث میں قیافہ کے اعتبار کرنے کا شرعی حکم نہیں ہے کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت زید بن حارثہ سے نسب بغیر کسی تردید کے ثابت تھا اور نبی کریم ﷺ ان کے نسب کے ثبوت کے سلسلے میں کسی کے قول کے محتاج نہیں تھے۔ البتہ نبی ﷺ کو مجزئی اصابہ رائے سے تعجب اور خوشی ہوئی جیسے کسی شخص کو اس بات پر تعجب ہو کہ کوئی شخص محض اپنے گمان سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس کا رد نبی ﷺ نے اس لیے نہیں کیا کہ صرف اس کے کہنے کی وجہ سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے ہی ثابت تھا۔

اس کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول ﷺ کا خوش ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ کفار پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ قیافہ شناسی سے نسب کا متمیز ہونا کفر کے قواعد میں سے تھا، یہ اسلام کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اسلام میں چاند کا حکم رویت ہلال یا شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم فلکیات کے قواعد سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیز میں کسی دن رویت ہلال کا اعلان کرے اور علم فلکیات کے حساب سے بھی وہی تاریخ ہو تو اس سے مسلمان خوش ہوں گے لیکن اس خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم فلکیات کے حساب کو علماء نے حجت شرعی مان لیا ہے، اور قیافہ عدم جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (اسراء: ۳۶) ”جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو“ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ فال نکالنے والوں اور نجومیوں کا کاروبار حرام ہے اور ان سے مستقبل کا حال دریافت کر کے اجرت دینا بھی حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ قیافہ شناس کے قول کے بطلان پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی میں بچے کے نسب کا جھگڑا ہو، بیوی یہ کہے کہ میں نے کوئی بدکاری نہیں کی یہ تمہارا بیٹا ہے اور خاوند اس نسب کا انکار کرے اور اس پر بدکاری کی تہمت لگائے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان لعان کو مشروع کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ قیافہ شناس کے پاس جا کر پوچھو وہ باپ اور متنازعہ بیٹے کو دیکھ کر بتا دے گا کہ یہ لڑکا شوہر کا بیٹا ہے نہیں، اگر قیافہ شناس کا قول شرعاً حجت اور معتبر ہوتا تو لعان کرنے کی بجائے قیافہ شناس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا۔

قیافہ شناس کا قول اس لیے بھی باطل ہے کہ وہ غیب کی بات کو اپنے قیافہ یا انکل پچھ سے بیان کرتا ہے اور اس علم

کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ويعلم ما في الارحام**۔ اور قیافہ شناس مافی الارحام کے علم کا دعویٰ بغیر کسی برہان اور دلیل کے کر رہا ہے اور محض اکل پچھ سے یا تو وہ نسب کی نفی کر کے پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا اور یا اولاد کی نسبت غیر آباء کی طرف کرے گا اور محض چہروں کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا قیافہ شناسی کے لیے کافی نہیں ہے کبھی بچہ کی مشابہت باپ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دادا، پردادا بلکہ اس سے بھی دور کے رشتہ دار سے ہوتی ہے۔

اس لیے اللہ عز وجل کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون کس کا بیٹا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کے علم میں کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے پوچھا: **من ابی یا رسول اللہ؟** یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **ابوک حذافہ** ”تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔“ (لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے فرمایا: **ابوک سالہ مولیٰ شیبہ** تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے۔

ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا کچھ علم عطا فرمایا ہے آپ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے لاحد و علم کے سامنے ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہوا اور تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو۔ (شرح صحیح مسلم، ص 950 تا 951)

مندرجہ بالا علمی بحث سے واضح ہے کہ علم قیافہ کے معتبر ہونے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ شرعی امور میں سب سے پہلے شرعی ثبوت تلاش کیا جائے گا اور شرع کے مطابق ان امور کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تاہم، دین اسلام میں روایت کے ساتھ روایت کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ محض اندازے سے حاصل ہونے والے علم کو، علم قیافہ تصور کیا جاتا تھا۔ سائنسی ترقی کی بدولت علم قیافہ کو مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھا گیا اور مختلف مستند علوم وجود میں آ گئے۔ آج کل نسب کے تعین کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ خفیہ کیمروں اور آلات کی مدد سے مجرم کا سراغ لگانے اور اسے پکڑنے میں مدد ملی جاتی ہے۔ آج کل مختلف پراسرار علوم کو بھی مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھ کر ان علوم کے قابل اعتبار پہلو تلاش کیے جا رہے ہیں۔ علمائے کرام کو چاہیے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق پراسرار روحانی، مشاہداتی و تجرباتی علوم سے استفادہ کرنے کے شرعی اصول واضح فرمائیں اور اس سلسلہ میں جدید سائنسی علوم اور سائنسی ایجادات کے سلسلہ میں علما کے اس منفی رد عمل کو بھی پیش نظر رکھیں جو بعد میں مثبت طرز اختیار کر گیا۔

مذکورہ بالا بحث میں مختلف پراسرار اور روحانی علوم (علم نجوم، علم جفر، علم الاعداد، پامسٹری وغیرہ) کو علم قیافہ قیاس کرتے ہوئے ان علوم اور ان علوم کے ماہرین کے ان علوم سے کمائے گئے رزق کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

عزیزانِ من! بندہ عاجز کے مطالعہ و تحقیق کے مطابق دین اسلام میں مشاہداتی و تجرباتی علوم کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے مختلف روحانی علوم صدیوں کے مشاہدات و تجربات پر مبنی ہیں۔ ان علوم تک درست

رسائی رکھنے والے ماہرین کی اکثر آراء درست ہیں۔ اگر دین اسلام کے مطابق بنیادی عقائد اور اعمالِ صالحہ پر مبنی ضابطہ حیات کی پابندی کرتے ہوئے ان علوم کا مشاہداتی و تجرباتی مطالعہ کیا جائے تو حروف و اعداد اور نجوم (ستاروں) سے متعلقہ بہت سے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ جس طرح مختلف پھل، سبزیاں، نباتات اور جڑی بوٹیاں اپنی تاثیر کے لحاظ سے کئی طرح کے اثرات مرتب کرتی ہیں اسی طرح مشیت ایزدی کے تحت مختلف حروف، اعداد اور اجرام فلکی تاثیر کے حامل ہیں۔ ان میں یہ تاثیر ذات باری تعالیٰ نے رکھی ہے۔ یہ از خود تاثیر کے حامل نہیں ہیں۔

تمام پراسرار، روحانی علوم کسی نہ کسی شکل میں معاملات و مسائل زندگی سلجھانے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر معاون ثابت ہوتے ہیں مثلاً

- 1۔ فنکر پرنٹس اور انگوٹھے کے نشانات سے مختلف شخصیات کی شناخت کی جاتی ہے۔ ان کی مدد سے اصل مجرموں تک رسائی حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جدید سائنسی، ترقی یافتہ دور میں بائیومیٹرک تصدیق کا نظام بہت ترقی کر گیا ہے۔
- 2۔ چہرے کی بناوٹ، چلنے کے انداز اور ہاتھوں کی بناوٹ سے کسی انسان کی شخصیت اور کردار کے بارے میں کافی حد تک درست معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ انسانی مشاہدات و تجربات پر مبنی علم، ہومیوپیتھی میں مریض کی شخصیت کا جائزہ لے کر اور دو چار سوالات پوچھ کر اس کے مزاج کا تعین کیا جاتا ہے اور اس سے اس کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات کے بارے میں کافی زیادہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ہومیوپیتھی کے پیچرز اور سٹوڈنٹس اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگنیشیا، کالی سلف، نیٹرم میور، وغیرہ کے مریض کے تعین کے بعد ان کی مخصوص ریمیڈی (دوا) کے حوالے سے ان کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات آسان سے علم میں آ جاتی ہیں۔ ایک ماہر ہومیوپیتھ مریض سے پوچھے بغیر جب اس کی ذہنی و نفسیاتی اور جسمانی کیفیات بیان کرتا ہے تو وہ ایک غیب دان یا ماہر علوم روحانی دکھائی دیتا ہے جبکہ درحقیقت وہ مشاہداتی و تجرباتی علم کی بدولت ان باتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مختلف مشاہداتی و تجرباتی علوم اور پراسرار روحانی علوم کی بنا پر کی جانے والے پیشین گوئیوں کو غیب دانی کا دعویٰ تصور نہ کیا جائے اور دیگر انسانی علوم کی طرح پراسرار روحانی علوم (علم نجوم، پامسٹری، علم الاعداد، علم الحروف، علم رمل، چہرہ شناسی وغیرہ) کو بھی غیر الہامی، مشاہداتی و تجرباتی علوم تصور کرتے ہوئے اس حیثیت سے ان کا مطالعہ کیا جائے اور ان علوم سے وابستہ غیر اسلامی افکار و تصورات اور نظریات کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دین اسلام کی رو سے ان علوم کا مشاہداتی و تجرباتی مطالعہ جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں صحیح رہنمائی مجتہدین کرام سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

# فضائل ذکر و فکر

(ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت)

ذکر و فکر:- انسان کو جس سے محبت ہو اکثر اس کے خیالوں میں رہتا ہے اور اس کا ذکر کرتا ہے۔ محبت کے ساتھ اگر عقیدت بھی شامل ہو تو ذکر و فکر میں مزید گہرائی اور شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر و فکر سے محبوب کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور محبت بڑھنے سے ذکر و فکر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کثرت سے ذکر و فکر وصلِ حبیب کا سبب بن جاتا ہے۔ ذکر و فکر سے محبوب کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ محبوب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ذکر و فکر اختیاری، ذکر و فکر غیر اختیاری کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ لسانی ذکر قلبی ذکر کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس سے اگلے مرحلہ پر دل میں ذکر اس قدر پختہ اور غالب ہو جاتا ہے کہ اس کو کسی غیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تکلف کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے بعد کے مرحلہ پر ذاکر، مذکور میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس کا نہ ذکر کی طرف دھیان رہتا ہے اور نہ دل کی طرف یہ فنا کا مقام ہے۔ اس کی ابتدا لسانی ذکر سے، پھر تکلفاً ذکر قلب سے، پھر طبعاً ذکر قلبی سے ہوتی ہے۔ پھر آخر میں مذکور دل میں متمکن ہو جاتا ہے۔ ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت:- انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے۔ اس لیے قرآن و حدیث میں ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت پر بہت زور دیا گیا ہے اور ذکر و فکر کے مختلف مواقع اور ذکر و فکر کے مختلف طریقوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ کتاب و سنت سے دلائل:

بہت سی آیات کریمہ ذکر کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہاں چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

1- فَادْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرْ وَاِلٰى وَا لَا تَنْفَرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ البقرہ [2:152]

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو

2- الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَّامًا وَّعُودًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ اَلْ عُرَان [3:191]

وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر۔

3- يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿١﴾ وَّسَبِّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّكُمْ وَاَصْبِحُوا ﴿٢﴾ الاحزاب [33:41-42]

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔

4- وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّاَسْبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاَلْبَسْكَاس ﴿١﴾ اَلْ عُرَان [3:41]

اور یاد کرو اپنے پروردگار کو بہت۔ اور پاکی بیان کرو اس کی صبح و شام۔

5۔ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿١٣٨﴾ الرعد [13:28]  
جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکرِ الہی سے، دھیان سے سنو اور اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

6۔ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً ﴿٧٦﴾ الدھر [76:25]

اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو صبح و شام۔

7۔ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَكْتَلِ اِلَيْهِ تَتَبَيَّلًا ﴿٧٣﴾ المزمل [73:8]

اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

8۔ وَلِكِ كَرَّمَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ﴿٢٩﴾ العنكبوت [29:45]

اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

9۔ فَاذْكُرِّيْهُمْ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَا وَّقُعُوْا عَلٰى جُنُوْبِكُمْ... النساء [4:103]

جب تم ادا کر چکو نماز تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے۔

10۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٢﴾ البقرہ [62:10]

پھر جب پوری ہو چکی نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

11۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّسَجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذِّكَّرَ فِيْهَا سْمُهُ۔ البقرہ [2:114]

اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جائے ان میں اس کے نام کا۔

12۔ فِيْ بُيُوْتٍ اٰذَنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذِّكَّرَ فِيْهَا سْمُهُ ﴿٣٦﴾ نور [24:36]

ان گھروں میں (جن کے متعلق) حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ کا نام۔

13۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩﴾ المنافقون [63:9]

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کہیں) تمہیں اللہ کی یاد سے ہی غافل نہ کر دیں، اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

14۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَآلُ الذِّكْرِ لَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾ الاحزاب [33:35]

اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجر عظیم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَآلُ الذِّكْرِ“ سے مراد یہ ہے کہ وہ نمازوں کے بعد اور صبح و شام اور نیند سے بیداری کے وقت اور اپنے گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ کثیر ذکر کرنے والوں میں اس وقت شمار ہوگا جب بیٹھتے، اٹھتے لیٹتے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرے اور کسی بھی حالت میں (خوشی و غم میں، مصروفیت و فراغت میں) اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے۔

ذکر کے علاوہ تمام عبادات کی صحت کے لیے شرائط ہیں لیکن ذکر، طہارت اور بغیر طہارت، قیام و قعود بلکہ تمام احوال میں جائز ہے۔ اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دل اور زبان کا ذکر بے وضو، جبئی، حیض و نفاس والی عورت کے لیے بھی جائز ہے اور اس ذکر سے مراد تسبیح و تہلیل، تحمید، تکبیر، درود و سلام، شکر، دعا اور اطاعت ہے۔

ذکر، دلوں کا صیقل اور فیوض ربانی کی چابی اور دلوں پر تجلیات کے نزول کا راستہ ہے۔ اس کی وجہ سے انسان صفات الہیہ سے متصف ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذکر سے غفلت کی وجہ سے سالک پر غم و حزن طاری ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے، تو وہ خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں کیونکہ ذکر خوشی و مسرت کی کلید ہے، جس طرح غفلت، غم و حزن کی کلید ہے۔

**ذکر کی فضیلت میں احادیث مبارکہ:**

1۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مثل الذی ین ذکر ربہ والذی لا ین ذکر ربہ مثل الحی والمیت۔

اپنے رب کا ذکر کرنے والے، نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے راستوں میں پکڑ لگاتے ہوئے اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ جب کسی قوم کو اللہ کے ذکر میں پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو ندا دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ فرمایا، وہ فرشتے اس مجلس کو اپنے پروں کے ساتھ آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ پھر فرمایا، ان کا رب عز وجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، آپ کی عظمت و بزرگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں قسم بخدا انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی حالت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ عبادت و عظمت اور بزرگی کا اظہار کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں قسم بخدا! انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ اس کے طالب اور رغبت رکھنے والے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، جہنم کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، قسم بخدا! انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، کہ اگر وہ دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ اس سے



بھاگتے اور خوفزدہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ ایک فرشتہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے، کہ فلاں آدمی تو ان میں سے نہیں ہے۔ وہ تو اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان اہل مجلس کا ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہو سکتا۔ (بخاری)

اس حدیث پاک میں مجالس ذکر، اہل ذکر اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل ذکر کا ہم نشین بھی ان نوازشات میں شامل ہوتا ہے جن کو رب کریم اہل مجلس پر نازل فرماتا ہے۔ اگرچہ وہ اصل ذکر میں شامل نہ ہو لیکن اہل ذکر کی ہم نشینی کے باعث وہ خوش بخت بن جاتا ہے۔ کیونکہ جو کسی کی معیت اختیار کرتا ہے بشرطیکہ اس کی نیت صحیح ہو تو اس کا شمار بھی انہیں میں ہوتا ہے۔

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذما مررتم برياض الجنة فارتعوا، قالوا، یا رسول اللہ ﷺ! ما ریاض الجنة؟ قال، خلق الذکر (ترمذی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم باغات جنت کے قریب سے گزرو، تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! باغات جنت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، محافل ذکر۔ حضور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیبعثن الله اقواما يوم القيامة في وجوههم النور على منابر اللولو، يغبطهم الناس، ليسوا بانبياء ولا شهداء، قال اعرابي على ركبتيه، قال، یا رسول الله ﷺ حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون في الله من قبائل شتى و بلا دشتي يجتمعون على ذكر الله يذكرونه (طبرانی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور وہ موتیوں کے منبروں پر براجمان ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ یہ نہ تو انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر ایک بدوا اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہمیں ان کا حلیہ بیان کیجئے تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مختلف قبائل اور علاقوں سے جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

5۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے کسی راستہ سے گزر رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر جمدان پہاڑ کے قریب سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جمدان پہاڑ ہے مفردون سبقت لے گئے، عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں؟ فرمایا: ”اللہ سے محبت کرنے والے۔ اللہ کا ذکر ان کے بوجھوں (گناہوں) کو اتار دے گا۔ اور وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گے۔

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذکر کے انتہائی حریص اور مشتاق ہوتے ہیں۔ اس پر مواظبت اختیار کرتے ہیں۔ انہیں جو کچھ بھی کہا جائے۔ یا ان سے جو کچھ بھی سلوک کیا جائے۔ تو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ (مسلم۔ ترمذی)

6۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الا انبئکم بخیر

اعمالکم و از کاهای عند ملیکم و ارفعها فی درجاتکم و خیر لکم من انفاق الذهب والورق. و خیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم ویضربوا اعناقکم؟ قالو، بلی، قال: ذکر الله فقال: معاذ بن جبل رضی الله عنه مآشیئہ انجی من عذاب الله. (ترمذی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے افضل ترین عمل کے بارے میں آگاہ نہ کر دوں جو تمہارے رب کے نزدیک زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے۔ اور تمہارے سونا اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ بہتر ہے کہ تم دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرو۔ تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہاں! ضرور بتائیے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر الہی سے بڑھ کر عذاب خداوندی سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔ 7۔ حدیث قدسی ہے: انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسہ ذکر تہ فی نفسی، وان ذکرنی فی ملا ذکر تہ فی ملا خیر منہم، وان تقرب الی اشبر اتقرب الیہ ذراعا، وان تقرب الی ذراعا تقرب الیہ باعا، وان اتانی بمشی اتیتہ ہرولہ۔ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو اسے میری معیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرے تو میں بھی اسی طرح اسے یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر کسی مجلس میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ذراع اس سے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک ذراع میرے قریب آئے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ چل کر میری بارگاہ میں حاضر ہو تو میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الذکر، بخاری، کتاب التوحید، ترمذی، کتاب الدعوات)

8۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: یقول اللہ عزوجل یوم القیامہ: سیعلم اہل الجبع من اہل الکرم، فقیل ومن اہل الکرم یا رسول اللہ ﷺ! قال: اہل مجالس الذکر فی المساجد (مسند امام احمد، ابویعلیٰ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ آج تمام لوگ جان جائیں گے کہ اہل کرم کون ہیں! عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! اہل کرم کون لوگ ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، مسجدوں میں محافل ذکر کا انعقاد کرنے والے۔

9۔ عن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ، قال: ما من قوم اجتمعوا ینکرون اللہ عزوجل لا یریدون ینذلک الا وجہہ، الا ناداہ من السماء ان قوموا مغفورا لکم وقد بدلت سیئاتکم حسنات (مسند امام احمد بن حنبل، مجمع الزوائد، ج 10، ص 76)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ آسمان سے ایک منادی ایک ندا دیتا ہے کہ تم اس مجلس سے اس حال میں اٹھو کہ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا۔

10۔ عن ثابت رضی اللہ عنہ، کان سلیمان رضی اللہ عنہ فی عصابہ یذکرون اللہ فمر النبی ﷺ فکفوا فقال: ما کنتم تقولون؟ قلنا نذکر اللہ قال: انی رایتم الرحمة نزل فاحببت ان اشاركکم فیہا، ثم قال الحمد للہ الذی فعل فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معہم۔  
(مسند امام احمد - حاکم)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ رحمت نازل ہو رہی ہے۔ میں نے بھی چاہا کہ میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ پھر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمایا جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں۔ (الحديث)

11۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ یقول الرب تبارک و تعالیٰ: من شغلہ قراءة القرآن و ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطى السائلین (ترمذی)  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس شخص کو تلاوت قرآن اور میرے ذکر (میں مصروفیت) نے مجھ سے سوال کرنے سے روک دیا تو اس کو میں سوال کرنے والوں سے بھی زیادہ عطا کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ بھی ذکر کی فضیلت، اس کے لیے اجتماع اور ذکر جہری و سری کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ یاد الہی سے غافل ہونے پر اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ وہ نفسانی و دنیوی خواہشات کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں ارشاد باری ہے:

وَلَا تُطْعَمُ مَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿١٨﴾ الکہف [18:28]

اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے ۵

جب ایسے انسان کو استغفار اور ذکر الہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے تو اس کے دل کا زنگ اتر جاتا ہے۔ دل کی تاریکیاں، نور ہدایت میں بدل جاتی ہیں اور اسے معرفت الہی نصیب ہو جاتی ہے۔

ذکر سری و ذکر جہری:- انسان کو خلوت اور جلوت میں اپنی روحانی و قلبی کیفیت اور موقع محل کی مناسبت سے آہستہ آواز سے ذکر (ذکر سری) یا بلند آواز سے (ذکر جہری) کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ریا کا یا کسی کو تکلیف پہنچنے یا کسی کے بے آرام ہونے کا اندیشہ ہو تو ذکر سری افضل ہے۔ اگر ایسا کوئی اندیشہ نہیں تو ذکر جہری افضل ہے۔ قرآن وحدیث میں دونوں اقسام

کے ذکر کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔

ذکرِ سری و ذکرِ جہری کے بارے میں ارشادات باری تعالیٰ

1- اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَمُّعًا وَ خُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۷۵﴾ الاعراف [7:55]

تم اپنے رب سے گڑ گڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا o

2- وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَمُّعًا وَ خُفْيَةً ۚ وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْأَصَالِ وَ لَا تَكُنْ

مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۷۶﴾ الاعراف [7:205]

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و آہستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی (جہر سے نہیں)، صبح و شام (یا دُجّ جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ o

3- اِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدًا خَفِيًّا ﴿۱۹﴾ مریم [19:3]

جب انہوں نے اپنے رب کو (ادب بھری) دہلی آواز سے پکارا o

ذکرِ سری و ذکرِ جہری کے بارے میں مزید احادیث و آثار:-

1- قال ابن الاذرع رضى الله عنه انطلقت مع النبي ﷺ ليله، فمر برجل في المسجد يرفع

صوته، قلت: يا رسول الله ﷺ! عسى ان يكون مرأثياً. قال: لا ولكنه اواه. (رواه البيهقي)

”حضرت ابن اذرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے آدمی سے ہوا جو مسجد میں با آواز بلند ذکر کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ممکن ہے کہ یہ شخص ریا کار ہو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تو انتہائی خلص اور رقیق القلب ہے۔ (الحديث)

2- قال: ان رفع الصوت بالذکر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي ﷺ.

قال ابن عباس كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فرضی نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ لوگ نماز سے واپس آ رہے ہیں۔ (الحديث)

3- آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

خير الذکر خفی وخیر الرزق ما یکفی۔

بہترین ذکر، ذکر خفی ہی ہے، اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔

4- عن انس رضى الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ ان الله سيأمره للملائكة يطلبون خلق

الذکر، فاذا اتوا عليهم حفوا بهم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ

وہ اہل ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اصحاب ذکر کی محفل ملنے پر اسے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (الحديث)

ذکر مقید: قرآن وحدیث میں ذکر مقید کا بھی حکم ہے اور ذکر مطلق کا بھی۔ ذکر مقید سے مراد وہ ذکر ہے جس کا وقت، جگہ اور بعض صورتوں میں تعداد مقرر کی گئی ہو۔ مثلاً بعد از نماز تسبیح و تحمید اور تکبیر کا ذکر، مرغ کی اذان، گدھے کی آواز سنتے وقت مخصوص دعائیں، مرض میں مبتلا کسی شخص کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا و دیگر اذکار۔

ذکر مقید کے بارے میں احادیث:-

- 1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اور 33 مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھا ان کو جمع کرنے سے 99 کا ہندسہ بنتا ہے اور 100 مکمل کرنے کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)
  - 2- عن سعد بن وقاص رضي الله عنه قال، كنا عند رسول الله ﷺ فقال: ايعجز احدكم ان يكسب احد يوم الف حسنه فسائله سائل من جلسائه. كيف يكسب احد نالف حسنه قال: يسبح مائه تسبيحاً. فتكتب له الف حسنه او تحفظ عنه الف خطيئه..... (المسلم)
  - حضرت سعد بن وقاص رضي الله عنه سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک روزانہ ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ہم نیکیاں کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ فرمایا: جو سو مرتبہ تسبیح پڑھے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی یا ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے..... (الحديث)
  - 3- عن الاغر بن يسار المزني رضي الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ يا ايها الناس! توبوا الى الله واستغفروا فاني اتوب في اليوم مائة مرة..... (المسلم)
  - رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف رجوع کرو، اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ میں دن میں سو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں۔ (الحديث)
  - 4- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دن میں سو مرتبہ پڑھا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“۔ تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، اس دن شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے افضل کسی کا عمل نہیں ہوتا۔ مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ اس کلمے کا ورد کرے..... (بخاری۔ مسلم)
- ذکر مطلق:- ذکر مطلق سے مراد وہ ذکر ہے جس میں زمان و مکان، قیام و قعود اور تعداد کی پابندی نہ ہو۔
- ذکر مطلق کے بارے میں ارشادات خداوندی:

- 1- فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ البقرہ [2: 152]

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

2- يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ الانبياء: [21:20]

وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں صبح و شام اکتاتے نہیں۔

3- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٣٥﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٣٦﴾ الاحزاب [33:41-42]

اے ایمان والو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور اس کی پاکی بیان کیا کرو صبح و شام۔

4- وَ الذِّكْرُ مِنَ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿٣٥﴾ وَ الذِّكْرُ مِنَ اللَّهِ لَعَدَدَ اللَّهِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ﴿٣٦﴾ وَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٧﴾ الاحزاب [33:35]

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لیے بخشش اور عظیم اجر

تیار فرما رکھا ہے ۵

آیات بینات کے علاوہ اور بھی کثیر آیات ہیں جو مطلق ذکر اللہ کی کثرت کی داعی ہیں۔ اور جبکہ زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے تمام احوال و اوقات میں ذکر کا حکم فرمایا ہے۔

ذکر مطلق کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ:

فقد روى عبد الله بن بسر رضى الله عنه ان رجلا قال، يا رسول الله ﷺ ان شرائع الاسلام قد

كثرت على، فاخبرني بشيء اتشبهت به قال لا يزال لسانك طبا من ذكرك۔ (الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: ”یا رسول اللہ

ﷺ! اسلام کے کثیر احکام ہیں مجھے کوئی ایسا حکم بتائیں جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ

کے ذکر سے تر رہے۔

ترک ذکر پر تنبیہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے تارکین ذکر کو تنبیہ فرمائی ہے جس

طرح کہ مشائخ عظام نے بھی اپنے مریدین کو ترک ذکر پر خبردار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1- وَ مَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَ إِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ

وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ الزخرف [43:36-37]

اور جو شخص (خدائے) رحمان کی یاد سے صرف نظر کر لے تو ہم اُس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو ہر

وقت اس کے ساتھ جڑا رہتا ہے ۵ اور وہ (شیاطین) انہیں (ہدایت کے) راستہ سے روکتے ہیں اور وہ یہی گمان

کے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ۵

2- منافقین کی مذمت میں ارشاد خداوندی ہے:

وَ لَا يَدْ كُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ النساء [4:142] اور نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑی دیر۔

3- وَ مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْيٰ ﴿١٢٤﴾ ط [20:124]



اور جس نے میرے ذکر (یعنی میری یاد اور نصیحت) سے روگردانی کی تو اس کے لیے دنیاوی معاش (بھی) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن (بھی) اندھا ٹھائیں گے ۵

4۔ وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَ خِبْفَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاَصَالِ وَ لَا تَكُنْ

مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۷۲۵﴾ الاعراف [7:205]

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و آہستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی (جبر سے نہیں)، صبح و شام (یا حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ ۵  
ترک ذکر پر تنبیہ کے بارے میں احادیث رسول ﷺ

1۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ، ما من قوم یقومون من مجلس لا ینکرون فیہ اللہ الا قاموا عن مثل جیفہ حمار و کان علیہم حسرة یوم القیامہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم اللہ کے ذکر کے بغیر مجلس سے اٹھتی ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے مردار گدھے سے اٹھتے ہیں۔ اور قیامت کے دن انہیں حسرت ہوگی۔ (الحديث)

2۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من قعد مقعدا لم ینکرن فیہ اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترة و ما کانت علیہ من اللہ ترة و من اضطجع مضجعا لا ینکرن فیہ اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترة و ما مشی احد ممشی لا ینکرن فیہ اللہ فیہ الا کان علیہ من اللہ ترة۔ (ابو داؤد النسائی، احمد، صحیح ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی اور جو شخص کسی بستر پر لیٹا اور اللہ کا ذکر نہ کیا، اسے اس پر حسرت رہے گی۔ اور جو شخص کسی راستے پر چلا، اور اللہ کا ذکر نہ کیا تو اسے بھی اس پر حسرت رہے گی۔ (الحديث)

3۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ما جلس قوم مجلسا لم ینکرن فیہ اللہ فیہ و لم یصلوا علی نبیہم الا کان علیہم ترة فان شاء عذبہم و ان شاء غفر لہم۔

(ترمذی۔ ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور اس نے نہ تو اللہ کا ذکر کیا، اور نہ ہی اپنے نبی پاک ﷺ پر درود بھیجا۔ انہیں اس پر حسرت و ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب دے دے، اور اگر چاہے تو بخش دے۔

4۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت ان اوقات پر حسرت کریں گے جن میں انہوں نے ذکر نہیں کیا تھا۔

ذکر کے آداب:

حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے موضوع پر اپنی مستند اور جامع کتاب ”تصوف کے روشن حقائق“ میں انفرادی و اجتماعی ذکر کے آداب تحریر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے طالب مولیٰ احسن طریقے سے

ذکر و فکر کا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش کر سکتا ہے۔

### انفرادی ذکر کے آداب:

- 1- ذکر کو چاہیے کہ صفاتِ کاملہ کا جامع ہو۔ اگر وہ بیٹھ کر ذکر کر رہا ہو تو اسے چاہیے کہ قبلہ جانب منہ کرے۔
- 2- اپنے سر کو جھکا کر بڑے سکون و وقار کے ساتھ بحالتِ عاجزی و انکساری ذکر کرے۔ اگر اس حالت کے علاوہ کسی حالت میں ذکر کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور کوئی کراہت نہیں۔ لیکن بلا عذر اس حالت کو ترک کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔
- 3- مجلسِ ذکر صاف اور شور و غل سے خالی ہو۔ کیونکہ یہی ذکر اور مذکور کے احترام کے لیے موزوں ہے۔
- 4- ذکر تمام احوال میں محبوب و پسندیدہ ہے اور ذکر سے مراد حضورِ قلب ہے۔ ذکر کو چاہیے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے اور ذکر کے معانی میں غور و فکر کرے۔ اگر وہ استغفار کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قلبی طور پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و مغفرت کا طالب ہو اور اگر وہ نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے قلب میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو اجاگر کرے اور اگر وہ نفی و اثبات (یعنی لا الہ الا اللہ) کا ذکر کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہر شے کی نفی کرے۔

- 5- بہر حال ذکر کو چاہیے کہ عدم حضورِ قلب کی وجہ سے ذکر کو ترک نہ کرے۔ بلکہ اپنی زبان کے ساتھ ذکر اللہ کرتا رہے اگرچہ دل غافل ہی ہو کیونکہ ذکر سے انسان کا غافل ہونا اللہ تعالیٰ سے کلیتہً اعراض کرنے کے مترادف ہے۔ زبان کو ذکر میں مشغول کرنا، اطاعتِ خداوندی میں مصروف رکھنا ہے۔ اور اگر لسانی ذکر کو بھی ترک کر دیا جائے تو زبان، غیبت، چغل خوری اور اس طرح کے دیگر معاصی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ابن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ذکر اللہ میں حضورِ قلبی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ذکر کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ تیرا اس کے ذکر سے کلیتہً غافل ہونا اس کے ذکر میں عدم حضورِ قلب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے غفلت والے ذکر سے بیداری کے ذکر کی طرف، اور بیداری کے ذکر سے حضورِ قلب کی طرف، اور پھر حضورِ قلب سے ایسے ذکر کی طرف منتقل کر دے جس میں اللہ کے سوا کسی اور چیز کا تصور تک نہ ہو اور ایسا کرنا خدا کے لیے مشکل نہیں ہے۔ (288)

المختصر یہ کہ انسان لسانی ذکر کو جاری رکھے یہاں تک کہ اس کا دل کھل جائے، اور پھر اللہ کی بارگاہ میں حضوری حاصل ہو جائے۔

اجتماعی ذکر بالجہر کے آداب: اجتماعی ذکر بالجہر سے پہلے، ذکر کے دوران اور ذکر کے بعد درج ذیل آداب بجالانے چاہئیں:

### 1- قبل از ذکر ظاہری آداب: یہ درج ذیل ہیں:

- 1- کپڑے پاک ہوں۔ 2- با وضو ہو۔ 3- خوشبو وغیرہ لگائے۔ 4- حرام کی غذا اور کمائی سے محفوظ ہو۔

### 2- قبل از ذکر باطنی آداب:

یہ بھی مختلف قسم کے آداب ہیں۔

- i- سچی توبہ کے ساتھ اپنے دل کو پاک کرے۔

ii - تمام امراض قلبیہ سے نجات حاصل کرے۔

iii - اپنی قوت پر بھروسہ نہ کرے۔

iv - انتہائی عاجزی و انکساری سے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر بھروسہ کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو۔

### دوران ذکر ظاہری آداب:

1 - اگر لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں تو جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے، اور اگر کھڑے ہوں تو ان کے پیچھے کھڑے کھڑے ذکر میں مشغول ہو جائے، حتیٰ کہ اس کے قریب والے ساتھی اس کے لیے حلقے میں وسعت پیدا کر دیں تاکہ وہ ان کے درمیان داخل ہو کر نظم و ضبط سے ذکر کر سکے۔

2 - اگر بسبب عذر، حلقہ ذکر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں اطراف سے ذکر کرین کو ملادے تاکہ حلقہ ذکر میں انقطاع نہ ہو۔

3 - ذکر کو چاہیے کہ اپنے اصحاب ذکر کے ساتھ موافقت کرے نہ کہ ان کی مخالفت۔ ان کی آوازوں میں اپنی آواز کو مخفی کرنے کی کوشش کرے تاکہ ان کے ساتھ گھل مل جائے۔

4 - اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ بارگاہ خداوندی میں حضور قلب کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

### دوران ذکر باطنی آداب:

1 - شیطانی وساوس اور نفسانی خواطر کو دور کرنے کے لیے مجاہدہ کرے۔

2 - اپنے دل کو امور دنیا میں مشغول نہ کرے۔

3 - اپنے دل کی ہمت کے ساتھ ذکر میں حضوری کی کوشش کرے۔ بارگاہ ایزدی سے حاصل ہونے والے انوار و تجلیات کے لیے ہمہ تن تیار ہو جائے۔

### بعد از ذکر ظاہری آداب:

1 - ذکر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت، پند و نصائح اور ارشادات شیخ کو غور سے سنے اور شیخ کی نصیحت اور فرمان اور اس کی تفصیل کی طرف توجہ کرے۔

2 - جب تک مجلس ذکر میں موجود رہے تو کسی قسم کی دنیاوی گفتگو نہ کرے۔

3 - خلاف آداب ہر عمل سے پرہیز کرے۔

4 - بعد از اختتام محفل ذکر و دعا، اپنے شیخ اور پیر بھائیوں سے مصافحہ یا ہاتھ چوم کر سلام کرے۔

### بعد از ذکر باطنی آداب:

ذکر کے بعد باطنی آداب درج ذیل ہیں:

1 - اس کا دل مختلف خواطر سے الگ اور التفات غیر سے محفوظ رہے۔ اور وہ عطاء خداوندی کا انتظار کرتا رہے۔

2 - کمر ہمت باندھ کر پختہ ارادہ اور عزم مصمم کر لے کہ وہ اس کے معاً بعد کی مجالس میں ضرور جائے گا۔

ذکر کے فوائد:- ہر قول و فعل جس سے مقصود رضائے الہی ہو ذکر کہلاتا ہے۔ نماز، تلاوت قرآن، تسبیح، دعاء، شکر اور

اطاعت سب ذکر ہیں۔ حیات دنیوی کا ہر ایک لمحہ دائمی وابدی قدر و قیمت کا حامل ہے۔ اس لیے اس عارضی حیات میں کیے گئے ذکر الہی پر مشتمل ہر لمحہ دائمی وابدی فوز و فلاح اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بے حد و حساب قدر و قیمت کا حامل ہے۔ قرآن وحدیث اور اولیائے عظام کے ارشادات کی روشنی میں، ذکر و فکر کے فوائد درج ذیل ہیں:

- 01۔ سب سے بہتر عمل ذکر الہی ہے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل ذکر الہی ہے، بلند درجات پر فائز کرنے والا عمل ذکر الہی ہے، سونا اور چاندی خرچ کرنے (صدقہ) سے افضل عمل، ذکر الہی ہے، جہاد سے افضل عمل، ذکر الہی ہے اور سب سے زیادہ عذاب سے بچانے والا عمل، ذکر الہی ہے۔ ذکر الہی روح کی غذا ہے۔ ذکر الہی شفا ہے۔ اس سے دل میں ایمان سرسبز و شاداب رہتا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی لذت کسی اور نعمت میں نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس سے ذکر مقام ولایت پاتا ہے۔ (ذکر الہی، ص 592)
- 02۔ جو رات کو عبادت نہیں کر سکتا، مال خرچ نہیں کر سکتا اور دشمن سے جہاد نہیں کر سکتا اسے چاہئے کہ وہ کثرت سے ذکر الہی کرے۔ (ذکر الہی، ص 600)
- 03۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر روزانہ صدقہ فرماتا ہے، ذکر الہی کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضل صدقہ ہے۔ (ذکر الہی، ص 604)
- 04۔ عالم، متعلم، ذکر الہی اور جس سے اللہ تعالیٰ دوستی و محبت فرمائے، کے علاوہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعنت کے داغ سے داغدار ہے۔ (ذکر الہی، ص 604)
- 05۔ جسے شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، مصائب پر صبر کرنے والا جسم اور بیوی جوشوہر پر اپنی جان میں اور اس کے مال میں خیانت نہ چاہے، عطا کی گئی اسے دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی عطا کر دی گئی۔ (ذکر الہی، ص 604)
- 06۔ افضل الایمان اللہ کے لیے محبت کرنا، اللہ کے لیے نفرت کرنا اور زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگائے رکھنا اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرے اور لوگوں کے لئے وہی ناپسند کرنا جو اپنے لیے ناپسند کرے۔ (ذکر الہی، ص 604)
- 07۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ تواضع اختیار کرتا ہے، اپنے سے علائق دنیا منقطع کر دیتا ہے اور ماسوائے اللہ سے منہ موڑ کر اس کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ (ذکر الہی، ص 607)
- 08۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا نور نصیب ہوتا، اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے، ہر طرح کے دشمن اور شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ ایسا شخص بہترین جلیس اور ہم نشین ثابت ہوتا ہے۔ اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے۔ اس کی گفتگو نیک اعمال میں اضافہ کر دیتی ہے اور اس کا عمل آخرت یاد دلاتا ہے۔ (ذکر الہی، ص 607)
- 09۔ قیامت والے دن، دنیا میں مل کر ذکر الہی کرنے والوں کے چہرے کا نور دیکھنے والوں کی نظروں پر چھا رہا ہوگا۔ ان کے مقام اور قرب الہی کی وجہ سے انبیاء و شہداء ان پر رشک کر رہے ہوں گے۔ (ذکر الہی، ص 601)
- 10۔ شجر و حجر ذکر الہی کرنے والے کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ کیا قریب سے کوئی ذکر کرنے والا گزرا ہے۔ شجر و حجر اپنے قریب ذکر الہی کرنے والے کو جاننے اور پہچانتے ہیں اور وہ قیامت والے دن اس امر کی گواہی دیں گے۔ اس لیے اہل حق کو نصیحت ہے کہ وہ ہر جگہ، شجر و حجر کے پاس جہاں بھی ممکن ہو ذکر الہی

کریں۔ (ذکر الہی، ص 603)

11۔ جو مسلمان رات با وضو ہو کر ذکر الہی کرتے کرتے سو جائے پھر رات کو پہلو بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی جو بھی بھلائی مانگے وہ عطا فرمادیتا ہے۔ (ذکر الہی، ص 603)

12۔ جو رات کو خود اٹھے، اپنے اہل خانہ کو اٹھائے، پھر اکٹھے دو رکعت ادا کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مردوں اور بہت زیادہ یاد کرنے والی عورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ (ذکر الہی، ص 609)

13۔ نماز فجر کے بعد بیٹھ کر طلوع آفتاب تک کسی جماعت کے ساتھ ذکر الہی کرنا نسل اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور اسی طرح نماز عصر کے بعد بیٹھ کر غروب آفتاب تک کسی جماعت کے ساتھ ذکر الہی کرنا چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (ذکر الہی، ص 604)

14۔ ذکر الہی اس محبت کا سبب ہے جو روح اسلام ہے۔ دین کا مرکز ہے اور اس پر سعادت و نجات کا دار و مدار ہے۔

15۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب بنایا ہے اور دائمی ذکر کو اپنی محبت کا سبب بنایا ہے۔ جو اللہ کی محبت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اور ذکر ہی محبت کا دروازہ ہے اور اس کی سب سے بڑی علامت اور مضبوط راستہ ہے۔ ذکر ذکر کو مرقبہ کا اہل بنا دیتا ہے یہاں تک کہ اسے مقام احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے غافل کبھی بھی مقام احسان کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح آدمی ایک جگہ پر بیٹھ کر گھر نہیں پہنچ سکتا۔

16۔ ذکر الہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بکثرت رجوع کا سبب ہے۔ جو شخص ذکر کے ساتھ اس کی بارگاہ میں بکثرت رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام احوال میں اس کے دل کو اپنی طرف مائل کر دیتا ہے اور مصائب و آلام میں اس کے دل کا قبضہ و کعبہ اور ملجا و ماویٰ خداوند قدوس کی ذات ہی ہوتی ہے۔

17۔ یہ رب قدوس کے قرب کا اہل بنا دیتا ہے اور جس قدر وہ اس کا ذکر کرتا ہے اس قدر اسے قرب حاصل ہوتا ہے۔

18۔ اس پر معرفت کا عظیم دروازہ کھل جاتا ہے جس قدر زیادہ ذکر کرتا ہے اسی قدر اسے معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔

19۔ ذکر پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال طاری کرتا ہے۔ بخلاف غافل کے کہ اس کے دل پر حجاب ہوتا ہے۔

20۔ ذکر الہی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ یاد کرنے لگ جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: (أَذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ)۔ اس طرح ذکر الہی کی بدولت ذات باری تعالیٰ سے روحانی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو میرا ذکر نماز میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر افضل گروہ میں کرتا ہوں۔

21۔ یہ حیات قلب کا باعث ہے۔ دل کے لیے ذکر ایسے ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی، اور مچھلی جب پانی سے جدا ہو تو اس کی کیا حالت ہوگی۔

22۔ دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ ہر چیز کو زنگ لگتا ہے اور دل کا زنگ غفلت اور خواہشات نفسانیہ ہیں۔ ذکر، توبہ اور استغفار سے زنگ دور ہو جاتا ہے۔

23۔ خطا کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ نیکیاں خطاؤں کو ختم کر دیتی ہیں اور ذکر بہت بڑی نیکی ہے۔

24۔ یہ ذکر بندہ و رب کے درمیان اجنبیت کو زائل کر دیتا ہے کیونکہ بندہ اور رب کے درمیان اجنبیت صرف ذکر سے ہی

دور ہو سکتی ہے۔

25۔ جب بندہ خوشحالی کے دنوں میں رب قدوس کو یاد رکھتا ہے تو تنگی کے ایام میں اللہ تعالیٰ اس کی خبر گیری کرتا ہے۔ ایک اثر روایت کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور ذکر کرنے والے بندے کو جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے یا بارگاہ الہی میں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں: ”اے پروردگار! یہ تو معروف بندے کی جانی پہچانی آواز ہے“ جب غافل اور ذکر اللہ سے اعراض کرنے والا دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ”یہ کسی اجنبی بندے کی نامانوس آواز ہے“۔

26۔ اللہ کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الہی سے نجات دلانے والا کوئی عمل نہیں۔

27۔ یہ ذکر نزول رحمت اور سکون و اطمینان کا سبب ہے۔ ذکر کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھیر لیتے ہیں جیسا کہ اس مفہوم کی حدیث گزر چکی ہے۔

28۔ ذکر الہی زبان کو غیبت، چغل خوری، جھوٹ، فحش اور باطل کلام سے محفوظ کرنے کا سبب ہے۔ کیونکہ بندہ کلام اور گفتگو کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر اللہ کا ذکر نہیں کرے گا تو اس کی زبان ان لغویات میں مشغول ہو جائے گی۔ زبان کو ان سے محفوظ کرنے کا طریقہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ یہ آزمودہ چیز ہے کہ جس نے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی کر لیا اس نے اس کو باطل اور لغو کلام سے محفوظ کر لیا اور جس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول نہ ہوئی وہ باطل اور لغو کلام میں واقع ہو گئی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

29۔ بے شک محافل ذکر، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی محافل ہیں۔ لغو اور باطل امور کی مجالس شیطان کی مجالس ہیں۔ بندے کو ان دونوں سے جو اچھی لگے اسے اختیار کر لے۔ وہ دنیا و آخرت میں اپنی اختیار کردہ محفل کے ساتھ رہے گا۔

30۔ ذکر، ذکر اور اس کے ہم نشین کی سعادت مندی کا باعث ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت غافل اور اس کے ہم نشین کی بد بختی کا سبب ہے۔

31۔ ذکر قیامت کے دن بندے کو ندامت اور حسرت سے بچاتا ہے کیونکہ ہر وہ مجلس جس میں بندہ اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا وہ اس کے لیے بروز قیامت حسرت کا باعث ہوگی۔

32۔ دوران ذکر خلوت میں رونا، یوم محشر ظن الہی کے حصول کا سبب ہے۔

33۔ مشغولیت ذکر، اللہ تعالیٰ کے جود و کرم میں اضافے کا ذریعہ ہے۔

34۔ ذکر افضل ترین عبادت ہونے کے باوجود آسان ترین عبادت ہے کیونکہ حرکت لسان باقی اعضاء کی حرکت سے ہلکی اور سہل ترین ہے۔

35۔ ذکر جنت کا پودا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال رسول الله ﷺ لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم الخليل فقال يا محمد اقرى امتك السلام واخبرهم ان الجنة طيبة توبتها، عذبه الماء وانها قيعان وان غير اسها سحمان



اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسراء کی رات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے فرمایا: اے محمد ﷺ! اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ اور پانی بڑا میٹھا ہے اور یہ خالی میدان ہے اور اس کے پودے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

36۔ ذکر پر مرتب ہونے والا فضل واحسان ہر عمل سے بڑھ کر ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دل میں سو مرتبہ کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا سونکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ شام تک شیطان سے محفوظ ہو جائے گا اور اس سے افضل کسی کا عمل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جس نے اس کلمہ کا زیادہ ذکر کیا۔

اور جس نے دل میں سو مرتبہ کہا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں۔

37۔ سب سے افضل وہ مومن ہے جس کو لمبی عمر عطا کی گئی اور اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ (ذکر الہی، ص 609)

38۔ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ کہنا اولاد اسماعیل میں سے سو غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، ایک سو مرتبہ الحمد للہ کہنا ایک سوزین کسے، لگام ڈالنے فی سبیل اللہ گھوڑوں کے برابر ہے، ایک سو مرتبہ اللہ اکبر کہنا گلے میں قلاوہ ڈالنے، بارگاہ الہی میں مقبول قربانی کے سوا اونٹوں کے برابر ہے اور ایک سو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا آسمان وزمین کے درمیان جگہ کو بھرے ہوئے اجر و ثواب کے برابر ہے۔ (ذکر الہی، ص 609)

39۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ کلام وہ ہے جو اس نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيَّ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ رَبِّيَّ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ رَبِّيَّ وَبِحَمْدِهِ۔ (ذکر الہی، ص 611)

40۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وہ نیکی ہے کہ قیامت کے دن اس کے مقابلہ میں گناہوں کے ننانوے دفتر خاک ہو جائیں گے۔ (ذکر الہی، ص 604)

41۔ بندہ کہتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ۔ بندہ کہتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي، بندہ کہتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لِي الْمُلْكُ وَلِي الْحَمْدُ، بندہ کہتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي۔ جس بیمار نے ان کلمات کو دورانِ بیماری ادا کیا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔ (ذکر الہی، ص 601)

42۔ بندہ دائمی ذکر سے اپنے رب کو بھولنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اپنے پروردگار کو بھولنا، اس کے لیے دنیا و آخرت میں

بدبختی کا سبب ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے رب کو بھول جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے متعلقہ تمام مصلحتوں کو بھول جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾ [احشر: 59]

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے پھر اللہ نے اُن کی جانوں کو ہی اُن سے بھلا دیا (کہ وہ اپنی جانوں کے لیے ہی کچھ بھلائی آگے بھیج دیتے)، وہی لوگ نافرمان ہیں ۵

43۔ ذکر بندے کے عمل کو جاری رکھتا ہے خواہ اپنے بستر میں ہو یا سفر میں، حالتِ صحت میں ہو یا بیماری میں۔ کوئی عبادت ذکر کی مثل نہیں جو تمام اوقات اور احوال کو شامل ہو۔ حتیٰ کہ وہ بندے کی رفتارِ عمل کو جاری رکھتی ہو۔ ذکر الہی کا عادی بندہ خدا اپنے بستر پر سویا ہوتا ہے۔ لیکن غافل جاگنے والے سے سبقت لے جاتا ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

44۔ ذکر اصولِ طریقت کی بنیاد اور طریقہ صوفیا ہے۔ جسے ذکر کی توفیق میسر آجائے اس کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حضوری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے رب کو پالیتا ہے۔ جس نے اپنے رب کو پالیا۔ اس نے ہر چیز کو پالیا۔ اور جو اپنے پروردگار تک رسائی حاصل نہ کر سکا وہ ہر چیز سے محروم ہے۔

45۔ ذکر کے درخت کا ثمرہ معارف اور احوال میں ہے جس کے حصول کے لیے سالکین کو شواں رہتے ہیں۔ ان ثمرات کے حصول کا واحد ذریعہ ذکر کا درخت ہے اور یہ درخت جتنا بڑا، اور اس کی جڑیں جتنی گہری ہوں گی اتنا ہی اس کا ثمرہ عظیم ہوگا۔ ابتدا سے لے کر مقامِ توحید تک تمام مقامات ذکر کا ثمر ہیں اور ذکر تمام مقامات کی اصل اور بنیاد ہے جس طرح دیوار بنیادوں پر اور چھت اس دیوار پر تعمیر ہوتی ہے۔ بندہ جب تک خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہو تو منازلِ سلوک طے کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اور بندہ ذکر سے ہی بیدار ہو سکتا ہے۔ اور غفلت دل کی نیند اور موت کا سبب ہوتی ہے۔

46۔ ذکر مذکور کے قریب ہوتا ہے اور مذکور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ معیتِ خاص ہوتی ہے اور یہ معیتِ قرب، ولایت، محبت، نصرت، اور توفیق کی معیت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿١٦٨﴾ [النحل: 168]

بے شک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیت (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ احسان (بھی) ہوں ۵

..... وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٦﴾ [انفال: 66] اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۚ توبہ [9:40] مت غمگین ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ [التكوت: 69]

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرفِ سیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے ۵

ذکر کو اس معیت (قرب) سے وافر حصہ ملتا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا

ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور جب اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں۔  
 دوسری حدیث میں ہے: اہل ذکر میرے ہم نشین ہیں اور میرا شکر کرنے والے میرے فضل و احسان کے اہل ہیں  
 اور میری اطاعت کرنے والے میری جود و سخا کے قابل ہیں اور اپنی نافرمانی کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔ اگر وہ  
 توبہ کریں تو میں ان کا حبیب ہوں۔ کیونکہ میں توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ بندوں کو پسند کرتا ہوں۔ اگر وہ توبہ نہ  
 کریں تو میں ہی ان کا طبیب ہوں۔ ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کر دوں۔  
 ذکر کو حاصل ہونے والی معیت کسی دوسری چیز کے مشابہ نہیں ہو سکتی اور یہ محسن اور متقی سے حاصل ہونے والی معیت  
 سے خاص ہے۔ یہ وہ معیت ہے جس کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کو سمجھنا ذوق پر ہی منحصر ہے۔

47۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ متقی ہے جس کی زبان ہمیشہ ذکر سے تر رہے۔ کیونکہ وہ اس کے اوامرو  
 نواہی سے ڈرتا ہے اور اس کے ذکر کو اپنا شعار بنالیتا ہے تو یہ تقویٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جہنم سے  
 نجات دیتا ہے۔ یہ اجر و ثواب تو اسے ملے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ذکر قرب الہی کا باعث بھی ہے اور مومن کا یہی  
 مقصود ہے۔

48۔ ذکر قساوتِ قلبی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ ذکر الہی سے اپنے دل کی سختی کا علاج کرے۔ ایک آدمی نے  
 حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دل کی سختی کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”ذکر الہی سے اسے نرم کرو۔ کیونکہ  
 قساوتِ قلبی کا سبب غفلت ہے۔ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو قساوت اس طرح گھٹ جاتی ہے جس طرح سیسہ۔“

49۔ ذکر دل کے لیے شفاء اور علاج ہے اور غفلت اس کی بیماری۔ پس بیمار دلوں کی شفا اللہ کا ذکر ہے قال مکحول: ذکر  
 اللہ تعالیٰ شفاء و ذکر الناس داء۔ شیخ مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کے ذکر میں شفاء ہے اور لوگوں  
 کا ذکر بیماری کا باعث ہے۔

50۔ ذکر، محبتِ الہی کی بنیاد ہے اور غفلت عداوت پروردگار کی اصل ہے۔ بندہ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے اس مقام پر  
 فائز ہو جاتا ہے کہ رب کریم اسے محبت عطا کر کے اپنا دوست بنالیتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ اپنے رب سے غافل  
 ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اسے اپنا دشمن قرار دے دیتا ہے۔ بندے کی اپنے رب سے سخت ترین دشمنی کی  
 علامت یہ ہے کہ وہ اس کے ذکر کو ناپسند اور اس کے ذکر کو برا جانتا ہے۔ اور اس کا سبب غفلت ہے۔ اور بندہ اسی  
 غفلت کی وجہ سے ذکر اور ذکرین کو ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسے اپنا دشمن بنالیتا ہے۔ جس طرح کہ ذکر  
 کرنے والے کو اپنا ولی بنالیتا ہے۔

51۔ دائمی ذکر کرنے والا مسکراتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ جس طرح ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الذین لا تزال السننهم ربة بذکر اللہ عزوجل یدخل احدہم الجنة۔

وہ لوگ جن کی زبانیں اللہ عزوجل کے ذکر سے تر رہیں گی وہ جنت میں مسکراتے ہوئے داخل ہوں گے۔

52۔ ذکر بندے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ ہے۔ جب بندہ اپنے کسی عمل کی وجہ سے جہنم کے راستے کی طرف جائے گا  
 تو ذکر اس کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گا۔ ذکر جس قدر دائمی اور کامل ہوگا اسی قدر رکاوٹ مضبوط اور محکم ہوگی

کہ اس میں سے کوئی چیز گزر نہ سکے گی۔

53۔ تمام اعمال کا حکم ذکر الہی کو قائم کرنے کے لیے ہی دیا گیا ہے کیونکہ اصل مقصود ذکر الہی ہے جیسا کہ ارشاد رب تعالیٰ ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿۲۰﴾ طہ [20:14] میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

54۔ ذکر الہی کرنے والا حفاظت الہی میں آجاتا ہے اور شیطان سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے گھر میں داخل ہونے والا شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے، آیت الکرسی کی تلاوت کرتے ہوئے سونے والا شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

55۔ صدق و خلوص سے بکثرت ذکر الہی کرنے والا دنیا میں، وقتِ نزع میں، قبر میں، حشر میں، پل صراط پر، غرضیکہ ہر مرحلہ حیات پر بفضلِ تعالیٰ حفظ و امان، سلامتی اور فوز و فلاح پائے گا۔

56۔ ذکر الہی سے اگر آنکھ سے آنسو نکل آئے تو ایسے آدمی کو قیامت کے دن عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا۔

57۔ ذکر الہی کرنے والے کے لیے فرشتے جنت میں محلات تعمیر کرتے ہیں۔ اس کے لیے درخت لگاتے ہیں اور ذکر الہی میں اضافہ کے موافق اس کے لیے جنت میں نعمتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

58۔ ذکر الہی کرنے والوں کو قیامت کے روز عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔

59۔ اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب ہے کہ مومن کی موت اس حال میں آئے کہ اس کی زبان ذکر الہی سے تروتازہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جب صدق و خلوص اور محبت سے ذکر الہی کرنے والے کی روح قبض فرماتا ہے تو ایسے بندے کو اس وقت بھی ذکر الہی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

60۔ ذکر الہی دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ افضل ذکر وہ ہے جو زبان و دل دونوں سے ہو۔ جس کی زبان اور دل، دونوں ذکر میں مشغول رہیں، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنے شوق کا نور ڈال دیتا ہے۔ زبان سے ذکر گناہوں کا کفارہ اور درجات کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ دل کے ذکر سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے اور قرب الہی عطا ہوتا ہے۔

61۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جان بوجھ کر منہ موڑنے والے پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔ ایسا شخص اپنے نفس اور شیطان کا پیروکار ہو جاتا ہے۔ اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ وہ قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل فرمائے گا۔

62۔ ذکر سے رب راضی ہو جاتا ہے۔

63۔ ذکر الہی دل سے غم و حزن کو دور کر دیتا ہے۔

64۔ ذکر الہی دل کی مسرت و فرحت کا باعث ہے۔

65۔ ذکر الہی چہرے اور دل کو منور کرتا ہے۔

66۔ ذکر الہی دل و بدن کو قوی کرتا ہے۔

67۔ ذکر الہی وسعتِ رزق کا باعث ہے۔

68۔ ذکر الہی ذکر کو عرب و بدیدہ اور تازگی عطا کرتا ہے۔

غور و فکر اور تدبر و تفکر کی اہمیت:

دین اسلام میں ذکر الہی کے ساتھ غور و فکر اور تدبر و تفکر کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩١﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيًّا وَفَعُولًا وَعَلَىٰ جُودِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٢﴾ آل عمران [190-191:3]

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقل سلیم والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں) کا رفرما اس کی عظمت اور حسن کے جلوؤں میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکاراٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا تو (سب کو تاجیوں اور مجبور یوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۝ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حقائق کائنات میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

1۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے تو وہ غور و فکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس چیز میں غور و فکر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ میں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ میں تفکر نہ کرو اللہ کی مخلوق میں تفکر کرو۔ (289)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نعمتوں میں تفکر کرو، اور اللہ کی ذات میں تفکر نہ کرو۔ (290)

3۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے۔ (291)

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے اجتماع سے اس حدیث میں قوت حاصل ہوگئی اور ان کا معنی صحیح ہے۔ (292)

4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ساعت تفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (293)

حافظ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے (الموضوعات، رقم الحدیث: 3302) لیکن حافظ سیوطی نے علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں اس حدیث کو ضعیف کہنے پر اقتصار کیا ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔ (294)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں پر غور کرے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعید میں تفکر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور اس کے حساب لینے کے متعلق تدبر کرے اور اپنے اعمال کے میزان میں وزن اور کمی کے متعلق اور پل صراط کی باریکی اور تیزی کے باوجود اس پر سے

گزرنے کے متعلق سوچے اور قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کرے، جس دن بچے خوف سے بوڑھے ہو جائیں گے، جس دن ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہوگی، جس دن بھائی، بھائی سے بھاگے گا، اور ہر شخص اپنی بیوی، اور بچوں سے اور ماں اور باپ سے بھاگے گا۔ جس دن اللہ تعالیٰ نیکوکاروں اور بدکاروں کو الگ الگ صفوں میں کھڑا کر دے گا اور اللہ جانے وہ نیکوں کی صف میں ہوگا یا بدوں کی صف میں ہوگا اور جب وہ ان امور میں غور و فکر کرے گا تو اس کے دل میں خوف خدا بہت قوی ہوگا، اور اس کا مطمع نظر اور نصب العین صرف آخرت ہوگی، وہ دنیا کی رنگینیوں اور مرغوباتِ نفس سے اعراض کر کے خلوص قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا اور انتہائی رغبت کے ساتھ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے گا، اور جس کا ان امور میں تفکر کم ہوگا وہ مرغوباتِ نفس کا اسیر ہو جائے گا، اس کا دل سخت ہو جائے گا اس پر غفلت غالب ہوگی اور اگر عبادت کے لیے کھڑا بھی ہوگا تب بھی اس کا دل دنیا داری میں مشغول ہوگا۔ وعظ و نصیحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور آخرت کے بجائے دنیا اس کا مطمع نظر ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری عبادت اعضاء ظاہرہ سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت دل سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت ظاہری عبادت سے افضل ہے اور کامل تفکر یہ ہے کہ انسان کا دل عالم شہادت اور عالم حواس سے نکل کر عالم الغیب میں تفکر کرے، اور جس چیز میں غور و فکر کرے گا وہ جس قدر عظیم ہوگی اس کا تفکر بھی اسی قدر عظیم ہوگا۔ پس بعض علماء مخلوقات اور مصنوعات میں تفکر کر کے اس کے خالق اور صانع کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور بعض احوالِ آخرت میں تفکر کر کے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور نیکیوں پر مداومت کرتے ہیں، اور بعض اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی دیگر صفات میں تفکر کرتے ہیں اور کائنات کے ہر حادثہ سے اس صفت کی معرفت حاصل کرتے ہیں جو اس حادثہ کی محدث ہے۔ (295)

اس ضمن میں علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ حقائق کائنات کا سراغ لگانا اور اس پر آشوب دور میں انسان کی ضرورتیں پوری کرنے کے اسباب اور علل کو جدید سائنس سے معلوم کرنا انسان کی فلاح کے لیے مہلک اور علاج امراض کا جدید میڈیکل سائنس سے علاج دریافت کرنا، اور ملک اور قوم کے دفاع کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق غور و فکر کر کے ایٹمی ہتھیار اور میزائل بنانا تاکہ مسلمانوں کا ملک دشمنانِ اسلام کے حملوں سے محفوظ رہے اور اقوامِ عالم میں عزت اور آزادی کے ساتھ کھڑا رہ سکے، اور زراعت کے شعبوں میں سائنسی تکنیک سے ایسے طریقے معلوم کرنا جن سے فصل زیادہ پیدا ہو اور قدرتی آفات سے محفوظ رہ سکے تاکہ ملک خوشحال ہو اور دوسروں کا دست نگر نہ ہو تو کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے علوم حاصل کرنا اور ایسے امور میں ایک لمحہ کا غور و فکر بھی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے، اور اس حدیث کا مصداق ہے کیونکہ اگر ملک سلامت اور آزاد ہوگا تو اس کے باشندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں گے اور ملک غذا اور دوا میں خود کفیل ہو گا تو وہ دوسروں کے سہارے کے بغیر خوشحالی سے رہ سکیں گے۔ سو ملک کے تمام باشندوں کی عبادتوں اور ریاضتوں اور نیک اعمال کا وجود ملک کی بقاء اور اس کی آزادی پر موقوف ہے اور اس کی بقا اور آزادی عصری تقاضوں کے مطابق ایٹمی ہتھیار بنانے پر موقوف ہے۔ تو جن مسلمان سائنسی ماہرین نے یہ ہتھیار بم اور میزائل بنائے اور اس کے بنانے میں جو تفکر کیا تو یہ تفکر بہت عظیم عبادت ہے اور ملک کے تمام عبادت گزاروں کی عبادتوں کے اجر و ثواب سے ان کو بھی حصہ ملے گا۔ تاہم، ہم



ان سائنسی ایجادات کے خلاف ہیں جو عیاشی اور فحاشی کو فروغ دیتی ہیں خواہ وہ دوائیں ہو یا آلات ہوں۔ (296)

منظم غور و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت:- بادشاہ ہائیرودوم (Hiero II) نے ارشمیدس (287 ق م تا 212 ق م) سے کہا کہ وہ عبادت گاہ کے لیے بنائے گئے سونے کے تاج (Votive Crown) کو پرکھ کر بتائے کہ اس میں خالص سونا استعمال ہوا ہے یا کہ نخالص۔ اُن دنوں کسی باقاعدہ شکل کی بنی ہوئی دھاتی چیز کی کثافت (Density) تو آسانی سے معلوم کی جاسکتی تھی مگر بے قاعدہ شکل کی بنی ہوئی چیز کی کثافت پر کھنے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا۔ بادشاہ نے سونے کے بنے ہوئے تاج کو پگھلائے بغیر ہی اس کی جانچ پڑتال کرنے کا حکم دیا تھا۔

صوفیہ، سائنسدان، مفکر، شاعر اور ادیب باقاعدہ، منظم غور و فکر کے عادی ہوتے ہیں۔ کسی خاص نکتہ پر غور و فکر کی بدولت انہیں اکثر استغراق حاصل ہو جاتا ہے۔ دورانِ استغراق حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ کسی خاص نکتہ پر غور و فکر کے دوران استغراق میں چلے جانا، مراقبہ کی ہی ایک صورت ہے۔ مراقبہ سے وجدان کھل جاتا ہے اور انسان کو زیر غور مسائل کے بارے میں رہنمائی اور ہدایت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ جو لوگ باضابطہ اور منظم طریقہ سے غور و فکر کے عادی ہوں انہیں ذاتِ باری تعالیٰ سے ان کی لگن، خلوص، جہد مسلسل اور ذوقِ جستجو کی بدولت انعام کے طور پر درست رہنمائی ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿۵۳﴾ النجم [53:39]

اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہوگی o

جو صرف دنیا چاہتا ہے، اسے صرف دنیا ملتی ہے۔ جو دنیا و آخرت میں بھلائی اور حق تک رسائی چاہتا ہے، اسے دنیا و آخرت کی بھلائی اور حق تک رسائی مل جاتی ہے۔ جو بندہ یا بندہ (جو تلاش کرتا ہے، پالیتا ہے)۔ ایک دن ارشمیدس جب نہانے کے لیے ٹب میں بیٹھا تو فوراً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ٹب میں بیٹھنے کے دوران تمہارے جسم پر اچھال کی قوت نے عمل کیا اور تمہارے جسم کے حجم کے برابر پانی ٹب سے باہر نکل گیا۔ ایسا ایک اصول کے تحت ہوا ہے۔ تم اس اصول کے تحت تاج کا حجم معلوم کر سکتے ہو اور یہ جان سکتے ہو کہ یہ خالص سونے کا بنا ہے یا کہ نخالص سونے کا۔ جب تم تاج پانی میں ڈبوؤ گے تو اس کے حجم کے برابر ٹب میں سے پانی نکلے گا۔ تاج کی کمیت (Mass) کو بہہ کر باہر نکلنے والے پانی کے حجم (Volume) سے تقسیم کر کے تاج کی کثافت (Density) معلوم کی جاسکتی ہے۔ اگر تاج میں سستی اور سونے سے کم کثافت والی کوئی دھات ملائی گئی ہوگی تو اس (تاج) کی کثافت، خالص سونے کی کثافت سے کم ہوگی۔ اس کشف پر حیران ہو کر، فرط انبساط سے بے خودی (وجد، کیف و سرور) کے عالم میں ارشمیدس یہ پکارتے ہوئے گلیوں میں بھاگ نکلا کہ میں نے یہ راز جان لیا! (Eureka یعنی I found it)۔

جب ذرا ہوش آیا، یہ احساس ہوا کہ میں ننگا ہی گلیوں میں بھاگ رہا ہوں، تو وہ واپس اپنے گھر کی طرف بھاگ نکلا۔ کشف سے ظاہر ہونے والے نکتہ حکمت کے مطابق، ارشمیدس نے جانچ پڑتال کی تو ثابت ہو گیا کہ تاج میں سونے کے ساتھ چاندی کی ملاوٹ کی گئی تھی۔ ارشمیدس کا یہ دریافت کردہ اصول، اصولِ ارشمیدس کے نام سے مشہور ہے۔ ارشمیدس نے لیور کی کارکردگی پر بھی کافی تحقیق کی۔ اس کا یہ قول مشہور ہے کہ ”اگر مجھے خلا میں کھڑے ہونے کی جگہ مل جائے تو میں

زمین کو اٹھا سکتا ہوں۔“ مراد یہ ہے کہ علم و حکمت کی بدولت نہایت مشکل بلکہ ناممکن کام بھی سرانجام دیے جاسکتے ہیں اور علم و حکمت کا یہ خزانہ اہل صدق و اخلاص کو ان کے ذوقِ عمل اور ذوقِ جستجو کی بدولت مسلسل غور و فکر (توجہ، یکسوئی اور مراقبہ) کی وجہ سے عطا ہوتا ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (297)

**مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ:** ہر شخص ہر وقت تین حالتوں (مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ) میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے یا دیکھ رہا ہوتا ہے یعنی مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے یا دیکھے ہوئے منظر کے بارے میں توجہ اور یکسوئی سے کچھ سوچ رہا ہوتا ہے یعنی حالتِ مراقبہ میں ہوتا ہے یا سوچ کے نتیجے میں کسی نئی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے یعنی وہ حالتِ مکاشفہ سے گزرتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان مشاہدے، مراقبہ اور مکاشفہ کے بغیر ایک لمحہ بسر کر سکے۔ کیونکہ ذہن کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ دیکھے، سوچے اور سمجھے۔ کوتاہی یہ ہے کہ ہم باضابطہ سوچ (مراقبہ) کی عادت نہیں ڈالتے۔ جس طرح آپ لکھنا پڑھنا، کھانا پکانا، سلائی کرنا، سائیکل، موٹر سائیکل، کار، بس، جہاز چلانا سیکھ جاتے ہیں اسی طرح منظم سوچ بچاری ٹریننگ سے آپ بھی عظیم صوفی بزرگ، سائنسدان، شاعر، مصنف، ادیب، مفکر اور رہنما بن سکتے ہیں۔

جتنے بھی عظیم لوگ ہوئے ہیں وہ کامیابی کے چند خاص اصولوں کی بدولت ہی کامیاب و کامران ہوئے ہیں۔ آپ کے لیے بھی غور و فکر اور عمل کے دروازے کھلے ہیں۔ اپنا طرزِ فکر اور طرزِ عمل درست کریں اور عظمتِ انسانی کو پالیں۔

توراز کن فکان ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا تر جہاں ہو جا (298)

**روحانی دنیا میں کارفرما اصول و قوانین:** جس طرح مادی سائنس کی دنیا میں اصولوں، قوانین، نظریات اور تصورات کی حکمرانی ہے اور ان کی بدولت انسان کی کارکردگی اور قوتِ عمل میں گراں قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ نئے اصول و قوانین بھی دریافت ہو رہے ہیں جن کی بدولت کائنات کی وسعتیں سمٹی نظر آتی ہیں۔ اسی طرح روحانی سائنس کی دنیا میں بھی اصولوں، قوانین، نظریات اور تصورات کی حکمرانی ہے۔ تمام انبیاء کرام اور رسل نے انہی کی تعلیم دی اور ان کے مطابق عظمتِ انسانی کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہونے کا راستہ دکھایا ہے۔ مادی سائنس کے برعکس روحانی سائنس کے اصول و قوانین اور تصورات و نظریات زیادہ واضح، حتمی، اٹل اور ابدی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ مادی سائنس کے اصول و قوانین میں تبدیلی کا امکان ہے مگر روحانی سائنس کے اصول و قوانین حتمی، یقینی اور اٹل ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کے انسانوں کے لیے یہ بنیادی اصول و قوانین واضح انداز سے ارشاد فرما دیئے ہیں اور ساتھ ہی ان بنیادی اصول و قوانین کی روشنی میں علم و حکمت کی نئی جہتیں تلاش کرنے کی کھلی اجازت دے دی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”حکمت مومن کی کھوئی ہوئی دولت ہے اُسے جہاں سے بھی ملے ملے لے۔“

جس طرح اصولِ ارشمیدس کے مطابق کھوٹے کھرے سونے کی پرکھ کی جاسکتی ہے اور لیور کے اصول کے مطابق آسانی سے بھاری وزن اٹھائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دنیا کے اصول و ضوابط کی پابندی سے، ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز کام سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (299)

روحانی مشاہدہ و تجربہ:- نائلہ نام کی ایک سٹوڈنٹ نے مجھ سے سوال کیا کہ روحانیت کیا ہے؟ میں نے کہا روحانیت سچ جاننے، سچ ماننے کا نام ہے۔ یہ ایک مشاہداتی و تجرباتی علم ہے جس کی تصدیق دین اسلام کے مسلم آفاقی اصولوں سے ہوتی ہے۔ اس نے کہا کوئی ثبوت دیں؟ میں نے ذاتِ باری تعالیٰ کے عطا کردہ علم اور توفیق سے کہا میں آپ کے بارے میں ایک پیشین گوئی کرتا ہوں، اسے غلط ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اگر یہ درست ثابت ہوئی تو جان لیں کہ روحانیت حق اور سچ ہے۔ اس نے کہا، بتائیں۔ میں نے کہا کسی روز آپ اور آپ کی والدہ اکیڈمی آئیں گی۔ دوپہر کا وقت ہوگا۔ اس وقت آپ کی والدہ نے سفید رنگ کا لباس پہنا ہوگا۔ جب آپ آئیں گی تو میں صحن میں فلاں جگہ پر بیٹھا ہوں گا۔ آپ کی والدہ آپ کی تعلیم کے بارے میں کوئی بات کریں گی اور پھر آپ دونوں، اُس جگہ فلاں صوفے پر بیٹھ جائیں گی۔ یہ سب کچھ بتانے کے بعد میں نے نائلہ بیٹی سے کہا، اب آپ کوشش کریں کہ یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہو۔ اپنی والدہ سے اس کا ذکر نہ کریں اور کبھی بھی انہیں ادھر آنے کو نہ کہیں۔ آپ کو بھی کھلی اجازت ہے جی چاہے تو یہاں آئیں، کوئی پابندی نہیں ہے۔ چند روز بعد بفضلِ تعالیٰ یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ نائلہ اپنی والدہ کے ساتھ اکیڈمی آئی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ نائلہ کی والدہ نے سفید رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ نائلہ نے بتایا کہ اچانک امی جان کا پروگرام بنا اور ہم ادھر آ گئے۔ نائلہ کی والدہ نے نائلہ کی تعلیم کے بارے میں گفتگو شروع کی اور وہ دونوں ماں بیٹی اُسی جگہ پر بیٹھے جہاں کی میں نے نشاندہی کی۔ اس وقت نائلہ نے اپنی والدہ کو میری اس پیشین گوئی کے بارے میں بتایا۔ عزیزانِ من! روحانیت سچائی تک رسائی کا نام ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی سچائی اللہ تعالیٰ ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الكتاب و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ  
والاصحاب والخلفاء والنواب والاتباع والاحباب۔ (آمین)

اور اللہ تعالیٰ پاک اور بزرگ ہے اور درست بات کو خوب جانتا ہے اور اس کے پاس اصل لکھا ہوا ہے اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ  
ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل اور اصحاب اور خلفاء اور تابعین اور تابعین اور دوستوں پر۔ (آمین)

## اسماء الحسنی

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ [الاعراف: 180] ”اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، سو تم ﴿ہمیشہ﴾ اس کو اچھے ناموں سے پکارو“۔

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِّائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مِّنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (300) بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے ﴿99﴾ یعنی ایک کم سو ﴿100﴾ نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کر لیا ﴿یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا﴾ وہ جنت میں پہنچ گیا۔

بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے وہ روایت یہ ہے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِّائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مِّنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهِيمُ، الْعَزِيزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْقَهَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ، الْمُنِذِلُ، السَّيِّعُ، الْبَصِيْرُ، الْحَكَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِيفُ، الْخَبِيرُ، الْحَلِيْمُ، الْعَظِيْمُ، الْغَفُوْرُ، الشَّكُوْرُ، الْعَلِيُّ، الْكَبِيْرُ، الْحَفِيْظُ، الْمُقِيْتُ، الْحَسِيْبُ، الْجَلِيْلُ، الْكَرِيْمُ، الرَّقِيْبُ، الْمُجِيْبُ، الْوَاسِعُ، الْحَكِيْمُ، الْوَدُوْدُ، الْمَجِيْدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِِيْدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيْلُ، الْقَوِيُّ، الْمُتِيْنُ، الْوَلِيُّ، الْحَمِيْدُ، الْمُحْصِي، الْمُبْدِي، الْمُعِیْدُ، الْمُحْيِي، الْمُمِیْتُ، الْحَيُّ، الْقَيُّوْمُ، الْوَاجِدُ، الْمَبْجُوْدُ، الْوَاحِدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخِّرُ، الْأَوَّلُ، الْآخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْوَلِيُّ، الْمُتَعَالٰی، الْبَرُّ، الثَّوَابُ، الْمُنتَقِمُ، الْعَفُو، الرَّؤُوْفُ، الْمَالِكُ الْمَلِكُ، ذُو الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ، الْمُقْسِطُ، الْجَامِعُ، الْغَنِيُّ، الْمُغْنِي، الْمَنَافِعُ، الضَّارُّ، النَّافِعُ، الثَّوْرُ، الْهَادِي، الْبَدِيْعُ، الْبَاقِي، الْوَارِثُ، الرَّشِيْدُ، الصَّبُوْرُ (301)

قرآن کریم میں اسماء الحسنی اور صفات خداوندی کو جگہ جگہ نہایت وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر خالق کائنات کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جو انسانوں کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ سودمند اور مفید چیز ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ رَزَّاق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود بہت سی چیزوں کو رَزَّاق سمجھنے لگتے ہیں۔ کوئی باپ کو، کوئی شوہر کو، کوئی بادشاہ کو رَزَّاق خیال کرتا ہے، تو کوئی کھیتی اور دکان کو رَزَّاق سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَاب بھی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود جرائم پیشہ ہو

جاتے ہیں اور گناہوں سے باز نہیں آتے، اور جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اَرْحَمُ الرَّحِمِينَ ہیں، وہ رحمت خداوندی سے نا اُمید اور مایوس ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے مجرم ہیں کہ ہماری ہر گز بخشش نہیں ہو سکتی پھر وہ بے لگام ہو جاتے ہیں۔ الغرض اسماء الحسنیٰ اور صفات خداوندی کی معرفت کے بغیر انسانوں کی اصلاح اور نفوس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا اس لیے صفات خداوندی کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

1۔ اسماء الحسنیٰ کو سمجھ کر یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف جاننا اور ماننا چاہیے تاکہ ذات و صفات باری تعالیٰ کے بارے میں درست اور واضح عقیدہ قائم ہو جائے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا حاصل کرنے کے لیے ان ناموں کا خوب ورد کرنا چاہیے۔ ان کے ورد سے انسان رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اسے بے شمار دینی، دنیوی اور اخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جو ان ناموں کو یاد کر لے گا جنت میں جائے گا۔

جنت کیا خوب ٹھکانہ ہے جہاں انسان کو دیدار الہی اور دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوگا۔ جہاں اہل حق کا قرب نصیب ہوگا اور معرفت و قرب الہی پانے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

## جدول اسماء الحسنیٰ

اسماء حسنی	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
اللہ	اسم ذات ہے	66	259	جلالی	آتش	جملہ مقاصد کے لیے
الرحمن	اپنے فضل سے رحم فرمانے والا	298	406	جمالی	خاکی	فضل و رحمت کی درخواست کے لیے
الرحیم	رحمت سے اجر دینے والا	259	311	جمالی	خاکی	برائے فلاح دارین
المَلِک	بادشاہ مطلق	90	262	مشرک	خاکی	برائے قیام ملک
القدوس	جمع عیب و نقصان سے طاہر	170	349	جمالی	آبی	برائے صفائی باطن
السلام	سلامت رکھنے والا	131	392	جمالی	بادی	برائے شفاء و مریض و سلامتی
المومن	بے خوف کرنے والا	136	299	جمالی	آتش	برائے تحفظ از شر ارجن و انس
المہین	جمع نہاں و آشکار کا شاہد	145	303	جمالی	آتش	برائے اطلاع و اسرار حقائق
العزیز	غالب، عزت دینے والا	94	157	جمالی	آتش	برائے عزت و وسعت رزق
الجبار	غلبہ و جبر والا	206	368	جلالی	آتش	برائے امان و مغلوبی دشمن
المتکبر	اپنی بزرگی ظاہر کرنے والا	662	796	جلالی	خاکی	برائے بزرگی و دفع دشمنان

اسماء حسنی	معانی	ایجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
الخالق	پیدا کرنے والا	731	964	جلالی	خاکی	برائے نورِ قلب و استقرارِ حمل
الباری	صفت و خاصیت کا پیدا کرنے والا	213	326	مشرک	آتش	برائے سکون در قبر و طلبِ حقیقت
المُصور	صورت نقش کرنے والا	336	399	جمالی	آتش	برائے زینِ عقیقہ
الغفار	بخشنے والا	1281	1453	جمالی	آتش	برائے مغفرت و عفو گناہاں
القہار	مصلحت سے قہر نازل کرنے والا	306	499	جلالی	خاکی	برائے ترک دنیا و مقہوری دشمنان
الوہاب	بے غرض بخشنے والا	14	133	جمالی	آتش	برائے توسیعِ رزق و حصولِ مقاصد
الرزاق	رزق دینے والا	308	501	جمالی	آتش	برائے توسیعِ رزق
الفتاح	ہر کارِ بستہ کھولنے والا	489	602	جلالی	آتش	برائے انشراحِ قلب و فتوحِ کارِ با
العلیم	ہر شے سے باخبر	150	302	جمالی	خاکی	برائے حصولِ معرفت و انکشافِ امور
القابض	حکمت کے سبب تنگی کرنے والا	903	1100	جلالی	بادی	برائے تحفظِ دشمنان و دفعِ اعداء
الباسط	رزق کھولنے والا	72	244	جمالی	بادی	برائے وسعتِ رزق
الرافع	رفعت دینے والا	351	823	جمالی	بادی	برائے رفعت و لوگری
الخافض	پست کرنے والا	1481	1598	جلالی	آتش	برائے دفعِ اعداء
المُعزّ	عزت دینے والا	117	228	جمالی	خاکی	برائے عزّت و ہیبت
المذل	ظالم کو ذلیل کرنے والا	770	892	جلالی	آتش	برائے تذلیلِ دشمنان
السمیع	سُننے والا	180	351	جمالی	آتش	برائے استجابِ دعا
البصیر	دیکھنے والا	302	310	جمالی	خاکی	برائے بصارتِ قلب و حصولِ عنایتِ خدا
الحکیم	صاحبِ حکمت	78	211	جلالی	آتش	برائے فراخیِ رزق
العدل	انصاف کرنے والا	104	236	مشرک	آتش	برائے خلاصیٰ از شرِ ظالمان
اللطیف	پاکیزہ اور مہربان	129	173	جمالی	آتش	برائے دفعِ شدّت و سختی
الخبیر	ہر پہنہاں اور آشکار سے باخبر	812	816	جمالی	آتش	برائے اطلاعِ اسرارِ پوشیدہ
الرقیب	ہر چیز کا حال دیکھنے والا	312	396	جمالی	آتش	برائے دفعِ دشمن قوی
الحلیم	بردبار	88	181	جمالی	آبی	دفعِ غضب و جور و تخییرِ خلق
المُجیب	دعا کا قبول کرنے والا	55	157	جمالی	بادی	برائے قبولیتِ دعا
الواسع	وسعت دینے والا	137	174	جمالی	آتش	برائے وسعتِ رزق و فتوحِ کارِ با



اسماء حسنی	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
الحکم	مضبوط اور درست گفتگو والا	68	200	جمالی	خاکی	برائے حکومت و اجرائے حکم
الودود	نیکیوں کا دوست	20	96	جمالی	آتش	برائے اُلفت و محبت
العظیم	بزرگ تر	1020	1132	مشترک	آبی	برائے عظمت و بزرگی
الغفور	بخشنے والا	1286	1255	جمالی	خاکی	برائے دفع و سواس و عفو گناہان
الشکور	نیکیوں کا شکر قبول کرنے والا	526	675	جمالی	خاکی	برائے شفاۓ امراض
العلی	سب سے برتر	110	212	جمالی	خاکی	برائے علو مراتب
الکبیر	سب سے بڑا	232	316	جمالی	آتش	برائے عزت و بزرگی و دبہ
الحفیظ	نگہبان	998	1002	جمالی	خاکی	برائے تحفظ از آسیب و جتنہ دشمنان
المقیت	قوت دینے والا	550	683	جمالی	آتش	برائے صبر بر جوع و دفع شدائد
الحسیب	حساب کرنے والا	80	43	مشترک	آتش	برائے امان از خوف و حصول مدعا
الجلیل	بزرگ	73	206	جلالی	آتش	برائے عزت و حرمت، قدر و منزلت
الکریم	کرم کرنے والا	270	403	جمالی	خاکی	برائے بزرگی و وسعت رزق
المجید	سب سے بزرگ	57	189	جمالی	آتش	برائے شفاۓ علل و اسقام
الباعث	اسباب پیدا کرنے والا	73	745	مشترک	آتش	برائے انشراح قلب و حصول مقاصد
الشہید	مردوں کو زندہ کرنے والا	319	412	مشترک	بادی	برائے قبولیت و اطاعت زن
الحق	سچا۔ ثابت	108	192	مشترک	آتش	برائے تزکیہ نفس و حصول گمشدہ
القوی	پوری قدرت رکھنے والا	116	205	جلالی	آتش	برائے قوت و غلبہ و دفع دشمنان
الوکیل	کام کرنے والا۔ نگہبان	66	196	جمالی	خاکی	برائے مقاصد بزرگ و کفایت دشمنان
المتین	قوت والا۔ توانا	500	608	جلالی	آتش	برائے شفقت سلطان
الولی	نیکیوں کا دوست	46	95	جمالی	خاکی	برائے فتوح غیبی
الحمید	پاک صفات والا	62	145	جمالی	خاکی	برائے حصول اوصاف حمیدہ
المحصى	شمار کرنے والا	148	205	جمالی	آتش	برائے آسانی حساب روز جزا
المبیدی	عدم سے عالم وجود میں لانیوالا	56	139	جلالی	آتش	برائے تمام امور و حصول اولاد
المعید	وعدہ کرنے والا	124	266	جلالی	آتش	برائے حصول گمشدہ اور واپسی گریختہ
المُحیی	زندہ کرنے والا	68	131	جمالی	آتش	برائے حصول حیات علمی، ایمانی و عرفانی

اسماء حسنیٰ	معانی	ایجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
المُہیت	مُردہ کرنے والا	490	592	جلالی	آتش	برائے ضبطِ نفس و دفعِ دشمن
الحیّ	ہمیشہ زندہ رہنے والا	18	20	جلالی	آتش	برائے حصولِ شفا و تحفظِ مرگِ مفاجات
القیوم	ہمیشہ قائم	156	295	جلالی	آتش	برائے قبولیتِ دعا و حصولِ راحت
الواجد	یکتا کاموں کا بنانے والا	14	212	جمالی	خاکی	برائے نورانی قلب و فراوانیِ نعمت
الماجد	بزرگی عطا کرنے والا	48	289	جمالی	خاکی	برائے نورِ باطن
الواحد	یکتا و تنہا	19	168	مشترک	بادی	برائے مہمات و شفائے بیمار
الاحد	خدائی میں تنہا	13	155	جمالی	آتش	برائے ظہورِ ملائکہ
الصمد	پاک، بے نیاز	134	220	جمالی	خاکی	برائے وسعتِ رزق
القادر	قدرت والا	305	828	جلالی	آتش	برائے قدرت و غلبہ و نصرت
المقتدر	تقدیر کرنے والا	744	1208	جلالی	آتش	برائے غلبہ بردشمن و تصرف
المقدم	آگے کرنے والا	184	396	مشترک	آتش	برائے دفعِ خوف
الموخر	پیچھے کرنے والا	846	905	مشترک	خاکی	برائے محبتِ خدا و عفوِ گناہاں
الاول	پہلے سب سے	37	195	مشترک	آتش	برائے احضارِ غائب و طلبِ فرزند
الآخر	سب سے آخر قائم رہنے والا	801	913	مشترک	آتش	برائے حصولِ ایمان و قوت و تصرف
الظاهر	کھلی ہوئی ہستی والا	1106	1118	مشترک	خاکی	برائے اظہارِ امر مخفی و روشنیِ چشم
الباطن	پنہاں	62	320	مشترک	خاکی	برائے اظہارِ اسرار
الوالی	کار ساز - وارث	47	206	مشترک	بادی	برائے تحفظِ مکان از زلزلہ و صاعقہ
المتعالی	بزرگ و برتر	551	814	مشترک	بادی	برائے علومِ مراتب و تحفظِ از شیاطین
البزّ	نیوکار	202	204	جمالی	خاکی	برائے نجاتِ آفات و حصولِ مقاصد
التّواب	توبہ قبول کرنے والا	409	606	جمالی	آتش	برائے عفوِ گناہاں و تحفظِ از بلاہا
المنتقم	انتقام لینے والا	630	868	جلالی	آتش	برائے انتقامِ از ظالم
المنعم	نعمت دینے والا	200	416	مشترک	خاکی	برائے حصولِ نعمت
العفو	گناہ معاف کرنا والا	156	224	جمالی	آتش	برائے عفوِ گناہاں
الروّف	درگزر کرنے والا	286	295	جمالی	آتش	برائے لطف و مہربانی
مالك الملك	تمام خلقت کا مالک	212	716	جلالی	آتش	برائے قبولیتِ دعا

اسماء حسنی	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
ذوالجلال	صاحب عظمت	801	1232	جلالی	آتش	برائے عظمت
والاکرام	صاحب عزت و بخشش	299	809	جلالی	آتش	برائے بزرگی
الرب	پروردگار	202	204	جلالی	آتش	برائے تحفظ اولاد
المقسط	انصاف کرنے والا	209	401	جلالی	آتش	برائے دفع وسواس و خیالات فاسدہ
الجامع	جمع کرنے والا	114	384	مشترب	خاک	برائے دفع فقر و غربت و افتراق
الغنی	بے پرواہ	1060	1177	مشترب	آتش	برائے حصول تمنا
المغنی	بے نیاز	1100	1267	جمالی	آتش	برائے حصول تو نگری
المعطی	عطا کرنے والا	129	241	جلالی	آبی	برائے حصول مراد
المانع	باز رکھنے والا	201	437	جلالی	آبی	برائے دفع دشمن
الضار	زیاں کرنے والا	1001	1117	جلالی	آبی	برائے دفع ضرر دشمن
النافع	نفع پہنچانے والا	161	437	جمالی	آبی	برائے حصول منفعت
النور	روشن کرنے والا	256	320	مشترب	آبی	برائے نور قلب
الهادی	راہ دکھانے والا	20	163	جمالی	آبی	برائے حصول حکمت
البدیع	نادر پیدا کرنے والا	86	179	مشترب	خاک	برائے حصول مناصب و مرادات
الباقی	ہمیشہ رہنے والا	113	306	جمالی	آبی	برائے بقائے ملک و محبوبیت
الوارث	سب کے بعد رہنے والا	707	826	جلالی	آبی	برائے حصول اولاد
الرشید	رہنمایا عالم	514	607	مشترب	خاک	برائے فتوح امور کلیہ
الصبور	عذاب نازل کرنے میں بردبار	298	312	جمالی	بادی	برائے حصول صبر
الستار	چھپانے والا	161	833	جلالی	آبی	برائے پردہ پوشی عیب و گناہ
التَّعِیْمُ	نعمت دینے والا	170	337	جمالی	خاک	برائے حصول دولت
الوَّالی	قدرت میں برتر	47	206	مشترب	بادی	برائے اختیارات و قبضہ

## جدول اسماء الحسنیٰ بمطابق عددی قیمت

213	بَارِئ	124	مُعِیْتُ	66	اللّٰهُ	11	هُوَ
215	طَاهِر	129	مُعْطٰی	66	وَکِیْل	13	اَوَّل
229	اَحْكَمُ الْحَاکِمِیْنَ	129	لَطِیْف	67	مُحِیْط	13	اَحَد
232	کَبِیْر	131	سَلَام	68	حَکَم	14	وَاجِد
254	مُطَهَّر	134	صَمَد	69	حَاکِم	14	وَهَّاب
256	نُور	136	مُؤْمِن	72	بَاسِط	16	اِلَه
258	رَحِیْم	137	وَاسِع	73	جَلِیْل	18	حَیّ
270	کَرِیْم	141	اَعْلَم	78	حَکِیْم	19	وَاجِد
284	فَرْد	141	عَالِم	80	حَسِیْب	20	هَادِی
287	رَوْف	145	مُهَيِّیْنَ	83	جَمِیْل	20	وَدُوْد
298	رَحْمَن	148	مُحْصِی	85	دَاعِی	23	طَبِیْب
298	صَبُوْر	150	عَلِیْم	86	بَدِیْع	37	اَوَّل
302	بَصِیْر	156	قَیُّوْم	88	حَلِیْم	37	زَکِی
305	قَادِر	156	عَفُو	90	مَلِک	46	وَلِی
306	قَاهِر	170	قُدُّوْس	94	عَزِیْز	47	وَائِی
308	رَازِق	180	سَمِیْع	104	عَدَل	47	اَوَّلِی
308	رَزَّاق	181	مَالِکُ الْمَلٰٓئِکَ	108	حَقّ	48	مَا جِد
312	رَقِیْب	184	مُقَدِّم	109	حَنَّان	55	دَائِم
312	قَرِیْب	201	نَافِع	110	عَلِی	55	مُجِیْب
314	قَدِیْر	202	بَرّ	111	کَافِی	57	مُجِیْد
319	شَهِیْد	206	جَبَّار	113	بَاقِی	58	مُحْیِ
332	کَبِیْر	209	مُقْسِط	114	جَامِع	62	بَاطِن
336	مُصَوِّر	212	مَالِکُ الْمَلٰٓئِکَ	116	قَوِی	62	حَمِیْد

341	سَنَّا	662	غَالِبٌ	1033	
351	مُتَكَبِّرٌ	662	ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ	1100	
360	وَارِثٌ	707	غَنِيٌّ	1060	
390	خَالِقٌ	731	مُغْنِيٌّ	1100	
409	مُقْتَدِرٌ	744	ظَاهِرٌ	1106	
489	مُذِلٌ	770	مَظْهَرٌ	1145	
500	ذُو الْجَلَالِ	801	خَيْرُ النَّاصِرِينَ	1242	
514	خَبِيرٌ	812	غَفَّارٌ	1281	
526	مُؤَخِّرٌ	846	غَفُورٌ	1286	
550	أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ	941	غِيَاثٌ	1511	
551	حَفِيفٌ	998			
588	صَبَّارٌ	1001			
613	عَظِيمٌ	1020			

آپ اپنے کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے دو یا دو سے زیادہ اسماء ملا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً

179	يَا مَالِكُ يَا اللَّهُ	250	يَا عَلِيمُ يَا حَكِيمُ
195	يَا لَطِيفُ يَا اللَّهُ	577	يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ
195	يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ		

اپنے نام کے اعداد کے مطابق اسم باری تعالیٰ کے ساتھ حسب ضرورت کوئی قرآنی آیت یا کلمہ بھی ملا کر پڑھے جاسکتے ہیں۔  
چند ایک آیات مقدسہ اور کلمات مبارکہ کے اعداد درج ذیل ہیں:

165	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	800	فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
409	حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ	849	سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ الرَّحِيمِ
450	حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ		

1۔ مندرجہ بالا فہرست میں اسماء، قرآنی آیات اور کلمات مبارکہ کے ساتھ جو اعداد دیئے گئے ہیں خود بھی ان کے میزان کی جانچ کر لیں تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔

## اسمائے جمالی، اسمائے جلالی اور اسمائے مشترک

درج ذیل پینتالیس (45) اسمائے باری تعالیٰ اسمائے رحمت کہلاتے ہیں۔ یہ بلندی مرتبہ، کشائشِ رزق، امراء و وزراء، سلاطین و افسران سے سرخروئی حاصل کرنے، فتحِ مندیِ جنگ، تسخیر، محبت اور دوستی کے امور و عملیات میں کام دیتے ہیں۔

يارحمن	يارزاق	يالطيف	ياحكيم	يامعطى	ياماجد	يانور	يا احد	يارحيم
298	308	129	78	129	48	256	13	258
يافتاح	ياغفور	ياحليم	يانافع	ياصمد	ياهادى	يانعيم	ياسلام	يابارى
489	1286	88	201	134	20	170	131	213
ياشكور	ياودود	يارشيد	يابز	ياباقى	ياضار	يامهين	ياباسط	يا كريم
526	20	514	202	113	1001	145	72	250
ياولى	ياحى	ياغفو	ياواحد	ياوهاب	يامعز	ياواسع	ياغنى	ياقبيوم
46	18	56	14	14	117	137	1060	156
يارؤف	ياوكيل	يامومن	ياغفار	ياحفيظ	ياكفيل	ياهى	ياتواب	ياصبور
286	66	136	1281	998	140	58	409	298

ان تمام ناموں سے سات اسماء یا بَاسِطُ یا سَلَامُ یا فَتْحُ یا مُعِزُّ یا لَطِيفُ یا کَرِیْمُ یا وَاسِعُ بلندی مرتبہ اور کشائشِ رزق کے عملیات میں کام دیتے ہیں۔ نو (9) اسماء یا رَحْمٰنُ یا رَحِیْمُ یا حَکِیْمُ یا حَفِیْظُ یا حَیُّ یا قَیُّوْمُ یا فَتْحُ یا رَافِعُ یا هَادِیُّ بادشاہوں، امیروں اور افسروں کی تسخیر کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سات (7) اسماء یا حَفِیْظُ یا سَلَامُ یا تَافِعُ یا بَاقِیُّ یا کَرِیْمُ یا عَفْوُ یا هَادِیُّ بیمار کی صحت اور حصولِ تندرستی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ تین اسماء ہُوْدُ یا بُدُوْخُ یا لَطِیْفُ حُب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

یہ اکیس نام باری تعالیٰ اسمائے ہیبت کہلاتے ہیں اور بغض، عداوت، دشمنی، جدائی، تہر و غضب کے عملیات میں کام دیتے ہیں۔ ان تمام اسماء میں سے **يَا قَهَّارُ** یا **مُذِلُّ** اور **يَا حَبَّارُ** بہت پر تاثیر ہیں۔

يَا مُتَكَبِّر	يَا مُنْتَقِم	يَا قَوِي	يَا جَبَّار	يَا مُقْتَدِر	يَا جَلِيل	يَا عَزِيز
622	630	116	206	744	73	94
يَا مُعِيد	يَا قَابِض	يَا مُقْسِط	يَا مُبْدِئ	يَا قَهَّار	يَا ذُو الْجَلَال	يَا مُتِين
124	903	209	56	306	801	500
يَا مُلْكُ الْمُلْك	يَا قَادِر	يَا عَلِي	يَا وَارِث	يَا حَمِيد	يَا مُذِل	يَا مُنَاع
212	305	110	707	90	770	161

اسمائے جلالی اور جمالی کے علاوہ باقی جس قدر اسماء ہیں۔ ان کو اسمائے مشترک کہتے ہیں۔ وہ بین الجلال و بین الجمال ہیں۔ وہ ہر قسم کی جائز حالات میں مدد دیتے ہیں۔ (302)



## اسم اعظم

اسم اعظم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ خاص اسم ہے جس کی برکت سے ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ عالم فقہی لکھتے ہیں: اسم اعظم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی یا ذاتی نام ہے جسے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق پیدا ہوتا ہے اور معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسم اعظم پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مالا مال کر دیتا ہے، وہ اپنے رب سے اسم اعظم کی بدولت جو کچھ مانگتا ہے سو پاتا ہے۔ اسم اعظم کے صدقے اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو اسم اعظم کا راز ہاتھ آ جاتا ہے وہ اس کے خاص بندے بن جاتے ہیں۔ اللہ انہیں دین و دنیا میں انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔ انہیں نہ مٹنے والی عزت ملتی ہے اور نہ ختم ہونے والی دولت میسر آتی ہے گویا کہ اسم اعظم ہر کام کی کنجی ہے اور گونا گوں فیوض و برکات کا حامل ہے۔

اللہ کا ذاتی نام اور ہر صفاتی نام اس کی ایک خاص شان کا مظہر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس شان یعنی جس صفاتی نام سے پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس شان کے فیوض و برکات سے اسے نواز دیتا ہے اور اپنی اس خاص شان کا راز اس پر کھول دیتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو رحمن کہہ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے مالا مال کر دیتا ہے اور اس کا وجود دوسروں کے لیے باعث رحمت بنا دیتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ جس نام سے ہم اسے پکاریں گے اسی سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہو جائے گی اور یہی قربت جس لفظ سے میسر آتی ہے وہ اسم اعظم ہوتا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ معبود ہے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اس لیے لفظ اللہ یا ایسی آیت جس میں یہ لفظ ہو کہ اللہ ہمارا معبود ہے وہ اسم اعظم ہے لہذا لفظ اللہ اور لا الہ الا اللہ اسم اعظم ہے۔

ایسے ہی اللہ اپنی مخلوق پر ہر وقت رحم کرتا ہے لہذا لفظ رحمن اور رحیم یا ایسی آیت جس سے رحمت باری کا مفہوم ظاہر ہو وہ اسم اعظم ہوگی، اسی طرح اللہ ہمیشہ سے قائم دائم اور زندہ ہے۔ لہذا جو شخص اسے سُبْحٰنَ الْقَيُّوْمِ کہہ کر پکارتا ہے وہ اس شخص کو ہمیشہ کے لیے قائم دائم کر دیتا ہے لہذا یہ لفظ اور ایسی آیت جس سے قائم اور ہمیشہ زندہ رہنے کا مفہوم نکلے وہ اسم اعظم ہوگی۔ اسی طرح اُس کی ایک اور شان یہ ہے کہ ہر چیز کا خزانہ اس کے پاس ہے یعنی اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ ہر لحاظ سے بے نیاز اور مالا مال ہے لہذا لفظ اللہ الصّمد اسم اعظم ہوا، اس لیے جو اسے اللہ الصّمد یعنی یہ کہتا ہے کہ تو میرا بے نیاز معبود ہے تو وہ اسے بے نیاز بندہ بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لفظ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، یَا لطیف۔ یَا قَادِر۔ یَا عَلِیُّ۔ یَا بَدِیع اسم اعظم ہیں کیونکہ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی ایک خصوصی شان مضمر ہے جو ان الفاظ کے پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس ضابطہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کے الفاظ کا شمار اسم اعظم میں ہوتا ہے اور ان اسماء کو کثرت سے پڑھنے کے بعد جو دعا بھی اللہ کے حضور کی جائے وہ ان شاء اللہ قبول ہوگی۔

اسم اعظم کے بارے میں ارشادات نبوی ﷺ:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن اسمائے الہی، آیات یا کلمات میں شانِ الہی کا خصوصی جلوہ مشاہدہ فرمایا ان کی بطور اسم اعظم نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی اسم پاک اسم اعظم نہیں ہے بلکہ متعدد اسماءِ حسنیٰ اور کلمات کو اسم اعظم قرار دیا گیا ہے۔ یہ خاص روحانی راز تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل کریں۔

1۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم نہ بتا دوں کہ جب اس کو پکارا جائے اجابت کرے اور جب اس سے سوال کیا جائے، عطا فرمائے۔ وہ دعا یہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام نے تین تاریکیوں میں کی تھی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔

اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہوں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خاص دعا حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہے یا سب مسلمانوں کے لیے؟ فرمایا آپ نے خدا کا ارشاد نہ سنا کہ:

فَلَسْتُ جَبَّارًا وَلَا نَجْبًا مِنْ الْعَمِّ ۖ وَ كَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٨﴾ الانبیاء [21:88]

پس ہم نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اسے غم سے نجات دی اور یوں ہی نجات دیں گے ایمان والوں کو۔ (303)

2۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ (مشکوٰۃ)

اے اللہ میں تجھ سے اس لیے التجا کرتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، نہ تو نے کسی کو جنا اور نہ تو کسی سے جنا گیا اور تیرا کوئی ہم سر نہیں۔

ارشاد فرمایا اللہ کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسم اعظم لے کر سوال کیا کہ جب اس سے سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے۔ (304)

3۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے:

وَاللَّهُمَّ إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿٢٩﴾ اَللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴿٣٠﴾

البقرہ [2:163] + آل عمران [3:1-2]

اور وہی تمہارا واحد معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو رحمن و رحیم ہے ۝ الف لام میم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ قائم ہے۔ (305)

4۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے زید بن صامت رضی اللہ عنہ کو یوں دعا کرتے سنا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ۔

اے اللہ میں تجھ سے استجا کرتا ہوں بے شک تو ہی حمد کے لائق ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اے بہت زیادہ مہربان اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے جلال اور اکرام کے مالک اے زندہ اور قائم۔

فرمایا یہ اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس سے پکارا جائے۔ اجابت کرے اور جب مانگا جائے عطا فرمائے۔ (306)

5۔ حدیث میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنُ وَاَدْعُوْكَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرْ لِّیْ وَتَرْحَمْنِیْ  
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں اسم اعظم ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

6- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو ان پانچ کلموں سے دعا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اُسی کا تمام ملک ہے اور اُسی کی تمام تعریف اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی بھی طاقت اور کوئی بھی قوت اس کے بغیر میسر نہیں ہے۔

7- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس کچھ دعائیں لائے اور عرض کی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حاجت پیش آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیڑہ کر دعا مانگیں۔

يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا صَرِيحَ الْمُسْتَضَرِّ حَيْنَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ يَا كَاشِفَ السُّوءِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ يَا مُجِيبَ الدَّعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ بِكَ أُنْزِلُ حَاجَتِي وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهَا فَاقْضُهَا-

8۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ یَا رَبُّ یَا رَبُّ کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَبَّيْكَ اے میرے بندے مانگ کہ تجھے دے دوں۔ (راہ ابن الی الدنایا عن عائشہؓ)

9۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام اذکار سے افضل کلمہ طیبہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔)

10۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو یہ کہہ رہا تھا یا اَرْحَمَ الرَّحِیْمِؑ ط اے سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو جو چاہے مانگ اللہ کی نگاہِ رحم تجھ پر ہے۔ (حسن حصین)

امام جعفر صادق علیہ السلام، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم

میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اس اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔ بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعین میں ان کا اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں درج ذیل کل چودہ قول ہیں:

- 1۔ امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم ”ہو“ ہے۔
- 2۔ اسم اعظم ”اللہ“ ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔
- 3۔ اسم اعظم ”اللہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ ہے۔ اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔
- 4۔ اسم اعظم ”اللہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ“ ہے۔ کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اور سورہ آل عمران کی ابتداء اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (307)
- 5۔ اسم اعظم ”الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ ہے کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔ البقرہ، آل عمران اور طہ۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ”الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔ (308)
- 6۔ ”الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (309)
- 7۔ ”بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ اس کو امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔
- 8۔ ”ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے یا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔
- 9۔ ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔ (310)
- 10۔ ”رَبِّ رَبِّ“ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابودرداء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر رَبِّ رَبِّ ہے۔ اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ رَبِّ رَبِّ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا۔“

11- ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

12- ”هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ“ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انہوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

13- اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

14- اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے۔ اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جلد 11)

اسم اعظم کے بارے میں اکابرین امت کی آراء:

1- حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسم اعظم اللہ اللہ اللہ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ہے۔

2- ابو امامہ باہلی صحابی رضی اللہ عنہ کے شاگرد قاسم بن عبد الرحمن شامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اسم اعظم الْحَيُّ الْقَيُّومُ ہے۔

3- امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہے کہ اسم اعظم کلمۃ توحید ہے۔ از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیاء کرام نے کلمہ ہو کو اسم اعظم بتایا۔

4- بعض علماء یَا رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالْأَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کو اسم اعظم کہتے ہیں۔

5- بعض علماء نے یَا اللَّهُ یَا رَحْمَنُ یَا رَحِیمُ کو اسم اعظم کہا ہے۔

اسم اعظم..... اسم ذات:-

1- قرآن وحدیث میں اسم ذات کی فضیلت کا خصوصاً ذکر ہوا ہے۔ زیادہ تر اولیاء اللہ نے اسم ذات کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَإِذْ كُنَّا نَمُرُّ بِكَ وَنَبْتَئِلُ إِلَيْهِ نَبْتِيلًا ۝ [المزمل: 73:8]

اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا، اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

وَإِذْ كُنَّا نَمُرُّ بِكَ بِكُمُ اللَّائِي وَآصِيًا ۝ [الدھر: 76:25]

اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو صبح بھی اور شام بھی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ ”اللَّهُ اللَّهُ“

جب تک روئے زمین پر ”اللہ اللہ“ کا ذکر نہ ہوگا تو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں لفظ اللہ کا ذکر کر رہا ہے، اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ ”اللَّهُ اللَّهُ“۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی ”اللہ اللہ“ کا ورد کرنے والے پر قیامت قائم نہیں ہوگی.....“
- 2۔ علامہ ابن عابدین اپنے مشہور حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”لفظ اللہ اسم اعظم ہے۔“
- 3۔ امام طحاوی اور کثیر علماء و صوفیاء نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے حتیٰ کہ وہ فرماتے ہیں کہ صاحب مقام کے لیے لفظ ”اللہ“ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔
- 4۔ علامہ الحادمی لکھتے ہیں کہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، الکسانی، الشیخی، اسماعیل ابن اسحاق، ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک لفظ ”اللہ“ اسم اعظم ہے۔ اور یہی عقیدہ صوفیائے کرام اور مشائخ کا ہے اور ان کے نزدیک صاحب مقام کے لیے لفظ ”اللہ“ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے: ”قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ دُرُّهُمْ“۔ الانعام [6:91] فرمادیجئے: (یہ سب) اللہ (ہی) کا کرم ہے) پھر آپ انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیں۔
- 5۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ”اللہ“ کا ذکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے رب کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ وہ احکام الہیہ پر سختی سے کاربند اور دل کے ساتھ اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار و تجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔
- 6۔ سید ابوالعباس موسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے سالک! تجھے ”اللہ، اللہ“ کا ذکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسم تمام اسماء کا سلطان ہے۔ اس کا آغاز علم اور انتہاء نور ہے لیکن یہ نور بالذات مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصود وہ کشف اور مشاہدہ ہے جو ذکر کو حاصل ہوتا ہے، اس لیے اسی اسم کا ذکر بکثرت کرنا چاہیے باقی تمام اذکار پر اسے ترجیح دینی چاہیے۔ کیونکہ یہ ذکر کلمہ توحید میں موجود تمام عقائد، علوم، آداب اور حقائق کو شامل ہے۔
- 7۔ عارف باللہ ابن عجیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ ”اللہ“ سلطان الاسماء اور اسم اعظم ہے۔ ذکر زبان کے ساتھ اس ذکر میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ یہ ذکر اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے انوار ذکر کے کلیات و جزئیات میں سرایت کر جاتے ہیں، اور پھر ذکر زبان سے دل کی طرف، اور دل سے روح کی طرف، اور روح سے سر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت و صامت ہو جاتی ہے، اور ذکر کو وصال اور مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔
- 8۔ شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اے مرید صادق! لفظ ”اللہ“ کے ذکر پر ثابت قدم رہ جبکہ تجھے اس کی کسی مرشد کامل نے اجازت دی ہو۔ کیونکہ یہ ذکر خواہشات نفسانیہ کو ان کی جڑوں سے اکھڑ دیتا ہے۔ اور بعض اوقات مرید کو ابتداء میں اس ذکر کی وجہ سے حرارت اور تنگی محسوس ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کا نفس اس ذکر کا عادی نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ذکر دل سے عالم خلق کو زائل کر دیتا ہے اور اسے کائنات سے خالی کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض مشائخ ابتداء میں اپنے مرید کو لا الہ الا اللہ کے ذکر کا حکم دیتے ہیں۔ جب ان کے دلوں میں نفی و اثبات پہنچتے ہو جاتا ہے تو انہیں لفظ اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اس پر دوام اور اس کی تلقین برداشت کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اگر مرید ابتداء میں اس تلقین پر صبر نہ کر سکے اور اس ذکر کو ترک کر دے تو منازل سلوک میں آگے ترقی نہیں کر



سکتا۔ اور اپنی کم ہمتی کی وجہ سے خیر کثیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ مگر جو مرید صادق اس ذکر کا پختہ ارادہ کر کے صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو یہ اسم اس کے دل میں نقش اور کندہ ہو جاتا ہے۔ غفلت اور کاہلی دور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ مبارک اسم اس کی رگوں میں سرایت کر کے اس کی روح کے ساتھ مل جاتا ہے۔ پھر مذکور (ذات باری تعالیٰ) ہمیشہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جب لوگ غفلت کریں تو وہ غافل نہیں ہوتا اس وقت وہ مقام احسان پر فائز ہو جاتا ہے جس کی طرف نبی پاک ﷺ نے اپنی اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے: (الْحَسَنُ) اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ (311)

حاصل کلام:- اسم اعظم میں دنیا و آخرت میں کامیابی اور مشکلات کا حل موجود ہے بشرطیکہ خلوص دل سے اس کا وظیفہ کیا جائے بلکہ ولایت کا راز ہی اسم اعظم ہے۔

دعائے اسم اعظم:- امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسم اعظم کی تحقیق میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ بہ سبب خوف ضخامت اس پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ بعض محققین نے فرمایا ہے کہ یہ دعاسب کی جامع ہے وہ سب اسم اعظم جو بزرگوں سے منقول ہیں، اس میں آ جاتے ہیں، دعایہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ  
وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا خَيْرَ الْوَارِثِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا سَمِيعَ الدُّعَاءِ يَا اَللّٰهُ يَا  
اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا عَالِمُ يَا سَمِيعُ يَا عَلِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا مَالِكُ الْمَلِكِ يَا مَلِكُ يَا سَلَامُ يَا حَقُّ يَا  
قَدِيْمُ يَا قَائِمُ يَا غَنِيُّ يَا مُحِيْطُ يَا حَكِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا قَاهِرُ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيْمُ يَا هَفِيْ  
يَا مُعْطِيُّ يَا مَانِعُ يَا مُعْطِيُّ يَا مُقْسِطُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا رَبُّ يَا رَبُّ يَا وَهَّابُ  
يَا غَفَّارُ يَا قَرِيْبُ يَا لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ اَنْتَ حَسْبِيْ وَنَعْمَ  
الْوَكِيْلُ وَاسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى الْاَعْظَمُ الَّذِيْ اِذَا سُوِّدَ بِهِ اَعْطِيَ وَاِذَا دُعِيَ بِهِ اُجَابَ اَللّٰهُمَّ  
اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ  
يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (حسن حصین)

تمام منقول و معروف اسمائے اعظم پر مشتمل ایک اور دعا بھی معروف ہے اور مشائخ کے وظائف میں شامل ہے۔ وہ دعایہ ہے۔

دعائے متضمن باسم اعظم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ وَالْهَكْمُ اِلَهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝  
اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلَهَ اِلَّا  
اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

إِلَّا بِاللَّهِ ط لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا إِلَهَ يَا  
رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنْتَ أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ ط لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْوَاحِدُ  
الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ  
الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا مُدَبِّرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا مُحْيِيَ الْقِيَوْمِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا  
ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا صَرِيحَ الْمُسْتَضِرِّ خَيْرِنِ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِ وَيَا كَاشِفَ الشُّؤْلِ يَا أَرْحَمَ  
الرَّاحِمِينَ يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ أُنزِلْ بِكَ حَاجَتِي وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهَا  
فَاقْضَهَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ °

اللہ اللہ وہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے اور تمہارا معبود اکیلا معبود ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا۔ اللہ اللہ اللہ وہ ہے جس کے سوائے کوئی معبود نہیں عرش عظیم کا مالک۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اکیلا ہے وہ کوئی اس کا شریک نہیں اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر تعریف اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور بلامدِ الہی نہ لگنا ہوں سے بچنا میسر ہے نہ طاعت پر قوت۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں پاکی ہے تیرے لیے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ اے میرے رب اے میرے مالک اے میرے آقا اے معبود اے نہایت رحم کرنے والے اے نہایت درجہ مہربان۔ اے اللہ میں تجھ سے اس وسیلے سے طلب کرتا ہوں کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے کوئی معبود سوائے تیرے نہیں۔ اکیلا ہے بے پرواہ ہے نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس پر (نظر رکھتے ہوئے) کہ تیرے لیے ہر تعریف ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں اکیلا ہے تو تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے نہایت مہربان اے بہت نعمت دینے والے اے ابتداءِ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اے عظمت و کرم والے اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اے آسمان و زمین کے بغیر نمونہ پیدا کرنے والے اے صاحبِ عظمت و کرم اے مدد طلب کرنے والوں کے فریادرس اور اے فریادیوں کے فریادرس اور اے مصیبت و برائی کو دور کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اے پریشان حال لوگوں کی دعا کو قبول کرنے والے اے تمام عالموں کے معبود میں تیرے حضور اپنی حاجت پیش کرتا ہوں اور تو اسے خوب جانتا ہے پس تو اسے پورا فرما دے اپنی رحمت سے۔ اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

روحانی کلیہ برائے استخراج اسمِ اعظم:- کائنات کی ہر شے میں ایک خاص ترکیب و تناسب پایا جاتا ہے۔ مادی اور روحانی دنیا کی ہر شے کی بناوٹ اور کارکردگی میں خاص اصول و ضوابط کارفرما ہیں۔ جو لوگ ان اصول و ضوابط سے اور ان سے کام لینے کے طریقوں سے آگاہ ہوئے انہوں نے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے۔

فزکس کے ماہرین نے مادے کی بنیادی اکائی ایٹم (Atom) دریافت کیا۔ انہوں نے مختلف عناصر کے ایٹمز کی بناوٹ پر غور و فکر کیا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے ان پر اسرار و رموز منکشف کیے اور انہوں نے بجلی پیدا کرنے، ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے طریقے دریافت کر لیے۔ کیمیا دانوں نے عناصر کی ترکیب سے مختلف کیمیائی اشیاء بنانے کے طریقے دریافت کر لیے۔ ماہرینِ حیاتیات نے تمام جانداروں کی بناوٹ اور کارکردگی کی بنیادی اکائی (سیل) پر تحقیق کر کے طب کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

سائنس کا ہر ایک سٹوڈنٹ جانتا ہے کہ ایٹم کے مرکزی حصہ کو نیوکلئیس کہتے ہیں جس میں مثبت ذرات پروٹانز اور تعدیلی ذرات نیوٹرانز موجود ہوتے ہیں۔ اس کے ارد گرد دائروں میں منفی ذرات الیکٹرانز گردش کرتے ہیں۔ مختلف عناصر کے ایٹمز میں یہ ذرات مخصوص ترتیب اور تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک عنصر کے ایٹم میں موجود پروٹونز کی تعداد کو اُس کا ایٹمی نمبر قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً ہیلیم (He) کا ایٹمی نمبر 2 ہے۔ کاربن کا ایٹمی نمبر 6 ہے۔ سائنسدانوں نے اب تک دریافت ہونے والے عناصر کے ایٹمی نمبرز، ان عناصر میں موجود الیکٹرانز کی ترتیب اور عناصر کی کیمیائی خصوصیات کے لحاظ سے ایک چارٹ ترتیب دیا ہے۔ جسے دوری جدول (Periodic Table) کہتے ہیں۔

ہر جاندار کے جسم کی بناوٹ اور کارکردگی کی بنیادی اکائی سیل ہے۔ ایٹم کی طرح سیل کی بھی مخصوص بناوٹ ہوتی ہے۔ ہر نوع کے سیل میں کروموسومز کی مخصوص تعداد پائی جاتی ہے۔ مثلاً انسانی سیل میں کروموسومز کی تعداد 46 ہے۔ بندر اور خرگوش میں سے ہر ایک کے سیل میں کروموسومز کی تعداد 48 ہے۔ آلو اور تمباکو کے سیلز میں بھی کروموسومز کی تعداد 48 ہے۔ عصر حاضر میں کمپیوٹر سائنس کے شعبہ میں ہونے والی انقلابی پیش رفت کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ کمپیوٹر سائنس میں سافٹ ویئر سے مراد کمپیوٹر پروگرامز ہیں جن سے مختلف کام لیے جاتے ہیں۔ ہارڈ ویئر سے مراد وہ آلات ہیں جن کی مدد سے یہ کمپیوٹر پروگرامز استعمال کیے جاتے ہیں یا جن کو ان کمپیوٹر پروگرامز کی مدد سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ مثلاً کمپیوٹر ہارڈ ویئر سے مراد کمپیوٹر کا مانیٹر، پرنٹر، کی بورڈ، ماؤس وغیرہ ہیں۔ کمپیوٹر سافٹ ویئر سے مراد وہ پروگرامز ہیں جن کی مدد سے ہم کمپیوٹر کو ڈیٹا (data) اور ہدایات (instructions) مہیا کرتے ہیں اور کمپیوٹر سے مطلوبہ نتائج حاصل کرتے ہیں اور انہیں اپنی ضرورت کے مطابق محفوظ کر لیتے ہیں۔

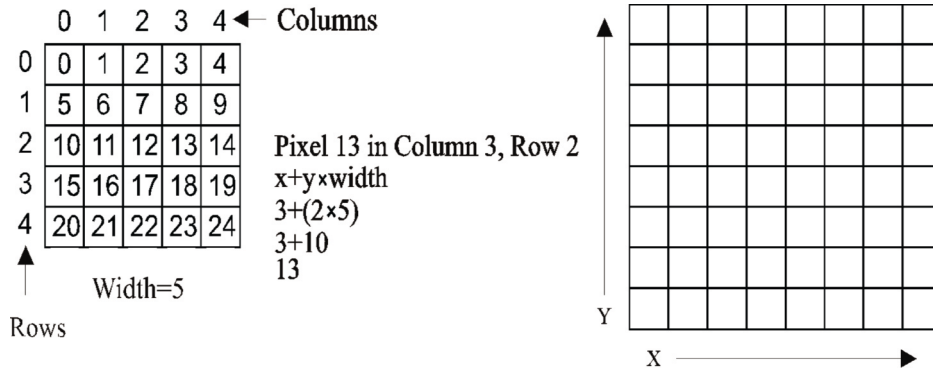
کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر سسٹم کی بنیاد صرف دو ہندسوں صفر (0) اور ایک (1) پر ہے۔ اس کی ابتداء بجلی کے سادہ سرکٹ (آن آف سوئچ کے سرکٹ) سے ہوئی۔ جب آپ سوئچ آن کرتے ہیں تو لائٹ آن ہو جاتی ہے۔ جب سوئچ آف کرتے ہیں تو لائٹ آف ہو جاتی ہے۔ سوئچ آن کرنے سے سرکٹ میں کرنٹ کا بہاؤ شروع ہو جاتا ہے اور لائٹ آن ہو جاتی ہے۔ سوئچ آف کرنے سے سرکٹ بریک ہو جاتا ہے یعنی سرکٹ میں کرنٹ کا بہاؤ رک جاتا ہے اور لائٹ آف ہو جاتی ہے۔

کمپیوٹر سائنس میں کمپیوٹر کو کرنٹ مہیا کیا جاتا ہے۔ جب ہم کمپیوٹر آن کرتے ہیں تو کرنٹ کی وجہ سے اس کی تاریک سکرین روشن ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر میں آن/آف سرکٹ کی تکنیک استعمال کر کے صفر (0) اور ایک (1) دو ہندسوں کی مدد سے ثنائی نظام میں کوڈنگ کی جاتی ہے۔ یہ مختلف کوڈز مختلف ہدایات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان ہدایات کے مطابق کمپیوٹر پر

نظر آنے والی روشنی سے ہر طرح کے جلوے نمودار ہو جاتے ہیں۔ اس روشنی سے رنگ، آوازیں، عبارتیں، تصاویر، حقیقی زندگی کے مختلف مظاہر سکریں پر نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ روشنی، آوازیں، رنگ، ہدایات، معلومات، سب کے سب دو ہندسوں صفر (0) اور ایک (1) کے پیچھے کارفرما منطق سے جنم لیتے ہیں۔ ان دو ہندسوں پر غور کریں تو صفر (0) نفی (Negation) کی علامت ہے اور ایک وجود (1) کے اثبات کی علامت ہے۔ نفی اثبات سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔ اس کا پہلا حصہ 'لا الہ' نفی (0) کا مظہر ہے اور دوسرا حصہ 'إلا اللہ' اثبات (1) کا مظہر ہے۔

نفی سے مراد ہے کوئی بھی معبود نہیں ہے، اثبات سے مراد ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اگر آپ دونوں ہندسوں صفر (0) اور ایک (1) سے ایک (1) کو نکال دیں تو پیچھے صرف صفر (0) رہ جاتا ہے۔ صفر (0) کی بذات خود کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہ ایک (1) کے ساتھ لگائیں تو دس (10) کا ہندسہ بن جاتا ہے۔ اس طرح ایک کے دائیں صفر بڑھاتے جائیں عدد کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب درویش صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور ایک کے دائیں طرف صفر پر صفر کی طرح منفی اقدار، منفی خیالات، منفی افکار و تصورات اور منفی قوتوں کی نفی کرتا چلا جاتا ہے تو اس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو صراطِ مستقیم سے مراد سیدھا راستہ ہے۔ سیدھے راستے کی نشاندہی کے لیے سیدھا خط (I) کھینچا جائے تو ایک کا ہندسہ بنتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان کا پہلا حرف ذاتِ باری تعالیٰ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اردو، عربی، فارسی وغیرہ میں پہلا حرف 'ا' ہے۔ ا سے مراد اللہ ہے۔ انگریزی زبان کا پہلا حرف 'A' ہے۔ 'A' سے Allah کا لفظ بنتا ہے۔ اس طرح گنتی اور شمار کے جتنے بھی طریقے ہیں سب میں گنتی ایک (One) سے شروع ہوتی ہے۔ ایک (1) سے دو (1+1)، ایک سے تین (1+1+1)، ایک سے چار (1+1+1+1) اور اسی طرح دیگر اعداد بنتے ہیں۔

تمام ہندسوں، حرفوں کی بناوٹ میں نکتہ (•) بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک نکتے کے ساتھ دیگر نکات ملیں تو تمام ہندسے، حروف، اشکال اور تصاویر بنتی ہیں۔ کمپیوٹر سائنس میں نکتے کو pixel یا dot کہتے ہیں۔ کمپیوٹر پر تمام تصاویر (images) اور عبارتیں (texts) انہی نکات (pixels) سے بنتی ہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 'ب' کے نکتے سے معرفت الہی کی اسی بنیادی اساس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تمام مادی اشیاء، جاندار اشیاء اور روحانی دنیا کی اساس یہی ایک نکتہ (•) ہے۔ تمام علوم اور مظاہر کائنات کا سرچشمہ یہی نکتہ ہے۔ اسی نکتے کی کلمہ طیبہ (نفی اثبات) کی شکل میں تعلیم دی گئی ہے۔ جس طرح کمپیوٹر سائنس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔ اسی طرح

کائنات کی اساس کلمہ طیبہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جس طرح مادی دنیا میں کچھ اصول (Principles) و قوانین (Laws) کا رفرما ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی ذات باری تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول و قوانین کی حکمرانی ہے۔ جس طرح مادی دنیا میں تحقیق و جستجو پر سائنسدانوں پر کچھ راز منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح روحانی دنیا میں تحقیق و جستجو پر اولیاء اللہ جو کہ روحانی سائنسدان ہیں ان پر ذات باری تعالیٰ روحانی دنیا میں کارفرما اصول و قوانین منکشف کر دیتی ہے۔

آج کل صرف مادی ترقی کے خواہاں مادہ پرست لوگ دین اور روحانیت کے منکر ہیں۔ وہ بھول گئے ہیں کہ دین اسلام مادی ترقی و خوشحالی کا مخالف نہیں۔ دین اسلام چاہتا ہے کہ انسان اصل مقصد حیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مادی ترقی بھی کرے اور روحانی ترقی بھی۔

طبعی علوم (Material Scinces) کی طرح روحانی سائنس (Spiritual Science) میں بھی دلچسپی لینا چاہیے۔ انسان کی آخرت کا زیادہ تر تعلق اس کی روحانی پاکیزگی اور ذات باری تعالیٰ سے تعلق پر ہے۔ اس لیے روحانی سائنس (تصوف) میں زیادہ دلچسپی کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اور دیگر اقوام عالم کے بے جا غلبہ و تسلط سے بچنے کے لیے طبعی علوم میں بھی بھرپور دلچسپی لینے کی ضرورت ہے۔ روحانی ترقی کے بغیر صرف مادی اور سائنسی ترقی غارت گر انسانیت ہے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ مادی و سائنسی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام کمزور اقوام پر ظلم کر رہی ہیں۔ عیسائی، یہودی اور دیگر غیر مسلم اقوام مادی و سائنسی ترقی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اگر مسلم سائنسدانوں کو ایٹم بم بنانے کا فارمولہ ملتا تو وہ ہرگز ایٹم بم نہ بناتے یا اسے انسانیت کے خلاف استعمال نہ کرتے کیونکہ دین اسلام قدرتی قوتوں اور انسانی صلاحیتوں کے منفی استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔ یہود و نصاریٰ کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں۔ اس لیے ان کی مادر پدر آزاد ترقی غارت گر انسانیت ثابت ہوئی ہے۔ اسی لیے دین اسلام روحانی و اخلاقی ترقی کے بغیر مادی و دنیوی ترقی و خوشحالی کی اجازت نہیں دیتا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر غلام جیلانی کا نقطہ نظر عین درست معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”آج مسلم اور غیر مسلم سب کے سب روحانی قوت سے خالی ہیں اور برتری کا واحد معیار مادی اسباب و وسائل کی کثرت ہے۔ جس قوم کے پاس کائناتی قوت کے ذخائر زیادہ ہوں گے وہ زیادہ طاقت ور سمجھی جائے گی۔ اگر کل دنیا میں کوئی ایسی قوم پیدا ہو جائے جو عظیم کائناتی علم اور عرش گیر عشق سے مسلح ہو تو مجھے یقین ہے کہ روس اور امریکہ خوف سے کانپ اٹھیں گے اور عالم انسانی کی قیادت اس کے حوالے ہو جائے گی۔

انگلستان صرف پانچ کروڑ نفوس کی ایک چھوٹی سی قوم ہے لیکن دو سو برس تک تمام دنیا کی لیڈر رہی۔ دوسری جنگ عظیم (1939ء..... 1945ء) کے بعد مسند قیادت امریکہ کے سپرد ہو گئی اور اب یہ امتیاز روس کو عطا ہو رہا ہے۔ پاکستان انگلستان سے آبادی میں دو گنا اور رقبہ میں چار گنا بڑا ملک ہے۔ اگر انگلستان دو صدیوں تک دنیا کی قیادت کر سکتا ہے تو کل یہ اعزاز پاکستان کو بھی مل سکتا ہے، بشرطیکہ اہل پاکستان علم و عشق کی توانائیوں سے مسلح ہو جائیں۔

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا  
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا (313)  
عزیزانِ من! ان تمام باتوں کا مقصد روحانیت کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت واضح کرنا تھا۔ یہ بھی واضح کرنا

ضروری تھا کہ روحانیت بھی ایک سائنس ہے۔ یہ دیگر سائنسی علوم سے زیادہ اہم اور قدر و قیمت کی حامل ہے۔ دیگر سائنسی علوم کی طرح روحانیت میں بھی کچھ اصول و قوانین کا فرما ہیں جن کی پابندی سے انسان زیادہ بہتر طور پر اور زیادہ آسانی سے مقصدِ حیات حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کریم رُف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ان اصول و قوانین سے آگاہ فرمایا ہے۔ اولیاء اللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کی بدولت ان کی خصوصی تفہیم حاصل ہوئی ہے۔ ان اصول و قوانین میں سے ایک اہم ترین راز اسمِ اعظم ہے۔

حروفِ ابجد کے جدول سے استخراجِ اسمِ اعظم:- امام جعفر صادق علیہ السلام نے روحانی سائنس کے ایک اہم علم، علمِ جفر کے ذریعے ہر انسان کا ذاتی اسمِ اعظم معلوم کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ جس طرح ہر ایٹم کا ایک مخصوص نمبر ہے اور ہر سیل میں کروموسومز کی مخصوص تعداد ہوتی ہے اسی طرح علمِ جفر میں ہر حرف کی ایک قیمت مقرر ہے۔ علمِ کیمیا میں دوری جدول (Periodic Table) کی طرح علمِ جفر میں ماہرین علوم روحانی نے حروفِ ابجد کا جدول ترتیب دیا ہے۔ اس جدول کی مدد سے ہر شخص کا ذاتی اسمِ اعظم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ا	ب	ج	د	ه	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	20	30	40	50
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
60	70	80	90	100	200	300	400	500	600	700	800	900	1000

اپنی ذات کے لیے اسمِ استخراج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نام کے اعداد نکال کر اتنے ہی اعداد کا اسم باری تعالیٰ تلاش کریں۔ اگر ایک اسم نہ ملے تو دو اسمائے باری تعالیٰ ملا کر اپنا اسمِ اعظم بنالیں۔ مثلاً اگر کسی کے نام کے اعداد 500 ہیں تو اس کے لیے اسمِ اعظم ﴿يَا هَيْتُي﴾ ہوگا ایک قول کے مطابق اعداد دو گنا کر کے یعنی 1000 بار وردیں رکھیں تو اس اسم کی تلاوت اسمِ اعظم کا کام دے گی۔

’نور محمد‘ کے اعداد یہ ہیں:

ن	و	ر	م	ح	م	د	میزان
50	6	200	40	8	40	4	348

اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم (نام) ایسا موجود نہیں جس کے اعداد کی میزان 348 ہو۔ اس لیے دو اسماء، بَصِيْر (302) اور وَلِي (46) کو جمع کرنا پڑے گا۔ ان دونوں ناموں کا میزان (348) ہو جائے گا۔

محمود علی انجم کے اعداد یہ ہیں:

م	ح	م	و	د	ع	ل	ی	ا	ن	ج	م	میزان
40	8	40	6	4	70	30	10	1	50	3	40	302

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام بَصِيْر کے اعداد 302 ہیں۔ اس لحاظ سے محمود علی انجم کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد یا نمازِ فجر و نمازِ عشاء کے بعد یا بَصِيْر یا اللہ کا چھ سو چار بار (604 = 302 x 2) ورد کرے۔ اپنے ذاتی اسمِ اعظم کے ساتھ اللہ



تعالیٰ کے اسم ذات (اسم اعظم) کو ملا کر دو گنی تعداد میں پڑھا جائے تو جلد اثرات مرتب ہوتے ہیں۔  
کوشش کر کے اپنے نام کے اعداد کے مطابق وہ اسم یا اسماء منتخب کریں جو اسی عنصر یا موافق عنصر کے ہوں جو آپ کے نام کے پہلے حرف کے مطابق ہے۔ اس سے ذکر کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ نام کے موافق حرف یا حروف سے شروع ہونے والے اسمائے باری تعالیٰ منتخب کرنے کے لیے درج ذیل جدول سے مدد لیں۔

نمبر شمار	برج	ستارہ	وقفہ قیام شمس	متعلقہ حروف	مزاج	کیفیت
1	حمل	مرخ	21 مارچ سے 20 اپریل تک	ا۔ ل۔ ع۔ ی	آتش	گرم خشک
2	ثور	زہرہ	21 اپریل سے 21 مئی تک	ب۔ و	خاک	سرد خشک
3	جوزا	عطارد	22 مئی سے 22 جون تک	ق۔ ک	بادی	گرم تر
4	سرطان	قمر	23 جون سے 23 جولائی تک	ح۔ ہ	آبی	سرد تر
5	اسد	شمس	24 جولائی سے 23 اگست تک	م	آتش	گرم خشک
6	سنبلہ	عطارد	24 اگست سے 23 ستمبر تک	پ۔ غ	خاک	سرد خشک
7	میزان	زہرہ	24 ستمبر سے 23 اکتوبر تک	ا۔ ت۔ ط	بادی	گرم تر
8	عقرب	مرخ	24 اکتوبر سے 22 نومبر تک	ن۔ ظ۔ ذ۔ ض۔ ز	آبی	سرد تر
9	قوس	مشتری	23 نومبر سے 20 دسمبر تک	ف	آتش	گرم خشک
10	جدی	زحل	21 دسمبر سے 19 جنوری تک	ج۔ خ۔ گ	خاک	سرد خشک
11	دلو	زحل	20 جنوری سے 18 فروری تک	س۔ ش۔ ص۔ ث	بادی	گرم تر
12	حوت	مشتری	19 فروری سے 20 مارچ تک	د۔ چ	آبی	سرد تر

آتش و باد اور آب و خاک میں دوستی (موافقت) ہے۔ آتش و آب میں اور باد و خاک میں دشمنی (عدم موافقت) ہے۔ آتش و خاک میں اور باد و آب میں نہ دوستی (موافقت) ہوتی ہے نہ دشمنی (عدم موافقت)۔ (314)  
مثال:- محمود علی انجم کے نام کا پہلا حرف 'م' ہے۔ نام کے لحاظ سے برج اسد اور ستارہ شمس ہے۔ حرف 'م' آتش مزاج رکھتا ہے۔ محمود علی انجم کی تاریخ پیدائش 29 نومبر 1963ء ہے۔ تاریخ پیدائش کے مطابق اس کا برج قوس اور ستارہ مشتری ہے۔ اس برج اور ستارے سے متعلقہ حرف 'ف' بھی آتش مزاج رکھتا ہے۔ نام اور تاریخ پیدائش ایک ہی عنصر (آتش) سے تعلق رکھتے ہیں اور باہم موافق ہیں۔ علم جفر کی رو سے محمود علی انجم کے نام کی عددی قیمت '302' ہے۔ اسم باری تعالیٰ بَصِيَّو کی عددی قیمت بھی '302' ہے۔ یہ اسم حرف 'ب' سے شروع ہوتا ہے اور اس کا مزاج خاکی ہے۔ آتش و خاک میں نہ موافقت ہوتی ہے اور نہ عدم موافقت۔ اس لیے اس اسم کے ورد سے بفضل تعالیٰ اثرات جلد مرتب ہوں گے۔ محمود علی انجم آتش یا بادی مزاج کے حروف سے شروع ہونے والے کوئی سے دو یا دو سے زیادہ ایسے اسماء حسنیٰ کا ورد بھی کر سکتا ہے جس کی عددی قیمت '302' ہو۔

جس طرح حکما نے اپنے علم، مشاہدہ اور تجربہ کی بنیاد پر مختلف جڑی بوٹیوں، پھلوں، سبزیوں اور اجناس کے خواص معلوم کیے اور مختلف مزاج کے لوگوں کے لیے ان کا استعمال تجویز کیا، اسی طرح انہوں نے حروف، اعداد، ستاروں، نجومات، عطورات، عطر کے خواص معلوم کیے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو قوت تاثیر اور خصوصیات عطا کی ہیں انہیں مد نظر رکھتے ہوئے ان کا استعمال تجویز کیا۔ کائنات کی کوئی بھی چیز از خود تاثیر کی حامل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز بے کار پیدا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کوئی نہ کوئی قوت اور تاثیر عطا کی ہے۔ مثلاً یورینیم اور پلوٹونیم بے جان دھاتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں بے پناہ قوت رکھی ہے۔ سائنسدانوں نے مشاہداتی و تجرباتی علم کی بنا پر ان کی مخفی قوت نہ صرف دریافت کی بلکہ ان سے کام لینے کے طریقے بھی دریافت کر لیے۔ انہوں نے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نیوکلیر بم بنالے جن کی بے پناہ قوت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ ایٹم بم (اے بم) طبیعیات کے قانون نیوکلیر فشن پر کام کرتے ہیں جس میں یورینیم کا ایٹم ایک سے زائد ذرات میں تقسیم ہو کر بڑے پیمانے پر توانائی کا اخراج کرتا ہے۔ اس ہتھیار کا سب سے پہلا تجربہ امریکا نے جولائی 1945 میں نیو میکسیکو میں کیا تھا۔ تجربے کے فوری بعد امریکا نے یورینیم کو بطور ایندھن استعمال کرنے والے ایٹمی ہتھیار کے ذریعے جاپان کے شہر ہیروشیما کو تباہ کیا۔ اُس بم کی طاقت 15 کلوٹن تھی۔ اس حملے کے تین دن بعد امریکا نے جاپان کے شہر ناگا سا کی کو بھی ایٹم بم سے نشانہ بنایا مگر اس دفعہ استعمال کیے گئے ایٹم بم کا ایندھن پلوٹونیم پر مشتمل تھا۔ سابقہ سپر پاور سوویت یونین نے بھی اپنے پہلے ایٹمی ہتھیار کا تجربہ اگست 1949 میں قازقستان کے صحرا میں کیا۔ ہائیڈروجن بم (ایچ بم) یا تھرمو نیوکلیر بم طبیعیات کے قانون فیوژن پر کام کرتا ہے جس میں دو نیوکلائی کے مل کر ایک ہونے سے توانائی کا اخراج ہوتا ہے جس درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ سورج میں بھی یہ عمل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس سے توانائی کا اخراج ہوتا ہے۔ ہائیڈروجن بم کا پہلا تجربہ امریکا نے مارشل نامی جزائر پر یکم نومبر 1952 میں کیا جب کہ سوویت یونین نے 30 اکتوبر 1961 کو ہائیڈروجن بم کا تجربہ کیا۔ ابھی کسی بھی جنگ میں ہائیڈروجن بم استعمال نہیں کیا گیا لیکن دنیا میں اس وقت موجود ایٹمی ہتھیاروں کی اکثریت انہی ایچ بموں پر مشتمل ہے۔ ای آر ہتھیار ایچ بموں کے تھرمو نیوکلیر قانون پر کام کرتے ہیں لیکن انہیں ایسے ڈیزائن کیا جاتا ہے کہ ان سے توانائی کے بجائے طاقت ور شعاعیں خارج ہوتی ہیں جن سے عمارتوں، پلوں اور دیگر چیزوں کو تو نقصان نہیں پہنچتا مگر تمام انسان و حیوان ان سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس ایٹمی و نیوکلیری قوت سے بہت سے تعمیری کام بھی لیے جاتے ہیں۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ جس خالق و مالک نے ان بے جان دھاتوں میں بے پناہ قوت رکھی ہے اس نے ان حروف میں کس قدر قوت رکھی ہے جن سے اس نے اپنا کلام ہم تک پہنچایا اور جن سے دنیا کی ہر بولی اور بیان نے وجود پایا۔ اعداد و حروف کی مخفی قوتوں سے آگاہ ہونے کے لیے روحانی سائنس کا علم حاصل کرنا اور روحانی دنیا میں کارفرما اصول و قوانین سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ بغیر علم، مشاہدہ اور تجربہ کے روحانی سائنس کے علم اور حروف و اعداد کی خداداد قوت و تاثیر کا انکار، نادانی اور کم فہمی کے اظہار کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

# فضائلِ درود شریف

(درود شریف کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت)

درود شریف پڑھنے کا شرعی حکم:۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾ الاحزاب [33:56]  
بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ○

اس آیہ کریمہ میں حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور خالقِ دو جہاں نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی ترغیب کے لیے خود اپنی ذاتِ پاک اور اپنے مقرب فرشتوں کو بطور نمونہ پیش فرمایا ہے کہ یہ وہ فعل مقدس ہے اور یہ عمل خاص ہے جس میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہے۔

لفظ ”صلوٰۃ“ جو کہ آیت شریف میں وارد ہوا ہے اس کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف اور فرشتوں کی طرف اور مومنین کی طرف کی گئی ہے اور یہ قدر مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اپنے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ ایمان والو! تم بھی درود و سلام پڑھا کرو۔ اس طرح درود پڑھنے سے بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتا ہے، ملائکہ کے ساتھ ہم آواز ہوتا ہے اور اسے امید ہوتی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس پر درود (رحمت) بھیجے گا یعنی اسے اپنے حبیب ﷺ کا مقرب بنا دے گا۔ (315)  
اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حقوق، آپ ﷺ کی خصوصیات اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اور عزت کے بعد فرمایا:

.....وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنَافِضُوا آذْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِ أَبْدَانِ إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿۵۷﴾ الاحزاب [33:53]

اور تمہارے لیے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم اُن کے بعد ابد تک اُن کی ازواج (مطہرات) سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے ○

پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی امت پر آپ ﷺ کے حقوق ظاہر فرما کر انہیں آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے پوچھا اس حق کو کیسے ادا کریں یعنی آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ فَالصلوة على آلِهِ من تمام الصلاة عليه  
کہو یا اللہ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر درود بھیج۔ تو آپ ﷺ کی آل پر درود بھیجنا ہی آپ ﷺ پر درود بھیجنے کو

پورا کرتا ہے۔

**لفظ آل کا مفہوم:-** لفظ آل سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے گھر والے، آپ ﷺ کی اولاد پاک اور صرف وہ مومنین و مومنات ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنی آل میں شامل فرمایا۔ آل رسول کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا واجب ہے جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ، اجماع صحابہ رضوان علیہم اجمعین اور آئمہ کریم کے اقوال مبارکہ سے ثابت ہے۔ درود شریف کے احکام و مسائل:- درود شریف کے احکام و مسائل کے سلسلہ میں چند سوالات غور طلب ہیں۔

- 1- درود شریف پڑھنے کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟
- 2- کون سا درود شریف پڑھا جائے؟
- 3- درود شریف کی کثرت سے کیا مراد ہے؟ درود شریف کم از کم کتنی تعداد میں پڑھا جائے؟
- 4- درود شریف پڑھنے کے ممنوعہ اوقات و مقامات کون سے ہیں؟
- 5- درود شریف پڑھنے کے اوقات و مقامات کون سے ہیں؟
- 6- درود شریف پڑھنے کے آداب کیا ہیں؟
- 7- صیغہ نداء سے درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
- 8- درود شریف کے حوالے سے علم حضور ﷺ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟
- 9- درود شریف کے بارے میں دیگر مسائل متفرقہ کیا ہیں؟

درود شریف پڑھنے کے مقاصد:-

1- احسان بالائے احسان:- اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہم کو ہر اس شخص کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم دیا ہے جس نے ہم پر کوئی احسان کیا ہو لیکن حضور اقدس ﷺ کے احسان کے بدلے میں ہم سے کوئی احسان کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم عاجز محض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز و بے بسی کو دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے احسان کے بدلے میں ہم کو آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ہمارے ہی نفع کے لیے ہے اور احسان بالائے احسان یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور یہی جذبہ ایمانی کا تقاضا ہے۔ اس سے جہنم سے خلاصی اور جنت کی بشارت ملتی ہے اور اس کی مداومت سے ہر طرح کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (316)

2- رضائے مصطفیٰ ﷺ کا حصول:- متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے صریح الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ درود و سلام اس لیے قائم فرمایا تاکہ محبوب کریم ﷺ امت سے خوش ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر راضی ہو جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ  
کون سا درود شریف پڑھا جائے:- صلوٰۃ و سلام کا کوئی خاص صیغہ مقرر نہیں ہے، ہر وہ درود شریف جس میں صلوٰۃ و سلام کے الفاظ ہوں پڑھا جائے تو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

درود شریف ایسا پڑھنا چاہیے جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے پہلے حکم صَلُّوا عَلَيْهِ اور دوسرے حکم سَلِّمُوا تَسْلِيمًا پر مکمل عمل ہو جائے۔

درود ابراہیمی نماز ہی میں پڑھنے کے لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔  
حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر سلام کہو تو مرسلین عظام اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی صلوٰۃ و سلام کہو۔ (س، ص 57)

نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ جب انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام پڑھو تو ان کے ساتھ مجھ پر درود و سلام پڑھو (س، ص 57)

ان تمام روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر ہے کہ صلوٰۃ تامہ کے بعد سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الصافات [182-180:37] پڑھ لیا جائے۔ (فض، ص 126)  
کثرتِ درود و سلام کے فضائل اور تعداد کا تعین:- قرآن حکیم میں حکمِ ربی اور تمام احادیثِ مبارکہ مؤمنین و مومنات کو درود شریف کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ کثرتِ درود و سلام پڑھنے کی ترغیب پر مشتمل ہیں۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیثِ مبارکہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں۔

01۔ کثرتِ درود شریف اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور نبی کریم ﷺ سے روحانی رابطے کا ذریعہ ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو ذوق و شوق اور ادب و احترام سے درود و سلام پڑھنے سے یہی قرب وصل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

02۔ درود شریف کی تعداد کے لیے متعدد احادیثِ مبارکہ میں ایک، دس (10)، اسی (80)، سو (100)، دو سو (200) اور ہزار (1000) کے ہندسے استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ تمام ہندسے دس (10) کے اضعاف ہیں یعنی یہ ہندسے دس کے ہندسہ کی بار بار تکرار سے مرکب ہیں جیسا کہ دس آٹھ بار ہو تو اسی بنتا ہے۔ دس، دس بار ہو تو سو بنتا ہے، اور دس بیس بار ہو تو دو سو بنتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ ہندسوں کی اس ترتیب میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ درود شریف جب بھی پڑھیں تو اس تعداد سے پڑھیں جو کہ دس کے اضعاف پر مشتمل ہو۔ درود شریف کی کم سے کم تعداد ایک بار مذکور ہے اور ایک کا ہندسہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مظہر ہے۔ ایک کا ہندسہ 10، 100 اور 1000 میں موجود ہے۔ اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدۃ لا شریک پسند فرماتا ہے کہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام اس تعداد میں بھیجا جائے جس کا ہندسہ اس کی وحدانیت کا خصوصی مظہر ہو۔

03۔ احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز اسی (80) بار درود شریف پڑھنے سے اسی (80) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اسی (80) سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق جمعہ کے دن سو (100) بار درود شریف پڑھنے سے اسی (80) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جمعہ کے دن دو سو (200) بار درود شریف پڑھنے سے دو سو (200) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ برادرانِ اسلام درود شریف کی کثرتِ رحمتوں کے خزانے حاصل کرنے کا بہانہ ہے۔ رحمتِ حق بہانہ ڈھونڈ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت کا تقاضا ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت میں زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

04۔ درود شریف کی برکت سے تنگی فراخی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جمعہ کے دن رات کو سو (100) بار درود شریف پیش کرنے سے سو (100) حاجتیں پوری ہوتی ہیں ستر (70) آخرت کی اور تیس (30) دنیا کی۔ اس کے علاوہ درود شریف پڑھنے والے کی دس (10) پشتیں نورِ درود شریف سے فیض یاب ہوتی ہیں۔

05۔ روزانہ ہزار بار درود شریف پڑھنے والے پر نار حرام ہو جاتی ہے، مرنے سے پہلے جنت کی بشارت ملتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قربِ نبوی ﷺ نصیب ہوتا ہے۔

06۔ خلوص و محبت سے صرف ایک بار درود شریف پڑھنے سے احد پہاڑ جتنا ثواب عطا ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر ملنے والا ثواب فرشتے ہزاروں دن تک لکھتے رہتے ہیں۔

07۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو نور عطا ہوگا جو کہ قبر، حشر، میزان اور پل صراط کی کٹھن آزمائشوں میں سرخرو ہونے کا سبب ہے۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو روزِ حشر عرش کا سایہ اور شہدا کے ساتھ ٹھکانا نصیب ہوگا۔

08۔ دس بار صبح اور دس بار شام درود شریف پڑھنے والے کو شفاعت نصیب ہوگی۔

09۔ روزانہ درود شریف پڑھنے کی تعداد کم از کم ایک ہے لیکن اسے کثرت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس میں روحانی نکتہ یہ ہے کہ اگر باقاعدگی سے بلا ناغہ ایک بار بھی درود شریف پڑھا جائے تو اس کی برکت سے حُبِ الہی اور حُبِ نبوی ﷺ نشوونما پاتی ہے۔ شوق کا تقاضہ درود شریف کی کثرت کی طرف لے جاتا ہے اور ایک سے دس (10) بار، دس سے سو (100) بار اور سو سے ہزار (1000) بار روزانہ درود و سلام کا نذرانہ پیش حضور کرنے کی نعمت عطا ہوتی ہے۔ اس طرح وحدت سے بندہ کثرت تک جا پہنچتا ہے اور یہی کثرت (کثرتِ درود شریف) وصلِ محبوبِ حقیقی کا سبب بنتی ہے۔

قارئینِ کرام! ہر نماز کے بعد اگر چالیس بار درود شریف پڑھا جائے تو روزانہ دو سو بار درود و سلام پڑھنے کا معمول بن جاتا ہے جس کے بے حد و حساب فائدے ہیں۔ ”الحمد للہ“ ہمیں اس نفسا نفسی کے دور میں ایسے مجاہدِ رسول ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوئی ہے جو کہ روزانہ بیس تیس ہزار درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔ آپ بھی دامنِ مراد پھیلا کر دیکھیں ہو سکتا ہے کہ ان خوش نصیبوں میں آپ کا نام بھی آجائے کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کا کرم بے حد و حساب ہے۔ درود شریف پڑھنے کے ممنوعہ اوقات و مقامات:- ردالمحتار میں سات جگہ درود شریف پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔

”الجماع وحاجت الانسان وشهرة البيع والعشرة والتعجب والنباح والعطاس“ (317)

1۔ ہمبستری کے وقت 2۔ قضائے حاجت کے وقت

3۔ خریدار کو اپنی چیز کی عمدگی بتاتے وقت 4۔ لغزش کھاتے وقت

5۔ تعجب کے وقت 6۔ جانور ذبح کرتے وقت

7۔ چھینک کے وقت

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تشہدِ اول میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو درود پاک پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس طرح نام مبارک قرأت یا خطبہ میں سننے تو درود شریف (دل میں پڑھ لے) زبان سے نہ پڑھے اس لیے کہ قرأت اور خطبہ کا سننا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آجائے تو درود شریف نہ



پڑھے بعد فراغت پڑھ لے تو اچھا ہے۔ (318)

**مقامات و مواطن (درود و سلام):**۔ قرآن مجید کی آیت **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** <sup>ط</sup> میں ”يُصَلُّونَ“ تجد استمراری کا مفہوم دیتا ہے جس سے واضح طور پر علم میں آتا ہے کہ رب العالمین کی رحمت العالمین **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** پر انعامات و عنایات روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہیں اور اللہ کریم و فرشتوں کی طرف سے نبی کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** پر درود بھیجنے کا سلسلہ ہمہ وقت جاری ہے۔ مومنین کو بھی یہی حکم ہے کہ ہر حال، ہر وقت، ہر مقام میں نبی کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کے حضور میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہا کریں تاکہ مومنین فیوضات درود و سلام سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہوں اور قرب الہی و قرب نبوی **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کے حصول کا باعث بنے۔

مذکورہ بالا سات عدد مواقع کے علاوہ کوئی وقت، زمانہ اور حال ایسا نہیں ہے کہ جس میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کی ممانعت ہو۔ حدیث شریف میں وضاحت ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر مسلم، مومن تمام اوقات و حالات میں درود و سلام کا وظیفہ بکثرت پڑھتا رہا کرے۔ (319)

**درود شریف پڑھنے کے آداب:**۔ درود و سلام پڑھتے وقت آداب کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ یاد رکھیں کہ۔  
ادب گاہ ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا ذرا ہوش سے دگاہ عشق میں آوینچی سانس بھی نکلے تو بے ادبی اٹھے تیز نظر اٹھیں تیز قدم ذرا ساری سی شوشی بھی بے ادبی ایک جگہ پر بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، چل پھر کر با وضو ہو کر درود و سلام پڑھ سکتے ہیں لیکن اہل محبت و عشق کے نزدیک افضل ترین طریقہ یہ ہے کہ

1۔ درود شریف جس مقام پر پڑھا جائے اس کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسی جگہ جہاں پر کوئی حکمی یا حقیقی غلاظت ہو وہاں پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے یعنی اگر کسی جگہ جہاں پر بد بو آتی ہو، حقہ نوشی ہوتی ہو، نشہ کیا جاتا ہو، عیش و عشرت کی محفل گرم ہو، جھوٹ بولا جا رہا ہو، خلاف شرع گفتگو ہو رہی ہو تو ان مقامات پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔  
2۔ وضو کریں، خوشبو لگائیں اور قبلہ رو نہایت عجز و انکساری، ادب اور محبت کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھیں اور نبی کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کی زیارت بیداری یا خواب میں نصیب ہو چکی ہو تو یہ تصور کریں کہ آپ ان کے حضور حاضر ہیں اور صلوٰۃ و سلام عرض کر رہے ہیں۔

3۔ نہایت ادب اور ہیبت و جلالت شان حضور **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کے پیش نظر حیا سے آنکھیں جھکائے رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ نبی کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** مجھے دیکھتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو روضہ حضور **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کا تصور دل میں قائم کر لیں اور حیا و ادب سے صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔ ایسا بھی نہ ہو سکے تو ہمیشہ یہ تصور قائم کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہا کریں کہ حضور **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** درود و سلام سماعت فرما رہے ہیں۔ ان شاء اللہ ایک وقت جلد ایسا آئے گا کہ آپ کو زیارت رسول کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** نصیب ہوگی۔

4۔ صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ نہایت یکسوئی سے آقا کریم **صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کی خدمت اقدس میں پیش کریں کیونکہ نیک عمل جو بندہ کرے، جب وہ حضور دل سے ہو تو وہ عمل زندہ ہے اور جو عمل غفلت سے ہو، دل کسی غیر کی طرف لگا ہو تو وہ مردہ کی

مانند بے جان ہوتا ہے۔ (320)

- 5۔ عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ کوئی بھی نیک عمل کرنے سے پہلے نیت پر اچھی طرح غور و فکر کر لینا چاہیے۔ نفس اور شیطان طرح طرح کے خیالات انسان کے دل میں پیدا کرتے ہیں جس سے انسان نیکی کے معاملہ میں سست رہتا ہے اور اگر کوئی نیک عمل کرے بھی تو نفس و شیطان کی ترغیبات نیت میں ریا کاری، تکبر، دنیاوی جاہ و مرتبہ وغیرہ کے خیالات پیدا کر کے اخلاصِ نیت و عمل برباد کر دیتے ہیں۔ جب بھی کوئی نیک عمل کریں تو اس کی جامع نیت کرنی چاہیے جیسا کہ درود شریف حکم الہی کا اتباع ہے۔ درود شریف حُبِّ الہی و حُبِّ نبوی ﷺ کے حصول کی خاطر پڑھ رہا ہوں۔ اس سے قرب و رضائے الہی حاصل ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس
- 6۔ درود پاک دونوں طرح یعنی بلند آواز یا پست آواز سے پڑھ سکتے ہیں۔ اگر اونچی آواز میں پڑھیں تو بھی آواز معتدل اور دلکش ہو۔ درود پست آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے اور روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

- 7۔ درود شریف میں جہاں اسم محمد ﷺ آئے وہاں لفظ 'سیدنا' کا اضافہ کر لیں کیونکہ لفظ 'سیدنا' ادب و تعظیم کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

- 8۔ درود پاک اگر شیخِ کامل کی اجازت سے پڑھا جائے تو جلدز یادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ شیخِ کامل کی اجازت سے ان کی دعا اور توجہ شامل حال ہو جاتی ہے جو زیادہ روحانی فوائد کا باعث بنتی ہے۔ اس کے علاوہ سلاسلِ روحانی سے منسلک بزرگانِ دین کے معمول میں شامل اور دو وظائفِ مشائخِ عظام کے صدیوں سے نسل در نسل سے جاری معمول کی وجہ سے خاص فیوض و برکات کا حامل ہوتے ہیں۔ بہر حال اگر آپ کسی سلسلہ روحانی سے منسلک نہیں ہیں تو پھر بھی درود شریف ضرور پڑھتے رہیں۔

- 9۔ اگر آپ درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درود و سلام پڑھتے ہیں تو بہتر ہے کہ اول و آخر درود تمامہ پڑھ لیں۔ حضرت ابوالمواہب شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے درود پاک جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا تاکہ میرا ورد جو کہ ایک ہزار بار روزانہ کا تھا جلدی پورا ہو جائے تو شاہ کونین ﷺ نے فرمایا، اے شاذلی تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا یوں پڑھ 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ' آہستہ آہستہ اور ترتیب کے ساتھ پڑھ۔ ہاں اگر وقت تھوڑا ہو تو پھر جلدی جلدی پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے نیز فرمایا کہ یہ جو میں نے تجھے کہا ہے کہ جلدی جلدی نہ پڑھو! یہ افضلیت کے طور پر ہے ورنہ جیسے بھی درود پاک پڑھو وہ درود ہی ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب تو درود پاک پڑھنا شروع کرے تو اول و آخر درود تمامہ پڑھ لیا کرے۔ (321)

درود و سلام بصیغہ نداء۔ درود و سلام بصیغہ نداء و خطاب کا پڑھنا جیسا کہ 'اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ' کہنا شرعی طور پر جائز ہے۔ اس طرح درود و سلام عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں اس سے اللہ جل مجدہ و رسول ﷺ نے نہیں روکا تو جو شخص اس سے روکتا ہے وہ عظیم گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور نئی شریعت گھڑتا ہے کیونکہ 'جس عمل سے کتاب و سنت منع نہ فرمائیں وہ ممنوع نہیں ہوتا اور غیر ممنوع کو ممنوع سمجھنا گناہ ہے'۔ نماز میں سب مسلمان نداء و خطاب

کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں (”اَلسَّلَامُ عَلَیْهَا اَیُّهَا النَّبِیُّ“ کہتے ہیں تو) اگر نماز کے بعد ”السلام“ سے پہلے ”الصلوٰۃ“ کا اضافہ کر دیا جائے اور ”ایہا النبی“ کی جگہ ”یا رسول اللہ ﷺ“ کہہ کر ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ پڑھا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں یہ تو درود و سلام دونوں کے ادا کرنے کا مختصر مجموعہ ہے۔ یہ حقیقت یاد رہے، یا، حرف نداء میں اتنی تاکید نہیں جتنی کہ اَیُّهَا النَّبِیُّ میں ہے۔ اس لیے اگر ایہا النبی کے صیغہ سے سلام بھیجا جائے تو ”یا“ حرف نداء کے ساتھ بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا جائز ہے۔

وسعتِ علم مصطفوی ﷺ:۔ جتنے کھرب، جتنے ارب، جتنے کروڑ، جتنے لاکھ، جتنے ہزار، جتنے سو، خوش نصیبوں نے درود شریف پڑھایا پڑھیں گے دعائے وسیلہ مانگی یا مانگیں گے ان سب کے نام، ان کے باپوں کے نام ان کی شکلیں، صورتیں حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہیں (جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے) تاکہ برائے شفاعت تلاش کرنے میں دشواری پیش نہ آئے اور سہولت کے ساتھ سب کو شفاعت سے نوازا جاسکے بلکہ گواہی دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ان کے تمام اعمال کو، ان کے ظاہر باطن کو، نظر آنے والی طاعات کو، مخفی رہنے والے سنیاات کو بھی بالتفصیل جانتے ہیں کیونکہ اس علم محیط کے بغیر عالم الغیب والشہادۃ جل مجدہ کے حضور گواہی نہیں دی جاسکتی۔ جب غیب جاننے والے کی بارگاہ میں گواہی دیں گے تو پتہ چلا کہ اس کی عطا سے خود بھی غیب جانتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے کے مسائل شرعی:-

س: درود شریف پڑھنا فرض ہے، واجب ہے یا کہ مستحب ہے؟

ج: تمام عمر ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا فرض ہے اور بروقت سماعت نام مبارک واجب ہے۔ ہاں اگر ایک مجلس میں نام مبارک بار بار ذکر کیا جائے تو اول مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور پھر مستحب جیسا کہ ایک مجلس میں تکرار آیت سجدہ سے ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نام مبارک سننے پر ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ (322)

حضور اقدس ﷺ کے نام مبارک کو سن کر ہر مرتبہ درود شریف نہ پڑھے تو عام لوگوں کے ذکر میں اور حضور اقدس ﷺ کے درمیان کیا فرق ہوا۔ اس لیے جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک ہو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ (323)

س: انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے صلوٰۃ و سلام کی نوعیت کیا ہے؟

ج: ہمارے آئمہ نے فرمایا: ”مستقل طور پر انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے صلوٰۃ کا استعمال مکروہ ہے۔“ اور بعض نے فرمایا کہ ”حرام ہے“۔ علامہ جوینی قدس سرہ نے فرمایا، (”صلوٰۃ“ کی طرح ”سلام“ بھی مستقل طور پر ممنوع ہے کیونکہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہی ہے۔ اس لیے کہ اللہ جل مجدہ نے صلوٰۃ و سلام دونوں کو یکجا ذکر فرمایا ہے۔ لہذا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں پر بالاستقلال بصیغہ غائب سلام نہ پڑھا جائے گا۔ البتہ زندہ یا مردہ مسلمانوں کے لیے مخاطب کے صیغہ سے سلام کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (323 ب)

س: اس بات میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور ہم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر کہہ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ درود بھیجے محمد ﷺ پر؟

ج: حضور نبی کریم روف ورحیم ﷺ کی ذات اقدس ہر عیب سے پاک ہے جبکہ ہم عاجز ہیں اور عیوب و نقائص کے مالک ہیں اور اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے مطابق درود و سلام بھیجنے سے قاصر ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے مقام و مرتبہ کے مطابق آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجے۔ (324)

س: جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور نبی کریم روف ورحیم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت ہے؟  
ج: ہمارا حضور ﷺ پر درود حضور ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی، بلکہ ہمارا درود حضور اقدس ﷺ کی اظہار عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم کیا، حالانکہ اللہ جل شانہ کو اس کے پاک ذکر کی بالکل ضرورت نہیں۔ (325)

س: آیت درود میں صلوٰۃ کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے سلام کی نہیں کی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟  
ج: شاید اس وجہ سے کہ سلام دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک دعا میں، دوسرے انقیاد و اتباع میں۔ مومنین کے حق میں دونوں معنی صحیح ہو سکتے تھے اس لیے ان کو اس کا حکم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لحاظ سے تابعداری کے معنی صحیح نہیں ہو سکتے تھے اس لیے اس کی نسبت نہیں کی گئی۔ (326)

س: آل ابراہیم علیہ السلام سے کون مراد ہیں؟  
ج: آل ابراہیم علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل و حضرت اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ہر دو کی اولاد میں سے تمام مومنین، صالحین، انبیاء مرسلین علیہم السلام مراد ہیں بلکہ حضور ﷺ بھی آل ابراہیم علیہ السلام میں شامل ہیں۔

س: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام کی بابت فرمایا۔ اللہم ھولاء اھل بیتی، ”الہی یہ میرے اہل بیت ہیں (مشکوٰۃ، ص 568) معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات پر اور امت پر اہل بیت کا اطلاق درست نہیں۔ اہل بیت صرف یہ چار حضرات اور اولاد ہیں۔

ج: ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بوڑھی بیوی کی بشارت دی اور انہوں نے بڑھاپے میں بیٹا ملنے پر تعجب کیا تو فرشتوں نے فرمایا:

اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحِمْتُ اللّٰهَ وَ بَرَکَتُهُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ۝ اِنَّہٗ حَبِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ ھود [11:73]

کیا اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے اہل بیت (نبی کے گھر والو) بے شک وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو فرمانبرداری کا حکم دینے کے بعد فرمایا۔

.....إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ الاحزاب [33:33]

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت (نبی کے گھر والو) کہ تم سے ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں صاف ستھرا اور پاکیزہ کر دے۔  
س: جب حضور اقدس ﷺ نے درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اس کے سوا کوئی دوسرا درود پڑھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

ج: نماز میں یہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے یہی درود نماز میں پڑھنے کا امر فرمایا ہے لیکن نماز کے علاوہ آپ ﷺ نے ہر درود پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ درود شریف بھیجنے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

نماز میں درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

درود شریف پڑھنے کے لیے حسین اور اعلیٰ الفاظ استعمال کرنے چاہئیں تاکہ جب آپ ﷺ کے حضور درود شریف پیش ہو تو آپ ﷺ اچھے الفاظ دیکھ کر زیادہ خوش ہوں۔ اسی بنا پر امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین عظام علیہم الرضوان نے اپنی عالی قدر تصانیف میں بار بار (ﷺ) لکھا ہے جو کہ درود ابراہیمی نہیں ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جیسے اولیا کرام کی تصانیف عالیہ میں ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“ سے ملتے جلتے الفاظ بھی مکتوب پائے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ درود ابراہیمی کے علاوہ دوسرے درودوں کے جائز ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک کے سب مسلمانوں کا اجماع ہے۔

س: رسول اکرم ﷺ کے سکھائے ہوئے درود میں تو اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے مگر ”الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ میں رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں تو اس مخالفت کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود و سلام دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے الاحزاب [33:56] اور نماز میں سلام عرض کر کے جو الفاظ سکھائے گئے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِن میں صرف نبی ﷺ کو پکارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو نہیں اور جو الفاظ نماز میں درود شریف کے ارشاد فرمائے گئے ہیں ان میں صرف اللہ کو پکارا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ سلام ہو یا درود شریف دونوں میں اللہ تعالیٰ کو اللہ سمجھ کر پکارنا بھی درست ہے اور رسول اللہ ﷺ کو رسول جان کر پکارنا بھی صحیح ہے۔

درود شریف کے فضائل و فوائد:- قارئین کرام! درود و سلام کے فضائل اور ثمرات بے شمار ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ تمام مستند کتب سے اقتباسات لے کر لکھے جاسکیں۔ بندہ عاجز کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی جامع فہرست مرتب کی جاسکے۔ اس لیے بندہ عاجز نے محققین و مجاہدین رسول اکرم ﷺ کی بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علامہ محمد سعید شلی قادری مدظلہ کی مرتب کردہ فہرست فضائل درود کو بنیاد بنا کر تمام کتب و تصانیف میں درج درود شریف کے فوائد کثیرہ کا آپس میں اور اس فہرست سے موازنہ کیا اور فوائد درود شریف کی ایک مختصر اور جامع فہرست مرتب کی جو کہ قارئین کے ذوق کے پیش نظر پیش خدمت ہے تاکہ ذکرِ نعمت، شکرِ نعمت میں شمار ہو جائے۔

- 01- درود و سلام پڑھنے سے اللہ کریم کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)
- 02- درود و سلام پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے۔ (قرآن مجید)
- 03- درود و سلام پڑھنے میں فرشتوں کی موافقت ہے۔ (قرآن مجید)
- 04- درود و شریف پڑھنے والے کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (اس، ص 57)
- 05- جو ایک بار درود و سلام پڑھے اللہ کریم اس پر دس بار درود و سلام بھیجتا ہے۔ (م، ج 20)
- 06- جو ایک بار صلوٰۃ و سلام بھیجے فرشتے اس پر دس بار صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔
- 07- جمعرات اور جمعہ کو فرشتے درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف چاندی کے صحیفوں میں سونے کے قلم سے لکھتے ہیں۔ (س، ص 57)
- 08- درود و سلام پڑھنے سے بھولی ہوئی چیز یاد آ جاتی ہے۔ (کنز، ص 353)
- 09- اللہ کریم درود شریف پڑھنے والے کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (ج، ص 29)
- 10- اللہ کریم درود خواں کے دس درجے بلند کر دیتا ہے۔ (ج، ص 29)
- 11- اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ (ج، ص 29)
- 12- اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ (ترمذی، اول، ص 157، ج 29)
- 13- جمعہ کے روز کثرت سے درود پڑھنے والا نبی کریم ﷺ سے قریب ہوگا۔ (طبرانی، ص 59)
- 14- جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے والے کی سوچا جتنیں پوری ہوتی ہیں، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ (بیہقی، ص 60)
- 15- جو درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتا ہے اور جو نبی کریم ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرتا ہے اللہ کریم اس پر سلام بھیجتا ہے۔ (س، ص 61)
- 16- دعا سے پہلے، درمیان اور آخر میں درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ (کنز، اول، ص 353، ص 188)
- 17- درود پاک پڑھنے والے کا گناہ تین دن تک فرشتے نہیں لکھتے۔
- 18- درود و سلام پڑھنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (کنز، اول، ص 349)
- 19- کثرت سے درود و سلام پڑھنا بندے کو قربِ نبی اکرم ﷺ کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ (ترمذی، اول، ص 157)
- 20- بندے کے دنیوی اور آخرت کے تمام معاملات میں درود و سلام کفایت کرتا ہے۔ درود خواں کے سارے کام اللہ تعالیٰ خود اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ غرضیکہ درود شریف اسمِ اعظم ہے۔ (کنز، اول، ص 253)
- 21- تنگدست کے لیے درود و سلام صدقے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ (جواہر، 4، ص 155)
- 22- درود و سلام پڑھنے والا پاک ہو جاتا ہے۔ (س، ص 55)
- 23- صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کو فوت ہونے سے پہلے جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ (ث، ص 36)
- 24- بکثرت درود و سلام پڑھنا قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا باعث بن جاتا ہے۔ (س، ص 84)



- 25۔ درود و سلام پڑھنے والے پر نبی اکرم ﷺ صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ (ص 36)
- 26۔ درود و سلام سے مجلس مزین ہو جاتی ہے۔ (س 67)
- 27۔ محتاجی دور ہو جاتی ہے۔ (س 67)
- 28۔ بخل مٹ جاتا ہے اور بد بختی دور ہو جاتی ہے۔ (س 74)
- 29۔ جو شخص ہر روز پچاس بار درود شریف پڑھتا رہا کرے، قیامت کے دن فرشتے اس سے مصافحہ کریں گے۔ (جواہر 4، ص 162)
- 30۔ جنت میں کثرت سے بیویاں عطا ہوں گی۔ (ص 36)
- 31۔ درود پڑھنے والے کا کندھا جنت کے دروازے پر نبی کریم ﷺ کے کندے مبارک کے ساتھ چھو جائے گا۔
- 32۔ درود و سلام پل صراط پر بہت زیادہ نور ملنے کا ذریعہ ہے۔ (س 28)
- 33۔ اللہ کریم درود خواں کی اچھی صفت آسمان اور زمین والوں میں بیان کرتا ہے۔ (ص 36)
- 34۔ درود خواں کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ (ص 37)
- 35۔ درود و سلام پڑھنے والا نبی کریم ﷺ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ (ص 37)
- 36۔ درود و سلام پڑھنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے اور ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔ (ص 37)
- 37۔ درود و سلام پڑھنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔ (ص 18)
- 38۔ صلوٰۃ و سلام پل صراط پر ثابت قدمی اور پار چلے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ (ص 37)
- 39۔ درود شریف پڑھنے سے نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے کچھ حق ادا ہو جاتا ہے۔ (ص 38)
- 40۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت اور تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ ہے، صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے اللہ کریم کی اس نعمت کا قدرے شکر یہ ادا ہو جاتا ہے۔ (ص 38)
- 41۔ جس مجلس میں درود و سلام پڑھا جائے اس مجلس والوں پر قیامت کے روز کوئی حسرت نہیں ہوگی۔ (ص 39)
- 42۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (س 80)
- 43۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں احد پہاڑ جتنا ثواب لکھا جاتا ہے، (ص 18)
- 44۔ رسول اکرم ﷺ قیامت کے روز اس کی گواہی دیں گے۔ (فض 47)
- 45۔ دس بار درود پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ (فض 47)
- 46۔ درود خواں اللہ کریم کے عذاب سے امان میں ہوگا۔ (س 29)
- 47۔ بکثرت درود پڑھنے والے کو عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ (س 63)
- 48۔ حشر میں نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ (فض 47)
- 49۔ حوضِ کوثر پر جانا نصیب ہوگا۔ (فض 47)
- 50۔ پل صراط سے چمکنے والی بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ (فض 47)
- 51۔ پیاس سے امن ہوگا۔ (فض 47)

- 52۔ موت سے پہلے اپنا جنت والا گھر دیکھ لے گا۔ (فض، ص 47)
- 53۔ درود خواں کو جان کنی میں آسانی ہوتی ہے۔
- 54۔ درود و سلام کا ثواب بیس غزوات (جہادوں) کے ثواب سے زیادہ ہے۔ (کنز اول، ص 52)
- 55۔ درود شریف کی برکت سے مال بڑھ جاتا ہے۔ (فض، ص 47)
- 56۔ درود و سلام عبادت ہے اور اللہ کریم کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ (فض، ص 48)
- 57۔ درود و سلام پڑھنا اہل سنت کی نشانی ہے۔ (لوح الانوار القدسیہ، شعرانی، فض، ص 48)
- 58۔ درود و سلام پڑھنے سے مجلس معطر ہو جاتی ہے۔ (ص 36)
- 59۔ درود و سلام کے ورد سے بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ (فض، ص 28)
- 60۔ درود شریف پڑھنے والا خود بھی اور اس کی اولاد بھی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ (فض، ص 48)
- 61۔ درود و سلام پڑھنے سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔ (فض، ص 48)
- 62۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو قبر میں نہ مٹی کھائے گی اور نہ ہی کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔
- 63۔ درود و سلام پڑھنے والے کے لیے قبر میں نور ہو جاتا ہے۔ (فض، ص 48)
- 64۔ حشر میں درود خوان کے لیے نور ہوگا۔ (ص 23)
- 65۔ کثرت سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے دشمنوں پر فتح ملتی ہے۔ (فض، ص 48)
- 66۔ نفاق اور میل کچیل سے دل پاک ہو جاتا ہے۔ (فض، ص 48)
- 67۔ اس سے تمام مومن محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور منافق جلتے رہتے ہیں۔ (فض، ص 48)
- 68۔ نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ (فض، ص 48)
- 69۔ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو رسول کریم ﷺ کی زیارت بیداری میں ہونے لگتی ہے۔ (فض، ص 48)
- 70۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والے کی شفاعت نبی اکرم ﷺ ضرور فرمائیں گے۔ (طبرانی، ص 56)
- 71۔ صبح و شام جو شخص دس دس بار ہر روز درود شریف پڑھا کرے گا وہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت پائے گا۔ (کنز اول، ص 35)
- 72۔ جو شخص سو بار درود و سلام پڑھے اللہ کریم اس کی پیشانی پر نفاق سے پاک ہو جانا اور دوزخ سے بری ہو جانا لکھ دیتا ہے۔ (ص 17)
- 73۔ جو مومن سو بار درود و سلام پڑھے اللہ کریم اس کو شوہیدوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے گا۔ (ص 17)
- 74۔ جو ایک بار درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار رحمت بھیجتے ہیں۔ (مسند امام احمد، اول، ص 253)
- 75۔ درود و سلام پڑھنے والے کے لیے دو فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے ان دو فرشتوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ (طبرانی، ص 20)
- 76۔ درود شریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے اور جو گنہگار بھولا بھٹکا اس مجلس میں یونہی آنکے وہ بھی محروم نہیں رہتا۔ (ص 20)

- 77۔ نبی اکرم ﷺ کا جواب دیتے ہیں۔ (ابوداؤد، ج 2، ص 150، مسند امام احمد ج 2، ص 567)
- 78۔ ایک بار درود و سلام پڑھنے والے کا درود و سلام قبول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صف، ص 23)
- 79۔ نبی کریم ﷺ پر جب امتی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے۔ (صف، ص 18)
- 80۔ ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس دس بار صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ (س، ص 18)
- 81۔ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنا گردن آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (کنز اؤل، ص 353)
- 82۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کتاب میں میرے نام کے ساتھ درود شریف لکھا، فرشتے اس کے لیے بخشش مانگتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ (جواہر، ص 169)
- 83۔ نماز میں درود شریف نہ پڑھا جائے تو نماز کامل نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ، جواہر، ج 4، ص 164)
- 84۔ جو شخص جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے مندرجہ ذیل درود و سلام اسی بار پڑھے، اس کے اسی سال کے گناہ بخشے جائیں اور اس کے لیے اسی سال کی عبادت لکھی جائے۔ (س، ص 82)
- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَوَسَلِّمْ تَسْلِيمًا
- 85۔ درود خوان کی جان، مال، عمر اور اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ (مرتب)
- 86۔ درود پاک پڑھ کر جس کو ایصالِ ثواب کیا جائے اسے بھی نفع دیتا ہے۔ (مرتب)
- 87۔ درود پاک پڑھنے والا ہر بلا، قحط اور مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس سے تعلق رکھنے والے تنگی اور دشمنوں کے مکر و فریب و ایذا سے محفوظ رہتے ہیں۔ (مرتب)
- 88۔ درود پاک خود اپنے پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔ (مرتب)
- 89۔ کثرت درود شریف سے مقامِ ولایت حاصل ہوتا ہے۔ (مرتب)
- 90۔ درود شریف آبِ حیات ہے جس سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے۔ (مرتب)
- 91۔ برادرانِ اسلام! درود شریف اسمِ اعظم ﷺ ہے۔ اس کے فضائل و فوائد بے حد و حساب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حضور میں نہایت عجز و انکسار، حضور قلب، ذوق و شوق اور ادب سے بکثرت صلوٰۃ و سلام عرض کرتے رہا کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی رضا نصیب ہو۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم      خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ  
یا صاحب الجہاں و یا سید البشر      من وجہک المیر لقد نور القمر  
صلی اللہ علیہ وسلم      صلی اللہ علیہ وسلم      صلی اللہ علیہ وسلم      صلی اللہ علیہ وسلم

دیگر انبیاء و رسل اور آل پاک پر درود و سلام بھیجنا:-  
آیات قرآنی:-

1- قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۝..... اَنۡمَل [27:59]

تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔

2- سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۙ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيۡنَ ۙ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيۡنَ ۙ

الصافات [37:180-182]

پاکي ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

3- وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيۡنَ ۙ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۙ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيۡنَ ۙ اِنَّهٗمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيۡنَ ۙ

الصافات [37:119-122]

اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی سلام ہوا براہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے۔

4- وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيۡنَ ۙ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِيۡنَ ۙ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيۡنَ ۙ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيۡنَ ۙ

الصافات [37:78-81]

اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی نوح پر سلام ہو جہان والوں میں بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے۔

احادیث مبارکہ:-

01- صَلُّوْا عَلٰی اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِي (ابن ابی عمرہ عن ابی ہریرہؓ)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے پیغمبروں اور رسولوں پر بھی درود بھیجو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری طرح انہیں بھی مبعوث فرمایا

ہے۔ (327)

02- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم دوسرے رسولوں (علیہم السلام) پر درود بھیجو تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود بھیجا کرو میں بھی ان میں سے

ہوں۔ ایک اور حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ جیسا کہ مجھ کو پیغام پہنچانے کے لیے اللہ جل شانہ نے بھیجا ایسے ہی ان

کو (دوسرے نبیوں کو) بھی بھیجا تاکہ وہ پیغام پہنچائیں۔ (328)

03- لَا تَصَلُّوْا عَلَی الصَّلَاةِ الْبِتَرَاءِ قَالُوْا وَمَا الصَّلَاةُ الْبِتَرَاءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَتَسْكُنْ بِلْ قَوْلِی اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر درود نہ پڑھو جو کٹا ہوا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کٹا ہوا درود کون سا ہے فرمایا کٹا ہوا درود ہے (کہ تم میری آل کا ذکر نہ کرو) اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ کر چپ ہو جاؤ۔ بلکہ تمہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہنا چاہیے۔ (329)

04۔ اللہم قد جعلت صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك على ابراهيم و آل ابراهيم اللهم انهم (یعنی فاطمہ و علی والحسن والحسين قال ذلك و هم تحت رداءه ﷺ) منى وانا منهم فأجعل صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك على وعليهم قال واثلة بن الاسقع راوى الحديث و كنت واقفا على الباب فقلت وعلى يا رسول الله بآبى انت و احمى فقال اللهم وعلى واثلة۔  
حضرت واثلة بن اسقع ؓ نے فرمایا:

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت حسن ؓ، حضرت حسین ؓ کو اپنی چادر مبارک اوڑھا کر کہا الہی تو نے بے شک اپنے درود، اپنی رحمت، اپنی مغفرت اور اپنی رضا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر اتاری ہے۔ الہی یہ چادر والے میرے ہیں میں ان کا ہوں تو اپنے درود اپنی رحمت اپنی مغفرت اور اپنی رضا مجھ پر بھی اور ان پر بھی نازل فرما واثلة کہتے ہیں میں دروازے پر تھا میں نے سن کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے بھی دعا فرمائیے تو آپ ﷺ نے کہا۔ اللہم وعلى واثلة۔ الہی واثلة پر بھی نازل فرما۔ (330)

05۔ روى عن النبى صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انه قال لعائشه رضى الله تعالى عنها يا عائشه لا تنامى حتى تعملى اربعة اشياء حتى تختمى القرآن و حتى تجعلى الانبياء لك شفعا يوم القيامة و حتى تجعلى المسلمين راضين عنك و حتى تجعلى حجة وعبرة قد دخل عليه الصلاة والسلام فى الصلاة فبقيت على فراشى حتى اتم الصلاة فلما اتمها قلت يا رسول الله فداك ابى و احمى امرتنى بأربعة اشياء لا اقدر فى هذه الساعة ان افعلها فتبسم رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وقال اذا قرأت قل هو الله احد ثلاثا فكانك ختمت القرآن و اذا صليت على وعلى الانبياء من قبلى فقد صرنالك شفعا يوم القيامة و اذا استغفرت للمؤمنين يرضون عنك و اذا قلت سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر فقد حججت و اعتمرت۔ (331)

سیدنا سرور دو عالم فخر آدم و بنی آدم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سونے سے پہلے چار کام کر لیا کرو۔ سونے سے پہلے قرآن کریم ختم کیا کرو اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے قیامت کے دن کے لیے شفع بنا لو اور مسلمانوں کو اپنے سے راضی کر لو اور ایک حج و عمرہ کر لو یہ فرما کر حضرت مصطفیٰ ﷺ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ سیدنا ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے مجھے اس وقت چار کام کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ میں اس قلیل وقت میں نہیں کر سکتی تو حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا اے عائشہ! جب تُو قُلْ هُوَ اللہُ تین مرتبہ پڑھ لے گی تو تو نے گویا قرآن کریم ختم کر لیا، جب تو مجھ پر اور مجھ سے پہلے نبیوں پر درود پاک پڑھے گی تو ہم سب تیرے لیے قیامت کے دن شفع ہوں گے اور جب تو مومنوں کے لیے استغفار کرے گی تو وہ سب تجھ سے راضی ہو جائیں گے اور جب تو کہے گی، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تو نے حج و عمرہ کر لیا۔

قارئین کرام مندرجہ بالا قرآنی آیات و احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے وقت تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آل محمد ﷺ پر بھی درود و سلام بھیجنا ضروری ہے اس کے بغیر آنحضرت ﷺ پر درود و سلام مکمل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت درود شریف میں حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے متعدد احادیث مبارکہ میں آل پاک اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی درود و سلام کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے درود و سلام پڑھنے کا افضل طریقہ یہی ہے کہ آل پاک اور دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی درود و سلام بھی پیش کیا جائے۔

02۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور درود و سلام پیش کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں اور ان حضرات نے صبر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا تاکہ جس طرح دشمنوں نے سنا کر دوزخ حاصل کی، دوست تعریف کر کے جنت میں مقامات عالیہ حاصل کریں۔

03۔ سونے سے پہلے ہر مسلمان کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل عمل کر لے جن کے فوائد بے حد و حساب ہیں:

(ا) سونے سے پہلے تین بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ لیں اس سے تین قرآن حکیم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

(ب) حضور ﷺ، دیگر انبیاء و مرسل اور آل محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجیں اس سے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و مرسل کی قیامت کے دن شفاعت نصیب ہوگی۔

(ج) تمام مومنین کے لیے دعائے استغفار پڑھیں اس سے وہ سب راضی ہو جائیں گے اور یوں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

(د) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھیں اس سے حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ یہی چار کلمات نماز صلوٰۃ التَّسْبِيح میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا بے حد و حساب ثواب ہے۔

نبی اور رسول میں فرق:- وہ برگزیدہ انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تاکہ انہیں مسائل شرعیہ کی تبلیغ فرمائیں، نبی کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے جنہیں کتاب عطا فرمائی گئی، ان نبیوں کو رسول بھی کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہے جبکہ نبی کا اطلاق فرشتہ پر نہیں ہوتا۔ سورۃ فاطر آیت اول میں فرشتوں کو رسلاً اور سورۃ التکویر میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو رسول کریم کہا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ بعض پیغمبروں کو



نبی بھی کہہ سکتے ہیں اور رسول بھی کہہ سکتے جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ اور بعض کو نبی کہہ سکتے ہیں مگر رسول نہیں کہہ سکتے جیسے سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ (علیہما السلام) اور بعض کو رسول کہہ سکتے ہیں مگر نبی نہیں کہہ سکتے۔ جیسے سیدنا جبریل امین (علیہ السلام)۔ حدیث مشکوٰۃ میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتائی گئی ہے جبکہ صرف چار بڑی کتابیں اتری تھیں اور باقی چھوٹے صحیفے۔ تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید حضور اقدس ﷺ پر نازل ہوا، تورات مقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور صحیفوں میں (دس) صحیفے سیدنا آدم علیہ السلام پر، (دس) سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر، (پچاس) حضرت شیث علیہ السلام پر، (تیس) حضرت ادريس علیہ السلام پر نازل ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ تورات کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (دس) صحیفے بھی نازل ہوئے تھے تو کل تعداد ایک سو چودہ ہو جائے گی ورنہ ایک سو چار۔ (332)

علم جفر کی رو سے ایک ایمان افروز نکتہ:- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسولوں کی تعداد (315) حضور نبی کریم کے اسم پاک ”محمد ﷺ“ کے حروف طیبہ (م، ح، م، م، د) سے ماخوذ ہے۔ بایں تفصیل کہ پہلے حرف ”میم“ میں تین حرف ہیں (م، ی، م) بحساب ابجد ان کے (90) عدد ہوئے اور دوسرے حرف ”ح“ کو جب مد کے ساتھ پڑھا جائے ”حاء“ تو اس کے بھی تین حرف ہیں۔ (ح، ا، ء) بحساب ابجد کے دس (10) عدد ہوئے۔ پھر تیسرا حرف بھی میم ہے اور چوتھا بھی۔ ان کے چھ حروف ہیں اور (180) عدد۔ پھر آخری حرف دال میں بھی تین حرف ہیں (د، ا، ل) اور (35) عدد۔ تمام اعداد جمع کیے جائیں تو (315) بنتے ہیں اس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آج تک جو کچھ پایا اسی بارگاہ سے پایا اور آئندہ جو کچھ پائیں گے اسی آستان برکت نشاں سے پائیں گے۔ قارئین کرام! آپ کے ذوق کی تسکین کے لیے ابجد تحریر کی جاتی ہے تاکہ علم دوست خواتین و حضرات اسم محمد ﷺ اور اسم اللہ تعالیٰ میں اس طرح کے علمی نکات کی جانچ پڑتال سے ”تفقه فی الدین“ کے حکم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

ابجد عربی:-

ط	ح	ز	و	ه	د	ج	ب	ا
۹	۸	۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
ص	ف	ع	س	ن	م	ل	ک	ی
۹۰	۸۰	۷۰	۶۰	۵۰	۴۰	۳۰	۲۰	۱۰
ظ	ض	ذ	خ	ث	ت	ش	ر	ق
۹۰۰	۸۰۰	۷۰۰	۶۰۰	۵۰۰	۴۰۰	۳۰۰	۲۰۰	۱۰۰
								غ
								۱۰۰۰

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر آتے وقت درود پڑھنا:-

01- اذا دخل احدكم المسجد فليصل على النبي ﷺ وليقل اللهم اعصمنا من الشيطان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی کریم ﷺ پر درود

شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے۔ ”اللهم اعصمنا من الشيطان۔ یا اللہ ہمیں شیطان سے بچا۔ (333)

02- اذا دخل احدكم المسجد فليسلم على النبي ﷺ وليقل اللهم افتح لي ابواب رحمتك فاذا خرج فليسلم على النبي ﷺ وليقل اللهم اجرني من الشيطان (334)

ابن حبان رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے یا الہی میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے پس جب باہر نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے یا الہی مجھے شیطان سے بچا۔ (335)

03- كان رسول الله ﷺ اذا دخل المسجد صلى على محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي ابواب رحمتك واذا خرج صلى على محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي ابواب فضلك

رسول اقدس ﷺ کی شہزادی سیدۃ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے کہ یا اللہ میرے ذنوب کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول اور جب مسجد سے نکلتے تو محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھتے پھر دعا مانگتے یا اللہ میرے ذنوب کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول۔ (336)

04- جاء رجل الى النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فشكا اليه الفقر وضيق العيش والمعاش فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اذا دخلت منزلك فسلم ان كان فيه احدا ولم يكن فيه احد ثم سلم على واقراء قل هو الله احد مرة واحدة ففعل الرجل فادار الله عليه الرزق حتى افاض على جيرانه وقراباته۔ (337)

ایک شخص نے دربار نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی تو اس کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو، تو السلام علیکم کہہ، چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اور ایک مرتبہ قل هو الله أحد پڑھ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کو کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچا۔

اجمالی جائزہ:- قارئین کرام متعدد احادیث مبارکہ اور فقہائے عظام کے بیان کردہ شرعی مسائل سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

01- مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے:-

أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

میں عظمت و جلال کے مالک اللہ اور اس کی کریم ذات اور اس کی لازوال سلطنت کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے۔

02- مسجد کے اندر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے اور اس کے بعد کہے:-

اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔

03۔ یا یہ پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ عَلَيْنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ  
اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے اور اپنے رزق کے دروازے (وسائلِ معاش کے راستے) آسان کر دے۔

04۔ یا یہ کہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ  
اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (میں مسجد میں قدم رکھتا ہوں) اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔

05۔ یا یہ کہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ  
میں اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اتباع کی غرض سے (داخل ہوا ہوں)

06۔ اور یہ درود پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ  
اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر۔

07۔ اور یہ دعا مانگے:-

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ  
اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔ اور اندر پہنچ جانے کے بعد کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ

سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

مسجد سے نکلنے وقت کے آداب:- نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلنے وقت درج ذیل آداب کا خیال رکھے۔

01۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور کہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْصِبْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

اے اللہ تو مجھے مردودِ شیطان سے بچا۔

02۔ اور یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل (انعام) طلب کرتا ہوں۔

03۔ یا یہ پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللہ کے نام کے ساتھ (نکلتا ہوں) اللہ کے رسول ﷺ پر سلام ہو۔

04۔ اور یہ درود پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

اے اللہ تو محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر رحمت فرما۔

05۔ اور یہ دعا مانگے:- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

اے اللہ تو میرے گناہ بخش دے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لیے کھول دے۔ (338)

گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھنا:-

01۔ حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:-

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔

پھر جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو (یعنی وہاں جو مسلمان ہو ان کو) سلام کر لیا کرو۔

02۔ اگر گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو داخلہ کے وقت یہ دعا پڑھے:-

اَلسَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی  
اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

نبی کریم ﷺ پر اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکت اور السلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اور سلام ہو گھر والوں پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔

مسلمانوں کے گھروں میں نبی کریم ﷺ کی روح مبارک تشریف فرما ہوتی ہے۔ اس لیے اس طرح سلام عرض کرنا حصول برکت و رحمت کے لیے ضروری ہے۔ (339)

03۔ اگر کوئی شخص فقر و فاقہ اور تنگی معاش کا شکار ہو تو اسے چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہے، چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر رسول کریم ﷺ پر اس طرح سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اور ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ فقر و فاقہ اور تنگی جاتی رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے ہمسایوں، رشتہ داروں اور دیگر تعلق داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچتا ہے۔

قارئین کرام! جب کوئی مسلمان گھر میں داخل ہوتے وقت یہ مسنون طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس گھر پر سے شیطان کا غلبہ و تسلط ختم ہو جاتا ہے، درود و سلام کی برکت سے فرشتے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور رحمت رخصت ہو جاتی ہے۔

وضو کے بعد درود شریف:-

1۔ اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنْ طَهْوَرَةٍ فَلْيَقُلْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ

يُصَلِّ عَلٰی مَا ذَا قَالَ ذٰلِكَ فَتَحْتَ لَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهِ۔ (340)

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
- جب تم میں سے کوئی وضو سے فارغ ہو تو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔
- 2۔ لا وضوء لمن لم يصل على النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔
- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
- اس کو وضو نہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام نہ پڑھا۔ (341)
- اجمالی جائزہ:- قارئین کرام وضو کرتے وقت اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔
- 1۔ جب وضو کرنے بیٹھیں تو اول بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں۔ اس کے بعد یہ دعائیں گیں۔
- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ
- اے اللہ تعالیٰ تو میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر (بار) میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔
- 2۔ اور وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:-
- اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
- میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔
- 3۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت ادب و احترام سے درود شریف پیش کرے۔
- 4۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:-
- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ
- اے اللہ تو مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں میں شامل کر لے اور مجھے خوب پاک صاف رہنے والوں میں داخل فرما دے۔
- 5۔ یا یہ دعا پڑھے:-
- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ
- پاک ہے تو اے اللہ اور تیری ہی حمد و ثنا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور (اپنے گناہوں) توبہ کرتا ہوں۔
- 6۔ یا یہ دعا پڑھے:-
- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ
- پاک ہے تو اے اللہ اور تیرے لیے ہی حمد و ثنا ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔
- 7۔ وضو کے بعد بھی درود شریف پڑھیں۔
- قارئین کرام مندرجہ بالا آداب کا خیال رکھنے سے ہمیں مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز)
- وضو کامل نصیب ہوگا۔ بے شمار رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوں گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

جو شخص وضو کرتے وقت مذکورہ بالا (نکتہ نمبر 6 میں درج) دعا مانگتا ہے اس کے لیے (مغفرت کا) ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن تک اس (معافی نامہ) کی مہر نہ توڑی جائیگی (اور وہ مغفرت کا حکم برقرار رہے گا) (342)

دعا کے وقت درود شریف پڑھنا:-

1- اذا صلى احدكم فليبداء بتحميد ربّه والثناء عليه ويصل على النبي ﷺ ثم يدعو بعد بباشاء (343)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو پہلے اپنے پروردگار جل مجدہ کی حمد و ثناء کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے مانگے۔

2- ما من دعاء الا بينه وبين السماء حجاب حتى يصلي على فاذا صلى على انخرق الحجاب و صعد الدعاء-

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دعا کے اور ہر آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے یہاں تک کہ مجھ پر درود پڑھا جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اوپر چڑھ جاتی ہے۔

3- الدعاء كله محبوب حتى يكون اوله ثناء على الله عز وجل وصلاة على النبي ﷺ ثم يدعو فيستجاب الدعاء له-

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر دعا محبوب رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا میں اللہ کی ثناء ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو پھر دعا مانگے تو قبول ہو جاتی ہے۔

4- صلاتكم على محرزة للدعائكم و مرضة لربكم و زكوة لاعمالكم  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر تمہارا درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کی حفاظت کرتا ہے۔ تمہارے پروردگار کو راضی کرتا ہے اور تمہارے اعمال کو پاک کرتا ہے۔

5- ان الدعاء موقوف بين السماء والارض لا يصعد منه شيء حتى تصلي على نبي ﷺ (344)  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

ہر دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو اور پر نہیں چڑھتی۔  
6- لا تجعلوني كقدح الراكب ان الراكب يملا قدحه ماء ثم يضعه ثم يأخذ في معاليقه حتى اذا فرغ جاء الى القدح فان كان له حاجة في الشراب وان لم يكن له حاجة في الشراب توضاء فان لم يكن له حاجة في الوضوء اهرقه ولكن اجعلوني في اول الدعاء وفي



آخر الدعاء (عن جابرؓ)

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے ساتھ سوار کے پیالے جیسا برتاؤ نہ کرو کہ سوار اپنا پیالہ پانی سے بھر کر ایک جگہ رکھ چھوڑتا ہے۔ پھر کجاوے کے ساتھ ضروری سامان لٹکانے لگتا ہے یہاں تک کہ جب فارغ ہوتا ہے (سامان باندھ لیتا ہے) تو پیالے کے پاس آتا ہے اگر اسے پینے کی ضرورت ہو تو پیتا ہے۔ وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے ورنہ پانی گرا دیتا ہے (میرے ساتھ اس طرح نہ کرو کہ جب مشکل پیش آئی تو یاد کر لیا ورنہ بھلا دیا) بلکہ میرا ذکر اپنی دعاؤں کی ابتدا میں بھی کرو اور آخر میں بھی کرو (ہر دعا میں کم از کم دو بار درود شریف پڑھو)۔

7- لا تجعلوني كقدح الركاب فان الركاب اذا اراد ان ينطلق علق معاليقه واخذ قدحه فملاءه من الماء فان كانت له حاجة في الوضوء توضع وان كانت له حاجة في الشراب شرب والا هراق ما فيه اجعلوني في اول الدعاء في وسط الدعاء وفي آخر الدعاء (345)

حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے ساتھ سوار کے پیالے جیسا برتاؤ نہ کرو بے شک سوار جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنا سامان باندھتا اور لٹکاتا ہے اور ایک پیالہ بھی پانی سے بھر لیتا ہے۔ پھر اگر اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیتا ہے۔ پینے کی حاجت ہو تو پیتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ میرا ذکر (درود شریف کی صورت میں) اپنی دعاؤں کی ابتدا میں بھی کرو، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔ (346)

8- الدعاء بين الصلاتين لا يرد (347)

وہ دعا جو کہ درودوں کے درمیان ہو رندہ کی جائے گی۔

اجمالی جائزہ:- قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ہمیں مندرجہ ذیل ہدایات نصیب ہوتی ہیں جن پر عمل فلاح دارین کے لیے از حد ضروری ہے۔

1- ہر مسلمان کو خوشی غمی، تنگی و فراخی اور ہر حال میں نبی کریم ﷺ کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو وہ جان ہیں جہان کی جان ہے تو جہان ہے

2- ہر دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حمد و ثناء سے ہونی چاہیے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے حضور درود شریف بھیجنا چاہیے۔ اسی طرح دعا کے درمیان میں اور آخر میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی دعا آسمان تک نہیں پہنچتی جب تک حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔

3- دعا کے شروع میں، درمیان میں اور آخر میں کوئی بھی حسین الفاظ پر مشتمل درود شریف پڑھا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے دعا کے شروع میں مندرجہ ذیل درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ جَمْعَيْنِ۔  
اے اللہ رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر جو آپ کے بندے، آپ کے نبی اور آپ کے رسول ہیں۔ اس سے

افضل رحمت جو کہ آپ نے اپنی تمام مخلوق میں سے کسی پر نازل فرمائی ہو (348)

4۔ حدیث نمبر 6 اور نمبر 7 میں درود و سلام کا بظاہر ذکر نہیں فرمایا گیا بلکہ ”اجعلونی“ ارشاد فرما کر کثرت کے ساتھ ذکر رسول ﷺ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ وہ ذکر درود و سلام کی صورت میں ہو یا نعت خوانی کی صورت میں یا ذکر میلاد و ذکر معراج کی صورت میں سب کو ”اجعلونی“ کا اطلاق شامل ہے جس سے معلوم ہوا کہ نعت خوانی جو میلاد خوانی میں ہے، حضور اقدس ﷺ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایسے شخص پر بہت خوش ہوتے ہیں جو آپ پر درود پڑھے اور آپ ﷺ کی مدح کرے (نعت خوانی کرے)۔

نماز میں اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنا:-

01۔ قولوا اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم فی

العالمین انک حمید مجید (عن کعب بن عجرہ ؓ)

حضرت کعب بن عجرہ ؓ راوی ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ نماز کے اندر سلام کرنے کے الفاظ تو ہمیں معلوم ہیں (السلام علیک ایہا النبی) ارشاد فرمائیے کہ ہم درود کن لفظوں میں پیش کیا کریں۔ فرمایا یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ

اے اللہ درود بھیج محمد مصطفیٰ ﷺ پر، محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر سارے جہانوں میں بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (قن، ص 6)

02۔ صلوا علی واجتہدوا فی الدعاء و قولوا اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک علی محمد

و علی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید (349)

حضرت زید ؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر درود پڑھو اور دعا مانگنے میں کوشش کرو۔ (نماز میں تشہد کے بعد) یہ درود پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ۔ (قن، ص 23)

03۔ اذا تشهد احدکم فی الصلوۃ فلیقل اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک علی آل

محمد و ارحم محمد و آل محمد کما صلیت و بارکت و ارحمنا علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

انک حمید مجید

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز میں تشہد پڑھے تو تشہد میں یہ درود پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔ (350)

04۔ لا صلاة الا بطهور و با الصلاة على (351)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر وضو کے اور بغیر درود کے نماز نہیں ہوتی۔

05۔ لا صلاة لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه ولا صلاة لمن لم يصل على نبيه ﷺ ولا صلاة لمن لا يحب الانصار (352)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کی نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی اور جو انصار سے محبت نہیں کرتا اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یا درود قبول نہیں ہوتا۔

06۔ من صلى صلاة لم يصل فيها على وعلى اهل بيته لم تقبل منه (353)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسی نماز پڑھی کہ اس میں نہ مجھ پر درود پڑھا نہ میرے اہل بیت پر تو وہ نماز قبول نہیں ہوگی۔

07۔ ما من امرىء مسلم يأتى فضاء من الارض فيصلى به الضحى ركعتين ثم يقول: اللهم اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتنى ولم اك شيئا استغفر لك لذنبى فانى قد ارهقتنى ذنوبى واحاطت بى الا ان تغفرها فاغفر لى يا رحمن الاغفر الله له فى ذلك الميعاد ذنبه وان كان مثل زبد البحر (354)

ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان زمین کے کسی میدان (جنگل) میں جا کر چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے۔  
”اللهم اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتنى ولم اك شيئا استغفر لك لذنبى فانى قد ارهقتنى ذنوبى واحاطت بى الا ان تغفرها فاغفر لى يا رحمن“  
اور خدا تعالیٰ اس کے گناہ اگر چہ دریا کے جھاگوں کی مانند ہوں اسی نشست میں نہ بخش دے۔

08۔ اذا سمعتم المودن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه عشر ا ثم سلوا الله تعالى لى الوسيلة فانها منزلة فى الجنة لا تنبغى الا لعبد من عباد الله وارجوا ان اكون انا هو فمن سال بى الوسيلة حلت عليه الشفاعة (356)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم موزن سے اذان سنو تو تم اس کے ساتھ اس جیسے کلمے کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار

درود پڑھتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو۔ وسیلہ جنت کی ایک منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوئی۔

09- حدثني محمد بن يزيد الواسطي عن العوام بن حوشب ثنا منصور بن زاذان عن الحسن قال من قال مثل ما يقول البوء ذن فاذا قال البوء ذن قد قامت الصلوة قال اللهم رب هذه الدعوة الصادقة والصلوة القائمة صل على محمد عبدك ورسولك وابلغه درجة الوسيلة في الجنة دخل في شفاعته صلى الله عليه وسلم (357)

منصور بن زاذان حسن سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص موزن کے کلمات اذان (اقامت کے وقت) سن کر اعادہ کرے اور قد قامت الصلوة سنے کے بعد یہ دعائے نکلے تو رسول ﷺ کی شفاعت میں داخل ہوگا۔

اللهم رب هذه الدعوة الصادقة والصلوة القائمة صل على محمد عبدك ورسولك وابلغه درجة الوسيلة في الجنة۔“

10- بلغني ان الرجل اذا قيمت الصلوة فلم يقل اللهم رب هذه الدعوة المستبعة المستجاب صل على محمد وزوجنا من لحوار العين قلن لحوار العين ما ازهدك في الدنيا (358)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب اقامت کہی جائے اور کوئی شخص یہ دعائے نکلے تو حورین اس سے کہتی ہیں تو کس قدر دنیا میں مشغول ہے (یعنی اپنی جانب اس کی لا پرواہی سے تعجب کرتی ہیں)

”اللهم رب هذه الدعوة المستبعة المستجاب صل على محمد وزوجنا من لحوار العين“

11- عن النبي ﷺ انه قال من قال حين يسمع البوءن اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباً وبمحمد رسولاً وبالإسلام ديناً الا غفر له ذنبه۔ (359)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص اذان سن کر اشہد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباً وبمحمد رسولاً وبالإسلام ديناً کہے گا خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

12- ان رجلاً قال يا رسول الله ان البوذنين يفضلوننا فقال رسول الله ﷺ قل كما يقولون فاذا انتهيت فسل تعطه۔ (360)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ موزن لوگ (ثواب اذان کی بدولت) ہم سے بڑھ جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی وہی کہو جو موزن کہتا ہے اور جب (یہ عمل) مکمل کر لو تو دعائے نکلے جو قبول ہوگی۔

13- ان رسول الله ﷺ قال من قال حين ينادى المنادي اللهم رب هذه الدعوة القائمة والصلوة النافعة صل على محمد وارض عنه رضئ لا سخط بعده استعجاب الله له الدعوة (361)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص موزن کی سن کر (یہ کلمات) کہے اس کی دعا خدا قبول فرماتا ہے۔

”اللهم رب هذه الدعوة القائمة والصلوة النافعة صل على محمد وارض عنه رضى لا  
سخط بعده“

14۔ ان رسول الله ﷺ كان اذا سمع الاذان قال، اللهم رب هذه الدعوة المستجابة  
المستجاب لها دعوة الحق و كلمات التقوى توفنى عليها واحينى عليها واجعلنى من  
صالح اهلها عملاً يوم القيامة (362)

رسول اللہ ﷺ اذان سن کر (یہ کلمات) فرمایا کرتے تھے۔

”اللهم رب هذه الدعوة القائمة والصلوة النافعة صل على محمد وارض عنه رضى لا  
سخط بعده“

15۔ اكثر الصلاة على فان صلاتكم مغفرة لذنوبكم و اطلبوا الى الدرجة والوسيلة فان  
وسيلتى عند ربى شفاعت لکم۔ (363)

مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو، اس لیے کہ تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور میرے لیے  
اللہ تعالیٰ سے درجہ اور وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا وسیلہ تمہارے لیے شفاعت ہے۔

16۔ من قال جزى الله عنا محمداً ﷺ ما هو اهلہ اتعب سبعين ملكاً الف صباح (364)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسی جزا دے جو جزا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یا محمد مصطفیٰ ﷺ  
کی شان کے لائق ہے تو اس نے ستر فرشتوں کو مشقت میں مبتلا کر دیا کہ وہ ہزار دن تک ثواب لکھتے رہیں گے۔

17۔ عن ابى الدرداء قال قال رسول الله ﷺ من صلى حين يصبح عشراً و حين يمسي عشراً  
ادر كنه شفاعتى يوم القيامة۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس (10:10) بار درود شریف پڑھے اس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔ (365)

18۔ عن ابى بكر رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من صلى على كنت شفيعه يوم القيامة  
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

جو کوئی مجھ پر درود شریف پڑھے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (366)

19۔ عن ابى بكر الصديق رضي الله عنه سمعت رسول الله ﷺ في حجة الوداع يقول ان الله عز وجل قد  
وهب لكم ذنوبكم عند الاستغفار فمن استغفر بنية صادقة غفر له ومن قال لا اله الا  
الله ربح ميزانه ومن صلى على كنت شفيعه يوم القيامة۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حج الوداع میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: معافی مانگنے کے وقت اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دیتا ہے پس جو شخص سچے دل سے معافی چاہے گا۔ اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور جو لا الہ الا اللہ کا ورد کرے گا اس کا پلہ (قیامت کے دن) بھاری ہوگا۔ اور جو مجھ پر درود شریف پڑھے میں قیامت کے دن اس کا شفیق ہوں گا۔ (367)

20۔ عن رويغ بن ثابت الانصاري رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من قال اللهم صل على محمد وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة وجبت له شفاعتي رواه البزار والطبراني في الاوسط وبعض اسانيدهم حسن كذا في الترغيب - حضرت رويغ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: جو شخص اس طرح کہے،

”اللهم صل على محمد وانزله المقعد المقرب عندك يوم القيامة“  
”اے اللہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجئے اور ان کو قیامت کے دن ایسے مبارک مقام پر پہنچائیے جو آپ کے نزدیک مقرب ہو۔“

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ (368)

21۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدهم اذا جمعوا وانا خطيبهم اذا صمتوا وانا شفيعهم اذا حوسبوا وانا مبشرهم اذا ائسوا واللواء الكريم يومئذ بیدی ومفاتيح الجنان بیدی وانا اكرم ولد آدم على ربي ولا فخر يطوف على الف خادم كانهم لواء مكنون وما من دعاء الا بينه وبين السماء حجاب حتى يصلي على فاذا صلى على انخرق الحجاب وصعد الدعاء۔ (369)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب لوگ قبروں سے نکلیں گے، تو میں سب سے پہلے نکلوں گا اور جب لوگ جمع ہوں گے، تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہو جائیں گے، تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے، تو میں ان کا شفیق ہوں گا اور جب سب ناامید ہوں گے، تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا اور کرامت کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میری عزت دربار الہی میں سب بنی آدم سے زیادہ ہوگی اور میں فخر سے نہیں کہتا، میرے گرد اگر ہزار خادم پھریں گے جیسے کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے اور کوئی دعا نہیں مگر اس کے اور آسمان کے درمیان ایک حجاب (پردہ، رکاوٹ) ہے اس وقت تک جب تک کہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھ لیا جائے اور جب مجھ پر درود پاک پڑھ لیا جائے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اوپر کی طرف قبولیت کے لیے چڑھ جاتی ہے۔

22۔ من قال اللهم صل على روح محمد ﷺ في الارواح و على جسده في الاجساد و على قبره في



القبور رائی فی منامہ و من رائی یوم القیامة و من رائی یوم القیامة شفعت له و من شفعت له شرب من حوضی و حرم اللہ جسدة علی النار۔ (370)  
جو شخص یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَزْوَاجِ وَعَلٰی جَسَدِهِ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قَبْرِہِ فِی الْقُبُورِ۔  
جس کو خواب میں میری زیارت ہوگی اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بھی دیکھے گا اور جو مجھے قیامت کے دن دیکھے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور میں جس کی شفاعت کروں گا وہ حوض کوثر سے پانی پئے گا اور اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔

اجمالی جائزہ:-

- 1۔ حدیث نمبر 1 تا 3 سے ثابت ہے کہ نماز میں صرف درود ابراہیمی پڑھنا چاہیے جس کا الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مختلف احادیث مبارکہ میں ذکر ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں تشہد کی قید لگائی گئی ہے جس سے نماز میں صرف درود ابراہیمی کا حکم ثابت ہوتا ہے۔
- 2۔ درود شریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث نمبر 4 تا 6 سے ثابت ہے۔
- 3۔ نماز کی قبولیت کے لیے اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ضروری ہے کیونکہ ان سے محبت نہ ہو تو درود شریف قبول نہیں ہوتا۔ اگر درود شریف قبول نہ ہو تو نماز قبول نہیں ہوتی۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر 5۔
- 4۔ بخاری شریف کی ایک حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص اذان سنے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هٰذِہِ الدَّعْوَةِ الثَّائِمَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اِنِّیْ مُحَمَّدٌ الْوَسِيْلَةُ وَالْفَضِيْلَةُ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مُّحَمَّدٌ الَّذِیْ وَعَدْتْہُ

اس کے لیے میری شفاعت اتر جاتی ہے (واجب ہو جاتی ہے) (فض ز، ص 49)

- ☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اذان سنتے تو خود بھی یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هٰذِہِ الدَّعْوَةِ الثَّائِمَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ سُوْعًا لَّہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائی آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ پاس والے اس کو سنتے تھے۔ (فض ز، ص 49)

- ☆ کان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اذ صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم تقبل شفاعتہ محمد الکبری وارفع درجتہ العلیا واعطہ سولہ فی الآخرة والاولی کہا اتیت ابراہیم و موسیٰ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے تو یہ دعا مانگا کرتے۔ یا اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کے درجہ علیا کو رفعت بخش اور دنیا آخرت میں آپ کی مرادیں پوری فرما، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی مرادیں پوری فرمائیں۔

- ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ پر درود پڑھا کرو تو میرے

لیے وسیلہ بھی مانگا کرو۔

کسی نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا چیز ہے؟“

حضور ﷺ نے فرمایا:

جنت کا اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔

وسیلہ سے مراد ہے اعلیٰ درجہ ہے۔ فضیلت سے مراد ”وہ اعلیٰ مرتبہ جو ساری مخلوق سے اونچا ہے“۔ جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی دوسرے مفسرین نے ارشاد فرمایا ہے کہ آیت **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** میں وسیلہ سے مراد خاص تقرب ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کو حاصل ہوگا۔

وسیلہ کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ نے فتوحات مکیہ کے باب 65، صفحہ 416 پر فرمایا ہے:

یہ جان لینا چاہیے کہ بلحاظ اعمال جنت کے سو (100) درجے ہیں جو کم و بیش نہیں۔ جیسے دوزخ کے سو (100) حصے ہیں اور ہر ایک درجہ مختلف منزلوں میں منقسم ہے۔ ہم یہاں منازل کا ذکر کرتے ہیں جو امت محمدیہ کے لیے مخصوص ہیں جن کے باعث اس امت مرحومہ کو دیگر امتوں پر فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ اللہ جل شانہ نے خود اپنے کلام مجزئ نظام میں فرمایا ہے کہ یہ بہتر امت ہے جو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا فرمائی گئی۔

مذکورہ سو (100) درجے آٹھوں جنتوں میں سے ہر جنت میں ہیں اور جنت کا ہر درجہ آرام کی جگہ ہے، جن میں سب سے بلند جنت عدن ہے، جو سب جنتوں کی سردار ہے۔ اس میں ایک بلند ٹیلہ ہے، جس میں دیدار الہی کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوا کرے گا۔ یہ سب جنتوں سے اعلیٰ جنت ہے جیسے بادشاہ کا مکان جس کے گرد آٹھوں دیواریں ہوں اور ہر دو دیواروں کے درمیان باغیچہ ہو۔ وہ جنت جو جنت عدن سے قریب تر ہے اس کا نام جنت الفردوس ہے۔ یہ جنت عدن کے بعد باقی تمام جنتوں سے افضل و اعلیٰ ہے، تیسری جنت الخلد، چوتھی جنت النعیم، پانچویں جنت الماویٰ، چھٹی دار السلام اور ساتویں کا نام دار المقامہ یا دارالقرار ہے اور آٹھویں کا نام دار الجلال ہے۔

جنت عدن میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جس کا نام وسیلہ ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔ جس کی خاطر امت محمدیہ بھی دعائیں کرتی ہے کہ وہ فخر و دو عالم ﷺ ہی کو حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس میں پوشیدہ حکمت ہے۔ حالانکہ ہم سب نے ہر سعادت سرور کون و مکان ﷺ ہی کے سبب پائی ہے اور آپ ﷺ ہی کے باعث یہ امت باقی جملہ امتوں سے بہتر ہے جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخری امت بنایا جیسے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنایا ہے۔ اور سلسلہ نبوت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا ہے اور اس فضیلت کی خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بشارت دی ہے جس کے ذکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا تھا اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خاص راستہ ہوگا جس کے ذریعے ہم پروردگارِ عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل کریں گے اور اللہ جل شانہ ہم سے خاص گفتگو فرمائے گا اسی طرح ہر مخلوق کے لیے اپنے رب کی طرف ایک خاص راستہ ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا

ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے لیے وسیلہ کی دعا کیا کریں حتیٰ کہ آپ وہاں رونق افروز ہو جائیں، جس کے بارے میں حکمت الہی اس کی مقتضی ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کو امت مرحومہ (امت مسلمہ) کی دعاؤں کے باعث مرحمت فرمایا جائے گا۔ امت وسطیٰ (بہترین امت) کے اس شرف پر غور کرنا چاہیے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ اور اس امت کو کرامت بخشی ہے۔

مقام محمود کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

عَلَّمَنِي أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

امید ہے کہ آپ ﷺ کے رب تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود پر پہنچائیں گے۔

مقام محمود کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً مقام محمود سے مراد

- 1۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کے اوپر گواہی دینا ہے۔
- 2۔ اس سے مراد حمد کا جھنڈا ہے جو قیامت کے دن آپ ﷺ کو دیا جائے گا۔
- 3۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ ﷺ کو قیامت کے دن عرش پر اور کرسی پر بٹھائے گا۔
- 4۔ اس سے مراد شفاعت ہے اس لیے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اولین و آخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے۔
- 5۔ اس سے مراد وہ خاص اعزازات اور اکرام ہیں جو آپ ﷺ کو قیامت کے روز حاصل ہوں گے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے۔

حدیث نمبر 1:۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے، پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ تعالیٰ چاہیں۔ پس یہی مقام محمود ہے۔ (371)

حدیث نمبر 2:۔ جب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھے سجدہ میں جب تک چاہیں گے پڑا رہنے دیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہوگا: محمد ﷺ سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ سفارش کرو قبول کی جائے گی۔ مگر تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اس پر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ پھر اپنے رب کی حمد و ثناء کروں گا جو اس وقت میرا رب مجھے الہام کرے گا۔ پھر میں امت کے لیے سفارش کروں گا۔ (372)

5۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ مقام محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے جو قیامت کے روز آپ ﷺ کو عطا ہوں گے۔

مقام محمود کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کے باب (73)، صفحہ 113 پر مقام محمود کے بارے میں فرمایا ہے ”مقام محمود وہ ہے جو سارے مقامات کی انتہا ہے اور اسی کی طرف تمام اسمائے الہیہ ناظر ہیں، جو مقامات کے ساتھ مختص ہیں۔ مقام محمود رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور قیامت کے روز وہ عام لوگوں پر بھی ظاہر ہو جائے گا اور اسی کے ذریعے آپ ﷺ کی جمیع مخلوق پر سیادت ظاہر ہوگی۔ سرور کون و مکاں ﷺ نے فرمایا ہے: ”انا سيد الناس يوم القيامة“ (قیامت کے روز میں تمام

(انسانوں کا سردار ہوں گا۔)

حضرت آدم علیہ السلام اسی مقام پر ٹھہرائے گئے تھے جب کہ فرشتوں نے ان کے لیے تعظیمی سجدہ کیا تھا، کیونکہ اس مقام کا دنیا میں بھی مقتضی ہے۔ آخرت میں یہ مقام سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ وہ ذات الہی کا کمال ہے۔ اسی لیے وہاں سب سے پہلے ابوالبشر کا ظہور ہوا کیونکہ ان کا جسم نبی آخر الزمان ﷺ کی بشریت کو متضمن ہے۔ جسمانی لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سارے انسانوں کے باپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور خاکی پتلے میں حیات انسانی کے سب سے پہلے پیکر ہیں اور یہ سارے مقامات ان کی بدولت ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

عاقبت کی شہنشاہی کا سہرا روز قیامت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے سر اقدس پر ہوگا۔ اس روز آپ ہی مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ کی بدولت ہی شفاعت کا دروازہ کھلے گا اور آپ ہی ان حضرات کے متعلق شفاعت کریں گے جو شفاعت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جن میں فرشتے، انبیاء، اولیاء، مومنین، حیوانات، نباتات، اور جمادات شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہاں اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ان حضرات کو گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اس وقت ہر ایک فرد آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوگا اور ہر جگہ آپ ہی کا چرچا ہوگا۔ پس شفاعت کا اول و آخر اور وسط صرف آپ کے لیے ہے (دوسروں کی شفاعت آپ کی شفاعت کبریٰ کی مرہون منت ہے) لہذا قیامت کے روز تمام محامد و محاسن آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی لیے اس جگہ کو مقام محمود کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی ثناء مقام محمود پر میں ایسے محامد کے ساتھ کروں گا جو میرے دائرہ معلومات سے اس وقت باہر ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کے علوم ذوقی ہیں فکری و نظری نہیں اللہ جل شانہ کی حمد و ثنائیاں کی جائے اور یہ کسی دنیاوی مقام کا مقتضی ہرگز نہیں ہے۔ اسی لیے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آج وہ کلمات میرے دائرہ معلومات سے باہر ہیں اور یہی مقام وسیلہ بھی ہے کیونکہ یہیں سے باب شفاعت کے کھلوانے کی خاطر توسل ہوگا، یعنی سرور کون و مکاں ﷺ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ (373)

قارئین کرام محب و محبوب کا معاملہ ہے۔ محب رب العالمین جل شانہ ہے اور محبوب رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ ہمارا علم قلیل اور عقل محدود ہے۔ مختلف علمائے کرام اور اولیائے عظام کی آراء کے پیش نظر یہ کہے بغیر گزارہ نہیں ہے کہ مقام محمود سے مراد وہ پیارا اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس کی سب تعریف کرتے رہیں گے لیکن مکمل تعریف کبھی بھی نہ کر پائیں گے۔

اذان کے وقت اور بعد کے اذکار اور دعاؤں کا بیان:- قارئین کرام اذان کے بعد درود شریف، دعائے وسیلہ اور دیگر مسنون دعائیں پڑھنے سے بے حد و شمار رحمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت اور اس کے بعد پانچ باتوں پر عمل کرنا سنت ہے۔

- 1۔ کلمات اذان کا دہرانا۔
- 2۔ درود شریف پڑھنا۔
- 3۔ نبی کریم ﷺ کے لیے دعائے وسیلہ مانگنا
- 4۔ کلمہ شہادت کا پڑھنا اور رضا کا اقرار کرنا۔
- 5۔ اپنے لیے دعا مانگنا۔

صاحب ”حصن حصین“ نے یہ مسنون دعائیں خوبصورت ترتیب سے بیان فرمائی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

- 1۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ :  
(۱) شوافع کے نزدیک اذان کے اُنیس کلمے اور حنفیہ کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمے ہیں۔  
(۲) صبح کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ (نماز سونے سے بہتر ہے) دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔  
2۔ جب موزن کی اذان سنے تو جو کلمات موزن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے۔

- 3۔ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ اور حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ کے بجائے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہے۔  
فائدہ:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔

- 4۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے جواب میں کہے:  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا  
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور اسلام کو اپنا دین پسند کر لیا۔  
فوائد:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ

- 1۔ جو شخص کلمہ توحید کا مذکورہ بالا جواب دے گا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔  
2۔ جس شخص نے موزن کی مانند کلمات اذان کہے اس کے لیے جنت ہے۔  
3۔ رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ہر دو کلمات شہادت کے جواب میں صرف وانا وانا (اور میں بھی اور میں بھی) فرمادیا کرتے تھے۔

- 4۔ اذان ختم ہونے کے بعد ازل درود شریف پڑھے۔ پھر حسب ذیل دعاء وسیلہ پڑھے:  
اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّائِمَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِنِّتَ مُحَمَّدِنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مُّحَمَّدَوْنِ الَّذِي وَعَدْتَهُ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ  
اے اللہ تعالیٰ! اس دعوتِ کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما دے اور ان کو اس مقامِ محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔  
فائدہ:- حدیث شریف میں دعائے وسیلہ مانگنے والے کو شفاعت واجب ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

- 5۔ یا اذان کا مذکورہ بالا طریق پر جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھے:  
اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدِنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَاجْعَلْهُ فِيْ اَعْلٰی دَرَجٰتِهِ وَفِي الْمُصْطَفٰییْنَ مَحَبَّتَهُ وَفِي الْمَقَرَّرٰییْنَ ذِكْرَهُ

اے اللہ تعالیٰ تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اعلیٰ درجہ والوں میں شامل فرما اور ان کی محبت برگزیدہ حضرات (کے دلوں) میں پیدا فرما اور ان کا ذکر مقررین بارگاہ (کے مجمع) میں فرما۔

فائدہ:- حدیث شریف میں آیا ہے:

جو شخص موزن کے ساتھ ساتھ اذان کے جواب دینے کے بعد مذکورہ بالا دعا وسیلہ پڑھا کرے گا قیامت کے دن اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

یا

6۔ اذان کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ النَّافِعَةُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنِّي رِضًا لَا تَسْخَطُ بَعْدَهُ

اے اللہ تعالیٰ! اے اس پابندِ دعوت (اذان) اور نفع رساں نماز کے مالک، تو محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور تو مجھ سے ایسا راضی ہو جا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہو۔

فائدہ:- حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اذان کے بعد (خلوص قلب سے) مذکورہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔

7۔ یا جواب اذان کے بعد مذکورہ ذیل دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الصَّادِقَةُ الْمُسْتَجَابُ لَهَا دَعْوَةُ الْحَقِّ وَكَلِمَةُ التَّقْوَىٰ اٰخِيْنَا عَلَیْهَا وَاَمِنْنَا عَلَیْهَا وَابْعَثْنَا عَلَیْهَا وَاجْعَلْنَا مِنْ خِيَارِ اَهْلِهَا اَحْيَاءً وَاَمْوَاتًا

اے اللہ تعالیٰ! اے اس سچی اور مقبول حق (اذان) اور کلمہ تقویٰ (کلمہ شہادت) کے مالک تو ہم کو اسی (کلمہ تقویٰ) پر زندہ رکھنا اور اسی پر ہمیں موت دینا اور اسی پر (حشر کے دن) اٹھانا اور ہمیں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں بہترین اہل توحید میں شریک کرنا۔

فائدہ:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جو شخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو اسے چاہیے کہ اذان کے وقت کا منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد مذکورہ دعا پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور کشائش کی دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ (374)

حضور نبی کریم ﷺ کا منصبِ شفاعت:- ہر قسم کی شفاعت حضور کے لیے ثابت ہے۔ منصبِ شفاعت حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ“ اور ان کا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَسْتَغْفِرُ لِدُنْيَاكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

مغفرت چاہ اپنے خاصوں کے گناہوں اور عام مومنین و مومنات کے گناہوں کی۔

اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا شَفَاعَةَ حَبِيبِكَ الْكَرِيمِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَبَنُونَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (375)



صاحبِ بہار شریعت (حصہ اول، ص 30) پر قیامت کا ہولناک نقشہ اور آنحضرت ﷺ کے مقامِ شفاعت کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”اللہ کا عذاب بہت سخت ہے الغرض کس کس مصیبت کا بیان کیا جائے ایک ہو، دو ہوں، سو ہوں، ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کرے ہزار ہا مصائب وہ بھی ایسے شدید کہ الامان الامان اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے دو چار دن دو چار ماہ کی نہیں بلکہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا قریب آدھے کے گزر گیا ہے اور ابھی تک اہل حشر اسی حالت میں ہیں۔ اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے۔ ابھی تک تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخر کدھر کو جانا ہے۔ یہ بات مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ وہ ہم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ غرض افتاؤں و خیزاں کس کس مشکل سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے،

”اے آدم علیہ السلام آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چنی ہوئی روح اس میں ڈالی ورنہ انکے سے آپ کو سجدہ کرایا اور جنت میں آپ کو رکھا۔ تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے۔ آپ کو صفی کیا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔“ فرمائیں گے۔

”میرا یہ مرتبہ نہیں مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے آج رب تعالیٰ نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا نہ آئندہ فرمائے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔“

لوگ عرض کریں گے، ”آخر کس کے پاس ہم جائیں؟“

فرمائیں گے،

”نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔“

لوگ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں مجھے اپنی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ عرض کریں گے کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے خلت کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ لوگ یہاں حاضر ہوں گے وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس کے قابل نہیں مجھے اپنا اندیشہ ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجیں گے۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملے گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں آج میرے رب تعالیٰ نے وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی فرمایا نہ فرمائے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے تم ان کے حضور حاضر ہو جن کے ہاتھ پر فتح رہی گئی۔ جو آج بے خوف ہیں اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ تم محمد ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاؤ۔ وہ خاتم النبیین

ہیں۔ وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ انہیں کے حضور حاضر ہو جاؤ وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اب لوگ پھرتے پھرتے، ٹھوکریں کھاتے، روتے، دہائی دیتے حاضر دربار بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے:

”اے محمد ﷺ، اے اللہ تعالیٰ کے نبی، آپ حضور ﷺ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح باب رکھا ہے۔ آج حضور مطمئن ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے،

”حضور ملاحظہ تو فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔“

جواب میں ارشاد فرمائیں گے:

”اَنَالَهَا“ میں اس کام کے لیے ہوں ”اَنَا صَاحِبُكُمْ“ میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے۔

یہ فرما کر بارگاہِ عزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا،

”يَا مُحَمَّدُ اِزْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمِعْ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعْ تُشَفَّحْ“

اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری

شفاعت قبول کی جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے۔

”وَقُلْ تُطْع“ فرماؤ تمہاری اطاعت کی جائے۔

پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہوگا اس

کے لیے بھی شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک

عمل نہیں ہے اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اب تمام انبیاء اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اولیائے کرام، شہداء،

علماء، حفاظ، حجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔ نابالغ بچے جو مر

گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے،

ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔ کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا

تھا۔ علماء ان تک کی شفاعت کریں گے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا سطور شکرِ نعمت کے ضمن میں تحریر کی گئی ہیں کیونکہ ”ذکرِ نعمت، شکرِ نعمت ہوتا ہے۔“

قارئین کرام آنحضرت ﷺ کو ہر قسم کی شفاعت کا حق عطا ہوا ہے۔ مثلاً

01۔ میدانِ حشر کی مصیبتوں سے نجات کی شفاعت۔

02۔ جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ ہو گیا ہوگا ان کی نجات کی شفاعت۔

03۔ ان کی شفاعت جو جہنم میں ڈال دیے گئے ہوں گے۔

04۔ جو لوگ گناہوں کی وجہ سے جنت میں جانے سے رکے ہوئے ہوں گے ان کے جنت میں داخلہ کی شفاعت ہوگی۔

05۔ جنت میں درجات کے بلند کرنے کی شفاعت ہوگی۔

06۔ جو لوگ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے ان کی شفاعت ہوگی۔

- 07- جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کی ان کی شفاعت ہوگی۔  
 08- جنت کے دروازے کھلوانے کی شفاعت ہوگی۔  
 09- جن لوگوں نے اذان کا جواب دیا ان کی شفاعت ہوگی۔  
 10- ان کافروں کی عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہوگی جنہوں نے حضور ﷺ کی خدمت کی۔  
 11- خواص اولیاء کرام کے مدارج و مراتب میں ترقی کے لیے ان کی شفاعت ہوگی۔ (376)  
 روزِ حشر کو آپ ﷺ کا اپنے امتی کی شفاعت فرمانا:- درود شریف کی فضیلت میں ابو عبد اللہ نمیری قدس سرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرنے کے لیے عرش کے ایک وسیع میدان میں جگہ عطا فرمائے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر (اس وقت) دو سبز کپڑے ہوں گے اور وہ یوں معلوم ہوں گے گویا ہری بری کھجور کے تنے ہیں۔ اور آدم علیہ السلام یہ منظر ملاحظہ فرما رہے ہوں گے کہ ان کی اولاد میں سے کسے جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے اور کسے جہنم کی راہ دکھائی جاتی ہے۔ اسی اثناء میں حضرت آدم علیہ السلام ملاحظہ فرمائیں گے کہ سید عالم ﷺ کے ایک امتی کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام ”یا احمد ﷺ“ ”یا احمد ﷺ“ کہہ کر سید عالم ﷺ کو پکاریں گے۔ پھر سید عالم ﷺ یا ”ابا البشر“ فرماتے ہوئے تشریف لائیں گے۔  
 آدم علیہ السلام فرمائیں گے:

آپ ﷺ کا یہ امتی دوزخ کو لے جایا جا رہا ہے۔  
 (سید عالم ﷺ نے فرمایا) پھر میں چادر کس کر فرشتوں کے پیچھے دوڑوں گا اور فرماؤں گا،  
 اے میرے پروردگار جل و علا کے فرستادگان، ذرا ٹھہرو تو سہی۔  
 (مختصر یہ کہ فرشتے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق رک جائیں گے۔) آپ ﷺ عرشِ اعظم کی جانب متوجہ ہوں گے اور عرض کریں گے:

پروردگار جل مجدہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ تو مجھے امت کے بارے میں رسوا نہیں فرمائے گا۔  
 پھر منجانب عرشِ ندا آئے گی، اے فرستادگان (میرے حبیب محترم) محمد ﷺ کی اطاعت بجالاؤ اور اس آدمی کو میزان کے پاس لے آؤ۔

چنانچہ حسب الحکم وہ آدمی جب میزان کے پاس آجائے گا۔ تو میں اپنی کمر بند سے چیونٹی کی مانند ایک سفید چیز نکالوں گا اور ”بسم اللہ“ پڑھتے ہوئے اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا۔ پھر کیا ہوگا کہ اچھائیاں برائیوں پر غلبہ پالیں گی۔ پھر آواز آئے گی،

”یہ کامیاب ہے اور اس کا بخت عمدہ ہے، اس کا میزان بھاری ہے لہذا اسے جنت کو لے جاؤ۔“

پھر وہ آدمی کہے گا،

اے میرے پروردگار کے فرستادگان، ذرا ٹھہرو تو سہی تاکہ میں پروردگار جل مجدہ کے بارے میں بلند و بالا مرتبہ کے

مالک، اس کریم انسان کے بارے میں معلوم کر لوں۔

پھر وہ شخص عرض کرے گا،

میرے والدین آپ پر ثناء، آپ کے روئے تاباں کس قدر حسین ہے اور آپ کا اخلاق کس قدر پیارا ہے۔ (ذرا یہ تو فرمائیے کہ) آپ کون سی ذات گرامی ہیں کہ جنہوں نے میری لغزش کا مداوا فرمایا اور میرے آنسوؤں پر ترس کھایا۔

سید عالم ﷺ فرمائیں گے،

میں تو تیرا نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں اور یہ شے جس نے تجھے تیری احتیاج سے رہائی دلائی، تیرا وہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا۔ (جواہر الحجار جلد اول حصہ دوم، ص 784)

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم نور مجسم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا:

میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا، میں نے دیکھا کہ میرا ایک امتی پل صراط پر سے گزرنے لگا۔ کبھی وہ چلتا ہے، کبھی گرتا ہے، کبھی لٹک جاتا ہے، تو اس کا مجھ پر درود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس امتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا۔ (377)

قارئین کرام مندرجہ بالا سطور پر غور فرمائیں۔ کثرت سے درود و سلام پڑھیں، دعائے وسیلہ پڑھا کریں، اذان و غور سے سنا کریں اور اذان کا جواب مسنون طریقے سے دیا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ محبوب خدا تعالیٰ کے صدقے ہم گناہگاروں کو شفاعت ضرور نصیب ہوگی۔

مجلس درود شریف کے فضائل:-

1۔ ان الله سيارة من الملائكة يطلبون حلق الذكر فاذا اتوا عليها حضوا بهم ثم بعثوا وائدهم الى السماء الى رب العزة تبارك و تعالیٰ فيقولون ربنا اتينا على عباد من عبادك يعظمون الاءك و يتلون كتابك و يصلون على نبيك محمد ﷺ و يستألونك لآخرتهم و دنياهم فيقول تبارك و تعالیٰ غنوهم رحمتي فيقولون يا رب ان فيهم فلاناً الخطاء انما اغتبههم اغتباقاً فيقول تبارك و تعالیٰ غنوهم رحمتي فهم المجلساء لا يسقى بهم جلسيهم O رواه ابو داود عن انس رضي الله عنه حسن

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مجلس ذکر تلاش کرنے میں پھرتے رہتے ہیں۔ جب مجالس ذکر تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل مجلس کو ڈھانپ کر ایک ذمہ دار کو رب تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں آسمان کی طرف بھیجتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔ ”اے ہمارے پروردگار ہم آپ کے بندوں کی ایسی جماعت کے پاس حاضر ہوئے جو اس وقت آپ کی نعمتوں کی عظمت بیان کر رہے ہیں اور آپ کی کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں اور آپ کے محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھ رہے ہیں اور آپ سے دنیا و آخرت مانگ رہے ہیں۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے، ”ان کو میری رحمت میں ڈھانکو۔“ وہ عرض کرتے ہیں، ”اے پروردگار ان میں فلاں شخص بڑا خطر کار ہے جس نے وہاں آکر صرف دودھ پیا ہے۔“ اللہ تعالیٰ

- فرماتا ہے، ”ان سب کو میری رحمت میں ڈھانکو کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔“ (378)
- 2۔ ان الله سيارة من الملائكة اذا مروا بخلق الذكرا قال بعضهم لبعض اقعدوا فاذا دعا القوم امنوا على دعائهم فاذا صلوا على النبي ﷺ صلوا معهم حتى يفرغوا ثم يقول بعضهم لبعض طوبى هولاء يرجعون مغفور لهم۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گھومتے رہتے ہیں۔ جب حلقہ ہائے ذکر کے قریب سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو یہ ”آمین“ کہتے ہیں۔ جب وہ نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو یہ بھی ان کے ساتھ مل کر درود پڑھتے ہیں۔ پھر جب مجلس ذکر درخواست ہوتی ہے تو یہ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں، ”یہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ اپنے گناہ بخشوا کر جا رہے ہیں۔“ (379)
- 3۔ ان للمساجد اوتادا جلسا وهم الملائكة ان نماوا فقدوهم وان مرضوا عاذوهم وان راوهم رحبوا بهم وان طلبوا حاجة اعالوهم فاذا جلس بهم الملائكة من لدن اقدامهم الى عنان السماء بايديهم قراطس الفضة واقلام يكتوبون الصلاة على النبي ﷺ ويقولون اذكروا رحمكم الله يداوا اذكم الله فاذا استفتحوا الذكرا فتحت لهم ابواب السماء واستجيب لهم الدعاء وتطلع عليهم الحسور العين واقبل الله عز وجل عليهم بوجهه مالم يخوضوا في حديث غيره ويتفروا ماذا الفروا اقام الزوار يلتبسون خلق الذكرا۔  
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ مسجدوں میں برائے عبادت ٹھہرے رہتے ہیں (مسجدوں کے اوتاد ہوتے ہیں)۔ ان کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں۔ اگر غائب ہو جائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں۔ بیمار ہو جائیں تو فرشتے بیمار پرسی کرتے ہیں۔ نظر آئیں تو فرشتے انہیں مرحبا کہتے ہیں۔ ضرورت کی کوئی چیز مانگیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ بیٹھیں تو فرشتے انہیں پیروں سے لے کر آسمان تک ڈھانک لیتے ہیں۔ فرشتوں کے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کی دوائیں ہوتی ہیں جن کے ساتھ نبی ﷺ پر پڑھے ہوئے درود کو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں، ”اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔“ جب وہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ انہیں حوریں جھانکتی ہیں اور اللہ عزوجل ان کی طرف رحمت سے متوجہ ہوتا ہے۔ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہیں ہوتے، جب تک وہ متفرق نہیں ہوتے۔ پھر جب متفرق ہو جاتے ہیں تو ان کے زائر فرشتے ذکر و فکر کے دیگر حلقے تلاش کرتے ہیں۔ (380)
- 4۔ زينوا مجالسكم بالصلاة على فان صلاتكم على نور لكم يوم القيامة۔  
ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:
- مجھ پر درود پڑھنے کے ذریعے اپنی مجلس کو زینت بخشو کیونکہ تمہارا درود قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا۔ (381)

5- روى عن بعض الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين انه قال قال ما من مجلس يصله فيه على محمد ﷺ الا قامت منه راحت طيبت حتى تبلغ عنان السماء فتقول الملكة هذا مجلس صلى فيه على محمد ﷺ -

بعض صحابہ اکرام رضوان اللہ عنہم سے مروی ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: جس مجلس میں محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے۔ اس مجلس سے پاکیزہ خوشبو اٹھتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کنارہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے تو فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ یہ خوشبو اس مجلس کی ہے جس میں محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا گیا ہے۔ اجمالی جائزہ:- قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

- 1- اہل ذکر کی ہم نشین خوش بختی کا باعث ہے۔
- 2- ایک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا عمرویسر، خوشی و غمی غرضیکہ ہر حال میں ذکر خدا اور ذکر مصطفیٰ ﷺ کرتے رہنا چاہیے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی اور حضور نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ مقام و مرتبہ، آپ ﷺ کے ہم پرا حسانات، آپ ﷺ کی پیاری صورت و سیرت کا یہی تقاضا ہے کہ ہر دو است کریم کا ذکر ہر حال اور ہر لمحہ کیا جائے۔
- 3- ذکر کی برکت سے اہل محبت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
- 4- ذکر حضور ﷺ زینتِ محفل ہے۔
- 5- دنیاوی زندگی میں، مرتے وقت، قبر میں، قیامت میں پلصراط پر ہر جگہ درود شریف کا نور مدد فرمائے گا۔ شیخ المشائخ حضرت شبلی قدس سرہ، فرماتے ہیں:

میرے پڑوس میں ایک آدمی وفات پا گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کیسے گزری؟ اس نے کہا حضرت! آپ کو کیا بتاؤں۔ بہت ہی سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور منکر نکیر کے سوال کے وقت بڑی تنگی ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا مولا! کیا میں اسلام پر نہیں مرا؟ تو مجھے ایک آواز سنائی دی کہ یہ دنیا میں تیری بے احتیاطی کی سزا ہے۔ جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے عذاب دینے کا ارادہ کیا تو اسی وقت ایک حسین و جمیل شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس سے نہایت ہی عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے مجھے فرشتوں کے جوابات بتا دیے۔ میں نے فوراً کہہ دیے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، ”میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرت درود سے پیدا کیا گیا ہوں۔ میں اس بات پر مامور ہوں کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کرو۔“ (382)

6- ذکر الہی اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر پر پڑھا جانے والا درود شریف خوشبو کی شکل میں آسمانوں کی طرف پرواز کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث پاک نمبر 5 سے ثابت ہے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین نصیر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

یہ کس نام کی خوشبو ہے اٹھی قلب و جگر سے ابھی ابھی کہ جس خوشبو سے بزم سبھی ہے ورد بلب یا نبی نبی



قارئین کرام! اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کو سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک حقائق پیش خدمت ہیں۔

i - حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما شمت عنبر اقط ولا مسكاً ولا شياً اطيب من ريح رسول الله ﷺ  
میں نے پیارے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہ عنبر کو پایا نہ کستوری کو، نہ کسی اور خوشبودار چیز کو۔

ii - حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک بار آنحضرت ﷺ نے میرے رخسار پر دست اقدس پھیرا۔ مجھے ایسی خوشبو محسوس ہوئی گویا آپ ﷺ نے عطر فروش کے عطردان سے ابھی ہاتھ نکالا ہے۔

iii - جب آپ ﷺ کسی خوش بخت سے مصافحہ فرماتے تو سارا دن اس کے ہاتھ سے خوشبو آتی رہتی۔

iv - جب کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ خوشبو کے سبب باقی سب بچوں میں پہچانا جاتا۔

v - جب کسی راستے سے گزر فرماتے تو سارا راستہ خوشبو سے مہک اٹھتا اور آنے والوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں سے آپ ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ (383)

vi - ایک بار آپ ﷺ کا متبرک پانی کنویں میں ڈالا گیا۔ ”فضاح مثل راحة المسك“ تو اس کے پانی میں کستوری جیسی خوشبو پیدا ہو گئی۔ (384)

vii - سیدہ عمیرہ رضی اللہ عنہ اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ اس وقت خشک گوشت تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبا کر انہیں بھی مرحمت فرمایا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا کھایا۔ ”وجد لا فواھن خلوف“ تو مرتے دم تک ان کے مونہوں سے بدبو نہیں آئی (خوشبو ہی آتی رہی)۔ (385)

viii - سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کا پسینہ برتن میں ڈال کر محفوظ کیا اور بتایا۔ ”نجعلہ فی طیبنا و هو من الطیب الطیب“ کہ ہم اس پسینے کو تیل میں ڈالتی ہیں تو اس تیل کی خوشبو سب خوشبوؤں پر غایت ہو جاتی ہے۔ (386)

ix - حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک اپنے جسم و لباس کو دوسریوں سے زیادہ معطر کرنے کی کوشش کرتی تھی اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بجائے عطر کے سادہ تیل لگاتے تھے۔ مگر ان کا جسم ان کی بیویوں کے جسم و لباس سے زیادہ معطر معلوم ہوتا تھا۔ بیویوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ایک بار آنحضرت ﷺ نے میرے جسم کی پھنسیوں کے علاج فرمانے کے لیے میرے پیٹ اور پشت پر دست اقدس پھیرا۔ ”فعبق بی هذا الطیب“ تو اس دن سے میرا جسم خوشبودار ہو گیا۔

x - ایک شخص نے لڑکی کے جہیز میں دینے کے لیے آنحضرت ﷺ سے تبرک کے لیے درخواست کی تو آپ ﷺ نے پسینہ مبارک شیشی میں ڈال کر دیا اور فرمایا۔ ”مرھا فلیطیب بہ“ لڑکی سے کہنا کہ اس پسینے کو بطور عطر

استعمال کرے۔ چنانچہ جب وہ اس پر عمل کرتی تو مدینہ طیبہ کے سب لوگ خوشبو سونگھتے (الانوار الحمد یہ، ص 217) اور اس کا گھر ”بیت المطیبین“ کے نام سے مشہور ہو گیا یعنی مہکے ہوؤں کا گھر۔ امام احمد رضا البریلوی علی الرحمة نے فرمایا

سے واللہ جو مل جائے تیرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دہن پھول

xi۔ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کی مٹی سونگھ کر فرمایا:

”ماذا علی من شمت تربت احمد ان لا یتیم مدی الزمان عوالی“

جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مٹی ایک بار سونگھ لی۔ اسے قیامت تک کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہیں۔ (387)

اہل عشق و محبت آج بھی مدینہ طیبہ کی مقدس گلیوں میں اور نورانی فضاؤں میں یہ خوشبوئیں محسوس کرتا ہے۔

أَطِيبَ رَسُولُ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا فَمَا الْمِسْكُ مَالِ الْكَافُورِ مَا الصَّنْدِلُ الرَّطْبُ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مبارک سے مدینہ طیبہ کی ہوائیں ایسی مہکی ہوئی ہیں کہ ان کے سامنے کستوری، کافور اور تازہ صندل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ (388)

جب رب کریم جل مجدہ نے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے جسم شریف کو روزِ اول سے قدرتی خوشبوؤں سے نوازا ہوا ہے تو وہ کریم آقا ذکر حبیب کی مقدس محافل پر بھی اپنی اسی کرم نوازی کا اظہار فرماتا رہتا ہے اور اسے ایسی خوشبوؤں سے معطر فرماتا رہتا ہے کہ عالم بالا کے فرشتے بھی ان خوشبوؤں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ بنابر این عشاق بارگاہ رسالت علیہ السلام کے ہاں ان محافل میں خوشبو کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بقول امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو ساری بہارِ ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

قارئین کرام! ہر اچھے کام سے نیکی کی خوشبو ہوتی ہے جبکہ برائی کے ساتھ بدی کی بدبو ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کی بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پاک روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جب ارواحِ مومنین بدن سے نکل کر آسمان کی طرف جاتی ہیں اور ان سے خوشبو کی لپٹیں نکلتی ہیں تو فرشتے کہتے ہیں۔

”روح طيبة جاءت من قبل الارض صلی اللہ علیہ وسلم کنت تعمرینہ“

کیا اچھی روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر اور جس جسم میں تو رہتی تھی درود بھیجے۔

اس کے بعد ارواحِ خبیثہ کی بدبو اور ان کے صعود کا ذکر کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”فرد رسول اللہ ﷺ ریطة کانت علی انفہ“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت جو کپڑا یا رومال ناک سے لگایا تھا ختمِ کلام کے بعد ہٹا لیا۔ (389)

سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے دو انسانی گروہوں کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل کرتے رہے، آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے جسے حزب الرحمن کہتے ہیں۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں کی روح پاکیزہ اور روحانی خوشبو سے مزین ہوتی ہے۔

(۲) وہ لوگ جو کہ مندرجہ بالا اوصاف کے مالک نہیں ہیں جسے 'حزب الشیطان' کہتے ہیں۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں کی روح اخلاقی اوصاف سے خالی اور بدبو سے مغلاظ ہوتی ہے۔

زندگی کا مقصد یہی ہے کہ انسان بندگی بجالائے، برائی سے بچے اور نیکی کی راہ اختیار کرے۔ فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے۔

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟ (390)

7۔ قارئین کرام! درود و سلام کے فضائل و فوائد اس قدر کثیر ہیں کہ اس سلسلہ میں غفلت و لاپرواہی کو حماقت، کم علمی، بد قسمتی اور اپنی جان پر ظلم کے علاوہ اور کچھ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ درود و سلام پڑھنے کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی نصیحت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”مومن کامل اور محب صادق پر لازم ہے کہ اس عبادت (درود پاک پڑھنا) کی کثرت کرے۔ جتنا مخصوص عدد میں پڑھ سکتا ہو اس پر دوام و مواظبت کرے اور ہر دن اپنا مقرر وظیفہ رکھے اور ہمیشہ اس وظیفہ کو ادا کرتا رہے۔ کیونکہ مروی ہے۔ خیر العمل ادمہ و قلیل دائم خیر من کثیر منقطع۔ یعنی بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس کثرت سے بہت اچھا ہے جو کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ چاہیے کہ روزانہ ہزار سے کم نہ ہو۔ ورنہ پانچ سو بار پراکتفا کرے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو سو سے کم نہ ہو۔ بعض حضرات کا وظیفہ تیس سو (3000) کا اور بعض کا بیس سو (2000) صبح و شام کا تھا۔ اور چاہیے کہ سوتے وقت بھی ایک معین مقدار میں درود شریف پڑھا جائے۔ بعض مشائخ قل ہو اللہ احد اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن قل هو اللہ احد سے خدائے واحدہ لا شریک کو پہچانا ہے اور کثرت درود کی برکت سے محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے اور فرماتے ہیں کہ جو شخص کثرت سے درود پاک پڑھتا رہے گا تو وہ خواب اور بیداری میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوگا۔ اور بعض متاخرین مشائخ شاذلیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ جب اولیاء کاملین اور مرشد باشریعت نزل سکتے تو بکثرت درود شریف پڑھے۔ اس سے اس کے باطن میں نور عظیم پیدا ہو گا جو مرشد کامل کا کام دے گا اور اس کو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ فیض پہنچے گا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ (391)

8۔ قارئین کرام قوتِ ایمانی کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر کو جان سے بھی پیارا سمجھا جائے اور اپنے قول و فعل سے اس عقیدہ کی تصدیق کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے اتباع سنت اور کثرت سے درود شریف پڑھنا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام کثرت سے ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے تھے اور درود شریف بھی پڑھتے تھے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

جان سے بھی پیارا ہے محبوب ہمارا:-

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس کی جان، ماں باپ، اولاد و غرضیکہ دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

انہ قال یا رسول اللہ واللہ انت احب الی من کل شئی الا من نفسی قال لایا عمر حتی اکون احب

الیک من نفسک قال فوالله لانت احب الی من نفسی قال الآن یا عمره (392)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا میری جان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں اے عمر رضی اللہ عنہ ایمان تو یہ ہے کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ بات ہے تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب ٹھیک ہے۔

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کا درود شریف پڑھنے کا طریقہ:-

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احياء العلوم میں لکھتے ہیں کہ، سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ایک کھجور کا تنا جس پر سہارا لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب منبر بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے رونے لگا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا جس سے اس کو سکون ہوا (یہ مشہور واقعہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس تنے کے (یعنی امت اپنے سکون کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی زیادہ محتاج ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر بلند ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ.....“ النساء [4:80] جس نے (میرے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ سے پہلے معافی کی اطلاع فرمادی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ.....“ التوبہ [9:43] اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو جانے کی اجازت دی ہی کیوں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علو شان اللہ جل شانہ کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں تشریف لائے لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میثاق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا، چنانچہ فرمایا:

وَإِذَا خَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ..... الاحزاب [33:7]

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ حال ہے کہ کافر جہنم میں پڑے ہوئے اس کی تمنا کریں گے کہ کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے اور کہیں گے۔

.....يَا كَيْتَنَا أَطْعَمَنَا اللَّهُ وَأَطْعَمَنَا الرَّسُولُ ۝ الاحزاب [33:66]

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر حضرت موسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ پتھر سے نہر نکال دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری کر دیا۔ (یہ سرکارِ کا عظیم معجزہ ہے)

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کہ اگر حضرت سلیمان (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ہوا صبح کے وقت میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرادے اور شام کے وقت میں ایک مہینہ کا طے کرا دے تو یہ اس سے عجیب نہیں کہ آپ ﷺ کا براق رات کے وقت آپ ﷺ کو ساتویں آسمان سے بھی اوپر لے جائے اور صبح کے وقت آپ ﷺ مکہ مکرمہ واپس آجائیں۔ صلی اللہ علیک اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اگر حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مردوں کو زندہ فرمادیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک بکری جس کے گوشت کے ٹکڑے آگ میں بھون دیے گئے ہوں وہ آپ ﷺ سے یہ درخواست کرے کہ آپ ﷺ مجھے نہ کھائیں اس لیے کہ مجھ میں زہر ملا یا گیا ہے۔

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان حضرت نوح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی قوم کے لیے یہ ارشاد فرمایا:

.....رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْاَرْضِ مِنْ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ نوح [71:26]

اے رب تعالیٰ کافروں میں سے زمین پر بسنے والا کوئی نہ چھوڑ۔

اگر آپ ﷺ بھی ہمارے لیے بددعا کر دیتے تو ہم میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ بے شک کافروں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کو رونداجب کہ آپ ﷺ نماز میں سجدہ میں تھے۔ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کا بچہ دان رکھ دیا تھا اور غزوہ احد میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کر دیا۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کیا، آپ ﷺ نے بجائے بددعا کے یوں ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اے اللہ تعالیٰ میری قوم کو معاف فرما کہ یہ لوگ جانتے ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی عمر شریف کے بہت تھوڑے سے حصے میں اتنا مجمع آپ ﷺ پر ایمان لایا کہ حضرت نوح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طویل عمر (ایک ہزار سال) میں اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے (کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار تو صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے۔ اور جو لوگ غائبانہ مسلمان ہوئے حاضر نہ ہو سکے ان کی تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔) آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ (بخاری شریف کی مشہور حدیث عرضت علی الامم میں ہے۔ ”رأيت سواداً كثيراً أسد الأفق“ کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو اتنی کثیر تعداد میں دیکھا کہ جس نے سارے جہان کو گھیر رکھا ہے) اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں۔ (قرآن مجید

میں ہے..... وَمَنْ آمَنَ طُومًا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿١١﴾ ھود [11:40]

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر آپ ﷺ اپنے ہم جنسوں ہی کے ساتھ نشست و برخاست فرماتے تو آپ ﷺ ہمارے پاس کبھی نہ بیٹھتے اور نکاح نہ کرتے مگر اپنے ہی ہم مرتبہ سے تو ہمارے میں سے کسی کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا نکاح نہ ہو سکتا تھا اور اگر آپ ﷺ اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے مگر اپنے ہی ہم عسروں کو تو ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے۔ بے شک آپ ﷺ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا۔ ہماری عورتوں سے نکاح کیا ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ بالوں کے کپڑے پہنے۔ دراز گوش پر سواری فرمائی اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھایا اور زمین پر (دستر خوان بچھا کر) کھانا کھایا اور کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو چاٹا اور یہ امور آپ ﷺ نے تواضع کے طور پر اختیار فرمائے۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ پر درود سلام بھیجے۔ (393)

شانِ حضور ﷺ بزبانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ :-

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ ﷺ کا طریقہ سلوک اپنے ہم نشینوں کے ساتھ دریافت کیا تو انہوں نے جواباً یہ ارشاد فرمایا:

آپ ﷺ ہمیشہ شگفتہ پیشانی رہا کرتے تھے۔ لمنسار تھے اور نرم مزاجی کی شان بڑھی ہوئی تھی۔ نہ تو آپ ﷺ کی طبیعت میں درستی اور سختی تھی اور نہ آپ ﷺ چلا کر بات چیت فرماتے۔ آپ ﷺ فحش گو بھی نہ تھے۔ کسی کی عیب چینی یا مداحی بھی نہیں فرماتے تھے۔ جو چیز کھانے میں پسند نہ ہوتی آپ ﷺ اس کی برائی نہیں فرماتے تھے۔ صرف نہ کھانے پر اکتفا فرمالیتے تھے اور جو غذا امرِ نوب ہوتی تھی اس کو خواہ کوئی کتنی ہی رغبت دلائے معناد (ضرورت) سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے تین باتیں طبیعت سے بالکل نکال ڈالی تھیں۔ ایک تو آپ ﷺ کسی کی مذمت و عیب گیری نہیں فرماتے تھے۔ دوسرے کسی کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ نہیں لگاتے تھے۔ تیسرے کوئی ایسی بات جس میں حصولِ ثواب کی امید نہ ہو آپ ﷺ زبانِ مبارک سے نہیں نکالتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کے وقت آپ ﷺ کے ہم نشین اس کو نہایت ادب و سکوت سے متوجہ ہو کر سنتے تھے۔ گویا سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ جب آپ ﷺ کی گفتگو کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو وہ لوگ بات چیت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت میں ایک دوسرے پر رد و قدر یا دخل در معقولات نہیں کرتے تھے۔ جب تک گفتگو کرنے والا اپنی گفتگو ختم نہ کر لیتا سب خاموش سنتے رہتے تھے۔ جن باتوں پر دوسروں کو ہنسی آتی تھی یا تعجب ہوتا تھا آپ ﷺ بھی ہنستے اور تعجب فرماتے تھے۔ اگر کوئی نوازد کسی بات یا سوال میں کوئی بے تمیزی کر بیٹھتا تھا تو آپ ﷺ بجائے ناراض ہونے کے صبر فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب دوسری طرف توجہ دلا دیں۔ آپ ﷺ کی ہدایت تھی کہ جب کسی طالبِ حاجت سے واسطہ پڑے تو اس کے ساتھ ملائیت و سلوک کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کسی سے اپنی تعریف سننا بھی پسند نہیں فرماتے تھے مگر بطور واقعات کے۔ جب تک کوئی ضرورت واقع نہ ہو آپ ﷺ کسی کا قطع کلام نہیں فرماتے تھے اور اس کی بھی یہ صورت ہوتی تھی کہ یا تو کلام کی ممانعت فرمادیتے تھے یا جلسہ برخواست فرماتے تھے۔ (394)



شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا درود شریف :-

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان الفاظ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں درود شریف پیش فرمایا کرتے تھے۔

صَلُّوْاْ لِلّٰہِ وَمَلَائِکَتِہِ وَأَنْبِیَآئِہِ وَرَسُلِہِ وَجَمِیْعِ خَلْقِہِ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰیہِمْ السَّلَامُ  
وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ۔ (395)

اولیاء کرام کا درود درود شریف :-

i۔ قطب ربانی و عارف صدانی سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ نور الدین شونی قدس سرہ، کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جو علم و عمل کے اعتبار سے آپ سے زیادہ تھے۔ مگر وہ حضور پر نور ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجتے تھے۔ اور ہمارے شیخ اپنے آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجتے تھے۔ چنانچہ وہ بزرگ باوجود کثرت علم و عمل کے ہمارے شیخ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ کثرت درود شریف کی وجہ سے تمام علماء اور مجذوب ہمارے شیخ سے محبت و پیار کرتے تھے اور آپ کی تمام حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔ (396)

ii۔ حضرت شیخ نور الدین شونی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر دن کا وظیفہ درود پاک دس ہزار (10000) مرتبہ تھا۔ (397)

iii۔ شیخ احمد زواری رحمۃ اللہ علیہ کا ہر روز کا چالیس ہزار (40000) دفعہ تھا اور فرماتے تھے ہماری طریقت میں یہ ہے کہ ہم رحمۃ اللعالمین ﷺ پر اتنی کثرت سے درود شریف پڑھتے ہیں کہ فخر کائنات ﷺ بیداری کی حالت میں ہماری مجلس میں تشریف لاتے اور ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح آپ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہوتے اور آپ ﷺ سے دینی امور کے متعلق پوچھتے اور ان احادیث کے متعلق دریافت کرتے جن کو حفاظ نے ضعیف قرار دیا ہے اور جس طرح سرکار فرماتے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ (398)

09۔ قارئین کرام! جب حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک آئے یا تذکرہ ہو تو ایسا تصور کرنا چاہیے کہ اگر حضور ﷺ کے سامنے (واقعی) حاضر ہوتے تو کیا حال ہوتا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ہم کو ادب سکھلایا ہے اسی طرح ادب کریں۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

i۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب حضور ﷺ کا تذکرہ فرماتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، ”جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لیتے تو میری اس حالت پر انکار نہ کرتے۔“

ii۔ محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان فرماتے تو ایسا روتے کہ لوگوں کو ان پر ترس آتا۔

iii۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہنس مکھ اور لوگوں کو ہنسانے والے تھے۔ باوجود ہتے تھے۔ لیکن جب حضور ﷺ کا تذکرہ آتا تو رنگ زرد پڑ جاتا۔ ایک مرتبہ عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کیا تو ان کا رنگ ایسا ہو گیا گویا بدن سے خون نکل گیا ہو اور زبان خشک ہو گئی ہو۔

iv۔ حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جب حضور انور ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو اتنا روتے کہ آنسو خشک ہو جاتے۔

v - امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش طبع لوگوں میں سے تھے۔ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا نام مبارک آتا تو ایسے بن جاتے کہ جیسے وہ کسی کو نہیں پہچانتے (یعنی گم ہو جاتے)۔

vi - اسی طرح صفوان بن سلیم اور ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے کہ جب حضور ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو آنسو نہ تھمتے تھے۔

10 - اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ کا ذکر فلاح دارین کا باعث ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد مبارک پر غور فرمائیں۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ لَوْلَا أَنْ سَمِعْتُ ذِكْرَ اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ مَا تَقَرَّبْتُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ۔

اگر اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر بھول جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے لیے صرف نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا۔ (قن، ص 81)

قارئین کرام! ذکر الہی اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔

خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

ذکر کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) انفرادی طور پر (۲) اجتماعی طور پر۔ محفل میلاد شریف، محفل گیارہویں شریف، محفل عرس پاک اور محفل نعت خوانی کی شکل میں یہ اجتماعی ذکر بے حد و حساب رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہیں۔ اہم ترین عبادت نماز کو قائم کرنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھنے کا مقصد بھی میرا ذکر ہی کرنا ہے۔ اسی طرح دیگر عبادات کا مقصد بھی ذکر الہی اور ذکرِ رسول ﷺ ہے۔

ذکر الہی کی فضیلت:- مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت پڑھ چکے ہیں۔ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ بھی ضروری ہے۔ اس ضمن اگرچہ الگ باب میں اہم امور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ تاہم، موضوع کی مناسبت سے حصول برکت کے لیے اس ضمن میں قرآنی آیات اور اولیاء اللہ کے طریقہ کار کا ذکر ضروری ہے تاکہ کثرتِ درود شریف اور کثرتِ ذکر الہی کی دولت کی قدر و قیمت کا احساس مزید اجاگر ہو جائے۔

☆ فرمان باری تعالیٰ: اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (الاحزاب [42-43])

تم اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔

☆ فرمان باری تعالیٰ:-

.....وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ طه [20:14] تم نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔

01 - فرمان الہی ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں (جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں ویسا ہوتا ہوں) اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے دل میں (تنہائی میں) میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کے مجمع میں (فرشتوں کے مجمع میں) اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (حدیث قدسی)

02۔ کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتلاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے مالک (پروردگار) کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور سونے چاندی کے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے (میدان جہاد میں) مقابلہ کرو اور پھر تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟

(صحابہ نے عرض کیا) کیوں یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتلائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (حدیث قدسی)

03۔ کوئی صدقہ (عمل خیر) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں ہے۔

04۔ رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (اس پر مامور) ہیں کہ راستوں میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں پس جب وہ کسی جماعت کو اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصود (ذکر اللہ تعالیٰ) کی طرف آ جاؤ۔ تو وہ سب فرشتے مل کر دنیا کے آسمان تک ان ذکر کرنے والوں کو اپنے بازوؤں کے سایہ میں لے لیتے ہیں۔

05۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور اس شخص کی جو اپنے پروردگار کا ذکر نہیں کرتا ”زندہ“ اور ”مردے“ کی سی مثال ہے۔

06۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فوراً (رحمت کے) فرشتے ان کو (چاروں طرف سے) گھیر لیتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے سکون و اطمینان ان پر برسنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) سے ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس کے پاس (موجود رہتے) ہیں۔

07۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے (موجبِ اجر و ثواب) احکام تو بہت ہو گئے۔ آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجیے جس کو میں مضبوط پکڑ لوں (اور برابر کرتا رہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زبان برابر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔

08۔ ایک صحابی (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ آخری بات جس پر میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ عمل یہ ہے کہ تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

09۔ انہی صحابی (معاذ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے (کچھ) وصیت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے مقدور بھر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ (خوف و خشیت) کو اپنے اوپر لازم کر لو اور ہر حجر و شجر کے پاس (یعنی ہر جگہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جو بھی کوئی برا کام کر بیٹھو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے اذ سر نو توبہ کرو۔ پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ۔

10۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بھی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ اس کو اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔

- 11۔ مندرجہ بالا حدیث پاک کی روایت میں آیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بجز اس شخص کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جائے۔ (آخری جملہ) آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔
- 12۔ اگر ایک آدمی کی گود میں درہم (روپے بھرے) ہوں اور وہ ان کو برابر تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا آدمی برابر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس (درہم تقسیم کرنے والے) سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔
- 13۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بہشت کے سبزہ زاروں میں گزرا کرو تو سیر ہو کر چر لیا کرو (یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمت خوب اچھی طرح حاصل کر لیا کرو) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا بہشت کے باغ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ذکر کے حلقے (مجلسیں)۔
- 14۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آج تمام اہل محشر کو معلوم ہو جائے گا کہ کرم (عزت و احترام) کے لائق کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ عزت و احترام کے لائق کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں (منعقد) کرانے والے (ذاکرین) ہیں۔
- 15۔ ہر آدمی کے دل کی دو کوٹھڑیاں ہوتی ہیں ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسری میں شیطان۔ پس جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ اس کے دل میں رکھ دیتا ہے (یعنی اس کے دل پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور (طرح طرح کے) وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔
- 16۔ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ پھر دو رکعتیں (اشراق کی) پڑھیں (پھر مسجد سے واپس آیا) تو اس کو ایک (حج) اور ایک (عمرہ) کی مانند اجر ملے گا۔ پورے (حج اور عمرہ) کا پورے حج اور عمرہ کا پورے حج اور عمرہ کا۔
- اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں وہ ایک حج اور ایک عمرہ کا اجر لے کر (مسجد سے) واپس ہوگا۔
- 17۔ (ذکر اللہ تعالیٰ سے) غافل لوگوں (کے ماحول) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس مجاہد کی مانند ہے جو (میدان جنگ سے) بھاگنے والوں (کی جماعت) میں ثابت قدم رہا۔
- 18۔ جو کوئی جماعت کسی بھی مجلس میں جمع ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے منتشر ہو گئی تو یوں سمجھو کہ وہ ایک مردار گدھے کی لغش (پر جمع ہوئے تھے اور اسے کھا کر) منتشر ہو گئے اور ان کی یہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے بڑی حسرت و افسوس کا موجب ہوگی۔
- 19۔ جو شخص بھی کسی راستہ پر (کسی کام کے لیے) چلا اور اس (اثنا) میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے لیے حسرت و حرمان کا موجب ہوگی اور جو شخص بھی اپنے بستر پر لیٹا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے لیے حسرت و حرمان کا موجب ہوگی۔
- 20۔ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کا نام لے کر آواز دیتا ہے کہ اے فلاں (پہاڑ) کیا تیرے پاس سے کوئی ایسا آدمی گزرا ہے جس نے (گزرتے وقت) اللہ کا ذکر کیا ہو تو جب وہ (جواب میں) کہتا ہے ”ہاں“ تو وہ خوش ہوتا ہے

(اور اس کو) مبارک باد دیتا ہے۔

21۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے سورج، چاند، ہلال اور ستاروں اور سایوں کی دیکھ بھال رکھتے ہیں (اور ہر وقت اور موقع کے مناسب اللہ کا ذکر کرتے ہیں)

22۔ قیامت کے دن جنت والے کسی چیز پر افسوس نہ کریں گے۔ بجز اس ساعت کے جو، اُن پر گزر گئی اور اس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا (کہ کاش اس ساعت میں بھی ہم اللہ کا ذکر کرتے اور اس کا بھی اجر و ثواب پاتے)۔

23۔ تم اتنی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔

24۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ وہ تکبیر (اللَّهُ أَكْبَرُ)، تقدیس (سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کی تعداد کا خیال رکھا کریں اور انہیں انگلیوں پر شمار کیا کریں، فرمایا: اس لیے کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے دریافت کیا جائے گا اور (انہیں قوت گویائی دے کر) بلوایا جائے گا (اور وہ بتلائیں گی کہ کتنی تعداد میں تکبیر و تقدیس و تہلیل کی تھی)۔

25۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے خطاب کر کے فرمایا: تم تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ)، تقدیس (سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ) اور تہلیل (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کو اپنے اوپر لازم کر لو اور (کبھی) ان سے غفلت نہ کرو کہ تم اللہ کی رحمت سے فراموش (محروم) کر دی جاؤ (گی)۔

26۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

27۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے چار غلاموں کو آزاد کر دوں اور اسی طرح میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں چار غلام (اولاد اسماعیل علیہ السلام) کے آزاد کروں۔

28۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تنہا سفر کرنے والے سبقت لے گئے صحابہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) یہ تنہا سفر کرنے والے کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اسی روایت کے دوسرے الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے شیدائی، یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے (گناہوں کے) بوجھ ہلکے کرتا رہتا ہے، چنانچہ وہ قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) ہلکے پھلکے ہو کر آئیں گے۔

29۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں (راوی نے) پوری حدیث بیان کی، یہاں تک کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم (کثرت سے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اس لیے کہ اس ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نکلا ہو، اور وہ شخص بھاگتے بھاگتے ایک محفوظ قلعے تک پہنچ گیا ہو اور اس میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے اپنی جان بچالی ہو۔ بالکل

- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ (اپنے دشمن) شیطان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کسی چیز سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔
- 30۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم دنیا میں کچھ لوگ نرم و گداز بستروں پر لیٹ کر بھی (سونے کے بجائے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل فرمائے گا۔
- 31۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جن کی زبانیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ بہتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔
- قارئین کرام! ذکر الہی کی اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت سے آگاہ ہونے کے بعد ضروری ہے کہ امتِ محمدی کے اولیائے کرام کا ذکر و فکر کے سلسلہ میں اہتمام کا مطالعہ کر لیا جائے تاکہ مزید ترغیب و تلقین کا باعث ہو۔

### اولیاء کرام اور ذکر الہی:-

- 1۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے شیخ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پسے ہوئے ستودیکھے، میں نے پوچھا آپ ستو کے علاوہ اور کچھ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کھانا چبانے اور ستو پینے میں ستر تسبیحوں کا اندازہ لگایا ہے۔ چالیس سال ہوئے میں نے روٹی کھائی ہی نہیں تاکہ ان تسبیحوں کا وقت ضائع نہ ہو۔ قارئین کرام ہم لوگ بہت غافل ہیں۔ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے زندگی کیسے گزارتے ہیں اور ان کا طرزِ فکر کیا ہے۔ کاش ہمیں بھی یہ نعمت ذکر و فکر اسی طرح نصیب ہو جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔
- 2۔ جناب عمر بن عبید رحمۃ اللہ علیہ تین کاموں کے علاوہ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے نماز باجماعت کے لیے، مریضوں کی عیادت کے لیے اور جنازوں میں شرکت کے لیے، اور وہ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو چور اور ہزن پایا ہے۔ عمر ایک عمدہ جوہر ہے جس کی قیمت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا اس سے آخرت کے لیے خزانہ اکٹھا کرنا چاہیے اور آخرت کے طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ریاضت کرے تاکہ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو جائے۔
- 3۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ابتدائے ریاضت میں جب مجھے نیند آتی تو میں آنکھوں میں نمک کی سلائی لگاتا، جب نیند زیادہ تنگ کرتی تو میں گرم سلائی آنکھوں میں پھر لیتا۔
- 4۔ حضرت ابراہیم بن حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے: میرے والدِ محترم کو جب نیند آنے لگتی تو وہ دریا کے اندر تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگتے جسے سن کر دریا کی مچھلیاں اکٹھی ہو جاتیں اور وہ بھی تسبیح کرنے لگتیں۔
- 5۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رب سے دعا مانگی، میری رات کی نیند اڑا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں چالیس برس تک نیند نہ آئی (اس طرح تمام راتیں انہوں نے عبادت میں بسر کیں)۔
- 6۔ حضرت حسن حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے جسم کو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ جگہوں سے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا اور اسی حالت میں وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے تھے۔
- 7۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے حال میں بازار میں جاتے، اپنی دکان کھول کر اس کے آگے پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آ جاتے۔
- 8۔ حضرت حبشی بن داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔



9۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا، غلام نے کہا اے مالک! میری تین شرطیں ہیں:

(ا) جب نماز کا وقت آئے تو مجھے اس کے ادا کرنے سے نہ روکنا۔

(ب) دن کو مجھ سے جو چاہو کام لو مگر رات کو نہیں۔

(ج) مجھے ایسا کمرہ دو جس میں میرے سوا کوئی نہ آئے۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کرتے ہوئے کہا گھر میں رہنے کے لیے کوئی کمرہ پسند کر لو۔ غلام نے ایک خراب سا کمرہ پسند کر لیا۔ مالک بولا تو نے خراب کمرہ کیوں پسند کیا؟

غلام نے جواب دیا اے مالک! یہ خراب کمرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں چمن ہے۔ چنانچہ وہ دن کو مالک کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ایک رات اس کا مالک وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کمرہ منور ہے، غلام سجدہ میں ہے اور اس کے سر پر ایک نورانی قندیل معلق ہے اور وہ آہ زاری کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

یا الہی! تو نے مجھ پر مالک کی خدمت واجب کر دی ہے اور مجھ پر یہ ذمہ داری نہ ہوتی تو میں صبح وشام تیری عبادت میں مشغول رہتا، اے اللہ تعالیٰ! میرا عذر قبول فرما لے۔

مالک ساری رات اس کی عبادت دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، قندیل بجھ گئی اور کمرے کی چھت حسب سابق ہموار ہو گئی۔ وہ واپس لوٹا اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔

جب دوسری رات ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ وہاں دیکھا تو غلام سجدہ میں تھا اور نورانی قندیل روشن تھی۔ وہ دونوں دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ساری رات اسے دیکھ کر روتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا کہ ہم نے تجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر آزاد کر دیا ہے تاکہ تو فراغت سے اس کی عبادت کر سکے۔ غلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا ے

یا صاحب السران السر قد ظہرا ولا ارید حیوتی بعد ما اشتہرا

اے صاحب راز، راز ظاہر ہو گیا، اب میں اس افشائے راز اور شہرت کے بعد زندگی نہیں چاہتا۔ پھر کہا اے الہی! مجھے موت دے دے اور گر کر مر گیا۔

قارئین کرام! صالح، عاشق اور طالب مولیٰ لوگوں کے حالات ایسے ہی تھے۔ لہذا ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ با وضو رہے۔ جب بے وضو ہو جائے تو فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرے۔ ہر مجلس میں قبلہ رو بیٹھے۔ حضور دل اور مراقبہ کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ حضور ﷺ کے سامنے مواجہہ شریف میں بیٹھا ہے۔ تخیل اور بردباری کو اپنے افعال میں لازم رکھے۔ دکھ جھیلے مگر برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے۔ گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ خود بینی اور ریا کے قریب نہ جائے کیونکہ خود بینی شیطان کی صفت ہے۔ اپنے آپ کو حقارت سے اور نیک لوگوں کو احترام سے دیکھے اس لیے کہ جو شخص نیکوں کا احترام کرنا نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اسے ان کی صحبت سے محروم کر دیتا ہے اور جو شخص عبادت کی حرمت و عظمت کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے عبادت کی شیرینی نکال لیتا ہے۔

جو درود نہ پڑھے بد بخت اور بخیل ہے:-

01- ان ابخل الناس من ذكرت عنده فلم يصل على  
لوگوں میں سے سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (399)

02- من الجفاء ان اذكر عند رجل فلم يصل على  
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
یہ عادت سنگدلی سے ہے کہ کسی آدمی کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑے۔ (400)

03- من ذكرت عنده فلم يصل على فقد شقي (ابن السني عن جابر)  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو پھر اس نے مجھ پر درود نہ  
پڑھا تو اس نے بد بختی پائی۔ (401)

04- من ذكرت عنده فخطيء الصلاة على خطيء طريق الجنة (طب عن الحسين) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ  
راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو تو اس نے مجھ پر درود پڑھنے میں خطا کی تو اس نے جنت کا راستہ پانے میں خطا کی۔ (402)

05- ما جلس قوم يذكرون الله عز وجل لم يصلوا على نبيهم الا كان ذلك المجلس عليهم  
ترة ولا قعد قوم لم يذكروا الله الا كانت عليهم ترة (عن ابو هريرة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نہیں بیٹھی کوئی قوم کہ ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اور انہوں نے اپنے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا مگر انہیں اس مجلس کا افسوس ہوگا۔ یونہی نہیں بیٹھی کوئی قوم کہ انہوں نے اخیر مجلس تک  
اللہ کا ذکر نہیں کیا مگر انہیں بھی اس کا افسوس ہوگا۔ (القول البدیع ص 78)

06- الا ادلكم على خير الناس وشر الناس وابخل الناس واكسل الناس والام الناس  
واسرق الناس قيل يا رسول الله بلي قال خير الناس من التفع به الناس وشر الناس من  
يسغى باخيه المسلم واكسل الناس من ارق في ليلة فلم يذكروا الله بلسانه وجوارحه  
والام الناس من اذا ذكرت عنده لم يصل على وابخل الناس من بخل بالتسليم على  
الناس واسرق الناس من سرق صلاته قيل يا رسول الله كيف يسرق صلاته قال لا  
يتم ركوعها وال سجودها۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں نہ بتاؤں کون سب سے بہتر ہے، کون سب  
سے برا ہے، کون سب سے بخیل ہے، کون سب سے سست ہے، کون سب سے زیادہ مستحق ملامت ہے، کون سب  
سے بڑا چور ہے، عرض کی گئی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیے۔ فرمایا، سب سے بہتر وہ ہے جس سے  
لوگ نفع پائیں۔ سب سے برا وہ ہے جو حاکم کے پاس مسلمان بھائی کی چغلی کھائے۔ سب سے سست وہ ہے جو  
رات بھر جاگے مگر اللہ کا ذکر نہ زبان سے کرے نہ دیگر اعضاء سے۔ سب سے زیادہ مستحق ملامت وہ ہے جس کے

پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو اہل اسلام کو سلام کہنے میں بخل کرے۔ سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔ عرض کی گئی، ”یا رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی چوری کوئی کس طرح کرتا ہے؟ فرمایا، نہ کرو صحیح کرتا ہونہ سجدہ۔ (القول البدیع ص 147)

07۔ الا انبئکم بأخیل البخلاء الا انبئکم بأعجز الناس من ذکرک عندہ فلم یصل علی ومن قال لہ ربہ فی کتابہ ادعونی فلم یدعہ قال اللہ تعالیٰ (ادعونی استجب لکم)  
حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو بخیلوں میں سے سب سے بڑا بخیل ہے۔ کیا تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ عاجز ہے۔ جس کے سامنے میرا ذکر ہوا تو اس نے درود نہ پڑھا وہ سب سے بڑا بخیل (بخل البخلاء) ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا حکم دیا اور اس نے دعا نہ کی وہ لوگوں میں سے سے زیادہ عاجز (اعجز الناس) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (القول البدیع ص 147)

08۔ من ذکرک عندہ فلم یصل علیک فبات فدخل النار (403)  
حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو مرنے کے بعد آگ میں داخل ہوگا۔  
09۔ من لم یصل علی فلا دین لہ (عن عبداللہ بن مسعود)  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا دین نہیں۔ (جلاء الافہام ص 22)

10۔ لا یری وجہی ثلاثة انفس العاق لو الدیہ وتارک سنتی ومن لم یصل علی اذا ذکرک بین یدیہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص میرا چہرہ نہ دیکھ سکیں گے۔  
(۱) وہ جو ماں باپ کا نافرمان ہے۔ (۲) وہ جو میری سنت کا تارک ہے۔ (۳) وہ جو میرا نام سن کر مجھ پر درود نہیں پڑھتا۔ (404)

11۔ ما اجتمع قوم ثم تفرقوا عن غیر ذکر اللہ عزوجل وصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الا قاموا عن انتین جیفۃ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کچھ لوگ جمع ہوں پھر ذکر کرنے اور درود پڑھنے کے بغیر ہی متفرق ہو جائیں تو وہ مردار کی سی بدبو سے اٹھتے ہیں۔ (405)

12۔ الا کان علیہم من اللہ قرۃ یوم القیامۃ فان شاء عذبہم وان شاء غفر لہم۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو اہل مجلس اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھیں ان کو قیامت کے دن نقصان ہوگا پھر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے چاہے بخش دے۔ (406)

13- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من نسي الصلاة على نسي وفي رواية خطي يريق الجنة

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
جو مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔ (407)

14- عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال لا يجلس قوم مجلساً لا يصلون فيه على النبي ﷺ الا كان عليهم حسرة وان دخلوا الجنة لم يآروا من الثواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہیں پڑھتے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو گئے لیکن ان پر حسرت طاری ہوگی۔ وہ حسرت کھائیں گے جب وہ جزا کو دیکھیں گے۔ (408)

15- ان عائشة رضي الله تعالى عنها كانت تخيط شيئاً في وقت السحر فضلت الابرة وطفى السراج فدخل عليها النبي ﷺ فاضاء البيت بضوئه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ووجدت الابرة فقالت ما اضوء وجهك يا رسول الله قال ويل لمن لا يراني يوم القيامة قالت ومن لا يراك قال البخيل قالت ومن البخيل قال الذي لا يصلي على اذا سمع باسمي-

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گر گئی اور چراغ بجھ گیا۔ پس اچانک حضور نبی کریم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی روشنی سے سارا گھر روشن ہو گیا، حتیٰ کہ سوئی مل گئی۔ اس پر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور کتنا روشن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ویل“ (ہلاکت) ہے اس بندے کے لیے جو مجھے قیامت کے دن نہ دیکھ سکے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے گا، فرمایا وہ بخیل ہے۔ عرض کی بخیل کون ہے؟ فرمایا: جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔ (409)

16- مر رجل بالنبي ﷺ ومعه ظبية قد اصطاها فانطق الله سبحانه الذي انطق كل شئ الظبية فقالت يا رسول الله ان لي اولاداً وانا ارضعهم وانهم الان جياع فامر هذا ان يخلعني حتى اذهب فارضع اولادي واعود قال فان لم تعودى قالت ان لم اعد فلعني الله كمن تذكر بين يديه فلا يصلي عليك او كنت كمن صلى ولم يدع فقال النبي ﷺ اطلقها وانا ضامنهما فذهبت الظبية ثم عادت فنزل جبريل عليه السلام وقال يا محمد الله يقرءك السلام ويقول وعزتي وجلالي انا ارحم بامتك من هذه الظبية باولادها وانا اردهم اليك كما رجعت الظبية اليك

ایک شخص نے ایک ہرنی شکار کی اور وہ اسے پکڑ کر جا رہا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اللہ تعالیٰ

نے اسے قوت گویائی عطا فرمادی۔ تو ہر نی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے چھوٹے چھوٹے بچے دودھ پیتے ہیں اور اس وقت وہ بھوکے ہیں، لہذا آپ شکاری کو ارشاد فرمائیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ شاہ کونین ﷺ نے فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو پھر؟ ہر نی نے جواب دیا اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جیسے اس شخص پر لعنت ہوتی ہے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر پاک ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود پاک نہ پڑھے یا جیسی لعنت اس شخص پر ہوتی ہے جو نماز پڑھے اور پھر دعائے مانگے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اس شکاری کو حکم دیا کہ اسے چھوڑ دے اور میں اس کا ضامن ہوں۔ اس نے ہر نی کو چھوڑ دیا۔ ہر نی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ پھر جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تعالیٰ سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں آپ ﷺ کی امت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ مہربان ہوں جیسے کہ اس ہر نی کو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت ہے اور میں آپ ﷺ کی امت کو آپ کی طرف لوٹاؤں گا جیسے کہ یہ ہر نی آپ کی طرف لوٹ کر آئی ہے۔ (نزہۃ المجالس میں اتنا زیادہ ہے ”فاطلقہا واسلم“ یعنی اس شکاری نے اس ہر نی کو چھوڑ دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔) (410)

- 17- قال رسول اللہ ﷺ کل امر ذی بال لا یبدا فیہ بذکر اللہ ثم بالصلاۃ علی فہو اقطع کتھ ہر با مقصد کام جو بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور بغیر درود پاک کے شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے اور خیر سے کٹا ہوا ہے۔ (411)
- 18- کل کلام لا یدکر اللہ تعالیٰ فیہ فیبداءہ و بالصلاۃ علی فہو اقطع محقوق من کل برکت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ کلام جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو، بغیر ذکر الہی اور بغیر درود پاک پڑھے شروع کر دیا جائے وہ کٹا ہوا ہے، وہ ہر برکت سے خالی ہے۔ (412)

- 19- عن ام انس بنت حسین بن علی عن ابیہا ﷺ قال قالوا للنبی ﷺ یا رسول اللہ ارایت قول اللہ عزوجل ”ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی“ فقال علیہ الصلاۃ و السلام ان هذا من العلم البکون و لولا انکم سالتہمونی عنہ ما اخبرتکم ان اللہ عزوجل و کل بی ملکین فلا اذکر عند عبد مسلم فیصلی علی الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک و قال اللہ تعالیٰ و ملائکتہ جواباً لذینک الملکین آمین و فی لفظ اخر عند بعضهم و زادوا لا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علی الا قال ذانک الملکان لا غفر اللہ لک و قال اللہ عزوجل و ملائکتہ جواباً لذینک الملکین آمین۔

سیدنا امام زین العابدین (علیہ السلام) کی شہزادی سیدہ ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آیت پاک ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ کے متعلق کچھ فرمائیے۔ تو فرمایا: یہ ایک پوشیدہ علم ہے۔ اگر تم نہ پوچھتے تو میں نہ بتاتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو فرشتے مقرر کیے ہیں۔ جب میرا ذکر پاک کسی مسلمان کے پاس ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔ فرشتوں کی اس دعا پر اللہ تعالیٰ اور دوسرے

باقی فرشتے کہتے ہیں، ”آمین!“۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا: جب میرا ذکر پاک کسی مسلمان کے پاس ہوتا ہے اور مجھ پر درود پاک نہیں پڑھتا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہ کرے تو اس دعا پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں ”آمین!“۔ (413)

20۔ عن كعب بن عجرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجت قال امين ثم ارتقى الثانية فقال امين ثم ارتقى الثالثة فقال امين فلما نزل قلنا يا رسول الله قد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسبعه فقال ان جبريل عرض لي فقال بعد من ادرك رمضان فلم يغفر له قلت امين فلما رقيت الثانية قال بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك فقلت امين فلما رقيت الثالثة قال بعد من ادرك ابويه الكبر عنده او احدهما فلم يدخلا الجنة قلت امين (414)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا، ”آمین“۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا، ”آمین“۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا، ”آمین“۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا، ”آمین“۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا، ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا، ”آمین“۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا، ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا، ”آمین“۔

21۔ عن قتادة مرسل قال قال رسول الله ﷺ من الجفاء ان اذكر عند رجل فلا يصلي علي۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: یہ بات ظلم ہے کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اجمالی جائزہ:- قارئین کرام! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ذکر کے وقت درود و سلام نہ پڑھنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامام رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں سے اس سلسلہ میں متعدد احادیث مبارکہ روایت ہوئی جنہیں اگر مرتب کیا جائے تو ایک الگ کتاب بن جائے۔ اختصار اور جامعیت کے پیش نظر ان میں سے مندرجہ بالا اکیس احادیث پیش خدمت کی ہیں۔ عام قاعدہ ہے کہ، کوئی نیک کام کرنے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ نیک عمل ترک کرنے سے انسان ان فوائد سے محروم رہتا



ہے۔ درود و سلام پڑھنے کے اس قدر بے شمار فائدے ہیں کہ اسے ترک کرنے والے کو احمق، جاہل، بد بخت، ظالم اور بخیل کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جسے یہ خطابات بارگاہ الہی اور بارگاہ رسالت سے حاصل ہوں اس کی بد بختی میں بھلا کسے شک ہے۔ درود و سلام ترک کرنے پر بہت وعید وارد ہوئی ہے۔ مثلاً

- 1۔ ایسے شخص کے لیے ہلاکت کی بد دعا ہے۔
  - 2۔ درود و سلام ترک کرنا بد بختی ہے۔
  - 3۔ ایسا شخص جنت کا راستہ بھول جائے گا۔
  - 4۔ درود و سلام ترک کرنے والا جہنم میں داخل ہوگا۔
  - 5۔ درود و سلام ترک کرنے والا ظالم ہے۔
  - 6۔ درود و سلام ترک کرنے والا بخیل ہے۔
  - 7۔ درود و سلام ترک کرنے والے کا دین کامل نہیں رہتا۔
  - 8۔ درود و سلام ترک کرنے والا دنیا اور آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے گا۔
  - 9۔ ایسی مجلس جس میں درود و سلام نہ پڑھا جائے روزِ حشر کو حاضرین مجلس کے لیے حسرت و افسوس کا باعث ہوگی۔
- قارئین کرام! موضوع کے پیش نظر مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں سے اہم نکات کی وضاحت پیش خدمت ہے تا کہ ان احادیث مبارکہ کا مفہوم مزید واضح ہو سکے اور ہم ان سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔
- بخیل کی وضاحت:-** بخیلوں میں سب سے بدتر بخیل وہ ہوتا ہے جو سخاوت سے دشمنی رکھے کہ اسے یہ بھی پسند ہے کہ کوئی دوسرا اس پر سخاوت کرے لیکن اس نعمت کا شکر اور ذکر (درود و سلام کی شکل میں) نہ کرے۔ درود شریف پڑھنے والے کے ثواب کو چونکہ بہت بڑے پیمانے سے ماپا جاتا ہے (مشکوٰۃ ص 87) تو درود نہ پڑھنے والا اتنے بڑے ثواب سے خود کو محروم رکھنا پسند کرتا ہے۔ اس بنا پر اسے بہت بڑا بخیل ارشاد فرمایا گیا یعنی مفت ملنے والے بہت ثواب کو لینا پسند نہیں کرتا (415)

**ناک کے خاک آلودہ ہونے کی وضاحت:-** حدیث نمبر 20 میں ”ناک گرد آلود ہو“ کے معنی ہیں کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو کیونکہ درود شریف پڑھنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک، ملائکہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک معظم و محترم ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیاں بڑھتی ہیں، گناہ مٹتے ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں۔ یونہی رمضان مبارک کی قدر کرنے سے، روزوں اور نمازوں کے ذریعے اس کی تعظیم بجالانے سے آدمی گناہوں کی ذلت سے بچ جاتا ہے، مغفرت رحمت اور جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کی خدمت کرنے والے کو دارین میں عزت ملتی ہے کہ دنیا میں اس کی اولاد اس کی خدمت کرے گی اور آخرت میں رب کریم اسے جنت عطا فرمائے گا۔ تو جس نے یہ تین سعادتیں حاصل نہ کیں۔ نہ درود شریف پڑھا، نہ ماہ رمضان کی قدر کی، نہ ماں باپ کی خدمت بجالایا تو اس نے اپنے آپ کو دارین کی عزت سے محروم کیا اور دونوں جہان میں ذلت و خواری کو حاصل کیا (اللہ کی پناہ)۔

**سب سے بہتر انسان:-** حدیث پاک نمبر 6 میں بیان ہوا ہے کہ انسانوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس سے لوگ نفع

حاصل کریں۔ اگر غور کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نفع علمائے حق نے پہنچایا۔ مسلمانوں کی سی زندگی گزارنے کے لیے ہر مسلمان مہد سے لحد تک علماء کرام کا محتاج ہے اور علمائے کرام ہمیشہ اپنے مسلمان بھائیوں کی دستگیری فرماتے اور نفع پہنچاتے رہتے ہیں۔ جب کسی بے دین نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور ان کے عقائد برباد کر کے انہیں جہنمی بنانے کی کوشش کی تو علمائے حق نے ہی ان بے دینوں کا مقابلہ فرما کر مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بچایا اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔ بنا برائیں علمائے حق کی شان میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

01- اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيُسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحَيَاتَانِ۔

پیغمبروں کے وارث علماء ہیں، علماء سے آسمان کے فرشتے محبت کرتے ہیں اور سمندری مچھلیاں استغفار کرتی ہیں۔

02- اَتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَإِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَمَصَابِيحُ لِّلْآخِرَةِ۔ علماء کی پیروی کرو کیونکہ وہ دنیا کے سراں ہیں اور آخرت میں مصباح۔

03- اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِيحُ الْاَرْضِ وَخُلَفَاءُ الْاَنْبِيَاءِ۔ علماء (علمائے حق) زمین کے چراغ اور نبیوں کے وارث ہیں۔

04- اَلْعُلَمَاءُ قَادَةُ الْمُتَّقُونَ سَادَةُ۔ علماء مسلمانوں کے قائد ہیں اور متقی علماء مسلمانوں کے سردار ہیں۔

05- اَلْعُلَمَاءُ اُمَمَانِیُّ اُمَّتِیْ علماء میری امت کے امین ہیں۔

06- اَلْعَالِمُ سُلْطَانُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ۔ عالم دین زمین میں اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ بادشاہ ہے۔

07- عالم اور عابد دونوں پلصراط پر اکٹھے ہوں گے تو عابد کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور عالم سے کہا جائے گا تم شفاعت کرو جس کی شفاعت کرو گے شفاعت اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ ”فقام مقام الانبیاء“ تو عالم شفاعت میں نبیوں کا نائب ہوگا۔

08- اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بَعْدًا خَيْرًا فَقَهَّهٖ فِی الدِّیْنِ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کا علم بخشا ہے۔

09- جب کسی کو علم دین کی طرف طلب میں موت آجائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔

10- جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو اس کے میوے کھالیا کرو۔ عرض کی گئی، جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: ”مَجَالِسُ عُلَمَاءِ“ علماء کی محفلیں۔

11- قیامت کے دن علماء کی دواتوں کی روشنائی اور شہیدوں کا خون تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی شہید کے خون سے وزنی ہوگی۔

12- عَالِمٌ یُّنْتَفَعُ بِہٖ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ وہ عالم جس کے علم سے مسلمانوں کو نفع پہنچے ہزار عابد سے بہتر ہے۔

13- اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے۔ یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں ”یَصْلُوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْحَیْرِ“ درود شریف بھیجتے ہیں اس عالم دین پر جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔ (دین کی باتیں بتاتا ہے۔)

14- فَضْلُ الْعَالِمِ عَلٰی الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلٰی اَدْنَا کُمْ۔

عالم کو عابد پر اللہ تعالیٰ نے ایسی فضیلت بخشی جیسی فضیلت مجھے تم میں سے کسی ادنیٰ پر عطا کی۔  
 15۔ (اگر بننا ہے) تو عالم یا معلم یا ان کے وعظ سننے والا یا ان سے محبت رکھنے والا (بنو) ”وَلَا تَكُنْ خَامِسًا فَتَهْلِكُ“ اور ان کے علاوہ کوئی پانچواں نہ ہونا۔ اگر پانچواں ہوا تو ہلاک ہو جائے گا۔ (416)  
 قارئین کرام! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ہمیں غفلت سے بچائے، ہر لمحہ اپنی اور اپنے محبوب کی یاد کی دولت عطا فرمائے، علمائے حق کی محبت، متابعت اور ان سے علم کی دولت عطا فرمائے۔  
 مجھ کو عطا ہو مولا کریم! عشقِ نبی کا دائم خزانہ  
 کروٹ کروٹ عشقِ محمد پہلو بہ پہلو سوزِ مدینہ  
 ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ  
 درود شریف کی برکت سے بھولی ہوئی بات یاد آنا:-

- 1۔ من اراد ان يحدث بحديث فنسياه فليصل على فان في صلاته على خلفاً من حديثه وعساہ ان يذکرہ (اخر جلد الیومی عن عثمان بن ابی حرب الباهلی فی سعادة الدارين)  
 حضرت عثمان بن ابی حرب الباهلی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
 جو شخص کوئی بات کرنی چاہے اور وہ بات اسے بھول جائے تو اسے مجھ پر درود پڑھنا چاہیے کیونکہ اس نے بھولی ہوئی بات کی جگہ درود پڑھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی برکت سے اسے بھولی ہوئی بات یاد آ جائے۔
- 2۔ ثنا سعدان بن عبدة ابو سعید المروزی ثنا عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی ابنا انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ اذا نسيت شیئاً فصلوا علی تذکر وہ ان شاء اللہ۔ (417)  
 انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
 جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو۔ خدا نے چاہا تو وہ بھولی ہوئی شے تم کو یاد آ جائے گی۔  
 اجمالی جائزہ:- قارئین کرام! بھول جانے کی کئی ایک وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً یادداشت کی کمزوری کی وجہ سے بھول جانا، ذہنی مصروفیت کی وجہ سے کسی بات کو صحیح طور پر یاد نہ رکھ پانا یا شیطان کے عمل دخل کی وجہ سے کوئی بات بھول جانا کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ انسان کو کسی نہ کسی صورت پریشان دیکھنا چاہتا ہے۔ بہر حال بھول جانے کی کوئی بھی وجہ ہو حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے کئی فائدے حاصل ہوں گے۔  
 عزیزانِ من! انسانی زندگی کا اصل مقصد ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ نے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان فوز و فلاح پاسکے۔ وسیلہ ڈھونڈنے اور آیت شریف ”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ (اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو) کے تحت امام العباس تیمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:  
 وَلَا وَسِيلَةَ أَكْظَمُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَسِيلَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَكْظَمُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ (418)  
 نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی وسیلہ نہیں ہے اور درود شریف سے بڑھ کر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔

## فضائل اخلاق اور فضائل اعمال و صدقات

اسلام کا تصور اخلاق :- 'اخلاق'، 'خلق' کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں : عادت، خصلت، نحو۔ لہذا اخلاق کے معنی ہیں : عادات، خصلتیں، خصلتیں۔

اخلاق کی اقسام :- خوبی، خامی اور نوعیت کے لحاظ سے اخلاق کی کئی اقسام ہیں۔

اخلاق طبعی :- طبیعت یا مزاج سے مراد وہ خاص فطری استعداد یا صلاحیت ہے جس کی رو سے انسان بآسانی تھوڑے سے سبب سے کسی کام کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا اس میں خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً گرم خشک مزاج والے انسان کو بہت جلد غصہ آ جاتا ہے۔ گرم تر مزاج والے انسان پر جلد شہوت غالب آ جاتی ہے اور سرد خشک مزاج والا انسان جلد ذہنی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے۔ طبیعت یا مزاج کی بدولت بآسانی سرانجام پانے والے اچھے برے کام اخلاق طبعی کہلاتے ہیں۔ اخلاق کسبی :- تعلیم و تربیت اور مشق و تکرار کی بدولت بلا تکلف صادر ہونے والے کام، اخلاق کسبی کہلاتے ہیں۔

اخلاق حسنہ و اخلاق سیئہ :- اچھے اخلاق کو اخلاق حسنہ، 'اخلاق محمودہ'، یا 'فضائل' کہتے ہیں۔ برے اخلاق کو اخلاق سیئہ، 'اخلاق ذمیہ' یا 'رذائل' کہتے ہیں۔ فضیلت کے لغوی معنی ہیں : برتری، فوقیت، بزرگی، بڑائی، فضل، نیکی، کمال۔ 'فضائل'، فضیلت کی جمع ہے۔ پاکیزہ صفات 'فضائل' کہلاتی ہیں۔ وہ تمام عادات جو نیک نیتی، حسن خلوص اور رضائے الہی کی خاطر اختیار کی جائیں انسان کی فضیلتیں ہیں اور وہ سب نیکیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسلام میں ہر نیکی ایک اچھا خلق ہے اور ہر برائی رذالت ہے۔ اسلام حسن خلق پیدا کرنے کی تربیت دیتا ہے۔ (419)

تقسیم فضائل :- دو درحاضر کے علمائے اخلاق کے مطابق فضائل کی تین اقسام ہیں : فضائل شخصیہ، فضائل اجتماعیہ، فضائل دینیہ۔ فضائل شخصیہ :- "فضائل شخصیہ" ان فضائل کا نام ہے جو فرد و شخص کی زندگی کو منظم کرتے ہیں اور اس کے قوی اور ملکات میں ترقی اور اعتدال پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ "ضبط نفس" اور "تہذیب نفس" سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر لڑکھانہ میں انہماک سے "ضبط نفس" ہے تو "عفت" ہے۔ اگر خود کو ہمیشہ کے لیے رنج و مصائب میں ڈال دینے یا رنج و مصائب سے دہشت و خوف کھانے پر ضبط نفس ہے تو شجاعت ہے۔ اگر "تہذیب نفس"، یعنی نفس کو عقل کے زیر فرمان کرنے پر ترغیب ہے تو اس کا نام "حکمت" ہے۔

فضائل اجتماعیہ :- "فضائل اجتماعیہ" ان فضائل کو کہتے ہیں جو فرد و شخص کو اس کے گرد پیش انسانوں کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پروتے اور ان سب کے حالات کو ترقی کی راہ پر لگاتے ہیں۔ فضائل اجتماعیہ میں اگر انسانی حقوق کی کما حقہ ادائیگی ہے تو اس کو 'عدل' کا نام دیا جائے گا۔ اگر حقوق انسانی کی فرض سے بڑھ کر ادائیگی ہے تو وہ 'احسان' ہے۔

فضائل دینیہ :- "فضائل دینیہ" وہ ہیں جو مذہب کے احکام کے تابع ہیں۔ ان میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی رضا کے لئے متصف ہونا ضروری ہے۔ (420)

اخلاق کی اہمیت :- جب انسان اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کی ہر شے سے اس کا تھوڑا بہت تعلق پیدا ہو جاتا ہے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے، نبی کریم ﷺ سے، اپنے اعزہ و اقارب سے، ہر اپنے پرانے سے، جانوروں اور چرند پرند سے، ہر اس شے سے جس سے اس کا معاملہ یا تعلق ہے، اس تعلق کے فرض کو بحسن و خوبی سرانجام دینا اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود باہمی حقوق و فرائض کی اچھے طریقے سے ادائیگی ہے۔ اخلاق حسنہ کی بدولت انسان کے مقصد حیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اخلاق سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ انسان کو روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا قرب اور رضا حاصل ہوتے ہیں۔

اخلاق حسنہ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ :- دین اسلام کی رو سے بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد تکمیل ایمان کے لیے نیک کام سرانجام دینا ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿البقرہ [2:277]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، اور ان پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے ۵  
 نیک کاموں کی بدولت انسان کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ سے مراد وہ قلبی و روحانی کیفیت ہے جو ہر قسم کی نیکی کی محرک ہے۔ اس تقویٰ کی بدولت انسان کے اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں وہ برے لوگوں اور برائیوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اور انکساری اختیار ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَلَى الْآرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿الفرقان [25:63-65]

اور (خدا کے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں ۵ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیام (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں ۵ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (ہمہ وقت حضور باری تعالیٰ میں) عرض گزار رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹالے بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور دائمی) ہے ۵

فَمَا أُوْتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْلَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾ وَجَزَاؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿الشوریٰ [42:36-40]

سو تمہیں جو کچھ بھی (مال و متاع) دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا (چند روزہ) فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے (یہ) اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب انہیں (کسی ظالم و جابر) سے ظلم پہنچتا ہے تو (اس سے) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی برائی کی مثل ہوتا ہے، پھر جس نے معاف کر دیا اور (معافی کے ذریعہ) اصلاح کی تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بے شک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ۵

تمام عبادات کے دوسرے اہم مقاصد کے علاوہ، ان عبادات کا اہم ترین مقصد اخلاقِ حسنہ کی تربیت اور تکمیل ہے۔ اگر ان عبادات سے روحانی و اخلاقی ترقی و اصلاح حاصل نہ ہو تو یہ اسی طرح ہے جیسے درخت بغیر پھل کے، پھول بغیر خوشبو کے اور جسم بغیر روح کے۔

کلمہ طیبہ سے جس طرح معبودانِ باطل کی نفی اور معبودِ حقیقی کے اقرار کا درس ملتا ہے اس طرح رذائلِ اخلاق سے چھٹکارا پانے اور نبی کریم ﷺ کی کامل و مکمل شخصیت کے اسوہ حسنہ کی پیروی اور اخلاقِ الہی سے متصف ہونے کا درس ملتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے قولی و فعلی اور عملی اقرار کے لیے ضروری ہے کہ انسان بُرے اخلاق و بُری عادات اور برے اعمال سے نجات پائے اور امانت، دیانت، شرافت، صداقت، عدالت، شجاعت کے اوصاف اپنائے۔ نماز صحیح طریقے سے ادا کی جائے تاکہ انسان بے حیائی اور برائی سے بچے اور روحانی معراج پائے۔ روزے رکھے جائیں تاکہ تقویٰ حاصل ہو۔ انسانی ہمدردی، غمخواری، اخوت اور محبت کے عملی اظہار کے لئے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اجتماعی سطح پر مکارمِ اخلاق کے لیے استطاعت کی صورت میں فریضہ حج ادا کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ الْعَنكَبُوتُ [29:45]

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ البقرہ [2:183]

اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۵

اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ارشاداتِ نبوی ﷺ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

1۔ بعثت لا تتم حسن الاصلاح (موطا امام مالک)

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

2۔ انما بعثت لا تتم مکارم الاصلاح (مسند احمد بیہقی)

میں تو اسی لیے بھیجا گیا کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ مکہ مکرمہ میں تھے کہ ابوذر نے اپنے بھائی کو رسول اللہ ﷺ کے حالات و تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر



یوں اطلاع دی کہ:

- 3- رایۃ یا مریب کارم الاخلاق (مسلم)  
میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔
  - 4- اکمل المؤمنین ایماً احسنہم خلقاً (ترمذی، ابوداؤد)  
مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔
  - 5- خیارکم احسنکم اخلاقاً  
تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔
  - 6- ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجۃ الیل وصائم النهار (ابوداؤد، حاکم)  
انسان حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پاسکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔
  - 7- ما من شیء یوضع فی البیزان اقل من حسن الخلق فان صاحب حسن الخلق لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصوم والصلوۃ (ترمذی)  
قیامت کے ترازو میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی، کہ حسنِ اخلاق والا اپنے حسنِ خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔
  - 8- خیر ما اعطی الناس خلق حسن (حاکم، نسائی، ابن ماجہ)  
لوگوں کو قدرتِ الہی کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئیں ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔
  - 9- احب عباد اللہ الی اللہ احسنہم اخلاقاً (طبرانی)  
اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔
  - 10- ان احبکم الی واقربکم منی الاخرۃ محاسنکم اخلاقاً وان ابغضکم الی و ابعدکم منی فی الاخرۃ مساویکم اخلاقاً (طبرانی، بیہقی)  
تم میں میرا سب سے پیارا اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہے جو تم میں خوش خلق ہے۔ اور مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور ہوں گے جو تم میں بداخلاق ہیں۔
  - 11- حسن الخلق خلق اللہ الاعظم (طبرانی)  
خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلقِ عظیم ہے۔  
رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے:
- واھدنی لا حسن الا خلاق لا یھدی لا حسنھا الا انت و اصرف عنی سیئاً لا یصرف عنی سیئاً الا انت (مسلم)
- اور اے میرے خدا! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی فرما۔ تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھلا سکتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کرے کیونکہ بجز تیرے اور کوئی بداخلاق سے مجھے نہیں بچا سکتا۔

حسنِ اخلاق کے بارے میں اقوالِ اولیاء:-

- 1- حضرت علیؓ فرماتے ہیں:  
خوش خلقی تین چیزوں میں ہے: محرمات سے بچنا، حلال روزی تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا۔
  - 2- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
خوش خلقی سے مراد ہے کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے۔
  - 3- شاہِ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
حسنِ خلق سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔
  - 4- حضور ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:  
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف ہمت نہ کرنے کا نام خوش خلقی ہے۔
  - 5- ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
مخلوق خدا کو خوشی اور مصیبت دونوں حالتوں میں راضی اور پسندیدہ خاطر رکھنا حسنِ خلق ہے۔
  - 6- ایک بزرگ کا قول ہے:  
اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو جانے کا نام ”حسنِ خلق“ ہے۔
  - 7- سہل بن ابی عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
حسنِ خلق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان میں قوتِ برداشت ہو اور وہ انتقام کا کبھی درپے نہ ہو دشمن پر رحمت و شفقت کی نظر ہو اور اس کے ظلم پر خدا سے اس کی مغفرت کا طالب ہو۔
- عناصرِ اخلاق:- عناصرِ اخلاق سے مراد وہ بنیادی امور ہیں جن کے بغیر کمالِ حسنِ اخلاق کا اظہار ممکن نہیں ہے۔
- 1- ایمان:- اخلاق کا پہلا عنصر اسلام کے بنیادی عقائد پر صدق و خلوص سے ایمان لا کر دائرۃ اسلام میں داخل ہونا ہے۔ جب تک بنیادی عقائد دل میں جاگزیں نہ ہوں اچھے اعمال کا اچھے ارادے سے وجود میں آنا اور بارگاہِ الہی میں قبولیت پانا ممکن نہیں۔
  - 2- رضائے الہی:- دین اسلام کی رو سے تمام اعمال اور حسنِ اخلاق کی غرض و غایت رضائے الہی اور رضائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصول ہے۔ دنیوی اغراض، مال و دولت اور شہرت و نیک نامی کا حصول اسلامی غرض و غایت نہیں۔ لہذا صرف دنیوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ خالی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔
- قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

وَسَيَجْزِيهَا اللَّهُ الَّذِي يُوْفِّي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۖ وَمَا لِاحْيٍ عِنْدَكَ مِنْ ثُعْمَةٍ تُجْزَى ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۚ وَكَسُوفٌ يَرُفَى ۝ [سورۃ ایل 92:17-21]

اور اس (آگ) سے اس بڑے پرہیزگار شخص کو بچا لیا جائے گا جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو مگر (وہ) صرف اپنے رب عظیم

کی رضا جوئی کے لیے (مال خرچ کر رہا ہے) اور عنقریب وہ (اللہ کی عطا سے اور اللہ اس کی وفا سے) راضی ہو جائے گا۔  
 3۔ حسن نیت :- تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ نیکی یا نیک مقاصد کے حصول کے لیے حسن اخلاق کا مظاہرہ مستحسن ہے۔ اگر کوئی شخص برائے یا برے مقاصد کے حصول کے لیے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا یہ اخلاق، اخلاق مذمومہ میں شمار ہوگا۔

اخلاق کی اصل :- اخلاق کی اصل (بنیاد) چار چیزیں ہیں:

1۔ حکمت 2۔ شجاعت 3۔ عفت 4۔ عدل

1۔ ”حکمت“ سے مراد وہ صلاحیت ہے جس کی بدولت انسان صحیح طور پر کسی چیز کی خوبی و خامی، نفع و نقصان سے آگاہ ہو سکے اور کسی مسئلہ کو احسن طور پر حل کر سکے۔

2۔ ”شجاعت“ سے مراد عقل سلیم کے تقاضوں کے مطابق بغیر خوف کے اپنی قوت و صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرنا ہے

3۔ ”عفت“ سے مراد حکمت و دانائی سے قوت شہوانیہ کو اعتدال پر رکھنا ہے۔

4۔ ”عدل“ سے مراد وہ حالت نفس ہے جس سے غضب اور شہوت کو قابو میں رکھا جائے۔

مندرجہ بالا چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب ”اخلاق عمدہ“ پیدا ہوتے ہیں اور ان کے افراط و تفریط سے ”اخلاق بد“ پیدا ہوتے ہیں۔

پیدائش فضائل و رذائل :- قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔ حسن تدبیر 2۔ تیرہ فہمی 3۔ درست قوت فیصلہ 4۔ معاملات فہمی

قوت عقلی کی زیادتی سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔ مکرو فریب 2۔ کینہ و عناد 3۔ خبیث باطن

قوت عقلی کے کم ہونے سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔ ناتجربہ کاری 2۔ بے شعوری 3۔ جنون (پاگل پن)

قوت غضب کے اعتدال (خلق شجاعت) سے مندرجہ ذیل فضائل جنم لیتے ہیں۔

1۔ کرم 2۔ دلیری 3۔ چالاکی 4۔ کسر نفسی (عاجزی)

5۔ حلم 6۔ استقلال 7۔ ضبط نفس 8۔ بردباری و وقار

قوت غضب کی زیادتی سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں۔

1۔ کبر 2۔ شیخی 3۔ غصہ سے جل اٹھنا 4۔ عجب

قوت غضب کی کمی (نامردی) سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں:

1۔ خواری 2۔ ذلت 3۔ خوف 4۔ پست حوصلگی

قوت شہوت کے اعتدال (عفت) سے مندرجہ ذیل فضائل پیدا ہوتے ہیں:

1۔ سخاوت 2۔ حیاء 3۔ صبر و حوصلہ 4۔ چشم پوشی

5- قناعت 6- پرہیزگاری

قوتِ شہوت کی کمی اور پیشی سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں:

1- حرص (لاچ) 2- بے حیائی 3- خجث 4- اسراف (فضول خرچی)

5- خوشامد 6- حسد 7- کسی کے نقصان پر خوش ہونا

8- تو نگروں میں ذلیل بننا 9- فقیروں کو حقیر جاننا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:- امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محاسن اخلاق کے اصول میں چاروں چیزیں یعنی حکمت، شجاعت، عفت اور عدل ہیں۔ باقی چیزیں ان کے فروغ ہیں۔ ان چاروں کا کمال اعتدال پر ہونا سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ جو شخص ان سب اخلاق میں آپ سے جتنا قریب ہے اتنا ہی متقی اور قابلِ تعظیم ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی بات کے ساتھ متصف نہ ہو بلکہ اس کی سب ضدوں کا جامع ہو وہ اس لائق ہے کہ شہروں میں سے نکال دیا جائے کیونکہ وہ شیطانِ رجیم سے قریب ہو گیا ہے۔ (421)

فضائل کی وسعت:- بعض فضائل دیگر فضائل سے مل کر مزید وسعت اور رفعت حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً امانت و دیانت اور صداقت و مساوات سے عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔ عفت اور حکمت کے نتیجے میں محتاط روی اور دور اندیشی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

اسلام میں فضائل اخلاق:- قرآن و سنت کے مطابق ہر شعبہ زندگی اور اوصاف انسانی پر محیط فضائل اخلاق کی فہرست بہت طویل ہے۔ کنز العمال (مجموعہ احادیث) میں قریباً ایک سو ستاسی (187) صفحات پر اڑھائی سو (250) کے قریب مختلف ابواب و عنوانات کے تحت تین ہزار نو سو چھ (3906) احادیث بیان کی گئی ہیں۔ حسن اخلاق کے موضوع پر کثرت سے روایت ہونے والی احادیث اور متعدد قرآنی آیات اچھے اخلاق کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت کی واضح دلیل ہیں۔ دین اسلام کی رُو سے حسن اخلاق کے حوالے سے اہم محاسن (خوبیوں) اور اوامر و نواہی کی ایک مجمل فہرست پیش خدمت ہے۔ تفصیلات کے لیے احیاء العلوم، کنز العمال اور کیمیائے سعادت کا مطالعہ کریں۔

01- سچ بولنا 02- جھوٹ سے بچنا

03- نافع علم پر عمل کرنا اور دوسروں کا تعلیم دینا 04- عام عفو و درگزر

05- صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا 06- مصیبت میں صبر کرنا

07- نعمتوں پر شکر ادا کرنا 08- حق پر استقامت

09- خدا کی راہ میں جان دینا 10- سخاوت

11- بخل سے بچنا 12- اسراف اور فضولی خرچی سے بچنا

13- میانہ روی اختیار کرنا 14- عزیزوں اور قرابتداروں کے ساتھ نیکی

15- ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز نیکی کرنا 16- یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

17- امانت کی حفاظت اور حق کی ادائیگی 18- وعدہ کا پورا کرنا

- 19- معاہدوں کا لحاظ رکھنا  
20- نیکی کی بات کرنا  
21- لوگوں میں محبت پیدا کرنا  
22- کسی کو برا بھلا نہ کہنا  
23- کسی کو نہ چڑانا  
24- برے ناموں سے یاد نہ کرنا  
25- والدین کی خدمت اور اطاعت کرنا  
26- حق گوئی  
27- انصاف پسندی  
28- سچی گواہی دینا  
29- گواہی کو نہ چھپانا  
30- نرمی سے بات کرنا  
31- زمین پر اکڑ کر نہ چلنا  
32- صلح جوئی  
33- جھوٹی گواہی کی مذمت کرنا  
34- اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنا  
35- اپنے ایمان کی حفاظت کرنا  
36- حریت، مساوات اور اخوت کا مظاہرہ کرنا۔  
37- اکل حلال (رزق حلال کھانا)  
38- تجارت کرنا  
39- گداگری کی ممانعت  
40- لوگوں کو اچھی بات کی تعلیم دینا  
41- لوگوں کو بری باتوں سے روکنا  
42- اولاد کی محبت اور احتیاط سے پرورش کرنا  
43- حرام موت (خودکشی) سے بچنا  
44- یتیم کی کفالت کرنا  
45- ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرنا  
46- ملک میں فساد نہ کرنا  
47- بے شرمی کی بات سے روکنا  
48- زنا سے بچنا  
49- آنکھیں نیچی رکھنا  
50- کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا

دو بیبیوں والا واقعہ:- آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں دو صحابی بیبیاں تھیں۔ ایک رات بھر نماز پڑھتی، دن کو روزہ رکھتی اور صدقہ دیتی تھی مگر اپنی زبان درازی سے پڑوسیوں کا ناک میں دم کیے رکھتی تھی۔ دوسری بی بی صرف فرض نماز پڑھتی اور غریبوں کو چند کپڑے بانٹ دیتی مگر کسی کو تکلیف نہ دیتیں۔ آنحضرت ﷺ سے ان دونوں کی نسبت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے پہلی کی نسبت فرمایا کہ اس میں کوئی نیکی نہیں، وہ اپنی بد خلقی کی سزا بھگتے گی اور دوسری کی نسبت فرمایا کہ وہ جنتی ہوگی۔ ان دونوں بیبیوں کی سیرتوں کے جو مختلف نتیجے پیغمبر علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئے ہیں وہ اسلام میں اخلاق کی حیثیت کو پوری طرح نمایاں کر دیتے ہیں۔ (422)

اخلاق نبویؐ اور اشاعت اسلام:- اس ضمن میں چند واقعات نمونے کے طور پر پیش خدمت ہیں:

- 1- کتب سیرت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حنین کی جنگ لڑی اور صفوان بن امیہ کو جو ابھی کا فر ہی تھے ایک سو اونٹ دیئے، پھر ایک سو اور پھر ایک سو اونٹ دیئے تو صفوان نے کہا: اس عطا کی مانند حضرت نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کے نفس نے سخاوت نہیں کی، آپؐ نے جو مجھے عطا کیا حالانکہ آپ ﷺ میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھے اور آپ مجھے مسلسل عطا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔
- 2- زین بن سعنہ یہودی اسلام لانے سے قبل حضور ﷺ کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا اور اس نے

آپ ﷺ کے کندھے سے آپ ﷺ کا کپڑا کھینچ لیا اور آپ ﷺ کے کپڑے پکڑ لیے اور آپ ﷺ سے سختی کی۔ پھر کہنے لگا اے بنی عبدالمطلب تم ٹال مٹول کرنے والے ہو تو حضرت عمرؓ نے ڈانٹا اور بات میں اس کے ساتھ سختی کی لیکن حضور کریم ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمرؓ میں اور وہ تم سے اس بات کے سوا کسی اور بات کے زیادہ محتاج تھے تم مجھے اچھی طرح ادائیگی کا مشورہ دیتے اور اسے اچھا تقاضا کرنے کا مشورہ دیتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی مدت میں تین باقی ہیں اور آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ اس کا مال اسے پورا کر دیں اور بیس صاع زیادہ بھی دیں کیونکہ اسے آپؓ نے خوف زدہ کیا ہے۔

یہ بات اس کے اسلام کا باعث بن گئی۔ اس نے بیان کیا کہ علامات نبوت میں سے جو دو علامات دیکھنی رہ گئی تھیں وہ میں نے محمدؐ کے چہرے میں دیکھ لی تھیں۔ وہ علامات تھیں: آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے جہل سے سبقت کرتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ جہل کا برتاؤ زیادہ کرنے سے آپ ﷺ کا حلم بڑھتا جاتا ہے۔ میں نے اس بات میں آپ ﷺ کی آزمائش کی تو میں نے آپ ﷺ کو ایسے ہی پایا جیسے بیان کیا گیا ہے۔

3۔ غورث بن حارث حضور نبی کریم ﷺ کو غفلت میں قتل کرنے کے ارادے سے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں اکیلے ہی ایک درخت کے نیچے ٹیک لگائے قیلولہ فرما رہے تھے۔ رسول کریم ﷺ کو اس وقت پتہ چلا جب وہ اپنے ہاتھ میں تلوار سونٹے کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ“۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا آپ اچھے پکڑنے والے بن جائیے تو آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور اسے معاف فرمادیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں سب لوگوں سے بہتر آدمی کے پاس سے آیا ہوں۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی۔ (423)

**فضائل صدقات :-** دین اسلام کی رو سے رضائے الہی کے لیے کیا گیا ہر نیک کام صدقہ ہے۔ دوسروں سے اچھا برتاؤ کرنا، خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، کسی کو برائی سے روکنا، نیکی کی تلقین کرنا، اپنے اعزہ و اقارب کی کسی طرح خدمت سرانجام دینا، اپنی اولاد، بیوی بچوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مسافروں پر خرچ کرنا، کسی کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، کسی کو صحیح راستہ بتانا، جانوروں، پرندوں کو کھلانا پلانا، سب نیکی کے کام اور صدقات ہیں۔ صدقات سے بے پناہ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ (424)

قرآن وحدیث کے مطابق فضائل صدقات درج ذیل ہیں:

01۔ صدقہ سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بقرہ [2:271]

02۔ اخلاص کے ساتھ دیے گئے صدقہ پر کئی گناہ اجر ملتا ہے۔ حدید [57:18] یوسف [12:88]

03۔ جو لوگ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صالحین میں شامل کر لیتا ہے۔

منافقون [63:10]

04۔ قرآن حکیم کی بلند یا آہستہ آواز سے تلاوت پر بھی صدقہ کا اجر ملتا ہے۔



- (نسائی جلد دوم، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 2565؛ ترمذی جلد دوم، فضائل قرآن، حدیث 830)
- 05۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینا نفع ہی نفع ہے۔ اس سے کاروبار ترقی کرتا ہے، مال محفوظ رہتا ہے، اعمال نامہ میں ثواب بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی جلد اول، کتاب البر والصلة، حدیث 2097)
- 06۔ صدقہ دینے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ کارِ خیر میں اور معاملاتِ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد، رہنمائی، حفظ و امان اور سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی نقصان ہو گیا تو اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال، ترغیب، درمنثور)
- 07۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر خرچ کرتے ہیں۔ (ترغیب)
- 08۔ جو شخص دل کی خوشی سے صدقہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فوراً قبول فرما لیتا ہے اور پھر اس صدقے میں اضافہ فرماتا ہے۔ (ترمذی جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 639)
- 09۔ دوسروں کو صدقہ دینے پر نائل کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد اول، کتاب فضائل باب من سن سنتہ 210)
- 10۔ صدقہ جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے دی گئی ایک کھجور اور کسی کو کبھی گئی کوئی اچھی بات بھی جہنم سے بچاؤ کا سبب بن سکتی ہے۔ (بخاری جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1323)
- 11۔ صدقہ قابلِ ستائش عمل ہے۔ اگر کوئی صدقہ پر اس وجہ سے فخر کرے کہ دوسرے کے دل میں صدقہ دینے کی لگن پیدا ہو تو یہ جائز ہوگا یعنی نیکی کے کاموں میں فخر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (نسائی، جلد دوم، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 2562)
- 12۔ جو چیز یا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا جائے وہی اصل بچت ہے۔ (ترمذی شریف)
- 13۔ صدقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح آگ کو پانی۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ؛ بخاری جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1345)
- 14۔ دوسروں کو صدقہ دینے پر قائل کرنے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا صدقہ دینے والوں کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد اول، کتاب فضائل، باب من سنن سنتہ، حدیث 210)
- 15۔ صدقہ ایک ایسا عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب کئی گنا کر کے عطا فرماتے ہیں۔ بعض اوقات دس گنا سے سات سو گنا تک عطا فرماتے ہیں۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جسے جتنا چاہے عطا فرمائے۔ الانعام [6:160]، احمد
- 16۔ صدقہ انتہائی فضیلت والا عمل ہے۔ (بیہقی)
- 17۔ صدقہ اللہ کے حبیب ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ (سنن فضائل صدقات، ص 96)
- 18۔ صدقہ دینے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ (سنن فضائل صدقات، ص 96)
- 19۔ صدقہ دینے سے انسان کی جان و مال اور اہل و عیال آفات سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ (سنن فضائل صدقات، ص 96)
- 20۔ صدقہ مومنوں میں علامتِ دوستی ہے۔ (سنن فضائل صدقات، ص 96)
- 21۔ صدقہ کے باعث انسان جنت میں جائے گا۔ (سنن فضائل صدقات، ص 96)
- 22۔ صدقہ قیامت کے دن سایہ بنے گا۔ (احمد، طبرانی، بخاری جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقہ بالیمین، حدیث 1333)
- 23۔ صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو صدقہ دور کرتا ہے۔ (طبرانی)
- 24۔ صدقہ کے باعث چھ نعمتیں بڑھتی ہیں، تین دنیا میں تین آخرت میں: دنیا میں رزق، مال و دولت اور شہروں کی

- آبادی میں اضافہ ہوتا ہے، آخرت میں پردہ پوشی ہوگی، سر پر سایہ رہے گا اور جہنم سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (طبرانی)
- 25۔ صدقہ دینے والا صدقہ کے دروازے سے جنت میں جائے گا۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل من ضم الی الصدقہ، حدیث 2267)
- 26۔ صدقہ کی بدولت انسان کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ (بخاری جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1364)
- 27۔ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس پر اجر ملتا ہے۔ بلکہ درندے اور پرندے جو کچھ (باغوں، کھیتوں وغیرہ میں سے) کھا جاتے ہیں اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 106)
- 28۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناگہانی، دردناک موت سے بچاتا ہے۔ (طبرانی، ترمذی جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 641)
- 29۔ صدقہ کی بدولت مسلمان کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (طبرانی، سنی فضائل صدقات، ص 109)
- 30۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کے سبب سے تکبر، فقر اور فخر کو دور فرماتے ہیں۔ (طبرانی)
- 31۔ مسکین کو اپنے ہاتھ سے صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ (طبرانی)
- 32۔ صدقہ دافع بلا ہے، صدقہ مشکلات اور مصائب کو ٹالتا ہے۔ صدقہ دینے والے نقصانات اور تکلیفوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔
- 33۔ صدقہ سے بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں کم سے کم درجہ جذام کی اور برص کی بیماری ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 114 بحوالہ کنز العمال)
- 34۔ صدقہ برائیوں کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ (احیاء العلوم)
- 35۔ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 114)
- 36۔ صدقہ دافع بلیات ہے۔ کسی مصیبت یا تنگی یا بیماری سے خلاصی پانے کے لیے دیا جاتا ہے۔
- (سنی فضائل صدقات، ص 116)
- 37۔ لوگوں کی حاجتیں پورے کرنے والے، نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرنے والے قیامت کے دن بے فکر ہوں گے، ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔
- (سنی فضائل صدقات، ص 149)
- 38۔ کسی مسلمان کی کسی کلمہ سے اعانت کرنے پر یا اس کی مدد میں ساتھ چلنے پر اللہ تعالیٰ اس پر بہتر (73) رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ جن میں سے ایک میں اس کی دنیا اور آخرت کی درستی ہے اور بہتر (72) آخرت میں رفع درجات کے لئے ذخیرہ ہو جاتی ہیں۔ (سنی فضائل صدقات، ص 149)
- 39۔ جسم انسانی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے۔ اس طرح انسان کے ہر عضو پر جب دن کا سورج طلوع کرتا ہے تو صدقہ لازم ہو جاتا ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے، روزہ صدقہ ہے، سحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور حفظ و امان، سلامتی اور نجات کا باعث ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 150 تا 152)
- 40۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو راحت پہنچانے کے لئے کی گئی مختلف نوعیت کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی صدقہ ہیں۔ کسی

کی خوشی کے لیے مسکرانا، نیکی کی ترغیب دینا، سیدھی راہ دکھانا، کمزور نظر شخص کو منزل مقصود پر پہنچانا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، ضرورت کے وقت کسی کو پانی یا نمک دینا یا کوئی خیر کا عمل سرانجام دینا صدقہ ہے اور نجات کا باعث ہے۔ (سنی فضائل، ص 158)

41۔ مہمان کی عزت کرنا اور اس کی خدمت کرنا بھی صدقہ ہے۔ جب مومن کے گھر مہمان داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں گھر میں داخل ہوتی ہیں۔ جو مہمان کی عزت کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی عزت کرتا ہے۔ جو مہمان کے ساتھ بغض کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ بغض کرتا ہے۔ جو مہمان کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دروازہ کھول دیتا ہے۔ مہمان کی عزت و تکریم کرنے سے اور اس کی خدمت کرنے سے انسان فوز و فلاح اور آفات و بلیات سے حفظ و امان اور سلامتی پاتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 160 تا 163)

42۔ جو کوئی رضائے الہی کی خاطر اپنی آمدن یا پیداوار میں سے کچھ حصہ خدمتِ خلق کے لیے مقرر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی آمدن میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور اسے دنیا و آخرت کے دیگر بہت سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

43۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان کی جان، مال، عمر، اولاد میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسے روحانی و قلبی کشائش حاصل ہوتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں عفو و عافیت، حفظ و امان اور سلامتی و بقا پاتا ہے۔

44۔ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ زکوٰۃ رحمتِ خداوندی ہے۔ غم اور خوف سے نجات دلاتی ہے۔ یہ نصرتِ خداوندی اور دنیوی و آخروی کامیابی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال کا شرور دور ہو جاتا ہے اور مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور روحانی و قلبی تطہیر حاصل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والا آخرت میں کامیاب ہوگا۔ اسے اجرِ عظیم عطا ہوگا اور جنت نصیب ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد صدقات دینے والے افراد کو بفضلِ تعالیٰ وہ تمام فوائد اور فضیلتیں حاصل ہوں گی جن کا 'فوائد صدقات' کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

45۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال و دولت برباد ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے سے مال پاکیزہ نہیں رہتا۔ اس میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ قبر میں اس پر سختی کی جائے گی۔ ایسے شخص کو آخرت میں رسوا کرنے والا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اُسے اس کے مال کا طوق پہنایا جائے گا۔ اسے سانپ ڈسے گا اور آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ، استغفر اللہ)

عزیزانِ من! ایک مومن کی زندگی سراسر کارِ خیر (نیکی کے کاموں) پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ اسوۂ حسنہ کے مطابق دن رات بسر کرتا ہے۔ اپنی، اپنے والدین، اہل و عیال، دوست احباب، اعزہ و اقارب، ہمسایوں اور دیگر افرادِ معاشرہ کی خدمت کرتا ہے۔ ان سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتا ہے۔ وہ حکمِ ربی کے مطابق عبادات، معاملات، اخلاقیات سے متعلقہ تمام امورِ احسن طور پر سرانجام دیتا ہے۔ اس طرح اس کے تمام امور صدقاتِ حسنہ کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کی بدولت وہ دینی و دنیوی اور آخری فوز و فلاح پاتا ہے۔ (425)

**صدقات کے ضمن میں اہم امور:-** صدقات دیتے وقت درج ذیل امور کو مد نظر رکھنا چاہیے:

- 01- بہتر صدقہ وہ ہے کہ مالدار کی قائم رہے۔
- 02- ماہ رمضان میں دیا گیا صدقہ، افضل صدقہ ہے۔
- 03- صدقہ دینے میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے، یعنی اپنی حیثیت کے مطابق نہ زیادہ کم اور نہ بہت زیادہ، بلکہ درمیانے درجے میں صدقہ دینا چاہیے۔ صدقہ دیتے وقت اپنے زیر کفالت افراد اور وارثوں کا بھی خیال رکھیں۔ اگر اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ چھوڑ جائیں اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھیریں۔ وارثوں پر بھی خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
- 04- وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے۔ امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔
- 05- تنگ دست آدمی اپنی کمائی سے جو صدقہ دے وہ خصوصی فضیلت رکھتا ہے۔
- 06- ایک جنس کی دو چیزیں اللہ کی راہ میں دینے سے زیادہ اجر اور انعام ملتا ہے۔ (نسائی، سنن فضائل صدقات، ص 103)
- 07- صدقہ میں گوشت یا زرعی اجناس یا کوئی بھی چیز دی جاسکتی ہے۔ کسی کو کھانا کھانا، پانی پلانا، علاج معالجہ کے لیے روپے پیسے دینا، ادویات مہیا کرنا، لباس مہیا کرنا، تعلیم دینا یا دلوانا جیسے کام، صدقات سے تعق رکھتے ہیں۔
- 08- جب کوئی صدقہ کی رقم خرچ کرنا چاہے تو سب سے پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے، پھر ان پر جو اس کے زیر کفالت ہیں، پھر رشتہ داروں پر اور بعد میں دیگر فقراء و مساکین پر۔
- 09- مسکین رشتہ دار پر خرچ کرنے کا دو ہرادر ہے، صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔ (ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)
- 10- بیوی کی بنیادی ضروریات پورے کرنے کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر ثواب کی غرض سے کچھ خرچ کرے تو وہ بھی صدقے میں شمار ہوگا۔
- 11- والدین کی خدمت کرنا اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے خرچ کرنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔
- (سنن فضائل صدقات، ص 130)
- 12- ناشکر گزاری اور خاوندوں کی نافرمانی کی بدولت عورتوں کی کثرت جہنم میں جانے کے اندیشہ کے پیش نظر انہیں خصوصاً صدقہ دینے اور بکثرت استغفار پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ (سنن فضائل صدقات، ص 132 تا 136)
- 13- عورتوں کو خاوند کی اجازت سے صدقہ دینا چاہیے۔ (سنن فضائل صدقات، ص 140 تا 142)
- 14- گھر بیو ضروریات کے لیے مخصوص رقم سے عورت صدقہ خیرات کر سکتی ہے۔ اس کا اسے بھی ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی۔ (سنن فضائل صدقات، ص 142)
- 15- جو بھی نیک کام کیا جائے صدقہ ہے۔ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے۔ اپنے ڈول سے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا صدقہ ہے۔ کسی کی پریشانی دور کرنا، حاجت پوری کرنا صدقہ ہے۔ نصیحت کرنا، اچھی بات کہنا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔

- 16- تسبیح، تکبیر، تحمید، تہلیل اور تبلیغ کو بھی صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 148)
- 17- جانوروں کی ضرورت پوری کرنا اور ان سے بھلائی کرنا بھی صدقہ ہے۔
- 18- مہمان کی عزت کرنا اور خدمت کرنا بھی صدقہ ہے۔
- 19- ضرورت کے تحت کسی شخص کو کوئی کام کی چیز (اوزار، سواری، کتابیں، وغیرہ) عاریتاً دینا بھی صدقے میں شمار ہوتا ہے۔
- 20- مسلمان کوئی درخت لگا تا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس سے کوئی انسان، پرندہ یا چرند فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔
- 21- مرحوم والدین، مشائخ، اساتذہ اور عزیز واقارب کی طرف سے صدقہ دینا جائز ہے۔ اس کا ثواب مرحومین کو ملتا ہے۔
- 22- موت کے بعد کوئی نیک عمل جاری رہے تو وہ صدقہ جاریہ کہلائے گا۔ جاری رہنے والا اچھا کام، دوسروں کو فائدہ دینے والا علم اور مرحوم والدین کے دعا کرتے رہنے والی اولاد، شاگرد اور احباب کا شمار صدقہ جاریہ میں ہوتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 186 تا 192)
- 23- صدقہ دے کر اسے واپس لینا منع ہے۔ ایسے ہی صدقہ میں دی ہوئی چیز کو واپس خریدنا بھی درست نہیں۔
- 24- مالدار اور تندرست کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں۔ اگر دورانِ جہاد یا دورانِ سفر مالدار شخص کے پاس بقدر کفایت مال و اسباب نہ رہے تو مجبوری کی صورت میں وہ صدقہ لے سکتا ہے۔
- 25- آلِ نبیؐ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔
- 26- آلِ نبیؐ اور اغنیاء یہ لے سکتے ہیں۔ (426)
- فضائل استغفار:**۔ سالک راہِ حقیقت کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنی اور دوسروں کی اصلاح اور فلاح کے لیے کوشش کرتا رہے۔ تاہم، انسان خطا کا پتلا ہے۔ کوشش کے باوجود جانے انجانے طور پر کوئی نہ کوئی خطا ہو ہی جاتی ہے۔ اسلام دینِ رحمت ہے۔ اسلام میں اصلاح و فلاح کے عمل کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لیے استغفار کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
- وَ إِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَاْكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَاَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ حَظِيكُمۡ وَاَسْأَلُكُمُ التَّحْسِنَ (58)
- اور (یاد کرو) جب ہم نے فرمایا: اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب جی بھر کے کھاؤ اور (یہ کہہ شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہتے جانا (اے ہمارے رب! ہم سب خطاؤں کی) بخشش چاہتے ہیں (تو) ہم تمہاری (گزشتہ) خطائیں معاف فرما دیں گے، اور (علاوہ اس کے) نیکو کاروں کو مزید (لطف و کرم سے) نوازیں گے۔ البقرہ [2:58]
- 1- نبی کریم ﷺ حکم دیا کرتے تھے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میں ایک دن میں ۱۰۰ مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سچے دل سے معافی مانگنے والے سے راضی ہو جاتا ہے اس لیے کہ وہ شخص اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے پالتہار کی طرف رجوع کرتا ہے۔

2۔ جس نے استغفار کی پابندی کی، اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نجات اور ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۖ الْمُؤْمِنُونَ [40:55]  
پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجیے ۝

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۖ [47:19]

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ (اظهارِ عبودیت اور تسلیمِ امت کی خاطر اللہ سے) معافی مانگتے رہا کریں کہ کہیں آپ سے خلافِ اولیٰ (یعنی آپ کے مرتبہِ عالیہ سے کم درجہ کا) فعل صادر نہ ہو جائے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلبِ مغفرت (یعنی ان کی شفاعت) فرماتے رہا کریں (یہی ان کا سامانِ بخشش ہے)، اور (اے لوگو!) اللہ (دنیا میں) تمہارے چلنے پھرنے کے ٹھکانے اور (آخرت میں) تمہارے ٹھہرنے کی منزلیں (سب) جانتا ہے ۝

وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۖ [4:106]  
اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ۝

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا أَمْنَا فَأَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَنَنَا عَذَابَ الثَّامِ ۖ [3:16-17]  
وَالْقَانِثِينَ وَالْمُتَّقِينَ وَالْمُتَّقِينَ ۖ [3:16-17]

(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۝ (یہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور ادب و اطاعت میں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں ۝

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۖ [8:33]  
اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے در آنحالیکہ (اے حبیبِ مَکرم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں ۝

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۚ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۖ [3:135]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر



اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے ۵

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ لَظِيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ اعراف [7:201]  
بے شک جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہے، جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی چھو لیتا ہے (تو وہ اللہ کے امر و نہی اور شیطان کے دجل و عداوت کو) یاد کرنے لگتے ہیں سو اسی وقت ان کی (بصیرت کی) آنکھیں کھل جاتی ہیں ۵

3- حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس شخص نے کھانے پینے کا سامان بھی اسی گم ہونے والے اونٹ پر لادنا ہوا ہو اور وہ شخص چاروں طرف اس لقا و دق صحرا میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو پھر وہ زندگی سے بے آس ہو کر کسی درخت کے نیچے موت کے انتظار میں لیٹ رہا ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں وہ اپنے اونٹ کو سارے سامان سے لدا ہوا اپنے پاس کھڑا دیکھے تو تصور تو کرو اس کو کیسی خوشی ہوگی! تمہارا پروردگار اس شخص سے بھی کہیں زیادہ اس وقت خوش ہوتا ہے جب تم سے کوئی بھٹکا ہوا بندہ اس کی طرف پلٹتا ہے اور گمراہی کے بعد پھر وہ فرمانبرداری کی روش اختیار کرتا ہے۔ (ترمذی)

4- ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے اسی حقیقت کو ایک اور تمثیل میں واضح فرمایا جو نہایت ہی اثر انگیز ہے۔ ایک موقع پر کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ مامتا کی ماری ایسی بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچے کو پالیتی اپنی چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے لگتی، اس عورت کا یہ حال دیکھ کر نبی ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہؓ نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ! خود پھینکنا تو درکنار وہ اگر گرتا ہو تو یہ جان کی بازی لگا کر اس کو بچائے گی۔“ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”خدا اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم اور مہربان ہے جتنی یہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہے۔“

5- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سارے کے سارے انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

6- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ”رب کریم کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ۷۰ سے زائد مرتبہ معافی مانگتا ہوں۔“

7- نبی ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی قوم میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (99) خون کئے تھے۔ اس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اس کو ایک خدا رسیدہ راہب کا پتہ دیا۔ وہ اس راہب کے پاس گیا اور بولا: حضرت! میں نے ننانوے خون کئے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا، نہیں تمہاری توبہ قبول ہونے کی اب کوئی صورت نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے مایوسی میں اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اب وہ پورے سو (100) افراد کا قاتل تھا۔ اب اس نے پھر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ روئے زمین میں

دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اسے ایک اور راہب کا پتہ دیا۔ وہ توبہ کی غرض سے راہب کے پاس گیا اور کہا حضرت! میں نے سقیل کئے ہیں۔ یہ بتائیے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اور میری بخشش کی کوئی صورت ہے۔ راہب نے کہا کیوں نہیں! بھلا تمہارے اور توبہ کے درمیان کون سی چیز رکاوٹ ہے۔ تم فلاں ملک میں جاؤ۔ وہاں خدا کے کچھ نیک بندے عبادت میں مصروف ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں لگ جاؤ اور پھر کبھی لوٹ کر اپنے وطن نہ آنا کیونکہ یہ جگہ تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔ (یہاں تمہارے لیے توبہ پر قائم رہنا اور اصلاح حال کی کوشش کرنا بہت مشکل ہے) وہ شخص روانہ ہوا۔ ابھی آدھے راستے تک ہی پہنچا تھا کہ موت کا پیغام آ گیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ گناہوں سے توبہ کر کے اور خدا کی طرف متوجہ ہو کر ادھر آیا ہے۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا، نہیں! ابھی اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا۔ ان فرشتوں نے اس کو اپنے حکم بنالیا کہ وہ ان دونوں کے درمیان کوئی فیصلہ کر دے۔ اس نے کہا، دونوں طرف کی زمین ناپو اور دیکھو کہ وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں سے یہ شخص آیا ہے یا وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں اس شخص کو جانا تھا۔ فرشتوں نے زمین کو ناپا تو وہ جگہ قریب نکلی جہاں اس شخص کو جانا تھا اور جاتے ہوئے راہ میں فرشتہ رحمت نے اس کی روح قبض کر لی اور خدا نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

اس واقعے سے سبق ملتا ہے کہ مومن عمر کے جس حصے میں بھی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سچے دل سے خدا کے حضور گڑ گڑائے گا تو اللہ اسے اپنے دامن مغفرت میں سمیٹ لے گا اور کبھی نہیں دھڑکا رہے گا۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ ذُنُوبَ

إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ آل عمران [3:135]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے ۵

حضرت ابوسعید الخدری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی بہت ہی خوب ہے:

باز آ باز ! آں چہ ہستی باز آ      گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ  
 ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست      صد بار اگر توبہ شکستی باز آ  
 پلٹ آ خدا کی طرف پھر پلٹ آ۔ تو جو کچھ اور جیسا بھی ہے خدا کی طرف پلٹ آ۔ اگر تو کافر، آتش پرست اور بت پرست ہے تب بھی خدا کی طرف پلٹ آ۔

ہمارے دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں اگر تو نے سو بار بھی توبہ کر کے توڑ دی ہے تب بھی پلٹ آ۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے

اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

(ماہر القادری)

## ادعیہ مغفرت

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿١٤١﴾ ابراہیم [14:41]

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا

رَبَّنَا فَاعْفُ رَ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ تَوَقَّنَا مَعَ الْآبِرَامِ ﴿١٩٣﴾ آل عمران [3:193]

اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتہ اعمال) سے معفر مادے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ۔ (ابن ماجہ)

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَرَحْمَتِكَ اَرْجَىٰ مِنْ عَمَلِي (المستدرک للحاکم)

اے اللہ! میرے گناہوں کے مقابلے میں تیری مغفرت بہت وسیع ہے اور میرے عمل کے مقابلے میں تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔

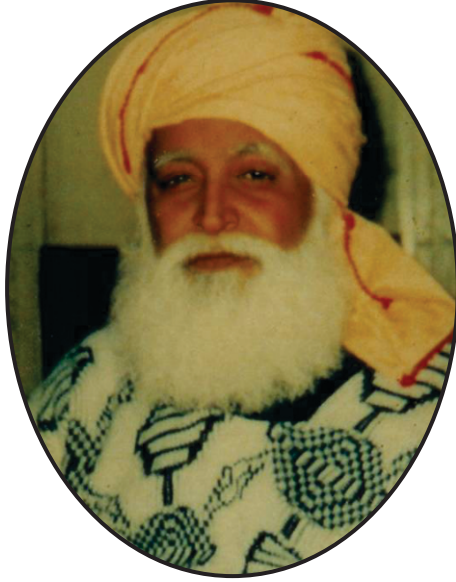
اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي۔ (متفق علیہ)

اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا پس تو اپنی جانب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الثَّوَابُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ الْبَرْدِ۔ (متفق علیہ)

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری رکھ جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے۔

اے اللہ! مجھے خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔



قلندرِ دوراں حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑویؒ



اباجی حضور حضرت قبلہ حاجی محمد یسینؒ



پیرِ طریقت برادرِ میاں مقصود علی چشتی نصیریؒ



حضرت میاں محمد مسعود احمد چشتی نظامیؒ



فرید العصر حضرت میاں علی محمد چشتی نظامیؒ



فقیر اہلسنت پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابریؒ



حضرت قبلہ سید محمد علی چشتی صابریؒ



## روحانی شخصیات

سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۰۳ھ.....۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت صوبہ سرحد کے ایک غیر معروف اور دور افتادہ مقام کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ نسل اور نسب کے لحاظ سے پٹھان اور قومیت کے لحاظ سے گنڈاپور تھے۔ گنڈاپور قوم کا سلسلہ نسب مشہور بزرگ حضرت میر سید گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جن کا مزار آج کل حیدر آباد دکن میں حسن آباد کے قریب گل برگہ میں مرجع خاص و عام ہے۔ اس لحاظ سے گنڈاپور قوم سادات میں سے ہے۔ (427)

حضرت فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی الحاج گل محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو بہت متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ وہ ہر روز دلائل الخیرات پڑھتے تھے۔ ہر رات نماز تہجد اور نماز صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ہر آٹھویں روز قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ ان کا زندگی بھر یہی معمول رہا۔ وہ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ انہیں تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل ہوا۔ چار شادیاں کیں تھیں۔ تین بیویوں سے اولاد ہوئی تھی۔ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیتے تھے اور حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ کا بیعت کرایا تھا۔ بیعت کے وقت ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کم سن ہی تھے۔ (428)

مدح خاں رحمۃ اللہ علیہ کلاچی کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ انہیں فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار سے خاص انس تھے۔ ایک دن انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو بشارت اور مبارک باد دی کہ ”حاجی صاحب! یہ فرزند خود بھی اللہ تعالیٰ کا باکمال ولی بنے گا اور آپ کو بھی اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل کرنے کا باعث بنے گا۔“ (429)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن دوسروں سے مختلف تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ چھ سات کے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلا کرتے تھے تو کبھی کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجب روحانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ آسمان کی طرف نگاہ کرتے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ کچھ دیر بعد یہ کیفیت خود بخود ختم ہو جاتی تھی اور آپ اٹھ کر اچھے بھلے ہو جاتے۔ یہ حالت کالج کے زمانے تک باقی رہی لیکن اس کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جب آپ رحمۃ اللہ اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان آنکھیں بند کر کے توجہ مرکوز کرتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قسم کی بے خودی اور بے ہوش طاری ہو جاتی اور اس میں عجیب و غریب باطنی نظارے اور



روحانی مناظر نظر آتے۔ یہ مراقبے کی ابتدائی صورت تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ کو مراقبے پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تو یہ حالت خود بخود ختم ہو گئی۔ (430)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کلاچی میں پائی۔ مڈل کے امتحان میں آپ صوبہ بھر میں اول آئے تھے۔ میٹرک بھی کلاچی ہی میں کیا۔ عربی و فارسی گھر پر اپنے والد محترم سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کی بدولت، پانچویں جماعت سے لے کر ایف اے تک آپ رحمۃ اللہ کو باقاعدہ وظیفہ ملتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایف اے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور وہاں ہاسٹل میں رہائش اختیار کر لی۔ وہاں دوران تعلیم، مسلسل آپ روحانی کیفیات سے گزرتے رہے۔ سوز باطنی کی بدولت اکثر گریہ کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ان کیفیات سے مغلوب ہو کر آپ نے بالآخر سلسلہ تعلیم ترک کیا اور حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچ گئے اور درویشی اختیار کر لی۔ اس وقت حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر تجدید بیعت کر لی اور ان سے خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھی خاص مصاحب اور ہم نشین رہے اور صاحبزادگان کے برسوں اتالیق خاص رہے۔ وہاں آپ برسوں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ ذوق جستجو کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی تیس چالیس کے قریب مختلف قلمی کتابیں مل گئیں۔ آپ نے انہیں کئی کئی بار نقل کیا اور سینکڑوں بار ان کا مطالعہ کیا۔ ان کتابوں کو آپ نے اپنا پیہر صحبت بنایا اور انہی سے سب کچھ حاصل کیا۔ (431)

ان کتابوں کی کتابت کے دوران ان سے ایسے روحانی نسبت قائم ہو گئی کہ دن کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک کے جس مقام، حال، منزل، درجے، مرتبے اور باطنی و روحانی معاملے اور واقعے کو لکھنے اور تحریر کرنے کا اتفاق ہوتا رات کو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی نگاہ سے وہ منزل اور مقام طے ہو جاتا اور ہر تحریر شدہ باطنی معاملہ اور واقعہ آپ پر وارد اور منکشف ہو جاتا۔ اس طرح آپ نے انہی ایام میں ہی وہ تمام درجات اور مراتب حاصل کر لیے جو سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ اس طرح آپ سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل منظر، مکمل نمونہ اور کما حقہ آئینہ دار بن گئے۔ (432)

ریاضت و مجاہدہ، خدمت خلق، اسم ذات اور اسم نبی کریم ﷺ سے نسبت روحانی میں پختگی اور گہرائی کی بدولت روحانی ارتقا کا سفر تیزی سے طے ہوتا رہا۔ اس دوران آپ کو بغداد شریف میں اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اور دو بھائیوں کے ہمراہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں حاضری کے ایام میں حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی محفل خاص اور باطنی خصوصی کچہری میں حاضری ہوئی اور وہاں سے غیر مخلوق نور فقر محمدی ﷺ کی عظیم الشان لازوال دولت نصیب ہوئی۔ (433)

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی بدولت دعوتِ کلید حاصل ہوئی اور آپ کو مقام کن فیکون پر فائز کیا گیا۔ دعوتِ کلید کے حصول کے ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”..... اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے بعض سعادت مند اصحاب کے وجود میں ایک ایسی پاک نوری لطیف شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ باطن کی لطیف غیبی دنیا میں طیر سیر کرتے ہیں۔ اسے لطیفہ کہتے ہیں۔ عارف کامل جب اس لطیفی

زبان سے ذکر کرتا ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس لطیف زبان کے ذکر اور دعوتِ قرآن سے اس لطیف غیبی دنیا کا دروازہ کھولنے کی کلید اور کنجی بن جاتی ہے اور عارف کامل اس لطیف عالم اور غیبی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے اپنا ایک واقعہ عرفان حصہ دوم میں یوں لکھا ہے کہ ”میں نے جب سورہ مزمل کی دعوت پڑھنی شروع کی تو مزار حضرت سلطان العارفین پر ہر رات مخصوص تعداد میں سورہ مزمل پڑھتا رہا۔ ایک دن توفیق ایزدی سے میں نے ترک دنیا اور ایثارِ نفس کا ایک خاص مظاہرہ کیا۔ جس سے حضرت سلطان العارفین کی روح پر فتوح خوش ہوئی۔ اس رات حسب معمول جب میں نے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سورہ مزمل کی دعوت پڑھی اور واپس آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا تو میں نے باطن میں دیکھا کہ میرے جسمِ عنصری سے ایک لطیف جسم باہر نکل آیا اور باہر نکلتے ہی اس نے اپنی لطیف زبان سے ایک دفعہ درود شریف پھر سورہ فاتحہ اور پھر درود شریف ادا کیا۔ اس طرح سورہ فاتحہ پڑھتے ہی مجھ پر ایک عالم غیب کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا وہ لطیف جسم بقائے تمام ہوش و حواس غیب کی دنیا میں داخل ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے نیچے کوئی سواری ہے۔ اُس سواری نے مجھے کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے جواب دیا حضرت سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ اس پر وہ سواری مجھے اوپر کی طرف اڑا کر لے گئی اور میں مختلف مقامات سے گزر کر ایک بالا خانے پہنچا جس کے تین سبز رنگ کے در پیچے تھے۔ ان میں سے درمیان والے در پیچے کے سامنے لا کر مجھے کھڑا کر دیا اور خود وہ سواری اس در پیچے کے اندر داخل ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں در پیچہ کھل گیا اور اس میں سے ایک چاند جیسے نہایت نورانی چہرے والے بزرگ نمودار ہوئے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ سے وہ سارا مکان روشن ہو گیا۔ میں نے ان پر سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے واپسی کی اجازت فرمائی۔ اس کے بعد وہ باطنی سواری مجھے وہاں سے اڑا کر واپس لے آئی۔ جب میں اپنے جسمِ عنصری کے قریب پہنچا تو اسے بدستور بے حس و حرکت محو خواب پایا۔ پھر میرا باطنی لطیف جسد اپنے جسمِ عنصری کے اندر داخل ہوا اور اسے لباس کی طرح پہن لیا۔ عالم غیب کی اس باطنی طیسیر کے وقت میرے تمام ہوش و حواس بالکل بجاتھے اور میں پوری طرح عالم بیداری میں تھا۔ خواب و خیال کا اس میں مطلق شائبہ تک نہ تھا۔ اس طرح مجھے دعوت سورہ مزمل کی ظاہری اور سورہ فاتحہ کی باطنی غیبی مفتاح اور کلید حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد جب کبھی کسی روحانی اہل قبر کی قبر پر رات کو جا کر سورہ مزمل کی دعوت پڑھ کر مراقبہ کرتا یا سو جاتا تو میرا باطنی لطیفہ حسب سابق زبان سے ایک دفعہ درود شریف، بعدہ سورہ فاتحہ اور پھر درود شریف پڑھ کر جسمِ عنصری سے باہر آ جاتا اور بحرِ عالم غیب میں ڈوب جاتا اور اہل قبر روحانی ملاقی، ہم سخن اور ہم کلام ہو جاتا اور میں اس روحانی سے اپنے مقاصد و مطالب میں استدعا کرتا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اپنے روحانی مربی اور باطنی پیشوا کی جناب سے سورہ مزمل اور سورہ فاتحہ کی کلید اور مفتاح غیب کے حصول سے قبل کئی مرتبہ مزاروں پر سورہ مزمل اور سورہ فاتحہ پڑھتا رہا لیکن رسمی اور ظاہری زبانی تلاوت سے نہ کبھی باطنی اور غیبی دروازے کھلے اور نہ ہی روحانی سے ملاقات ہوئی۔ اس طرح رسمی رواجی اور ظاہری زبانی طور پر اگر کوئی شخص تمام عمر کسی روحانی کی قبر پر دعوتِ قرآن اور فاتحہ پڑھے اس کی ہرگز روحانی سے ملاقات نہیں ہوتی اور نہ بغیر عطائے کلید دعوت کسی پر عالم غیب کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ تمام قرآنی سورتیں، آیات اسماء الحسنی، اسم اللہ ذات، کلمہ طیبہ اور دیگر کلمات طیبات عالم غیب کے لیے مفتاح اور کلیدات کا حکم رکھتے ہیں۔“ (434)

مقام کن فیکون، پر فائز ہونے کا روحانی معاملہ بیان کرتے ہوئے، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ مجھے اثنائے سلوک میں چند روز علم جفر سیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان دنوں میں اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر مقیم تھا۔ ایک رات میں نے واقعے میں دیکھا کہ حضرت کی خانقاہ پر لمبی شیروانی پہنے ہندوستانی وضع کے ایک لمبے قد والے بزرگ تشریف لائے ہیں۔ لوگ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ شخص آج کل دنیا میں سب سے بڑے جہار یعنی علم جفر کے ماہر ہیں۔ وہ بزرگ میرے پاس آئے۔ جب میں ان کو سلام کر کے ملاتا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ علم جفر سیکھنے کا ہے؟ میں نے کہا ہاں میرا خیال تو ہے کہ میں علم جفر سیکھ لوں۔ اس بزرگ نے کہا آئیے تاکہ میں سارا علم جفر آپ کو سکھا دوں۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت سلطان العارفین کے مزار اور مسجد کے سامنے بڑے چبوترے پر لے گئے۔ جہاں ایک بڑی الماری کھڑی تھی۔ اُس بزرگ نے جب الماری کا دروازہ کھولا تو اس میں ایک بڑی لوح یعنی ایک عجیب و غریب منقش تختہ نمودار ہوا۔ جس میں جلی قلم سے رنگ برنگ خوشخط ابجد کے حروف مرقوم تھے۔ اور نیز اس میں اپنے اپنے مناسب مقامات پر بارہ بروج اور سات ستاروں کے نام لکھے ہوئے تھے اور ان پر ستار کی طرح آر پار تاریں لگی ہوئی تھیں۔ غرض قدرت کا ایک نہایت خوشنما نقشہ تھا جو اس الماری میں جگہ گار ہا تھا۔ اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک چھڑی (پوانٹر) تھی جس سے انہوں نے اس تختے کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ وہ لوح قدرت ہے جس میں تمام علم جفر مندرج ہے۔ اب دیکھیے میں اس سے ایک عمل کر کے آپ کو دکھاتا ہوں۔ بعدہ آپ کو یہ سارا علم سکھا دوں گا۔ اُس وقت میں نے دیکھا ایک آٹھ دس سال کا لڑکا سامنے کھڑا تھا۔ اس بزرگ نے فرمایا دیکھیے میں علم جفر کے ذریعے اس لڑکے کو گرم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کی چھڑی اس لوح کی ایک تار پر دے ماری جہاں عطار دکا لفظ مرقوم تھا۔ اس سے ایک عجیب آواز نکلی۔ میں نے دیکھا وہ لڑکا غائب ہو گیا۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے آئیے میں آپ کو سارا علم جفر القا کر دوں۔ چنانچہ وہ مجھے چبوترے کی طرف لے گئے۔ جہاں اب تالاب بنا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور مجھے توجہ دینے لگے۔ عین اسی وقت میں نے دیکھا حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار مقدس سے گھوڑے پر سوار نورانی چہرے اور حنائی ریش مبارک کے ساتھ نمودار ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے اشارے کر کے بلا لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا گو یا میں اڑ کر حضور کے پاس پہنچا۔ آپ نے گھوڑے سے اتر کر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ”بیٹا! علم جفر حساب کتاب اور بکھیروں کا کام ہے۔ آتا کہ میں تجھے ایک جامع اور بہترین علم سکھا دوں۔“ میں نے عرض کیا کمال ذرہ نوازی ہوگی۔ تب آپ نے فرمایا دیکھو وہ لڑکا جو علم جفر کے ذریعے گرم ہو گیا ہے میں ایک نظر سے اُسے دوبارہ پیدا کرتا ہوں۔ اس وقت میں نے حضور کے چہرہ مبارک کی طرف نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں کے اوپر یعنی دونوں ابروؤں کے برابر حرف ’ک‘ اور حرف ’ن‘ نوری آف تابنی رنگ سے مرقوم تھا اور وہ ستاروں کی طرح چمک دمک دکھا رہے تھے۔ جب آنحضرت نے اس زمین پر نگاہ ڈالی جہاں وہ لڑکا غائب ہوا تھا تو آپ کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور اس زمین پر نوری حروف سے لفظ ’کن‘ مرقوم نظر آیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ اس زمین میں حرکت آگئی ہے اور اس پر سے پے در پے اٹھ رہے ہیں اور پھر وہ لڑکا ایک دم نمودار ہو گیا۔ آنحضرت نے فرمایا کیا یہ علم، علم جفر سے بہتر نہیں ہے۔ میں نے عرض کی جناب یہ تو اعلیٰ ترین علم ہے۔ اس پر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا آؤ میں تمہیں یہ علم بھی عطا کر دوں۔ چنانچہ اس عاجز کو وہ خانقاہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت مجھے اپنا چہرہ نظر آیا اور مجھے اپنی آنکھوں کے اوپر اور ابروؤں کے برابر بعینہ آنحضرت کی طرح حرف ’ک‘ اور حرف ’ن‘ نوری آفتابی رنگ سے مرقوم نظر آئے۔ اس کے بعد جب بھی میں کسی کام کی طرف خیال کرتا تھا تو اس کام کے ہونے والے محل اور مقام پر لفظ ’کن‘ مرقوم نظر آتا تھا اور وہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مربی کی نظر عنایت سے تکمیل پذیر ہوتا ہوا نظر آتا تھا

اور بعد سب کام اپنے اپنے وقت پر نہایت آسانی سے باحسن وجہ تکمیل تک پہنچتے۔“ (435)

دعوتِ کلید کی بدولت آپ کے روحانی دنیا میں وسیع رابطے قائم ہو گئے۔ آپ روئے زمین کے روحانیوں سے ان کے برزخی مقام میں ملاقات کرنے لگے اور ان سے فیوض و برکات حاصل ہونے لگے۔ اس دعوت کی بدولت طے لسانی و طے زمانی، سلب الاحوال اور سلب الامراض کے تصرفات حاصل ہوئے۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص قرب حاصل ہو گیا۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ میں نے واقعے میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی جگہ مسجد ہے جس میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرما رہے ہیں اور چند انبیاء اور اصحاب کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نماز میں ایسی لذت آرہی ہے کہ ہم تمام انتہائے وجد و سرور میں کھڑے جھوم رہے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے تو اس فقیر نے اٹھ کر درخواست کی یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! اس جماعت میں صرف چند انبیاء اور اصحاب کبار موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ مجھے تمام انبیاء کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپنے دستِ مبارک دعا کے لیے اٹھائے۔ میں نے دیکھا میں مسجد کے باہر والے چبوترے میں قبلہ رخ کھڑا ہوں اور دائیں طرف سے تمام انبیاء کرام ایک قطار میں میری طرف آرہے ہیں اور مجھ سے مصافحہ کر کے گزر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ہر نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان اور آن اور اپنی اپنی صفت کے علیحدہ رنگ ڈھنگ اور حسن اعمال و افعال کی جدا چال اور حال میں دیکھا۔“

حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ خوش الحانی اور خوش آواز کو بہت پسند کرتے خصوصاً کلام پاک کو سریلی آواز میں سننا آپ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دوپہر کے وقت محوِ استراحت تھا کہ میں نے دیکھا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت آپ کی زبان مبارک سے قرآن شریف سننے کو جی چاہتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو انتہائی لطف و کیف سے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ میں نے کبھی ایسی روح پرور اور اثر آفرین تلاوت قرآن نہیں سنی۔

آپ نے جب یہ پڑھا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پیر رکھتے وقت قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے۔ اس سے آپ کو کچھ تعجب سا ہوا اور سوچنے لگے کہ اگر انتہائی سرعت کے ساتھ قرآن شریف پڑھا جائے تو بھی اتنے کم وقت میں کسی طرح بھی قرآن شریف ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ کسی طرح آپ کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی اور بڑے متردد تھے۔ اسی رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ آپ حضرت سلطان العارفین کے مزار کے اندر کھڑے ہیں۔ سلطان العارفین مزار سے گھوڑے پر نمودار ہوئے اور آپ کی طرف بھرپور توجہ سے دیکھا۔ اس سے آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کا بال بال تلاوت قرآن کرنے لگا۔ آپ نے محسوس کیا کہ اس ایک لمحے کے اندر کئی بار قرآن ختم ہو گیا۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ معمہ حل ہو چکا تھا۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ اس طرح ایک پل میں بلکہ اس سے بھی کم عرصے میں قرآن شریف ختم ہو سکتا ہے اور حضرت علیؑ کے ختم قرآن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اگر بدن کا ہر بال قرآن پڑھنے لگ جائے تو ہر بال کے حصے میں ایک حرف بھی مشکل سے آتا ہے۔ اس طرح ایک

پل میں ایک نہیں کئی ختم ہو سکتے ہیں۔ (436)

سلطان العارفین، حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے کامل اتباع کی بدولت، بفضلِ تعالیٰ، آپ سلطان الفقراء کے بلند وارف مقام پر فائز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات سے ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کی رہنمائی ہوئی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض پہنچا اور ہزاروں اشخاص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر ہدایت پا کر راہِ راست پر آگئے۔ بہت سے ملحد اور منکرینِ الحاد اور دہریت چھوڑ کر یکے مسلمان اور خدا پرست بن گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند پوری دنیا میں موجود ہیں۔

حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تیس سالہ حاصلِ مطالعہ اور حاصلِ تحقیق کو عرفان (حصہ اول و حصہ دوم) کی صورت میں ضبطِ تحریر کیا اور افادۂ عام کے لیے طبع کرایا۔ اس کتاب کو نہایت تھوڑے عرصہ میں عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ ”عرفان“ کے علاوہ آپ نے کچھ اور کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائی ہیں۔ ان میں مخزن الاسرار، حق نما (نور الہدیٰ)، انوارِ سلطانی اور کنز الانوار (عقل بیدار) قابلِ ذکر ہیں۔ مخزن الاسرار سروری قادری سلوک اور اوراد و وظائف کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ روجی اور اس کی شرح بھی شامل ہے۔ حق نما حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب نور الہدیٰ کا خوبصورت اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔ کنز الانوار حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب عقل بیدار کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ انوارِ سلطانی، ابیاتِ باہور رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ (437)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نثر نویسی کے علاوہ بہت رواں اور پختہ شعر بھی کہتے تھے۔ اردو، فارسی اور پشتو، تینوں زبانوں میں شعر کہہ لیتے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کلاچی سے ”نور الاسلام“ کے نام سے ایک ماہوار مجلہ بھی جاری کیا تھا لیکن نامساعد حالات کے باعث وہ جاری نہ رہ سکا۔ اس کی ادارت آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے۔ (438)

روحانی ارتقا کی بدولت سالک راہِ حق کو ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی اور فکری ارتقا بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسے حکمتِ روحانی عطا ہوتی ہے۔ اس کی بدولت اسے شرعی، فقہی اور روحانی معاملات اور مسائل کی گہرائی تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کو برسوں کے ریاضت و مجاہدہ اور غور و فکر کی وجہ سے خاص الخاص روحانی شعور و ادراک حاصل ہو گیا تھا۔ ان کی سوانحِ نمری ”حیاتِ سروری“، مرتبہ، مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ میں اس سلسلہ میں بہت سے واقعات موجود ہیں۔

۱۹۴۲ء کو حیدر آباد دکن میں نواب مرزا یار جنگ بہادر وزیر مذہبی امور نے اپنے احباب کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچی رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف کرانے کے لیے اپنی قیام گاہ میں ایک پر تکلف اور شاہانہ دعوت کا اہتمام کیا۔ اس دعوت میں متحدہ ہندوستان کی سب سے بڑی، متمول اور نظاموں کی ریاست کے اکثر اکابرین ریاست، بلند پایہ دانشور، مدبر، قانون دان، ماہرینِ تعلیم، علماء اور سیاست دان شریک تھے۔ بہت سے سربراہِ آوردہ و کلاء، بیرسٹر اور جج صاحبان کے علاوہ وہاں کے چیف جسٹس صفدر یار جنگ بھی مدعو تھے۔ سب لوگ حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ معیار اور روحانی علیت کا جائزہ لینے آئے تھے۔ اس محفل میں موجود جامعہ الازہر کے فارغ التحصیل اور وحدت الوجود کے فلسفے کے ماہر

ایک عالم نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا:

”وحدت الوجود کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت آسمان پر ہر طرف سورج کی روشنی محیط پاتا ہے اور اس روشنی میں اسے ستارے اور سیارے معدوم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ دن کے وقت آسمان پر ستارے اور سیارے موجود ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس وحدت الشہود کے نظریے کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت سورج کو بھی دیکھ سکتا ہے اور نگاہ کی تیزی اور وسعت کے باعث ستاروں اور سیاروں کو بھی ساتھ ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ ثانی الذکر آدمی اول الذکر آدمی کی نسبت زیادہ حقیقت بین اور صحیح النظر واقع ہوا ہے اور یہ انبیا کا مذہب ہے۔ جنہیں نور وحدت کے سورج کی روشنی میں کثرت کے ستارے بھی صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ ازل کے روز جب بعض ارواح پر اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوئی تو ان کی نظر اس تجلی کے نور سے خیرہ ہو گئی۔ انہوں نے دنیا میں آکر بغیر نفی کے اللہ تعالیٰ کو ثابت کیا اور ہر شے میں اس کا پرتو دیکھ کر مختلف مظاہر قدرت کو ذات واجب الوجود تصور کیا۔ یہ مشرب ہمہ اوست اور وحدت الوجود کا ہے۔ جو لغزشوں اور رجعتوں سے پڑے۔ پھر مشرب ہمہ اوست اگر توحیدی اور حالی ہے تو اس کے جواز کی صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن عوام اہل تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھا جاتے ہیں اور کائنات کی ہر شے کو ذات واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے اس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔ پیر پرستی، حسن پرستی، بت پرستی، قبر پرستی، سورج پرستی، آتش پرستی اور اوتار پرستی وغیرہ کے جواز یہیں سے نکلتے ہیں۔ منصور کا انا الحق اگرچہ حالی تھا تب بھی شریعت نے مواخذہ کر کے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ مگر فرعون کا آکناہم اٰلہ علیہ (النزعت ۷۹: ۲۴) دجالی تھا کیونکہ نفسانی لوگوں کا کبر اور انانیت نفس سے روا ہوتی ہے اور اہل اللہ لوگوں کی انا اور کبر ذات سے ہوتا ہے۔ اس مشرب میں جو لوگ اہل توحید ہیں وہ مجذوبین، معذورین کہلاتے ہیں اور جو لوگ اہل تقلید صاحب قیل وقال ہیں وہ ضالین اور راستے سے ہٹکے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس ہمہ اوست اور وحدت الشہود کا عقیدہ رکھنے والے زیادہ بلند حوصلہ، قوی استعداد اور دور بین واقع ہوئے ہیں۔ ان کی ارواح اور قلوب پر روز ازل میں اَلْسُنُ کی تجلی ہوئی تو دنیا میں بھی ان لوگوں نے وعدہ ملی کو محققہ ایفا کیا۔ ان لوگوں نے نور حق کو مقام ربوبیت میں اور اپنے وجود کو مقام عبودیت میں الگ الگ دیکھا۔ انہوں نے دنیا میں آکر دل و جان سے اس کی ربوبیت کا اظہار کیا اور اپنی عبودیت کا ظاہری و باطنی اور عملی اور علمی طور پر اقرار کیا۔ ان لوگوں نے اپنے حادث وجود میں اس کے قدیم رنگ سے اس کی معرفت اور شناخت کا فائدہ اٹھایا اور اسی کے شمع جمال پر پروانہ وار جل کر اپنے آپ کو اس پر مٹایا اور اپنے تمام غیر اور ماسوا مطلوبوں اور کل نفسانی مقصودوں اور جملہ فانی معبودوں کی نفی کر کے اس کی ذات واجب الوجود کو ثابت کیا اور اپنے آپ کو اس کی ذات حقیقی و قیوم میں فنا کر کے اس کے وصل اور مشاہدے سے جام بقایا۔ یہ فرقہ مجذوبین، ہمہ اوست اور وحدت الشہود کا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہم اسی نظریے اور عقیدے کے قائل ہیں اور یہی سب سے صحیح ہے۔ یہی نظریہ اہل سنت و جماعت اور اہل حق کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق ہے۔ اس کی ذات مخلوق کے گرد و غبار سے پاک اور منزہ ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے: فَاعْلَمْتُمْ اَنْهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹: ۴) یعنی اس بات کو جان لے کہ اس کی ذات واجب الوجود کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اس میں غیر معبودوں کی نفی ہے پھر اثبات ہے اور یہی صراط مستقیم ہے اور یہی اصل توحید اور معرفت ذات ہے۔ اس مدلل جواب سے سائل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی پوری تسلی اور تشفی ہو گئی اور اس سے مزید کوئی سوال نہ بن پڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سائل پورا علامہ تھا۔ جامعہ ازہر کا فارغ التحصیل تھا اور وحدت الوجود کے فلسفے کا بڑا ماہر اور عالم تھا۔ حاضرین پر سکوت طاری تھا اور وہ دم سادھے اس علمی اور دقیق بحث کو سن



رہے تھے۔.....

ایک دوسرے صاحب نے خلفائے راشدین کے بارے میں ایک بہت پیچیدہ سا سوال کیا اور کہا کہ کون سے خلیفہ افضل ہیں۔ اس نے کہا جیسے رسولوں اور نبیوں کے درجات ہیں اور ان میں فرق مراتب ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسے کہ قرآن کہتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ م (البقرة: ۲: ۲۵۳) خلفاء میں سے بھی ہمیں بعض پر بعض کی فضیلت کا تعین کرنا ہوگا۔ اس سوال کے جواب میں بڑی احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ مجمع میں مختلف عقائد کے لوگ موجود تھے۔ سائل تفضیلی شیعہ معلوم ہوتے تھے۔ بڑے پائے کے عالم تھے اور وہ اس سلسلے میں ایک فقیر اور درویش کے خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے اور مجمع میں ایک خاص تاثر پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس سے بڑا اختلاف اور کشیدگی پیدا ہو سکتی تھی اور بد مزگی کا احتمال تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں کچھ توقف اور تامل فرمایا اور ایک ایسے جواب کے متوازن الفاظ کا انتخاب کیا جس سے رنجش اور کشیدگی پیدا ہوئے بغیر مسائل کی تسلی ہو جائے اور اسے صحیح جواب مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ خلفاء کا آپس میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ کمالات اور صفات ودیعت فرمائی تھیں اور مختلف کمالات اور صفات کی آپس میں نہ کوئی نسبت قائم کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ظاہر میں مختلف فنون اور کمالات ہیں اسی طرح باطن میں بھی الگ الگ ہنر اور کمالات ہیں اور ایک ہنر دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں رکھتا۔ مثلاً دنیا میں بعض اشخاص خوشخطی میں کمال رکھتے ہیں، بعض خوش الحانی میں ماہر ہیں، بعض پہلوانی میں یگانہ روزگار ہیں، بعض خیاط ہیں اور بعض معمار۔ ان مختلف فنون اور کمالات والوں کا آپس میں مقابلہ کرنا نادانی ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں خوش نویس اور فلاں گویے میں کون بہتر اور کون افضل ہے یا فلاں خیاط اور فلاں پہلوان میں کون بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ شعبے ہی مختلف ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور اصحاب کبار میں سے بعض عدل میں، بعض حیا میں، بعض علم میں، بعض جو دو حیا میں اور بعض شجاعت میں میں یگانہ روزگار ہوئے ہیں۔ سب کو اپنے اپنے مختلف فن، صفت اور ہنر میں کمال حاصل تھا۔ آپ ان کا مقابلہ کس طرح کراتے ہیں۔ ہم سب کا کمال الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ کسی ایک فن اور کمال میں مشترک اور متقابل نہیں تھے۔ ان کا مقابلہ کرانے سے ہمارا اپنا مقابلہ اور مجادلہ اور لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ بغض و عناد اور کشیدگی و رنجش کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ صحابہ سب ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی جس باب میں تقلید کی جائے ہدایت اور فلاح کا باعث ہے۔ اَصْحَابُ كَالِ الْجَوْهَرِ فَبِأَيِّهِمْ اَفْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ خود مرزا یار جنگ بہادر نے ایک عجیب سا سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ قدرت نے ہر چیز کو اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام سونپا ہے۔ ستارے اپنے مقام پر کھڑے اپنا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ہوائیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ نباتات، جمادات اور دیگر اشیا اپنے اپنے طور پر قدرت کی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں۔ انسانوں کو بھی الگ الگ فرائض سونپے گئے ہیں۔ اگر وہ اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام چھوڑ کر صرف یادِ الہی میں مصروف ہو جائیں تو دنیا کے کام کیسے چلیں گے اور ”عرفان“ میں آپ نے صرف یادِ الہی پر زور دیا ہے اور آپ نے خود بھی ایک عرصہ تک ترک دنیا اختیار کر لی تھی۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یادِ الہی میں مصروف ہونے سے یہ مراد نہیں کہ دنیاوی فرائض چھوڑ دیئے جائیں البتہ بعض مخصوص حالات میں اگر کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ پیش آجائے تو اس میں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں اور بس نہیں ہوتا۔ مجھے یادِ الہی کا جذبہ دامن گیر ہوا تو اس وقت میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک غیبی کشش تھی جو مجھے بے اختیار طور پر لاحق ہو گئی تھی اور میں مجبوراً سب کچھ چھوڑ بیٹھا تھا اور وہ بھی ایک خاص وقت کے لیے۔ ورنہ عام آدمی اپنے دنیاوی فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے اور یادِ الہی بھی کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور اصحاب نے بھی مختلف موضوعات پر سوالات کیے اور آپ نے سب کے انتہائی مدلل، معقول اور مفصل جوابات دیے۔ آپ پوری محفل پر چھا گئے تھے اور تمام دانشور، علماء اور قانون دان آپ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہو رہے تھے۔ یہ دلچسپ محفل کافی رات گزرتے تک جاری رہی اس کے بعد ہم اپنی آرام گاہ میں آ گئے۔ (439)

فقر و تصوف سے متعلقہ قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے افکارِ عالیہ، آپ کے کامل روحانی شعور و ادراک اور فہم و فراست کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو علم منطق اور علم الکلام پر بھی خداداد تصرف حاصل تھا۔ ایک بار دورانِ سفر، مغربی علوم و فلسفہ کے ماہر ایک ملحد نے آپ سے سوال کیا کہ عقلی اور سائنسی نقطہ نگاہ سے مرنے کے بعد زندہ ہونا ثابت کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے تحمل اور بردباری سے فرمایا:

”..... بھائی تمہیں اس سے تو انکار نہیں کہ موجودہ زندگی سے قبل ہم نیست تھے یعنی ہم نہیں تھے یا موجود نہیں تھے۔ ایک ضرورت پیش آئی جس نے ہمیں ہست کر دیا یعنی وہ ضرورت ہمیں عالم وجود میں لے آئی۔ پھر موجودہ زندگی تو تم خود گزار رہے ہو اور تم زندہ موجود ہو۔ اس سے بھی تمہیں انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسری صورت پھر نیست ہونے کی ہے یعنی ہم نے مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اس سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ اب رہ گئی چوتھی صورت پھر زندہ ہونے کی۔ اس سے تمہیں صرف اس لیے انکار ہے کہ اس کا تمہیں ابھی تجربہ نہیں ہوا۔ اس طرح تم نے مذہب کے اس نظریے کا تین چوتھائی تو تسلیم کر لیا۔ یعنی ابتدائی نیستی پھر ہستی اور پھر نیستی۔ اب صرف ایک چوتھائی یعنی پھر ہستی اور زندہ ہونے کی بات رہ گئی۔ سو جو ضرورت ہمیں ابتدائی نیستی سے ہستی کی طرف لے آئی ہے وہی ضرورت پھر بھی موجود رہے گی اور پھر ہمیں ہست کر دے گی۔ چوتھی صورت تسلیم کیے بغیر ہستی اور نیستی کا یہ دائرہ اور حلقہ مکمل ہی نہیں ہوتا۔ اس کی تکمیل کی صورت صرف یہی ہے کہ ہم اس چوتھی صورت پر یقین کر لیں اور ایمان لے آئیں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ جو قوت اور ضرورت ہمیں ابتدائی نیستی سے موجودہ ہستی کی طرف لے آئی ہے وہ موت کے بعد نہیں رہے گی۔ پھر دیکھیے دن رات، روشنی تاریکی، گرمی سردی، غم خوشی، بلندی پستی وغیرہ جفت جفت اور جوڑا جوڑا آئے ہیں۔ اسی طرح موت اور زندگی اور ہستی اور نیستی بھی جفت جفت اور لازم و ملزوم ہیں۔ یہ بھی برابر برابر اور ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کا جوڑا اور جفت تہی پورا ہوتا ہے جب ہم حیات بعد المات کو تسلیم کر لیں اور ان چاروں صورتوں اور حالتوں کو مان لیں۔ پہلے نیستی پھر ہستی، پھر نیستی اور پھر ہستی۔ اگر ان میں سے ایک صورت کو نکال دیا جائے تو یہ قصہ، یہ ڈرامہ اور یہ کھیل ہی نامکمل رہ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی مانے بغیر چارہ نہیں کہ موت کے بعد کی زندگی ابدی اور لازوال ہے۔ کیونکہ ابتدائی نیستی کا کوئی آغاز نہیں ہے اور آخری ہستی کا کوئی انجام نہیں۔ اس کا آغاز اور اس کا انجام مل کر ابدیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس طرح یہ دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ شخص لا جواب ہو گیا اور اس نے تسلیم کر لیا کہ واقعی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا قوی امکان ہے اور اسے مانے بغیر چارہ نہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ ایسا مدلل جواب مجھے آج تک کسی نے نہیں دیا اور اب میں مذہب اور اس کے نظریات اور معتقدات پر ایمان لاتا ہوں۔“ (440)

قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ حال، کامل فقیر تھے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ فقر و تصوف کا تحقیقی بنیادوں پر علمی مطالعہ کیا بلکہ فقر باہور رحمۃ اللہ علیہ کی تمام منازل و مدارج بھی طے کیے تھے۔ آپ فقر و تصوف کے ادق مسائل نہایت سہل انداز سے سمجھا دیتے تھے۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک نامی گرامی پیر صاحب سے ملاقات کے لیے، ان کے ہاں گئے تو دیکھا کہ پیر صاحب،

علماء کے حلقے میں جلوہ افروز ہیں اور سب کے سب ایک فارسی شعر کی تفہیم سے عاجز بیٹھے ہیں۔ وہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر تھا۔

بہ درون تست مصرے توئی نے شکر ستانش      چہ غمت اگر ز بیرون مددِ شکر نداری  
ترجمہ: خود تیرے اندر مصر کا ملک موجود ہے اور تو خود ہی اس ملک کے گنے کی پیداوار ہے۔ اگر تجھے باہر سے شکر کی مدد نہ ملے تو اس کی فکر نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے اپنے اندر منبع نور اور مرکز تجلیات موجود ہے۔ تجھے خارج میں انوار الہی اور جلوہ ذات تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے مصرعے میں مصر اور شکر کی وضاحت کوئی مولوی نہیں کر سکتا تھا اور خود پیر صاحب بھی اس کو نہیں سمجھ سکے۔ اس کے علاوہ حروف بھی کچھ مدہم اور مٹے مٹے سے تھے۔ درسی کتب پڑھے ہوئے مولوی صاحبان کا یہ خاصا ہوتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے پہلے سے پڑھا ہوتا ہے صرف اسی کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی نئی چیز سامنے آجائے تو ان کا علم جواب دے جاتا ہے۔ پیر صاحب نے جرح کی اور کہا کہ ”مصرے“ اور ”شکر“ کی کیا مناسبت ہے۔ فقیر صاحب نے انہیں بتایا کہ یہاں ”شکر“ کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ شکر (کھانڈ) نور کی طرح سفید ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ لفظ مصر جو ایک ملک کا نام ہے اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ مصری (نبات) اور شکر پہلے پہل مصر کے ملک میں بنائی گئی تھی اور اسی لیے مصر کی مناسبت سے اسے مصری کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تیرے اندر خود وہ مرکز یعنی مصر موجود ہے جہاں شکر پیدا ہوتی ہے اور بنتی ہے۔ یعنی جس نور اور تجلی کی تو تلاش اور جستجو کرتا ہے اس کا مرکز خود تیرے اندر موجود ہے تجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے آفاق میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اس تشریح اور توضیح سے پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا اور بہت دیر تک نام، مقام اور مشائخ اور سلسلے کے متعلق پوچھتے رہے اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر نماز میں از خود ساتھ کھڑے ہونے کو کہتے رہے۔ (441)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں انتہائی درجے کا استغنا تھا۔ اپنی حالت پر ہمیشہ صابر و شاکر رہا کرتے تھے۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی آجاتا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ روا رکھتے جو ایک غریب آدمی کے ساتھ کرتے تھے۔ عموماً اپنے غریب عقیدت مندوں کے حلقے میں بیٹھنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ مالی اور دنیاوی نفع اور نقصان کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ اور تصنع کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ مشائخانہ جبہ و دستار کے تکلفات میں کبھی نہ پڑے۔ آپ خود نمائی اور خود ستائی سے حتی الوسع اجتناب کیا کرتے۔ عوام کے جھوم کو پسند نہ کرتے۔ مطالعے اور کتب بینی کا آپ کو بہت شوق تھا۔ اپنی زندگی میں مختلف علوم پر ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ کو سیر و سیاحت کا بھی بہت شوق تھا۔ برصغیر پاک و ہند کا کوئی ایسا مشہور شہر نہیں جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لے گئے ہوں اور وہاں کے اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت نہ کی ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو اپنی اولاد کی طرح تصور کرتے تھے۔ جو خود کھاتے وہی انہیں کھلاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر مرید یہی سمجھتا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوابوں کی تعبیر میں بھی کافی زیادہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کی بتائی ہوئی تعبیر ہمیشہ درست نکلتی

تھی۔ (442)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے آخری پانچ سال فیصل آباد میں گزارے۔ اس عرصہ میں آپ مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ مرض جگر جان لیوا ثابت ہوا۔

وفات سے چند روز پیشتر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”مجھے اب زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے جو کام کرنا تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ میرا مشن میری کتابوں کے ذریعے میرے بعد بھی کامیابی سے چلتا رہے گا.....“ (443)

ایک بار فرمایا:

”میں نے واقعے میں دیکھا میں آسمان کی طرف چو پرواز ہوں اور آسمان میں ہر طرف خوشی اور مسرت کے ہمہ گیر شادیاں نک رہے ہیں۔ اجرام فلکی میں ایک بہت بڑا ہنگامہ اور عظیم رستخیز برپا ہے۔ لاکھوں کروڑوں سیارے اور ستارے سرعت کے ساتھ ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کا استقبال ہو رہا ہے۔ جیسے کسی کی آمد کی خوش منائی جا رہی ہے۔ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب میرا کوئی علاج نہ کرو۔ مجھے کوئی دوا نہ دو۔ اب مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ میں اسی طرح ٹھیک ہوں۔“ (444)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء بروز منگل مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۰ ہجری کو صبح ایک بجے وصال فرمایا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ البقرہ (۲:۱۵۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت منشرح، سحر خیز اور شب زندہ دار تھے۔ تہجد باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرتے۔ آخری وقت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ جس رات آپ کو وصال ہوا، اس رات بھی آپ نے عشاء کی نماز اشاروں سے ادا کی تھی۔ (445)

۱۱۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کلاچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک کلاچی میں مرجع

خلاق ہے۔

## سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی

مرشد من، حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند اور روحانی جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۲۰ء کے اوائل میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی گود میں ایک طلائی قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور وہ اسے چوم رہی ہیں۔ صبح انہوں نے اپنا خواب حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں فرزند تولد ہوگا جو مقدس روحانی امانتوں اور باطنی ورثوں کا مالک ہوگا۔

حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ ابھی ایک سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ربیع الاول ۱۳۴۲ ہجری میں آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اور ان کی ابدی آرام گاہ دربار حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ کے عقبی قبرستان میں بنی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کی نگہداشت آپ کی بڑی ہمشیرہ آمنہ نے کی۔ جب ان کی شادی ہو گئی تو آپ کو آپ کی دادی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگہداشت میں دے دیا گیا۔ آپ کی عمر ابھی قریباً چھ سال تھی کہ آپ کی فرشتہ سیرت دادی کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ کو، آپ کے والد ماجد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ رکھنے لگے۔ آپ نے چوتھی جماعت تک باقاعدگی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سفر و حضر میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہنے لگے۔ آپ نے ان سے اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں (۱۹۳۰ء سے) آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے وظائف (سورہ منزل شریف، قصیدہ غوثیہ شریف اور رسالہ روحی شریف) ازبر کر لیے اور باقاعدگی سے پڑھنے شروع کر دیے۔

۱۹۳۴ء کے موسم گرما میں آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ کے ہمراہ کوئٹہ کا سفر کیا۔ وہاں حضرت پیر سید علی حیدر القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر قیام ہوا۔ ۱۹۳۵ء کو دوبارہ کوئٹہ گئے۔ اس بار تمام دوسرے بھائی اور سوتیلی والدہ بھی ساتھ تھیں۔ وہاں دوران قیام، قیامت خیز زلزلہ آیا جس نے چشم زدن میں تقریباً پچیس ہزار جانیں لے لیں۔ اس زلزلہ میں آپ کی سوتیلی والدہ وفات پا گئیں جبکہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، آپ اور آپ کے سب بھائی معجزانہ طور پر بچ گئے۔ اس سانحہ کے بعد سب کلاچی آ گئے۔ کلاچی پہنچنے کے چند ماہ بعد ۱۹۳۶ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور شادی کر لی۔ (446)

۱۹۳۶ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خوشنویسی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور میں برصغیر کے نامور خطاط منشی صوفی عبد الحمید پرویس رقم کی شاگردی میں دے دیا۔ آپ نے تین چار ماہ ان کے ہاں رہ کر کتابت سیکھی اور واپس کلاچی آ گئے۔ اس زمانے میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ماہوار رسالہ ”نور الاسلام“ نکالنا شروع کیا۔ آپ اس رسالے کی کتابت کرتے رہے۔ یہ رسالہ صرف چند اشاعتوں کے بعد نامساعد حالات کے باعث بند کرنا پڑا۔ بنوں سے ”ہمدرد سرحد“ کے نام سے ایک ہفت روزہ نکلا کرتا تھا جس کا مالک ایک ہندو تھا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشاورت پر آپ بنوں چلے گئے۔ وہاں آپ کو اخبار کے دفتر میں رہنے کو جگہ مل گئی۔ شروع میں آپ کو اخبار پر لیس کے ایک بالا خانے

پردہ سمر کی سخت سردی میں کھلے آسمان کے نیچے رہنا پڑا۔ روزگار میسر نہ آنے کی وجہ سے کئی روز کے فاقے بھی کاٹنا پڑے۔ ان حالات میں بھی آپ کو پہلے مہینے جو بیس روپے تنخواہ ملی، وہ سب کی سب آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ منی آرڈر بھجوا دی۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تمام تنخواہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھجواتے رہے اور خود کتابت کا کچھ پرائیویٹ کام کر کے گزر بسر کر لیا کرتے تھے۔ بعض اوقات پرائیویٹ کام نہ ملتا تو وقت فاقے سے کاٹ لیتے لیکن تنخواہ پوری کی پوری گھر بھیج دیتے۔ بے کسی اور بے بسی کے ان ایام اور نہایت کٹھن عرصہ حیات میں، یکے بعد دیگرے آپ کے بھائی غلام سرور، عبد المجید اور علی مراد بھی بنوں میں آپ کے پاس آ گئے۔ آپ نے تعلیم اور روزگار کی فراہمی میں ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کی۔

۱۹۳۹ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن کے پہلے سفر سے واپس کلاچی پہنچے تو انہوں نے ”عرفان“ اردو اور ”نور الہدیٰ“ فارسی کی کتابت کے لیے آپ کو، اپنے پاس بلا لیا۔ آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حسب منشاء زیرہ اسماعیل خاں میں رہ کر ان کتابوں کی کتابت کی اور وہیں سے نظام دکن کی طرف سے فراہم کردہ رقم سے یہ کتابیں طبع کرائی گئیں۔ ۱۹۴۱ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”حق نما“ کی کتابت کے لیے آپ کو دوبارہ بنوں سے بلوایا اور حیدر آباد دکن کے سفر پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں تقریباً دو ماہ قیام کے دوران، آپ نے ”حق نما“ کی کتابت مکمل کر لی اور واپسی پر اسے لاہور میں طبع کرا لیا گیا۔ حیدر آباد کے سفر کے دوران آپ نے دہلی اور آگرہ دیکھا۔ آپ کو حیدر آباد کے مشہور مقامات کی سیر کا موقع بھی ملا۔ حیدر آباد میں آپ کو مشہور شخصیات، سراجہ حیدری (وزیر اعظم حیدر آباد دکن) نواب مرزا یار جنگ بہادر (وزیر مذہبی امور)، صفدر یار جنگ بہادر (چیف جسٹس) کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حیدر آباد کے سفر سے واپسی پر آپ پھر بنوں چلے گئے اور کتابت کے کام میں دوبارہ ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اپنی شعر گوئی کی بدولت آپ جلد ہی بنوں کی ادبی محفلوں میں نامور ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ لاہور آ گئے۔ آپ نے طبیبہ کالج لاہور سے طب کی تعلیم حاصل کی اور ”حکیم حاذق“ کے کورس میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں بنوں واپس آ کر مطلب کھول لیا۔ یہاں آپ کو بہت کامیابی حاصل ہوئی اور آپ کا مطب خوب چمکا۔ اسی زمانے میں آپ نے پشتو فاضل، میٹرک، ایف اے اور پنجاب سیٹ میڈیکل فیکلٹی سے ڈسپنسنگ کے امتحانات پاس کیے۔ اس زمانے میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مستقل رہائش کے ارادے سے اہل خانہ سمیت بنوں تشریف لے آئے۔ لیکن بنوں کا ماحول پسند نہ آنے کی وجہ سے کلاچی واپس چلے گئے۔ ۱۹۶۰ء کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چند روز قبل آپ کو بذریعہ ٹیلی گرام فیصل آباد طلب فرمایا۔ آپ فوراً وہاں پہنچ گئے اور آخری وقت تک حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہے۔ اپنے وصال سے دو دن قبل رات کو عشاء کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تین واقعات ارشاد فرمائے۔ پہلا واقعہ آپ نے یوں بیان فرمایا:

”تمہاری ولادت سے چند یوم پیشتر میں نے روحانی طور پر دیکھا کہ تمہاری والدہ کی گود میں ایک سہری اور طلائی حروف سے لکھا ہوا قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور وہ اسے چوم رہی ہیں۔ اس کے بعد جب تمہاری ولادت ہوئی تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہی تھی اور یہ بچہ بڑی برکتوں اور سعادتوں والا ہوگا۔ تمہاری والدہ نے بھی بالکل اسی طرح کا خواب دیکھا تھا۔“



دوسرا واقعہ ذرا توقف کے بعد اس طرح سنایا:

”تم ابھی بہت چھوٹے ہی تھے۔ میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں اپنا سارا نور تمہارے جسم کے اندر پھونک دیتا ہوں اور تم اس نور سے معمور ہو کر سرتاپا منور اور روشن ہو جاتے ہو۔“

تیسرا واقعہ جو خصوصی طور پر روحانی جانشینی سے متعلق ہے، بڑے مؤثر انداز میں یوں بیان فرمایا:

”میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں تمہارا سر تمہارے بدن سے جدا کر کے اس کی جگہ اپنا سر جوڑ دیتا ہوں اور مجھے تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا سر، اپنا چہرہ اور اپنی صورت نظر آ رہی ہوتی ہے۔“

یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”دوسرے بزرگ اپنے جانشینوں کے سر پر خلافت اور جانشینی کی پگڑیاں اور دستار رکھا کرتے ہیں مگر میں نے پگڑی کی بجائے اپنا سر، اپنا روحانی شعور اور اپنی روحانی فضیلت اور برکت و فراست رکھی ہے۔ خلافت اور جانشینی کا اس سے

زیادہ بلند معیار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“ (447)

دوسرے دن علی الصبح، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری کو گواہان کی موجودگی میں اپنا جانشین اور اپنے سلسلہ کا قائد اور سربراہ مقرر فرمایا اور بطور سند وصیت نامہ تحریر فرمادیا۔ (448)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ بنوں میں ہی مقیم رہے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی حکم و ہدایت پر، بنوں میں تقریباً ۳۵ سال کی سکونت کے بعد آپ ہمیشہ کے لیے کلاچی چلے آئے۔ آپ نے یہاں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر ایک شاندار محل تعمیر کرایا۔ عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔ حجرے تعمیر کرائے۔ قرآن پاک کی تدریس کا درس قائم کیا۔ آپ کی بدولت مقامی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سوری قادری سلسلہ کا فیضان پہنچا اور لوگ جوق در جوق سلسلہ میں شامل ہوئے۔ آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک روحانی سلسلہ کا نیٹ ورک قائم کر دیا۔ اندرون ملک تقریباً تمام چھوٹے بڑے شہر میں آپ کے خلفاء اور روحانی مراکز موجود ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۳ء، میں جنوبی افریقہ کے، دسمبر ۲۰۰۲ء کو مصر اور ۲۰۱۳ء میں ملائیشیا کے دورے کیے۔ وہاں آپ نے دین اسلام اور روحانی سلسلہ سوری قادری کی ترویج کے لیے شاندار خدمات سر انجام دیں۔ الحمد للہ، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور ہزاروں، لاکھوں افراد بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر آپ سے فیضان حاصل کر رہے ہیں۔ (449)

آپ فقر کے نہایت اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہیں۔ آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہے۔ کتاب ”الہامات“ میں ”میراج“ کے عنوان کے تحت حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو ظہر کے وقت ہم جدہ پہنچے۔ اگلے دن جمعہ تھا اور ہم نماز جمعہ سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور حرمِ پاک میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد عمرہ ادا کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ مکہ معظمہ قیام کے بعد ہم مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوتے وقت مجھے بخار تھا۔ اس حالت میں روضہ اقدس پر حاضری ہوئی۔ دن بھر حاضری کے بعد، بعد از عشا اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو بخار تیز ہو گیا۔ پریشان تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو روضہ اقدس اور مسجد نبویؐ کی حاضری کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ صبح کو زیارتوں پر جانے کا

پروگرام بھی تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں رور ہاتھ کمرے میں اچانک روشنی پھیل گئی۔ اس سے آگے مرشد من لکھتے ہیں:

”مجھے رسول اللہ ﷺ کا نوری سراپا اور شبیبہ مبارک نظر آئی۔ میں ادب اور احترام سے کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ سامنے تشریف فرما تھے۔ میں نے لپک کر اور جھک کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور معا حضور ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ ذات مقدس، نور مجسم، پیکر رحمت اور جسم مطہر کے ساتھ ہم آنغوشی، بغل گیری اور اتصال سے مجھے کون و مکاں کی تمام مسرتیں حاصل ہو گئیں۔ صاحب خلق عظیم شہ لولاک ﷺ اور شہنشاہ بحر و بر ﷺ نے مجھے اپنی آنغوش رحمت میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ فرمایا۔ حضور ﷺ روانہ ہوئے، میں ہاتھ باندھے پیچھے چل پڑا۔ حضور ﷺ نے سبز لباس پہن رکھا تھا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ جنت البقیع پہنچے اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے سر ہانے کھڑے ہو گئے۔ میرے ساتھ تین چار آدمی اور بھی تھے جن کو پہچانتا نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ہم نے بھی اٹھائے۔ حضور ﷺ جو کچھ پڑھتے جاتے تھے ہم ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ اسی طرح حضور ﷺ مجھے ازواج مطہرات، حلیہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبروں پر لے گئے، دعائیں پڑھیں اور میں نے حضور ﷺ کے ساتھ پڑھیں۔ پھر حضور ﷺ مجھے میدان احد لے گئے اور وہ مقام دکھایا جہاں دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ مسجد قبائے گئے، پھر مسجد قبلتین اور دوسرے مقامات دکھائے، ان کی اہمیت بیان فرمائی اور دعائیں پڑھیں جو میں نے ساتھ پڑھیں۔ اخیر پر حضور ﷺ نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس معلم کائنات ﷺ کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی کے ساتھ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔

میں اٹھ بیٹھا۔ رات کے تین بجے کا عالم تھا۔ طبیعت ہلکی اور درست معلوم ہو رہی تھی، جسم ٹھنڈا تھا، بخار اتر چکا تھا اور کمزوری بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور سیدھا حرم نبوی ﷺ پہنچ گیا۔ اس کے بعد پھر بخار دوبارہ نہیں آیا۔ اس رات کو میں حاصل حیات اور سرمایہ زینت تصور کرتا ہوں۔ جس رات مجھے میرا گوہر مقصود مل گیا اور میری زندگی بھر کی مرادیں اور حسرتیں پوری ہو گئیں۔

سکون قلب ملا، لذت حیات ملی در حبیب ﷺ ملا، ساری کائنات ملی  
(اعظم چشتی)

دل یہی چاہتا تھا کہ ساری عمر اسی طرح کا بخار چڑھا رہے، زندگی کی ہر رات اسی طرح بسر ہو، اسی نوع کی بے خوابی اور درد و کرب رہے، اسی قسم کی گریہ و زاری ہو اور ایسی ہی اشک ریزی ہو۔ ہر آن، زندگی بھر، تاحشر، تاابد وہی نوری سراپا اور حسین و جمیل شبیبہ مبارک نگاہوں کے سامنے ہو۔ وہی دست بوسی اور قدم بوسی ہو اور وہی جلوہ تمام نگاہ میں ہو۔ ازل سے ابد تک جسم مطہر کے ساتھ اتصال اور ہم آنغوشی ہو، وہی معلم کائنات ﷺ میرا معلم ہو، وہی فردوسی، جاں نواز اور روح پرور صدا ہر لمحہ زیب سماعت ہو، وہی چہرہ انور کی ضیا باریاں اور ضوفشائیاں ہوں، وہی پُر کیف تکلم ہو، وہی لطف و مہربانی ہو، وہی رہنمائی اور رہبری ہو، وہی دستگیری ہو، وہی نگاہ ہو جو قلب کو فرما دے اور وہی دست کرم ہو جو کونین کی نعمتیں عطا کر دے، وہی شفقت ہو جو دل کو لازوال سکون اور بے پایاں راحت و اطمینان کے خزانے بخش دے۔

دوسرے دن میں بالکل تندرست تھا اور ہمارے معلم ہمیں زیارتوں کے لیے ساتھ لے گئے۔ جہاں جہاں بھی وہ ہمیں لے گئے وہ تمام مقامات میرے جانے پہچانے اور دیکھے بھالے ہوئے لگ رہے تھے کیونکہ ان سب کو میں رات کے

باطنی اور روحانی واردات میں حضور ﷺ کی معیت میں دیکھ چکا تھا۔ میں سارا دن اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ دوڑتا پھرتا رہا مگر مجھے کوئی تھکاوٹ اور کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔“ (450)

روحانی دنیا میں اہل حق کو ان کے مقام و مرتبہ اور فرائض منصبی کے مطابق تصرفات عطا ہوتے ہیں۔ مرشد من، عطا ہونے والے تصرفات میں سے طے زمانی و طے مکانی کے تصرفات کے بارے میں ذاتی مشاہدہ و تجربہ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مجھے ایک عجیب و غریب اور انوکھا روحانی تجربہ ہوا۔ ایسی عجیب روحانی واردات سے میں پیشتر ازیں کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ گویا ایسے واقعات اسلامی تاریخ میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کے متعلق اکثر ملتے ہیں مگر ذاتی طور پر میرے لیے یہ بالکل نیا واقعہ اور نرالا مشاہدہ تھا۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت مالک بن قاسم جبلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منسوب ہے۔ حضرت عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ میں طویل قیام کے دوران حضرت مالک بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ سے گوشت کی خوشبو آ رہی تھی۔ وجہ پوچھی تو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ابھی ابھی اپنی والدہ کو کھانا کھلا کر آ رہا ہوں اور جلدی میں یہاں آ گیا ہوں تاکہ مکہ معظمہ میں صبح کی نماز میں شرکت کر سکوں۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ جہاں سے آئے تھے وہ جگہ مکہ معظمہ سے تین ہزار میل کے فاصلے پر تھی۔

میرا مشاہدہ اور واقعہ یوں ہے کہ قیام مکہ کے دوران گھر سے خط آنے میں دیر ہو گئی جس سے کچھ پریشانی سی تھی۔ عشا کی نماز کے بعد جب میں اپنے بستر پر گیا اور ابھی آنکھ نہیں لگی تھی کہ میں کلاچی اپنے گھر پہنچ گیا اور مادی طور پر اپنے مادی جسم کے ساتھ ہی پہنچا۔ کلاچی میں بھی رات کو بعد از عشا کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ گھر کے تمام افراد سو رہے تھے اور تمام کے تمام خیریت سے تھے۔ میں نے گھر کے کسی فرد کو اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا کہ انہیں مجھے دیکھ کر خواہ خواہ پریشانی اور حیرانی ہوگی کہ میں توجہ پر گیا تھا رات گئے بغیر اطلاع اچانک کسی طرح گھر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ میں سچ مچ ہوش و حواس اور بیداری میں مادی جسم کے ساتھ گھر آ گیا ہوں اور میں خود بھی اسی بات سے گھبرا سا گیا کہ میں توجہ پر گیا تھا رات گئے بغیر اطلاع اچانک کس طرح گھر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ میں سچ مچ ہوش و حواس اور بیداری میں مادی جسم کے ساتھ گھر آ گیا ہوں تو میں واپس کیسے جاؤں گا اور میرے فریضہ حج کا کیا بنے گا۔ میں نے جلدی میں گھر سے باہر قدم رکھا تو اپنے آپ کو مکہ میں اپنے بستر پر پایا۔ اس سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ کیا اور کیونکر ہوا۔ اس کے بعد یہی معاملہ کئی مرتبہ پیش آیا اور میں اس کا عادی ہو گیا۔

مدینہ منورہ میں بھی ایک رات اسی طرح کا مگر اس سے کچھ مختلف اور متنوع قسم کا واقعہ پیش آیا۔ وہاں سے بھی میں اسی طرح کلاچی پہنچا۔ میں پوری طرح بیدار اور ہوش و حواس میں تھا اور مجھے یقین اور مکمل احساس تھا کہ میں مادی جسم کے ساتھ ہی گھر پہنچا ہوں۔ اس دفعہ مجھے یہ بھی بھروسہ اور اعتماد تھا کہ میں آج واحد میں حسب سابق واپس مدینہ پہنچ جاؤں گا۔ کیونکہ اس کا تجربہ مجھے اس سے پیشتر کئی بار ہو چکا تھا مگر اس مرتبہ ایک نئے اور مزید تجربے سے دوچار ہوا اور وہ یوں کہ اس مرتبہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو گورات کا وقت تھا مگر اہل خانہ ابھی جاگ رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر میں نے چاہا کہ اہل خانہ مجھے نہ دیکھیں تاکہ الجھن اور پریشانی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مجھے یہ تصرف حاصل ہو گیا جس کی وجہ سے میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا مگر میں ان کو دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں دیر تک ان کے پاس کھڑا رہا تاہیں سنتا اور ان کے حالات دیکھتا رہا۔ ان کی خیریت معلوم کر کے اور اپنی تسلی کرنے کے بعد گھر سے باہر نکلا تو

اپنے آپ کو مدینہ میں پایا۔

یہ کوئی عجوبہ نہیں اور ایسا ممکن ہے۔ جب آواز، تصویر اور رنگ تک ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ حالانکہ رنگ مادی چیز ہے اور رنگ اب ٹیلی ویژن کی رنگین نشریات کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ آن واحد میں منتقل ہو رہے ہیں تو کسی وقت یہ بھی ممکن ہو جائے گا کہ عناصر بھی اسی طرح لہروں کے ذریعے اور لہروں کی صورت میں منتقل ہو کر پھر عناصر کی صورت اختیار کر لیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو مادی اشیاء کے انتقال مکانی کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور لوگوں کو جسمانی معراج اور بزرگوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ مادی اور جسمانی طور پر پہنچنے کے واقعات کا یقین آجائے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بلقیس کا تخت اسی طرح سے مادی طور پر آنکھ جھکنے میں منتقل ہو گیا تھا۔“ (451)

روحانی دنیا میں ”مشاہدہ حق“ اور بارگاہ نبوی ﷺ میں مدام حاضری، نہایت اعلیٰ، بلکہ اعلیٰ ترین مقامات ہیں۔ ”مشاہدہ حق“ کے ضمن میں مرشد من فرماتے ہیں:

”عبد اور معبود، بندے اور خدا اور خالق اور مخلوق کے درمیان جو بعد اور افتراق ہے وہ مادی اور زمانی و مکانی نہیں بلکہ معنوی، شعوری، ذہنی اور روحانی ہے اور جب یہ معنوی اور شعوری بعد ختم ہو جاتا ہے تو ذات باری تعالیٰ کے مشاہدہ اور دیدار کا مسئلہ فوری طور پر حل ہو جاتا ہے اور میں نے یہ مسئلہ حل کر لیا ہے۔

واللہ، میں روز صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مشاہدہ حق میں محو اور مشغول رہتا ہوں۔ مجھے ہر گھڑی اور ہر لمحہ رویت اور دیدار الہی ہوتا ہے۔ اس کے دیدار اور رویت کی کیفیت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ مجھ پر اس کا صفاتی جلوہ بھی ہوتا ہے اور ذاتی جلوہ بھی۔ صفاتی جلوہ بھی ہر لمحہ ہوتا ہے اور ذاتی جلوہ بھی ہر آن اور ہر گھڑی ہوتا ہے۔ یہ کوئی تعجب اور حیرانی کی بات نہیں۔ میرا یہ بیان محض شطحات پر مشتمل نہیں۔ شطحات کی حقیقت و ماہیت کو میں خوب اور اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہوں۔ میں مجذوب نہیں ہوں اور میں نے آج تک مجذوبانہ باتیں نہیں کیں۔ مجھے مبالغہ تو لیا اور وہ ہم وسواس بھی نہیں اور نہ ہی میں دماغی یا ذہنی عدم توازن میں مبتلا ہوں۔ مجھے کسی نوع کی نفسیاتی پیچیدگی یا الجھن بھی درپیش نہیں۔ میں اسے بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں شریعت حقہ کا پورا پورا پابند ہوں۔ تمام اسلامی ارکان پر کما حقہ عمل پیرا ہوں۔ میرا توحید، رسالت اور ختم نبوت پر پکا اور مستحکم ایمان ہے اور میں اہل سنت و جماعت کا پختہ اور راسخ عقیدہ رکھتا ہوں۔ میں تشریحات، تصریحات اور تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ اجمال اور اختصار کی راہ اختیار کروں گا۔ جن لوگوں کا جی چاہے وہ تفصیلات اور تشریحات کی راہ اختیار کریں۔ میرا کام حقائق کا اظہار ہے اور بس۔

مشاہدہ ذات اور جلوہ حق کی ایک کیفیت تو مجھ پر یوں وارد ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی صفاتی اسم پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتا ہوں، اس میں ڈوب جاتا ہوں، اسے طے کرتا ہوں اور پھر بقدر ظرف اور حسب استعداد اس صفت کا حامل بن جاتا ہوں۔ وہ صفت مجھ میں سرایت کر جاتی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ مجھے اس صفت کا حامل اور مظہر نظر آنے لگتا ہے۔ مجھے اس صفت کی ازلی اور ابدی کیفیات نظر آنے لگتی ہیں اور میں اس کے مشاہدے میں گم اور فنا ہو جاتا ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں یہ مشاہدہ ابتدائے آفرینش سے کر رہا ہوں، ازل سے کر رہا ہوں، یوم الست سے کر رہا ہوں، کروڑوں اربوں سالوں سے کر رہا ہوں۔ اس وقت سے کر رہا ہوں جس کی ابتدا نامعلوم ہے اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جس کی انتہا کا کوئی پتہ نہیں۔ میرا یہ مشاہدہ ازلی بھی ہوتا ہے اور ابدی بھی۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ مشاہدہ قدیم سے جاری ہے اور ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔ یہ مشاہدہ کبھی ختم نہ ہوگا، کبھی اختتام پذیر نہیں ہوگا۔ یہ مشاہدہ زمان و مکان اور آغاز و انجام کی قیود سے یکسر آزاد ہے۔

پھر جب بھی بلا ارادہ یا بالا ارادہ اللہ تعالیٰ کی کسی دوسری صفت اور صفاتی اسم کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے تو وہی کیفیت طاری ہوتی ہے اور اسی قسم کی واردات ہوتی ہے۔ اگر اسم جمالی ہو تو کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی تمام جمالی کیفیات اور جمالیاتی پہلو میری بصارت میں آ جاتے ہیں۔ اس کی غیر محدود اور بیکراں جمالی کیفیات کی طرح میری بصارت بھی بیکراں اور غیر محدود ہو جاتی ہے اور مجھے ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود اس کے حسن و جمال کے جلوے صاف اور واضح طور پر نظر آنے لگتے ہیں۔ عرش سے فرش تک، زمین سے آسمان تک، شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک اس کا جمال لازوال مجھ پر متغلی ہوتا ہے۔ ذرہ سے خورشید تک، ماہ سے مانی تک اور ثریا سے لے کر ثری تک حسن ہی حسن اور جمال ہی جمال پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور میں اس کے جلوؤں، دید اور مشاہدے میں بے خود، مسرور اور مدہوش ہو جاتا ہوں اور میری روح، میرا وجود باطن اور میری ازلی وابدی حقیقت اور ذات اس تک جا پہنچتی ہے جس کی صفات کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس طرح میں اس کی صفات کے وزن سے اس کی ذات کا مشاہدہ کر لیتا ہوں اور صفات کے بحر بیکراں میں ڈوب کر اور غوطہ لگا کر ذات کے درِ یکتا تک پہنچ جاتا ہوں کیونکہ ان صفات کا نقطہ نظر آغاز اور مبداء ہی ذات ہے۔ اسی طرح جلالی اسم میں طے کے وقت جلالی مشاہدات کا حال ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ علمی، روحانی، عقلی، شعوری اور ذہنی ہوتا ہے۔ اس میں وہم و گمان یا خواب و خیال کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا اور عقل و شعور کی قطعیت مسلم ہے۔ اسی طرح اس کی ہر صفت سے موصوف یعنی ذات باری تعالیٰ سے اتحاد، رابطے اور ملاپ کا سرِ عظیم مجھ پر کھل گیا ہے اور میں اس کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں صفات کے ہزاروں راستوں سے ہر روز ہر لمحہ اور ہر آن اس تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس طرح مجھے ہر گھڑی اس کی رویت اور مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ ہمارے نفوس کے اندر موجود اور جلوہ ہے:

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ الذاریات (۲۱:۵۱)

اسی کا قول ہے اور اسی نے خود فرمایا ہے کہ میں تمہاری شرگ سے بھی زیادہ قریب ہوں:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿٥٠﴾ ق (۱۶:۵۰)

ترجمہ: ”اور ہم اس کی شرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“

حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ گو میں بہت بڑی بات کہہ گیا ہوں لیکن بالکل حق اور سچ کہہ گیا ہوں۔ تعجب کا کوئی مقام نہیں۔ میں نے ایک عظیم راز پر سے ایک نئے انداز میں پردہ ہٹا دیا ہے لیکن یہ راز ظاہر اور آشکارا ہونے ہی کے لیے تھا۔ اسے میں ظاہر اور آشکارا نہ کرتا تو اور کوئی ظاہر کر دیتا مگر مجھے ناز ہے کہ میں نے اسے بالکل سادہ طور پر ظاہر کر دیا ہے تاکہ ہر شخص اسے سمجھ سکے اور کوئی الجھن اور عقدہ باقی نہ رہے۔ میں نے اشارات اور کنایات سے کام نہیں لیا۔ تشبیہات اور استعارات کا سہارا نہیں ڈھونڈا۔ ابہام کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

یہ نہ پوچھو کہ ذات کیا ہے اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ خوشبو کی کیفیت کیا ہے، روشنی اور نور کی کیا کیفیت ہے؟ جس طرح پھول کی خوشبو سے پھول کا پتہ لگ جاتا ہے، انسان پھول کو پالیتا ہے، جس طرح روشنی اور نور کی مدد سے آدمی چراغ، مصباح اور خورشید کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح ذات کی صفات سے ذات کی یافت اور دریافت ہو جاتی ہے اور انسان اس تک جا پہنچتا ہے۔ اس کا دیدار کر لیتا ہے اور اس کا مشاہدہ اور جلوہ ہو جاتا ہے۔

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشان اس کا ظن و تخمین سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری (452)

بندہ عاجز (مصنف کتاب ”نورِ عرفان“) کی تمام عمر تصوف پڑھتے، سمجھتے، سمجھاتے گزر گئی ہے۔ مشاہدہ حق کے بارے میں اس قدر سہل و عام فہم اور واضح تحریر کہیں اور پڑھنے کو نہیں ملی۔ کلام سے کلیم کے روحانی مقام کا علم ہوتا ہے۔

زیر مطالعہ تحریر، صاحب تحریر کے علم و عرفان اور روحانی مقام کا واضح ثبوت ہے۔

مرشد من، حضرت قبلہ کو ذات حق سے عطا ہونے والے فضائل اور کرامات کا احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ تاہم، قدرے تفصیل سے ان کے ادراک کے لیے آپ کی دیگر تصانیف اور آپ پر لکھی گئی کتب و تحاریر کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

تصانیف و تالیفات :- پشتو میں آپ کی دو کتابیں چھپی ہیں۔ ایک آپ کی اپنی تصنیف ہے جو آپ کی پشتو منظومات پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ”الہامونہ“ ہے۔ اس میں آپ کی پشتو غزلیں، نظمیں، قطعات، حمد، نعت اور قصائد ہیں۔ آپ نے اس کا منظوم اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے جو ”تجلیات“ کے نام سے چھپ گیا ہے۔ آپ کی دوسری پشتو کتاب حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے پنجابی ابیات کا پشتو منظوم ترجمہ ہے۔ پشتو منظومات کی کتاب ”الہامونہ“ کو ۱۹۶۵ء میں پاکستان رائٹر گلڈ کی طرف سے علاقائی زبانوں کی منظومات کی کتابوں کے انعامی مقابلے میں پہلا انعام ملا تھا۔ اور دوسری کتاب ”ابیات باہو“ کے منظوم پشتو ترجمہ پر 1991ء میں انٹرنیشنل جشن باہو کی طرف سے میڈل ملا۔ آپ کی اردو میں ایک تصنیف کتاب ”الہامات“ ہے اور دوسری تصنیف ”حیات سروری“ ہے جو حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ آپ کی تالیفات میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب ”عقل بیدار“ کا اردو ترجمہ اور شرح ہے۔ یہ کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے خطبات اور تقاریر کا بھی ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس کا نام ”خطبات کامل“ ہے۔ آپ کے تحریر کردہ کتابچوں ”سر مکتوم“، ”شجرۃ النور“ اور ”مکتوبات“ وغیرہ کا مجموعہ ”فیوض کامل“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ آپ کی اردو منظومات کا مجموعہ بھی ”کلیات کامل“ کے نام سے شائع ہو گیا ہے جس میں آپ کی نعتیں، منقبتیں اور غزلیات شامل ہیں۔ (453)

شادی و اولاد :- ۱۹۴۶ء میں حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی کی شادی کلاچی کے ڈاکٹر حبیب اللہ خاں مرحوم گنڈاپور کی دختر سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں۔

کامیاب جانشین :- مرشد من، حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ آپ فقر باہو کے عملی بیکر اور سروری قادری مسلک کے شاندار علمبردار ہیں۔ آپ نے اپنے پدر محترم کی ناتمام آرزوؤں کو تکمیل تک پہنچایا۔ آپ نے فنِ کتابت، فنِ طب، فنِ شاعری، فنِ خطابت اور باطنی روحانی علوم میں کمال حاصل کیا اور اپنے تخلص کے عین مصداق مرشد کامل کے طور پر ہزاروں غم کردہ راہ کور راہ ہدایت پر گامزن فرمایا۔ آپ کا یہ کلام، بجا طور پر آپ کے روحانی مرتبہ و مقام کا مظہر ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

خدا کا مجھ پہ کرم صبح و شام ہوتا ہے	مجھے مشاہدہ حق دوام ہوتا ہے
دام بزم محمدؐ میں باریاب ہوں میں	مجھے حضورؐ کا دیدار عام ہوتا ہے
شہر مدینہ سے ہوتی ہے گفتگو میری	رسول پاکؐ سے میرا کلام ہوتا ہے
طواف کعبہ کا ہوتا ہے مجھ کو روز نصیب	مدینہ روز ہی میرا سلام ہوتا ہے
تجلیات کا مرکز ہے میرا قلب سلیم	کرم کا سلسلہ مجھ پر تمام ہوتا ہے
شراب معرفت ذات روز پیتا ہوں	لبوں پہ بادۂ وحدت کا جام ہوتا ہے



نبیؐ کے وصل میں آتا ہے لطف جینے کا  
میرا صنم کبھی ہوتا ہے میرے پہلو میں  
نبیؐ نے فقر کی شاہی جنہیں عطا کی ہے  
مری نظر سے دلوں کو سکون ملتا ہے  
مجھے بھی ان کی رفاقت کا ہے شرف حاصل  
ہر اک لمحہ، ہر اک پل، ہر اک گھڑی کا مل  
مری زباں پہ درود و سلام ہوتا ہے (454)

راقم الحروف نے قریباً اٹھارہ برس کی عمر میں (۱۹۸۱ء میں) دربار عالیہ رحمٰن شریف فیصل آباد کے سجادہ نشین، حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے چشتی نظامی سلسلہ میں بیعت کی۔ ۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۶ء تک قریباً ۱۵ سال آپ سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چشتی نظامی سلسلہ میں سلوک کی تکمیل پر ۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو راقم الحروف کو خلافت عنایت فرمائی۔ ۱۹۸۵ء کو بندہ عاجز کا چشتی نظامی سلسلے کے معروف بزرگ میاں علی محمد بی شریف والوں کے خلیفہ مجاز میاں محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴ جنوری ۲۰۰۶ء (بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ) کو وفات پائی۔ آپ دلائل الخیرات کے عامل تھے اور بندہ عاجز کو آپ سے بھی چشتی نظامی سلسلے کا فیض ملا اور خلافت عطا ہوئی۔ اسی دوران قادری نوشاہی سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی جنوری ۲۰۱۷ء) سے بھی ذکر قلبی کی اجازت ملی اور بعد میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ بندہ عاجز کے جماعت نرسری پریپ کے استاد ماسٹر غلام حسین سروری قادری کے ذریعے بندہ عاجز کا حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ العالی سے رابطہ ہوا۔ اپنی روحانی نشانی کی بدولت بندہ عاجز نے آپ سے بیعت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے ۲۰۱۳ء میں بندہ عاجز کو سروری قادری سلسلہ میں بیعت کر لیا۔ بیعت کے قریباً ۳/۲ سال بعد سالانہ عرس کے موقع پر نوری دربار کلاچی شریف حاضری کا موقع ملا۔ عرس کے آخری روز، نماز فجر کی جماعت سے قبل بندہ عاجز حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور مراقبہ میں عرض کیا کہ حضرت آپ کے سلسلہ میں بیعت ہوا ہوں۔ مہربانی فرمائیں اور مجھے سروری قادری سلسلہ میں سلوک طے کرا دیں۔ بحالت مراقبہ بندہ عاجز پر استغراق کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بندہ عاجز کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت محبت بھری، دھیمی سے آواز سنائی دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ”آپ کی فائل ہمارے پاس آگئی ہے ہم نے اپنے حصہ کا کام مکمل کر دیا ہے۔ اب صرف حکم ربی کا انتظار ہے۔ جس طرح کسان زمین میں بل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے، کھیتی کو پانی دیتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا منتظر ہوتا ہے۔ اس طرح ہم نے بھی آپ کی نسبت کی تکمیل کے لیے اپنے حصے کا کام مکمل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے منتظر ہیں۔ آپ بھی انتظار کریں۔“ اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا۔ یوں محسوس ہوا کہ دربار شریف میں موجود سب حاضرین کہیں چلے گئے ہیں۔ بندہ عاجز یہ سمجھا کہ شاید توجہ اور یکسوئی میں کمی کی بدولت حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچی رحمتہ اللہ علیہ سے رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ بندہ نے توجہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر رابطہ نہ ہوا۔ بندہ عاجز نے مراقبہ ختم کر کے آنکھیں کھول لیں اور دیکھا کہ نماز فجر کی جماعت ہو رہی ہے۔ بندہ دوڑ کر نماز فجر

کی دوسری رکعت میں دورانِ تشہد شامل ہوا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کی۔ نماز ادا نیگی کے بعد بندہ کو سمجھ آئی کہ حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پاس موجود دیگر بزرگ نماز فجر کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جس وجہ سے بحالتِ مراقبہ رابطہ قائم نہیں رہ سکا تھا۔ یہ روحانی معاملہ پیش آئے قریباً دس برس گزر چکے ہیں۔ بندہ عاجز کو اب بھی حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور شفقت سے بھرپور لہجہ میں کہی گئی باتیں یاد ہیں۔ بعد میں بندہ عاجز کو زیادہ بار بار عالیہ کلاچی شریف حاضر نہ ہو سکا مگر اس مشاہدہ کے بعد بندہ عاجز کا حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی رابطہ قائم رہا۔ پیر و مرشد سرکار حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی جب کبھی فیصل آباد تشریف لاتے تو بندہ عاجز ان سے اپنی روحانی کیفیات، مشاہدات اور رویا بیان کر کے رہنمائی حاصل کر لیتا۔ بندہ عاجز کو بحالتِ مراقبہ، بحالتِ خواب اور بحالتِ بیداری کسی نہ کسی شکل میں مدد و رہنمائی ملتی رہی۔ ۲۰۰۷ء میں بندہ عاجز نے خواب میں دیکھا کہ مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری کی اقتدا میں ایک صف میں بیٹھا ہوا ہے۔ بندہ عاجز کے پیچھے کچھ اور اصحاب بھی تشریف فرما ہیں۔ مرشد کریم بندہ عاجز کو قرآن حکیم کی تعلیم دے رہے ہیں اور بہت سے پیر بھائی اس مجلس میں موجود ہیں۔ اس خواب سے بندہ عاجز کو اندازہ ہو گیا کہ باطنی طور پر سوری قادری سلسلہ میں خلافت کی منظوری ہو گئی ہے۔ ۲۰۰۸ء کے آغاز میں پیر بھائی شیخ محمد حسین کے گھر ایک محفل میں حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری نے بندہ عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا، ہم نے آپ کو خلافت دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اپنے گھر ۴ مئی کو محفل میلاد منعقد کرائیں۔ اس محفل میں آپ کو خلافت عنایت ہو جائے گی۔ آپ کے حسبِ ارشاد بندہ عاجز کے غریب خانہ واقع گلی نمبر ۷ طارق آباد، فیصل آباد میں محفل میلاد کا انعقاد ہوا اور آپ نے بندہ عاجز کو خلافت عنایت فرمائی۔

آپ کی طرف سے خلافت عنایت ہونے کے بعد بندہ عاجز کے روحانی رابطے بہت اچھے ہو گئے۔ خلافت کے بعد بندہ عاجز کو حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو سب حضرات نے بہت نوازش فرمائی۔ جب تک حاضر خدمت رہتا مسلسل رابطہ رہتا اور رہنمائی ملتی رہتی۔ ان تمام بزرگوں نے بندہ عاجز کو سلسلہ بیعت عام کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان سے رابطہ کے لیے ”دعوت قبور“ کے عمل کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ الحمد للہ، مرشد کریم کے فیضان کی بدولت جہاں بھی حاضری ہوئی، عزت افزائی ہوئی۔ داخل سلسلہ ہونے والے افراد کو حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری مدظلہ العالی سے روحانی طور پر مدد و رہنمائی ملنے لگی۔ بیعت ہونے والے بہت سے ایسے افراد جنہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس سلسلہ میں بیعت ہوئے ہیں اور جنہوں نے حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ فقیر عبد الحمید سوری قادری کی تصاویر نہیں دیکھی تھیں اور وہ ان سے متعارف نہیں تھے، انہیں بحالتِ خواب یا بحالتِ مراقبہ آپ حضرات کی زیارت ہوئی اور جب ان افراد کو سوری قادری سلسلہ کے ان مشائخ عظام کی تصاویر دکھائی گئیں تو انہوں نے ان بزرگوں کے نظر آنے اور ان کی طرف سے ملنے والی مدد و رہنمائی کی تصدیق کی۔

حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ نے روزِ اول طالب کو ذاتِ حق تک پہنچانے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ عین درست

ہے۔ بندہ عاجز نے کے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ داخل سلسلہ ہونے والے افراد کی طرف معمولی سی توجہ کرنے سے ان کا باطن بیدار ہو گیا۔ انہیں بحالت مراقبہ اور بحالت بیداری تصور اسم ذات، تصور اسم نبی کریم ﷺ نظر آنے لگا۔ ان کا مشائخ عظام سے روحانی رابطہ ہو گیا اور انہیں روحانی طور پر مددور ہمنائی ملنے لگی۔ ان افراد کے روحانی مشاہدات و تجربات کی بدولت بھی بندہ عاجز کو بہت کچھ سوچنے، سمجھنے کو ملا۔

بندہ عاجز کو اس روحانی سفر کے دوران بہت کچھ ملا اور نوازشات و عنایات کا یہ سلسلہ ہر لحظہ جاری ہے۔ بندہ عاجز کو ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبی کریم ﷺ کی محبت اور قرب نصیب ہوا۔ ہر طرح سے اور ہر طرح کا تحفظ ملا۔ خوف اور غم دونوں صورتوں میں فوراً دلجوئی ہوئی۔ اس قدر مہربانیاں ہوئیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ ذکر و فکر اور مراقبہ کے دوران وارد ہونے والی لطیف کیفیات کو صرف محسوس کیا جاسکتا ہے، بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ان کیفیات کے ادراک کے لیے ضروری ہے کہ اس راہ پر چل کر دیکھیں۔ بندہ عاجز نے اس کتاب میں اپنے روحانی سفر کی روداد بیان کی ہے۔ چند ایک روحانی مشاہدات و تجربات بیان کیے ہیں اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق عام فہم انداز سے فلسفہ اور سائنس کی زبان میں راہ سلوک بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب ذاتِ باری تعالیٰ، نبی کریم ﷺ اور اہل حق (مشائخ عظام) کی ایک گناہگار بندے سے محبت اور اس پر ہونے والی عنایات کے ذکر پر مبنی ہے۔ صدق و اخلاص سے اس کتاب کا بار بار مطالعہ کریں اور اس میں بیان کردہ فقر یا ہو کی دولت کے حصول کے لیے اس کے مندرجات پر عمل کریں۔ ان شاء اللہ آپ بھی اس روحانی نعمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔ بندہ عاجز کو تمام فیضانِ بغیر کسی خاص محنت و مشقت اور ریاضت کے محض مرشد کریم کی محبت و شفقت اور نسبت کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ داخلہ سلسلہ ہونے والوں کو بھی یہ فیضان بغیر کسی مشقت اور ریاضت کے حاصل ہو رہا ہے۔

زیادہ تر لوگ بیعت کے مفہوم، اس کی ضرورت و اہمیت اور تقاضوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے جسمانی امراض کے علاج کے لیے اور سماجی و معاشی مسائل کے حل کے لیے رابطہ کرتے ہیں۔ بندہ عاجز کوشش کرتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ ان کے مسائل حل ہوں بلکہ انہیں مقصدِ حیات سے آگاہ کیا جائے۔ ان میں طلبِ حق پیدا کی جائے۔ اس کے بعد ان کا باطن بیدار کر کے اور قلب ذکر بنا کر ان کا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے رابطہ قائم کر دیا جائے۔ جب کسی کے مسائل حل ہو جائیں اور انہیں یہ روحانی نعمتیں حاصل ہو جائیں تو پھر انہیں بیعت کیا جاتا ہے تاکہ انہیں حاصل ہونے والی روحانی نعمتوں کی حفاظت ہو سکے۔ بندہ عاجز نے زیادہ تر لوگ اسی طرح داخل سلسلہ کیے ہیں۔ اس کتاب میں مرشد کریم کے عطا کردہ فیض کی بدولت مقصدِ حیات اور اس کے حصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت الی الحق دی گئی ہے کہ ے

طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا تا رسائم روز اول با خدا  
اے طالب چلا آ، اے طالب چلا آ، اے طالب چلا آ تاکہ میں پہلے دن ہی تجھے خدا تعالیٰ تک پہنچا دوں

## حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۲۸ء.....۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء)

1982ء میں جب بندہ عاجز اور اس کے اہل خانہ شدید مسائل، پریشانیوں اور مشکلات کا شکار تھے تو دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد کے متولی عارف مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ عاجز کو پتہ چلا کہ بدرکالج، مہدی محلہ فیصل آباد کے پرنسپل، صاحبزادہ غلام نصیر الدین مدظلہ العالی نہایت کامل ولی اللہ ہیں۔ بندہ دعائے خیر کرانے کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ انہوں نے نہایت محبت، شفقت، خلوص اور ہمدردی کا اظہار فرمایا اور نہایت خضوع و خشوع سے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کے پاس اکثر حاضری ہونے لگی۔ خانقاہ میں ان کے والد محترم حضرت خواجہ عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس بھی ہے۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور صورت و سیرت میں اپنے مرشد کامل کا نقشِ ثانی تھے۔ قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیش رو حضرت خواجہ نصیر الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور دربار چشتیہ چاچڑ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ ان کے پیش رو حضرت خواجہ فضل الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر حضرت خواجہ بدر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی وجہ سے حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے بیٹے کا نام غلام نصیر الدین (رحمۃ اللہ علیہ) رکھا تھا اور انہیں اپنے مرشد کا بیعت بھی کرا دیا تھا۔

قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ پر نسبتِ عشق غالب تھی۔ جو کوئی بھی ان کی محفل میں حاضر ہوتا اس پر وجد و کیف کی شدید کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کی محفلِ سماع میں اکثر تمام حاضرین مجلس پر وجد کی شدید کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ یہ کیفیت وہاں پر موجود سبزہ و اشجار بلکہ چرند پرند پر بھی طاری نظر آتی تھی۔ اپنے بے باکانہ اور وجد و عشق سے سرشار حال و قال کی وجہ سے قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ، قلندر کی نسبت سے معروف و مشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام نصیر الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کم سنی میں قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے تھے۔ مگر اپنے کامل و اکمل والد محترم حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت انہیں اپنے مرشد کریم کی نسبتِ تامہ حاصل ہوئی۔ انہیں سماع سے خصوصی شغف حاصل ہوا۔ ان کی محفل میں مرشد کریم کی محفل کا رنگ غالب آ گیا اور ذرا بھر بھی فرق نہ رہا۔

دربار عالیہ رحمن شریف میں نمازِ جماعت پنجگانہ اور قرآن حکیم ناظرہ و حفظ کا بھی اہتمام تھا۔ حضرت قبلہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ قوال حضرات سے اکثر اپنا کلام ہی سنتے تھے۔ حضرت ہر

طرح کا صوفیانہ کلام (حمد، نعت، منقبت، غزل) لکھتے تھے۔ حضرت کی توجہ و شفقت اور ان کے حسن اخلاق کی بدولت بندہ عاجزان سے بیعت ہو گیا۔ حضرت جی کی محفل میں وجد و سماع کی کیفیت بہت پر لطف محسوس ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت جی نے فرمایا کہ وجد کی کیفیت میں دل اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت میں سرشار ہو جاتا ہے اور ذکر الہی کے غلبہ کی بدولت قلب و روح پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس شدید کیفیت کی بدولت بعض اوقات انسانی وجود رقص میں آ جاتا ہے۔ میں خود یہ کیفیت محسوس کرنا چاہتا تھا۔ حضرت جی سے عرض کیا کہ میرا بھی قلب جاری کر دیں۔ میری اس درخواست پر حضرت بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اسی وقت ہارمونیم منگوا یا اور کلام پڑھنے لگے۔ میں نے مراقبہ شروع کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرا قلب کیف و سرور محسوس کر رہا ہے۔ میرا جسم آہستہ آہستہ جھومنے لگا۔ میں نے یہ کیفیت نہ تو خود سے پیدا کی اور نہ ہی اسے روکنے کی کوشش کی۔ مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت کے جذبات موجزن ہو گئے۔ یہ کیفیت محفل سماع ختم ہونے کے بعد بھی جاری رہی۔ بعد میں یہ کیفیت مزاج میں شامل ہو گئی۔ نماز کی حالت میں بھی یہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ بعض اوقات سوتے وقت یہ کیفیت غالب آ جاتی اور وجد ہو جاتا۔ آنکھ کھلتی تو زبان پر اللہ، اللہ کا ورد جاری ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد طبیعت میں ضبط پیدا ہو گیا۔ تاہم، کہیں بھی حمد و نعتیہ اشعار سننے میں آتے تو رقت طاری ہو جاتی اور ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود آنکھ سے آنسو بہتے رہتے۔ حضرت جی کے پاس مجھے قریباً چودہ سال (1982ء سے 1996ء) تک باقاعدہ حاضری کا شرف حاصل رہا۔ آپ کے پاس حاضر ہوتا تو گھر بار یاد نہ رہتا۔ صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی۔ میرے بھائی، عزیز رشتہ دار اور قریبی احباب قریباً سب کے سب یہاں بیعت ہو گئے۔ مجھے اولیاء اللہ اور ان کی تعلیم سے خصوصی شغف تھا۔ مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں خصوصی ذوق حاصل تھا۔ اس ذوق کی وجہ سے حضرت جی کے ملفوظات درگاہ عشق مطبوعہ 1986ء، صفحات 152؛ حضرت خواجہ عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور حالات پر مبنی مختصر سی کتاب، مرقع قلندر (مطبوعہ 1985ء، صفحات 96؛ حضرت جی کا مجموعہ کلام سوز و سازِ دل (غیر مطبوعہ) اور حضرت جی کی تصنیف، قرآن حکیم کے تین پاروں کا منظوم ترجمہ موسوم بہ مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، پارہ اول تا سوم، مشتمل بر 1844 اشعار، مطبوعہ 1992ء بمطابق 1413ھ صفحات 182) مرتب کرنے اور طبع کرانے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کتب میں سے 'درگاہ عشق' اور 'مرقع قلندر' عام کتاب ساز (23x36/16) میں ہیں 'مثنوی بدر العرفان' اور 'سوز و سازِ دل' بڑے سائز (20x30/8) میں ہیں۔ مجموعہ کلام 'سوز و سازِ دل' غیر مطبوعہ ہے۔ باقی تمام کتب طبع ہو گئی ہیں۔ ان کتب کی طباعت میں پیر بھائی غلام احمد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے مالی معاونت فرمائی تھی۔ بندہ عاجز کو 22 نومبر 1992ء کو حضرت جی سے خلافت حاصل ہوئی۔ روحانی مشاہدات، مذہبی واردات اور تجربات میں خصوصی دلچسپی کی وجہ سے بندہ نے اپنی شاگردوں، دوستوں اور دیگر رابطہ کرنے والے خواتین و حضرات کو بیعت کر کے ان کی روحانی تربیت کرنا شروع کر دی۔ مقصد یہی تھا کہ حضرت جی کی زیر نگرانی روحانی تربیت کا طریقہ معلوم کر لیا جائے اور اس کا خیر کی راہ میں حائل رکاوٹوں و مسائل کے حل کے لیے تعلیم و تربیت حاصل کر لی جائے۔

بندہ عاجز نے اپنے گھر پر ہفتہ وار محفل ذکر و فکر کا اہتمام کیا۔ محفل میں ذکر و فکر کے بعد مراقبہ کرایا جاتا اور ٹیپ

ریکاڈر پر قوالی سنی جاتی۔ جب حاضرین مجلس مراقبہ میں ہوتے تو بندہ عاجز فرداً فرداً ان کے قلوب پر توجہ کرتا۔ توجہ کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ حاضرین مجلس پر وجد و کیف کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی۔ جن احباب پر وجد و کیف کی کیفیت طاری ہوئی انہیں پہلے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ میں محفل سماع میں توجہ کی وجہ سے قلوب جاری ہو جاتے ہیں اور وجد و کیف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ روحانی تجربہ و مشاہدہ نہایت معروضی (Objective) تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ اپنی توجہ کی بدولت دیگر افراد میں یہ کیفیت پیدا کر سکوں گا۔ اپنی توجہ کے فعال اور مؤثر ہونے پر حاضرین مجلس پر وجد کی کیفیت طاری ہونے پر ان میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی محبت کے آثار اور ان کی زبان پر غلبہ محبت کی بدولت ذکر الہی اور ذکر نبی ﷺ جاری ہونے پر خود اعتمادی اور ایمان و ایقان میں اضافہ ہوا۔

بندہ عاجز نے پروگرام بنایا کہ حضرت جی سے ان معاملات کا ذکر کرنے کے بجائے گیارہویں شریف کی مجلس میں ان میں سے کچھ احباب کو بغیر کسی تعارف کے پیش کر دوں۔ حضرت جی خود ان کی کیفیت ملاحظہ فرما کر رائے دے دیں گے۔ گیارہویں شریف کی مجلس میں محفل سماع شروع ہوئی۔ دوران محفل سماع ان احباب پر بھی وجد طاری ہوا۔ حضرت جی نے دریافت فرمایا یہ افراد کون ہیں؟ محفل میں سے کسی نے کہا یہ آپ کے خادم انجم کے ساتھ آئے ہیں۔ حضرت جی نے نہایت خوش و مسرت سے بندہ عاجز کی طرف دیکھا اور فیض جاری ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس طرح ایک بار ہیرانا می شخص کسی روحانی مرض کا شکار ہوا تو بندہ عاجز نے کچھ دیر اس کے قلب پر توجہ کی۔ پھر اسے حضرت جی کے پاس لے گیا۔ حضرت جی نے اس کے قلب پر نگاہ فرمائی اور فرمایا کہ پہلے ہی تمہارے قلب پر نگاہ کا اثر ہے۔ بندہ عاجز کو مرشد کریم کے توسل سے بارگاہ الہی سے حاصل ہونے والے قوت نگاہ کی تاثیر پر اور مرشد کریم سے حاصل ہونے والی تائید و تصدیق پر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

وجد و سماع، کیف و سرور اور تاثیر نگاہ کے بارے میں ذاتی مشاہدات و تجربات اور کیفیات بیان کرنے کا اصل مقصد اپنے حال و تجربہ کے بموجب ان کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ اکثر لوگ ان اسرارِ روحانی سے آگاہ نہیں اور وہ اپنے قیاس و اندازہ سے ان کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں اور بغیر کسی واضح دلیل کے ان امور کی تائید یا تردید کر دیتے ہیں۔

جس طرح شہد کی مکھی وحی و الہام کے تحت مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر، درود شریف کے فیضان سے اسے شہد میں تبدیل کر دیتی ہے جسے قرآن حکیم میں انسانوں کے لیے شفا قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کامل و اکمل درویش ذکر الہی و ذکر نبوی ﷺ سے اپنے قلب میں شہدِ روحانی ذخیرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی توجہ سے یہ نورانی، روحانی نعمت بیمار دلوں میں منتقل کرتے ہیں جس سے بیمار دل شفا پاتے ہیں۔ انہیں ذکر الہی اور ذکر نبوی ﷺ کی نعمت نصیب ہوتی ہے اور ان دلوں میں عشق الہی و عشق نبوی ﷺ مؤثر ہو جاتے ہیں۔ ایسے قلوب و اذہان پر غلبہ عشق کی بدولت وجد و کیف و سرور کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے قلوب، نگاہ مردِ مومن کی بدولت گناہوں کی بدولت چھا جانے والی تاریکیوں سے پل بھر میں نجات پا کر عشق و عرفان اور نور ہدایت کی روشنی سے منور ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت جی کا ہی شعر ہے، فرماتے ہیں ۔

یہ زہد و عبادت اور قیدِ زلف دو رستے ہیں یار کے ملنے کے  
پہنچا زلف کا قیدی اک پل میں جہاں عابد پہنچا مہینے میں ہے



اولیاء اللہ کی اسی فیض رسانی کی بدولت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے رعایا  
ذات باری تعالیٰ نے رات کی تاریکی میں روشنی حاصل کرنے کے لیے توانائی کے مختلف ذرائع مہیا فرمائے ہیں۔  
کوئی زمانہ تھا کہ روشنی کے لیے ایندھن، لکڑی، کوند وغیرہ جلا کر روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ پھر انسان نے چراغ بنانا اور موم  
سے موم بتی بنانا سیکھ لیا۔ مٹی کے تیل، سرسوں کے تیل سے روشنی حاصل کرنا اور مشعلیں بنانا شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
بجلی پیدا کرنے اور بجلی سے کام لینے، بلب، ٹیوب لائٹ بنانے کی تعلیم دے دی۔ اسے ایٹمی توانائی، شمس توانائی پیدا کرنے  
اور سٹور کرنے کے طریقے سکھا دیئے۔ عصر حاضر کی ان جدید سہولتوں کے میسر ہوتے ہوئے روشنی حاصل کرنے کے قدیم  
ذرائع (شع و چراغ) کے استعمال پر اصرار حیات عارضی کے ساتھ نا انصافی اور جہل و نادانی ہی شمار ہوگا۔

مختلف سلوک روحانی اولیاء اللہ کے صدیوں کے روحانی مشاہدات و تجربات، ریاضتوں اور وحی الہی (قرآن و  
سنت) کے میزان پر پرکھے ہوئے افکار و تصورات اور تعلیمات پر مبنی ہیں۔ ان سے استفادہ نہ کرنا کفرانِ نعمت کے برابر ہے۔  
علم تصوف (علم معرفت، علم عرفان) روحانی سائنس ہے۔ مادی سائنس کی طرح روحانی سائنس میں بھی مختلف  
مظاہر کے پیچھے اصول و قوانین کا رفرما ہیں۔ جس طرح انسانیت کی فلاح و بقا کے لیے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی روشنی  
میں ذات باری تعالیٰ کے مقرر کردہ اخلاقی اصولوں کے تحت کائنات اور مظاہر کائنات میں غور فکر اور کائنات میں کارفرما  
فطرتی قوتوں سے کام لینا عین جائز ہے۔ اسی طرح اور انہی اصولوں کے تحت روحانی سائنس سے استفادہ کرنا بھی عین  
جائز بلکہ نہایت مستحسن ہے۔

آج کل بازار سے نہ تو خالص شہد میسر ہے اور نہ ہی دودھ، گندم، چاول، مرچ، مصالحہ جات، دالوں وغیرہ  
غرضیکہ ہر شے میں ملاوٹ ہو رہی ہے۔ ناقص گندے اور فاسد مادوں سے آلودہ پانی سے پروردہ پھل اور سبزیاں پکانے کو  
ملتی ہیں۔ ادویات بھی خالص نہیں ملتیں۔ کھانے کے لیے ایسے مردار جانوروں کا گوشت ملتا ہے کہ ان کا نام بھی نہیں لیا  
جاسکتا۔ تو کیا لوگوں نے گوشت، شہد، دودھ، اناج، سبزیاں، پھل، استعمال کرنے چھوڑ دیئے ہیں۔ ہر کوئی استعمال کر رہا  
ہے اور بغیر کسی تفتیش و تحقیق اور احتیاط کے، استعمال کر رہا ہے۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان اشیاء کی فراہمی کے لیے احتیاط  
محنت اور کوشش سے کام لیا جائے، نہ کہ ان کا استعمال ترک کیا جائے۔

دینی تعلیم ہو یا دنیوی تعلیم ہر جگہ غارت گر ایمان عناصر حیلے بہانے سے، خفیہ طور پر یا اعلانیہ، اپنے افکار و  
تصورات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ خالق ہی نظام میں بھی خود غرض، مفاد پرست گروہ اور طبقات اپنے دنیوی مفادات کی  
خاطر لوگوں کو غلط تعلیمات دے رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے ان اسلام دشمن عناصر کی انسانیت سوز سرگرمیوں کا  
تدارک کیا جائے نہ کہ لوگوں کو دینی، دنیوی، سائنسی اور روحانی تعلیم سے متنفر کر دیا جائے۔

جو لوگ انسانی عظمت کے قائل ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کا دست قدرت اور زبان تصور کرتے ہیں۔ معراج انسانی  
کے قائل ہیں۔ ارتقاء حیات انسانی کے لامحدود ممکنات کے قائل ہیں۔ وہ روحانیت کے بھی قائل ہیں اور روحانی سائنس  
کی قدر و قیمت، ضرورت و اہمیت اور روحانی تعلیم و تربیت کی ضرورت کے بھی قائل ہیں۔ جو لوگ انسان کو محض عاجز مخلوق  
تصور کرتے ہیں اور صرف رسمی و رواجی عبادت کے قائل ہیں۔ وہ روحانیت اور انسان کی روحانی ضروریات کے بھی منکر

ہیں اور کسی نہ کسی بہانے سے، جاہل، گمراہ، بد عقیدہ، جعلی پیروں کے حوالے دے کر لوگوں کو خانقاہی نظام سے متنفر کرتے رہتے ہیں۔ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ تحقیقی و تنقیدی انداز سے ان امور کا جائزہ لے اور اپنی راہ عمل متعین کرے کیونکہ ہر ایک کو ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا اور اپنے غلط اعمال کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ جبکہ نیک اعمال کی یقیناً اسے جزا ملے گی۔

عزیزانِ من! اہل تصوف صدق و اخلاص کے پیکر ہوتے ہیں۔ ان کا فرقہ وارانہ تعصبات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ ہر مسلک، فرقے اور مذہب کے لوگوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان کی خدمت کرتے ہیں اور اپنی محبت سے نوازتے ہیں۔ بندہ عاجز نے اس کتاب میں اپنے احوال و کیفیات کے منصفانہ جائزہ لیتے ہوئے اپنے علم و یقین کی حد تک بغیر کسی تعصب کے، بلا کم و کاست اسلامی تصوف اور اعلیٰ اقدار کی روحانی شخصیات کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ اہل حق کی پیروی کے بغیر حق تک رسائی ممکن نہیں۔ عصرِ حاضر میں اہل حق کا ملنا بہت مشکل ہے۔ تاہم، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسوۂ کے مطابق کوشش جاری رہنی چاہیے۔ جو بندہ تابندہ۔

حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ صوم و صلوٰۃ کے نہایت پابند تھے۔ اپنے مرشد کریم کے طریقے کے سختی سے کار بند اور اخفائے حال کے قائل تھے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر وقت پاسِ انفس (ذکرِ قلبی) میں مشغول رہتے تھے۔ مریدین کو زیادہ وظائف کی تلقین نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی روحانی تربیت کے لیے زیادہ تر اپنی قوتِ نگاہ سے کام لیتے تھے۔ حضرت جی نبی کریم ﷺ، اپنے مشائخ اور مرشد کریم سے شدید عشق رکھتے تھے۔ ایک بار حضرت جی چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ ماہِ ربیع الاول میں انہوں نے روزانہ ایک نعت کہی۔ اسی طرح انہوں نے قریباً اٹھائیس یا اتیس نعتیں لکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نعت گوئی کی برکت سے دوبارہ چلنے پھرنے کی صلاحیت عطا فرمادی۔

مجھے مطالعہ کا شوق تھا۔ اپنے گھر اکثر مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ جب حضرت جی کے پاس حاضر ہوتا تو حضرت واضح طور پر میرے زیر مطالعہ کتاب کا مضمون سنا دیتے تھے۔ ایک بار میں نے روزانہ بعد از نماز عصر مراقبہ شروع کر دیا۔ دورانِ مراقبہ مشاہدات ہونے لگے۔ مشاہدات کی تفہیم و تعبیر میں، میں بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔ میں نے اپنے ان مراقبات و مشاہدات کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا۔ ایک دن حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے، ”آج کل آپ بڑی باقاعدگی سے مراقبہ کر رہے ہیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں“۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت جی بندہ عاجز کے معاملات کی نگرانی فرماتے رہتے تھے اور اس کے احوال سے باخبر تھے۔ ایک بار بندہ نے تصویرِ شیخ قائم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت جی کی تصویر دیکھ کر مشق کرنے کی کوشش کی۔ حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے، ”بھئی دوسرے مرید تو تصویرِ شیخ کی مشق کرتے ہیں انجم صاحب تصویرِ شیخ سے تصویر قائم کرنے کی مشق کر رہے ہیں“۔

حضرت جی مشائخِ عظام کے بیان کردہ سماعِ سننے کے آداب کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ ہر جمعرات اور گیارہویں شریف کو محفلِ سماع کا اہتمام ہوتا تھا۔ ان مواقع و ایام کے علاوہ بھی جب بھی حضرت کی طبیعت چاہتی ان کے تربیت یافتہ مریدین جو اکثر خانقاہ کے خصوصی خدام میں سے ہوتے اور وہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے، انہیں حسبِ خواہش بالمرامیر یا بغیر مزامیر کے کلام سنا دیتے تھے۔ بندہ نے وہاں حاضری کے ایام میں دیکھا کہ بعض اوقات تو رات بھر محفل

سماع جاری رہتی۔ اسی طرح دن کو بھی نماز کے اوقات چھوڑ کر اکثر و بیشتر سماع کا اہتمام ہوتا رہتا۔ کبھی کبھار حضرت جی خود بھی خوبصورت آواز سے، لے اور ترنم کے ساتھ ہارمونیم پر کلام پڑھ لیتے تھے۔ آپ کلام بھی گا کر، لے اور ترنم کے وزن پر کہتے تھے۔ آپ نے باقاعدہ علم عروض نہیں سیکھا تھا اور آپ کا قریباً تمام کلام آمد پر مشتمل ہے۔ کچھ عرصہ آپ فیصل آباد کے مشہور شاعر افضل خاکسار سے اصلاح بھی لیتے رہے مگر علم عروض کی پابندیوں سے گھبرا کر جلد یہ سلسلہ موقوف کر دیا۔

آج کل ٹیلی ویژن پر یا عام منعقد ہونے والی محافل سماع میں آداب سماع کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ ایسے سماع کو مشائخ و علماء نے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت جی کی محفل میں آداب محفل کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ باقاعدہ منعقد ہونے والی محافل میں تمام لوگ با وضو حاضر ہوتے۔ تمام حاضرین حفظ مراتب کا خیال کرتے ہوئے ترتیب سے بیٹھتے۔ محفل میں کوئی ایک دوسرے سے بات چیت یا سرگوشی نہیں کرتا تھا۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے اور اختتام ختم شریف اور دعائے خیر پر ہوتا۔

چشتیہ سلسلہ کی کئی اور خانقاہوں پر بھی محفل سماع میں حاضر ہونے اور سماع سننے کا اتفاق ہوا مگر آداب محفل، وجد و کیف اور سرور کے لحاظ سے حضرت جی کی محفل کا سارنگ کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ حضرت جی بہت گہری نگاہ اور توجہ کے مالک تھے۔ جس کی طرف توجہ ہوتی چند ایک لمحوں بعد میں اس کی کیفیت اور حالت تبدیل ہو جاتی۔ بارہا دیکھا کہ ان کی محفل میں دنیا دار لوگ بغیر وضو کے ننگے سر حاضر ہوئے اور عامیانہ انداز سے بیٹھ جاتے۔ تھوڑی دیر بعد وہی لوگ بغیر کسی تلقین کے اٹھتے، وضو کرتے، سر پر ٹوپی رکھتے اور مودبانہ انداز سے بیٹھ جاتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان پر وجد و کیف کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ان کی زبان پر اللہ کا ورد جاری ہو جاتا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور وہ عشق الہی اور حُب نبوی ﷺ میں مائی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے۔ ان کے دل کی دنیا یکسر بدل جاتی تھی۔ بعض اوقات ایسے افراد کی حالت اضطراب ختم کرنے کے لیے مبادا کہ اس کیفیت سے ان پر مستقل کیفیت جذب طاری نہ ہو جائے حضرت جی توجہ ہٹا لیتے۔ اگر محفل سماع ہوتی تو آہستہ آہستہ تال میل اور سر آواز کا آہنگ دھیمہ کر کے قوالی بند کروانا پڑتی۔ دیکھا گیا کہ بعض افراد پر بعد میں بھی یہ شدید کیفیت کافی دیر تک طاری رہتی۔ جو لوگ شریعت کی پابندی کرتے، باقاعدگی سے ذکر و فکر کرتے، یہ کیفیت مستقل طور پر ان کے مزاج کا حصہ بن جاتی۔ الحمد للہ! بندہ عاجز نہایت وثوق سے کہتا ہے کہ وہ کیفیت جو اسے قریباً پینتیس برس قبل حاصل ہوئی تھی آج بھی قلب و روح میں موجزن ہے اور ذرا سی توجہ اور یکسوئی سے تمام جسم میں، قلب و روح میں بغیر کسی اختیار کے ذکر الہی جاری ہو جاتا ہے۔ قلب میں حرکت کی بدولت تمام جسم پر ارتعاش (Vibration) کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور قالب، ذکر قلبی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ حضرت جی تاحیات، لگاتار ہر کس و ناکس کو نوازتے رہے اور دیدہ وریدا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف و مشغول رہے۔ آپ ہر وقت ذکر پاسِ انفس میں مشغول رہتے تھے اور اسی حالت میں 11 نومبر 2015ء بروز بدھ وار کو وصال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ تا ابد الابد آپ کے مدارج بلند فرمائے اور عقیدت مندوں کو آپ کی طرح ذوق و شوق اور صدق و اخلاص سے شریعت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## نمونہ کلام

از

مثنوی بدرالعرفان فی آثار القرآن (منظوم اردو ترجمہ و تفسیر پارہ اول تا سوم)

تصنیف

حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

تعارف قرآن مجید والفرقان حمید

قرآ کے معنی ہیں پڑھنا وجہ تسمیہ قرآنی  
مثال اس کی نہیں ملتی زمینوں آسمانوں میں  
یہ فاران کے پہاڑوں پر خدا کا نور اُترا ہے  
تجلیاتِ ربانی کا مظہر الکتاب آیا  
خدا فرمائے یہ قرآن پہاڑوں کو دکھا دیتا  
جلالِ کبریا ہے یہ جمالِ مصطفیٰ ہے یہ  
پڑھا جائے بکثرت یہ نمازِ پنجگانہ میں  
مقامِ ادب پر فائز جو قرآن مکرم ہے  
ہے رمضان المکرم میں یہ قرآن حکیم اُترا  
یہ تنزیلاً سے ظاہر ہے کہ پھر آہستہ آہستہ  
بارہ سال تیرہ دن مہینے پانچ مکہ میں  
ہزاراں چھوڑ چھوڑا اور چھیا سٹھ آیتیں اُتریں  
کتابِ واحد و یکتا نہیں اس میں کمی بیشی  
صحیفِ آسمانی سب کتابی شکل میں آئے  
مگر قرآن بنطقِ سیدِ عالی مقام آیا  
کلامِ پاک ربّانی وحیِ جبریلِ صمدانی  
ادھر کرتے بیان احمدؑ صحابہ یاد کر لیتے  
یوں ہی محفوظ ہوتا جا رہا تھا ان کے سینوں میں  
مگر جنگِ یمامہ سات سو حافظ گئے مارے  
تفکر سے عمرؓ نے عرض کی دربارِ صدیقیؓ

بکثرت پڑھتی ہے دنیا کلامِ پاک ربّانی  
تراجم ہو چکے ہیں ساری دنیا کی زبانوں میں  
عروجِ آدمیت کے لیے دستور اُترا ہے  
کہ جس کو لے کے احمدؑ سیدِ عالی جناب آیا  
بنا کر ریت کے ذرے ہوا میں سب اُڑا دیتا  
وصالِ مرتضیٰ ہے یہ کمالِ کربلا ہے یہ  
ہجومِ جمعہ اطہر میں شہینوں میں شبانہ میں  
فصیحوں کا چکر کانپے بلیغوں کی عقلِ گم ہے  
کہ انزلنا سے اک دم میں یہ الطافِ عمیم اُترا  
یہ بائیس سال دو ماہ بائیں دن میں اُترا آہستہ  
کہ نو ماہ سال نو اور یومِ نواسِ پاک بطحا میں  
یہ سب کی ومدنی اک سو چودہ سورتیں اُتریں  
وہی ترتیبِ تدوینی وہی زیری زبرِ پیشی  
لکھی تحریرِ ذو معنی بمشکلِ عقل میں آئے  
وہی اندازِ جبریلی وہی صاحبِ کلام آیا  
محمدؐ کی ہے لسانی صحابہ حفظِ قرآنی  
وہی انداز و لہجہ بے محابا یاد کر لیتے  
وہ پتوں پر کھجوروں کے وہ پتھر کے نگینوں میں  
جنہوں نے جان کے جوہر محمدؐ پاک پر وارے  
کرے گا حافظوں کے بعد قرآن کون تصدیقی

اگر جامِ شہادت یہ صحابہ نوش کر جائیں  
بلا تاخیر تدوینِ کلامِ پاک ہے لازم  
یہ آیا تھا فریضہ زید بن ثابتؓ کے حصّے میں  
اسی ترتیب سے، جیسے کہ فرمانِ محمدؐ تھا  
خُدا کے کرم سے قرآن کی تدوین کر ڈالی  
یہ نادر تحفہ قرآن آیا دربارِ صدیقیؓ میں  
عمرؓ کے بعد ان کی دختر حفصہؓ کے پاس آیا  
خلافتِ طاہرہ عثمان ذوالنورینؓ کی آئی  
حذیفہؓ دیکھ کر حیران ہوتے تھے قرآن خوانی  
تلفظ اور لہجہ وہ محمدؐ مصطفیٰ والا  
یہ خدشہ ہو گیا پیدا بدل جائے نہ اصلیت  
بدیں وجہ امیر المومنینؓ نے زیدؓ بلوائے  
وہ نسخے ہر بلادِ ملکِ اسلامی میں بھیجے تھے  
یہ فرمایا کہ ہرگز اس میں تبدیلی نہ ہو پیدا  
خُدا کے فضل سے اب تک یہ قرآنی کرشمہ ہے  
یہ سب دنیا میں واحد اک کتابِ کائناتی ہے  
کلامِ پاک ربّانی زبانِ مصطفیٰ ہے یہ  
زبانِ پاکیزہ دلِ اطہر خشوع سے با وضو ہو کر  
نصیر بے نوا خاطر خُدا سے یہ دعا کرنا

تو قرآنِ مکرم ڈھونڈنے مسلم کدھر جائیں  
تحفظ کلی قرآنِ شہبہ لولاک ہے لازم  
خُدا کی رحمتِ خاصہ یہ آئے جس کے حصّے میں  
وہی انداز و لہجہ جو کہ لسانِ محمدؐ تھا  
بلا تحریف تدوین قابلِ تحسین کر ڈالی  
بنا پھر زینتِ عزّت یہ سرکارِ فاروقی میں  
خزینے کی طرح رکھا جو نسخہ اُن کے پاس آیا  
کہ ایسی عجب حالت جنگِ آرمینا میں درآئی  
کوئی مصری و شامی کوئی ایرانی و تورانی  
علاقائی زبانوں نے تھا یکسر ہی بدل ڈالا  
یہ فتنہ کھو نہ دے قرآن کی وہ عالی کمالیت  
صحیفہ لے کے حفصہؓ سے تھے نسخے سات لکھوائے  
بلا تحریف لکھے طرزِ الہامی میں بھیجے تھے  
نہ افراطی نہ تفریطی و نقلی نہ ہو پیدا  
مکمل بہ زبانِ مصطفیٰ نورانی نسخہ ہے  
ہمہ گیر و ہمہ پہلو محیط شش جہانی ہے  
تلاوت با ادبِ مسلم کہ شانِ مصطفیٰ ہے یہ  
تلاوت پاک کرنا عاجزی سے اس کی رور کر  
اسے بھی ہو عطا قرآن باحسّ ادا پڑھنا (455)

### ابتداءِ نسیہ دُعا و مناجات بحضور باری تعالیٰ بحق احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خدایا صدقہ احمدؐ عطا کر ہمتِ کامل  
عطا کر سینے کو وسعتِ تخیل کو دے تابانی  
کہاں ناقص کی بشریت کہاں ان کی محمدیت  
وحی جبریل قاصد ہوں کلامِ پاک ربّانی  
ہے فرمانِ خُدا قرآن پہاڑوں کو دکھا دیتا  
مترجم میرے جیسا کمترین توبہ معاذ اللہ  
مگر امدادِ تیری ہو کرم کر دیں شہِ بطحا

محمد مصطفیٰ کی ذات ہو امداد میں شامل  
مرے تاریک دل پر ہو محلی نورِ ربّانی  
کہاں قرآن ربّانی کہاں میری کم علمیت  
محمد مصطفیٰ کے وہنِ اطہر کی ہو لسانی  
بنا کر ریت کے ذرے ہوا میں سب اُڑا دیتا  
کہاں کمتر سے کمتر میں کہاں وہ شانِ اودانی  
تو میں اس بحرِ نوری میں شنا ہوتا ہوں بسم اللہ (456)

### تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہوں اس سے میں کہ جس کا نام ہے اللہ بڑی ہے شان بسم اللہ کہ ہر سورۃ سے اول ہے سلیمانؑ نے سر خط پر جو بسم اللہ بنا ڈالا یہ بسم اللہ حدیبیہ میں جو لکھا کملی والے نے یہ جب سے بائے بسم اللہ مدد ہے ربّ باری کی مدد کا جو طریقہ بائے بسم اللہ میں فائز ہے ہے اول فعل پوشیدہ اعانت بائے بسم اللہ جو رحمن جہانناں ہے رحیم اولیاء اللہ نمل کی سورۃ اطہر میں تفصیل مکمل ہے یمن پر ملکہ بلقیس کو ملکہ بنا ڈالا بشارت فتح مکہ کی عطا کی کعبہ والے نے اسی دن محمدؐ سے مدد لینا بھی جاری کی خدا کے نیک بندوں سے مدد لینا بھی جائز ہے میں ہر اک کام میں پڑھتا ہوں بسم اللہ بسم اللہ

وہ عثمانؓ بن ابی العاص آئے دربار محمدؐ میں کہ جب سے روشنی اسلام کی دل میں در آئی ہے یہ میرے جسم کا ہر بال شاہا درد کرتا ہے نگاہ کرم ڈالی اور فرمایا رسول اللہؐ شفا من جانب اللہ ہے بحق اسم بسم اللہ ہے بے حد رحمتوں والا یہ اسم پاک رحمانی کہ رحمت کا سمندر ہے وہ رحمن الرحیم آقا عرض کی یا رسول اللہ ہوں بیماری کی میں زد میں اک آندھی درد جسمانی کی سر پر چڑھ کے آئی ہے غلام بے نوا تیرا نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے بدن پر ہاتھ رکھ کر پڑھ مسلسل بار بسم اللہ شفا کے کاملہ باعث ہے پڑھنا اسم بسم اللہ رحیمی سے بھی بڑھ کر ہے ہمہ گیری میں رحمانی کلید رحمت عالم ہے یہ وردان بسم اللہ

### تعارف..... سورۃ فاتحہ

یہ ہیں امّ القرآن، الفاتحہ سبع مثانی بھی ہوئیں الحمد میں وارد ہیں سات آیت قرآنی بھی اسے سورہ شفا فرمایا احمد کملی والے نے

### تفسیر سورہ الفاتحہ

(1)

یہ سب حمد و ثنا وقفِ خدائے کل جہانناں ہے محیط رحمتِ ربی زمین و آسمانناں ہے خدائے احمد مرسل خدا ہے سب جہانوں کا فقیروں، عاشقوں کا، عالموں کا، رازدانوں کا خدا مومن کو بھی اور رزق کافر کو بھی دیتا ہے وہ رب ہے پالنے والا ہر اک مقسوم لیتا ہے یہ خاص انعام ہے اس کا جو وقف ذاتِ مسلم ہے بحمد اللہ ربوبیت کی تربیت میں مسلم ہے

(2)

رحیمی شان کا سایہ محمدؐ کے غلاموں پر یہ رحمن الرحیم آیا ہے فائق سب کلاموں پر



(3)

وہ مالک دین کے دن کا حشر کا نشر کا والی  
پتہ چل جائے گا خود ہی کہ جب یوم الحساب آیا  
وہ مالک یوم الدین مولود ہر عالی سے ہے عالی  
بمعہ شانِ جلالی جبکہ وہ عالی جناب آیا

(4)

عبادت کرتے ہیں اس کی جو ربِّ محمدؐ ہے  
عبادت بے طلب اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے نمایاں ہے  
عبادت کرتے ہیں تیری فقط تیری رضا کی خاطر  
عبادت کرنے کی خاطر مدد بھی تجھ سے مانگیں ہیں  
ہم اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہہ کر مدد کی بھیک مانگیں ہیں  
کرامت جو ولیوں کی ہے عظمتِ ذوالجلالی ہے  
مدد بالواسطہ جو ہے مشیتِ پاک ہے تیری  
وسیلے کے سوا قائم نہ دیں ہے نہ ہی دنیا ہے  
کسان آیا اناج آیا نبی آئے تو دیں آیا  
وہ درسِ رہبری میں جو صراطِ مستقیم آیا  
ہمارے عقل کی ادراک کی یہ آخری حد ہے  
خُدا سے سودا کرنے والا محض اک مردِ ناداں ہے  
ہمارا جینا مرنا ہے خدا و مصطفیٰؐ خاطر  
توجہ کاملہ سوئے محمدؐ تجھ سے مانگیں ہیں  
تیری بندوں سے گر مانگیں تو بالکل ٹھیک مانگیں ہیں  
کہ جو بد بخت نہ مانے وہ رحمت سے بھی خالی ہے  
شمس تیرا قمر تیرا یہ باد و خاک ہے تیری  
وسیلے کے سوا دنیا میں بندہ ہے نہ مولا ہے  
وسیلہ بن کے دنیا میں یہ قرآنِ میں آیا  
یہ سیدھا راستہ لے کر مرا دُرِّ یتیم آیا

(5)

خدا یا کر ہدایت اس صراطِ مستقیم کی  
بڑی امید ہے ہم کو محمدؐ کی کریمی کی

(6)

وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ جن حبیبوں کے لیے آیا  
وہ نقشِ سرِّ دلبر کا تعین بالقرآن آیا  
نہ ہووے پیروی جب تک خدا کے بندوں کی  
خدا تک تا قیامت راہ ہرگز مل نہیں سکتی  
خدا کو ماننے والا ہے لازمِ مُصطفیٰؐ مانے  
مرے سر پر رہے دائم تیرے محبوب کا سایہ  
کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہُمْ سے مقلد کا نشان آیا  
محمدؐ کے غلاموں کی ولیوں مستمندوں کی  
کلی دل کی بجز ولیوں کے ہرگز کھل نہیں سکتی  
خُدا کا بندہ ہے وہ جو کہ بندہ خدا مانے

(7)

نہ مانے جو حبیبِ دو جہاں کو بخت مارا ہو  
وہ مَعْصُوبِ عَلَیْہُمْ اور وَلَا الصَّالِحِیْنَ بتلایا  
وہ بندے کو کبھی طہ کبھی یسینؑ کہتا ہے  
خدا سے دُور ہے وہ خواہ یہودی ہو نصاریٰ ہو  
کسی کو غضب کا مارا کسی کو گمراہ ٹھہرایا  
کہ بندے کی صداقت پر خدا آمین کہتا ہے

وجہ تسمیہ سورہ البقرہ

وجہ تسمیہ البقرہ یہ سورت گائے والی ہے  
 تھا عاقل نام سوداگر بڑا ہی صاحب ثروت  
 یہ زربھی دنیائے دوں میں فسادِ آدمیت ہے  
 تھا کر ڈال قتل عاقل کو اس کے برادر نے  
 وہ اسرائیل پر ڈالے قصاصِ قتل کا دعویٰ  
 ہو گائے نوجواں بے داغ رنگِ گندمی والی  
 ذبح کر کے وہ گائے گوشت لاشہ پر جو دے مارا  
 لگا کہنے مرا قاتل برادر خاص ہے میرا  
 یہ اتنا کہہ کے پھر وہ تو ازل کی نیند جا سویا  
 وہ آیاتِ خداوندی یُرِیْکُمْ کہہ کہ بتلا دی  
 خدائے پاک ویسے بھی اگر چاہتا جگا دیتا  
 وسیلے کے سوا ربّ دو عالم یہ نہیں چاہتا

کہ اعجازِ کلیم اللہ نے جاں مردے میں ڈالی ہے  
 خدائے پاک نے اس کو عطا کی تھی بڑی دولت  
 حرص پیدا ہو دل میں تو یہ زربھی بربریت ہے  
 عمل اتنا کیا مخفی نہ دیکھا چشمِ مادر نے  
 بدیں حالت لگے کہنے جنابِ حضرت موسیٰؑ  
 مکمل صحت والی ہر قسم کے داغ سے خالی  
 وہ مردہ کر دیا زندہ کلیم اللہ نے دوبارہ  
 فلاں موقع اڑایا سر فلاں ہتھیار سے میرا  
 ہوا یاں معجزہ موسیٰؑ کا گائے گوشت سے پیدا  
 خدا کے متقی بندوں کو راہِ پاک دکھلا دی  
 وہ قادرِ کُلِّ شَیْءٍ اس کو دوبارہ اٹھا دیتا  
 بجز نبیوں کے ولیوں کے وہ کرنا کچھ نہیں چاہتا (458)

نمونہ کلام حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ  
 از

صوفیانہ، عارفانہ، عاجزانہ، مؤدبانہ، مجموعہ کلام

سوز و سازِ دل

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

یا محمدؐ ہزاروں سلام آپ پر  
 آپ شمس الضحیٰ آپ بدر الدجی  
 آپ صل علیٰ آپ نورِ خدا  
 چاند ٹکڑے کیا شمس لوٹا دیا  
 شاہِ عرب و عجم دست بستہ ہیں ہم  
 جدِّ حسنینؑ اللہ کرم کیجئے

آپ کی آل پر آپ کی ذات پر  
 آپ خیر الوری ساری آفاق پر  
 آپ ماہِ لقا ساری لولاک پر  
 کرم کتنا کیا عرب کی خاک پر  
 ہووے نظرِ کرم حالِ غمناک پر  
 اس نصیر بے مایہ کم اوقات پر

### نعتِ رسول مقبول ﷺ

محمد کے روئے منور کی مانند نہ چندا نہ سورج کی ہے چاندنی  
یوں اندھیرے میں اک دم اجالا ہوا پھیلی غارِ حرا سے عجب روشنی  
کیسی سچ دھج سے اٹھا حبیبِ خدا با ادب انبیا کا امام آگیا  
ساتھ شمس و قمر سر پہ سایہ قمر آگے آگے چلے چاند کی چاندنی  
ان کے گیسو سیاہ ان کی کملی سیاہ ان کا حبشی سیاہ حجرِ اسود سیاہ  
اس سیاہی میں حکمت یہی ہے چھپی جل نہ جائیں سبھی دیکھ کے یہ روشنی  
ان کی ترچھی نظر ان کی بانگی ادا ان کے خمدار گیسو خدا کی پناہ  
گوشہ گوشہ منور ہوا سر بسر آج ایسی کری میرے گھر روشنی  
مدینے سے اٹھے سینے میں آئے جو سینے سے اٹھے مدینے میں آئے  
کوئی اور راستے میں حائل نہیں ہے ادھر روشنی ہے ادھر روشنی  
میں گنہگار پر بھی کرم کر دیا میرے بے جان بت کو صنم کر دیا  
اس طرح نور احمد میں ضم کر دیا میری تاریکی کو کھا گئی روشنی  
اے نصیرا سیاہ پیکرا یہ بتا تیرا تاریک پنجرہ ہے کس کام کا  
تجھ پہ قربان پروانے مثل شمع تیرے پنجرے میں کی احمد نے روشنی

### منقبت حضرت علیؑ

علی کے چہرے میں ہم نے شبیبہ مصطفیٰ دیکھی  
خدائے ذوالجلال آیا نظر شانِ محمد میں  
خدا نے دستِ حیدر پر اٹھا کے رکھ دیا خیر  
اسی گھر میں ہوئے پیدا حسینؑ و حسنؑ شہزادے  
علی مثنیٰ علی مثنیٰ شہبہ بطحیٰ نے فرمایا  
شہنشاہِ نجف مشکل کشا شیرِ خدا دیکھے  
وہ حیدر بھی ہیں صفدر بھی وہ شانِ بُوترا بی بھی  
علی کے گھر کی عزت ہم نے زہرا کی ردا دیکھی  
محمد مصطفیٰ میں ہم نے شانِ مرتضیٰ دیکھی  
کہ شانِ کل آتی اس جا پہ ہم نے بر ملا دیکھی  
یہیں پر خسروی دیکھی یہیں پر کربلا دیکھی  
کہ من کنت علی مولا عرش پر بھی صدا دیکھی  
علی کی ذاتِ برحق منعِ جود و سخا دیکھی  
ہر اک حاجت نصیر ہم نے یہاں ہوتی روا دیکھی

غزل

دیکھو ہم کلام میں کس سے ہوں یہ کس طرح کا مقام ہے  
یہ کون مجھ پہ ہے چھا گیا میری ذات کو بھی مٹا گیا  
نہ شرق ہے نہ ہی غرب ہے نہ ہی شمال ہے نہ ہی جنوب ہے  
ہر سو ہے رقصِ سرمدی ہر سو ہے ذکرِ احمدی  
اب سا ہوسنت بھی دیکھ لیں اب سارے پنتھ بھی دیکھ لیں  
ہو ہو کی رٹ میں گم ہوئے صُوم، ہوئے کُلم، ہوئے  
گو میں رہیں ستم رہا، رحمن تیرا کرم رہا  
مجھے فخر نہیں ذرا مجھے نازِ نسب نہیں ذرا  
مجھے ختم کر کے کرم کیا میری خاک کو بھی صنم کیا  
نہ سرشت میں ہو سرمدی کیا خاک یہ ہے سکندری  
تیری چشمِ مست کو دیکھ کر میں نماز سے ہوا بے خبر  
سرِ عرش بھی یہ پکار ہے کہ یہ خواجہ بدر کا پیار ہے

غزل

ناز اتنا نہ کرو جاناں خدا را نہ کرو  
اپنی پلکوں کی نیاموں میں رکھو تیغِ نظر  
مرے دل کی یہ ضعیفی تمہیں معلوم نہیں  
جو بھی ترکش میں ہیں وہ تیر چلا دو سارے  
جو بھی آ جائے پجاری وہ تمہارا ٹھہرے  
خود ہی اپنائیں سبھی رنگِ خدائی وہ نصیر

غزل

مجھے وقفِ کوئے دلربا کر دیا  
بدنما سے مجھے خوش نما کر دیا  
تو میری ذات پر چھا گیا برملا  
راہزن تھا مجھے راہنما کر دیا  
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا  
اور مجھے خار سے تو نے گلشن کیا

میری سیاہ رات کو روزِ روشن کیا  
روشنی روشن روشن روشن  
گندے بندے کو بندہ خدا کر دیا  
تیری ترچھی نظر ہی مگن کر گئی  
تیری باکی پھبن نے فنا کر دیا  
تو نصیر اپنی قسمت پر سو ناز کر  
کہ لقا بخش کے ماہ لقا کر دیا  
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا  
میرے سینے میں ہے ہر طرف روشنی  
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا  
تیری زلفِ دوتا سے لگن لگ گئی  
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا  
ڈالی نظرِ کرم سے قلندر نظر  
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا

### غزل

نہ مے کی کچھ حقیقت ہے نہ میکش ہیں نہ میخانہ  
ابھی تو پردے سے چھن چھن کے چمکے نورِ جانانہ  
ہر میکش کو ساقی نے عجب مستی عطا کی ہے  
نقاب ان کا الٹا تھا کہ مقتل ہو گیا برپا  
مجھے اتنی تو فرصت دے کہ جی بھر کر تجھے دیکھوں  
مسلسل پھیلتی جاتی ہے وسعت میرے داماں کی  
سرہانے ایک مرقد کے کوئے جاناں میں لکھا تھا  
نگاہ مست ساقی سے ہوئی ہر چیز مستانہ  
خدا جانے کہ کیا ہو گا جو آئے بے جابانہ  
کسی کی آنکھ مستانہ کسی کی چال شاہانہ  
وجد میں آگئے جام و سبو پیمانہ پیمانہ  
تو بیشک بعد میں صادر قتل کا حکم فرمانا  
تیری نظرِ کرم نے شوخ کر ڈالا ہے دیوانہ  
نصیر بے نوا کمتر گدائے کوئے جانانہ  
(459)

## حضرت میاں محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۲۵ء..... ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء)

26 نومبر 2010ء کو میاں صاحب کا سالانہ عرس مبارک تھا۔ میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے 5 برس بیت گئے ہیں۔ میاں صاحب کی ولادت 1925ء کو کلکتہ میں ہوئی تھی اور انہوں نے 13 جنوری 2006ء (برمابن 14 ذوالحجہ 1427ھ) بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر وصال فرمایا تھا۔ ان کے بیٹے ہر عید الاضحیٰ کو جمعہ کے روز باقاعدگی سے یہ عرس منا رہے ہیں۔ میاں صاحب سے میرا رابطہ قریباً 20 سال رہا۔ اُن سے رابطہ کے وقت میری عمر قریباً 23 سال تھی۔ میاں صاحب بہت نفیس طبع بزرگ تھے۔ وہ فرید العصر میاں علی احمد رحمۃ اللہ علیہ (بسی شریف والوں) سے بیعت تھے اور ان کے نہایت قریبی مریدین میں سے تھے۔ ہر وقت ذکر فکر میں مشغول رہتے تھے۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے تھے۔ نہایت صاف ستھرا اور نفیس لباس پہنتے تھے۔ ان کی غذا بھی بہت نفیس ہوتی تھی۔ اعلیٰ کوالٹی کا عطر استعمال کرتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنے والا ذہنی قلبی اطمینان اور صفائے باطن محسوس کرتا تھا اور جب اٹھ کر جاتا تھا تو روحانی ذوق کے ساتھ ساتھ عطر کی وہ مخصوص خوشبو بھی ساتھ لے جاتا تھا جو میاں صاحب کے قریب بیٹھنے کی بدولت اس کے لباس میں رچ بس چکی ہوتی تھی۔

اچھے اور برے لوگوں کی صحبت و ہم نشینی کے مفید و مضر اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ مَثَلُ الْعَطَّارِ إِنْ لَمْ يُصْبِكْ مِنْهُ أَصَابَكَ رِيحُهُ، وَمَثَلُ الْجَلِيسِ السُّوءِ مَثَلُ الْقَيْنِ إِنْ لَمْ يُحِرِّقْكَ بِشَرِّهِ عَاقَبَكَ مِنْ رِيحِهِ۔

رَوَاهُ ابْنُ جَبَّانَ وَالْبَزَّازُ وَأَحْمَدُ۔ وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ۔

”حضرت ابو موسیٰ (اشعریؒ) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی کی مثال عطار کی سی ہے اس سے اگر تمہیں اور کچھ بھی نہ ملے تو اس کی (اچھی) خوشبو تو پہنچ ہی جائے گی، اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی سی ہے اگر اس (کی بھٹی کے) شعلے تجھے نہ بھی جلائیں تو اس کی (بھٹی کی) بدبو تو تمہیں ضرور پہنچے گی۔“ (460)

تُصَابِحُ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَذْيَنٍ وَأَبُو دَاوُدَ۔ وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

”حضرت ابوسعید (خدریؒ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (سچے) مومنوں کی صحبت ہی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار (دوست) ہی کھائے۔“ (461)

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم  
بدو گفتم کہ مشکلی یا عبیری کہ از بوی دل آویز تو مستم



بگنتا من گلے ناچیز بودم لیکن مدتے با گل نشستم  
جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگر نہ من ہماں خاکم ہستم (462)

ترجمہ: ایک دن حمام کی خوشبودار مٹی مجھے محبوب کے ہاتھ سے ملی۔ میں نے اسے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہوا جا رہا ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو ایک ناچیز مٹی ہی ہوں۔ لیکن صرف یہ بات ہے کہ ایک مدت پھول کی صحبت میں رہی۔ چنانچہ اس ہمنشیں کا جمال مجھ میں اثر کر گیا۔ ورنہ میں وہی مٹی ہوں۔ اور س

بھیکا گرتوں دریا، جس تیلوں کیا پھلیل گربن سمجھ نہ آوندی ایہہ الٹ پلٹ کی کھیل

میاں صاحب سے میری نہایت محبت اور عقیدت کی وجہ ان کی اولیاء اللہ سے خصوصاً داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد کامل میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ سے شدید محبت تھی۔ اکثر ان حضرات کا ذکر فرماتے رہتے تھے اور میں شوق سے سنتا رہتا تھا۔ وہ سناتے نہ تھکتے تھے اور میں سنتے نہ تھکتا تھا۔ میاں صاحب بڑے دھیمے لہجے سے بات کرتے تھے۔ اگر مجھے کوئی بات سمجھ نہ آتی تو میں تکرار کرتا رہتا تھا اور وہ نہایت تحمل اور پیار سے مجھے سمجھاتے رہتے تھے۔ بعض اوقات تبادلہ خیال یا بحث کا یہ سلسلہ گھنٹوں پر محیط ہو جاتا تھا۔ مگر میاں صاحب سمجھا کہ ہی دم لیتے تھے۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو تمام کام موقوف کر دیتے تھے۔ موسم اور موقع محل کے مطابق کھانے، چائے یا کسی مشروب سے اس کی تواضع کرتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ اتنے طویل عرصہ کے دوران جتنی بھی ملاقاتیں ہوئیں کبھی ان کی مہمان نوازی، توجہ، التفات میں کبھی کوئی کمی محسوس ہوئی ہو۔ تواضع کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں حاضر رہتا لیکن وہ کبھی بھی یہ نہیں کہتے تھے کہ اب جاؤ پھر کبھی آنا یا مجھے کسی کام کے لیے جانا ہے پھر ملیں گے۔ انہوں نے میری شخصی تعمیر اور روحانی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ مثلاً ایک بار مجھے رجعت ہوئی، تمام وظائف چھوٹ گئے۔ نمازیں بھی قضا ہونے لگیں۔ میں میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا اور اپنی کیفیت کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے بازار سے ایک کتاب لے آؤ۔ یہ درود شریف کی کتاب دلائل الخیرات تھی۔ میں ان کے حسب ارشاد چلا گیا اور بھوانہ بازار میں غزالی بک ڈپو سے وہ کتاب لے آیا۔ میاں صاحب نے اس کتاب میں ساتوں ایام کی منازل کی نشاندہی کی اور مجھے تلقین کی کہ میں روزانہ ایک منزل پڑھ لیا کروں۔ میں یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہا میاں صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ وظائف تو پہلے ہی چھوٹ چکے ہیں۔ نمازیں بھی قضا ہو رہی ہیں۔ الٹا آپ نے مجھے درود شریف پڑھنے کا لمبا چوڑا پروگرام بتا دیا ہے۔ یہ کیسا روحانی علاج ہے؟ مسکرا کر فرمانے لگے، پڑھو تو سہی تمام کام آسان ہو جائیں گے۔ اسے پڑھنا مشکل نہیں۔ روزانہ کی منزل بیس منٹ میں پڑھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پڑھنے کی توفیق بھی عطا ہو جائے گی۔ میں مجموعہ وظائف دلائل الخیرات گھر لے آیا اور الماری میں رکھ دیا۔ ایک دن خیال آیا کہ میاں صاحب کے حسب ارشاد پڑھ کر دیکھ لوں، کیا حرج ہے۔ وضو کیا اور اس روز کی منزل پڑھ لی۔ اگلے روز بھی اس روز کی منزل پڑھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند دنوں میں رجعت جاتی رہی۔ نماز قائم ہو گئی۔ ذکر و فکر کا سلسلہ بحال ہو گیا اور میرے دیگر معاملات بھی اس قدر تیزی سے درست ہونے لگے کہ میں حیران رہ گیا۔ انہی دنوں میرے مرشد حضرت خواجہ غلام نصیر الدین مدظلہ العالی بھی زیادہ التفات فرمانے لگے اور مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تمہاری فائل پر ازسرنو نظر ثانی کا حکم آیا ہے۔ زیادہ حاضری دیا کرو۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیرومرشد کے

پاس حاضر ہوں اور وہ میری دستار بندی فرما رہے ہیں۔ چند ایک دیگر حضرات کی بھی دستار بندی ہوئی۔ انہیں جو گیا رنگ کی دستار باندھی گئی جبکہ مجھے سیاہ رنگ کی۔ میں نے اپنے پیرومرشد سے یا کسی پیر بھائی سے اس خواب کا ذکر نہ کیا۔ میاں صاحب کو یہ خواب سنایا تو خوش ہوئے۔ فرمانے لگے روحانی دنیا میں تمہاری دستار بندی ہو چکی ہے۔ باطنی طور پر تم خلیفہ مقرر ہو چکے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ظاہری رسم بھی پوری ہو جائے گی۔ ان ایام میں، میں نے ایک خاص تبدیلی دیکھی۔ میں جدھر بھی جاتا لوگ پہلے سے بھی زیادہ احترام سے پیش آتے اور بعض تو برملا حضرت یا پیر کہہ کر مخاطب کرنے لگے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ سالک درحقیقت دنیاوی عزت و شہرت کا طلبگار ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی خلافت کا۔ خلافت اُسے ہی ملتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہو۔ اس کی دربار رسالت سے منظوری ہوتی ہے اور بعد میں ظاہری اسباب فراہم ہوتے ہیں۔ میرا کبھی بھی یہ مطمع نظر نہیں رہا کہ مجھے خلافت ملے یا لوگوں میں تکریم پاؤں۔ میں ہمیشہ طالب حق رہا ہوں اور بفضل تعالیٰ طالب حق ہوں۔ یہ ذاتی تجربات اور مشاہدات بیان کرنے کا مقصد محض شکرانہ نعمت ہے اور طالبان حق کی تعلیم و تربیت کے لیے اہم امور کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت زمان اور مکاں کے پابند نہیں۔ یہ فضل و کرم اور رحمت کسی پر بھی ہو سکتے ہیں۔ بندہ عاجز جن امور کا ذکر کر رہا ہے وہ اس کے علم و یقین کے مطابق عین درست ہیں اور محض ذات باری تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت سے ہیں۔ جو مجھے حاصل ہوا وہ ہر کسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ مجھے کسی طرح کی کوئی فوقیت یا برتری حاصل نہیں۔ میرا حق پرستی کا جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں سلسلہ اولیاء کی حقانیت بیان کرنے کے بارے میں کتابی باتوں اور حکایات کا سہارا لینے کے بجائے ذاتی تجربات و مشاہدات بیان کروں تاکہ اہل حق کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو اور وہ خود اس راہ پر خلوص دل سے چل کر دیکھ لیں۔ دامانِ مصطفیٰ تھام کر دیکھیں رحمت حق کو منتظر پائیں گے۔

بہر حال میں دوبارہ خلافت والی بات کی طرف آتا ہوں۔ چند ماہ بعد سالانہ عرس مبارک کے موقع پر میرے پیرومرشد نے فرمایا مجھے باطنی طور پر حکم ہوا ہے، میں آپ کو خلافت دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

میرے نزدیک خلافت سے مراد یہ ہے کہ اب آپ مخلوق خدا کی خدمت کر سکتے ہیں اور انہیں اولیاء اللہ کے فیض سے مستفید کر سکتے ہیں۔ خلیفہ نامزد ہونے سے مراد خادمِ خلق مقرر ہونا ہے۔ زندگی کا اصل مقصد یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اپنا تعلق مضبوط بنائیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت سرانجام دیں اور ان کا بھی یہ روحانی رشتہ مضبوط بنائیں۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ آجکل تصوف کے نام پر بازاری پیر فقیر اپنی دکانداریاں چکا رہے ہیں اور دنیاوی آسودگی حاصل کر رہے ہیں مگر یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ایسے جعلی پیروں اور فقیروں کی بدولت حقیقی اسلامی تصوف اور صوفیاء کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ کیا جعلی فوجیوں یا عطائی ڈاکٹروں و حکیموں کے بہانہ سے تمام فوجیوں، ڈاکٹروں اور حکیموں کی حقانیت کو جھٹلادیا جائے گا۔ انکار اور رد تو جلسا زوں اور دھوکا بازوں کا ہو گا نہ کہ مخلص افراد کا۔

خلافت عطا ہونے کے بعد میں نے باقاعدہ طور پر خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا۔ یہاں اس سلسلہ میں تفصیلات بیان نہیں کروں گا کیونکہ آج میں خصوصاً میاں صاحب کے بارے میں کچھ یادداشتیں تحریر کرنا چاہتا ہوں اس لیے دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

میاں صاحب نے مجھے دلائل الخیرات (درویش شریف) کی اجازت عنایت فرمائی تھی جس کے فیضان کی بدولت ہی مجھے روحانی ترقی حاصل ہوئی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

درویش شریف کی بدولت مجھے بہت سے دینی، دنیوی، روحانی فوائد حاصل ہوئے۔ اس کی بدولت بڑی سے بڑی مشکل اور پریشانی دور ہوئی۔

ایک بار میں درویش شریف پڑھ رہا تھا تو حالت بیداری میں ہی دیکھا کہ میرے ارد گرد محفل لگی ہوئی ہے۔ بہت سے فرشتے درویش شریف پڑھ رہے ہیں۔ کسی کی آواز آتی ہے یہ شخص درویش شریف پڑھ رہا ہے اور اس کے مدارج بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

میں بے گھر تھا۔ کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ اس درویش شریف کی بدولت مجھے نہایت قیمتی اور کشادہ گھر نصیب ہوا درویش شریف کی بدولت گھر کا ملنا بھی بہت ایمان افروز سلسلہ واقعات ہے جس کا آئندہ کہیں ذکر ہوگا۔

میاں صاحب کے ارشاد کے مطابق جب میں دلائل الخیرات لینے کے لیے غزالی بک ڈپو، بھوانہ بازار، فیصل آباد پہنچا تو اس کے پروپرائیٹر رانا شفاق کے بھائی حاجی ضیاء ذکر کر رہے تھے کہ وہ کسی سے پرائمری کلاسز کے سٹوڈنٹس کے لیے گائیڈ بکس لکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں ان سے کچھ تبادلہ خیال کیا اور پھر انہیں پیش کش کی کہ میں انہیں یہ گائیڈ بکس لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور نمونہ لکھنے کے لیے کچھ کام دیا۔ میں نے انہیں وہ نوٹس تحریر کر دیئے۔ انہوں نے ماہر اساتذہ کو وہ نوٹس برائے جائزہ دیئے۔ اساتذہ نے وہ نوٹس پسند کئے۔ تب سے بکس لکھنے کا ایسا سلسلہ جاری ہوا جو کہ اب بھی جاری ہے۔ الحمد للہ اس درویش شریف کی برکت سے میری تحریر کردہ بکس کو اساتذہ و سٹوڈنٹس میں پذیرائی حاصل ہوئی اور میں غزالی بک ڈپو، خالد بک ڈپو، ہمدرد کتب خانہ، بابر بک ڈپو، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے لیے کتب، گائیڈز، نوٹس تحریر کرتا رہا جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس طرح علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مالی حالت بھی کافی بہتر ہو گئی اور یہ سلسلہ فیض و کرم جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

درویش شریف حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت اور تعلق مضبوط بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی بدولت آپ ﷺ سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور یہ رابطہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ حق تک رسائی کا یہ آسان ترین ذریعہ ہے اور اس کی بدولت ہر نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (463) کی محمد ﷺ سے وفاتوں نے تو ہم تیرے ہیں میاں صاحب نے مجھے دلائل الخیرات کی تعلیم دی تھی اور خصوصی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ آپ درویش شریف پڑھنے اور دلائل الخیرات کی اجازت دینے کے سلسلہ میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ بڑا گوشت، لہسن، پیاز، مولیٰ وغیرہ کھانے سے منع فرماتے تھے۔ چل پھر کر درویش شریف پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے جا نماز پر بیٹھ کر نہایت ادب، توجہ اور یکسوئی سے درویش شریف پڑھا کریں۔

چند سال بعد مجھے میاں صاحب سے بھی خلافت و اجازت حاصل ہو گئی۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ اگر مجھے کوئی اچھی بات معلوم ہو، اچھی کتاب ملے، فیض حاصل ہو تو اسے دوسروں تک پہنچاؤں۔ میں نے میاں صاحب کی حیات میں

ہی دو تین افراد کو دلائل الخیرات پڑھنے کی تعلیم اور اجازت دے دی۔ میاں صاحب کو علم ہوا تو قدرے خفا ہوئے۔ فرمایا میں نے اپنی زندگی میں سوائے تمہارے اس کی کسی کو اجازت نہیں دی۔ کئی برس بعد تمہیں اجازت ملی۔ تم نے بڑی عجلت میں ان افراد کو اجازت دے دی ہے۔ ان افراد کو میرے پاس لے کر آئیں تاکہ میں خود ان کا جائزہ لوں۔ مناسب ہوا تو اجازت بحال رکھوں گا نہیں تو منع کر دوں گا۔ میں ان افراد (محمد نعیم، غلام صدیقی) کو میاں صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے ان کا جائزہ لینے کے بعد ان کی اجازت بحال رکھی اور مجھے تلقین کی آئندہ اس قدر جلد اجازت نہ دو اور آئندہ بھی باادب، متقی، طہارت پسند افراد کو ہی اجازت دو۔ اس واقعہ کو قریباً دس برس بیت گئے ہیں۔ اس کے بعد اب تک میں نے صرف تین افراد کو ہی میاں صاحب کی طرف سے دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

میاں صاحب وظائف کی نہایت پابندی فرماتے تھے۔ کسی بھی حالت میں اور کسی بھی موقع پر وظائف کا نافع نہیں فرماتے تھے۔ تہجد کے وقت بیدار ہوتے تھے اور قریباً 11/12 بجے دوپہر کے قریب تک بند کمرے میں وظائف پڑھا کرتے تھے۔

ایک بار میاں صاحب بیمار ہوئے تو انہیں ہسپتال فیصل آباد میں داخل کرایا گیا۔ میں مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا تو مجھے فرمانے لگے، جب تک میں معذور ہوں، تم میری جگہ پر تمام وظائف پڑھو۔ میں نے عرض کیا میاں صاحب اس قدر زیادہ وظائف میں کیسے پڑھ سکوں گا۔ فرمانے لگے چلو دلائل الخیرات ہی میری جگہ پر پڑھتے رہو۔ چند روز بعد تندرست ہونے پر انہوں نے ان تمام وظائف کی قضا دی تھی۔

میاں صاحب ان خفائے حال کے بہت زیادہ قائل تھے۔ کشف و مشاہدات ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ ذکر و فکر بھی تخلیہ میں کیا کرتے تھے۔ کسی سے ذکر تک بھی نہیں کرتے تھے کہ وہ کس قدر ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بیعت بھی نہیں فرماتے تھے۔ کئی سال تک تو میں تنہا ہی حاضر ہوتا رہا۔ بعد میں، میں نے بہ اصرار ان سے بیعت کی اور چند دوستوں کو بھی بیعت کرا دیا۔ مجھے کئی سال کے رابطہ کی وجہ سے ان کی ریاضت و مجاہدہ کا کچھ اندازہ تو تھا، مگر یہ علم نہیں تھا کہ آپ کون کون سے اوراد و وظائف پڑھتے ہیں۔ مجھے شوق تھا کہ میاں صاحب کی پیروی کروں اور حتی المقدور حد تک اتباع کروں۔ میاں صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھتا رہا۔ انہوں نے محض میری تعلیم اور تحریک کے لیے ایک دن ان تفصیلات سے آگاہ فرمایا جو کہ حیران کن تھیں۔ میاں صاحب روزانہ دلائل الخیرات مکمل پڑھتے تھے۔ دس ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے لیے وقت الگ مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے متفرق اوراد و وظائف تھے۔

میاں صاحب سے نسبت رکھنے والے تنگ دست نہیں رہتے تھے۔ ان کی اولاد بھی بہت خوشحال ہے۔ کسی کی تنگدستی کا سننے میں نہیں آیا۔ ان کے فرزندان میں ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ کا وہ رنگ نظر نہیں آتا۔ تاہم سب کے سب میاں صاحب سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے بزرگان دین کی اولاد میں سے کم کو ہی اپنے پدر سے اس قدر نسبت اور لگاؤ رکھتے دیکھا ہے۔ میاں صاحب سے نسبت کا ہی نتیجہ ہے کہ سب صاحبزادگان عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہیں اور روحانی محافل میں ان کی یہ عقیدت اور وارفتگی قابل دید ہوتی ہے۔ سب کے سب نیک اور پرہیزگار ہیں، رزق حلال کھاتے ہیں اور حتی المقدور مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

میاں صاحب کا آخری وقت قریب آیا تو بوقت ملاقات مجھ سے ارشاد فرمایا ”انجم صاحب آپ اب تک کتنی درسی و تعلیمی کتابیں لکھ چکے ہیں؟“ میں نے عرض کیا، ”جناب! کی دعاؤں کی بدولت قریباً پانچ سو کے قریب انگریزی، کمپیوٹر سائنس، اردو کے مضامین سے متعلقہ اردو میڈیم، انگلش میڈیم سٹوڈنٹس کے لیے انشائیہ و معروضی بکس، گائیڈ بکس، خلاصے، گرامر بکس تحریر کر چکا ہوں۔“ بہت خوش ہوئے اور فرمایا، اب ہماری بھی ایک کتاب لکھ دیں۔“ یہ کہہ کر آپ اپنے حجرہ مبارک سے ایک قلمی نسخہ لے آئے۔ اس میں انہوں نے اولیاء اللہ کے ملفوظات بقلم خود نہایت خوشخطی سے تحریر فرمائے تھے۔ نوٹ بک کا کاغذ بھی نہایت نفیس تھا۔ میں نے حسب ارشاد اس کی کمپیوزنگ کرائی اور پروف ریڈنگ شروع کر دی۔ میاں صاحب کی ہدایت کے بموجب زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ اسلامیات کے صدر پروفیسر اقبال سے اس پر نظر ثانی بھی کرائی۔ افسوس کہ میاں صاحب اس کی تکمیل کے حتمی مراحل کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

بندہ عاجز کو میاں صاحب کی سرپرستی میں فرید العصر میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تدوین نو کا فریضہ سرانجام دینے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ سب مسودات تیار پڑے ہیں مگر وسائل کی دشواریوں کی وجہ سے ان کی طباعت کا کام التواء کا شکار ہے۔ میاں صاحب سے بندہ عاجز کے روحانی تعلق اور معاملات کی تفصیل آئندہ اوراق میں موقع کی مناسبت سے بیان کروں گا۔ جب کبھی کوئی پریشانی ہوتی تو بندہ بحالت بیداری! بحالت خواب ملاقات سے مشرف ہوتا اور عقدہ کشائی پاتا تھا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ وصال کے بعد میاں صاحب ایک بار خواب میں تشریف لائے۔ خواب کیا تھا بیداری کی حالت تھی۔ ملاقات ہوئی کافی باتیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا، میاں صاحب آپ تو زندہ ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ پردہ فرما چکے ہیں۔ فرمانے لگے انہیں اس زندگی کی خبر نہیں۔ یہ تو سرکار کا کرم ہے۔ آج میں اپنی شخصیت میں آنے والی تبدیلیاں دیکھتا ہوں تو میاں صاحب کی بہت یاد آتی ہے۔ یہ ان کی بابرکت صحبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بندہ عاجز، گنگا کو خلوت میں ذکر و فکر کی دولت نصیب ہے۔ مہمانوں کی خدمت سرانجام دے کر روحانی مسرت نصیب ہوتی ہے اور مخلوق خدا کی خدمت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ میں ان نوازشات کے لیے اللہ تعالیٰ کا اور رسول پاک ﷺ کا بہت شکر گزار ہوں۔

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا، نہ بندگی میری بندگی ہے  
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے  
عمل کی میرے اساس کیا ہے، بجز ندامت کے پاس کیا ہے

رہے سلامت تمہاری نسبت، میرا تو بس اک آسرا یہی ہے (464)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس حال میں جیو گے، اُس حال میں مرو گے اور قیامت کو اس حال میں اٹھائے جاؤ گے۔ اس حدیث نبوی ﷺ کے مطابق اگر انسان اپنا حال سنوار لے تو اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوتا ہے اور اس کے بعد آخرت کی تمام منزلیں بھی آسانی سے اور احسن انداز سے طے ہو جاتی ہیں۔ اگر انسان اطاعت الہی اور اطاعت نبوی ﷺ بجا لاتا رہے تو اسی حالت میں اور اسی راہِ حق پر چلتے ہوئے اسے موت نصیب ہوتی ہے۔ وہ عالم برزخ میں بھی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور روزِ حشر ذکر الہی کرتا ہوا، اٹھے گا اور بارگاہِ حق میں پیش ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَبَاءً عَلَى قَبْرِ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي صَرَبْتُ خَبَائِي عَلَى قَبْرِ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک پتہ چلا کہ یہ قبر ہے اور اس کے اندر کوئی آدمی سورۃ الملک پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک (اس صحابی نے سنا کہ) اس پڑھنے والے نے (قبر کے اندر) مکمل سورت الملک پڑھی۔ (یہ سن کر) وہ صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے (نادانستہ) ایک قبر پر خیمہ لگایا اور مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک سنا کہ ایک آدمی قبر میں سورۃ الملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ (میں نے سنا) اس نے مکمل سورۃ الملک پڑھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ (سورۃ الملک عذابِ قبر کو) روکنے والی ہے اور عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے۔“ (465)

کسی اہل حق کی زندگی کا حقیقی جائزہ اس کے حاصلِ زندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن بزرگانِ دین سے مجھے حصولِ فیض کے مواقع میسر رہے ہیں قرآن و حدیث کے میزان پر ان کے معاملات کو پرکھتا رہا اور ان کے وقتِ وصال کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ الحمد للہ اہل حق کو موت کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے۔ انہیں نزع کے وقت آسانی رہتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی ذاتِ حق ان کی نیکیوں میں اضافہ کا سلسلہ جاری فرمادیتی ہے۔

میاں صاحب کے وصال سے چند سال قبل میں نے میاں صاحب کے بارے میں خواب دیکھا۔ میں پریشان ہو گیا اور انہیں خواب سنایا۔ میاں صاحب نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کی رضا، مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ الحمد للہ میاں صاحب اس کے بعد کئی سال زندہ رہے جہاں تک مجھے مراقبہ و کشف سے علم حاصل ہوا، میاں صاحب کی عمر میں اضافہ کر دیا گیا کیونکہ وہ ابھی کچھ مصالح کی بنا پر اس دارِ فانی سے کوچ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عمر بڑھا دیتا ہے اور جب وہ ذہنی طور پر آمادہ ہوں تب انہیں وصال کے لحوں سے گزارا جاتا ہے۔

وفات سے ایک روز قبل اماں جی (میاں صاحب کی زوجہ محترمہ) کو خواب آیا کہ ایک گاڑی ان کے دروازے پر آکر رکی ہے۔ اس میں ڈرائیور کے علاوہ باوردی گاڑ ہے۔ گاڑ انہیں کہتا ہے ہم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آئے ہیں اور آپ کو لینے آئے ہیں۔ وہ گاڑی پر سوار ہونے لگتی ہیں تو میاں صاحب انہیں روک لیتے ہیں اور کہتے ہیں تم یہیں روکو، میں جاتا ہوں۔ میاں صاحب گاڑی پر سوار ہو گئے اور چلے گئے۔

اگلے دن میاں صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ان کے تمام بیٹے اکٹھے ہو گئے اور ہسپتال لے جانے لگے۔ میاں صاحب منع کرتے رہے مگر ان کے اصرار پر ہسپتال تشریف لے گئے۔ وہاں کہہ کر بیڈ پر صاف ستھری چادر بچھوائی۔ لیٹ



گئے۔ ایک دو گھرے سانس لیے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میاں صاحب کے جنازہ میں مخلوق خدا کا جم غفیر شامل ہوا۔ آپ کو قریبی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ بعد از وصال بھی ان کا اور خوشبو کا سفر ساتھ ساتھ جاری رہا۔ ان کی تربت پر کسی بھی وقت چلے جائیں تازہ گلاب کے پھولوں کی مہک استقبال کرتی ہے اور حاضرین کے قلوب اور زبانوں پر درود شریف جاری ہو جاتا ہے۔ ہذا من فضل ربی ہے۔

اِس سَعَادَتِ بَزُورِ بَازُو نِیْسَتِ تَا نَهْ یَخْشَدُ خَدَائے بَخْشَنَدَه (466)

میاں صاحب کی طرف سے تلقین حق کا سلسلہ ان کے بعد از وصال بھی جاری رہا۔ میاں صاحب کے وصال کے بعد میں نے ان کے تلقین کردہ اوراد و وظائف اور درود شریف کے ورد کی مزید سختی سے پابندی کر دی۔ چند ماہ بعد کسی مصروفیت کی وجہ سے چند روز دلائل الخیرات نہ پڑھ سکا۔ میاں صاحب خواب میں اپنے بیٹے صاحبزادہ اعجاز صاحب سے ملے انہیں فرمایا، انجم صاحب سے کہنا چند روز سے آپ کی طرف سے تحفہ وصول نہیں ہو رہا۔ انہیں یہ بھی کہنا کہ ”اللہم استرنا بسترتک الجمیل“ کا ورد بھی کیا کریں۔ اعجاز صاحب کے علم میں نہیں تھا کہ یہ ورد دلائل الخیرات میں سے ہے۔ میاں صاحب نے اس ورد کے حوالہ سے اپنے روحانی رابطہ کی خود ہی تصدیق فرمادی تھی کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے بعد میاں صاحب اور میرے علاوہ کوئی بھی اس بات سے آگاہ نہیں تھا کہ میاں صاحب کی طرف سے مجھے دلائل الخیرات کی اجازت ہے اور یہ وظیفہ اس میں سے ہے۔ بے شک انسان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد صدقہ جاریہ کی صورت میں اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد نبوی ﷺ ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ - أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ - أَوْ وَلٍ صَالِحٍ يُدْعُو لَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه.

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجرا سے برابر ملتا رہتا ہے): ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ (467)

نوٹ:- میاں صاحب کی ایک بہن تھی۔ ان کے چھ (6) بیٹے اور چار (4) بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں کے نام بلحاظ عمر بالترتیب یہ ہیں۔ 1 شیخ منصور احمد۔ 2 شیخ اعجاز احمد۔ 3 شیخ محمود مسعود۔ 4 شیخ محبوب مسعود۔ 5 شیخ غلام فرید۔ 6 شیخ ندیم مسعود ضیا۔

## فقیر اہل سنت، گوہر عبدالغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(28 مارچ 1951ء - 4 فروری 2016ء)

سر گوہر عبدالغفار چک نمبر 476 گ ب، بزرگوال، ضلع فیصل آباد سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام دین محمد اور والدہ کا نام حیات بی بی ہے۔ آپ کی ولادت اٹھائیس مارچ انیس صد کیاون (28.3.1951) کو چک نمبر 213 گ ب میں ہوئی جو کہ آپ کے ننھیال کا آبائی گاؤں ہے۔ آپ کا ایک بھائی اور چار بہنیں ہیں۔

آپ نے 1966ء میں ڈی سی ہائی سکول (گورنمنٹ ہائی سکول) 476 گ ب سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1968ء میں گورنمنٹ کالج گوجرہ سے انٹر کا امتحان پاس کیا۔ گیارہ فروری انیس صد ستر (11.2.1970) کو آپ کے والد وفات پا گئے۔ نامساعد حالات کی وجہ سے باقاعدہ سلسلہ تعلیم جاری نہ رہا۔ آپ نے 71-1970ء میں گورنمنٹ نارمل سکول کمالیہ سے ایس وی کا کورس کیا اور گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر 1 سمندری (شہر) میں بطور ٹیچر تعینات ہوئے۔ آپ نے 1972ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بطور پرائیویٹ امیدوار بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی طرح 1974ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔ 1976ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ہی فرسٹ ڈویژن میں بی ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ 1976ء میں ہی مڈل سکول کوٹ بھائی خان تحصیل خوشاب میں ہیڈ ماسٹر لگ گئے۔ وہاں سے بطور ایس ایس ٹی گورنمنٹ ہائی سکول قائد آباد آ گئے۔ 1978ء میں گورنمنٹ ضیائش الاسلام ہائی سکول سیال شریف ضلع سرگودھا آ گئے۔ جنوری 1979ء کو گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول بھائی گیٹ لاہور آ گئے۔ 1979ء میں ہی پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایڈ کی ایوننگ کلاسز میں داخلہ لیا اور 1982ء کو ایم ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ 1983ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ 1984ء میں حزب الاحناف میں مولانا مہر دین سے دورہ حدیث مکمل کیا اور فضل درس نظامی کی سند لی۔ 1985ء میں ایڈاماڈل ہائی سکول شالیمار ٹاؤن لاہور میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے۔ گیارہ ماہ بعد دوبارہ گورنمنٹ سروس شروع کر لی۔ اپریل 1987ء کو عربی کے سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ کے طور پر گورنمنٹ ہائی سکول بھوانہ ضلع جھنگ میں مقرر ہوئے۔ یکم جولائی 1987ء کو بطور لیکچرر نیو گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان چلے گئے۔ 1993ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے تحت اسسٹنٹ پروفیسر آف ایجوکیشن کے لیے ہونے والے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ 4 دسمبر 1994ء کو گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر جوائن کیا۔ 2002ء میں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور کا کیمپس بن گیا۔ 2008ء کو آپ اسی یونیورسٹی کیمپس میں ترقی پا کر ایسوسی ایٹ پروفیسر ہو گئے۔ اپریل 2010ء کو بطور پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز، کھرڑیا نوالہ میں تعینات ہوئے۔ 27 مارچ 2011ء کو سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ آپ نے کیڈٹ کالج خوشاب میں بطور ہیڈ ماسٹر لوئر اینڈ سیکنڈری سکول خدمات سرانجام دیں۔

روحانی تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے 1971ء میں آپ نے حافظ ارشاد حسین نقشبندی مراڑی ہوی کی بیعت کی

اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد 1999ء میں سید محمد علی شاہ سجادہ نشین ٹھسکہ میراں جی وغوث پور شریف (انڈیا) حال مقیم، 79 روڈ پینسرہ ضلع فیصل آباد کے بیعت ہوئے۔ انہوں نے تکمیل نسبت پر 2000ء میں آپ کو خلافت عطا کی۔ اسی سال سید محمد علی شاہ کا وصال ہوا۔

4 اپریل 1975ء کو آپ کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ آپ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں نیک اور سعادت مند ہیں۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ ”ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو“۔ فقیر اہلسنت حضرت قبلہ گوہر عبدالغفار چشتی صابری اس فرمان اقدس پر زندگی بھر عمل پیرا رہے ہیں۔ آپ تمام عمر علمی، ادبی، تدریسی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

تصانیف:-

- 1- تناظرات تعلیم (بی ایڈ/ایم ایڈ)
  - 2- تعلیمات (بی ایڈ/ایم ایڈ)
  - 3- تعلیمی تحقیق (بی ایڈ/ایم ایڈ)
  - 4- تعلیمی عمل (بی ایڈ/ایم ایڈ)
  - 5- سکول انگلش (بی ایڈ)
  - 6- جوہر روح البیان (خلاصہ تفسیر روح البیان)
- آپ کی گراں قدر تعلیمی خدمات میں سے اہم ترین تعلیمی خدمت تفسیر روح البیان کا خلاصہ ہے۔ آپ نے نہایت محنت، احتیاط، توجہ اور مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔
- سروری قادری سلسلہ میں حصول فیض کے لیے تصور اسم ذات اور تصور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ”دعوت قبور“ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ”دعوت قبور“ میں کسی بزرگ کی قبر کے قریب بیٹھ کر کلام ربانی (سورہ فاتحہ، سورہ یسین، سورہ مزمل) پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو ایصال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنے کسی مسئلہ کے حل کے لیے یا روحانی فیض کے حصول کے لیے اس بزرگ سے رابطہ کیا جاتا ہے۔ یہ ”دعوت قبور“ مرشد کی اجازت سے عموماً رات کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ بغیر اجازت کے ”دعوت قبور“ پڑھنے سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ ارواح مقدسہ سے استمداد اور حصول فیض کو مستحسن تصور کیا جاتا ہے بلکہ دیگر سلاسل کے بزرگوں سے روابط اور ان سے فیض حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ دیگر سلاسل میں اس ضمن میں کافی پابندیاں ہیں اور دیگر بزرگوں سے کسب فیض کو اچھا تصور نہیں کیا جاتا۔

۲۰۰۷ء میں سروری قادری سلسلہ میں خلافت ملنے کے بعد بندہ عاجز کو جب بھی حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ حاضری کا موقع ملا تو وہاں مراقبہ کرنے پر فوراً رابطہ ہوا اور رہنمائی ملی۔ ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء کے دوران میں ایم اے ایجوکیشن کی تعلیم کے دوران، یونیورسٹی آف ایجوکیشن کے فیصل آباد کیمپس میں پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابری سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ان کے ساتھ کبھی کبھار روحانیت کے موضوع پر گفتگو ہو جاتی تھی۔ ایک دن دوران مراقبہ شوق پیدا ہوا کہ میں چشتی صابری سلسلہ کا فیض حاصل کروں۔ مراقبہ میں سرکار میراں بھیک چشتی صابری رحمۃ

اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔ انہوں نے مجھے مصلیٰ، تسبیح، کنگھی اور شیشہ عنایت فرمائے۔ انہوں نے فرمایا کہ گوہر عبدالغفار فقیر اہل سنت ہیں ان کے ذریعے آپ کو چشتی صابری سلسلہ کا فیض ہوگا اور خلافت بھی ملے گی۔ بندہ عاجز نے اپنے استاد محترم سے اس مشاہدہ کا ذکر کیا مگر خلافت کا ذکر نہ کیا۔ اس کے بعد مجھے مرشد کریم نے وسیلہ اور نگاہ شفقت کی بدولت چشتی صابری سلسلہ کا فیض ہونے لگا۔ قریباً ایک سال بعد استاد محترم سرگوہر عبدالغفار نے فرمایا کہ مجھے مشائخ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ کو چشتی صابری سلسلہ کی خلافت عطا فرمائی جائے۔ اس لیے حکم کے مطابق آپ کو سلسلہ کی خلافت دی جاتی ہے۔

سرگوہر عبدالغفار کو ”فقیر اہلسنت“ قرار دیے جانے پر مجھے بہت حیرت تھی۔ وہ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ وہ منکسر المزاج تھے اور ہر ایک کی دلجوئی کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بہت زیادہ نامور نہیں تھے۔ ان کا حلقہ ارادت بھی بہت وسیع نہیں تھا۔ انہوں نے خود کبھی اپنے روحانی مرتبہ و مقام کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ انہیں خواب میں یا حالت بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے پاس حاضری کا ذکر اس قدر مفصل انداز سے فرماتے تھے کہ سننے والا خود کو حاضر حضور پاتا تھا اور اسے حاضری کی کیفیات محسوس ہونے لگتی تھیں۔ آپ سچے عاشق رسول تھے۔ سرکار سے نسبت، تعلق اور عشق اس قدر تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر شروع ہوتے ہی آپ کا چہرہ جوش جذبات سے سرخ ہو جاتا اور ان جذبات پر قابو پانے کے لیے گفتگو کا رخ تبدیل کرنا پڑتا۔ آپ عجز و انکسار، ادب و احترام اور سادگی و عاجزی کا عمل پیکر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ فروری ۲۰۱۶ء کو بوقت ۶ بجے شام وفات پائی۔ آپ کی وفات سے قریباً دو ماہ قبل، آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ ۲۹ نومبر ۲۰۱۵ء کو بندہ عاجز کے غریب خانہ، چشتیہ کالج، طارق آباد میں منعقدہ سالانہ محفل میلاد کے موقع پر آپ نے فی البدیہہ ”مناجات“ کہی۔ پروفیسر طاہر صدیقی جو کہ علم عروض کے ماہر، نعت گو شاعر ہیں انہوں نے مناجات پڑھ کر کہا علم عروض کے مطابق یہ مناجات عین درست ہے۔ انہوں نے اس کی بحر کا بھی ذکر کیا ہے۔ سرگوہر عبدالغفار، علم عروض سے آگاہ نہیں تھے۔ ان کا آمد کی کیفیت میں کہا گیا یہ کلام ان کی اعلیٰ سوچ اور اعلیٰ روحانی مقام کا مظہر ہے۔

وفات سے چند روز قبل ان کا مجھے فون آیا۔ انہوں نے فرمایا، ”مجھے سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہگار کو ”میرا گوہر“ کہہ کر خطاب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی ہے کہ آپ کو لوح محفوظ پر بھی لکھی ہوئی اپنی مدت حیات بڑھانے کا اذن دیا گیا تو آپ نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔“ سرکار نے مجھ گناہگار پر بہت کرم فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں، ”قبر کی تیرگی سے کیوں گھبراتے ہو؟ وہاں روشنی ہوگی اور میں تمہارے استقبال کے لیے میں وہاں موجود ہوگا۔“

اس کے بعد سرگوہر نے راقم الحروف سے فرمایا، ”اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ آپ فیصل آباد آئیں گے تو بات ہوگی۔“ چند روز بعد آپ وصال فرما گئے۔ وصال سے قبل آپ نے اپنے اہل خانہ کو وصال کی خبر دی۔ اپنی تجویز و تمفیض کے سلسلہ میں وصیت کی، غسل کیا، خط بنوایا۔ اپنے احباب کے ساتھ گفتگو کے دوران ہی اچانک چہرہ ایک طرف ڈھلک گیا اور یارسول اللہ پکارتے ہوئے جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ آپ کے چہرے پر طمانیت اور مسکراہٹ تھی۔ آخری

وقت آپ نے اپنے احباب کو ایک انگوٹھی دکھائی اور انہیں بتایا کہ ”یہ انگوٹھی مجھے نبی کریم ﷺ نے عنایت فرمائی ہے۔ اسے تکلفین کے وقت میرے سینے پر رکھ دیا جائے اور ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔“ ان کی وصیت کے مطابق وہ انگوٹھی آپ کے ساتھ ہی سپردِ خاک کر دی گئی۔ آپ کے آخری ایام کے واقعات سے آشکار ہوا کہ آپ کو دربارِ نبوی ﷺ میں نہایت قرب حاصل تھا۔ اسی لیے آپ کو فقیرِ اہلسنت کا لقب عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دائمًا ابدًا نزولِ رحمت فرمائے۔ (آمین)

## نمونہ کلام

### نعت شریف (استغاثہ)

یہ غوغا ہے سپردِ خاک کرنے کی شتابی ہے	نہ نیکی ہے نہ توبہ کا سہارا یا رسول اللہ
قبر کی تیرگی وحشت کا منظر پیش کرتی ہے	بنا تیرے نہیں بے کس کا چارا یا رسول اللہ
برے جن کو بتایا آپ نے کہ یہ تو میرے ہیں	انہی کا یہ بھی ہے بندہ تمہارا یا رسول اللہ
سزاوارِ جہنم تھا مگر اکثر یہ دیکھا ہے	اسے بخشش ملی جس نے پکارا یا رسول اللہ
شفیع المذنبین ہیں آپ اور امت کے والی ہیں	بچالیں اپنے بندے کو خدا را یا رسول اللہ
دہائی سن کے اُس کی حضرت آدم نے فرمایا	یہ مجرم، مجرم ہے تمہارا یا رسول اللہ
نجاست اٹھ گئی سرکار اس ارضِ مقدس سے	زمین کا بوجھ تھا گوہر تمہارا یا رسول اللہ

## مناجات

میں پتلا جرمِ خطانواں دا میرے جیڈ کوئی اوگن ہار نہیں  
دیویں معافیاں سوہنیا محبوبا تیرے جیڈ کوئی بخشن ہار نہیں  
پھولیں نہ دفترِ بدیاں دے دھکیں نہ در توں عاصی نو  
تیرے در باجوں کوئی در وی نہیں تیرے جیڈ کوئی سرکار نہیں  
سر چائی پنڈ عذاباں دی جھولی خالی رہی ثواباں دی  
رکھیں دُور حساب کتاباں توں تینوں کوئی وی چچھن ہار نہیں  
جو کرنا سی اوہ ہويا نہیں نہ کرنا سی جو ہويا اے  
ہُن عدلوں تھر تھر کنبد ہاں بن فضلوں بیڑا پار نہیں  
تیرے کرم دا کوئی انت نہیں میرے جرماں دی وی حد نہیں  
مانواں توں ودھ کے پیار تیرا تیرے جیڈ کوئی دلدار نہیں  
جد جاگے بھاگ غریباں دے پھر آئے دوار جیپیاں دے  
جتھے مجرم بخشے جاندے نے اوہدے جیڈ کوئی غم خوار نہیں  
صدقہ محبوب یگانے دا رکھیں بھرم گوہر دیوانے دا  
تیرے ہر قانون دا مانی ہاں قدرت دا وی انکار نہیں

## تایاجی فریاد رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا قرب عطا فرمانا چاہتا ہے تو اسے کسی مصیبت، پریشانی، آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ آزمائش انسان کو ذاتِ باری تعالیٰ کی پناہ تلاش کرنے، اس پر توکل کرنے اور اس کے اسرار سے آگاہ ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی 1981ء میں بندہ عاجز اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ ہوا۔ بندہ عاجز کے والد محترم نے اپنی ہمیشہ کے بیٹے کے ساتھ اپنی دختر کی شادی کر دی۔ تعلیم و تمدن کے لحاظ سے دونوں خاندانوں میں کافی فرق تھا۔ یہ رشتہ زیادہ دیر تک نبھ نہ سکا۔ والد محترم نے ان سے علیحدگی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اچھے طریقے سے علیحدگی اختیار کرنے کے بجائے لڑائی جھگڑے شروع کر دیے۔ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ گئی۔ مختصر سے عرصے میں ہی انہوں نے ہمارے خلاف قریباً پینتیس چالیس (35/40) بالکل جھوٹے، بے بنیاد دیوانی (Civil) و فوجداری (Criminal) مقدمات قائم کر دیے۔ ان کا جب جی چاہتا ہم پر حملہ آور ہوتے۔ کبھی گھر پر، کبھی بازار میں، کبھی پکھری میں جھگڑے کی کوئی نہ کوئی صورت بن جاتی اور نیا مقدمہ قائم ہو جاتا۔ بندہ عاجز کے والد محترم نیک فطرت اور تحمل مزاج انسان تھے۔ انہوں نے جارحانہ کے بجائے مدافعتی حکمت عملی اختیار کی۔ انہوں نے دشمن کے خلاف کوئی جھوٹا مقدمہ دائر نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں مسلح مدافعت کی تعلیم و ترغیب دی۔ بس دیانتداری اور ہمت سے سے ان معاندانہ کاروائیوں کا جواب دیتے رہے۔ عدل و انصاف حاصل کرنے کے لیے ہر سطح پر رشوت دینا پڑتی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اگر کوئی مقدمہ قائم ہوتا تو اسے ایس آئی (ASI) یا انسپکٹر (Inspector) کی سطح کا تفتیشی افسر مقرر ہوتا۔ ہم خود کو بے گناہ اور فریق مخالف گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔ فریق مخالف زیادہ مالدار تھا۔ وہ ہمارے خلاف فرضی وقوعہ کی بنا پر ایف آئی آر درج کراتا، پیشہ ور گواہ پیش کرتا اور ایک نیا محاذ کھول دیتا۔ کچھ دیانتدار افراد کو چھوڑ کر ہر سطح پر رشوت لینے والے لوگ موجود تھے۔ اگر ہمیں کوئی تفتیشی افسر بے گناہ تسلیم کر کے مقدمہ خارج کرنے کا فیصلہ دیتا تو فریق مخالف ایس پی، ڈی آئی جی یا آئی جی کے پاس از سر نو تفتیش یا تفتیشی افسر کی تبدیلی کی درخواست دے دیتا۔ اس طرح ایک جھوٹے مقدمہ سے چھٹکارا پانے کے لیے قریباً پانچ چھ تفتیشی افسران کے پاس بار بار پیش ہونا پڑتا۔ اگر کوئی مقدمہ ہر سطح پر قابل اخراج قرار پاتا تو فریق مخالف عدالت میں درخواست دے کر (استغاثہ دائر کر کے) ٹرائل شروع کر دیتا۔ یہی صورت حال دیوانی مقدمات کی تھی۔ والد محترم ہمارے سات بھائیوں اور دو بہنوں پر مشتمل خاندان کے واحد کفیل تھے۔ وہ کپڑے کے تاجر تھے۔ اس بحران کی وجہ سے، مقدمات کی پیروی، وکیلوں کی فیسوں کی ادائیگی اور ہر سطح پر حصول انصاف کے لیے اخراجات کی وجہ سے ان کا کاروبار بالکل ٹھپ ہو گیا اور ہر ممکن جگہ سے قرض لینا پڑا۔ میں ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس وقت میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں (81-80ء) کے سیشن میں ایف ایس سی (F.Sc) کا سٹوڈنٹ تھا۔ اس وقت میری عمر قریباً اٹھارہ (18) سال اور چھوٹے بھائی مقصود کی عمر قریباً سولہ (16) سال تھی۔ ان دنوں دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد کے قریب چشتی دواخانہ کے عامل باوانے مجھے حضور غوث اعظم پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی منقبت پڑھنے



کے لیے دی۔ میں وہ منقبت روزانہ رات کو بعد نماز عشاء پڑھنے لگا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ بزرگوں کی محفل ہے۔ اس میں نمبر پر حضور پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں۔ دائیں بائیں دو قطاروں میں نہایت مؤدب انداز سے بزرگ کھڑے ہیں۔ میں بزرگوں کی اس دورویہ قطار سے گزر کر پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ہمشیرہ کے ہمراہ حاضر ہوتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور قرآن حکیم سے کوئی وظیفہ تجویز فرماتے ہیں۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے وہ وظیفہ یاد تھا۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کو وہ وظیفہ بتا دیا۔

ان جھوٹے مقدمات کے دوران مجھے اپنے والد محترم کے ہمراہ دوبار (82-10-14 اور 82-10-16) کو جیل میں بھی جانا پڑا۔ دوسری بار قریباً ایک ماہ جیل میں رہنا پڑا۔ فیصل آباد جیل میں مجھے یونیورسٹی کیمپس کے نام سے منسوب بارک میں رکھا گیا وہ نئی بارک بنی تھی۔ وہاں کا ماحول قدرے صاف اور بہتر تھا۔ اس میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے مقدمہ قتل میں ملوث کچھ طلباء رہے تھے، جن کے ساتھ مجھے رکھا گیا۔ میں نے وہاں قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی۔ وہاں چند ایک بار مکمل قرآن حکیم پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ شروع میں وہاں آزادی صلب ہونے پر بہت زیادہ نفسیاتی و ذہنی تکلیف اور جذباتی کرب محسوس ہوا۔ تلاوت قرآن حکیم کی بدولت ذہنی اور قلبی سکون مل گیا۔ وہاں ایک روز خواب میں مجھے ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ اس ماہ کی سولہ (16) تاریخ کو آپ کو آزادی مل جائے گی۔ میں نے یونیورسٹی کیمپس میں موجود دیگر قیدیوں کو بتایا کہ ان شاء اللہ مجھے جلد رہائی نصیب ہو جائے گی۔ رہائی کی تاریخ بھی مجھے بتادی گئی ہے۔ انہوں نے تاریخ پوچھی مگر میں نے ان کے اصرار کے باوجود انہیں تاریخ نہیں بتائی میں نے انہیں صرف اتنا بتایا کہ رہائی کی تاریخ میں چھ کا ہندسہ آتا ہے۔ وہ سائنس سٹوڈنٹس تھے سب میری نوعمری دیکھ کر میرا مذاق اڑانے لگے۔ کہنے لگے، آپ تو ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ آپ کو غیب کی کیسے خبر ہوگئی؟ میں نے صرف اتنا کہا کہ میں ولی اللہ نہیں ہوں مگر اللہ میرا ولی ہے۔ انتظار کریں سچ، جھوٹ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پندرہ (15) تاریخ کو پیغام آیا کہ آپ کی ضمانت ہوگئی ہے سب میرا مذاق اڑانے لگے۔ میں خود بھی حیران تھا کہ یہ بشارت درست کیوں نہیں نکلی؟ میں اپنا سامان باندھ کر تیار ہو گیا۔ دیگر قیدیوں کے ساتھ جن کی ضمانت ہوگئی تھی، مجھے بھی بیرک (barrack) کے صحن میں بٹھادیا گیا۔ سب کی آزادی کے پروانے پہنچ گئے مگر میرا میرے والد صاحب، بھائی اور دیگر عزیز رشتہ داروں کی آزادی کا پروانہ (ضمانت منظور ہونے اور رہائی کا حکمنامہ) موصول نہ ہوا۔ یہ اطلاع ملی کہ نج صاحب نے ضمانت منظور کر لی تھی حکمنامے پر دستخط نہیں کیے کہ اچانک انہیں فون آیا اور وہ چلے گئے۔ کل حکمنامے پر دستخط ہوں گے اور آپ کو جیل سے رہا کیا جائے گا۔ وہ رات بھی جیل میں گزری۔ جیل کے ساتھی جو مذاق اڑا رہے تھے، چپ رہ گئے۔ اگلے دن حکمنامہ موصول ہو گیا اور بشارت کے مطابق سولہ (16) تاریخ کو مجھے رہائی مل گئی۔

بندہ عاجز اور اس کے اہل خانہ پر ابتلاء کا یہ دور چار سال (1981 تا 1984ء) تک رہا۔ اس دوران قرآن و آثار سے معلوم ہوا کہ ہمارا مخالف ہماری تباہی و بربادی اور ہلاکت کے لیے تعویذ دھاگے اور جادو وغیرہ کا بھی سہارا لے رہا ہے۔ ان اثرات سے نجات کے لیے اور استمدادِ روحانی طلب کرنے کے لیے جہاں کہیں بھی کسی اللہ والے کا علم ہوا بندہ عاجز وہاں پہنچ گیا۔ ہر جگہ سچے جھوٹے عاملین دکانداریاں سجائے بیٹھے تھے اور حیلہ بہانے سے مال و زرا اکٹھا کر رہے تھے۔

دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے متولی عارف مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ایک شاہ صاحب سے رابطہ ہوا۔ انہوں نے فی سبیل اللہ ہماری مدد کی۔ حالات میں وقتی طور پر کچھ بہتری نظر آئی مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ان دنوں والد محترم کے ایک دوست، دادا جی (عمر دین مرحوم) کے سلمہ ستارے کے کام میں شاگرد، تایا جی فریاد سے ملاقات ہوئی۔ وہ انارکلی بازار فیصل آباد میں سلمہ ستارے (کڑھائی، کشیدہ کاری) کا کام کرتے تھے۔ وہ اکثر ہم سے ملنے آتے تھے۔ اچھے الفاظ میں تسلی اور دلاسا دیتے تھے۔ وہ اکثر نہایت عقیدت سے اولیاء اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھے اور برادر من مقصود علی کو بتایا کہ آپ کے دادا جی انڈیا (لودھیانہ) میں کسی بزرگ کے معتقد تھے۔ اکثر ان کے پاس حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔ کئی برس حاضری کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک دن وہ بزرگ آپ کے دادا جی سے کہنے لگے، ”عمر دین! تمہیں میرے پاس آتے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ تم نے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ یہاں لوگ ہر طرح کے مسائل لے کر آتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کا دامن مراد بھر دیتی ہے۔ تمہارا کوئی مسئلہ حاجت یا ضرورت ہے تو بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مراد پوری ہوگی۔“ آپ کے دادا جی نے عرض کیا کہ آپ کے پاس حاضری کی وجہ آپ کی محبت ہے۔ مجھے کوئی طلب نہیں۔ ہاں اولاد کی نعمت سے اب تک محروم ہوں۔ دعا فرمادیں۔ بابا جی نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ عمر دین! اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آپ کی دادی وفات پا گئیں۔ آپ کے دادا کی عقیدت اس قدر راسخ تھی کہ آپ کی دادی کو دفن کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ بابا جی کے پاس برسوں حاضر رہا ہوں۔ ان کا کہا کبھی بھی غلط ثابت نہیں ہوا۔ میری بیوی زندہ ہے۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ ابھی تو ہمیں اولاد عطا ہونی ہے۔ وہ کیسے مر سکتی ہے؟ وہ تو زندہ ہے۔ عزیز واقارب نے دادا جی کو کمرے میں بند کر کے جنازہ اٹھایا اور دادی اماں کی تدفین کی۔ بعد میں دادا جی کی دوسری شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی اور تین بیٹے عطا فرمائے۔ دادا جی پھر تردد کا شکار ہو گئے کہ بابا جی نے ایک بیٹی اور دو بیٹوں کی بشارت دی تھی۔ ان کا ادھر دھیان نہ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دو کے بجائے تین بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ اس سے بشارت بھی پوری ہوئی اور مزید اولاد زینہ بھی عطا ہوئی ہے۔ جب آپ کے دادا مترّد ہوئے تو کچھ عرصہ بعد تیسرا بیٹا کسی بیماری کا شکار ہوا۔ بعد از علاج معالجہ بھی تندرست نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ تایا جی فریاد کی باتوں سے ہمت حوصلے میں اضافہ ہوتا تھا۔ عبادت اور ذکر الہی کی رغبت ملتی تھی۔ اولیاء اللہ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا تھا۔ بندہ عاجز اور اس کا بھائی اکثر تایا جی کی دکان پر ان سے ملنے جاتے تھے۔ کافی وقت ان کے ساتھ گزرنے لگا۔ وہ علم الاعداد، علم الحروف اور پامسٹری کے بھی ماہر تھے۔ خوابوں کی تعبیر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی بتائی ہوئے تعبیر درست نکلتی تھی۔ وہ نام کے حوالے سے شخصیت اور اس کے اوصاف کے بارے میں حیرت انگیز حد تک درست بتاتے تھے۔ بندہ عاجز کو بھی اس وجہ سے پراسرار، روحانی علوم سے دلچسپی ہو گئی اور اس نے روحانی علوم سے متعلقہ کتابیں پڑھنا اور انہیں مشاہداتی اور تجرباتی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیا۔ جو بات سمجھ نہ آتی وہ تایا جی سے پوچھ لیتا تھا۔ وہ اچھی طرح سے سمجھا دیتے تھے۔ لوگوں کے ناموں، ان کی شخصیات، عادات اور اطوار، خوابوں اور ان کی تعبیر پر غور و فکر کی وجہ سے مختلف علوم میں کافی سمجھ بوجھ پیدا ہو گئی۔ بندہ عاجز کی کہی گئی باتیں کافی زیادہ حد تک درست نکلتیں۔ ان علوم میں دلچسپی اور ان کی تفہیم میں تایا جی نے بنیادی کردار ادا کیا۔

تایا جی جو کہتے تھے درست ثابت ہوتا تھا۔ ان کی کہی ہوئی بات پتھر پر لکیر ثابت ہوتی تھی۔ وہ عبادت گزار، پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ اور نہایت نیک کردار انسان تھے۔ خوش گفتار، ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔ راست گوار اور راست روتھے۔ میں اکثر ان سے سوال کرتا تھا کہ تایا جی آپ مختلف علوم کے حوالے سے جو باتیں بتاتے ہیں وہ کتابوں میں لکھی نظر نہیں آتی آپ نے یہ سب کچھ کیسے اور کن سے سیکھا ہے؟ ایک دن انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھا ہی دیا۔ کہنے لگے کراچی سے چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ فیصل آباد میں آئے تھے۔ وہ میرے دوست کے پیر و مرشد تھے۔ وہ سید تھے۔ میں اپنے دوست کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کافی محبت سے پیش آئے۔ رات کو سویا تو وہ خواب میں آئے اور کہنے لگے کہ فریاد آنکھیں کھولو! دیکھو! میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ میں تمہاری روحانی تعلیم و تربیت کے لیے آیا ہوں۔ آنکھیں کھولی تو شاہ صاحب کو اپنے سامنے موجود پایا۔ شاہ صاحب نے مجھے دین کے بارے میں کچھ تعلیم دی۔ اس کے بعد وہ روز رات کو تشریف لاتے رہے اور مجھے مختلف علوم کی تعلیم دیتے رہے۔ وہ جو کچھ بتاتے تھے میں وہ ایک ڈائری میں لکھ لیتا تھا۔ تعلیم کا یہ سلسلہ کئی برس جاری رہا۔ ایک روز انہوں نے تعلیم مکمل ہونے کی بشارت دی۔ دورانِ تعلیم میں نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ آپ کراچی میں کہاں رہتے ہیں، مجھے ایڈریس بتادیں۔ میں آپ کو وہاں ملنے آؤں گا۔ انہوں نے اصرار کرنے پر مجھے ایڈریس تو بتا دیا مگر کہا کہ تم مجھے ملنے تو آؤ گے پرل نہیں سکو گے۔ وہاں تمام لوگ مجھے جھوٹا، فراڈیا، ٹھگ کہتے اور سمجھتے ہیں۔ مشیت ایزدی کی وجہ سے میں وہاں کافی بدنام ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ سے ضرور ملوں گا۔ میں ان کے بتائے ہوئے ایڈریس پر کراچی پہنچا۔ ان کے بارے میں جس سے بھی پوچھا اس نے برے الفاظ سے ان کا ذکر کیا۔ میں شاہ صاحب سے ملے بغیر ہی واپس آ گیا۔ واپسی پر شاہ صاحب پھر رات کو مجھے ملے۔ کہنے لگے، ”فریاد! حیرت ہے، تم بھی ان لوگوں کی باتوں میں آ گئے۔ تم تو میرا راز جانتے ہو“۔ میں بہت شرمندہ ہوا اور شاہ صاحب سے معافی مانگی۔ انہوں نے معاف فرما دیا۔ روحانی تعلیم و تربیت کی تکمیل پر مجھے فیصل آباد کی ولایت عطا ہوئی۔ تمام شہر پر میری ڈیوٹی لگا دی گئی۔ یہ ڈیوٹی بہت سخت ہوتی ہے۔ روحانیت کا محکمہ فوج کے محکمہ سے زیادہ سخت، منضبط و مربوط ہوتا ہے۔ اس میں حکم عدولی کی گنجائش نہیں۔ بندہ عاجز نے تایا جی! سے سوال کیا کہ ڈیوٹی کس طرح کی ہوتی ہے؟ اس سے مخلوق خدا کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس ڈیوٹی کی بدولت مخلوق خدا آفاتِ سماوی وارضی سے نجات پاتی ہے۔ فتنہ و فساد سے حفاظت اور نجات پاتی ہے۔ میں نے کہا اس کی کوئی مثال دیں۔ انہوں نے بتایا کہ فتنہ مرزاہیت (فتنہ قادیانیت) کے خلاف جب تحریک چلی تو فیصل آباد میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ کئی جگہ مظاہرین نے آگ لگا دی۔ ایک دن کرفیو کے فوری نفاذ کی وجہ سے میں پیپلز کالونی فوارہ چوک کے نزدیک اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ شاہ صاحب تشریف لے آئے اور حکم دیا کہ فوراً گھنٹہ گھر پہنچو! میں نے فوراً سائیکل لی اور گھر سے گھنٹہ گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ انکار کی گنجائش نہیں تھی کہ شہر میں کرفیو نافذ ہے۔ گھر سے باہر نکلنے والے کو گولی مارنے کا حکم ہے۔ شاہ صاحب کے ذریعے ملنے والے حکم کی پابندی ضروری تھی۔ میں گھر سے نکلا (میں پور بازار/ کچہری بازار سے) گھنٹہ گھر پہنچا۔ راستے میں یا گھنٹہ گھر موجود پولیس کے افراد نے مجھے نہ روکا۔ گھنٹہ گھر کے پاس کھڑے ایس پی پولیس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ کرفیو میں یہ پاگل شخص سائیکل لیے کدھر گھوم پھر رہا ہے! پاس ہی ایک پولیس انسپکٹر کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ سر! انہیں جانے دیں۔ میں انہیں جانتا ہوں! وہاں سے میں ریل بازار

میں داخل ہوا۔ مراد کلاتھ ہاؤس کے پاس سے گزرا جسے کہ آگ لگی ہوئی تھی۔ وہاں سے میں ریل بازار گئی کے پاس سے گزر کر واپس گھر پہنچ گیا۔ میں نے کہا، ”تایاجی! آپ کے اس چکر لگانے سے کیا فائدہ ہوا؟“ کہنے لگے، میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جدھر سے گزرتا چلا جاتا تھا۔ آگ بجھتی چلی جاتی تھی۔ میں نے کہا، تایاجی! وہ انسپکٹر آپ کو کس طرح جانتا تھا۔ تایاجی کہنے لگے میں آرمی اور پولیس کے بیچ (Badge) بناتا ہوں۔ یہ انسپکٹر میرے پاس بیچ بنوانے آتا تھا۔ ایک دن اس نے کوئی بات کی تو مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میں غصے میں آیا اور اس سے کہا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ ورنہ تمہیں جلا دوں گا۔ وہ ڈر کر بھاگ گیا۔ میں نے کہا، تایاجی! اگر وہ آپ کے کہنے پر نہ جاتا تو کیا آپ اسے جلا دیتے؟ کہنے لگے، ہاں! بالکل! اس وقت کیفیت ہی ایسی تھی۔

تایاجی! سے پہلی بار مجھے پتہ چلا کہ صاحب ولایت کا مقام اور کام کیا ہوتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ و مشاہدہ یہی ہے کہ وہ جو کہتے تھے، کر دیتے تھے۔ سچ بولتے تھے اور ان کا کہا ہوا سچ نکلتا تھا۔ مثلاً 1982ء کی بات ہے۔ جب ہمارے حالات بہت خراب تھے اور مشکلات و مصائب کے عذاب سے چھٹکارا پانا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ روزانہ نئے نئے گوں ناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک دن میں نے تایاجی سے عرض کیا۔ تایاجی کیا ہمارے حالات ہمیشہ اسی طرح خراب رہیں گے؟ انہوں نے کہا کہ یہ دیوی آزمائشیں روحانی (اصلاحی و تعمیری) کورسز کی طرح ہوتی ہیں۔ ہر کورس کی ایک مدت ہوتی ہے۔ آپ کے اس کورس کی بھی ایک مدت ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کورس کی مدت کیا ہے؟ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں نے بار بار پوچھا مگر وہ ٹالتے رہے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ ناراض نہیں ہوئے اور مجھے ڈانٹا بھی نہیں۔ وہ چاہتے تو مجھے ڈانٹ کر بھگا دیتے، ایک دو لگا بھی دیتے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ دکھی بندے کو مزید تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے رہے اور میری ضد میں اضافہ ہوتا رہا۔ میں نے کہا کہ تایاجی آج میں بہر صورت اس سوال کا جواب لے کر جاؤں گا۔ میں صبح سے رات گئے تک ان کی دوکان پر بیٹھا رہا۔ رات کو ان کے ساتھ دوکان بند کرائی اور ان کے ساتھ ہی چل پڑا۔ انہوں نے کہا کہ اب گھر چلے جاؤ! ضد نہ کرو! میں نے کہا آپ میرے سوال کا جواب دے دیں۔ نہیں تو میں آپ کے ساتھ ہی آپ کے گھر جاؤں گا۔ آپ اپنے گھر میں مجھے جگہ نہیں دیں گے تو آپ کے گھر کے باہر ہی بیٹھا رہوں گا۔ وہ بھوانہ بازار سے باہر نکل کر، نڑوالے اڈہ سے وگین پر سوار ہو کر پیپلز کالونی فوارہ چوک کے نزدیک اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ میں بضد تھا اور ان کے ساتھ ہی بھوانہ بازار سے نکل رہا تھا۔ آخر میں میری ضد کے آگے ان کی محبت ہار گئی۔ کہنے لگے جتنا وقت گزر گیا ہے اتنا ہی رہ گیا ہے میں نے کہا مجھے واضح بتائیں۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ سال گزر گیا ہے اور ڈیڑھ سال رہ گیا ہے۔ (468)

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ دل اطمینان پا گیا کہ آدھا عرصہ گزر گیا ہے۔ ان شاء اللہ باقی آدھا وقت بھی گزر جائے گا۔ میں نے دنوں اور مہینوں کا شمار رکھا۔ الحمد للہ! ان کے بتائے ہوئے وقت کے عین مطابق ایک بھی دن کی کمی بیشی کے بغیر ہماری اپنے دشمنوں سے صلح ہو گئی۔ تمام مقدمات ختم ہو گئے۔ تمام مشکلات، مسائل اور مصائب سے بفضل تعالیٰ بواسطہ بوسیدہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نجات نصیب ہو گئی۔

تایاجی کی محبت و شفقت، ان کے علم و عرفان اور فیضانِ روحانی سے متعلقہ کئی باتیں مجھے یاد ہیں۔ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر قدرے اختصار سے کام لیتے ہوئے، اہل ذوق اور اہل محبت افراد کی تسکین کے لیے صرف ایک دو واقعات مزید سپردِ قلم کرتا ہوں۔

ایک بارتایاجی نے پیشین گوئی کی کہ تم ڈاکٹر بن جاؤ گے۔ میں حیران ہوا کہ ناسازگار حالات کی وجہ سے ایف ایس سی کی تعلیم ادھوری رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر کیسے بنوں گا۔ بعد میں ہومیوپیتھک تعلیم بھی حاصل کی مگر تسلی نہ ہوئی۔ جوانی اپنے اہل و عیال کے بہتر مستقبل کے لیے کوشش کرتے گزر گئی۔ الحمد للہ مجھے ادھیڑ عمری میں پی ایچ ڈی کی سطح پر تعلیم حاصل کرنے اور کورس ورک مکمل کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اس طرح ان کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

ایک روز مجھے شدید بخار ہوا۔ کندھوں پر اور کمر پر شدید دباؤ تھا اور کمر درد کر رہی تھی۔ بھائی مقصود، تایاجی سے ملنے جا رہے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے تایاجی کو سلام بھیجا۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد میرا بخار اتر گیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسے ہوا جبکہ میں نے کوئی میڈیسن بھی نہیں کھائی۔ بخار اترنے پر میں نے غسل کیا اور اپنے گھر واقع گلستان کالونی سے پندرہ بیس منٹ میں بھوانہ بازار میں تایاجی فریاد کی سلمہ ستارے والی دکان پر پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی تایاجی مسکرائے۔ کہنے لگے، مقصود علی نے آپ کا سلام کہہ دیا تھا۔ سناؤ بخار اتر گیا ہے؟ میں نے کہا۔ تایاجی سمجھ نہیں آئی کہ بخار چانک کیسے اترتا؟ تایاجی، مسکرائے کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا نام لیا، دعا مانگی تھی کہ بخار اتر جائے اور تم سے ملاقات بھی ہو جائے۔

تایاجی فریاد، پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، نور محمد پوری (کھیس/کمل) والے کے بیٹے حاجی عبد الرحیم چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 20 جنوری 2010ء) کے مرید تھے۔ صاحبزادہ غلام صدیقی (حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند) بیان کرتے ہیں کہ متوفی فریاد رحمۃ اللہ علیہ 1973ء کے قریب میرے والد کے بیعت ہوئے تھے۔ انہیں مرشد کامل کی تلاش تھی۔ میرے دادا جی انہیں خواب میں ملے۔ خواب میں انہیں اپنا گاؤں چک نمبر 106 گ ب پھرالہ دکھایا۔ اپنے ٹھکانے (مزار) کی نشاندہی کی۔ گاؤں کا ایڈریس اور گاؤں تک پہنچنے کے راستے کی نشاندہی کی۔ اس ایڈریس پر پہنچ کر وہ والد محترم مرحوم و مغفور (حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کے بیعت ہوئے۔ انہیں قریباً تیس سال میرے والد کی رفاقت میسر رہی۔ وہ بے باکانہ، دو ٹوک انداز سے گفتگو کرتے تھے مختلف علوم کے ماہر تھے۔ کسی کو جو کہہ دیا وہ بفضل تعالیٰ پورا ہو جاتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بہت عظمت اور فضیلت عطا کی ہے۔ انسان مجبور محض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسرار و رموز سے آگاہی عطا فرمائی ہے اور اسے بہت سے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔

تایاجی فریاد رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے قریباً بارہ سال قبل (2003ء کے قریب) وفات پائی۔ ان کے صاحبزادہ افتخار احمد نے راقم الحروف کو بتایا کہ وفات سے کچھ روز قبل ان پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وہ پنجابی کے بجائے اردو بولنا شروع ہو گئے تھے۔ جو کوئی آتا اسے چائے پانی پلانے کو کہتے۔ بعض لوگوں کی آمد پر مضطرب ہو جاتے تھے اور ہمیں کہتے تھے کہ انہیں واپسی جانے کو کہہ دیں۔ وفات کے روز انہوں نے ہم تینوں بھائیوں کو اپنی دکانوں پر جانے سے روک دیا۔ کہنے لگے کہ آج دکانیں نہ کھولیں۔ گھر پر ہی رہیں۔ اسی روز وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گئے۔

راقم الحروف کو ان کی وفات کی خبر اپنی ہمشیرہ سے ملی۔ راقم الحروف کی والدہ بیمار تھیں۔ تایاجی فریاد رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے اور بتایا کہ انہیں فلاں میڈیسن کھلائیں۔ ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔ بندہ نے اس خواب کا اپنی والدہ اور ہمشیرہ سے ذکر کیا تو ہمشیرہ نے بتایا کہ چند روز قبل میں انارکلی، ان کے بیٹے کی دکان پر گئی تھی تو علم ہوا کہ وہ کچھ عرصہ پہلے وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بواسطہ و بوسیہ اور بشفاعت نبی کریم ﷺ ان کے مدارج بلند فرمائے۔ آمین۔



## ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳۳ء تا ۲۰۱۱ء)

ڈاکٹر محمد شفیق نہایت مخلص، سادہ، دیانتدار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ راقم الحروف سے 1983ء تا 2011ء تک، تادمِ آخریں ان کا تعلق اور رابطہ رہا۔ وہ چند ایک ماہ بعد خصوصی ملاقات کا شرف بخشے تھے۔ ڈاکٹر محمد شفیق مرحوم رحمۃ اللہ علیہ، نبی کریم ﷺ، اہل بیت عظام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ حفظ مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار بابا ملتان نے، جو کہ صاحب کرامت بزرگ تھے، کوئی ایسی بات کی جو انہیں اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کے منافی محسوس ہوئی۔ انہوں نے فوراً بابا ملتان سے اختلاف کیا اور ان سے بیعت ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جن احباب اور اعزہ و اقربا کو انہوں نے بابا ملتان سے بیعت کرایا تھا ان کی بھی بیعت ختم کرادی۔ بابا ملتان نے وضاحت کرنے کی کوشش کی مگر ڈاکٹر محمد شفیق نے ان کا عذر قبول نہیں کیا اور ان سے مکمل علیحدگی اختیار حکم کر لی۔ بابا ملتان جو کہہ دیتے تھے ہو جاتا تھا۔ بارش ہونے کا وقت بتا دیتے تھے اور حکم الہی ان کے بتائے ہوئے وقت پر ہی بارش ہوتی تھی۔ آنے والوں کو بتا دیتے تھے کہ وہ گھر سے کیا کھا کر آئے ہیں۔ دل کی باتیں بوجھ لیتے تھے۔ ان کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اعلیٰ فوجی افسران تک ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ ایک بار اہلحدیثوں کی مسجد کے پاس سے گزرے تو نعرہ حیدری لگا دیا۔ اہلحدیث مولوی نے شرک کا فتویٰ لگا دیا۔ بابا ملتان نے کہا مولوی صاحب اپنے گھر کی خبر لیں۔ اُس وقت مولوی صاحب کے گھر سے خبر آگئی کہ مولوی صاحب جلد گھر پہنچیں آپ کی بیوی کی طبیعت شدید خراب ہے۔ مولوی صاحب گھر گئے۔ بہت علاج معالجہ کرایا مگر بیوی کو آرام نہ آیا۔ بالآخر بابا ملتان کے پاس آگئے معافی مانگی۔ بابا ملتان نے کہا، مولوی صاحب کسی انسان سے مدد لینا، کسی طبیب، معالج سے رجوع کرنا، اولیاء اللہ سے استمداد کرنا، شرک نہیں ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو آپ کیوں کر رہے ہیں؟ اگر اپنی بیوی کو تندرست دیکھنا چاہتے ہو تو نعرہ حیدری لگاؤ، کہو ”یا علی“ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری بیوی تندرست ہو جائے گی۔ اس سے تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اولیاء اللہ کا فیضان ان کی حیات ظاہری کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے نعرہ حیدری لگایا تو بفضل تعالیٰ ان کی بیوی تندرست ہو گئی۔

ڈاکٹر محمد شفیق بتاتے تھے کہ جب انہوں نے بابا ملتان کی وضاحت قبول نہیں کی تو بابا ملتان نے کہا، ”جاؤ پھر میں بھی تمہیں ڈاکٹر نہیں بننے دوں گا، نمک تیل کی دکان ڈلو اوں گا۔“ بابا ملتان کے چیلنج کے بعد ڈاکٹر محمد شفیق بتاتے ہیں کہ وہ پریشان رہنے لگے کہ بابا ملتان جو کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ اب کیا بنے گا؟ اس کے بعد ڈاکٹر محمد شفیق کے مطابق انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہیں اور مریضوں کی مرہم پٹی کر رہے ہیں۔ کچھ دن بعد خواب میں دیکھا کہ بازار سے ایک بڑھیا گزر رہی ہے۔ اس نے سر پر پانی کا گھڑا رکھا ہوا ہے۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو اس بڑھیا نے کہا ڈاکٹر بننا ہے یا کہ نمک تیل کی دکان ڈالنی ہے؟ انہوں نے کہا، ڈاکٹر بننا ہے۔ اس پر



بڑھیا نے کہا پھر سوا اکیس روپے نیاز کے لیے دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے خواب میں اسے سوا پچیس روپے دے دیے۔ اس نے کہا، جاؤ پھر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم ڈاکٹر بن جاؤ گے۔ اگلے دن ڈاکٹر صاحب کا خواب حقیقت ثابت ہوا۔ انہیں بازار میں وہی خواب والی بڑھیا نظر آئی اور خواب کی طرح اس سے مکالمہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے نیاز کے لیے اکیس روپے دیے تو اس نے کہا، سوا اکیس دینے ہیں۔ پچیس پیسے اور دیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور اسے پچیس پیسے مزید دے دیے۔ اس نے ڈاکٹر بننے کی دعا دی اور چلی گئی۔ اس کے بعد انڈیا سے کوئی چشتی بزرگ آئے۔ ڈاکٹر صاحب ان کی محفل میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی کہا، ڈاکٹر بننا ہے یا نمک تیل کی دکان ڈالنی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا کہ اگر نمک تیل کی دکان ہی ڈالنا ہوتی تو آپ کے پاس کیوں آتا! انہوں نے کہا کہ جاؤ تم ڈاکٹر بن جاؤ گے اور ٹاپ (Top) بھی کرو گے۔ ان کی اس بشارت پر ڈاکٹر صاحب کو یقین ہو گیا کہ وہ بفضلِ تعالیٰ ڈاکٹر بن جائیں گے اور مجموعی طور پر تمام پیپرز میں یا کسی نہ کسی پیپر میں ٹاپ بھی کریں گے۔ انہوں نے بغیر کسی خاص تیاری کے پیپر زدے دیے۔ وہ پاس ہو گئے اور ایک پیپر میں ٹاپ بھی کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو سرکاری ملازمت مل گئی۔ وہ مختلف شہروں میں بحیثیت ڈاکٹر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وہ ڈسٹرکٹ کنسل فیصل آباد میں بھی کئی سال بطور میڈیکل آفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وہ جس شہر یا گاؤں میں بھی رہے باقاعدہ محافل میلاد منعقد کرتے رہے۔ محفل میلاد کے مخالف طبقہ کے اکثریتی علاقوں میں بھی وہ باجود ان کی شدید مخالفت کے علی الاعلان شاندار طریقے سے محافل میلاد منعقد کرتے رہے۔ اس ضمن میں وہ بتایا کرتے تھے کہ انہیں بہت زیادہ روحانی غیبی مدد ملتی رہی اور مخالفین انہیں کبھی نقصان نہ پہنچا سکے۔

ڈاکٹر صاحب کردار کے غازی تھے۔ ایک بار کسی گاؤں میں وہ تعینات ہوئے۔ گاؤں میں ایک مسجد ویران پڑی تھی۔ اس مسجد میں خطرناک سانپ نظر آتا تھا۔ اس کے ڈر کی وجہ سے لوگوں نے مسجد میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے اس مسجد کو آباد کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسجد کے قریب قبرستان میں ایک مجذوب رہتا تھا۔ وہ مجذوب ایک قبر میں رہتا تھا اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ اگر کوئی قریب جانے کی کوشش کرتا تو انہیں پتھر مارتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب مسجد کو آباد کرنے سے پہلے اس مجذوب کے پاس گئے۔ اس مجذوب نے آپ کو کچھ بھی نہ کہا اور اپنے پاس آنے دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں سلام کہا اور مسجد کو آباد کرنے کے سلسلہ میں دعا کے لیے کہا۔ مجذوب نے دعا دی اور کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے جا کر مسجد صاف کی اور اذان دی۔ اذان کی آواز سن کر دو تین نمازی آگئے۔ ڈاکٹر صاحب کی امامت میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ نماز شروع ہوئی تو ڈاکٹر صاحب کے سامنے مقام سجدہ پر ایک سانپ کنڈلی مار کر اور پھین پھیلا کر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جماعت قائم رکھی۔ اقامت، رکوع اور قیام کے بعد ڈاکٹر صاحب سجدہ میں چلے گئے۔ سانپ آپ کو ڈسنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے سجدہ کے مقام پر سر رکھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی کھوپڑی پر ہی سر رکھ کر ذاتِ باری تعالیٰ کو سجدہ کر دیا۔ اس طرح نماز مکمل ہوئی۔ نماز کے بعد نمازیوں میں سے ایک نمازی جو پوسٹل لے کر آیا تھا، اس نے سانپ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر لگی اور سانپ مر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ ایمان افروز واقعہ ہر طرف مشہور ہو گیا اور لوگ جوق در جوق مسجد میں آنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا شکر ادا کیا اور قبرستان میں مجذوب سے ملنے چلے گئے۔ اس مجذوب

نے آپ کو دیکھتے ہی مبارک دی اور کہا جب آپ دعا کرانے آئے تھے تو مجھے یہ سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

راقم الحروف ڈاکٹر صاحب کو اکثر یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات سنانے کو کہتا تھا اور ان سے یہ سب سن کر بہت حیرت ہوتی تھی کہ آج کل کے دور میں بھی اس قدر مضبوط ایمان والے لوگ موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ یہ واقعات ریکارڈ صورت میں بھی میرے پاس موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب سمارٹ اور خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ روحانی و دینی امور کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ گفتگو نہایت مدلل انداز سے، بہت دھیمے لہجے سے اور ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔ نیکی کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ مستحق افراد کو مفت علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرتے تھے۔ نہایت باحیا اور غیر متنازع انسان تھے۔ شرم و حیا اور پاسداری عزت و عصمت کے سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ بہت متاثر کن ہے۔ اسے سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ جب وہ یہ واقعہ بیان کرتے تو اسے سن کر بہت زیادہ روحانی مسرت اور ذوق حاصل ہوتا تھا۔ سننے والے بہت زیادہ محفوظ ہوتے تھے اور کافی دیر تک ہنستے رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار، ایک نرس بڑی طرح سے ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بچتے رہے۔ ایک دن وہ کمرے میں اکیلے بیٹھے تھے کہ وہ نرس آ گئی۔ اس نے اندر سے کنڈی لگائی اور برہنہ ہونے لگی۔ یہ دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب گھبرا گئے۔ کمرے کی ایک کھڑکی گلی میں کھلتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بلند آواز سے نعرہ حیدری لگایا اور ”یا علی“ کہتے ہوئے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی۔ خوفِ خدا کی وجہ سے وہ کافی دور تک بھاگتے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ اب بھاگنے کی ضرورت نہیں، تورک گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آزمائش سے سرخرو فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب بہت حساس طبیعت کے مالک تھے۔ وہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ انہیں اکثر خواب یا بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب رہتی تھی۔ ان کا مذہبی گھرانے سے تعلق تھا۔ ان کے والد مولابخش اراکین زمیندار اور سکول ٹیچر تھے۔ ان کے والد کہا کرتے تھے کہ وہ بھی کوئی مسلمان ہے جسے اپنے آخری وقت کی خبر نہ ہو۔ جب ان کا اپنا آخری وقت آیا تو انہوں نے کچھ روز پہلے ہی سب کو بتا دیا کہ میں فلاں دن، فلاں وقت بحکمِ الہی وفات پا جاؤں گا۔ مقررہ دن آیا تو لوگ جوق در جوق اکٹھے ہونے لگے۔ مولابخش اراکین بالکل تندرست و توانا اور ہشاش بشاش موجود تھے۔ انہوں نے لوگوں کا استقبال کرنا شروع کر دیا۔ ان کی نشست گاہ کے قریب ہی خواتین تلاوتِ قرآن کر رہی تھیں۔ انہوں نے ایک خاتون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ ذرا دور جا کر بیٹھ جائیں۔ آپ کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ خاتون قادیانی تھی۔ مولابخش اراکین نے اپنے نور فرست سے اسے پہچان لیا تھا۔ اس لیے اسے دور ہو جانے کو کہا۔ آخری وقت سے کچھ دیر پہلے مولابخش اراکین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں سے بھی کہا کہ دائیں بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ درمیان میں راستہ چھوڑ دیں کیونکہ نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ دیر سب لوگ اسی طرح دست بستہ کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے رہے۔ اس کے بعد مولابخش اراکین چار پائی پر قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے۔ انہوں نے کلمہ شریف پڑھا اور عین مقررہ وقت پر بحکمِ الہی جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

مولابخش آرائیں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پانچ منٹ قبل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے سابق پرنسپل کرنل عبدالرشید کی بیٹی، لیڈی ڈاکٹر، برگیدیز سعیدہ نے ان کی نبض چیک کی اور تصدیق کی کہ نبض بالکل ٹھیک چل رہی ہے۔ انہوں نے مولابخش آرائیں رحمۃ اللہ علیہ کے تادمِ آخریں، ان کی نبض پر بھی ہاتھ رکھا اور تصدیق کی کہ آخری وقت تک نبض عین ٹھیک چلتی رہی۔

ڈاکٹر محمد شفیق، فاتحِ قادیانیت نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے، کشمیر کے ترانے کے خالق حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے۔ نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سر دار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ نسیم حجازی حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے۔ ابوالنور محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بہنوئی تھے۔ محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عطاء المصطفیٰ جمیل بھی مشہور عالمِ دین ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس غلافِ کعبہ کا ٹکڑا، نبی کریم ﷺ کے جبہ مبارک کے دھاگے اور چند ایک اولیاء اللہ کے تبرکات موجود و محفوظ تھے۔ وہ اکثر ان کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی چند ایک بار ان تبرکات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد میں دعوتِ اسلامی کی تحریک کے بانی رہنماؤں میں سے تھے۔ فیصل آباد میں مرکز دعوتِ اسلامی سوسائٹ روڈ، مدینہ ٹاؤن کی بنیاد رکھنے اور اسے وسعت دینے میں انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ وفات سے کچھ سال قبل ڈاکٹر صاحب شدید علیل ہو گئے تھے۔ راقم الحروف خیابانِ مدینہ، وقاص چوک میں واقع ان کی رہائش گاہ پر ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ انہیں بہت نحیف دیکھ کر بہت تشویش ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہر طرح کی دوا استعمال کی ہے مگر فرق نہیں پڑا۔ میں نے عرض کیا ڈاکٹر صاحب آپ نے الحمد شریف سے استمداد نہیں کیا۔ وہ کہنے لگے، نہیں، ادھر دھیان نہیں گیا۔ میں نے کہا، ہر نماز کے بعد آپ چند ایک بار سورہ فاتحہ شریف پڑھ کر خود کو دم کر لیا کریں۔ الحمد للہ، چند روز بعد ڈاکٹر صاحب بالکل تندرست ہو گئے اور مجھے ملنے کے لیے میرے دفتر واقع طارق آباد، فیصل آباد تشریف لائے اور بتایا کہ اس عمل کی برکت سے انہیں تندرستی عطا ہوئی ہے۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے وعدہ لیا کہ ڈاکٹر صاحب روزِ محشر، بفضلِ تعالیٰ، شفاعتِ نبی کریم ﷺ جب آپ کو نویدِ بخشش ملے اور ساتھ ہی اذنِ شفاعت حاصل ہو تو آپ میری بھی شفاعت فرمائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ان شاء اللہ ضرور ایسا ہوگا۔ اس ضمن میں بندہ عاجز اکثر ڈاکٹر صاحب سے تجدیدِ عہد کرتا رہتا تھا۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، انبیاء کرام، امہات المؤمنین، اہل بیت، صحابہ کرام و صحابیات (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، اولیاء اللہ، اپنے مشائخِ عظام، اساتذہ، شاگردوں، والدین اور اعزہ و اقارب کی محبت نصیب ہوئی۔ نیک لوگوں کی محبت، باعثِ نجات ہے اور ان شاء اللہ، بفضلِ تعالیٰ یہ محبت کام آئے گی۔ اپنی نیکیوں پر کوئی اعتبار نہیں اور رہ گئے گناہ تو اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب رحمت، فضل اور کرم کے سامنے کل مخلوقات کے گناہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ نجات کا دار و مدار فضل و کرم پر ہے۔ نیکی کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ گناہوں سے بچنے کی بھی حتیٰ المقدور کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت اللعالمین پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔

عمل کی میرے اساس کیا ہے، جزئندامت کے پاس کیا ہے رہے سلامت تمہاری نسبت میرا تو اک آسرا یہی ہے (469) ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ وفات سے چند روز قبل اشارے کنائے سے سفر آخرت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ آخری ایام میں انہیں کثرت سے ارواح مقدسہ کی زیارت ہونے لگی تھی۔ اچانک مؤدب ہو جاتے اور بتاتے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں۔ آخری دنوں میں آپ درود و سلام ”الصلوة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ“ کثرت سے پڑھتے رہے۔ آپ سونے سے پہلے مطالعہ کے عادی تھے۔ وصال کی رات کتاب ”پنجتن“ کا مطالعہ کیا۔ 2011ء میں اتوار کی رات بارہ بجے کے بعد کلمہ طیبہ اور درود و سلام پڑھتے ہوئے، جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی نماز جنازہ فیضانِ مدینہ میں ادا کی گئی۔ فیصل آباد میں امیر اہلسنت شاہد عطاری مدظلہ العالی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کا ذکر کیا، انہیں خراج تحسین پیش کیا اور نہایت محبت سے ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا اب بھی فیضان جاری ہے۔ وہ اپنے متعلقین اور احباب کو سبز لباس میں مسکراتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کوئی پھل بھی ہاتھ میں نظر آتا ہے۔ وہ زیادہ تر نماز کی ادائیگی کی تلقین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے (عامر شفیق، احمد رضا) اور دو بیٹیاں (عظمیٰ اور فوزیہ) عطا فرمائیں۔ بیٹے اور بیٹیاں سب کے سب شادی شدہ ہیں۔ عامر شفیق کا پیشہ تجارت ہے۔ احمد رضا پراپرٹی کا کام کرتے ہیں۔ آج کل وہ امریکہ میں مقیم ہیں۔ اپنے اباؤ اجداد کے اقتدا میں عامر شفیق اور احمد رضا دینی امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور ہر سال اہتمام سے محفل میلاد منعقد کرتے اور خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے، نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا عملی اظہار کر رہے ہیں۔

## ماں جی دامت برکاتہم العالیہ

خدا بہتر جانے یہ کوئی اتفاقیہ امر ہے یا اس کے پیچھے قدرت کا کوئی طبعی، فطرتی یا توارثی قانون یا اصول کارفرما ہے، میری والدہ محترمہ (شریابی بی) بیان کرتی ہیں کہ ان کے دو ماموں تقریباً 2/3 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد ان کی والدہ شوکت بیگم پیدا ہوئیں۔ وہ ایک سال کی تھیں کہ ان کی والدہ فضلاء بی بی وفات پا گئیں۔ فضلاء بی بی کے انتقال کے بعد میرے نانا، جن کا نام شادی تھا، نے اپنی سالی شریفاں بی بی سے شادی کی۔ سوتیلی ماں شریفاں بی بی نے شوکت بی بی پر طرح طرح کے ظلم و ستم شروع کر دیئے۔ جب ہمسائے وغیرہ نانا جی کو میری والدہ شوکت بی بی پر ظلم و ستم کا بتاتے تو وہ یقین نہیں کرتے تھے۔ ایک دن وہ اچانک گھر آئے تو دیکھا کہ سوتیلی ماں (شریفاں بی بی) میری والدہ (شوکت بی بی) کے دونوں ہاتھوں پر چار پائی بچھا کر لیٹی ہوئی ہے۔ والدہ بری طرح سے رو رہی تھیں مگر سوتیلی ماں آرام سے چار پائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت شریفاں بی بی کو طلاق دے دی۔ بعد میں انہوں نے بختاور بی بی سے شادی کی جس سے دو بیٹے تاج اور عبدالحمید پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نانی کی طرح میری والدہ محترمہ کو بھی دو بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک تین سال کی عمر میں اور دوسرا چار سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد میں پیدا ہوئی۔ میں ایک سال کی تھی کہ میری والدہ وفات پا گئیں۔ قریبی رشتہ داروں نے پرورش کا ذمہ لے لیا۔ خصوصاً دادا 'جان محمد' (جانی) نے ضعیف العمر ہونے کے باوجود میری پرورش میں خصوصی دلچسپی لی۔ انہوں نے بڑھاپے میں پھر سے محنت مزدوری شروع کر دی اور میری پرورش کی۔ جب میں نو (9) برس کی تھی تو میرے والد (فضل محمد) نے ممتاز بی بی سے دوسری شادی کر لی۔ اپنی والدہ کی طرح مجھے بھی سوتیلی ماں کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں۔ میں بارہ (12) سال کی تھی ایک دن میری سوتیلی والدہ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میں بے کسی اور بے بسی کے عالم میں چل پڑی۔ بہت پریشان اور خوف زدہ تھی۔ کسی رشتہ دار یا واقف کے گھر کا پتہ نہیں تھا۔ راستے میں اچانک ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے سبز دھوٹی اور سفید قمیض پہنی ہوئی تھی۔ ان کے گلے میں تسبیح تھی۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا کہ بیٹی تم پریشان نظر آتی ہو اس وقت اکیلی کدھر جا رہی ہو؟ میں نے کہا، بابا جی میری سوتیلی والدہ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا تمہارے والد کا نام کیا ہے اور کیا کام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ان کا نام فضل محمد ہے۔ وہ اعظم مارکیٹ میں کام کرتے ہیں۔ وہ بزرگ مجھے اعظم مارکیٹ میں لے گئے۔ ابا جان دکان پر نہیں تھے۔ ملازم موجود تھے۔ انہوں نے ایک ملازم کے ساتھ مجھے مصری شاہ میری والدہ کے حقیقی چچا کی بیٹی، رشیدہ کے پاس چھوڑ آئے تو کہا اور خود دکان پر ہی بیٹھ گئے۔ ملازم سے کہا تم واپس آؤ گے تو جاؤں گا۔ انہوں نے ملازموں کو یہ پیغام بھی دیا کہ چراغ آئے تو کہنا بابا شاہ نواز آئے تھے انہوں نے کہا ہے اپنی بیوی ((ممتاز بیگم)) کو چھوڑ دے۔ وگرنہ، موت اسی کے ہاتھ سے ہی آئے گی۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ میرا ساتھ دیں گے اس وعدہ کو آج تک جب کہ میری عمر تقریباً سترھ (67) برس ہو چکی ہے، پورا کر رہے ہیں۔ ہر مشکل وقت، بفضل تعالیٰ وہ روحانی طور پر تشریف لے آئے۔ کبھی خواب میں اور کبھی حالتِ بیداری

میں، انہوں نے ہر حال میں میری مدد کی۔

راقم نے اپنی والدہ محترمہ سے سوال کیا کہ آپ کی سوتیلی والدہ (ممتاز بیگم) نے آپ کو گھر سے کیوں نکالا تھا؟ انہوں نے کہا، ہم کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مالک مکان کا کپڑے کا کاروبار تھا۔ میری سوتیلی والدہ، مالک مکان اور اس کی بیوی کے ساتھ دریائے راوی کی سیر کا کہہ کر چلی گئی۔ شام کو دیر سے آئی۔ کھانا بھی نہ پکایا۔ والد صاحب گھر آئے تو کھانا مانگا۔ والدہ نے کوئی بہانہ کر دیا۔ میرے والد نے الگ سے مجھ سے اصل ماجرا پوچھا۔ میں نے سب کچھ سچ بتا دیا۔ والد غصے میں آگئے اور والدہ کو مارا۔ والدہ نے اپنے دو بھائیوں اور بہنوئی کو بلا لیا۔ والد صاحب نے کھڑکی سے چھلانگ لگائی اور تھانے رپٹ درج کرانے چلے گئے۔ سوتیلی والدہ اور مالک مکان کی بیوی نے مجھے زبردستی گھر سے نکال دیا، تاکہ میرے والد، میری تلاش میں نکل پڑیں اور ان کی جان چھوٹ جائے۔

باباجی شاہنواز اس سے پہلے بھی روحانی طور پر میری مدد کر چکے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن میری سوتیلی والدہ اور اس کی بہن کسی جوتا ساز فیکٹری کے مالک کے ساتھ قریباً 4 بجے سہ پہر گئیں اور رات 10 بجے آئیں۔ جب میرے ابا جان آئے تو میں نے انہیں تمام ماجرا کہہ دیا۔ انہوں نے میری سوتیلی والدہ کو اس بات پر مارا پیٹا۔ اگلے دن صبح میری والدہ نے چائے بنانے کے لیے چولہے پر پانی رکھا۔ میں پاس ہی بیٹھی تھی۔ ہماری ایک دور کی رشتہ دار امام بی بی بھی پاس ہی تھی۔ اچانک میری سوتیلی والدہ نے چائے کے پانی والی دیگی اٹھائی اور اُبلتا ہوا پانی میرے اوپر گرا دیا۔ میری چیخ نکل گئی۔ ساتھ ہی امام بی بی کی بھی چیخ نکل گئی اور میرے والد کو پکار کر کہا، ”فضل! تمہاری بیٹی جل گئی ہے“۔ والد صاحب بخلی منزل پر تھے۔ شور سن کر دوڑتے ہوئے آئے۔ دیکھا تو میں بالکل ٹھیک تھی۔ میرے قریب ہی زمین پر اُبلتا ہوا پانی بہہ رہا تھا جس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ خدا کی قدرت کہ جب میری والدہ نے اُبلتا ہوا پانی مجھ پر گرایا، عین اُسی وقت بابا شاہنواز آگئے۔ انہوں نے دیگی پر ہاتھ مارا جس سے پانی مجھ پر نہیں، پاس ہی گرا۔ میرے والد نے مجھ سے ماجرا پوچھا تو میں نے بتایا کہ باباجی آئے تھے، ان کی مداخلت کی وجہ سے میں بچ گئی۔ والد صاحب خاموش ہو گئے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ باباجی شاہنواز کو جانتے تھے۔ انڈیا میں میرے والد جب قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتے تھے تو باباجی شاہنواز تشریف لے آتے تھے اور نہایت ذوق و شوق سے تلاوت سنا کرتے تھے۔ یہ حقیقت خدا جانے کہ وہ کوئی جن تھے، کسی بزرگ کی روح تھی یا اس دور میں موجود کوئی بزرگ تھے۔ مشکل وقت میں وہ میرے والد اور میری مدد و رہنمائی کے لیے تشریف لے آتے تھے۔ یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا اور ایسا اب بھی ہو رہا ہے۔

چودہ (14) سال کی تھی کہ میری شادی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی (یاسمین اختر) اور تین بیٹے (محمود علی انجم، مقصود علی اور سجاد احمد) عطا فرمائے۔ میری عمر قریباً اٹھارہ (18) سال کی تھی کہ میرے والد وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے نو (9) دن بعد مقصود علی کی ولادت ہوئی تھی۔ میری عمر قریباً تینیس (23) برس کی تھی کہ لاہور میں ڈاکٹر کرنل سمیع کے ہسپتال میں میرا آپریشن ہوا۔ میری دیکھ بھال کے لیے سوتیلی والدہ میرے پاس ٹھہر گئیں۔ آپریشن کے بعد مجھے بیڈ پر لٹایا گیا تو کسی وجہ سے پیٹ پر لگے ٹانگے ٹوٹ گئے۔ مجھے پتہ نہ چلا۔ نرس ٹیکہ لگانے لگی تو اس کی نظر پڑ گئی۔ مجھے فوری علاج مہیا کیا گیا۔ اسی رات باباجی شاہنواز اور میرے والد آگئے۔ باباجی شاہنواز آگے کھڑے تھے اور میرے والد پیچھے کھڑے



تھے۔ باباجی شاہنواز نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا، بیٹی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ اگلے دن ڈاکٹر کرنل سمجھ چیک کرنے آئے تو مجھ سے پوچھا، بیٹی تمہاری دیکھ بھال کرنے والی خاتون کون ہے؟ میں نے کہا، میری والدہ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، میں ہرگز نہیں مانتا کہ وہ تمہاری والدہ ہے۔ میرا عمر بھر کا تجربہ ہے۔ ماں اپنے بیٹے، بیٹی کی جس طرح دیکھ بھال کرتی ہے، اس طرح اس نے دیکھ بھال نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میں نے بتایا کہ وہ میری سوتیلی والدہ ہیں تو وہ مان گئے۔ کہنے لگے، یہ میں مان سکتا ہوں کیونکہ ان کا رویہ سوتیلی ماں جیسا ہی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مجھ پر باپ کی طرح شفقت کرتے رہے۔ چیک آپ فیس نہیں لیتے تھے۔ اگر میں کسی قریبی عزیزہ کو بھی علاج معالجہ کے لیے لے جاتی تو اس سے بھی فیس نہیں لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

جب میری عمر قریباً پندرہ (15) برس تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی (یاسمین اختر) عطا فرمائی، میرے نانا اور دادا میرے بارے میں بہت فکر مند تھے کیونکہ میری والدہ (شوکت بیگم) اور نانی (فضلاں بی بی) کی کہانی ملتی جلتی ہے۔ دونوں کے ہاں دو، دو بیٹے پیدا ہوئے اور وہ وفات پا گئے۔ جب ان میں سے ہر ایک کی بیٹی کی عمر ایک سال ہوئی تو خود وفات پا گئیں۔ اس لیے میرے نانا اور دادا کو اندیشہ تھا کہ اس کی بیٹی سال کی ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ یہ بھی مر جائے۔ الحمد للہ یہ ریت ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔

بندہ عاجز، احقر العباد (مصنف کتاب) کو اپنے خاندان، برادری اور آباؤ اجداد کے بارے میں جاننے کا کافی شوق اور تجسس تھا۔ اس لیے جب کبھی موقع ملتا ماں جی سے ان کے ماضی اور آباؤ اجداد کے بارے میں سوالات کرتا رہتا تھا۔ اس طرح مجھے بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کو ملا۔ آج کل کسی کے پاس وقت نہیں کہ وہ ان باتوں پر غور و فکر کرے کہ وہ کون ہے؟ وہ کیا کر رہا ہے؟ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے آباؤ اجداد نے کیسی زندگی گزاری؟ وہ اپنی آنے والی نسلوں کو کیا دے کر گئے؟ ان سے اچھا برا کیا ہوا؟ اگر ہم ان باتوں پر غور کریں تو ہم اپنے اسلاف کے حالات و معاملات سے آگاہ ہو کر زیادہ بہتر زندگی گزار سکتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو بہتر معیار زندگی اور وسائل مہیا کر سکتے ہیں۔ میرا یہی ذوق و شوق میرے علم اور میرے فہم و فراست میں اضافے کا سبب بنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا یہ ذوق علم، ذوق عمل میں تبدیل ہوا اور اس کی بدولت میرا ذاتِ باری تعالیٰ سے، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اولیاء عظام سے، ملائکہ سے تسلی بخش رابطہ قائم ہوا۔ مجھے حسب ذوق اور حسب استطاعت ان سے بالواسطہ و بلاواسطہ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ ابلیس سے بھی مکالمے کا موقع ملا۔ میں نے عملی اور مشاہداتی طور پر بھی یہ میراث اپنی اولاد، اعزہ و اقربا، شاگردوں اور مریدین کو منتقل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس میں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی، مگر، افسوس کوئی طالب صادق نہ ملا۔ ہر کوئی چند قدم چل کر، چند منزلیں طے کر کے جمود کا شکار ہو گیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر، بندہ عاجز نے کوشش کی ہے کہ اپنے مرشد سے، اپنے مشائخ و اساتذہ سے اور اپنے اسلاف سے حاصل ہونے والی قیمتی علمی و روحانی میراث کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ آنے والی نسلوں میں سے جس کسی کے نصیب میں ہو اسے یہ دولت مل جائے۔ ایسا ان شاء اللہ ضرور ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس امر کی بشارت مل چکی ہے اور مجھے اس بات کا

یقین ہے۔ یہ کتاب میں نے گفتگو کے انداز پہ لکھی ہے۔ اس لیے بعض مقامات پر دوران گفتگو، موضوع کے سیاق و سباق کی وضاحت کے لیے اصل موضوع سے ہٹنا پڑا جس وجہ سے ہوسکتا ہے بعض قارئین کو اچھا نہ لگے، مگر دوران گفتگو ان باتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے امید ہے کہ وہ میرے اسلوب بیان کی کمزوری سے اعراض فرمائیں گے۔ اب پھر میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

ماں جی نے باقاعدہ طور پر مدرسے یا سکول کی تعلیم حاصل نہیں کی مگر خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے والد اور دادا کی دی ہوئی تعلیم و تربیت کی وجہ سے انہیں محبت، اخوت، صدق و صفا، ہمدردی، اخلاص، صبر و تحمل، بردباری، سخاوت اور دریادلی کی صفات حاصل ہو گئی تھیں۔ انہوں نے نہایت محبت، صبر و تحمل اور بردباری سے ہم سب بہن بھائیوں کی پرورش کی۔ سادگی اور کفایت شعاری سے گھر کا نظام چلایا۔ انہوں نے دل و جان سے ہمارے والد محترم کی اطاعت اور خدمت کی۔ ان کی مرضی اور منشا کے مطابق گھر کا نظام چلایا۔ جب ہمارے والد محترم بیمار ہوئے تو ان کی بھرپور خدمت کی۔ والد محترم مزدور پیشہ تھے۔ شروع میں وہ اچار بنا کر فروخت کرتے تھے۔ ماں جی گھر کے کاموں کے علاوہ مختلف قسم کا اچار بنانے میں بھی ان کی مدد کرتی تھیں۔ اس کے بعد انہوں نے کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔ بعد میں کچھ عرصہ فوڈ شاپ بھی کھولی۔ مختلف قسم کی ڈشز گھر سے ہی تیار ہو کر جاتی تھیں اور یہ سب کچھ ماں جی ہی تیار کرتی تھیں۔

ماں جی نے گھریلو امور چلانے کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں سے بھی قربت کا تعلق خوب نبھایا۔ ہر ایک کے خوشی و غم میں بھرپور طریقے سے شامل ہوتی رہیں۔ ہر ایک سے محبت کی اور ہر ایک کا ساتھ دیا۔ اس وقت میری عمر قریباً 54 سال ہے۔ قریباً 40/45 سال کے باشعور دورِ حیات کے ذاتی مشاہدات کی رو سے میں یہ بات نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے رشتہ دار بھی ہیں جنہوں نے بھی محبت اور خلوص کا جواب محبت اور خلوص کی شکل میں نہیں دیا مگر ماں جی نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی روش تبدیل نہ کی بلکہ ہر طرح سے ان کی مدد کرتی رہیں اور ہمیں بھی ہر کس و ناکس، اپنے پرانے سے حسن سلوک کی تلقین کرتی رہیں۔

ایک بار ہمارے قریبی رشتہ داروں میں سے دشمن خاندان کا ایک فرد مجبوری و بے کسی کی حالت میں راقم الحروف کے غریب خانے پر مدد حاصل کرنے آیا تو راقم الحروف نے ماں جی سے فون پر رابطہ کیا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کیسے پیش آؤں۔ انہوں نے فرمایا، اسے کھانا کھلائیں۔ اس کے ساتھ عزت سے پیش آئیں اور اس کی مالی امداد کریں۔ بندہ عاجز نے آپ کے حکم کے مطابق ایسے ہی کیا۔

نہایت تنگی و تنگ دستی کے زمانہ میں بھی ماں جی نے نہایت بردباری، صبر و تحمل اور کفایت شعاری سے گھر کا نظام چلایا، خودداری کا مظاہرہ کیا اور کبھی بھی کسی پر اپنی تنگ دستی ظاہر ہونے نہیں دی۔

ہم نو عدد بھائیوں اور دو عدد بہنوں میں سے بھائی فرخ یسین نومولودگی کی عمر میں اور بہن ناہید قریباً 20 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ بھائی فیاض اور بھائی خرم یسین جو کہ شادی شدہ تھے، وہ بھی وفات پا گئے ہیں۔ باقی چھ بھائی اور ایک بہن، سب شادی شدہ ہیں۔ ہماری اولاد میں سے بھی بہت سے بچوں اور بچیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور آگے وہ بھی صاحب اولاد ہو رہے ہیں۔ اس وقت ماں جی بحیثیت دادی و نانی اور بحیثیت پردادی و پر نانی، ہر چھوٹے بڑے سے

نہایت محبت سے رشتہ نبھارہی ہیں۔ ہر ایک بھئی گمان کرتا ہے کہ ان کی دادی، نانی، پردادی اور پر نانی اس سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ ماں جی کا محبت کا یہ سلسلہ جو کہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے، زبانی جمع خرچ پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہر سطح پر اس کے عملی مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ کسی کو سونے کی انگوٹھی بنوا کر دے رہی ہیں۔ کسی کو جہیز میں بطور تحفہ ریفریجریٹر دے رہی ہیں۔ کسی کو واشنگ مشین دی جا رہی ہے۔ کبھی تمام بہوؤں میں چادریں اور شالیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ کسی بہن بھائی کی مالی مدد کی جا رہی ہے۔ کسی کو راشن دے رہی ہیں۔

ماں جی جس کسی کو دعا دے دیں وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ وہ فیصل آباد، لاہور، راولپنڈی، کراچی جدھر جاتی ہیں وہاں ان کا فیضان جاری رہتا ہے۔ ان کے حسن سلوک، حسن اخلاق، محبت و ہمدردی اور دریائی کی بدولت جو کوئی بھی ان سے ایک بار ملاقات کر لے انہیں دل و جان سے 'ماں جی' تسلیم کر لیتا ہے انہیں 'ماں جی' کہہ کر پکارنا شروع ہو جاتا ہے اور برسوں بعد بھی جب کبھی ملاقات ہو تو ہم سے 'ماں جی' کے بارے میں ضرور پوچھتا ہے اور انہیں سلام کہتا ہے۔ اپنا ہویا پرایا، ماں جی کے محبت بھرے لہجے اور سلوک کی وجہ سے ان کا ہو جاتا ہے۔ میرے بہت سے شاگرد بچے اور بچیاں بھی برسوں سے ماں جی سے قلبی و روحانی تعلق رکھتے ہیں۔

ماں جی کی ہر شہر میں چاہنے والی بہت سی سہیلیاں بھی ہیں۔ ان سہیلیوں سے ان کے زندگی بھر کے مراسم ہیں۔ ہم ان کی سہیلیوں کو خالہ کہہ کر بلاتے ہیں مثلاً خالہ ارشاد، خالہ کھیسوں والی (ان کے خاوند کھیس بناتے تھے)، خالہ حمیداں، خالہ ارائیں، جن سے برسوں کے خوشی و غم کے مراسم قائم ہیں۔

ماں جی کی ہر دعزیزی کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ ہر آنے جانے والے کو موقع محل کی مناسبت سے کھانا کھلانے، چائے پلانے اور مشروبات سے تواضع کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر کسی کی کسی ضرورت کا علم ہو یا اس کی کسی پریشانی کا پتہ چلے تو ہر ممکن طریقے سے اس کی ضرورت پوری کرنے اور پریشانی دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بہت سے اپنے پرانے جو، اُن سے ملاقات نہ کر سکیں وہ ٹیلی فون پر یا کسی کے ذریعے ان سے رابطہ کرتے ہیں۔ وہ انہیں تسلی اور دلاسا دیتی ہیں۔ اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے مناسب مشورہ دیتی ہیں اور دعائیں بھی دیتی ہیں۔ اس طرح وہ ہر کس و نا کس کے سماجی، معاشی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی اور روحانی مسائل حل کرنے کے لیے مشورہ دیتی ہیں، وظائف تجویز کرتی ہیں اور اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے مالی مدد بھی کرتی ہیں۔ ان کا پرس کبھی بھی روپے پیسوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے بیٹے، پوتے ان کے حضور نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔

بھائی فیاض احمد اور بھائی خرم یسین کی وفات کے بعد ماں جی نے ان کی بیواؤں اور بچوں کی کفالت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آج بھائی فیاض احمد کے تینوں بیٹے بڑے ہو چکے ہیں۔ تینوں برسر روزگار ہیں۔ بڑے بیٹے فراز احمد کی شادی بھی ہو چکی ہے۔

ماں جی نے اپنے بیٹوں اور بہوؤں کے باہمی اختلافات کی صورت میں بہوؤں کی حمایت کی اور ان کے گھر آباد کرنے میں نمایاں طور پر مثبت کردار ادا کیا۔ اس وقت ان کی دس بہنیں ہیں اور سب کی سب دل و جان سے ان کی عزت کرتی ہیں اور ان کی خدمت میں کوشاں رہتی ہیں۔

ماں جی کو گھریلو اختلافات دور کرنے اور مسائل سلجھانے کی خصوصی صلاحیت حاصل ہے۔ ان کے تجویز کردہ حل اکثر مجرب ثابت ہوتے ہیں۔ ہر ایک بیٹے، بیٹی، بہو، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی کو اس کے حسبِ حال مناسب مشاورت، رہنمائی اور مدد مہیا کرتی رہتی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی پریشان ہو تو اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرتی ہیں اور ہر ممکن طریقے سے اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

ماں جی کی اس وقت عمر قریباً 73 سال ہے۔ ہمارے خاندان و برادری میں انہیں مرکزِ اتحاد و اتفاق اور نقیبِ محبت و ہمدردی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی بدولت، بے حسی، بے مروتی، خود غرضی، لاتعلقی اور نفسا نفسی کے اس دور میں بہت سے دل جڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شاد آباد تا ابد الابد رکھے اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ قائم دائم رکھے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور دعاؤں کی بدولت آج ہم سب بہن بھائی سماجی و معاشی لحاظ سے صاحبِ حیثیت ہیں۔ سب کے معقول، حلال ذرائع روزگار اور اپنے گھر ہیں۔ سب کے سب ترقی و فلاح کے راستے پر گامزن ہیں۔ مائیں تو سب کی ہی پیاری ہوتی ہیں۔ کچھ مائیں بہت پیاری ہوتی ہیں۔ ماں جی ان میں سے ایک ہیں۔ بندہ عاجز نے یہ چند الفاظ انہیں ہدیہ عقیدت پیش کرنے اور اظہارِ تشکر کے لیے تحریر کیے ہیں۔ اگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اور نہ ہی یہ ادا ہو سکتا ہے۔

## اباجی حضور رحمۃ اللہ علیہ

اباجی حضور (محمد یسین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ)، داداجی (عمر دین رحمۃ اللہ علیہ) کی بڑھاپے کی اولاد تھے۔ انہیں ابتدائی تعلیم کے لیے گورنمنٹ پاکستان پرائمری سکول میں داخل کرایا گیا۔ جس سکول میں پڑھتے تھے، اسی سکول کے باہر چھٹی کے وقت کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ افرادِ خانہ (والد، والدہ، چھوٹے بھائی محمد اقبال، بڑی ہمیشہ) کے اخراجات پورے نہیں ہو رہے تو انہوں نے سلسلہ تعلیم ترک کر دیا اور اپنا تمام وقت محنت و مزدوری کے لیے اور بہتر روزگار کے حصول کے لیے وقف کر دیا۔

انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز والدین اور بہن بھائی کی خدمت سے کیا۔ روزانہ ضعیف والدہ کی خدمت سے متعلقہ مختلف امور سرانجام دے کر محنت مزدوری کے لیے نکل جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے والدین کو تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کیں اور ہر طرح سے ان کے آرام و سکون کا خیال رکھا۔

وہ فطرتاً بہت محنتی، باحوصلہ اور ہمت والے انسان تھے۔ غربت سے نجات پانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کے اصولوں پر عمل کیا۔ وہ تبدیلی و اصلاح اور ترقی کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہے جس وجہ سے ان کی معاشی حالت بہتر ہوتی گئی۔ وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس مسئلے کا حل انہوں نے یوں نکالا کہ اپنے ارد گرد کے ماحول اور شخصیات کا بغور جائزہ لے کر ان کی غلطیوں سے، اپنی عملی زندگی کے تجربات سے اور کامیاب سمجھدار لوگوں کی ہم نشینی سے سبق حاصل کرنا اور اصلاح ذاتی کرنا سیکھ لیا۔

انہیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اردو زبان میں لکھی کتب اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لیتے تھے۔ روزمرہ حساب کتاب، آمدن و خرچ کے تفصیلی حساب اور ضروری کاموں کی روزانہ کی بنیاد پر فہرست مرتب کرنے کی مشق کی وجہ سے ان کی لکھائی بھی کافی اچھی ہو گئی تھی۔ ذوقِ مطالعہ کی وجہ سے انہوں نے اخلاقی تعلیم و تربیت، فلسفہ حیات، روزمرہ نفسیات، آدابِ زندگی، حفظانِ صحت اور طب سے متعلقہ کافی زیادہ تعداد پر مشتمل کتب کی ذاتی لائبریری بنائی تھی۔ اخبار کا مطالعہ باقاعدہ کرتے تھے۔ اخبارات میں سے اہم مضامین اور خبروں پر مشتمل تراشے کاٹ کر ایک فائل میں محفوظ کر لیتے تھے تاکہ آئندہ ثانوی مطالعہ سے نکاتِ حکمت و دانش کو لازمہ شخصیت و کردار بنانے میں مدد مل سکے۔

وہ، بجلی، ٹیلی فون، گیس، وغیرہ کے بل ترتیب سے فائلوں میں لگاتے تھے۔ اکم ٹیکس باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ اپنی آمدن و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ انصاف پسند تھے۔ گفتگو کا انداز نہایت موثر اور مدلل تھا۔ معاملہ فہم تھے۔ اپنے پرائے انہیں اپنے جھگڑوں اور اختلافات کے فیصلے کرنے کے لیے ثالث مقرر کرتے تھے۔ وہ منصفانہ فیصلے کرتے تھے۔ وہ بااخلاق تھے۔ کبھی ان سے فضول گفتگو نہیں سنی۔ وہ چھوٹوں بڑوں سب کا احترام کرتے تھے۔ ہر ایک کو اس کی عمر، شخصیت اور مقام و مرتبہ کے مطابق اچھے انداز اور اچھے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔

وہ تمام امور اصول و ضوابط کے تحت سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً گفتگو کرنے کا مخصوص سلیقہ اور طریقہ تھا۔ وہ مخاطب

کی بات نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنتے تھے۔ جب وہ بات مکمل کر لیتا تو پھر اپنا موقف بیان کرتے تھے۔ وہ مہمان نواز تھے۔ مہمان کے آرام اور سہولت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی نہایت مصروفیت کے باوجود ہر ایک مہمان کو اہمیت دیتے تھے اور ہر ایک سے اس کی نفسیات اور ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ ان کی بھرپور توجہ اور مہمان نوازی کی وجہ سے ہر کوئی گھر سے خوش جاتا تھا۔ بہت بہادر، حوصلہ مند اور زیرک تھے۔ مصیبت اور پریشانی میں گھبراتے نہیں تھے۔ جب انہیں اپنی ہمیشہ اور اس کے بدتمیز، آوارہ اور بدتہذیب لڑکوں کی بد معاشی اور غنڈہ گردی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے، ان کی اولاد اور اعزہ و اقارب کے خلاف چالیس پچاس دیوانی مقدمات قائم کر دیئے گئے تو انہوں نے نہایت ہمت، بہادری اور سمجھداری سے ان مقدمات کی پیروی کی۔ وہ تمام مقدمات کی شہادتوں اور جرح کی تیاری خود کر کے، تحریری شکل میں دکانوٹس مہیا کرتے تھے۔ الحمد للہ دشمن کے قائم کردہ تمام جھوٹے مقدمات و درخواستیں یکے بعد دیگرے مختلف تھانوں، عدالتوں سے خارج ہوتے گئے۔ بالآخر دشمن کو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑا اور صلح کرنا پڑی۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سادگی پسند تھے۔ سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ سادہ مگر ستھری غذا استعمال کرتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور کھلاتے۔

انہوں نے ہر لحاظ سے ہم بہن بھائیوں کی تربیت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ عملی زندگی گزارنے کے لیے اخلاقی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ہمارے بچپن میں وہ ہمیں لے کر بیٹھ جاتے۔ لکھائی درست کرنے کے لیے تہی لکھواتے۔ ہمارے ناخن خود تراشتے۔ انہوں نے معمولی سے معمولی بات کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ مثلاً کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ کس طرح دھونے ہیں۔ کھانا کس طرح کھانا ہے۔ دائیں بائیں اچھی طرح دیکھ کر سڑک کیسے عبور کرنی ہے۔ سبزی منڈی سے اچھی طرح دیکھ بھال کر کے اور قیمت طے کر کے سبزی کیسے خریدنی ہے۔ اچھے پھلوں کی شناخت کیا ہے اور مختلف ریڑھیوں اور دکانوں سے مناسب قیمت پر اچھے پھل کیسے خریدنے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے روزمرہ کاموں اور معمولات کی انہوں نے عملی تربیت دی تھی۔ ان کا تعلیم و تربیت کا اندازہ بہت منفرد تھا۔ مثلاً

1۔ والد محترم کی جامع کلاتھ مارکیٹ چنیوٹ بازار، فیصل آباد میں یسین کلاتھ ہاؤس کے نام سے کپڑے کی دکان تھی۔ انہوں نے مجھے اور میرے چھوٹے بھائی مقصود علی کو گورنمنٹ پاکستان ماڈل پرائمری سکول میں تیسری جماعت میں داخل کرادیا۔ ہماری ناظم آباد میں رہائش تھی۔ وہ روزانہ ہمیں سائیکل پر بٹھا کر دکان پر لے آتے۔ وہاں سے ہم بھائی سکول پڑھنے چلے جاتے۔ واپسی پر اپنی دکان پر ہی آ جاتے۔ وہاں کھانا کھاتے۔ جامع مسجد چنیوٹ بازار میں عصر کے وقت دونوں بھائی قرآن حکیم ناظرہ کی تعلیم حاصل کرنے چلے جاتے۔ واپس آتے تو ماسٹر صاحب ٹیوشن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے۔ رات کو جب والد صاحب دکان بند کرتے تو ان کے ساتھ ہی واپس گھر آتے۔ گھر سے دکان اور دکان سے گھر آتے جاتے انہوں نے ہمیں راستے کی پہچان کرادی اور سائیکل چلانا سکھادیا۔ ان کا یہ تعلیمی عمل سوال جواب پر مشتمل ہوتا تھا۔ تعلیم و تربیت دے کر وہ مختلف سوالات پوچھ کر اور پریکٹیکل کروا کر اپنے تعلیم و تربیت کے نتائج کی تصدیق کر لیتے تھے۔



2۔ ایک بار انہوں نے ایک ملازم کو کچھ روپے دیئے اور اسے کہا کہ ان دونوں کو (راقم الحروف اور بھائی مقصود کو) گھنٹہ گھر لے جاؤ۔ انہیں تمام بازاروں کے نام یاد کراؤ۔ جب یہ دونوں آٹھوں بازاروں کے نام یاد کر کے بتادیں تو انعام کے طور پر خود بھی آٹس کریم کھاؤ اور انہیں بھی کھاؤ۔ مجھے اچھی طرح ان آٹھوں بازاروں کے نام یاد ہو گئے۔ آج تک تعلیم و تربیت کا وہ پیارا انداز اور آٹھوں بازاروں کے نام یاد ہیں۔

3۔ انہوں نے ہماری تفریح اور دلچسپی کے لیے کئی طرح کے کھلونے خریدے ہوئے تھے۔ جمعہ کو (چھٹی کے دن) ریلوے ٹرین کا ماڈل چلا کر دکھاتے۔ ٹب کے پانی میں اسٹیم سے چلنے والی کشتی بھی چلا کر دکھاتے۔

4۔ والد صاحب ہماری غذا اور صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھلاتے تھے اور اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کے علاج کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ اگر ہم بہن بھائی وقت سے پہلے سو جاتے تو ہمیں فردا فردا گردن سے پکڑ کر بٹھادیتے اور منہ کو دودھ کا گلاس لگا دیتے تھے۔ ہم نیند میں ہی دودھ پی کر، گلاس انہیں پکڑاتے اور سو جاتے۔ ایک بار بچپن میں، بد پرہیزی کی وجہ سے میرا گلا خراب ہو گیا۔ میں اسی حالت میں سو گیا۔ سوتے وقت میں دشواری سے سانس لے رہا تھا۔ والد صاحب نے مجھے جگایا اور مجھے پوچھا کہ دن بھر کیا کیا کھایا تھا۔ میں نے تفصیلات بتادیں۔ اس وقت کسی معالج سے رابطہ تو ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے گھر میں موجود ادویات اور اشیائے خوردنی سے کام لیا اور مجھے جوشاندہ بنا کر پلایا۔ ایک دو گھنٹے اسی تگ و دو میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ میری طبیعت بحال ہو گئی اور میں پرسکون نیند سو گیا۔

ماں باپ کی محبت کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔ وہاں محبت کے دعوے نہیں ہوتے عملی طور پر محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ محبت جتلاتے نہیں۔ اپنے احسانات کا ذکر نہیں کرتے۔ ان کی یہ خاموش محبت اور محبت بھرے انداز بارگاہ الہی میں اسی قدر مقبول ہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے باپ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے بشارت عطا فرمائی کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ خدمت کرو اور جنت پالو۔

والد محترم نہایت خوددار تھے۔ اپنی اور دوسروں کی عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہم بہن بھائیوں کی تعلیم و تربیت اور بہتر مستقبل کے لیے بہت سنجیدہ تھے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے۔ ان کے مقرر کردہ ضابطوں کی خلاف ورزی پر بعض اوقات فوجی انداز کے کورٹ مارشل اور سزا کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔

وہ اولاد کو اپنی دولت قرار دیتے تھے۔ میانہ روی کے قائل تھے۔ فضول خرچ ہرگز نہیں تھے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کمایا سب کچھ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا۔ انہوں نے اپنی ذات کی خاطر کبھی بھی قرض نہیں لیا۔ جب نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا اور تمام ذرائع مسدود ہو گئے تو انہوں نے قرض لے کر بھی ہمیں فاقوں سے بچایا اور ہماری ضروریات پوری کیں۔ بعد میں انہوں نے تمام قرض احسن طریقے سے ادا کر دیئے۔

ان کی خواہش تھی کہ اپنی تمام اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ، رہنے کے لیے ہر ایک کو الگ الگ گھر اور کاروبار کرنے کے لیے وسائل فراہم کریں۔ خرابی حالات کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی اولاد کو دی گئی تعلیم و تربیت پر بھرپور اعتماد تھا۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اولاد نا اہل ہو تو بنے بنائے گھر اور کاروبار تباہ

کردیتی ہے۔ اگر اولاد اہل ہو تو گھر بھی بنالیتی ہے اور کامیاب کاروباری اور سماجی زندگی بھی بسر کر لیتی ہے۔  
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ و رحمت سے ان کے تمام بیٹوں نے محنت مزدوری سے عملی و  
کاروباری زندگی کا آغاز کیا۔ آج سب کے اپنے شاندار گھر اور اچھے کاروبار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دی گئی اچھی تعلیم و  
تربیت کو شرف قبولیت بخشا اور شاندار نتائج سے ہمکنار فرمایا۔

والد محترم نہایت صابر و شاکر، خوددار اور اعلیٰ نفیس مزاج کے حامل انسان تھے۔ مضبوط قوت ارادی کے مالک  
تھے۔ وعدے کی پابندی کرتے تھے۔ ہر حال میں قانون کی پاسداری کرتے تھے۔ سچ بولتے وقت کسی نفع و نقصان کی  
پر واہ نہیں کرتے تھے۔

اپنی زندگی کے نہایت تکلیف دہ بحران (1982 تا 1986ء) کے دوران اپنے خلاف، اپنے اہل خانہ و احباب  
کے خلاف مخالفین کے قائم کیے گئے مختلف جھوٹے دیوانی و فوجداری مقدمات کی کامیابی سے پیروی کر کے مخالفین کو شکست  
دی۔ اس عرصہ میں انہیں کافی زیادہ قانون منہی حاصل ہو گئی تھی۔ اپنے داماد نسیم کو اس کے بھائی نعیم سے جائیداد میں سے حق  
دلانے کے لیے انہوں نے حقائق پر مبنی دیوانی دعویٰ دائر کرایا۔ انہوں نے ملکیت کے ثبوت فراہم کرنے کے لیے بے حد محنت  
کی۔ آخر کار یہ مقدمہ سول کورٹ و سیشن کورٹ سے ڈگری ہوا۔ ہائیکورٹ نے بھی مد علیہ کی اپیل ناقابل سماعت قرار دے کر  
خارج کی۔

مقدمات اور دعویٰ جات کی پیروی، ان کی تیاری اور ثبوتوں کی فراہمی میں شاید ہی کوئی وکیل یا پیروکار اس قدر  
محنت اور عرق ریزی سے کام لیتا ہوں۔

وہ رشتوں کے باہمی احترام کے اصول پر سختی سے کاربند تھے۔ جہاں کہیں بھی انہیں کوئی گستاخی نظر آتی سخت سزا  
دیتے تھے۔

وہ دیر یا اور بے لوث دوستی کے قائل تھے۔ ان کے دوست بھی ان کی طرح نیک شریف، با اصول، محنتی اور مخلص  
انسان تھے۔

وہ کاروباری امور، اہل خانہ کی تعلیم و تربیت اور صحت کے امور کے علاوہ گھریلو امور میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے  
تھے۔ کاروباری امور سے تعطیل کے ایام گھر کے کام نبھانے اور گھر کو سنوارتے بسر کر دیتے تھے۔

ان کی شخصیت، عادات و اطوار اور افکار کے حوالے سے کافی ضخیم، مستند و مدلل کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ مختصراً  
اتنا کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ انہوں نے باعزت، شریفانہ زندگی بسر کی۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اور  
اپنی صلاحیتوں اور وسائل پر بھروسہ کیا اور بھرپور ترقی کی۔ انہوں نے عام مزدور کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور  
کامیاب انسان کی حیثیت سے سماجی، اخلاقی اور اقتصادی و معاشی فلاح و بہبود حاصل کی اور ایک معزز شہری کی حیثیت  
سے زندگی گزاری۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو بھی انہی امور کی تعلیم و تربیت دی اور ان کی کردار سازی میں خاطر خواہ  
کامیابی حاصل کی۔ جب ہم اپنے چچا، پھوپھی اور دیگر قریب و نزدیک کے رشتہ داروں کے نظام تعلیم و تربیت اور ان کی  
اولاد کی 50 تا 60 سالہ کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو بلا اختیار اپنے والدین کے بے شمار احسانات کے لیے شکریہ کے الفاظ دل

میں موجزن ہوتے اور لب پر آ جاتے ہیں۔

عزیزانِ من! بعض عام اور معمولی نظر آنے والے لوگ بہت غیر معمولی ہوتے ہیں۔ ہم ان کی شخصیت اور کردار کی خوبصورتی کا ادراک نہیں کر پاتے۔ مگر ایسے لوگ بغیر کسی صلہ و ستائش کی خواہش کے نہایت ذمہ داری سے اور احسن طریقے سے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں اور اپنی اور دیگر افراد معاشرہ کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کس قدر نادر اور غیر معمولی ہوتے ہیں، شاید اس بات کا اندازہ ممکن نہیں۔

انہوں نے زندگی کے آخری چند ایک سال جان لیوا مرض ہیپاٹائٹس سی اور جگر کے کینسر کا مردانہ وار اور ہمت و حوصلہ سے مقابلہ کرتے گزارے۔ مطالعہ کی وجہ سے وہ جگر کے اس مرض کی تمام علامات اور بیماری کے تمام مراحل سے آگاہ تھے۔ انہوں نے صبر و حوصلہ سے اس مرض کا سامنا کیا۔ ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق علاج کیا اور پرہیز کیا۔ بندہ عاجز نے کبھی بھی ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں دیکھے۔ نہ ہی انہوں نے کبھی زبانی کلامی تکلیف کا اظہار کیا۔ آخری وقت جب انہیں خون کی قے آئی اور انہوں نے جان، جان آفرین کے سپرد کی تو بھی بفضلِ تعالیٰ انہیں کمال ضبط اور اطمینان حاصل تھا۔ ہم بہن بھائیوں میں سے ہر ایک کو، خصوصاً سجاد بھائی اور عاصم بھائی کو ان کا خصوصی قرب حاصل رہا۔ ان کے جان لیوا مرض کے دوران والدہ محترمہ اور سجاد بھائی کو ان کی خدمت کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔ والد محترم نے 8 ستمبر 2001ء کو نیشنل ہسپتال فیصل آباد میں وفات پائی۔ ان کی وفات پر اپنے پرائے ہر ایک کو بہت غم اور صدمہ محسوس ہوا۔ ہر کوئی ان کے حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا معترف تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے واسطے، وسیلے، صدقے سے بندہ عاجز کے والد محترم کی مغفرت فرمائے۔ انہیں عفو و عافیت اور فوز و فلاح دائمی عطا فرمائے۔ آمین! ثمة آمین!

## عصرِ حاضر میں علمِ تصوف اور صوفیانہ ادب (حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عظیم مشائخ اور صوفیہ کے مطابق تصوف روحِ اسلام ہے۔ اسے دینِ اسلام میں وہی حیثیت حاصل ہے جو روح کو جسم میں حاصل ہے۔ علم العقائد، علم الاحکام اور علم الاخلاص:۔ علم العقائد، علم الاحکام اور علم الاخلاص علومِ دین کے تین بڑے شعبے ہیں۔ علم العقائد میں ایمانیات اور عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً وجود باری تعالیٰ، انبیاء و رسل، ملائکہ اور آسمانی کتب پر ایمان، آخرت اور جنت و دوزخ پر ایمان کا تعلق علم العقائد سے ہے۔ علم الاحکام کو علم الفقہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس میں اوامر و نواہی سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ اوامر سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے کا حکم یا اجازت ہے۔ نواہی سے مراد وہ کام ہیں جن سے منع فرمایا گیا ہے۔ انہیں اوامر و نواہی کی فرائض، سنن، واجبات، مستحبات، مکروہات اور حرام وغیرہ کی اصطلاحات کی شکل میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔ علم الاخلاص میں اخلاص کے ساتھ تمام عقائد اور احکام کی حقیقی روح اور تقاضے پورے کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اہل صدق و صفاء بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال و افعال میں ریاکاری نہ ہو اور ہر عمل سراسر خلوص پر مبنی ہو۔ اہل اخلاص یہ جانتے اور مانتے ہیں اور اس اصول کو اپنے اقوال و افعال کی اساس بنا لیتے ہیں کہ

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (470)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (471)

علم العقائد کے ماہرین متکلمین، علم الاحکام کے ماہرین فقہاء و محدثین اور علم الاخلاص کے حاملین و عاملین صوفیہ کہلاتے ہیں۔

جس طرح دینِ متین کے تینوں شعبہ جات باہم مربوط و منسلک ہیں اسی طرح ان تینوں شعبہ جات سے منسلک احباب باہم شیر و شکر ہیں۔ ان میں سے اگر علم الاخلاص اور صوفیہ کو خارج کر دیا جائے تو دین کا جسم رہ جائے گا، روح دین مفقود ہو جائے گی۔ (472)

تصوف کو جس طرح روح دین قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اسے روحانی سائنس اور اسلامی سپر چو ازم قرار دیا جائے تو عین درست ہے۔ عظیم صوفیہ کرام شیخ ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش بجاویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ،

فقیر نور محمد کلاچوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نور الدین جامی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اعظم مشائخ کی لکھی ہوئی کتب تصوف اور مکتوبات و ملفوظات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صوفیہ خاص تحقیقی و تنقیدی شعور رکھتے تھے۔ انہوں نے سختی سے شریعت کی پابندی کی۔ خود بھی راہِ حق پر چلتے رہے اور دوسروں کو بھی چلاتے رہے۔

تاریخ اور کتب تصوف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں تصوف پر بے جا تنقید بھی ہوتی رہی اور مخالف اسلام گروہ اور فرقے تصوف کے نام پر غیر اسلامی نظریات کی تعلیم و ترویج کی کوشش کرتے رہے۔ ہر دور میں صوفیہ ایسے غیر اسلامی نظریات اور گمراہ کن فرقوں اور ان کی تعلیمات کی نشاندہی اور قلع قمع کرتے رہے۔

**کتب تصوف میں تحریف و تدسیس:** تصوف میں غیر اسلامی نظریات کے فتنے انہی چور دروازوں سے داخل ہوئے جن سے تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر، ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے۔ باطل فرقوں (روافض، ملاحدہ، باطنیہ، تعلیمیہ، قرامطہ وغیرہ) سے منسلک سرکردہ افراد نے کتب تصوف میں، ان کے تراجم میں من گھڑت احادیث، بزرگوں کے اقوال اور نظریات شامل کر دیئے۔ اس طرح غیر اسلامی تصوف، اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کے لیے ناممکن ہو گیا۔

کسی تصنیف میں رد و بدل کرنے یا کسی سے غلط طور پر کوئی تصنیف یا تحریر منسوب کرنے کے عمل کو عربی میں تدسیس کہتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے صفحہ نمبر 7 میں لکھا ہے:

”باطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں اپنی طرف سے تدسیس کی۔ نیز اس فرقہ باطنیہ نے ایک کتاب جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی، میری زندگی میں میری طرف منسوب کر دی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی۔“ (473)

ہر دور میں باطل فرقوں کے افراد تصوف کا لبادہ اوڑھ کر غلط عقائد کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ تصوف کی کتب اور ان کے تراجم میں، مشائخ کے ملفوظات و مکتوبات اور ان کی تصانیف و تراجم میں تحریف، اضافہ اور رد و بدل کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اس طرح اپنے اپنے مذموم مقاصد و ارادے پایہ تکمیل تک پہنچاتے رہے ہیں۔ ایسا آج بھی ہو رہا ہے۔ معتقدین تحقیق و تنقید اور روایت و درایت کے اصولوں سے لاعلمی کی وجہ سے اور اندھا دھند اعتقاد کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی کتاب ”تاریخ تصوف“ مطبوعہ محکمہ اوقاف، ان کی کتاب ”اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش“ مطبوعہ از مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں غیر اسلامی عناصر کی اسلام اور تصوف سے دشمنی کی اس طرح کی بہت سی مثالیں درج ہیں۔ نمونہ کے طور پر صرف چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

**”ہشت بہشت“ میں تحریف، اضافہ اور الحاق:** شبیر برادرز (پبلشر) اردو بازار، لاہور نے ”ہشت بہشت“ کے نام سے خواجہ گان چشتیہ (خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین مختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات شائع کیے ہیں۔ میرے پیش نظر اگست 2006ء کا شائع کردہ ایڈیشن ہے۔

”ہشت بہشت“ ملفوظات کی آٹھ کتابوں (انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، راحت القلوب، اسرار الاولیاء، فوائد الفوائد، راحت المحبین، مفتاح العاشقین) پر مشتمل ہے۔ اس میں راحت القلوب، ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ نمبر 63 پر بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک حدیث نبویؐ درج ہے۔ اس کتاب کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”۔۔۔۔ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع تمام صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہؓ یزید پلید کو کندھے پر سوار کر کے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے سوار ہے۔ یہ بات امیر المؤمنین علیؓ نے سنی تو پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو معاویہؓ کا بیٹا ہے۔ دوزخی کس طرح ہو سکتا ہے؟ فرمایا: اے علی! یہ یزید وہ بد بخت شخص ہے۔ جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔ حضرت علیؓ نے اٹھ کر نیام سے تلوار نکالی تاکہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو! کیونکہ تقدیر الہی ایسی ہی ہے۔ حضرت علیؓ روئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ ہوں گے؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا میں ہوں گا؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: کیا فاطمہ ہوں گی؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریبوں کا ماتم کن کرے گا۔ فرمایا: میری اُمت۔

بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رسول خدا ﷺ زار زار روئے اور شہزادوں کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اے غریبو! ہمیں معلوم نہیں کہ تمہارا حال اس جنگ میں کیا ہوگا۔“ (474)

- یہ روایت بالکل من گھڑت ہے۔ حدیث کے نام پر یہ من گھڑت بات کسی شیعہ سبائی نے اصل متن یا ترجمہ میں شامل کر دی ہے۔ اس کا دسویں محرم 656 ہجری کی مجلس کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل امور غور طلب ہیں:
- 1۔ حضور نبی کریم ﷺ نے 12 ربیع الاول 11ھ بروز سوموار (8 جون 632ء) کو وصال فرمایا۔ (475)
  - 2۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان 11 شوال 26ھ (19 جولائی 647ء) کو پیدا ہوا اور اس نے 15 ربیع الاول 64ھ (14 نومبر 683ء) کو وفات پائی۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا روایت کی یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ:

”..... ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ مع تمام صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر سوار کر کے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہے.....“

یزید تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ روایت گھڑنے والے نے جھوٹ کی انتہا کر دی۔ اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ صوفیاء اور علما میں سے کسی نے بھی آج (1435ھ) تک جبکہ ملفوظات میں درج اس من گھڑت روایت کو قریباً 779 سال گزر گئے ہیں، اس علمی بددیانتی اور گمراہ کن وغارت ایمان سازش کی نہ تو نشاندہی کی اور نہ ہی ان الحاقی عبارتوں کو ان کتابوں سے حذف کرنے یا کرانے کی کوشش کی۔

مذکورہ بالا متن میں اور بھی کئی باتیں قابل اعتراض ہیں۔ اس میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مشائخ اور صوفیاء کرام ماتم کے قائل تھے۔ پھر اس عبارت میں درج ہے کہ: ”یہ یزید وہ بد بخت شخص ہے جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔“ اس میں تمام آل سے کیا مراد ہے؟



عزیزانِ من! تمام اولیائے کرام، فقہاء عظام حُبِ اہل بیت کے قائل تھے اور قائل ہیں۔ اہل بیت سے محبت روح ایمان ہے۔ تاہم مشارح، صوفیاء اولیاء اور علمائے اہل سنت ماتم کے قائل نہیں، یاد منانے کے قائل ہیں۔ ”ہشت بہشت“ میں زیادہ تر قرآنی آیات، احادیث اور حکایات بغیر کسی حوالہ و سند کے دی گئی ہیں۔ ان آیات و احادیث و دیگر عربی عبارات کے ساتھ اعراب نہیں دیئے گئے۔ فارسی عبارتوں اور اشعار کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ مشکل الفاظ، جملوں اور عبارتوں کی وضاحت نہیں دی گئی۔ جس وجہ سے عام قاری ان تحریروں سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اہل علم اس طرح کی کتابوں کے مندرجات پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ مصنفین، مرتبین اور ناشرین کی غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے تصوف کے مخالف، اسلام دشمن عناصر کو ان کتابوں میں جعلی احادیث و روایات شامل کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس سے وہ اپنے غلط افکار و نظریات اور عقائد کی تشہیر کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔

سبائیہ، باطنیہ اور دشمنانِ صحابہؓ نے مشہور صوفیہ کے عقائد میں دیدہ دانستہ شبہات پیدا کر دیئے تاکہ ان کے عقیدت مندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ یہ صوفیہ مائل بہ تشیع تھے۔ اس طرح شیعہ مذہب کو فروغ ملے گا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غلط عقائد:- جامی سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے مولانا سعد الدین کا شعری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی وفات (860ھ) کے بعد خواجہ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے اور سلوک طے کیا۔ وہ بلا شک و شبہ اہل سنت سے ہیں۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ، عطار رحمۃ اللہ علیہ، رومی رحمۃ اللہ علیہ، کے بعد صوفیانہ ادب میں جامی کا نام معروف ترین ہے۔ روافض نے ان کے بارے میں ایک جھوٹی روایت گھڑ کر عوام الناس کی نظروں میں ان کے عقائد کو مشتبہ بنانے کی کوشش کی جس وجہ سے ان کے بارے میں مختلف آراء قائم ہو گئیں۔

1- بعض انہیں سُنی کہتے ہیں۔

2- بعض نے انہیں مائل بہ تشیع لکھا ہے۔ وہ تمام عمر تقیہ فرماتے رہے۔

3- بعض کہتے ہیں کہ وہ شروع میں سُنی تھے مگر وفات سے پہلے شیعہ ہو گئے تھے۔

ان کے بارے میں محمد حسین الحسینی خاتون آبادی لکھتا ہے:

”ان تمام دلائل کے باوجود جو ان کے ناصبی ہونے پر شاہد ہیں۔ ہم ان کو اہل تقیہ میں شمار کر سکتے ہیں یعنی وہ دل میں شیعہ تھے مگر زبان اور قلم سے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرتے تھے۔

پھر اپنے مدعا کی تائید میں اس نے یہ حکایت نقل کی ہے جس کا راوی علی بن عبد العال ہے وہ کہتا ہے کہ:

”میں سفر نجف میں جامی کے ساتھ تھا میں نے تقیہ کر کے اپنے عقائد کو ان سے پوشیدہ رکھا تھا۔ جب ہم بغداد پہنچے تو ایک دن لبِ دجلہ تفریح کے لیے گئے۔ اتفاقاً ایک قلندر وہاں آ نکلا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی شان میں ایک قصیدہ غزِ اسنانا شروع کیا۔ جامی پر رقت طاری ہو گئی اور سر بسجود ہو گئے۔ پھر سر اٹھایا قلندر کو پاس بلایا اور بہت انعام دیا۔ اس کے بعد مجھ سے پوچھا تم نے مجھ سے گریہ اور سجدے کا سبب کیوں نہیں پوچھا میں نے کہا اس کا سبب آٹھ کا تھا کیونکہ علی خلیفہ چہارم ہیں اور ان کی تعظیم واجب ہے۔“

یہ سن کر جامی نے کہا ”علی خلیفہ چہارم نہیں ہیں بلکہ پہلے خلیفہ ہیں۔ اب مناسب ہے کہ میں تقیہ کا لبادہ اتار دوں اور چونکہ

ہمارے درمیان مودت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لیے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں شیعانِ خلص امامیہ میں سے ہوں لیکن تقیہ کرنا واجب ہے۔“

”میز بعضے از افاضل ثقات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جامی کے خدام سے یہ سنا ہے کہ ان کے تمام اہل بیت مذہب امامیہ رکھتے تھے لیکن مولانا تقیہ میں بہت مبالغہ فرماتے تھے اور ہمیشہ اپنے اہل و عشیرت کو اس کی وصیت کرتے رہتے تھے۔“ (476)

مندرجہ بالا روایت بالکل لغو، بے اصل اور بے سند ہے۔ چونکہ عوام نہ تو تنقیدی و تحقیقی شعور رکھتے ہیں اور نہ ہی انہیں تنقید و تحقیق کے لیے وسائل، قابلیت، علم اور سہولیات میسر ہوتی ہیں۔ اندھا دھند تقلید اور اندھے اعتقاد کی وجہ سے لوگ ہر سنی سنائی، بے اصل اور بے سند بات کو سوچے سمجھے بغیر مان لیتے ہیں۔

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش:۔ مخالف، گمراہ کن فرقوں کے حامی لوگوں نے عوام و خواص کی اس کمزوری کو استعمال کر کے اپنے باطل افکار و نظریات اور عقائد کی تشہیر کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے جس طرح صوفیانہ ادب کی آڑ میں گمراہی پھیلائی، اسی طرح انہوں نے صوفیہ کے بھیس میں فرض و سبائیت کی تعلیم دے کر لوگوں کو اپنا ہم مسلک و ہم نوا بنانے کی کوشش کی۔

تصوف اور اہل تصوف کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ اسلام دشمن عناصر نے منظم اور باضابطہ تحریک اور سازش کے ذریعے تصوف میں غیر اسلامی افکار و نظریات اور عقائد شامل کرنے شروع کر دیئے۔ اس تحریک کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہو گیا تھا۔ شیخ ابونصر سراج اپنی تصنیف کتاب ’اللمع‘ میں لکھتے ہیں:

”..... بغداد کے بعض لوگوں کو غلطی لگی اور کہا کہ جب ہم اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہو گئے تو لازمی طور پر ہم حق تعالیٰ کے اوصاف میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جہالت کی بناء پر اپنی ذات کو ایسی حالت کی طرف منسوب کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حلول کے قائل ہو گئے یا وہی بات کہی جو عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں۔“ ..... یہ سراسر کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں میں حلول نہیں کرتے.....“ (477)

دشمنانِ اسلام نے قرآن حکیم کو چھوڑ کر ہر علم و فن کی کتابوں، خصوصاً تاریخ، حدیث اور تصوف کی کتابوں اور ان کے تراجم و شروع میں حذف و اضافہ کیا۔ ان کا مقصد غیر اسلامی افکار و نظریات کی ترویج اور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کی تنقیص و توہین اور تحقیر ہے۔ اس ضمن میں بندہ عاجز کچھ مثالیں پیش کر چکا ہے۔ مزید چند ایک مثالیں ملاحظہ کریں۔ یہ مثالیں پیش کرتے ہوئے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ تاہم، ان حقائق سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ اس سازش سے آگاہ ہو کر اہل صدق و صفا و انسدادی روش اختیار کر سکیں۔

کتاب ”اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش“ کے صفحہ نمبر 70 پر پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

”شمس الدین افلاکی نے جو چلی عارف کے مرید اور رومی کے ہم نشین تھے۔ ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام مناقب العارفین ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ احمدی پریس رامپور (یو پی) سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب سے دو قفسے نقل کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے طلسم ہوشربا سے بھی بڑھ کر ہیں۔ پڑھئے اور دشمنانِ اسلام کی چیرہ دستی کا ماتم کیجئے۔“

ص 241 پر لکھتا ہے کہ ایک دن کراخاتون زوجہ مولانا رومی کے دل میں خیال آیا کہ مولانا ایک عرصے سے میری جانب ملتفت نہیں ہیں خدا معلوم شہوانی جذبات باقی ہیں یا بالکل فنا ہو گئے ہیں، مولانا کو بذریعہ کشف ان کا یہ خیال معلوم ہو گیا، رات کو مولانا ان کے پاس گئے جذبات شہوانی کا یہ عالم تھا کہ کراخاتون پریشان ہو کر استغفار پڑھنے لگیں۔ مولانا نے ستر (70)

بارجماع کیا پھر فرمایا ”مردان خدا ہر شے پر قادر ہیں“۔ ترک یا قلت مباحثت کا باعث استغراں ہے۔ اس کے بعد جو روایت درج ہے اسے پڑھنے سے پہلے کلیجے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیجئے مبادا شق ہو جائے۔ ”پھر فرمایا کہ آنحضرتؐ اور ان کی ایک زوجہ میں بھی یہی معاملہ ہوا تھا۔ ایک دن انہوں نے ایک چڑے کو چڑیا کے ساتھ جفت ہوتے دیکھ کر بطور مطاibہ آپ سے کچھ کہا۔ چنانچہ -----“

ص ۲۵۹ پر یہ روایت درج ہے ”مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلمؐ نے کچھ اسرار حضرت علیؑ کو خلوت میں تعلیم فرمائے اور وصیت کی کہ ناخرم سے بیان نہ کرنا۔ حضرت علیؑ نے چالیس روز تک ضبط کیا۔ اس کے بعد ان کا پیٹ ۔۔۔۔۔ مجبوراً سحر ایں جا کر ایک کنویں میں ۔۔۔۔۔ سب اسرار بیان کر دیئے۔ چند روز کے بعد اس کنویں سے نئے ایک درخت نکلا۔ ایک چرواہے نے اس سے نئے (بانسری) بنائی، اتفاقاً آنحضرت صلمؐ نے اس نئے کی آواز سنی تو اُسے بلایا اور سن کر فرمایا اس نئے سے ان اسرار کی شرح نمائیاں ہے جو ہم نے حضرت علیؑ کو تلقین کئے تھے۔“ (478)

مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کریں کس قدر فضول اور بے ادبی پر مبنی ہیں۔ ان عبارتوں سے کچھ مواد حذف کر کے دیا گیا ہے کیونکہ وہ الفاظ مندرجہ بالا اقتباس کے بیان کردہ الفاظ سے بھی زیادہ ناقابلِ بیان ہیں۔ تاہم، پھر بھی ان عبارتوں سے عین واضح ہے کہ مناقب العارفین کے مصنف یا اس کتاب کے مترجم نے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے اُمت کی تنقیص و توہین اور تحقیر کی ہے۔ انڈھی عقیدت اور انڈھی تقلید کے قائل مسلوب العقل لوگ ایسی روایات و حکایات پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لے آتے ہیں جس کا نتیجہ بے راہ روی اور گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔

تاریخ اسلام میں ملاوٹ :- دشمنان اسلام نے قرآن و حدیث کے بعد تاریخ اسلام کو خصوصی طور پر تدسیس و تحریف کا ہدف بنایا اور اس کا خاص مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی تنقیص و توہین و تحقیر ہے۔ سیرۃ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

”بعض شیعہ مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ سپاہیوں کے ساتھ ایک سپید فخر پر سوار ہو کر امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے کو روکنے کے لیے نکلیں۔ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے (نسخے) فارسی ترجمے جو ہندوستان میں بھی چھپ گیا ہے، میں نظر سے گزری، لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک لفظ پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا۔ طبری کے اس فارسی ترجمے میں درحقیقت بہت سے حذف و اضافے ہیں۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک کتاب :- مولانا سعید احمد جلاپوری شہید جو کہ روزنامہ جنگ کے اقرضہ پر اسلامی سوالات کا جواب دیتے تھے، کو ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنے سوالنامہ میں یہ تحریر بھیجی جس میں شیعہ موقف کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اور ان کی جانب منسوب کیا گیا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”سر العالمین“ کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ:

”عذیر خم میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ”من کنت مولاه“ فرمانے کے بعد اور اس موقع پر مبارک باد دینے کے بعد جب لوگوں پر خلافت کی ہواؤ ہوں غالب آگئی تو انہوں نے عذیر خم کی باتیں بھلا دیں۔“

اس پر مولانا سعید احمد جلاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحقیقی، تفصیلی و وسیع علمی مقالہ لکھا جو ماہنامہ ”بینات“ میں چھپا۔ مولانا نے تحقیق کے لئے اکابر متاخرین اور ارباب تحقیق کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو یہ چلا کہ عذیر خم

میں خلافت علی رضی اللہ عنہ (بلا فصل) سے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب یہ کتاب ”سر العالمین“ سرے سے امام صاحب کی ہے ہی نہیں اور روافض نے خود لکھ کر بعد میں ان سے منسوب کی۔ اور تحریر امام صاحب پر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے اور امام رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتابیں اس تحریر کے موقف کو بری طرح رد کرتی ہیں۔ مولانا نے اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ”تحفہ اثنا عشریہ“ کا حوالہ بھی دیا شاہ صاحب لکھتے ہیں:

ترجمہ: روافض کوئی کتاب لکھ کر اس کو اکابر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور اس میں حضرات صحابہ کرام کے خلاف مطاعن اور مذہب اہل سنت کے بطلان کو درج کرتے ہیں اور اس کے خطبہ یاد یا دیباچہ میں اپنے بھید اور راز کے چھپانے اور امانت کی حفاظت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے، یہی ہمارا دلی پوشیدہ عقیدہ ہے، اور ہم نے اپنی دوسری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض پردہ داری اور زمانہ سازی تھا، جیسا کہ کتاب ”سر العالمین“ خود سے لکھ کر انہوں نے اس کی نسبت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی ہے، علیٰ ہذا القیاس انہوں نے۔۔ اہل تشیع۔۔ نے بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان پر اکابر اہل سنت اور قابل اعتماد بزرگوں کا نام لکھ دیا ہے، ظاہر ہے ایسے افراد بہت کم ہیں جو کسی بزرگ کے کلام سے واقف و آشنا ہوں اور اس کے مذاق سخن یا اس کے اور دوسروں کے کلام میں فرق و امتیاز کر سکتے ہوں، لہذا ناچار سیدھے سادے لوگ ان کے اس کمر سے متاثر ہوتے ہیں اور بہت سے حیران و پریشان ہوتے ہیں۔۔ بلکہ بہت سے لوگ اس کو ایک مستند بزرگ یا اہل سنت کے امام کا کلام سمجھ کر اس کو اپنا کر اپنا ایمان و عقیدہ غارت کرتے ہیں۔۔“ (479)

**رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں الحاق:-** رومی کے ملفوظات فیہ مافیہ کے صفحہ نمبر 99 پر یہ روایت رومی سے منسوب ہے:

”ایک شب حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوے سے واپس آئے تو فرمایا: ببا نگہ دہل اعلان کرد کہ آج کی رات ہم شہر کے دروازے کے پاس بسر کریں گے اور کل صبح شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر صحابہ نے سب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم اجنبی لوگوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت میں مشغول پاؤ اور یہ دیکھ کر تمہیں بہت صدمہ ہوگا اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا، لیکن ایک صحابی نے حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل نہ کیا اور گھر چلا گیا، چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ مشغول پایا۔“

اس روایت کا مضمون ہی اس کے جھوٹ کو ثابت کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ یہ کسی خبیث سبائی کی گھڑی ہوئی روایت ہے۔ اس روایت سے یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ

1۔ حضور ﷺ کو علم غیب سے معلوم ہو چکا تھا کہ صحابہ کی بیویاں زنا میں مشغول ہیں اور آپ نے جان بوجھ کر چشم پوشی کی، اور اس زنا کو روکنے سے صحابہ کو منع کیا۔ (نعوذ باللہ)

2۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کے نافرمان تھے، حضور کے منع کرنے کے باوجود نہیں سنی اور گھر چلے گئے۔ (نعوذ باللہ)

**شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات مکیہ میں تحریف:-** شیخ جیسا کہ فتوحات مکیہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نہایت راسخ العقیدہ اور متبع شریعت بزرگ تھے، اسی کتاب کی پہلی فصل میں انہوں نے اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اسے غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عقائد نسفی کی شرح پڑھ رہے ہیں۔ انکی تصانیف میں بھی سبائے قرامطہ نے تدسیس کی۔ چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ایواقیۃ والجواہر کے صفحہ 7 پر لکھتے ہیں:

”انکی تصنیف میں جو عبارتیں ظاہر شریعت سے متعارض (نکرا نے والی) ہیں وہ سب مدسوس (گھسائی ہوئی) ہیں۔ مجھے اس حقیقت سے ابوطاہر المغربی نے آگاہ کیا جو اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے فتوحات کا وہ نسخہ دکھایا جس کا مقابلہ انہوں نے قونیہ میں شیخ اکبر کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے کیا تھا، اس نسخے میں وہ فقرے نہیں تھے جو میرے نسخے میں تھے اور میں نے ان فقروں کی صحت پر شک کیا تھا جب میں فتوحات کا اختصار کر رہا تھا۔“

پھر لکھتے ہیں:

”زنادقہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت کے زمانے میں ایک کتاب جس میں اپنے باطنی عقائد بیان کیے تھے، پوشیدہ طور پر (ان کا شاگرد بن کر) ان کے سرہانے، تکیے کے نیچے رکھ دی تھی اور اگر امام مرحوم کے تلامذہ ان کے عقائد سے بخوبی واقف نہ ہوتے تو جو کچھ انہوں نے تکیے کے نیچے پایا تھا اس کی وجہ سے وہ لوگ بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔“

**دیوان شمس تبریز میں تحریف:-** قرامطہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں بہت سے اشعار شامل کر دیے۔ دیوان شمس تبریز میں شامل کی گئی ایک پوری غزل سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن      ہم موعود و ہم وعدہ و موعود علی بود  
جبریل کہ آمد ز بر خالق بیچوں      در پیش محمد شد و تا بود علی بود  
اے رہنمائے مومنائے اللہ مولا علی      اے عیب پوش و غیب دان اللہ مولا علی

فارسی سمجھنے والے با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا روم جیسا سنی عالم یہ مصرعے نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ اشعار شیعہ ذہن کی عکاسی کر رہے ہیں اور نص قرآنی کے خلاف ہیں جیسا کہ پہلے شعر کے پہلے مصرع میں قرآنی آیت میں مذکور اللہ کی صفات ”ہو الاول والاخر والظاہر والباطن“ کو علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ دیوان شمس تبریز پر جلال ہامائی نے جو مقدمہ لکھا اس میں انہوں نے ان اشعار کو الحاقی قرار دیا ہے۔

**علم تصوف کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے اور ضابطہ عمل:-** ہر دور میں علمائے حق، مجددین ملت، محدثین کرام، فقہاء عظام اور صوفیائے کرام نے مخالف دین و ملت عناصر اور تحریکوں کا بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ عصر حاضر میں جب کہ ہر طرف لادینیت، مادیت، جدیدیت کی یلغار ہے نہایت شد و مد سے تصوف کی تعلیم اور صوفیہ کے صدیوں سے مروجہ اسلامی اصولوں پر نظام تربیت اپنانے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں اشد ضروری ہے کہ عوام الناس میں تحقیقی و تنقیدی شعور بیدار کیا جائے تاکہ وہ کھوٹے اور کھرے میں، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکیں۔

غیر مسلم، سائنس کے تحقیقی و تنقیدی طریقہ کار کی بدولت مختلف علوم کی بھرپور انداز سے ترویج کر رہے ہیں۔ تصوف (روحانی سائنس) مسلمہ علم ہے جس کی بنیاد مسلمہ روحانی، اسلامی اصولوں پر ہے جن کی ہر وقت، ہر دور میں روحانی تجربات و مشاہدات سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ یورپی مابعد الطبیعیاتی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم اور غیر اسلامی سپرچوازم، ہپناٹزم، ریکی، این ایل پی تکنیک، ٹیلی پتھی وغیرہ کی اسلامی سپرچوازم کے سامنے کوئی وقعت اور حقیقت نہیں ہے۔ ہمیں صرف اپنا طریقہ کار بدلنے کی ضرورت ہے۔ تحقیقی و تنقیدی شعور پر مبنی سائنسی طریقہ کار اختیار کر کے ہم تصوف کی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں اور نہایت وسیع پیمانے پر اس کی تعلیم و ترویج سے دین اسلام کی اشاعت کر سکتے ہیں۔

**تحقیق کے تقاضے:**۔ اہل یورپ نے مسلمان سائنسدانوں، محققین، مدبرین، محدثین کا سائنسی، تحقیقی و تنقیدی طریقہ کار اختیار کر کے ہی تمام علوم اور شعبہ جات میں ترقی کی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اسلاف کی عظیم روایات کو پھر اپنائیں اور اندھا دھند تقلید کے بجائے تحقیقی و تنقیدی شعور اجاگر کر کے راہِ حق پر گامزن ہوں۔

تحقیق اصولِ فطرت ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ  
لُبِّمِينَ ﴿١﴾ الحجرات [49:6]

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں تمام معاملاتِ زندگی میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے:

1۔ تمام معاملاتِ زندگی میں تحقیق کے اصول پر عمل کرنا چاہیے۔

2۔ ہمیں کوئی خبر پہنچے تو درایت اور روایت کے اصولوں کے مطابق چھان بین کر لینی چاہیے کہ کون کہہ رہا ہے؟ خبر دینے والے کا سماجی، اخلاقی رتبہ کیا ہے؟ خبر کس نوعیت کی ہے؟ کیا اس کا بیان قابلِ فہم، قابلِ اعتماد ہے؟

3۔ ہمیں کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیے۔ پہلے سچائی کو جان لینا چاہیے اور معاملات کی تہہ تک پہنچ جانا چاہیے۔ تحقیق کے دوران صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

4۔ بغیر تحقیق کے جلد بازی میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

5۔ عقل مند لوگ تحقیق کا دامن نہیں چھوڑتے جبکہ جاہل اور نادان لوگ بغیر تحقیق کے فوری فیصلہ کرتے ہیں۔

6۔ تحقیق کے دوران فاسق، جھوٹے، بدکردار، بے ایمان اور بے عمل لوگوں کے بیان پر اندھا دھند اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔

7۔ تحقیق کے بغیر صرف زبانی باتوں پر یقین کر لینا محض گمراہی اور جہالت ہے۔ تحقیق اہل علم و عقل و فکر کا سچائی جاننے کا طریقہ کار ہے۔ بغیر تحقیق کے کوئی بات ماننا جاہل لوگوں کا کام ہے۔

8۔ تحقیق انسانیت کی اصلاح، فلاح اور ترقی کے لیے نہایت لازم اور ضروری ہے۔

9۔ تحقیق سے ذہنی، قلبی، اخلاقی اور روحانی اطمینان اور مسرت ملتی ہے۔ جبکہ بغیر تحقیق کے ہر بات مان لینے اور فوری فیصلے کرنے سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض صورتوں میں ناقابلِ تلافی نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

تحقیق اصولوں کی بنا پر ہوتی ہے۔ تحقیق کی بنیاد وزنی دلائل ہوتے ہیں جبکہ بغیر دلائل کے نظریات قائم کرنا جاہل لوگوں کا طرزِ عمل ہے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّوٓا۟ اِنَّ اللّٰهَ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُصَاهُوْنَ  
قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ قَتَلُوْهُمُ اللّٰهُ ۙ اَلَيْسَ يُوْفُوْنَ ﴿٩٠﴾ التوبہ [9:30]

اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا (لغو) قول



ہے جو اپنے مونہ سے نکالتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہت (اختیار) کرتے ہیں جو (ان سے) پہلے کفر کر چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں ○

اس آیت مقدسہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ ایسا طرز فکر جس کی بنیاد تحقیق پر نہ ہو اور ایسے لوگ جو ذاتی خواہشات، مفادات اور پسند و ناپسند کو ترک کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کے عادی نہیں ہوتے وہ بغیر دلائل کے بہت بڑی باتیں کر جاتے ہیں اور بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جاہل اور کافر ہوتے ہیں، خود بھی برباد ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی برباد کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں جہاں تحقیق کی ضرورت واہمیت بیان کی گئی ہے، اس کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

تحقیق روایت و درایت کے اصولوں کے مطابق کی جاتی ہے۔ روایت و درایت کے یہ اصول قرآن وحدیث اور فقہ میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

”آدمی کے جھوٹے ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ جو کچھ سنے، روایت کر دے“۔ (480)

مراد یہ ہے کہ کسی سے کچھ سن کر بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کے اسے آگے بیان کرنے والا انسان نا سچھی کا ثبوت دیتا ہے اور اپنے اس غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے اکثر جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اُسے شرمندگی اور بعض صورتوں میں شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ روایت کو پرکھنے کے لیے عقل ودانش استعمال کرنے کو ”درایت“ کہتے ہیں۔ درایت کی رو سے دیکھا جاتا ہے کہ جو حدیث یا واقعہ بیان ہوا ہے عقلی شہادت کے مطابق درست ہے یا کہ نہیں۔ درایت کا یہ اصل بھی قرآن مجید نے ہی قائم کیا ہے۔

جب منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی اور اس خبر کو مشہور کر دیا تو بعض صحابہؓ تک غلط فہمی کا شکار ہو گئے یعنی وہ اصول درایت و روایت کی رو سے اس بات کا حقیقی پہلو نہ دیکھ پائے۔ یہ غور کرنا چاہیے تھا کہ کس نے کہا ہے؟ جو بات کہی ہے وہ تو بالکل ہی ناممکن ہے، ناقابل تصور ہے۔ اسے تو پرکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس طرح کا خلاف قیاس واقعہ یقینی طور پر غلط ہوتا ہے۔ جو سنا وہی آگے بیان کر دینا اور عقل و سمجھ اور فکر و نظر سے کام نہ لینا خلاف ایمان ہے۔

قرآن مجید میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی برأت اور طہارت کے مطابق یوں ارشاد ہوا ہے:

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿النور 24:16﴾

اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرّم کی محبوب زوجہ بنادے) یہ بہت بڑا بہتان ہے ○

اصول روایت کے مطابق واقعہ بیان کرنے والے یعنی راویوں کے بارے میں جانچ پڑتال کی جاتی ہے جبکہ اصول درایت کے مطابق واقعہ، بیان یا حدیث کے مضمون کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسناد کی تصدیق کے لیے روایت اور متن کی تصدیق کے لیے درایت کے اصول استعمال ہوتے ہیں۔ محدثین و فقہا اور محققین نے روایت و

درایت کے یہ اصول قرآن و حدیث سے ہی اخذ کیے ہیں۔ ان اصولوں سے محدثین نے اکثر جگہ کام لیا ہے اور ان کی بنا پر بہت سی روایتیں رد کردی ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کر دیا تھا اور معافی کی دستاویز لکھوا دی تھی“

ملا علی قاری اس رویت کو مختلف وجوہ سے باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ وجوہ درج ذیل تھیں:

- 1۔ اس معاہدہ پر سعد بن معاذ کی گوہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے۔
  - 2۔ دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے حالانکہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔
  - 3۔ اس وقت تک جزیہ کا حکم نہیں آیا تھا۔ جزیہ کا حکم قرآن مجید میں جنگ تبوک کے بعد نازل ہوا۔
  - 4۔ دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگا نہیں لی جائے گی حالانکہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں بیگا رکارواج ہی نہ تھا۔
  - 5۔ خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی، ان کو جزیہ کیوں معاف کیا جاتا۔
  - 6۔ عرب کے دور دراز حصوں میں جب جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے چنداں مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیونکر معاف ہو سکتے تھے۔
  - 7۔ اگر جزیہ ان کو معاف کر دیا گیا ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے خیر خواہ اور دوست اور واجب الرعاۃ ہیں حالانکہ چند روز کے بعد خارج البلد کر دیئے گئے۔ (481)
- روایت اور درایت کے اصول :- محدثین، فقہاء اور محققین نے روایت و درایت کے درج ذیل اصول بیان کیے ہیں۔ ان کی رو سے درج ذیل صورتوں میں روایت (کوئی بیان، واقعہ، حکایت) اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔
- 1۔ جو روایت عقل کے مخالف ہو۔
  - 2۔ جو روایت اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔
  - 3۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔ مثلاً یہ حدیث کہ ”بیٹنگن کھانا ہر مرض کی دوا ہے“۔
  - 4۔ قرآن مجید یا حدیث متواتر اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مثال دیتے ہیں کہ حدیث ”دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے“۔ درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ہر شخص بتا دے گا کہ قیامت کے آنے میں اس قدر دیر ہے۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔
  - 5۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔
  - 6۔ معمولی کام پر بڑے انعام کا وعدہ ہو۔
  - 7۔ وہ روایت رکیک المعنی ہو۔ مثلاً کدو کو بغیر ذبح کیے نہ کھاؤ۔
  - 8۔ جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو۔
  - 9۔ جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو۔ بایں ہمد ایک راوی کے سو کسی اور نے اس

کی روایت نہ کی ہو۔

10۔ جس روایت میں ایسا قابل اعتناء بیان واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا ہے تو سینکڑوں آدمی اس کو روایت کرتے۔ باوجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو۔

11۔ وہ حدیثیں جو طبعیوں کے کلام سے مشابہ ہیں مثلاً یہ کہ ”ہر سہ کے کھانے سے قوت آتی ہے“ یا یہ کہ ”مسلمان شیریں ہوتا ہے اور شیرینی پسند کرتا ہے“۔

12۔ وہ حدیث جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ مثلاً ”عون بن عنق کا قد تین ہزار گز کا تھا“۔ (482)

اسناد اور متن کی تصدیق اور درستی کی جانچ پڑتال کے لیے اس طرح کے جامع اصول دنیا کے کسی بھی زبان و ادب میں اور کسی قوم میں نظر نہیں آتے۔ محدثین کرام نے ہر طرح کا جانی، مالی نقصان برداشت کیا مگر ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کی اور تحقیق کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا۔ روایت (اسناد کی تصدیق) اور درایت (متن کی صحت کی عقل و فکر کی کسوٹی پر جانچ پڑتال) کے یہ اصول سماجی علوم اور زبان و ادب میں بھی تحقیق و تنقید کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ تصوف میں بھی تحقیق و تنقید کے لیے یہ اصول استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

بعض کتب تصوف میں موجود متنی اغلاط:- تصوف کے مخالفین کی تصوف کی کتب میں دست دراز یوں کے علاوہ تصوف کے حامی، غیر محتاط رویہ اختیار کرنے والے، دوستوں کی وجہ سے بھی صوفیانہ ادب اور صوفیانہ تحریک کو ہر دور میں بہت نقصان پہنچا ہے۔ ایسا اب بھی ہو رہا ہے۔ تصوف دوست حضرات کے بے احتیاطی اور غیر ذمہ دارانہ انداز تحریک کی وجہ سے بھی لوگ تصوف سے دور ہٹ رہے ہیں۔

میرے پیش نظر خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب ’ذات کا عرفان‘ ہے۔ یہ کتاب مکتبہ عظیمیہ لاہور سے 2003ء میں شائع ہوئی۔ صوفیانہ ادب میں خواجہ شمس الدین عظیمی اور ان کے رفقاء کی گراں قدر خدمات محتاج بیان نہیں۔ ان کے افکار بھی نہایت اعلیٰ، راست اور قابل تعریف ہیں۔ ان کی اس تحریر میں قرآنی آیات، احادیث اور روایات بغیر حوالہ جات کے دی گئی ہیں۔ اکثر مقامات پر اعراب بھی نہیں دیئے گئے۔ متنی اغلاط بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً

1۔ صفحہ نمبر 27 پر قرآنی آیت ”اللہ نور السموات والارض“ بغیر اعراب، حوالہ اور ترجمہ کے دی گئی ہے۔ اس میں لفظ السموات بھی غلط (السموات) درج کیا گیا ہے۔

2۔ صفحہ نمبر 34 پر ہے:

”----- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔-----“

”ایک دن دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی“

اس حدیث کا عربی متن اور حوالہ نہیں دیا گیا۔

3۔ صفحہ نمبر 47 پر دیا گیا قرآنی آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

”اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے لیے خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے عذاب الیم کی بشارت ہے۔“ (قرآن)

- مندرجہ بالا آیات کا عربی متن اور حوالہ نہیں دیا گیا۔
- 4۔ صفحہ نمبر 56 پر دیا گیا فارسی شعر بھی درست نہیں۔ اس کا حوالہ اور ترجمہ بھی نہیں دیا گیا۔ شعر ملاحظہ کریں۔  
 بر مزارِ ماغریباں نے چرائے نے گلے  
 نے پر پروانہ سوزِ دے صدائے بلبلے  
 درست شعر اس طرح سے ہے۔  
 بر مزارِ ماغریباں نے چرائے نے گلے  
 نے پر پروانہ سوزِ دے صدائے بلبلے
- 5۔ صفحہ نمبر 73 پر دی گئی آیت کا متن درست نہیں۔ نہ تو اعراب دیئے گئے ہیں اور نہ ہی ترجمہ۔ اس کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔ کتاب میں دی گئی آیت کا متن ملاحظہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ درست نہیں ہیں۔  
 والراسخون فی العلم یقولون آمنابہ ہم من عند ربنا ہ  
 درست آیت، اس کا ترجمہ اور حوالہ یہ ہے:  
 وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا الْعِمْرَان [3:7]  
 اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہل دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے۔
- مندرجہ بالا نوعیت کی مثنیٰ اغلاط تمام کتاب میں موجود ہیں۔ اکثر کتب میں اس طرح کی اغلاط نظر آتی ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور مثال ملاحظہ کریں۔ کتاب ”عشقِ پنجتن“ محمد عمران یوسفی تاجی کی تالیف و تصنیف ہے۔ یہ 26 محرم الحرام 1430ھ کو کراچی سے شائع کی گئی۔ کتاب کا موضوع، اس کا نفسِ مضمون، کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ، معیاری اور دلکش ہے۔ اس میں بھی زیادہ تر قرآنی آیات، احادیث، روایات و واقعات کے حوالہ جات نہیں گئے۔ آیات و احادیث کے صرف تراجم دیئے گئے ہیں۔ بعض آیات و احادیث کے ساتھ نامکمل حوالے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً
- 1۔ صفحہ نمبر 19 پر ایک قرآنی آیت کا ترجمہ بغیر اصل متن (عربی عبارت) کے دیا گیا ہے اور سورۃ مقدسہ کا نام بھی غلط دیا گیا ہے۔ ترجمہ اور حوالہ یوں دیا گیا ہے:  
 ”آپ فرماؤ میں اس پر تم سے اجرت نہیں مانگتا مگر اہل بیتؑ کی محبت“ (483)  
 سورۃ مقدسہ کا درست نام ”شوری“ ہے۔
- 2۔ صفحہ نمبر 25 پر بغیر عربی متن اور حوالہ کے درج ذیل حدیث لکھی ہوئی ہے:  
 ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:  
 ”اہل بیتؑ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اس محبت پر انتقال ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا“۔
- 3۔ اس کتاب میں قریباً تمام حکایات اور واقعات بغیر حوالہ کے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً صفحہ نمبر 119 پر ”امام حسنؑ کا صبر“ کے عنوان سے درج ذیل حکایت درج ہے:

”ایک حکایت میں ہے کہ حضرت امام حسنؒ کو فہ میں اپنے مکان کی دہلیز پر تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آپؒ کے پاس آیا اور آپؒ کو اور آپ کے ماں باپ کو گالیاں بکنے لگا۔ آپؒ اٹھے اور فرمایا اے اعرابی! تجھے بھوک لگی ہے یا پیاس یا کوئی اور مصیبت تجھے لاحق ہے مجھے بتاتا کہ میں تیری امداد کروں حالانکہ وہ دیہاتی مسلسل آپ کو اور آپ کے والدین کو ایسا ویسا کہے جارہا تھا۔ حضرت حسنؒ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ درہموں کی ایک تھیلی لا کر اس کو دے دو۔ غلام نے حکم کی تعمیل کی تو حضرت حسنؒ نے فرمایا اے اعرابی! معاف کرنا۔ میرے گھر میں اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا۔ ورنہ میں تمہیں دینے سے دریغ نہ کرتا۔ جب اس دیہاتی نے آپؒ کی یہ بات سنی بے اختیار پکار اٹھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؒ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ اور میں تو آپ کے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔“

محترم محمد عمران یوسف تاجی نے مندرجہ بالا حکایت کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بندہ عاجز کی تحقیق کے مطابق یہ حکایت ارمان مہبوب ترجمہ کشف المحجوب کے صفحہ نمبر 114 پر درج ہے۔ کسی تصنیف و تالیف کو مستند اور قابل اعتماد بنانے کے لیے ضروری حوالہ جات ضروری دینے چاہئیں۔ علمی دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جن کتب و رسائل اور مآخذات سے استفادہ کیا جائے ان کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

**معیاری و مستند کتب تصوف:** تصوف کی چند ایک کتب ایسی بھی نظر آتی ہیں جن میں تحقیق و تنقید، تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے تمام اصول و ضابطہ کی کافی حد تک پابندی کی گئی ہے اور اعلیٰ ادبی معیار کی کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ عقل بیدار تصنیف سلطان العارفین حضرت سلطان بابور رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ و شرح از فقیر عبدالحمید سوری قادری کلاچوی، عرفان (حصہ اول) اور عرفان (حصہ دوم) تصانیف حضرت قبلہ فقیر نور محمد سوری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، سر دلبرائ تصنیف حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ میں حق تصنیف و تالیف اور حق تحقیق و تنقید احسن طور پر ادا کیا گیا ہے۔ حوالہ و حواشی دیئے گئے ہیں۔ قرآن آیات و احادیث کے عربی متون اور تراجم دیئے گئے ہیں۔ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور شعراء کے نام بھی ساتھ ہی دیئے گئے ہیں۔ الحاج بشیر احمد ناظم نے کشف المحجوب کے ترجمہ میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کرنے سے پہلے قوت القلوب، کتاب الملع، طبقات الصوفی، التعرف، رسالہ قشیریہ، تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس کا بغور مطالعہ کیا۔ اس کے بعد کشف المحجوب کے پانچ عدد متون کا تنقیدی و تقابلی جائزہ لے کر ان میں پائی جانے والی اغلاط کی نشاندہی کی اور درست متن اخذ کیا۔ اسی طرح انہوں نے کشف المحجوب کے انگریزی، پنجابی، اردو تراجم کا تقابل و موازنہ کیا، ان کے محاسن و معائب سے آگاہ ہوئے اور صحیح متن کے تعین کے بعد ترجمہ کیا۔

**حکومتی سطح پر علم تصوف کی تعلیم و ترویج کے تقاضے:** مندرجہ بالا معروضات کا حاصل یہ ہے کہ صوفیانہ ادب کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے لیے تصوف، ملفوظات، مکتوبات، تعلیمات، توضیحات پر مبنی کتب کے ترجمہ و تشریح کے وقت نہایت ضروری ہے کہ تحقیق و تنقید اور ترجمہ کے اصول مدنظر رکھے جائیں اور ان کی سختی سے پابندی کی جائے۔ ایم اے۔ ایم فل، پی ایچ ڈی کی سطح پر اسلامیات، نفسیات، اقبالیات و دیگر سماجی علوم (Social Siences) کے تحقیقی مقالہ جات لکھنے کے لیے تحقیق و تنقید اور ترجمہ کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی سکالرز کی نگرانی میں ریسرچ سکالرز تحقیق کے مراحل طے کرتے ہوئے مقالے تحریر کرتے ہیں جن میں ایک ضابطہ کے تحت حوالے و حواشی اور تعلیقات (توضیحات) دی جاتی ہیں۔ آخر پر اشاریہ بھی دیا جاتا ہے اور کتابیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شعبہ تصوف میں بھی

تحقیق و تنقید، تالیف و تصنیف و تالیف کے لیے یہی تحقیقی و تنقیدی اسلوب اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی تعلیم کے لیے کئی مستند کتابیں بھی موجود ہیں۔ افادۂ عام کے لیے جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

تدوین و تحقیق روایت از ڈاکٹر رشید حسن خان، اصول تحقیق و ترتیب متن از ڈاکٹر خلیق انجم، اصول تحقیق و ترتیب متن از ڈاکٹر تنویر علوی، تدوین متن کے مسائل (مجموعہ مقالات) مرتبہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار، مثنیٰ تحقیق از ڈاکٹر خلیق انجم۔

ہمارے خاتفاہی نظام میں خاتفاہیوں کے ساتھ مساجد اور مدرسے بھی مسلک رہے۔ صوفیہ نے روحانی تعلیم، فقہی تعلیم اور عبادت کو یکساں اہمیت دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی صوفیہ نے تصوف کی تعلیم و تربیت کے لیے تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے کام بھی جاری رکھے اور اپنے دروس میں قرآن و حدیث کی روشنی اور سائے میں تصوف کی تعلیم بھی دیتے رہے ہیں۔ مخلصین کا یہ گروہ ہر دور میں موجود رہا ہے اور آج بھی موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس گروہ میں تنظیم پیدا کی جائے اور اہل العلوم (تصوف) کی تعلیم کے لیے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کوششیں کی جائیں۔

عزیزانِ من! اسلام اور اسلامی تصوف کا جسم و جان کا سارشتہ ہے۔ دین اسلام کی اشاعت میں صوفیائے کرام نے فکری و عملی لحاظ سے نہایت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جب تک اس رشتے کو اہمیت دی جاتی رہی، اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے اور افراد و معاشرہ کی روحانی و اخلاقی تربیت ہوتی رہی۔ جب اہل اسلام نے دین سے دوری اختیار کی تو تصوف بھی ان کی نظروں میں اہم نہ رہا۔ مادی ترقی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر مسلمانوں نے دین و دینی تعلیمات کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ دین کو صرف فلسفہ، ثواب و گناہ کی شکل میں اہمیت دینا شروع کر دی۔ روح دین کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ سکول و کالج و یونیورسٹی کی سطح پر سائنسی و فنی تعلیم کو خصوصی اہمیت دی جانے لگی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، کمپیوٹر سائنس، نفسیات اور میڈیکل سائنس وغیرہ کی تعلیم کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ یہ علوم مادی ترقی اور اعلیٰ سماجی مناصب و مقامات حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ دوسری طرف اسلامیات، اردو زبان و ادب، تصوف و دیگر سماجی علوم (عمرانیات، سیاسیات، وغیرہ) کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ ان کی تعلیم حاصل کر کے حصولِ روزگار میں نہایت دشواریاں پیش آتی ہیں۔

ہمارا دین چاہتا ہے کہ ہم روحانی، اخلاقی، مادی، سماجی، نفسیاتی، معاشی غرضیکہ ہر لحاظ سے متوازن ترقی کریں۔ ہمیں دینی علوم کے ساتھ دینی و روحانی علوم میں بھی بھرپور دلچسپی لینا چاہیے۔

اس ضمن میں حکومت پاکستان کو چاہیے کہ جس طرح سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اسلامیات، اردو اور اقبالیات کی بنیادی سطح سے لے کر پی ایچ ڈی کی سطح تک تعلیم دی جاتی ہے، اسی طرح علم تصوف کی بھی تعلیم دی جائے۔ کئی یونیورسٹیوں میں شعبہ اردو کے تحت یا الگ سے شعبہ اقبالیات کے تحت اقبالیات کی ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایم فل اقبالیات اور پی ایچ ڈی اقبالیات کی تعلیم کو ایم فل اردو اور پی ایچ ڈی اردو کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح اعلیٰ سطح پر فکر اقبال پر تحقیق و تنقید اور اس کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے جس سے افراد و معاشرہ کی تعلیم و تربیت میں بہت زیادہ مدد مل رہی ہے اور تعلیم یافتہ افراد ہائر ایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ ڈگری حاصل کر کے مناسب روزگار بھی حاصل کر رہے ہیں۔



”اقبالیات“ کی طرح سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اسلامی تصوف کی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ اس سے افراد معاشرہ کی تربیت میں مدد ملے گی۔ جعلی پیروں، فقیروں کا قلع قمع ہوگا۔ لوگ مادی ترقی کے ساتھ روحانی تعلیم و تربیت اور ترقی بھی حاصل کریں گے۔

تصوف ایک سائنسی علم ہے۔ نفسیات میں صرف ذہن اور ذہنی اعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ نفسیات اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتی کہ خیالات کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ خیالات کے اصل ماخذات کیا ہیں؟ قلب، نفس، روح اور ذہن کی اصل ماہیت کیا ہے اور ان کا باہمی، فکری ربط و ضبط کس طرح کا ہے؟

نفسیات ایک اُدھور علم ہے۔ اس میں اعلیٰ کردار کی وضاحت نہیں ملتی۔ اس کے مقابلے میں تصوف، مکمل اور جامع علمِ نفسیات ہے۔ اگر حکومت نفسیات کی طرح ’تصوف‘ کے علم کی ترویج کا اہتمام کرے اور ماہرینِ نفسیات کی طرح ’تصوف‘ کی ایم ایس سی تصوف، ایم فل تصوف اور پی ایچ ڈی تصوف کی سطح پر تعلیم کا اہتمام کر کے، کوالیفائیڈ خواتین و حضرات کو لوگوں کے نفسیاتی و روحانی امراض کے علاج کے لیے کلینک کھولنے اور پریکٹس کرنے کی اجازت دے تو لوگ اس کی تعلیم میں بھرپور دلچسپی لیں گے اور ماہرینِ نفسیات سے بڑھ کر سماجی خدمات سرانجام دیں گے۔

دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ممالک اس حقیقت کا ادراک کر چکے ہیں کہ ’نفسیات‘ اپنے ”طریق کار“ سے اب تک مذہبی تجربہ کو بطور ایک ذریعہ علم ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کئی مغربی یونیورسٹیوں میں روحانی تعلیم (تصوف) کو تجربہ و تحقیق سے جدید علوم مثلاً فکری طبیعیات، ادب، آرٹ، حیاتیات، ثقافت، مذاہب وغیرہ کی روشنی میں سمجھنے کے لیے ایک نئی نفسیات کے شعبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے جسے ”عمیق نفسیات“ کا نام دیا گیا ہے۔

پاکستان کی یونیورسٹیز کو بھی چاہیے کہ قیمتی علمی اثاثہ ”اسلامی تصوف“ پر تحقیق کے لیے اور اس کی جدید سائنسی بنیادوں پر تعلیم کے لیے شعبہ ”اسلامی تصوف اور روحانی علوم“ قائم کریں۔ اقبالیات کی ترویج کے لیے قائم اداروں، بزمِ اقبال اور اقبال اکیڈمی کی طرح ’بزمِ صوفیہ‘، ’مشائخ اکیڈمی‘، ’صوفی اکیڈمی‘ کے ناموں سے ادارے قائم کر کے تصوف کے شعبہ میں تحقیق، تعلیم اور ترویج کے کاموں کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

جس طرح مدرسوں میں رائج ”درسِ نظامی“ کی تعلیم کو حکومتی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح ”اسلامی تصوف“ کی ضرورت و اہمیت کو بھی تسلیم کر کے ان کی تعلیم کا اہتمام ہونا چاہیے کیونکہ ”تصوف“ کی تعلیم سے مدرسہ اور سکول و کالج کی تعلیم کے خلاء کو پر کیا جاسکے گا۔ اس طرح دینی و دنیوی تعلیم کے ساتھ روحانی تعلیم و تربیت کے اہتمام سے صحت مند معاشرہ جنم لے گا۔ فرقہ واریت، دہشت گردی اور تعصب سے نجات ملے گی اور لوگ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی، روحانی اور ذہنی ترقی بھی کریں گے۔

تمام صوفیائے کرام کتابوں، مکتوبات، ملفوظات اور خطباتِ روحانی سے، تصوف کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

پاکستان کی بعض یونیورسٹیز میں ایم اے اسلامیات کے کورس میں ’اسلامی اخلاق و تصوف‘ کا مضمون شامل ہے۔ اسی طرح ایم ایس سی نفسیات کے سلیبس میں بھی اسلامی تعلیمات کے حوالے سے انسانی شخصیت کا مطالعہ کرنے

کے لیے ایک مضمون شامل کیا گیا ہے۔ تصوف میں ’کامل انسان‘ کا واضح تصور دیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کا نظام پیش کیا گیا ہے جس پر عمل کر کے مثالی شخصیات سامنے آئی ہیں جنہوں نے اسلام کی تبلیغ و ترویج اور خدمتِ خلق کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔

تصوف، مذہب کی سائنسی شکل ہے۔ یہ عصر حاضر کے انسان، خصوصاً مسلمان کی فوری ضرورت ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سات خطبات تحریر کے جن میں سے پہلے دو خطبات ”علم اور مذہبی مشاہدات“ اور ”مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار“ اسلامی تصوف کے نفسِ مضمون کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے فرزند ڈاکٹر جسٹس (ر) جاوید اقبال اپنی کتاب ”خطبات اقبال..... تسہیل و تفہیم“ کے صفحہ نمبر 54 پر لکھتے ہیں:

”اسلامی تمدن کے عروج کے زمانے میں جب ہم ”روشن خیال“ تھے مگر یورپ ”تاریک ادوار“ سے گزر رہا تھا، تو ہمارے روایتی مدرسوں ہی سے کنڈی، فارابی، ابن سینا، ابن رشد، غزالی، ابن العربی، ابن خلدون، البیرونی جیسی سیکڑوں نادر ہستیاں نکلیں اور دیگر علوم کے علاوہ بقول اقبال مسلمان جدید سائنس کے موجد قرار پائے۔ یعنی ہمارے یہی مدرسے علوم کے مراکز تھے اور ہماری ہی نقل کرتے ہوئے یورپ کے کلیسا یا خانقاہوں نے تعلیمی مراکز کی صورت اختیار کی اور بالآخر جدید یونیورسٹیاں بنیں۔ ہمارے صوفیائے کرام اپنی خانقاہوں یا ”سکینوں“ میں عرفاء کی ایسی مجالس منعقد کرتے جو بذریعہ ذکر و فکر اپنے مریدوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے اور انہیں اس قابل بناتے کہ مذہبی تجربے سے گزر کر حقیقتِ مطلقہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ لیکن آج نہ تو مدرسوں سے ایسی توقع رکھی جاسکتی ہے نہ ایسے عرفاء مل سکتے ہیں جو نسل کے مسلم مریدوں کو بقول اقبال مرشدوں کی حیثیت سے اس علم سے روشناس کرا سکیں۔ ایسا اب ممکن نہیں۔ مگر ایسا عین ممکن ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں میں نفسیات یا نفسیاتی تجزیہ کے شعبے کے تحت ایک مستقل شعبہ تحقیق مذہبی یا روحانی تجربہ کے نام پر قائم کیا جائے جو اس مسئلہ کی مختلف جہتوں کا جائزہ لے۔.....

مندرجہ بالا معروضات کے پیش نظر صدر پاکستان، وزیراعظم پاکستان، وفاقی وزیر تعلیم، وزیر اعلیٰ، صوبائی وزیر تعلیم، چیئرمین ہائر ایجوکیشن، یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز سے درخواست ہے کہ وہ ’تصوف اور روحانی علوم‘ کی تعلیم کے لیے سکول، کالج اور یونیورسٹیز کی سطح پر مڈل تاپی ایچ ڈی کے لیول پر تعلیم کے لیے اپنے منصب اور اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے ضروری اقدامات فرمائیں۔

بندہ عاجز نے برسوں کی تحقیق کے بعد مختلف کلاسز میں تصوف اور روحانی علوم کی تحقیقی بنیادوں پر تعلیم کے لیے حکومت کی رجسٹر شدہ ’لرننگ اینڈ سکولز کونسل‘ اور منظور شدہ ایجوکیٹرز اینڈ لرنرز ویلفیئر آرگنائزیشن کے تحت کورس اور سلیبس وضع کر کے تعلیم کا آغاز کر دیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کی سرپرستی سے حکومتی سطح پر اس نظامِ تعلیم و تربیت کو پذیرائی حاصل ہو گی اور حکومتی سطح پر تصوف اور روحانی علوم پر تحقیق اور تعلیمی اداروں میں ان کی تعلیم کا آغاز کر دیا جائے گا۔

حاصل کلام:- حاصل کلام یہ ہے کہ:

1۔ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق سائنسی علوم کی طرح تجرباتی و مشاہداتی اسلوب اختیار کرتے ہوئے تصوف کی بھی تعلیم دی جائے۔ مغرب میں سائنسی بنیادوں پر سپرچو ایلزم پر تحقیق و تنقید کی جاری ہے اور اسے سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اہل مغرب کے سائنسی طرزِ فکر اور مشاہداتی و تجرباتی اسلوب کی وجہ سے

لوگ سپرچوالزم کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ نوجوان یوگا، ہپناٹزم، ریکی، این ایل پی ٹیکنیکس و دیگر روحانی علوم سیکھ رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی سائنسی طریقہ کار، سائنسی اسلوب اور طرزِ بیان اختیار کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے روحانی، تجرباتی و مشاہداتی پہلو اجاگر کریں اور اسلامی سپرچوالزم (تصوف) کی عجیب و غریب سپرچوالزم پر برتری ثابت کریں۔

2- تصوف کی بعض کتب کے ترجمہ و اصل متن میں مخالف تصوف عناصر نے ایک سازش کے تحت غیر اسلامی نظریات اور مواد شامل کر دیا ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایسی کتب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لے کر انہیں غیر اسلامی نظریات اور تحریفات سے پاک کیا جائے۔

3- تصوف کے مطالعہ، حفاظت اور ترویج کے لیے تحقیقی و تنقیدی شعور کے استعمال کی تربیت دی جائے تاکہ آنے والی نسلیں اس قیمتی علمی و روحانی ورثہ کو تحریف سے محفوظ رکھ سکیں۔

4- سرکاری سطح پر تصوف کی تعلیم، اس پر تحقیق اور اس کی ترویج کا اہتمام کیا جائے۔ اور فارغ التحصیل سٹوڈنٹس کو اسلامیات اور نفسیات کے معلمین، لیکچرارز اور پروفیسرز کی طرح سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں روزگار مہیا کیا جائے۔ ”نفسیاتی علاج کے ماہر علوم روحانی“ کو ماہرین نفسیات کی طرح قانونی طور پر پریکٹس کی اجازت دی جائے۔ تاکہ تعلیم و تربیت کے ساتھ روزگار بھی فراہم ہوتا رہے۔ اس طرح ماہرین فن یکسوئی کے ساتھ تصوف کی ترویج اور خدمتِ خلق کے فرائض سرانجام دے سکیں گے۔

5- ہم سب کو درست صوفیانہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے روحانی تعلق کو سمجھنا اور اسے مضبوط بنانا ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد یہی ہے اور اسے ہی بندگی قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ الذاریات [51:56]

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔  
زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی  
سورۃ ملک میں یہ حقیقت اس طرح بیان کی گئی ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿٦٧﴾ الملک [67:02]  
جس نے موت اور زندگی کو (اس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے،  
اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے ۝

سورۃ العصر میں ضابطہ حیات یوں بیان ہوا:

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ ﴿٣﴾ وَتَوَّصَّوْا  
بِالصَّبْرِ ﴿٤﴾ العصر [103:1-3]

زمانہ / نمازِ عصر / وقتِ عصر / زمانہ بعثتِ مصطفیٰ (ﷺ) کی قسم ۝ بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمر

عزیز گوارا ہے) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر کوئی انسان درج ذیل اصول و ضوابط کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو خسارے میں نہیں ہے:

- 1- ایمان لاتا ہے۔
  - 2- نیک کام کرتا ہے۔
  - 3- دوسروں کو بھی پیغامِ حق پہنچاتا ہے اور اس سلسلہ میں تمام مشکلات کا صبر سے سامنا کرتا ہے۔
  - 4- دوسروں کو بھی حق گوئی، بے باکی، صبر اور عملِ پیہم کی تلقین کرتا ہے۔
- گویا انسان کی زندگی کا مقصد اس وقت پورا ہوتا ہے جب انسان
- 1- اپنی حقیقت، حیثیت، مقام اور مرتبہ کو پہچان لے۔ یعنی معرفتِ نفس حاصل کرے۔
  - 2- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے روحانی تعلق کو سمجھ کر اسے مضبوط کرے۔ یعنی اخلاقِ حسنہ سے متصف ہو کر اپنی شخصیت کی تکمیل کرے۔
  - 3- مخلوقِ خدا کی خدمت سرانجام دے۔ انہیں حق پرستی کی تلقین کرے۔

تاریخِ انسانی اور خصوصاً تاریخِ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے زندگی کا حقیقی مقصد سمجھا اور اس کے حصول کے لیے دل و جان سے کوشش کی، مقامِ ولایت پر فائز ہوئے، انہوں نے نہ صرف خود فلاح پائی بلکہ ہزاروں، لاکھوں دیگر انسانوں کو بھی راہِ حق پر چلایا اور واصلِ حق کیا۔ ان اصحاب نے دل و جان سے، نہایت صدق و خلوص سے اسلامی تعلیمات کو سمجھا اور ان پر عمل کیا۔ بارگاہِ الہی میں مقبول ہوئے، نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور اطاعت و بندگی کے اعلیٰ نشان قائم کر گئے۔ تمام صوفیہ کرام اور اولیائے عظام شریعتِ اسلامیہ کی مکمل پیروی کی وجہ سے ہی ان اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔ کوئی بھی خلوص دل سے شریعتِ اسلامیہ کی پیروی کے بغیر مقصدِ حیات کو نہیں پاسکتا۔ وہ لوگ جاہل، سرکش اور دین کے باغی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرتے، اولیاء اللہ کے راستے پر صدق اور خلوص سے گامزن نہیں ہوتے اور صوفی، درویش اور بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اولیاء اللہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہل تصوف کی تین اقسام:۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

کشف المحجوب میں اہل تصوف کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں:

- 1- صوفی جو شریعتِ مطہرہ پر عمل کر کے واصلِ حق ہو جاتا ہے۔
- 2- متصوف جو صوفیا کی حقیقی طور پر پیروی کی کوشش کرتا ہے اور ذاتِ حق میں فنا کی تمنا رکھتا ہے۔

3- مستصوف جو صوفی کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، مال و دولت، جاہ و حشمت اور حفظ دنیا کے لیے صوفی بننے کا ڈھونگ رچاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو اور دیگر افراد کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ صوفی کے نزدیک ایسا شخص ایک مکھی جیسا ہے اور عوام کے نزدیک وہ بھیڑیے کی طرح ہے۔ (484)

یہ بات نہایت افسوس کے قابل ہے کہ آج کل 'صوفی' کہیں نظر نہیں آتے۔ متصوف یعنی اس راہ پر صدق و خلوص سے چلنے والے بھی نظر نہیں آتے۔ ہر طرف جعلی پیر فقیر، عامل، بازاری پیر فقیر نظر آتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہیں اور مخلوق خدا کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں اس قدر سادہ لوح ہیں کہ جس کسی کو سبز لباس پہنے دیکھتے ہیں، بزرگ مان لیتے ہیں۔ کسی خراب اور خستہ حال ملنگ کو دیکھتے ہیں تو اسے خدا رسیدہ سمجھ لیتے ہیں۔ تعویذ دھاگے کرنے والے کاروباری عاملوں کو بزرگ سمجھ کر انہیں اولیاء کا مقام دیتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ جہالت ہے۔

**متصوفین کے لیے ضابطہ عمل:** حقیقی اسلامی تصوف کو سمجھنے کے لیے، صوفی کی تعلیمات سے آگاہی کے لیے اور زندگی کا حقیقی مقصد حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل ضروری ہے:

- 1- سب سے پہلے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں اور ان پر عمل کریں۔
- 2- تمام عبادات اور معاملات زندگی اسوہ حسنہ کے مطابق سرانجام دیں۔
- 3- نماز پنجگانہ پابندی سے ادا کریں اور ہر نماز بہتر سے بہتر طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔
- 4- غیر شرعی رسومات سے قطعی گریز کریں۔ کافروں کا ساحلیہ اور طور طریقے اختیار نہ کریں۔
- 5- کسی پیر کامل کی بیعت کریں اور ان کی رہنمائی میں روحانی تعلیم حاصل کریں۔
- 6- کشف المحجوب اور دیگر مستند کتب تصوف، عرفان، نور عرفان، نور الہدیٰ، عین الفقر، عوارف المعارف، مکتوبات امام ربانی وغیرہم کا مطالعہ کریں اور اولیاء کی تعلیمات پر خلوص سے عمل کریں۔
- 7- اللہ تعالیٰ کا ذکر باقاعدگی سے کریں۔ روزانہ نبی کریم ﷺ کے حضور زیادہ سے زیادہ درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔
- 8- حقوق العباد اچھے طریقے سے ادا کریں۔ کسی کی حق تلفی نہ کریں۔
- 9- مخلوق خدا کو راحت پہنچانے کے لیے ممکن حد تک بھرپور انداز سے کوشش کریں۔ تعلیم عام کریں، لنگر جاری کریں، لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولت مہیا کریں۔
- 10- اپنے اخلاق بہتر بنائیں۔ اخلاق حسنہ سے متصف ہوں اور اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا پائیں۔
- 11- محفل ہو یا تنہائی ہر حال میں عجز و انکساری اختیار کریں۔ انسان کے تمام ظاہری و باطنی معاملات کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ہر حال میں اس کی بندگی بجالائیں۔ اسی سے محبت، عقیدت، ادب و احترام کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

- 12- رزق حلال کمائیں۔ رزق حرام سے بچیں۔ یاد رکھیں کہ رزق حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔
- 13- صوفیہ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے باہمی رواداری کا مظاہرہ کریں۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آئیں۔ باہمی اخوت اور اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کریں اور ملک و قوم کی ترقی کے لیے علمی و عملی سطح پر فعال کردار ادا کریں۔

- 14- ہمارے تمام مسائل کی وجہ لادینیت ہے۔ یہ وہی دین ہے جس کی خاطر انبیاء کرام، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے امت اور صوفیائے کرام نے قربانیاں دیں۔ اس دین کی خاطر سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثاروں نے میدانِ کربلا میں اپنی جان کے نذرانے پیش کئے۔ اسی دین کی خاطر ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے جانوں کے نذرانے پیش کئے اور پاکستان حاصل کیا۔ کیا ہم پر فرض نہیں کہ ہم بھی اپنے اس پیارے دین کی خاطر حتی المقدور جدوجہد کریں اور ہر طرف امن و سلامتی کی فضاء قائم کریں؟ یقیناً یہ ہم سب کا فرض ہے کہ دین اسلام کی خدمت سرانجام دیں اور سلامتی و امن کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد کریں۔
- 15- دین اسلام چاہتا ہے کہ ہم مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی ترقی بھی کریں۔ اسلام میں دین اور دنیا کی تقسیم نہیں۔ مسلمان دنیا کے تمام کام دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق سرانجام دیتا ہے۔ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتا ہے۔ اس کی آرزو سرکارِ مدینہ ﷺ ہیں، اس کی جستجو مدینہ ہے۔ وہ رزقِ حلال کماتا، کھاتا اور کھلاتا بھی ہے۔ وہ دوسروں پر بوجھ نہیں بنتا بلکہ دوسرے کے بوجھ بھی اٹھاتا ہے۔ اس لیے خود دار انسان بنیں، علم حاصل کریں، علم پر عمل کریں۔ رزقِ حلال کمائیں اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی ترقی بھی کریں۔
- 16- ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو یاد رکھیں۔ ہر وقت ذکرِ قلبی میں مصروف رہیں۔ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔
- 17- اولیاء اللہ کے مزارات مراکزِ فیض ہیں۔ وہاں نہایت ادب سے با وضو حاضر ہوں۔ وہاں شور شرابہ نہ کریں۔ ذکر و فکر میں مصروف رہیں۔ تلاوت قرآن حکیم کریں۔ نہایت عجز و انکساری سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مدارجِ مزید بلند فرمائے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے آپ کو بھی مستفیض فرمائے۔
- 18- وہ لوگ جو نمازیں ادا نہیں کرتے، حقوق العباد ادا نہیں کرتے، رزقِ حلال نہیں کماتے، حرام سے گریز نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں۔ وہ ہرگز اولیاء اللہ کے پیروکار نہیں ہیں۔ وہ شیطان کے پیروکار ہیں۔ انہیں کہیں سے بھی فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ صدق دل سے توبہ کریں، اسلامی تعلیمات پر صدق و خلوص سے عمل کریں۔ اس کے بعد توقع کریں کہ وہ صوفیہ سے اور ان کے مزارات سے فیض پائیں گے۔



## حوالہ جات و حواشی

000- اس کتاب میں تمام آیات مقدسہ کے حوالہ جات ان کے ساتھ ہی دیئے گئے ہیں۔ آیات کا عربی متن اور ان کا ترجمہ ”نور العرفان“ از ”پروفیسر طاہر القادری“ سے کاپی کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کے متن اور اسناد کے لیے زیادہ تر ”تفسیر تبیان القرآن“، ”شرح مسلم شریف“ اور ”شرح بخاری شریف“ از علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ پر انحصار کیا گیا ہے۔ زیادہ تر حوالہ جات بنیادی مآخذ پر مشتمل ہیں۔ بنیادی مآخذ تک رسائی نہ ہونے کی صورت میں ثانوی مآخذ پر انحصار کیا گیا ہے۔ ایسے اشعار اور اقتباسات جن کے اصل مآخذ تک رسائی نہ ہو سکی انٹرنیٹ اور مختلف معتبر مآخذ تک رسائی حاصل کر کے متعلقہ شعراء اور شخصیات کا متن کے ساتھ ہی اندراج دے دیا گیا ہے۔ احادیث کی تخریج کے لیے ”المکتبہ الشاملہ“ سافٹ ویئر سے بھی مدد لی گئی ہے اور متعلقہ حوالہ جات میں اس کا اندراج بھی کر دیا گیا ہے۔

☆ اسم ذات سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم ”اللہ“ اور اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی اسم ”محمد“ ہے۔ لفظ ”ان شاء اللہ“ عام طور پر ”انشاء اللہ“ کی املا سے لکھا جاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ درست املا ”ان شاء اللہ“ ہے۔ اس کتاب میں یہ لفظ درست املا سے لکھا گیا ہے۔

☆ باب نمبر 6 ”فضائل ذکر و فکر (ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت)“ تحریر کرتے وقت موضوع سے متعلقہ کتب کے علاوہ علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر تبیان القرآن، شرح بخاری شریف، شرح مسلم شریف اور ”عبد القادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ“ کی کتاب ”تصوف کے روشن حقائق“ کے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ ذکر الہی کے فوائد لکھتے وقت، محمد کریم سلطانی کی کتاب ”ذکر الہی“ مطبوعہ مکتبہ صبح نور، (بار اول، 2012ء) سے بہت زیادہ مدد ملی۔ ذکر الہی کے موضوع پر یہ مستند تحقیقی کتاب ہے۔ بندہ عاجز نے ذکر الہی کے فوائد کے ضمن میں اس کتاب کا خلاصہ منضبط کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ اس کتاب کا باب نمبر 7 ”فضائل درود شریف“ بندہ عاجز کی ایک مطبوعہ کتاب پر مشتمل ہے۔ اس باب کی تیاری میں دیگر مستند کتب کے علاوہ جلاء الافہام، سعادت الدارین، کنز العمال، فضائل درود شریف از ”مولانا زکریا“، فضائل درود شریف از ”نور محمد“، ”نذیر نقشبندی“ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر بعض حوالہ جات متن کے ساتھ ہی دیئے گئے ہیں اور ان کے لیے درج ذیل محققان استعمال کیے گئے ہیں۔

کنز = کنز العمال، ج = جلاء الافہام، س = سعادت الدارین، فض = فضائل آداب درود شریف، فض ن = فضائل درود و سلام از نور محمد / نذیر نقشبندی، ق ن = قلمی نسخہ

☆ باب نمبر 8 ”فضائل اخلاق اور فضائل اعمال و صدقات“ کی تیاری میں پروفیسر تنویر بخاری کی کتاب ”اسلامی اخلاق و تصوف“، پروفیسر خدا بخش کی کتاب ”اسلامی اخلاق و تصوف“ اور عالم فخری کی مرتب کردہ کتاب ”سُنی فضائل صدقات“ کے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ دیگر ابواب تحریر کرتے وقت مصادر اسلام کی بنیادی کتب، تصوف کی مستند کتب، تمام سلاسل حق کی تعلیمات اور خصوصاً قادری سروری سلسلہ کی کتب (نور الہدی، عین الفقر، عرفان حصہ اول و دوم، الہامات، حیات سروری، وغیرہ) کو خصوصاً پیش نظر رکھا گیا ہے۔

☆ نوٹ: کتاب ”جادو، جنات، اسلام اور جدید سائنس“ سے بھی استفادہ کیا ہے اور اس کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں دراصل درج ذیل چار کتابیں شامل ہیں:

- 1- الصارم البتار فی التحدی للسرعة الاشرار  
2- استاد بشیر کے تیس سالہ تجربات کا نچوڑ  
3- جنات اور جادو، حقیقت اور علاج  
4- جادو اور کہانت از شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

## معروضات

- 001- سلطان الطاف الہی، ڈاکٹر، باہونامہ (لاہور: فیصل ناشران کتب، ستمبر 2007ء)، ص 5  
002- سلطان الطاف الہی، ڈاکٹر، باہونامہ، ص 6  
003- سلطان الطاف الہی، ڈاکٹر، باہونامہ، ص 9  
004- Mohammad Iqbal, Dr. Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, (Lahore: Iqbal Academy, 3rd Edition, 2015), P. xxi  
005- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، (لاہور: بزم اقبال، جنوری 2010)، ص 35 تا 36

## مقدمہ

- 001- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)، ص ۵۲/۳۴۴  
002- ایضاً، ص ۸۹/۹۷  
003- ایضاً، ص ۱۸/۳۱۰  
004- ایضاً، ص ۹۴/۳۸۶  
005- ایضاً، ص ۱۵۶/۴۴۸  
006- شویب خریلفیش، الشیخ، ”الارض الفائق فی المواعظ والرتائق“، ترجمہ: ”حکایتیں اور نصیحتیں“، مترجم: مجلس المدینۃ العلمیہ، (کراچی: مکتبہ المدینہ، ب، اکتوبر، ۲۰۰۸ء)، ص ۷۲ تا ۷۵  
007- محمد زکریا، مولانا، ”فضائل حج“، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س، ن)، ص ۵۹ تا ۶۲  
008- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص ۴۳/۳۳۵  
009- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص ۳۶/۴۹۸  
010- دیکھیں: محمد ادریس، مضامین تصوف، (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۲۰۰۳ء)، نیز، عبدالرحمن گیلانی، شریعت و طریقت (لاہور، مکتبہ السلام، ۲۰۰۱ء)  
011- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص ۵۸/۱۶۶  
012- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص ۱۶۱/۴۵۳  
013- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص ۱۲۴/۴۱۶  
014- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، ص ۹۶/۳۴۴  
015- علی بھویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ مہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء)، ص 76  
016- دیکھیں: محمد ادریس، مضامین تصوف  
017- اگرچہ آج اہل مغرب خود تو روحانیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور صوفیانہ واردات کو تسلیم کر رہے ہیں؛ دیکھیے: سلطان بشیر محمود، ماورائی، اسلام آباد، دارالحکمت انٹرنیشنل، ۲۰۰۶ء

- 018- عبدالعزیز کمال، اقبال اور جدید علم کلام، مشمولہ: صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، (لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۶ء)، ص ۷۷ تا ۸۴
- 019- ظفر الحسن، سید، ڈاکٹر، ”خطبہ صدارت“، در خطبات اقبال، بحوالہ صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، ص ۳۳ تا ۳۷
- 020- سمیع اللہ قریشی، خطبات اقبال کا پس منظر، مشمولہ: صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، ص ۷۹ تا ۸۳
- 021- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تجدید فکر یا ت اسلام، مترجم: ڈاکٹر وحید عشرت (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۱۲
- 022- ایضاً، ص ۲۳۰
- 023- قرآن مجید، یونس: ۶۱-۶۳
- 024- طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر، ”علوم میں وحدت کی تلاش“، مشمولہ: اقبالیات، جولائی، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۹۴
- 025- محمد حنیف ندوی، عقلیات ابن تیمیہ، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۱۸
- 026- سلطان بشیر محمود، ماورائی، ص ۹۹-۲۱۳
- 027- محمد حنیف ندوی، سرگزشت غزالی، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۹
- 028- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تجدید فکر یا ت اسلام، ص ۹۵
- 029- ایضاً، ص ۲۲۰
- 030- دیکھیں: خطبات اقبال انگریزی، خصوصاً خطبہ نمبر ۲، ۳۔
- 031- محمد قمر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر، ”اقبال کا سلسلہ بیعت“، مشمولہ: ”اقبال اور گوجرانوالہ“، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، بار اول، اپریل ۲۰۱۳ء)، ص ۸۱ تا ۹۹
- 032- اعجاز الحق قدوسی، ”اقبال کے محبوب صوفیاء“، (کراچی: اقبال اکادمی، بار اول، ۱۹۷۷ء)
- 033- سلطان محمد نجیب الرحمن، شمس الفقراء، (لاہور: سلطان الفقیر پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۲ء)، ص ۲۰۸ تا ۲۰۹
- 034- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، جنوری 2009ء)، ص ۱۸ تا ۱۹
- 035- ایضاً، ص ۵۸ تا ۵۷
- 036- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، سوم، 2004ء)، ص ۸۵
- 037- ایضاً، ص ۲۷ تا ۲۷
- 038- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، مکتوب بنام سید نذیر نیازی، مشمولہ: ”مکتوبات اقبال“، (لاہور: اقبال اکادمی، بن، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۸۱
- 039- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص ۳۳۸/۳۶

## باب نمبر 1: کامیاب زندگی کا تصور

- 006- تعلیم غوثیہ، ص 316
- 007- محمد ذوقی، سید، سر دلبر اس (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)، ص 331، 416، 548
- 008- عبداللطیف خان نقشبندی، تہذیب نفس، بحوالہ: صحیح بخاری، حدیث 5873، جلد 5، ص 2297 (لاہور: نشان پبلی کیشنز، بار اول، جولائی 2012ء)، ص 90
- 009- محمد ذوقی، سید، سر دلبر اس (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)، ص 43 تا 44
- 010- محمد ذوقی، سید، سر دلبر اس، ص 44
- 011- محمد ذوقی، سید، سر دلبر اس، ص 45

- 012- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، جنوری 2009ء)، ص 53 تا 54
- 013- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 125
- 014- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 126
- 015- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 129
- 016- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، سوم، 2004ء)، ص 85

## باب نمبر 2: روحانیت و روحیت

- 017- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)، ص 25
- 018- رئیس امر وہوی، عالم برزخ (حصہ اول و حصہ دوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 62 تا 65
- 019- رئیس امر وہوی، عالم برزخ (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، ص 64
- 020- رئیس امر وہوی، توجہات (حصہ دوم) (کراچی: مانٹک جی سٹریٹ، اول، مئی 1977ء)، ص 89 تا 90
- 021- رئیس امر وہوی، مراقبہ (حصہ اول و دوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 165
- 022- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 106 تا 108
- 023- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پندرہواں، 2014ء)، ص 12
- 024- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 14 تا 16
- 025- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 236
- 026- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 70 تا 71
- 027- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 237
- 028- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص 156
- 029- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 237 تا 238
- 030- پیناٹزم، ص 88
- 031- عالم برزخ، ص 183 تا 184
- 032- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 191
- 033- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 204 تا 205
- 034- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 215
- 035- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 235
- 036- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 275
- 037- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 279
- 038- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 286
- 039- جنسیات حصہ دوم، ص 196 تا 197
- 040- نفسیات و مابعدالنفیات، ص 262
- 041- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، مشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)، ص 269

- 042- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 358 تا 360
- عرفان حصہ دوم (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)، ص 273
- حیات سوری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، دسمبر 2009ء)، ص 186
- 043- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 56 تا 58
- 044- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 111 تا 112
- 045- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 361 تا 368
- 046- رئیس امروہوی، مراقبہ (حصہ اول و دوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 188
- 047- احمد سرہندی، حضرت شیخ، کشف المعارف، مرتبہ: عنایت عارف (لاہور: فیصل ناشران کتب، بارسوم، نومبر 2011ء)، ص 306 تا 307
- مکتوبات امام ربانی، جلد اول (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر 1988ء)، ص 670
- مکتوبات امام ربانی کے موضوعاتی مطالعہ کے لیے ”کشف المعارف“ بہترین کتاب ہے۔
- 048- فقیر نور محمد کلاچوی، مخزن الاسرار و سلطان الاوراد، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)، ص 106 تا 107
- 049- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، ص 113
- 050- امام مسلم، ”صحیح مسلم“ (مصر: قاہرہ، 1955ء)، 1: 38-37، عدد 1
- باب نمبر 3: روجی علوم (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)**
- 051- ایمل کوئے، مترجم: وارث ہندی، خیال کی طاقت، (لاہور: قوسین، انارکلی، 1981ء)، ص 170 تا 171
- 052- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 153
- 053- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 48
- 054- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 50
- 055- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 144
- 056- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 27 تا 31
- 057- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 174 تا 177
- 058- ایمل کوئے، خیال کی طاقت، ص 35
- 059- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 269
- 060- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 271
- 061- رئیس امروہوی، نفسیات و مابعد النفسیات (حصہ اول تا سوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 62 تا 69
- 062- رئیس امروہوی، پناہ نژم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 187
- 063- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 269
- 064- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص 347
- 065- رئیس امروہوی، توجہات، ص 106 تا 107
- 066- خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ، (لاہور: عابد نظامی، قلعہ گوجر سنگھ، جنوری 1994ء)، ص 48
- 067- رئیس امروہوی، عالم برزخ، ص 115

- 068- رئیس امر وہوی، عالم برزخ، ص 114
- 069- رئیس امر وہوی، عالم برزخ، ص 115
- 070- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 208
- 071- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 16
- رئیس امر وہوی، عالم برزخ، ص 47
- 072- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 43 تا 45
- 073- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 16
- 074- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 234
- 075- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 16
- 076- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 239 تا 241
- 077- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 17
- 078- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 226 تا 227
- 079- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 228 تا 229؛
- رئیس امر وہوی، لے سانس بھی آہستہ (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، اکتوبر 2013ء)، ص 161 تا 162
- 080- شمس الدین عظیمی، خواجہ، مراقبہ، (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، دوم، اپریل 2003ء)، ص 232
- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 222
- رئیس امر وہوی، لے سانس بھی آہستہ، ص 158 تا 159
- 081- محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید، تربیۃ العشاق، (کراچی: محفل ذوقیہ، ششم، 2010ء)، ص 403 تا 404
- 082- رئیس امر وہوی، مراقبہ، ص 227 تا 228
- 083- رئیس امر وہوی، پناٹرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)، ص 187 تا 193
- 084- خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ، ص 84 تا 86
- 085- محمد طارق محمود عبقری، حکیم، جادو جنات اسلام اور جدید سائنس، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، اپریل 2004ء)، ص 89 تا 90
- 086- محمد طارق محمود عبقری، جادو جنات اسلام اور جدید سائنس، ص 94 تا 98
- 087- محمد طارق محمود عبقری، جادو جنات اسلام اور جدید سائنس، ص 112 تا 117
- 088- خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ، ص 38

## باب نمبر 4: راہ سلوک

- 089- محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 1، (المکتبہ الشامیہ بحوالہ دار طوق النجاة، بار اول، 1422ھ)؛
- ابوداؤد سلیمان، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2201، (المکتبہ الشامیہ بحوالہ المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت)
- 090- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ مہبوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء)، ص 43
- 091- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ مہبوب، ص 43



- 092- محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 6491،  
مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 204، 207، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)
- 093- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارغمان موہوب، ص 46
- 094- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارغمان موہوب، ص 54
- 095- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارغمان موہوب، ص 54
- 096- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ترجمہ منہاج العابدین، مترجم: ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ، (لاہور: شبیر برادرز، جولائی 2004ء)، ص 46 تا 50
- 097- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص 51
- 098- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص 45
- 099- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص 46
- 100- شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، (لاہور: نور بیہ رضویہ پبلی کیشنز، سوم، جون 2009ء)، ص 318
- 101- احمد سرہندی، حضرت شیخ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم و سوم، مکتوب نمبر 60، مترجم: عالم الدین نقشبندی (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر 1988ء)، ص 216
- 102- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، چہارم، 1993ء)، ص 75
- 103- ابوداؤد سلیمان، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر، 4695،  
مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1،
- محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی تبار، حدیث نمبر 2610، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء)
- ابو عبد الرحمن، سنن النسائی، حدیث نمبر 4990، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، بار دوم، 1406ھ (1986ء))
- 104- عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، مترجم: مفتی محمد صدیق ہزاروی، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، مئی 2009ء)، ص 177، 667
- 105- گل حسن قلندری قادری، تعلیم غوثیہ (کراچی: نفیس اکیڈمی، دوم، مئی 1976ء)، ص 75 تا 76
- 106- عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، ص 666 تا 668
- 107- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، للمع فی التصوف، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، دوم، 2006ء)، 240 تا 241
- 108- Oxford Advanced Learner's Dictionary, Fonathan Crowther, (USA, New York, Oxford University Press), P. 287
- 109- شیریں زادہ خدیو خیل، عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، (لاہور: فیصل ناشران کتب، جولائی 2010ء)، ص 78
- 110- تصوف کے روشن حقائق، ص 102
- 111- شیریں زادہ خدیو خیل، عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص 88 تا 91
- 112- شیریں زادہ خدیو خیل، عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص 81
- 113- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص 124
- 114- شیریں زادہ خدیو خیل، عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص 73
- 115- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص 65
- 116- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص 69
- 117- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، للمع فی التصوف، ص 38

- 118- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص 99 تا 100
- 119- شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی الہکی، قوت القلوب (جلد اول و جلد دوم)، مترجم: محمد منظور الوجبیدی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن، س ن)، ص 574
- 120- گل حسن قلندری قادری، تعلیم غوثیہ (کراچی: نیس اکیڈمی، دوم، مئی 1976ء)، ص 43 تا 44
- 121- شیریں زادہ خدیو خیل، عہد رسالت ﷺ کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، ص 86
- 122- ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 223، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ، دار احیاء الکتب العربیہ) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 3641،
- 123- ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 219
- 124- ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4313
- 125- محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 7312، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 98، 100، 175،
- محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، حدیث نمبر 2645،
- 126- تصوف کے روشن حقائق ص 98 تا 99
- 127- شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی الہکی، قوت القلوب جلد اول، ص 524 تا 525
- 128- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، للمع فی التصوف، ص 38
- 129- گائی، نین (حسن عبدالحکیم)، اسلام اور تقدیر انسانی، مترجم: فضل قدیر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، نومبر 1998ء)، ص 34 تا 37
- 130- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 270
- 131- ابن عبدالبر اندلسی، العلم والعلماء، مترجم: عبدالرزاق علی آبادی، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2005ء)، ص 57
- 132- ابن عبدالبر اندلسی، العلم والعلماء، (کراچی: ادارہ اسلامیات، بن، 2012ء)، ص 63
- 133- ابن عبدالبر اندلسی، العلم والعلماء، (کراچی: ادارہ اسلامیات، بن، 2012ء)، ص 89
- 134- حضرت علی علیہ السلام، اقوال امام علی علیہ السلام، قول نمبر 80، از نیچ البلاغ، مرتب: علامہ شریف رضی، مترجم: مفتی جعفر حسین، (لاہور: امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، موچی دروازہ، بن، س ن)
- 135- عبداللہ، ڈاکٹر سید، مسائل اقبال، 1974ء، ص 133
- 136- محمد رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ تعلیم، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، اول، دسمبر 2009ء)، ص 25
- 137- فقیر نور محمد کلاچوی، مخزن الاسرار و سلطان الاوراد، ص 44
- 138- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، مشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)، ص 119
- 139- یوسف حسین خان، ڈاکٹر، روح اقبال، (لاہور: القمرا انٹر پرائزز، مارچ 2010ء)، ص 19
- 140- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، (لاہور: اقبال اکیڈمی، پنجم، 2008ء)، ص 162
- 141- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 187
- 142- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 168
- 143- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 4
- 144- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 169 یا 170

- 145- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 84
- 146- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 85
- 147- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 93
- 148- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 191 تا 192
- 149- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 45
- 150- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 48
- 151- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 107، 108
- 152- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، ص 310
- 153- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 207
- 154- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 209 تا 210
- 155- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 222
- 156- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، ص 159 تا 160
- 157- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص 274
- 158- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص 276 تا 277
- 159- یوسف بن اسماعیل بنہانی، امام، جواہر البحار، جلد سوم، (لاہور: مکتبہ حامد یہ رضویہ، 1978ء)، ص 51
- 160- شاہ ولی اللہ دہلوی،، ہمععات، مترجم: پروفیسر محمد سرور (لاہور: سندھ ساگر اکادمی، جنوری 1946ء)، ص 39

## باب نمبر 5: روحانی دنیا

- 161- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ خودی، (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن، بن بن سن)، ص 16
- 162- محمراقبال، ڈاکٹر علامہ پیام مشرق، رباعی نمبر 81، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بن بن سن)، ص 52
- 163- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ خودی، ص 19
- 164- فقیر عبدالحمید کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، الہامات، ص 275
- 165- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا نسیم احمد فریدی (مترجم)، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، دوم، 2010ء)، ص 264
- 166- شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، عوارف المعارف، ص 68
- 167- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، (لاہور: مرکزی مجلس رضا، پنجم، 1404ھ)، ص 10
- 168- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، ص 13
- 169- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، (ص 71)
- 170- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ خودی، ص 22 تا 25
- 171- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، ص 19 تا 20
- 172- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، فیوض الحرمین، ص 113 تا 121

- 173- فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، مخزن الاسرار، ص 368 تا 375
- 174- محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید، تربیۃ العشاق، ص 45 تا 58
- 175- محبوب عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ذکر خیر، (فیصل آباد: سید خورشید عالم توکلی، دہم، 4 اگست 1979ء)، ص 348
- 176- شاہ محمد عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ، اصطلاحات صوفیاء، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء)، ص 42
- 177- فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، مخزن الاسرار، ص 28 تا 37
- 178- واحد بخش سیال، شرح کشف المحجوب (اردو)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، اگست 2009ء)، ص 153 تا 155
- 179- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ کلاچی شریف، بن، س، ن)، ص 26
- 180- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 33 اور ص 136
- 181- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 164
- 182- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 165
- 183- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 33 تا 34
- 184- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 117
- 185- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 35 تا 36
- 186- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 41
- 187- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 42 تا 43
- 188- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 46 اور ص 133 تا 134
- 189- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 56 تا 57
- 190- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 74 تا 76
- 191- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 130
- 192- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 100
- 193- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 215 تا 216
- 194- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 145 تا 146
- 195- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 148
- 196- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 160
- 197- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 104
- 198- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 202
- 199- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 206 تا 207
- 200- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 212 تا 213
- 201- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 170 تا 171
- 202- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 173
- 203- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 174

- 204- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 175 تا 176
- 205- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 174 تا 176
- 206- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 177
- 207- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 177
- 208- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 177
- 209- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 217 تا 219
- 210- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 188
- 211- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 168 تا 169
- 212- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 224
- 213- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 224
- 214- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 189
- 215- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 177
- 216- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 227 تا 228
- 217- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 228 تا 230
- 218- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 230
- 219- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 50
- 220- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 230 تا 231
- 221- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 235 تا 236
- 222- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 237
- 223- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 241
- 224- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 244
- 225- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، ص 242 تا 243

### باب نمبر 6: فضائل ذکر و فکر

- 226- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسرارِ خودی، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بن بن سن)، ص 19
- 227- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص 27
- 228- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص 97
- 229- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، ص 71
- 230- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، ص 15 تا 16
- 231- سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ، نور الہدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، ص 22
- 232- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، (لاہور: علم عرفان پبلشرز، باراول، جنوری 2005ء)، ص 19
- 233- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص 49

- 234- صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السلفیہ، بن بن، سن)، ص 98 تا 99
- 235- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص 37
- 236- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص 36
- 237- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص 37
- 238- سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل العلماء
- 239- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 60
- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 64
- 240- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، (لاہور: مکتبہ مدینہ، بن بن، سن)، ص 248
- 241- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، (لاہور: منہاج القرآن، بن بن، سن)، ص 684
- 242- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 812
- 243- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 182
- 244- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 56
- 245- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 65
- 246- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 260
- 247- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 584
- 248- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 37
- 249- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 43
- 250- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، ص 538 تا 543
- 251- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 464 تا 465
- 252- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، ص 543
- 253- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 462
- 254- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 63
- 255- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 801
- 256- علامہ یوسف الترمذی، تعلیم کی اہمیت، مترجم: ابو مسعود اظہر ندوی، (لاہور: اسلام بک ڈپو، بار اول، اکتوبر 1998ء)، ص 64 بحوالہ ترمذی شریف
- 257- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پیام مشرق، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 18
- 258- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 37
- 259- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 208 تا 209
- 260- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 571
- 261- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 977
- 262- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص 641 تا 642
- 263- عبداللطیف خان نقشبندی، پیر، اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بار اول، نومبر 2008ء)، ص



918 تا 922

- 264- شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمدی الدین جہانگیر، ص 386
- 265- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 132
- 266- بیعت و خلافت، ص 14 تا 15
- 267- امام احمد رضا خان بریلوی، بیعت و خلافت، (ڈسکہ: مکتبہ مہر یہ رضویہ، باراول، 1319ھ)، ص 19 تا 20
- 268- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 52
- 269- جاوید چوہدری، زیرو پوائنٹ، کالم محررہ 18 اپریل 2014ء
- <http://truth.com.pk/javed-chaudhry-urdu-columns/2015/04/09/32747>
- 270- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 261
- 271- قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین (جلد سوم)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، باراول، مئی 1991ء)، ص 166
- 272- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 25
- 273- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص 140 تا 141
- 274- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص 139
- 275- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسرارِ خودی، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 26
- 276- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پس چہ باید کرداے اقوام مشرق، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 20 تا 21
- 277- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پس چہ باید کرداے اقوام مشرق، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 25
- 278- سلطان باہر رحمۃ اللہ علیہ، اسرارِ قادری موسوم بہ ”خزینۂ حیدری“ (اردو ترجمہ)، (لاہور: پروگریسو بکس، باراول، یکم ستمبر 1994ء)، ص 215
- 279- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، مرتب: المنہاج السنوی (مجموعہ احادیث) (لاہور: منہاج القرآن، باراول، اگست 2008ء)، ص 527
- تا 533
- 280- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، زبورِ نجم، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 55
- 281- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، (لاہور: اقبال اکیڈمی، ہارٹشتم، 2007ء)، ص 44
- 282- محمد طاہر فاروقی، پروفیسر، سیرت اقبال، (لاہور: قومی کتب خانہ، بار چہارم، ستمبر 1966ء)، ص 100
- 283- محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، مقالہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مشمولہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مرتبہ: شبیر احمد کمال عباسی، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، باراول، اپریل 2013ء)، ص 83
- 284- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، ص 7 تا 9
- 285- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، ص 10 تا 11
- 286- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بال جبریل، مشمولہ: کلیات اقبال اردو، ص 78
- 287- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، رموزِ بے خودی، مشمولہ: کلیات اقبال فارسی، ص 123
- 288- ایقان، نظم فی شرح الحکم، جلد 1، ص 79۔ ابن عجیبہ
- 289- رحلیۃ الاولیاء ج 6، ص 67-68، رقم الحدیث: 7811، کنز العمال رقم الحدیث: 5714، اتحاد السادۃ المستقین جلد 6، ص 536
- 290- المعجم الاوسط، جلد 7، ص 172، رقم الحدیث: 6315، شعب الایمان، جلد 1، ص 136، رقم الحدیث: 120، کتاب العظمہ، ص 17

- 291- مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، ص 197، رقم الحدیث: 35213، بیروت، شعب الایمان، جلد 1، ص 136، رقم الحدیث: 118
- 292- المقاصد الحسنہ ص 173، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1407ھ
- 293- کتاب العظمہ، جلد 1، ص 33، رقم الحدیث: 43، الجامع الصغیر، جلد 2، رقم الحدیث: 5897
- 294- عبد الرؤف منادی، فیض القدر جلد 8، (بیروت: دار الحکمت العلمیہ)، ص 4217
- 295- عبد الرؤف منادی، فیض القدر جلد 8، ص 4217، موضحاً
- 296- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد چہارم، (لاہور: فرید بک سٹال)، ص 665 تا 667
- 297- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 200
- 298- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 273
- 299- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 269
- 300- مشکوٰۃ شریف، ص 199
- 301- ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 189 حدیث نمبر (3518)
- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد چہارم، ص 428
- 302- کاش الہرنی، رموز الجفر حصہ اول، (کراچی: اوراق پبلشرز)، ص 17 تا 24
- 303- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 41
- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
- 304- فضیلت اعمال ص 216 بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ
- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس (لاہور: تاج کینی لمیٹڈ، بن س ن)، ص 41
- 305- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، (لاہور: فرید بک سٹال، بارہنچم، 2008ء)، ص 482
- 306- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
- 307- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
- 308- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 43
- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
- 309- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
- 310- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 41
- 311- عبدالقادر عیسیٰ شاذلی، تصوف کے روشن حقائق، مترجم: محمد اکرم الازہری، (لاہور: زاویہ فاؤنڈیشن، باراول، 2011ء)، ص 161 تا 164
- 313- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 238
- 314- کاش الہرنی، سیچہ اور ستارے، (کراچی: اوراق پبلشرز، دوم، 1986ء)، ص 9، 114

## باب نمبر 7: فضائل درود شریف

- 315- شرف النبی، ابوسعید نیشاپوری، صفحہ نمبر 444
- 316- فضائل و آداب درود شریف، ص 14
- 317- رد المحتار، جلد اول، ص 383
- 318- فضائل درود شریف، ن، ص 139
- 319- جواہر ج 4، ص 154، بحوالہ حدیث طبرانی
- 320- جواہر جلد 4، ص 236
- 321- خزینہ درود شریف از علامہ عالم فقہی، ص 32
- 322- در مختار جلد اول، فضائل درود شریف، ن، ص 17
- 323- درود شریف کے فضائل و آداب، ص 13
- (ب) جواہر النہار، جلد اول، حصہ دوم ص 789
- 324- القول البدیع
- 325- تفسیر کبیر از علامہ رازی، فضائل درود شریف از مولانا زکریا ص 16
- 326- فضائل درود شریف، ز، ص 16
- 327- جلاء الافہام ص 16، فض ن، ص 24
- 328- القول البدیع اردو ص 35؛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ویلی، ابوبصلی الصابری، ابن ابی عاصم، المحجد اللغوی، ابو نعیم رحمہم اللہ تعالیٰ اور بھی کئی طرق (مختلف راویوں) سے روایت ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، ابی داؤد، ترمذی، حاکم، حضرت ابن عباس، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ
- 329- سعادة الدارين، ق، ن، ص 87
- 330- سعادة الدارين، ق، ن، ص 87
- 331- درۃ الناحین مصری عربی؛ آب کوثر، ص 105
- 332- تفسیر عزیزی فارسی، پارہ عم ص 149
- 333- جلاء الافہام ص 18، سعادة الدارين
- 334- رواہ ابن حبان ص 18، جلاء الافہام
- 335- جلاء الافہام ص 18، المستدرک حاکم جلد اول ص 207، عن ابواسیر انصاری رضی اللہ عنہ فی ابوداؤد، جلد اول ص 73، کتاب الاذکار امام نووی ص 16، بتبقی شریف جلد دوم ص 442، جلاء الافہام ابوبھریرہ رضی اللہ عنہ، ص 21 اردو ترجمہ
- 336- جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام، ص 18
- 337- القول البدیع ص 129، سعادة الدارين ص 63
- 338- حصن حصین ص 112
- 339- شرح شفا شریف جلد دوم ص 117، اردو ترجمہ القول البدیع ص 113
- 340- سعادة الدارين، ق، ن، ص 138
- 341- القول البدیع ص 87، کشف الغمہ ص 272 جلد اول
- 342- حصن حصین ص 99

- 343- ابوداؤد
- 344- عن عمر بنی جلاء الافہام اردو ص 36
- 345- عبدالرزاق وعبد بن حمید عن وضع عن جابر
- 346- جلاء الافہام عربی ص 46
- 347- بحیثہ الحال ص 413، جلد 2، آب کوثر ص 115
- 348- القول البدیع ص 117
- 349- ابن سعد وسموہ والبعوی والبارودی وابن قانع طب عن زید بن خارجہ
- 350- مستدرک الحاکم، سعادة الدارين، ق ن، ص 71
- 351- سعادة الدارين
- 352- سعادة الدارين، ق ن ص 86، جلاء الافہام ص 24 اردو
- 353- اخرجه يتيقن عن ابی مسعود الانصاریؒ سعادة الدارين، ق ن ص 92
- 354- عن عمر بن الخطابؓ فی جلاء الافہام ص 30
- 356- مسلم، عمرو بن العاصؓ فی جلاء الافہام ص 61، سعادة الدارين، ق ن ص 71
- 357- جلاء الافہام ص 199
- 358- جلاء الافہام ص 192
- 359- جلاء الافہام ص 192
- 360- جلاء الافہام ص 193
- 361- جلاء الافہام ص 193
- 362- جلاء الافہام ص 193
- 363- جامع صغير ص 54
- 364- رواه ابو نعیم وغيره عن ابن عباسؓ
- 365- الخصائص الکبری ص 260، فض ن ص 67، جلاء الافہام ص 70
- 366- فض ن ص 48، افضل الصلاة ص 40، جلاء الافہام اردو ص 67
- 367- رواه ابوداؤد والنسائی، سند جيد، جواهر البحار جلد چہارم ص 166، فضائل درود شریف جلد اول ص 49، جلاء الافہام ص 67
- 368- فض ز ص 44، جلاء الافہام ص 55، آب کوثر ص 58، الترغیب والترہیب ص 504
- 369- سعادة الدارين ص 62، آب کوثر ص 107
- 370- كشف الغمّة، جلد اول ص 969، القول البدیع ص 403، آب کوثر ص 113
- 371- ابن حبان، حضرت کعب بن مالکؓ، فض ص 50
- 372- اقتباس از حدیث پاک روایت از حضرت انسؓ فی بخاری، مسلم ومشکوٰۃ شریف، فض ص 50
- 373- جواهر البحار، جلد اول ص 368
- 374- حصن حصین ص 115 تا 118
- 375- بہار شریعت ص 16 حصہ اول

- 376- القول البدیع مترجم، ص 96
- 377- القول البدیع ص 124، سعادة الدارين ص 66، آب کوثر ص 60
- 378- سعادة الدارين ص 61
- 379- جلاء الافہام ص 18
- 380- القول البدیع، ص 116، سعادة الدارين ص 61
- 381- جامع الصغیر ص 28 جلد دوم از جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
- 382- جذب القلوب ص 250
- 383- کتاب الشفاء لقاضی عیاض، ص 40، جلد اول والخامس فی التاریخ الکبیر للبخاری ایضاً، ص 400، جلد اول
- 384- خصائص کبریٰ، ص 153، جلد اول
- 385- خصائص کبریٰ اردو، ص 121، جلد اول
- 386- الشفاء، ص 40، جلد اول
- 387- الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ص 803
- 388- خلاصۃ الوفا، ص 220
- 389- جلاء الافہام مترجم، ص 248
- 390- بال جبریل، ص 325
- 391- جذب القلوب ص 248 تا 249
- 392- جلاء الافہام، ص 203
- 393- احیاء العلوم، جلد اول، ص 318، فض ن ص 62
- 394- جلاء الافہام، ص 101
- 395- آب کوثر، ص 282
- 396- لواقع الانوار، ص 285
- 397- فض ن ص 52
- 398- افضل الصلوٰۃ 31، فض ن ص 52
- 399- القول البدیع ص 66، 78، نسائی شریف، جلاء الافہام ص 43، عن حضرت حسن بن علیؓ، مشکوٰۃ شریف ص 199، عن حضرت علیؓ، الوفا، ص 808، عن علی بن حسینؓ، جلاء الافہام ص 59، عن ابی زرؓ، کنز العمال جلد اول، ص 123، عن حضرت حسن بن علیؓ، عن حضرت عوف بن مالکؓ
- 400- القول البدیع فی الصلوٰۃ علی النبی الشفیع، عبد الرحمن سخاوی ص 116، جلاء الافہام ص 43، نسائی شریف
- 401- القول البدیع ص 78، کنز العمال جلد اول ص 123
- 402- القول البدیع ص 77، کنز العمال جلد اول ص 128، عن حضرت ابو ہریرہؓ بتغیر الفاظ، جلاء الافہام ص 42
- 403- عن جابر بن سمرہؓ، جلاء الافہام ص 54، عن عبداللہ بن جرادؓ فی کشف الغمۃ لامام شعرانی ص 271، افضل الصلوٰۃ علی سید السادات ص 44
- 404- القول البدیع ص 151، آب کوثر ص 91
- 405- القول البدیع ص 150، جلاء الافہام ص 46 بتغیر الفاظ

- 406- کنز العمال ص 128 جلد اول، جلاء الافہام ص 14، ص 15 عن ابن حبان، القول البدیع ص 49 بتغیر الفاظ
- 407- القول البدیع ص 140، آب کوثر ص 90
- 408- القول البدیع ص 150، آب کوثر ص 92
- 409- القول البدیع ص 147، نزہۃ الناظرین ص 31، افضل الصلوٰۃ علی سید السادات ص 45 لامام نبہانیؒ، کشف الغمۃ جلد اول ص 272
- لامام شعرائی رحمۃ اللہ علیہ
- 410- القول البدیع ص 148، افضل الصلوٰۃ علی سید السادات ص 145 مام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ، کشف الغمۃ جلد اول ص 272 لامام شعرائی رحمۃ اللہ علیہ
- 411- ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات)، (بیروت: دار الفکر)، ص 6
- 412- ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات)، ص 6
- آب کوثر ص 99
- 413- القول البدیع ص 116، آب کوثر ص 101
- 414- جلاء الافہام ص 16، القول البدیع ص 77، مشکوٰۃ جلد اول ص 197، ترمذی شریف بتغیر الفاظ، آب کوثر ص 94، فض ص 73
- 415- فیض القدر، ص 404 جلد 3
- 416- کنز العمال، جلد 10 ص 134 تا 143، قلمی نسخہ، ص 73
- 417- جلاء الافہام اردو، ص 224
- 418- سعادت الدارین، ص 113، اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، ص 1071

## باب نمبر 8: فضائل اخلاق اور فضائل اعمال و صدقات

- 419- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق و تصوف، (لاہور: ایور نیو بک پبلیس)، ص 5 تا 11، 12 تا 34، 35
- 420- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق و تصوف، ص 36
- 421- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق و تصوف، ص 22 تا 23
- 422- بخاری، مسلم، ابوداؤد، مؤطا امام مالک کتاب الاخلاق
- 423- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد ششم (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)، ص 37
- 424- صحیح بخاری جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1353
- 425- عالم فکری، نئی فصائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء)، ص 96 تا 163
- 426- عالم فکری، نئی فصائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء)، ص 130 تا 192

## باب نمبر 9: روحانی شخصیات

- 427- فقیر عبد الحمید سوری قادری، حیات سوری، (لاہور: عظمت بی بی ٹرسٹ، بار چہارم، دسمبر ۲۰۰۹ء)، ص ۲۱
- 428- فقیر عبد الحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۳۲، ۵۴
- 429- فقیر عبد الحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۳۳
- 430- فقیر عبد الحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۳۴ تا ۳۵



- 431- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۳۵ تا ۴۲
- 432- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۴۲، ۴۹، ۵۷
- 433- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۴۵
- 434- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۶۷ تا ۶۹
- 435- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۶۹ تا ۷۱
- 436- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۷۳، ۸۴، ۱۱۸
- 437- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۱۴
- 438- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۳۱
- 439- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۹۵ تا ۹۸
- 440- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۰۷ تا ۱۰۸
- 441- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۶۲ تا ۶۳
- 442- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰
- 443- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۳۲
- 444- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۳۴
- 445- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری، ص ۱۱۷
- 446- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات (لاہور: دربار فیض، بار پنج، ۲۰۱۴ء)، ص ۱۸ تا ۲۴
- فقیر عبدالحمید سوری قادری، حیات سوری (لاہور: عظمت بی بی ٹرسٹ، بار چہارم، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۳۶
- 447- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۱۳۶ تا ۱۳۷
- 448- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۱۳۷
- 449- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۹، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۵۰
- 450- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۱۹۵ تا ۱۹۷
- 451- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۱۹۸ تا ۱۹۹
- 452- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۲۱۹ تا ۲۲۱
- 453- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۳ تا ۳۸
- 454- فقیر عبدالحمید سوری قادری، الہامات، ص ۳۵۰
- 455- خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی، مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، منظوم کلام پارہ اول تا سوم، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربار عالیہ رحمن شریف، بار اول، 1992ء)، ص 17 تا 19
- 456- خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی، مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 19
- 457- خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی، مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 21
- 458- خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی، مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 22 تا 23
- 459- خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی، سوز و ساز دل (غیر مطبوعہ مجموعہ کلام)، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربار عالیہ رحمن شریف، 1995ء)، ص 5، 19، 49، 57، 92، 105-2، 105-3، 105

- 460- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السنوی (مجموعہ احادیث)، (لاہور: منہاج القرآن، بن، اگست 2008ء)، ص 536
- 461- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السنوی، ص 537
- 462- شرف الدین مصلح سعدی شیرازی، گلستان سعدی، مترجم: سجاد حسین، مولانا قاضی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، بن، سن)، ص 11
- 463- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 208
- 464- خالد محمود خالد نقشبندی
- 465- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السنوی، ص 708
- 466- ضرب المثل
- 467- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السنوی، ص 487
- 468- یہ واقعہ 1982ء کا ہے آج میں نے (مورخہ 28 جون 2017ء کو قریباً پینتیس برس بعد) یہ مدت اندازے سے اپنے پاس موجود تحریری مواد کا بغور جائزہ لے کر اپنے علم و یقین کی حد تک درست لکھی ہے۔ باقی تمام واقعات و معاملات مجھے اچھی طرح یاد ہیں اس لیے انہیں لکھتے وقت کوئی خاص تردد نہیں کرنا پڑا۔
- 469- خالد محمود خالد نقشبندی

## باب نمبر 10: عصر حاضر میں علم تصوف اور صوفیانہ ادب (حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)

- 470- صحیح بخاری
- 471- صحیح مسلم، حدیث نمبر 2564
- 472- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق و تصوف، ص 153
- 473- اسلامی تصوف۔۔۔ ص 33
- 474- خواجہ عثمان بارونی، خواجہ معین الدین چشتی و دیگران، راحت القلوب مشمولہ: ہشت بہشت، (لاہور: شبیر برادرز، بن، اگست 2006ء)، ص 63
- 475- صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص 630
- 476- اسلامی تصوف..... ص 63 تا 64
- 477- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، المبع فی التصوف، ص 634
- 478- اسلامی تصوف..... ص 70 تا 71
- 479- تحفہ اثنا عشریہ فارسی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ
- [http://bunyadparast.blogspot.com/2011/11/blog-post\\_08.html](http://bunyadparast.blogspot.com/2011/11/blog-post_08.html)
- 480- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد اول، ص 46
- 481- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد اول، ص 49
- 482- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد اول، ص: 48، 49
- 483- پارہ 25، آیت نمبر 23، سورہ شوری
- 484- علی بھویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغان موہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، ص 76

## کتابیات

- ابن عبدالبر اندلسی، العلم والعلماء، مترجم: عبدالرزاق بلخ آبادی، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2005ء)
- ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 223، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ، دار احیاء الکتب العربیہ)
- ابوداؤد سلیمان، سنن ابی داؤد، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت)
- ابوعبدالرحمن، سنن النسائی، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، باردوم، 1406ھ (1986ء))
- ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات)، (بیروت: دار الفکر)
- ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، (بیروت: دار الفکر)
- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، للمع فی التصوف، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، دوم، 2006ء)
- احمد بن حسین البہقی، سنن بہقی الکبریٰ، (بیروت: دار الفکر)
- احمد بن شعیب النسائی، سنن نسائی شریف، (بیروت: دار الحکمت العلمیہ)
- احمد سرہندی، حضرت شیخ،
- کشف المعارف، مرتبہ: عنایت عارف (لاہور: فیصل ناشران کتب، بار سوم، نومبر 2011ء)
- مکتوبات امام ربانی، جلد دوم و سوم، مترجم: عالم الدین نقشبندی (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر 1988ء)
- امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد (جلد دوم)، (لاہور: مطبع مجتبیٰ، 1405ھ)
- امام احمد رضا خان بریلوی، بیعت و خلافت، (ڈسکہ: مکتبہ مہریہ رضویہ، بار اول، 1319ھ)
- امام بہقی، شعب الایمان (جلد پنجم)، (بیروت: دار الکتب العلمیہ)
- امام جلال الدین سیوطی، النصاب الکبریٰ (جلد اول)، (پشاور: مکتبہ حقانیہ)
- امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، درود شریف کے فضائل و آداب، (ادارۃ القرآن والعلوم)
- امام طبرانی، الترغیب والترہیب (جلد سوم)، (قاہرہ: دار الحدیث)
- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ترجمہ منہاج العابدین، مترجم: ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ، (لاہور: شبیر برادرز، جولائی 2004ء)
- امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر، (بیروت: دار الحکمت العلمیہ)
- امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (جلد دوم)، (کراچی: نور محمد صحاح المطابع کراچی، 1381ھ)
- امام محمد بن محمد بن الجوزی، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادیس (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ب۔ن، س۔ن)
- امام مسلم، "صحیح مسلم"، (مصر: قاہرہ، 1955ء)
- امام یوسف بن اسماعیل، نہانی، جواہر البحار (جلد سوم)، (لاہور: مکتبہ حامد یہ رضویہ، 1978ء)
- امجد علی اعظمی، مولانا، بہار شریعت (حصہ اول)، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز)
- ایمل کوئے، مترجم: وارث ہندی، خیال کی طاقت، (لاہور: قوسین، انارکلی، 1981ء)
- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق و تصوف، اسلامی اخلاق و تصوف، (لاہور: ایور نیو بک پبلیس)

جاوید چوہدری، زیر پوائنٹ، کالم محررہ 18 اپریل 2014ء  
 حضرت علی علیہ السلام، اقوال امام علی علیہ السلام، نصح البلاغہ، مرتب: علامہ شریف رضی، مترجم: مفتی جعفر حسین، (لاہور: امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، موچی دروازہ، بن، سن)  
 حفظ الرحمن سیوہاروی، قصص القرآن، جلد اول، (لاہور: مکتبہ مدینہ، بن، سن)  
 خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ، (لاہور: عابد نظامی، قلعہ گوجر سنگھ، جنوری 1994ء)  
 خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ معین الدین چشتی و دیگران، راحت القلوب مشمولہ: ہشت بہشت، (لاہور: شبیر برادرز، بن، سن، اگست 2006ء)

خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی،  
 سوز و ساز دل (غیر مطبوعہ مجموعہ کلام)، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربار عالیہ رحمن شریف، 1995ء)  
 منشوی بدر عرفان فی آثار القرآن، جلد اول، منظوم کلام پارہ اول تا سوم، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربار عالیہ رحمن شریف، باراول، 1992ء)  
 رنیکس امر و ہوی،

توجہات (حصہ دوم) (کراچی: مانتک جی سٹریٹ، اول، مئی 1977ء)  
 عالم برزخ (حصہ اول و حصہ دوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)  
 نفسیات و مابعد انفسیات (حصہ اول تا سوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)  
 لے سنس بھی آہستہ (حصہ اول، حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، اکتوبر 2013ء)  
 مراقبہ (حصہ اول و دوم مکمل) (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)  
 پناہ نرم (حصہ اول و حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویکلم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)  
 سلطان الطاف الہی، ڈاکٹر، باہونامہ (لاہور: فیصل ناشران کتب، ستمبر 2007ء)  
 سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ،

اسرار قادری موسوم بہ ”خزینۂ حیدری“ (اردو ترجمہ)، (لاہور: پروگریسو بکس، باراول، یکم ستمبر 1994ء)  
 نور الہدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نور یہ کلاچی شریف، بن، سن)  
 سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الاوسط، جلد 7  
 سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی جلد ششم، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)  
 سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، (لاہور: مرکزی مجلس رضا، پنجم، 1404ھ)  
 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، تحفہ اشعار عشریہ فارسی  
 شاہ محمد عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ، اصطلاحات صوفیاء، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء)  
 شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،  
 انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ،  
 فیوض الحرمین

نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا نسیم احمد فریدی (مترجم)، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، دوم، 2010ء)  
 جمعات، مترجم: پروفیسر محمد سرور (لاہور: سندھ ساگر اکادمی، جنوری 1946ء)

- شرف الدین مصلح سعدی شیرازی، گلستان سعدی، مترجم: سجاد حسین، مولانا قاضی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، بن س ن) شمس الدین عظیمی، خواجہ مراقبہ، (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، دوم، اپریل 2003ء)
- شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی الحکی، قوت القلوب (جلد اول و جلد دوم)، مترجم: محمد منظور الوجدیدی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بن س ن)
- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، چہارم، 1993ء)
- شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، (لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، سوم، جون 2009ء)
- شیریں زادہ خدیجہ، عہد رسالت ﷺ کا نظام تعلیم اور عصر حاضر، (لاہور: فیصل ناشران کتب، جولائی 2010ء)
- صفی الرحمن مبارکپوری، الریحق المختوم، (لاہور: المکتبہ السلفیہ، بن س ن)
- عالم فقری،
- ثنیٰ فصائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء)
- خزینہ درود شریف، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن)
- عبدالرؤف منادی، فیض القدر جلد 8، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)
- عبدالقادر عیسیٰ شاذلی، تصوف کے روشن حقائق، مترجم: محمد اکرم الازہری، (لاہور: زاویہ فاؤنڈیشن، باراول، 2011ء)
- عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، مترجم: مفتی محمد صدیق ہزاروی، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، مئی 2009ء)
- عبداللطیف خان نقشبندی،
- تہذیب نفس، (لاہور: نشان پبلی کیشنز، باراول، جولائی 2012ء)
- اسلام و روحانیت اور فکر اقبال، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، باراول، نومبر 2008ء)
- عبداللہ ڈاکٹر سید، مسائل اقبال، 1974ء
- علامہ یوسف الترضوی، تعلیم کی اہمیت، مترجم: ابو مسعود انظر ندوی، (لاہور: اسلام بک ڈپو، باراول، اکتوبر 1998ء)
- علاؤ الدین علی المتقی، کنز العمال، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)
- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغان مہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء)
- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پندرہواں، 2014ء)
- غلام رسول سعیدی، علامہ،
- تبیان القرآن، جلد چہارم، (لاہور: فرید بک سٹال)
- تبیان القرآن، جلد ہفتم، (لاہور: فرید بک سٹال، بارہنجم، 2008ء)
- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، (لاہور: اقبال اکیڈمی، بارہنجم، 2007ء)
- فقیر عبدالحمید کلاچوی،
- الہامات، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، سوم، 2004ء)
- حیات سروری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، دسمبر 2009ء)
- فقیر نور محمد کلاچوی،
- عرفان حصہ دوم (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، بن س ن)

- عرفان، حصہ اول، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کراچی شریف، جنوری 2009ء)
- نخزن الاسرار و سلطان الاوراد، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کراچی شریف، س۔ن)
- قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین (جلد سوم)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، باراول، مئی 1991ء)
- کاش البرنی،
- رموز الجفر حصہ اول، (کراچی: اوراق پبلشرز)
- بچے اور ستارے، (کراچی: اوراق پبلشرز، دوم، 1986ء)
- گائیٹن (حسن عبدالحکیم)، اسلام اور تقدیر انسانی، مترجم: فضل قدیر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، نومبر 1998ء)
- گل حسن قلندری قادری، تعلیم غوثیہ (کراچی: نفیس اکیڈمی، دوم، مئی 1976ء)
- محبوب عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ذکر خیر، (فیصل آباد: سید خورشید عالم توکلی، دہم، 4 اگست 1979ء)
- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ،
- پیام مشرق، بشمولہ: کلیات اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بن، س ن)
- اسرارِ خودی، بشمولہ: کلیات اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، بن، س ن)
- اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، باراول، جنوری 2005ء)
- بال جبریل، بشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
- تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجم: سید ندیر نیازی، (لاہور: بزم اقبال، جنوری 2010ء)
- ضرب کلیم، بشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
- بانگ درا، بشمولہ: کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
- پس چہ باید کردا اے اقوام مشرق، بشمولہ: کلیات اقبال فارسی
- رموز بے خودی، بشمولہ: کلیات اقبال فارسی
- زبورِ عجم، بشمولہ: کلیات اقبال فارسی
- محمد امین، مفتی، آب کوثر، (فیصل آباد: مکتبہ سلطانیہ)
- محمد بن ابی بکر الرازی، جلاء الافہام، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)
- محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری، صحیح بخاری، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دارطوق النجاة، باراول، 1422ھ)
- محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، (بیروت: دارالفکر)
- محمد بن عبد اللہ مشکوٰۃ شریف، (بیروت: المکتب الاسلامی)
- محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی ت بشر، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دارالغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء)
- محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید،
- تربیتہ العشاق، (کراچی: محفل ذوقیہ، ششم، 2010ء)
- سر دلبر ال (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)
- محمد رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ تعلیم، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، اول، دسمبر 2009ء)
- محمد طارق محمود عبقری، حکیم، جادو جنات، اسلام اور جدید سائنس، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، اپریل 2004ء)
- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر،



- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ خودی، (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن، بن، سن) عرفان القرآن (ترجمہ)، (لاہور: منہاج القرآن، بن، سن)
- المنہاج السنوی (مجموعہ احادیث)، (لاہور: منہاج القرآن، بن، سن، اگست 2008ء)
- محمد طاہر فاروقی، پروفیسر، سیرت اقبال، (لاہور: قومی کتب خانہ، بار چہارم، ستمبر 1966ء)
- محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، مقالہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مشمولہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مرتبہ: بشیر احمد کمال عباسی، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، بار اول، اپریل 2013ء)
- مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، (بیروت: دار الفکر)
- نور محمد/نذیر نقشبندی، فضائل درود و سلام، (رمضان فاؤنڈیشن)
- واحد بخش سیال، شرح کشف المحجوب (اردو)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، اگست 2009ء)
- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق و خرد، (لاہور: اقبال اکیڈمی، پنجم، 2008ء)
- یوسف بن اسماعیل، بنہانی، امام، جواہر البحار، جلد سوم، (لاہور: مکتبہ حامدہ رضویہ، 1978ء)
- یوسف حسین خان، ڈاکٹر، روح اقبال، (لاہور: انٹرنیشنل پرائز، مارچ 2010ء)
- ☆ Mohammad Iqbal, Dr. Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, (Lahore: Iqbal Academy, 3rd Edition, 2015), P. xxi
- ☆ Oxford Advanced Learner's Dictionary, Fonathan Crowther, (USA, New York, Oxford University Press), P. 287

## التجائے مصنف

اللہ العظیم! اس کتاب (نور عرفان) کو مبارک بنا دیں، ہمارے دلوں کو قرآن مجید کی ہدایات سے معمور فرمادیں اور ہماری روحوں کو احادیث مبارکہ کے انوار سے منور فرمادیں اور ہمارے بدن اور ہمارے تمام اعضاء کو قرآن اور سنت کے تابع فرمادیں۔ رب العظیم! اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائیں اور تاقیامت اس کے فیض کے چشموں کو جاری فرمائیں اور اس کے مندرجات پر مجھ سمیت سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کتاب کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا موجب بنائیں۔ اس کو بندہ عاجز کے پیرومرشد، والدین، تمام مشائخ، اساتذہ کے لیے، بندہ عاجز کے اہل و عیال، اعزہ و اقربا، رشتہ داروں کے لیے، ان تمام اہل ایمان، اہل علم اصحاب کے لیے جن کی تحقیقات و تصانیف سے بندہ عاجز نے استفادہ کیا ہے، ایسے تمام اپنے پرانے جن کے حقوق کی ادائیگی میں بندہ عاجز سے جانے انجانے، ارادی و غیر ارادی طور پر کسی طرح کی بھی حق تلفی ہوئی ہے، بندہ عاجز سے بلا واسطہ و بالواسطہ روحانی، علمی و نسبی تعلق رکھنے والے تمام محسنین و محسنات، مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کے لیے تا ابد الاباد صدقہ جاریہ کر دیں۔ مجھے، میرے والدین کو، میرے اقرباء کو، میرے اساتذہ اور تلامذہ کو، میرے احباب اور معاونین کو، ”نور عرفان“ کے ناشر، پرنٹر، کمپوزر اور ڈیزائنر کو اور جملہ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کے مصائب، آفات اور بلاؤں سے محفوظ اور مومن رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر، ہر سعادت اور ہر کامرانی عطا فرمائیں۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین و علی الہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الکاملین الراشدین و ازواجہ امہات المومنین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والمجتہدین الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
مصنف کی تصانیف و تالیفات و تراجم  
(غیر نصابی کتب بزبان اردو)

☆	پیام مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ	تحقیقی مقالہ	تحقیق و تجزیہ	فیصل ناشران کتب، لاہور
☆	عقائد نظامیہ و عقائد شریعہ	اسلامی کتاب	تحقیق و ترجمہ	نور ذات پبلشرز، لاہور
☆	فضائل درود شریف	اسلامی کتاب	تدوین و تالیف	نور ذات پبلشرز، فیصل آباد
☆	درگاہ عشق	ملفوظات	تدوین	رحمن پبلشرز، فیصل آباد
☆	جوہر روح البیان	خلاصہ تفسیر روح البیان	تدوین و تصحیح	گوہر پبلشرز، فیصل آباد
☆	سچے موتی	ملفوظات و مکتوبات	تحقیق، تدوین و تصحیح	نور ذات پبلشرز، فیصل آباد
☆	انگریزی اردو و کشتی	لسانیات	تحقیق و تدوین	خالد بک ڈپو، لاہور

(فارسی سے اردو ترجمہ)

☆	عقائد نظامیہ از فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	فارسی کتاب کا اردو ترجمہ	تحقیق و ترجمہ	نور ذات پبلشرز، لاہور
---	--	--------------------------	---------------	-----------------------

(English To Urdu Translations of English Novels and Books)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	The Old Man and the Sea (Novel)	B.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Good Bye Mr. Chips (Novel)	F.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Good Bye Mr. Chips (Novel)	F.A	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbook (Federal Board)	F.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book2 (Notes)	2nd Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book2 (Notes)	2nd Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Book1 (Notes)	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book1 (Notes)	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Book3 (Notes)	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book3 (Notes)	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbook (NWFP) (Notes)	10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbook (NWFP) (Notes)	9	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	6,7,8,9,10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	6,7,8,9,10	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	5,6,7,8	Ghazali Publishers, Lahore

(English Grammar, Translation & Composition Books)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	English Grammar	B.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar	2nd Year	Khalid Book Depo, Lahore

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	English Grammar	2nd Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar Books	1 to 10	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar Books	6,7,8,9,10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar Books	5,6,7,8	Ghazali Publishers, Lahore
☆	English Learner Grammar Books	5,6,7,8	Babar/Gohar Book Depo, Lhr
☆	Easy Steps To Parts of Speech	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Active & Passive Voice	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Direct & Indirect Narration	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Translation	General	Khalid Book Depo, Lahore

## (Books on Computer Science Written in English)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	Computer Science (TextBooks)	1,2,3,4,5,6	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (TextBooks)	7,8,9,10,11	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (TextBooks)	12	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (Practical NoteBooks)	9,10,11,12	Khalid Book Depo, Lahore
☆	FORTAN (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	C\C++ (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	BASIC (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	VISUAL BASIC (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore

## (Books on Different Subjects Written in English)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	Imtihani Social Studies	6,7,8	Hamdard Kutab, Lahore
☆	Imtihani Science	6	Hamdard Kutab, Lahore
☆	Ghazali Guides	2,3,4,5,6	Ghazali Publishers, Lahore
☆	Ghazali Guides	7,8	Ghazali Publishers, Lahore

## (نصابی کتب بزبان اردو شائع کردہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور)

☆	کمپیوٹر ٹیکسٹ بک برائے جماعت نہم	نصابی کتاب	تدوین و تصحیح	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
☆	کمپیوٹر ٹیکسٹ بک برائے جماعت دہم	نصابی کتاب	تدوین و تصحیح	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

## (اردو گرامر بکس شائع کردہ بابر بک ڈپو، لاہور)

☆	لرنر اردو گرامر	نصابی کتاب	ششم، ہفتم، ہشتم	بابر بک ڈپو، لاہور
---	-----------------	------------	-----------------	--------------------

مصنف کا تعارف

نام: محمود علی انجم ولدیت: محمد یسین  
☆ رائٹر ایجوکیشنل اینڈ اسلامک بکس، مترجم، کنسلٹنٹ برائے سائیکولوجیکل اینڈ سپرچوکل پرائلمز  
تعلیم:

☆ پی ایچ ڈی (اقبالیات؛ ریسرچ سکالر)

☆ ایم فل (اقبالیات/اردو)

☆ ایم اے (انگلش، ایجوکیشن، اسلامیات)

☆ ایم سی ایس

☆ ایم ایس سی نفسیات

☆ پی جی ڈی آئی ٹی، پی جی ڈی ٹیفل

☆ پرنسپل: چشتیہ کالج، فیصل آباد

☆ صدر: ایجوکیٹرز اینڈ لرنرز آرگنائزیشن

☆ چیئرمین: لرننگ اینڈ سکول کونسل

☆ تدریسی خدمات

☆ تعلیم و تدریس طلباء و طالبات، میٹرک تا ایم اے، بی ایڈ، ایم ایڈ کلاسز، مضامین: اردو، انگریزی، اسلامیات، ایجوکیشن، نفسیات، کمپیوٹر سائنس، جنرل سائنس، سوشل سائنسز، اقبالیات اور تصوف

☆ بدر کالج فیصل آباد (1985ء تا 1990ء)

☆ ایم آئی ٹی (رجسٹرڈ و منظور شدہ از فیصل آباد تعلیمی بورڈ، سٹی سنٹر آف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی: 1999ء تا 2008ء)

☆ رحمن کالج فیصل آباد (رجسٹرڈ و منظور شدہ از فیصل آباد تعلیمی بورڈ، بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن، لاہور: 2008ء تا 2012ء)

☆ بطور پرنسپل خدمات

☆ چشتیہ کالج فیصل آباد (رجسٹرڈ و منظور شدہ از سکول ڈویلپمنٹ کونسل، لاہور؛ لرننگ اینڈ سکول کونسل، فیصل آباد) (1985ء تا 2016ء)

☆ بحیثیت محقق، مصنف، مؤلف و مترجم خدمات

☆ اردو، انگریزی، کمپیوٹر سائنس، اسلامیات، تصوف، اقبالیات، جنرل سائنس کے مضامین پر قریباً ایک سو کے قریب نصابی و غیر نصابی کتب تحریر کیں جو مندرجہ ذیل سرکاری و غیر سرکاری اداروں سے شائع ہو چکی ہیں۔

☆ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور خالد بک ڈپو، لاہور فیصل ناشران کتب، لاہور

☆ ہمدرد کتب خانہ، لاہور بابر بک ڈپو، لاہور غزالی پبلشرز، لاہور

☆ نور ذات پبلشرز، لاہور

Mobile: 0321-6672557 / 0323-6672557

Email: Anjum560@gmail.com

Website: www.lscedu.com

Facebook: https://www.facebook.com/mahmoodali.anjum.9

Whats App: 0345-1206557

مصنف کی دیگر زیر طبع کتب

# نورِ عرفان

(جلد سوم)

یہ کتاب مصنف کے برسوں کے ذاتی مشاہدات و تجربات پر مشتمل ہے۔ اس میں دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق، اسلامی نقطہ نگاہ سے سحر و آسیب، نظر بد و دیگر شرور کائنات کا فلسفہ بیان کیا گیا اور روحانی علاج کی تعلیم دی گئی ہے جس کی مدد سے ہر کوئی آسانی سے اپنا اور اپنے احباب کا روحانی علاج کر سکتا ہے۔ اس میں احادیث مبارکہ اور بزرگوں کے معمولات پر مشتمل مختصر اور جامع روحانی اعمال، وظائف اور ادعیہ؛ دعائے اسم اعظم، دعائے حزب الاعظم، دعائے حزب البحر، دعائے حزب الحب و التسخیر کی تعلیم اور اجازت دی گئی ہے۔ کتاب میں بیان کردہ تمام روحانی اعمال اور وظائف اساتذہ اور مشائخ کے صدیوں کے آزمودہ اور مجرب ہیں۔ انہیں حرزِ جان بنا کر مختصر سی حیات میں نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب اور بے شمار فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

تصنیف و تالیف

پروفیسر محمود علی انجم

(پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

# ریاضِ اقبال

(زیر طبع)

پی ایچ ڈی کی سطح کا یہ تحقیقی مقالہ شاعر مشرق، حکیم الامت، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا روم، سید علی ہمدانی رحمہ اللہ اور دیگر مشاہیر اسلام کے فکر، فن، فلسفہ اور اردو و فارسی زبان و ادب کے مختلف موضوعات پر لکھی گئی 40 عدد کتب اور 400 مقالات و مضامین کے خلاصے، تعارف اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

تصنیف و تالیف

پروفیسر محمود علی انجم

(پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)





عظیم روحانی سلسلہ سروری قادری کے ایک فرزند، حضرت صاحبزادہ فقیر عبد الحمید سروری قادری کے خلیفہ اور اپنے دادا پیر حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچی کے روحانی وارث، بے مثل علمی و تحقیقی کتاب ”نور عرفان“ کا مصنف محمود علی انجم میر اعزیز اور ہونہار شاگرد ہے۔ وہ کام کا دھنی، علم و ادب کا رسیا اور تحقیق کا مرد میدان ہے۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس پر دل و جان سے عاشق ہو جاتا ہے، اپنا فرض منصبی سمجھ کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کے کسی گوشے پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اس کا ایم فل کا مطبوعہ مقالہ ”پیام مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ“ اور پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک (جو ”ان شاء اللہ“ جلد طبع ہو جائے گا) میرے اس دعوے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محمود علی انجم، نوجوانی میں قدم رکھتے ہی تصوف کی نورانی وادی کا راہی بن گیا تھا۔ اس نے اس راہ کی کئی گھاٹیاں عبور کیں اور کئی نامور بزرگوں اور سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ اس نے کئی اولیائے عظام کی خدمت میں وقت گزارا اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے نہ صرف ان کے گوہر ہائے فیض و برکات سے دامن بھر لیا بلکہ تصوف کے متعدد سلسلوں میں خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ محمود علی انجم عملی روحانیت کا راہی ہے اور اپنے مسلسل مجاہدے اور ریاضت اور بزرگوں کی نگاہ فیض و برکات کی بدولت وقوف سری کا بھی نبض آشنا ہے۔ اپنے انہی ذاتی روحانی تجربات و مشاہدات کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس نے اپنی اس منفرد کتاب ”نور عرفان“ میں وقوف سری و وقوف مذہبی کی نہ صرف نوعیت، کیفیت اور ہیئت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس سے شاد کام ہونے کے طریقے بھی بڑے دروہست سے بیان کیے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے علم تصور اسم اللہ ذات اور علم دعوت القیوم کی جو تشریح و توضیح، حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم کتاب ”عرفان“ میں فرمائی تھی، اگر ”نور عرفان“ کو جدید انداز میں اس کی توسیع قرار دیا جائے تو مباخذہ ہوگا۔ اسی طرح، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت مطلقہ کے ادراک اور اس تک رسائی کے لیے جس واردات روحانی کو واحد ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا تھا مگر اس کی عملی صورت اور حصول کے طریقے بیان نہ کر سکے تھے، ”نور عرفان“ نے اس وقوف سری کی عملی صورتیں اور طریقے بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کا مکمل قرار پاتی ہے۔

نور عرفان میں، مصنف نے جس طرح اسلامی تصوف کی روحانی علوم میں حد فاصل قائم کی ہے، وہ تصوف کی تاریخ میں بذات خود ایک اور روحی علوم مثلاً اپناٹزم، مسمریزم اور یوگا وغیرہ اور اسلامی روحانی علوم میں حد فاصل قائم کی ہے، وہ تصوف کی تاریخ میں بذات خود ایک کارنامہ ہے۔ محمود علی انجم نے بجا طور پر حقیقت مطلقہ تک رسائی پالینے والی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا ہے اور راہ سلوک ہی کو اس کامیاب زندگی کا راستہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے قاری کو اس نورانی راستے کے پیچ و خم سے بھی آگاہ کرتے چلے گئے ہیں۔ محمود علی انجم نے جس طرح اس علم کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کی ہے وہ اگر ایک طرف اردو کی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے تو دوسری طرف تصوف اور کتب تصوف کی تاریخ میں یہ کارنامہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ محمود علی انجم نے، تصوف پر لکھی جانے والی عمومی اور روایتی کتب سے ہٹ کر اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے۔ اس نے اپنے روحانی اور مابعد الطبیعیاتی مشاہدات و تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے، ٹھوس مثالوں کے ذریعے مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات اور ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور انفرادی و ملی سطح پر ان اعمال و اشغال کی ضرورت و اہمیت پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔ یوں اس نے، دور جدید کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلامی تصوف، نفسیات، مابعد النفسیات اور روحی علوم (ہیپناٹزم، ریکی، ٹیلی پتھی وغیرہ) سے زیادہ بہتر اور جامع بلکہ جامع ترین سائنسی علم ہے۔ میرے نزدیک یہ اس دور کا ایک بڑا واقعہ ہے۔ محمود علی کے سائنسی انداز فکر اور تجربے و مشاہدے پر مبنی استدلالی، ٹھوس اور دو ٹوک انداز نے تصوف کی حقیقت، اس کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب جہاں تصوف کے بارے میں، اپنوں اور غیروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرے گی۔ وہاں طالبان مولیٰ کو حقیقی و عملی اسلامی تصوف کا رمز آشنا اور ادراک شناس بھی بنائے گی۔ آج اصل اسلامی تصوف کو پہچاننا اور عملی طور پر اختیار کرنا اشد ضروری ہے۔ امت مسلمہ کی زیوں حالی دور کرنے کا یہی واحد راستہ ہے اور محمود علی انجم کی ”نور عرفان“ اس جانب پہلا قدم اور تجدید و احیائے تصوف کی جانب ایک اہم، منفرد اور شاندار پیش رفت ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات)

صدر شعبہ اردو، نوجی فاؤنڈیشن کالج فار بوائز، نیولہ زار، راولپنڈی